بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ رضویہ

جلد چہارم

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب

دار العلوم امجدیہ

مکتبہ رضویہ

آرام باغ روڈ، کراچی

پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

جلد چہارم (۴)

مصنفہ

حضور پرنور عظیم البرکۃ امام اہل سنت قامع بدعت مجدد دین وملت

اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ

طابع وناشر

المجدد احمد رضا اکیڈمی

ملنے کا پتہ:

دارالعلوم امجدیہ، کراچی ۵

فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ

باہتمام: قاری رضاء المصطفٰی اعظمی

خطیب نیومیمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی ۲

فون: ۲۱۶۴۶۴-۲۱۷۸۸۹

نام کتاب ________ فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

مصنف ________ اعلٰحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

موضوعات ________ باب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج

سال طباعت باردوم ________ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ جون ۱۹۹۷ء

تعداد طباعت ________ ایک ہزار

تعداد مسائل ________ (۴۴۲) چار سو بیالیس۔

تعداد رسائل ________ (۲۷) ستائیس

تعداد صفحات ________ ۷۴۸

باہتمام: حضرت مولانا قاری رضا المصطفٰے اعظمی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی ۲ (صدر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان)

مطبع ________ فرید آرٹ پریس کراچی

طابع و ناشر ________ دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی ۱

نگران طباعت ________ حافظ مصطفٰے سرور اعظمی، محمود اختر از مکتبہ رضویہ کراچی

قیمت ________

کراچی میں ملنے کے پتے

۱۔ المکتبۃ المدینہ ________ نزد شہید مسجد کھارادر کراچی ۲

۲۔ حنفیہ پاک پبلی کیشنز ________ 〃 〃 〃 〃

۳۔ ضیاء الدین پبلی کیشنز ________ 〃 〃 〃 〃

۴۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی ________ ایم۔ اے جناح روڈ کراچی ۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الجنائز

مسئلہ: از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل اسپتال زنانہ۔ مرسلہ باقر علی حکاک۔ ۹ رجب ۱۳۲۹ھ

سنا ہوا ہے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقت مرگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو محمد رسول اللہ ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا۔ یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا تو اگر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہو۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔ اس کے رد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رامپوری کا رسالہ وثیقۂ بہشت اوسکے ساتھ تھا۔

تحریر فقیر بر وثیقۂ بہشت

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اللّٰھم لک الحمد۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اوسکے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دم نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اوسکے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اوسکے اغوا کا جواب نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں۔ ہاں وہ کہ جس سے اوس ملعون کے نتھنے پھٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہی اوسکے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے۔ مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اوس سے اتنا کہہ دیں کہ گر تو حرام است حرام باد۔ مجمع بحار الانوار میں ہے سبب التلقین انہ یحضر الشیطان یفسد عقدہ والمراد بلا الٰہ الا اللہ الشہادتان تلقین کا سبب یہ ہے کہ اوس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔ فتح القدیر میں ہے المقصود منہ التذکیر فی وقت تعرض الشیطان تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہما میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ میرک سے ہے من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ المراد مع قرینہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ

الایمان حدیث میں جو فرمایا کہ جسکا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اوس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ گویا اس کلمۂ ایمان کا نام ہے۔ دُرر غرر میں ہے یلقن بذکر الشہادتین عندہ لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ کلمہ طیبہ کے دونوں جزئیں کو تلقین کئے جائیں اسلئے کہ لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔ غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی۔ تنویر الابصار میں ہے یلقن بذکر الشہادتین دونوں شہادتیں تلقین کیجائیں۔ دُرمختار میں ہے لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔ مختصر القدوری میں ہے لقن الشہادتین پورا کلمہ سکھایا جائے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وصورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جہرًا وھو یسمع اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اوس کی نزع میں اوسکے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سُنے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ پڑھیں۔ مجمع الانہر میں ہے (ویلقن الشہادۃ) فیجب علی اخوانہ واصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشہادۃ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ میت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اوس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت موکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اوسکے پاس پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جسکا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔ بحر الرائق میں ہے (لقن الشہادۃ) بان یقال عندہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اوسکے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔ شرح الکنز للملا مسکین میں ہے (لقن) المحتضر (الشہادۃ) وھی ان یقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ دم نزع شہادت کی تلقین کریں اور وہ یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ کہیں۔ کافی شرح وافی میں ہے لقن الشہادۃ ای قول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔ جامع الرموز میں ہے اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد من الشہادۃ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ کافی ومضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد پورا کلمۂ شہادت ہے۔ حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے ولقن شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ بان یقال عندہ وھو یسمع ولا یقال لہ قل واذا قالھا لایلح علیہ بتکریرھا اذا لم یخض فی کلام اٰخر لمخافۃ تبرمہ میت کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کریں۔ یوں کہ خود اوسکے پاس پڑھیں کہ وہ سُن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ اور جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اوس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اوکتا نہ جائے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اوس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ مستصفی میں ہے لقن الشہادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ تلقین کنید مردہائے خودرا یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمۂ طیبہ۔ غرض نقل مستفیض سے ہے اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح۔ ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے پر ثواب موعود

مل جائے گا، معاذ اللہ وہ بھی نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللہ کہنا منع ہے۔ یہ ممانعت محض مردود و مطرود و خلافِ اجماع ہے۔ فالعلامۃ الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ما قدمناہ اجاب عن تعلیلھا ان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ تبعا لابن الحجر المکی من متاخری الشافعیۃ ان الکلام فی المسلم اقول مسلم انہ مسلم ولا تطلب منہ انشاء ایمان لم یکن بل تذکیر ما کان وحفظہ عن افساد الشیطان وتلک الشہادتان یجب ان تصانا لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ قال الشافعی قلت وقد یشیر الیہ ای الی الافراد تعبیر البدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والکنز بتلقین الشہادۃ اھ اقول الشہادۃ اسم جنس فیشمل الشہادتین الاتری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصلہ الوافی بما عبر فیہ ثم فسرہ فی شرحہ الکافی بالشہادتین وکذالک فی البحر الرائق والمضمرات وجامع الرموز ومجمع الانھر والملا مسکین کما سمعت ومن الدلیل علیہ ان نقل فی البدایۃ نظم القدوری وقد ثنی فعلم ان المفرد فیہ کالمثنی یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہما اللہ تعالٰی کا ایک نفیس وجلیل کلام قابلِ حفظ ہے، علامہ باجوری شرح رسالۂ فضالیہ میں فرماتے ہیں۔ اعلم انہ لابد بعد قول الذاکر لا الٰہ الا اللہ ان یقول محمد رسول اللہ لاجل ان یحفظ بذالک ما یحصل لہ من نور التوحید وعبارۃ السنوسی من شرح الصغری مصرحۃ بذالک حیث قال ولما ابتہج قلبہ بنور الحقیقۃ وکان الانتفاع بہا موقوفا علی القیام برسوم الشریعۃ وذالک لایکون الا بالادمان علی ذکر صاحبہا المبلغ لہا عن اللہ تعالٰی سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتاج الذاکر بعد کلمۃ التوحید الدالۃ علی الحقیقۃ باثبات رسالۃ سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیحفظ نور توحیدہ بادخالہ فی منیع حرز الشریعۃ فلھذا یقول الذاکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وھکذا ینبغی فی کل ذکر من اذکار اللہ تعالٰی ان لایغفل المؤمن فیہ عن ذکر سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما ان یصلی علیہ اثرہ او یقر برسالتہ مع الصلاۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لتعظیمہ والتمسک باذیالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب اللہ الاعظم الذی لاینال کل خیر دنیا واخری الا بالتعلق بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن غفل عن ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتمسک بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل مقصودہ وکان ایامہ فی سجن القطیعۃ محروما بہ من خیر الدنیا والاخرۃ وسیدنا محمد لھو دلیل الخلق الی اللہ تعالٰی فکیف یصل الی اللہ تعالٰی من غفل عن دلیلہ وقد قال بعض من طبع اللہ علی قلبہ ممن یتعاطی التصوف ولیس ھو من اھلہ مقالۃ قریبۃ من الکفر او ھی الکفر بعینہ ان الاکثار من ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حجاب عن اللہ تعالٰی وسلک بعض الضالین مثل ھذہ العبارۃ فقال اذا افرد التھلیل عن اثبات الرسالۃ کان ابلغ واسرع فی تاثیر معنی التوحید واحتج لضلالہ وتسویل شیطانہ بان قال للتہلیل معنی ولاثبات الرسالۃ معنی واذا اختلف المعانی علی الباطن ضعف التاثیر وبعدت الثمرۃ قال وانما یحتاج الی وصل الذکرین عند الدخول فی الاسلام وقال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللہ تعالٰی عنہم وھذہ المقالۃ والعیاذ باللہ من الفتن التی لامورد لھا الا النار ولا عقبی لھا سوی دار البوار وما ذلک الا مکر واستدراج الی رفض الشریعۃ والانحلال من ربقتہا وتعطیل رسومہا ولو علم ھذا الضال ما تحت قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الاسرار والتوحید

والحکم الالوھیۃ لاتنفسخ عن ذلك الحی فاصاب المرمی اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اوسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز فی تنویر الابصار یمنع زوجہا من غسلہا اھ اور وہ جو منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا **اولاً** اوسکی ایسی صحت ولیاقت حجیت محل نظر ہے۔ **ثانیاً** دوسری روایت یوں ہے کہ اوس جناب کو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا **ثالثاً** فعل بمعنی امر شائع یقال قتل الامیر فلانا وقاتل الملك القوم الفلانی وفی الحدیث اذن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای امر بالتاذین **رابعاً** اضافت فعل بسوئے سبب غیر مستنکر اور حدیث علی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی حضرت ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے حکم دیا یا اسباب غسل کو مہیا فرمایا **خامساً** مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کیلئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علماء جو شوہر کو غسل زوجہ سے منع فرماتے ہیں اوسکی وجہ یہی ہے کہ بعد موت بسبب انعدام محل ملک نکاح ختم ہوجاتی ہے تو شوہر اجنبی ہوگیا کما افادہ ملك العلماء فی البدائع والمحقق حیث اطلق فی الفتح وغیرہما فی غیرہما مگر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رشتہ ابدالآباد تک باقی ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا فقد اخرج الحاکم وصححہ والبیہقی عن ابن عمرو الطبرانی فی الکبیر عنہ وعن ابن عباس وعن المسور رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی واخرج البیہقی والدارقطنی بسند قال ابن حجر المکی رجالہ من اکابر اھل البیت فی حدیث طویل فیہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سمع النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول کل صھر او سبب او نسب ینقطع یوم القیمۃ الا صھری وسببی ونسبی وقد روی نحوہ من حدیث عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ابن حجر قال الذھبی واسنادہ صالح اھ ونقل المناوی عن الذھبی انہ قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحۃ فقد قال ابن حجر انہ صح عن عمر اقول کیف وقد تعددطرقہ وجاء عن جماعۃ من الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم اسی لئے منقول ہوا کہ جب سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی نے اس امر پر اعتراض کیا حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان فاطمۃ زوجتك فی الدنیا والاخرۃ کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا وآخرت میں تو دیکھو اوس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں، یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کا نہلانا روا ہے اسی سے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورت مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا جب تو حضرت ابن مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اوسے تسلیم فرماکر اپنی خصوصیت سے جواب دیا۔ وھذا خلاصۃ ما فی الدرالمختار وردالمحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از پنجاب ضلع جہلم ڈاکخانہ وریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی نارہ مرسلہ سید محمد مجید الحسن صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

مشہود خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولنا مولوی احمد رضا خانصاحب دام ظلکم علی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے۔ ایک طائفہ بحرالرائق ومراقی الفلاح وقاضی خاں وعالمگیری وغیرہا کی عبارات

مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے۔ آپ کی تحریر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے، کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت، رد المحتار قیل تحریما وقیل تنزیها کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنہا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظہیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاہرین بالدعاء قلت اذا کان ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان بحر الرائق ینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن الخ عبارت فریق قائل حلت عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابراھیم بن ابی حمید وضعفہ تخریج احادیث الہدایہ لابن حجر یعنی اس سے ادنٰی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ بینوا توجروا۔

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہاں کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفس ذکر جہر کو بکثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا، حالانکہ وہ اطلاقات قرآن عظیم واحادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوٰی میں اوسے منقح کیا یہاں بھی اوس کا منشا عوارض ہی ہیں۔ قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا دموت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اوس زمان خیر کیلئے تھا جبکہ ہمراہیان جنازہ تصور موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اون میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں۔ ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔ ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو۔ اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا۔ یا کم از کم دل بٹ تو جائیگا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاش للہ ذکر خدا اور رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علی کل احیانہ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وعلقہ البخاری نہ کوئی چیز اوس سے بہتر قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر۔ اب کہ زمانہ منقلب ہوا۔ لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انہیں ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکار ثواب ہے۔ معہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید ومجتبی وحاوی وبحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولٰی اصلاً گناہ نہیں کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔ اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اسکا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصد شرع سے جاہل وناواقف ہو۔ یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈالکر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں۔ اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اوسے سجدہ تو کریں۔ اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اوسکی صحت ہوسکے۔

امام علامہ عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ میں فرماتے ہیں قال فی شرح الطحاوی وعلی متبع الجنازۃ الصمت و عبر فی المجتبی والتجرید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصوت معہا کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لہم رفع الصوت کراھۃ تحریم وقیل تنزیہ مبنی کراھۃ تنزیہ وقیل تحریم قنیہ و ھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح فیستکثر من التسبیح والتھلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولا یتکلم بشیئ من امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفہا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صداء القلوب وقساوتہا بحب الدنیا وریاستہا وفی کتاب العہود المحمدیۃ للشیخ الشعراوی قدس اللہ تعالٰی سرہ ینبغی لعالم الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدم اللغو فیہا وذکر من تولی وعزل من الولاۃ اوسافر ورجع من التجار ونحو ذلك وقد کان السلف الصالح لایتکلمون فی الجنازۃ الا نادرا وکان الغریب لایعرف من ھو القریب من المیت حتی یعزی لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلہم وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انہم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان ذلك افضل من ترکہ ولا ینبغی لفقیہ ان ینکر ذلك الابنص اواجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی کل وقت شاؤا ویا للہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا وربما عزر عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیك بل رأیت فقیہا منہم یاخذ معلوما امامتہ من فلوس بائع الحشیش فنسأل اللہ العافیۃ وذکر الشعراوی ایضا رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ عہود المشائخ قال لا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراٰوہ حسنا لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقراءۃ القراٰن امامہا ونحو ذلك فمن حرم ذلك فھو قاصر عن فہم الشریعۃ لانہ ما کل مالم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما ولو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتہدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لہم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشتغلین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبہم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منہم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذلك وکون ذلك لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل فلو صاح کل من فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ولم یاتنا فی ذلك شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم فلوکان ذکر اللہ تعالٰی فی الجنازۃ منھیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا قراءۃ القراٰن فی الرکوع وشیئ سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ائل الاسلام لا یمنع منہ او اخر الزمان اھ باختصار قلیل۔ اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالٰی کا خلاصہ ارشادات چند افادات (۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہل میت کون ہے اور باقی ہمراہ کون۔ سب ایک سے مغموم ومحزون نظر آتے۔ اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں موت سے اونہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی۔ اون کے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گزری۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے جنازے میں لوگوں کو ہنستے دیکھا تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ اون کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں (۲) نیز اوس میں میت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کیلئے طیار ہو (۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اذن عام ہے تو جبتک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؛ (۴) نیز اونہیں امام عارف نے فرمایا۔ الٰہی جو اس سے منع کرے اوسکا دل کس قدر سخت ہوا ہے۔ جنازے کے ساتھ ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش۔ اور بھنگ بکتے دیکھیں تو اوس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہیں میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا (۵) امام عارف باللہ سیدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں۔ اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اوس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو۔ جیسے جنازے کیساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا و رسول کرنا جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں جو ادب ناجائز کہے اوسے شریعت کی کچھ سمجھ نہیں (۷) نیز فرماتے ہیں ہر وہ بات کہ زمان برکت توامان حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی، مذموم نہیں ہوتی ورنہ اس کا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں ون کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں (۸) فرماتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ جو شخص دین اسلام میں نیک بات نکالے اوسے اوسکا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اوس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اوس ایجاد کنندہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے علمائے امت کیلئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کرکے جاری کریں اور اونہیں شریعت محمدیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملحق کریں۔ یعنی جب حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک بات نئی پیدا ہوگی وہ نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذن عام سے حضور ہی کی شریعت ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۹) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں اوس سے ممانعت نہ آنا ہی اوسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کیساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اوسکے ممانعت میں آتی۔ جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے تو اوسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ تو جس چیز سے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانہ میں منع نہیں ہو سکتی (۱۰) نتیجہ یہ نکالا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکر خدا و رسول عزوعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اوس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔ نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں۔ لا ینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ در مختار میں ہے۔ نزہ تحریما صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا اھ قلت ونقلہ سیدی عبد الغنی

فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح المنظومۃ عن شیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل الزاہد جمال الدین المحبوبی وایضا عن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی والحلوانی وایضا فی الدرر المختار عن البحر عن المجتبٰی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انہ لاینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتہم فی الخیر وبہ ناخذ اھ فی الحدیقۃ ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلٰوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلٰوۃ لیلۃ القدر ونحو ذٰلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذٰلک العوام لئلا تقل رغبتہم فی الخیرات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴: نماز جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر یہ جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اوس کے لیے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اوسے منع لکھا ہو۔ درمختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام ومقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندی موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اسکی حدیث میں نہی آنا اور اہل کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود وعنود اپنے امام کیلئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں۔ یہاں کہ نہی وارد نہ ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔ فی الدرالمختار وانفراد الامام علی الدکان للنھی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بمادونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ فی ردالمحتار قولہ للنھی وھو ما اخرجہ الحاکم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوقہ ویبقی الناس خلفہ وعللوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانا مجلہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم اٰمین

مسئلہ ۵: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی۔ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

پیرومرشد کے مزار کا طواف کرنا۔ اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ اور مزار سے اولٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہئے۔ علماء اسمیں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں۔ اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ۔ ہاتھ باندھے اولٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اوس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اسمیں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اوس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶: از ماہ اسٹیشن دیوریا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب۔ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلاوضو وبلاتیمم شریک ہوگئے اونکی نماز ہوئی یا نہیں۔ اور اون کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور ایک شخص نے کہا کہ اُنہوں نے کچھ برا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں اوسکا یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں، وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انہوں نے بہت سخت برا کیا اور اوکی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نماز جنازہ میں صرف طہارت امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اوس میت کی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اوسکی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کو اتنا کافی ہے کہ اوس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کیلئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے۔ یہ محض جہالت فاحشہ ہے جس نے یہ فتوی بیہودہ دیا وہ شرعًا تعزیر دی جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔ فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلاۃ من الطہارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورات والاستقبال والنیۃ سوی الوقت۔ اوسی میں ہے لاصحۃ لہا بدون الطہارۃ۔ درمختار میں ہے لو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد۔ رد المحتار میں ہے ای لا تعاد لصحۃ صلاۃ الامام وان لم تصح صلاۃ من خلفہ واللہ سبحانہ تعالی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: کاٹنا مردے کے بال بعد مرنے کے جائز ہے یا نہیں۔ ۱۳ صفر ۱۳۲۲ھ

الجواب

ناجائز ہے۔ فی الدر لا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن۔ وفی رد المحتار عن النہر عن القنیۃ التزیین بعد موتہا والامتشاط وقطع الشعر لا یجوز واللہ تعالی اعلم

مسئلہ: از شہر کہنہ بریلی۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں۔ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں۔ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا۔ مونھ دیکھنا۔ اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں۔ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفات فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اگر یہ بات حق ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

شوہر ولی نہیں۔ نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موت زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اون پر قیاس جائز نہیں۔ مرد اپنی عورت مردہ کو غسل نہیں دے سکتا کما فی الدر وعامۃ الاسفار واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: میت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے چارپائی پر کیا منع ہے۔ میت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے۔

الجواب

کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ میت کی پریشانی کے سبب وہ لوگ پکاتے نہیں ہیں پکانا کوئی شرعًا منع نہیں۔ یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف

صرف گھر والوں کیلئے کھانا بھیجا جائے اور اونھیں باصرار کھلایا جائے۔ نہ دوسرے دن بھیجیں نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کیلئے بھیجیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو کفن کے پارچے کا دینا چاہیے اور عورت کو کے پارچے کا چاہیے اور میت نابالغ کو کتنا کفن دینا لازم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سنت مرد کیلئے تین کپڑے ہیں۔ ایک تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔ اور کفنی گردن کی جڑ سے پاؤں تک اور چادر کہ اوس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اوس پر تہبند۔ پھر میت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اوپر رکھ کر کفنی پہنا کر تہ بند لپیٹیں۔ پہلے بائیں طرف پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ دہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔ اور عورت کیلئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ تین یہی، مگر مرد و عورت کیلئے کفنی میں اتنا فرق ہے۔ کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہیے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اوس پر تہ بند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹائیں اور اوس کے بال دو حصے کرکے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اوس کے اوپر اوڑھنی سر سے اوڑھا کر بغیر لپیٹے مونھ پر ڈال دیں۔ پھر تہ بند اور اوس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اوسی طرح دونوں سمت باندھ دیا ان سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں۔ یہ کفن سنت ہے اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کیلئے دو کپڑے ہوں تہ بند اور چادر اور عورت کیلئے تین کفنی و چادر یا تہ بند و چادر اور تیسرے اوڑھنی اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے اور عکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اوس سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں۔ ہاں وقت ضرورت جو میسر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد و عورت دونوں کیلئے بس ہے۔ جاہل محتاج جب اون کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں۔ یہ حماقت ہے۔ ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی۔ بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کیلئے دے گا اللہ عزوجل سے پورا ثواب پائے گا۔ نابالغ اگر حد شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے اور یہ حکم یعنی حد شہوت کو پہنچنا پسر میں بارہ اور دختر میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا۔ اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے۔ جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ کہ اوس کا دل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اوس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اون میں اگر پسر کو ایک اور دختر کو دو کپڑوں میں کفن دیدیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور پسر کو دو دختر کو تین دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اوسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے کفن نہ دیں۔ درمختار میں ہے یسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ ولہا درع ای قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاھا وبطنہا وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک وکفن الضرورۃ لہما مایوجد واقلہ مایعم البدن فتبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع علی الازار ویلف ازارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر وھی تلبس الدرع ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوقہ الدرع والخمار فوق الشعر ثم یفعل کما مر ویعقد الکفن

ان خیف انتشارہ والمراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز والسقط یلف ولا یکفن اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے
قولہ ازار ھو من القرن الی القدم والقمیص من اصل العنق الی القدمین واللفافۃ تزید علی ما فوق القرن والقدم
لیلف فیہ المیت وتربط من الاعلی والاسفل امداد **قولہ** ای قمیص اشار الی ترادفھما کما قالوا وقد فرق بینھما بان
شق الدرع الی الصدر والقمیص الی المنکب قہستانی **قولہ** وخمار بکسر الخاء ما تغطی بہ المرأۃ راسھا قال الشیخ اسمعیل ومقدارہ
حالۃ الموت ثلثۃ اذرع بذراع الکرباس یرسل علی وجھھا ولا یلف کذا فی الایضاح والعتابی **قولہ** وخرقۃ الاولی
ان تکون من الثدیین الی الفخذین نھر عن الخانیۃ **قولہ** وکفایۃ ھو ادنی ما یکفی بلا کراھۃ فھو دون کفن السنۃ و
قال فی البحر قالوا اذا کان بالمال قلۃ والورثۃ کثرۃ فکفن الکفایۃ اولی وعلی القلب کفن السنۃ اولی **قولہ** ولھا ثوبان
لم یعینھما کالھدایۃ وفسرھما فی الفتح بالقمیص واللفافۃ وعینھما فی الکنز بالازار واللفافۃ قال فی البحر عدم التعیین بل ما
قمیص وازار او ازاران والثانی اولی لان فیہ زیادۃ فی ستر الراس والعنق **قولہ** ویکرہ ای عند الاختیار **قولہ** ویقمص
ای یلبس القمیص بعد تنشیفہ بخرقۃ **قولہ** ثم یفعل کما مر ای بان توضع بعد الباس الدرع والخمار علی الازار ویلف یسارہ
الخ قال فی الفتح ولم یذکر الخرقۃ وفی شرح الکنز فوق الاکفان کیلا تنتشر وعرضھا ما بین ثدی المرأۃ الی السرۃ وقیل
ما بین الثدی الی الرکبۃ کیلا ینتشر الکفن عن الفخذین وقت المشی فی التحفۃ تربط الخرقۃ فوق الاکفان عند الصدر فوق
الثدیین اھ **قولہ** والمراھق کالبالغ الذکر کالذکر والانثی کالانثی **قولہ** ومن لم یراھق الخ ھذا لو ذکرا قال الزیلعی
وادنی ما یکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیۃ ثوبان اھ وقال فی البدائع وان کان صبیا لم یراھق فان کفن فی
خرقتین ازار ورداء فحسن وان کفن فی ازار واحد جاز واما الصغیرۃ فلا باس ان تکفن فی ثوبین اھ اقول فی قولہ فحسن اشارۃ
الی انہ لو کفن بکفن البالغ یکون احسن لما فی الحلیۃ عن الخانیۃ والخلاصۃ الطفل الذی لم یبلغ حد الشھوۃ الاحسن ان یکفن
فیما یکفن فیہ البالغ اھ وفیہ اشارۃ الی ان المراد بمن لم یراھق من لم یبلغ حد الشھوۃ **قولہ** والسقط یلف وکذا من ولد
میتا بدائع اھ ملتقطا۔ عالمگیری میں ہے اما المرأۃ تبسط لھا اللفافۃ والازار علی نحو ما بینا للرجل ثم توضع علی الازار وتلبس الدرع
ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوق الدرع ثم یجعل الخمار فوق ذلک ثم یعطف الازار واللفافۃ کما بینا فی الرجل ثم
الخرقۃ بعد ذلک تربط فوق الاکفان فوق الثدیین کذا فی المحیط اھ قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ وھذا کما تری
نص جزم لا یقبل التاویل فی ان الخرقۃ تربط فوق الاکفان جمیعا حتی اللفافۃ وھو الذی قدمنا عن الشامی عن الفتح
عن التبیین والتحفۃ فعلیہ فلیکن التعویل وان استظھر فی الجوھرۃ کونھا تحت اللفافۃ قائلا بان قولھم فوق الاکفان
یحتمل ذلک وھو منازع فی ھذا الاحتمال کما لا یخفی فان الاکفان تشتمل اللفافۃ قطعا واین المخصص واین وجہ لظھور ذلک
اما ما فی الاختیار ثم تربط الخرقۃ فوق القمیص اھ فاقول لیس نصا فی کونھا تحت الاکفان ما خلا القمیص فان ما فوقھن
جمیعا یصدق علیہ انہ فوق القمیص فلا یعارض النص الصریح الذی قدمنا مع انہ ھو مصرح بہ فی اکثر الکتب فلذا اعولنا

علیہ وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱: از ملک مالوا شہر اندور چھیپنیپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آبادو الا۔

یہاں میت ہوگئی تھی۔ اوس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی۔ اوس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہوا تھا اوسے ہٹا دیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اوسے الگ ہٹاکے اوس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعًا اصلًا حرج نہیں۔ بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اوس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اوترتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن فتاوی امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے انہ مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ یونہی تبرک کیلیے غلاف کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اوسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کساہ ایاہ وان یجعل مما یلی جسدہ وکان عندہ قلامۃ اظفارہ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیہ وفمہ وقال افعلوا ذلک وخلوا بینی وبین ارحم الراحمین۔ ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بربنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بربنائے وہابیت یعنی غیر مقلدی یا دیوبندیت ہو تو وہ نماز کہ اوس نے پڑھائی باطل محض ہوئی مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا۔ اور جو جو اوس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترک فرض نماز جنازہ کے مرتکب ومستحق عذاب رہے۔ جبکہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امامت جاننے والے نہ ہوں۔ ورنہ بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کا فتوی ہوچکا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جو وہابیہ کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از ضلع اعظم گڑھ ڈاک خانہ اندارا موضع ادری حافظ عبدالشکور خاں ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید مسلمان حنفی، بکر نصرانی کے یہاں ملازم تھا۔ اور اوسکا جھوٹا کھالیا کرتا تھا مسلمانوں نے اس سے منع کیا حتی کہ بکر نے بھی مگر زید باز نہ آیا۔ اور اوس کے مرنے پر جمیع مسلمانوں نے اوسکی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ سے انکار کیا بالآخر چند مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا اگر ایسا موقع آئندہ آئے تو کیا کرنا چاہئے، بینوا توجروا زید کے گھر والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئیے۔ کیونکہ زید کے یہاں کا کھانا وغیرہ بند کردیا گیا ہے۔

الجواب

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع وبد ہے کما بیناہ فی فتاونا۔ لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بدحرکت سے کافر نہ ہوا مسلمانوں پر اوسکی تجہیز وتکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی۔ مگر یہ کام فرض کفایہ ہے۔ بعض نے کرلیا سب پر سے اوتر گیا۔ ہر مسلمان کا اون میں

شریک ہونا ضرور نہیں اگر کوئی نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے۔ آئندہ کیلئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اوس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ اون پر تعزیر بیجا ہے۔ قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳: سید محمد شاہ (پتہ انگریزی میں تھا پڑھا نہ گیا) ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے نومسلم عورت سے عقد کیا تھا۔ دو برس کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ کو دنیائے فانی سے ملک عدم کو رخصت ہوئی۔ اوس مسلمان کا یہاں کوئی اور نہ تھا اوس نے مسلمانوں کو اطلاع دی۔ اونھوں نے جواب دیا ہم تمھاری عورت کا جنازہ نہیں اوٹھائینگے۔ نہ قبرستان میں جگہ دینگے کیونکہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور مسجد کمیٹی و خلافت کمیٹی وغیرہ میں چندہ بھی نہیں دیتے کبھی ہماری کمیٹیوں میں شرکت نہیں کرتے۔ لہذا تم اور کوئی انتظام کرو۔ اوس شخص نے جواب دیا اگر میرا عذر قابل اعتماد ہو تو مجھ کو معافی دیجئے جو سزا میرے لیے آپ لوگ قرار دیں میں قبول کرتا ہوں۔ اگر میرا قصور ہے تو مجھ کو سزا دیں۔ اور معافی دے کر میت کو اوٹھائیں۔ اون لوگوں نے مطلق انکار کردیا۔ جو خلافت کمیٹی کے ممبران و سکریٹری و پریسیڈنٹ ہیں۔ تب اوس نے ہندوؤں سے التجا کی۔ اوسکی بیکسی بے لبسی دیکھ کر ہنود اوس محلہ میں آئے۔ اور مسلمانوں کو سمجھایا۔ بمشکل تمام راضی ہوئے۔ مگر غسل دینے والی عورت کو روک دیا۔ مجبوراً اوس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بعدہ اوس کے چار پانچ مسلمان۔ اونھوں نے کہا ہم تیرا آٹھ روپیہ جرمانہ کرتے ہیں۔ اگر منظور ہو تو ہم میت اوٹھائیں۔ ورنہ ہم اپنے اپنے گھر جاتے ہیں۔ وہ چونکہ مصیبت زدہ تھا راضی ہوا۔ غرض صبح آٹھ بجے کی میت ۱۲ بجے شب کو اوٹھائی گئی۔ اب عرض ہے کہ آیا حدیث شریف میں یہی فرمان ہے اور خدا اور اوس کے رسول کا یہی حکم ہے تو مجھے مطلع فرمائیں۔ اور اگر یہ حرکت مطابق شرع نہ ہو تو اون کی کیا سزا ہے۔ شرعاً و قانوناً۔ بینوا توجروا

الجواب

اون لوگوں نے سخت ظلم کیا اور شدید جرم کیا اگر سلطنت اسلام ہوتی حاکم اسلام اون میں ایک ایک کو کوڑے لگاتا۔ قید کرتا۔ اور وہ آخرت میں عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم مات برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر۔ ہر مسلمان کے جنازے کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اوس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔ خصوصاً جس مسلمان نے رمضان مبارک میں انتقال کیا تو وہ بحکم حدیث شہید ہے۔ خلافت کمیٹی میں چندہ نہ دینا یا اوس میں شریک نہ ہونا کوئی جرم نہیں۔ بلکہ مسجد میں چندہ نہ دینا بھی گناہ نہیں نہ کہ جہاں امر بالعکس ہو۔ نماز نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اوس کا گناہ اوس بی بی کے سر باندھنا کونسی شریعت ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی۔ آٹھ روپے کہ اونھوں نے لیے سخت حرام اور اون کے حق میں مثل سؤر کے ہیں۔ اون پر فرض ہے کہ اوسے واپس دیں۔ قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن اور اوس شخص نے عورت کو غسل دیا یہ اوسے جائز نہ تھا۔ شوہر عورت کے بدن کو بعد انتقال ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اوسے چاہیے تھا کہ کسی سمجھ والی لڑکی یا لڑکے کو نہلانے کا طریقہ بتا تا جاتا اور اپنے سامنے اوس سے نہلواتا۔ یا کوئی اور عورت اگرچہ اُجرت پر ملتی۔ اوس سے غسل دلاتا۔ اور اگر کچھ ممکن نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں پر کپڑے کی تھیلیاں چڑھاکر اوس کے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کا تیمم کرادیتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شب جمعہ کے سوا کسی اور دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اوس کو جمعہ کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اوس کا گوشت تقسیم کردیا جائے مسنون ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث وارد ہے اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں۔ بلکہ وہاں لغو و بیہودہ باتیں کرنے ہنسنے وغیرہ غفلت و قسوت کی حرکات سے بچیں۔ اور تلاوت و درود خوانی اور اعمال حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ امور موجب نزول رحمت ہوتے ہیں اور احیاء کے پاس ہونے سے مردے کا دل بہلتا ہے۔ کما بیناہ فی حیات الموات۔ جمعہ تک بیٹھنے کا منشا غالبًا وہ روایت ہے جو امام نسفی نے بحرالکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذ اللہ عذاب قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے۔ شب جمعہ آتے ہی اُٹھالیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی و علامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلًا و شرعًا امر نافع محض میں صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذ اللہ اندیشہ تھا، ایصال ثواب و استنزال برکات ذکر و قرآن سے اوسکی مدد کی گئی جب جمعہ آگیا خود رحمت الٰہی اوسکی متکفل ہولی۔ اور اگر نامطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد و نفع رسانی ہی ہوئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہونچا سکے پہنچائے رواہ مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بہرحال یہ کام خیر سے خالی نہیں جبکہ نیتًہ یا عملًا اوسکے ساتھ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور شریف میں ہے عمر النسفی فی بحرالکلام فقال ان الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتھا وجمیع شھر رمضان قال واما المسلم العاصی فانہ یعذب فی قبرہ لکن یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتھا ثم لا یعود الیہ الی یوم القیمۃ وان مات یوم الجمعۃ او لیلۃ الجمعۃ یکون لہ العذاب ساعۃ واحدۃ وضغطۃ القبر کذٰلک ثم ینقطع عنہ العذاب ولا یعود الیہ الی یوم القیمۃ انتھی وھذا یدل علی ان عصاۃ المسلمین لا یعذبون سوی جمعۃ واحدۃ او دونھا وانھم اذا وصلوا الی یوم الجمعۃ انقطع ثم لا یعود وھو یحتاج الی دلیل انتھی۔ اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵: قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اوس پر ڈالدینا چاہیے۔ یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہیے۔ میت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہیے یا گھر پر آن کر فاتحہ پڑھ کر پھر منتشر ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

الجواب

صرف بالشت بھر واللہ تعالٰی اعلم۔ بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجاویں، پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶: از موضع سنتیا ضلع بریلی۔ مسئولہ امیر علی صاحب رضوی۔ ۱۶ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا گیا، مرا ہوا بچہ کسی کے پیدا ہوتا ہے اوس کو ہانڈی میں رکھ کر گورستان سے علٰحدہ دفن کرتے

رہیں اور کہتے ہیں یہ پکا سسان ہے اور اس سے اہل ہنود کی طرح بچتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ شیطانی خیال ہیں، اوسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷: از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بعد مردن میّت تا دفن میّت از کدام چہل سوال از میّت می پرسند۔ بینوا توجروا

الجواب

سوال از میّت بعد دفن ست پیش ازاں ہیچ سوالے در حدیث نیامدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کا دفن بلا اجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابل مواخذہ فعل ہے۔ دوم کیا ایسا کرنے والے گنہ گار نہ ہونگے۔ سوم کیا میّت کے حق میں یہ فعل اولیٰ ہے۔ چہارم اگر میت وصیت اس کے متعلق کرے تو کیا پس ماندگان میت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلا اجازت مالک زمین کے میّت کو دفن کردیں تو کیا عند الشرع یہ فعل میت یا پسماندگان کے واسطے موجب ثواب ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے اجازت مالک اوسکی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ میت اگر اسکی وصیت یوں کرگیا کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔ میّت یا پسماندگان کیلئے ثواب کیا اسمیں استحقاق عذاب ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ میت کی نعش نکالدے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کرکے اُس پر جو چاہے بنائے چلے پھرے تصرفات کرے کہ قبر کی جو حرمتیں ہیں ایسی ناجائز قبر کیلئے نہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق درمختار میں ہے لایخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان یکون الارض مغصوبۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض۔ یہ اصل حکم فقہی ہے مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصاً میت پر رحم دل ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ رحماء بینہم۔ اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اوسکی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا۔ اللہ اوس پر احسان کرے گا کما تدین تدان اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اوسکی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستراللہ اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اوس کی زندگی و موت میں اوسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ۔ مرسلہ عمر احمد صاحب سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کو قبر میں اوتارنے اور تختے لگانے کے بعد مٹی کچھ ہی دی گئی کہ باران رحمت شروع ہوگئی، ہندہ کی قبر پر بارش کے پانی کے علاوہ اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ کچھ اشخاص کہتے ہیں جس مردہ کی قبر پر بجائے پانی دنیا کے باران رحمت ہو وہ مردہ جنتی ہے اسکی کچھ اصلیت شرع شریف میں ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

بارش رحمت فال حسن ہے خصوصاً اگر خلاف عادت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کو نہلانے کے لیے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں۔ یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سب طرح درست ہے۔ مذہب اصح میں اس باب میں کوئی تعیین وقید نہیں جو صورت میسر ہو اوس پر عمل کریں فی الھندیۃ عن الظھیریۃ کیفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولاً کما فی حالۃ المرض اذا اراد الصلاۃ بایماء ومنھم من اختار الوضع عرضا کما یوضع فی القبر والاصح انہ یوضع کما تیسر اھ اسی طرح بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱: مرسلہ محمد اکرم حسین از ہردوئی بوساطت مولٰنا حامد حسین صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت۔ ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے روبرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتے ہیں۔ غسل کیا معنی بلکہ چھو نہیں سکتے ہیں خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہوں۔ کیونکہ نکاح دنیا تک ہے جب دو میں سے کسی کا انتقال ہو گیا نکاح فسخ ہو گیا۔ جب نکاح فسخ ہو گیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے اوس پر چھونا حرام ہو گیا آیا ایسا ہو سکتا ہے۔ ملتمس ہوں کہ بہت جلد جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ مسئلہ مرد کے بارہ میں صحیح ہے کہ وہ بعد وفات زن اوسے غسل نہیں دے سکتا نہ اوس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلاً محل نکاح نہ رہی۔ چھونے کا جواز صرف بربنائے نکاح تھا ورنہ زن وشو اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں۔ اب کہ نکاح زائل ہو گیا چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے اوس حالت میں کہ وقت غسل عورت زوجیت زوج میں نہو۔ مثلاً مرد نے طلاق بائن دیدی تھی یا بعد وفات شوہر عدت گزر گئی۔ مثلاً عورت حاملہ تھی شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو گیا کہ اب عدت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی۔ اسی طرح اگر عورت معاذ اللہ بعد وفات شوہر مرتدہ ہو گئی۔ پھر اسلام لے آئی۔ یا پسر شوہر کو شہوت کے ساتھ چھو لیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہو گیا۔ بخلاف اس کے کہ شوہر مر گیا اور عورت عدت وفات میں ہے یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اوس کا انتقال ہوا۔ ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ ہنوز حکم زوجیت باقی ہے۔ فی الدر المختار یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح وھی لاتمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ والمعتبر صلاحیتھا لغسلہ حالۃ الغسل لاحالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشھوۃ لزوال النکاح وجاز لھا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسھا حینئذ اعتبار الحالۃ الحیاۃ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے طلقھا رجعیا ثم مات فی عدتھا فانھا تغسلہ لانہ لایزیل ملک النکاح بدائع۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: از سرونج سنوا عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ
مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ شہور کیا گیا ہے جس میں یہ مسئلہ تحریر ہے کہ اگر مرد حالت جنابت میں یا عورت حیض کی حالت میں مرجائے تو اوسکے حلق میں کوئی کپڑا تر کرکے تین مرتبہ حلق صاف کیا جائے اور ناک میں اوسکی پانی ڈالا جائے۔ آیا یہ مسئلہ درست ہے یا نادرست۔

الجواب
یہ مسئلہ غلط و خلاف متون و شروح و فتاوٰی و عامہ کتب مذہب ہے، ناک میں پانی ڈالنا تو اس رسالہ والے کی اپنی گڑھت ہے اور تر کپڑے سے بھی صاف کرنا مذہب کے خلاف ہے۔ کنز الدقائق میں ہے: وضئ بلا مضمضۃ واستنشاق۔ تبیین الحقائق میں ہے: لانہ لایمکن اخراج الماء منہ فیترکان ویخالف للجنب فیھما وفی غسل الید فان الجنب یبدأ بغسل یدیہ والمیت یبدأ بغسل وجھہ۔ شرح الکنز للعلامۃ احمد الشلبی پھر فتح اللہ المعین للسید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی الدرالمختار و ردالمحتار میں ہے: بانہ کرہ الحلوانی ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامۃ الکتب۔ دیوبند کے رسالہ میں بہت کثرت سے مسائل غلط ہیں۔ اوس پر عمل جائز نہیں۔ بلکہ اوسے دیکھنا اوسے گھر میں رکھنا مسلمانوں کو نہ چاہیے۔ بلکہ دیوبندیوں کی نسبت تمام علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ فتوائے تکفیر دے چکے ہیں۔ اور یہ کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اون کے عقائد پر مطلع ہو کر اون کے عذاب و کفر میں شک کرے خود کافر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہل اسلام سے آخر عمر تک تارک الصلاۃ والصیام و شارب الخمر باللیل والایام محو دین نصارٰی رہا حتی کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہوا پھر بدشمار اوسکے مکان پر لائے معاذاللہ اور بخوف عدم شرکت دفن اہل اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑے پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کرکے توبہ پر اس میت کی قائم کیے۔ معاذ اللہ تب جنازہ اوٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی چند کس نے دیدہ و دانستہ نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسقاط لے کر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخول قبر عیسائیوں نے ٹوپی اوتار کر سلامی دی۔ پس مسلمانوں کو بحکم شریعت کے اسلام پر خدشہ صادق تھا اور یقین کامل ہوا اور حمیت اسلامی اون سے روکش ہوئے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ کیونکہ عملداری ہنود و تعزیر غیر ممکن۔ اس خیال سے اون لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جبتک توبہ نہ کریں اور اون کے پیچھے نماز جماعت درست ہے یا ممنوع اوسکے حق میں اور اون کے شرک کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ شرح عبارت کتب بیان فرماویں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب
ترک صوم و صلاۃ و شرب خمر گناہان کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق و فاجر اور عذاب دوزخ کا مستحق ہے۔ مگر حرام جان کر بشامت نفس کرے تو کافر نہیں۔ پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا صرف باغوائے شیطان و دنیا پرستان خدا ناترس کی طرح ان امور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا تو اوس پر کفر کا فتوٰی نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ جب وہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مسلمان ہی ٹھہرائیں گے اور اس تقدیر پر اوسکے تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری و لازم تھی۔ اگر بجا نہ لاتے گنہگار رہتے۔ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلاۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براکان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ۔ اور نصرانیوں کا معاذاللہ جنازہ کے ساتھ ہونا یا بعد دفن ٹوپی اوتار کر

سلامی دینا اون کا اپنا فعل تھا جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ اون کا ہم مذہب نہ ہوتا تو وہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں نہ کہ معاذ اللہ معاملہ کفر و اسلام جس میں انتہا درجہ کی احتیاط لازم۔ بلکہ اسکا عکس دوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر وہ اوسے اپنا ہم مذہب جانتے، اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اوس کا جنازہ کیوں دیتے۔ غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرض خدا ادا کیا اون پر اصلا الزام نہیں۔ الزام اون پر ہے جو اس بنا پر اون سے معاملہ مرتدین کرنا چاہیں اور اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کر کے عیسائی ہو چکا تھا تو بیشک اوس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اوسکی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ مگر نماز پڑھنے والے اگر اوسکی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اوسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اون کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہو جانا ثابت ہوا تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بےقصور رہیں کہ جب اونکی دانست میں وہ مسلمان تھا اون پر یہ افعال بجا لانے بزعم خود شرعاً لازم تھے۔ ہاں اگر یہ بھی اوسکی عیسائیت سے خبردار تھے۔ پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعاً سخت گنہگار اور وبال کبیرہ میں گرفتار ہوئے۔ جبتک توبہ نہ کریں۔ نماز انکے پیچھے مکروہ کما ھو حکم الفاسق المصرح بہ فی غیر ما کتاب المعتمد المنقح فی الغنیۃ وغیرہا۔ مگر معاملہ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہو گئے۔ ہماری شرع مطہر صراط مستقیم ہے۔ افراط و تفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی۔ البتہ اگر ثابت ہو جائے کہ اونہوں نے اوسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت یا کسی غرض دنیوی کی نیت سے بلکہ خود اوسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم و قابل تجہیز و تکفین و نماز جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں۔ اور اون سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور اون کی شرکت کسی طرح روا نہیں۔ اور شریک و معاون سب گنہگار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ بوقت نماز مغرب جنازہ بیاید تقدیم نماز فرض باید یا نماز میت۔

الجواب

نماز مغرب را تقدیم باید کما فی رد المحتار بلکہ سنن راتبہ نیز بدیقتی کما فی البحر وغیرہ **اقول** آرے اگر ضرورت داعیہ تقدم جنازہ است مثلاً شکم مردہ منتفخ شدہ واندیشہ است کہ اگر دیر کنند منشق شود و ہنوز در وقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ می شاید بالاتفاق کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵: از بمبئی جالی محلہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب۔ ۳ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللہم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ یا مثل اس کے کیجاتی ہے جیسا کہ بمبئی اور اوس کے اطراف مانند مالاگاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف و متعامل ہے درست ہے یا نہیں اور بر تقدیر جواز بعض اشخاص جو اسکو حرام و ممنوع کہتے ہیں اونکا قول صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوات واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خاص الخیر ومحض البرکات فی الحیوۃ الاولی والحیوۃ العلیا بعد الممات وعلی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما بعد ما من دقوب آت امین

فصل اوّل ۔ اموات مسلمین کیلئے دعا مطلقاً محبوب و شرعاً مندوب جسکی ندب و ترغیب مطلق پر آیات واحادیث بلا توقیت و تخصیص ناطق تو بلاشبہہ ہر وقت اُس پر حکمِ جواز صادق ۔ جبتک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہو مطلق شرعی کو از پیش خویش موقت اور مرسل کو تقیید کرنا تشریع من عند النفس ہے ۔ اور نماز جنازہ اعظم و اجل طرق ہے مگر نہ اوس پر اقتصار کا حکم نہ اوس کے اعتبار پر جزم ۔ بلکہ شرع مبارک وقتاً فوقتاً بکثرت اور بار بار تعرض نفحات رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہوجائے ۔ صحیح حدیث میں حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یکثر من الدعاء دعا کی کثرت کرے اخرجہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح و اقرہ فی مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ فرماتے ہیں ۔ لاتعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد ۔ دعا میں کسل و کمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا قال فی الحرز المعنی لاتقصروا ولاتکسلوا فی تحصیل الدعاء مستدلاً ۔ مسند ابی یعلٰی میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون اللہ تعالٰی فی لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المؤمن رات دن اللہ تعالٰی سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے ۔ طبرانی کتاب الدعا ابن عدی کامل امام ترمذی نوادر و بیہقی شعب الایمان میں بعد ابوالشیخ و قضاعی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء بیشک اللہ تعالٰی بکثرت و بار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا یعنی تمہارے رب کیلئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں ، رحمتیں ، تجلیاں ہیں تو اون کی تلاش رکھو یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دعا مانگتے رہو ۔ تمہیں کیا معلوم کس وقت رحمت الٰہی کے خزانے کھولے جائیں ، شاید اون میں کوئی تجلی تمہیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے قال العلامۃ المناوی فی التیسیر فتعرضوا لھا بتطھیر القلب وتزکیتہ من الاکدار والاخلاق الذمیمۃ والطلب منہ تعالٰی فی کل وقت قیاما وقعودا وعلی الجنب ووقت التصرف فی اشتغال الدنیا فان العبد لایدری فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن ۔ سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا قال الشیخ حدیث حسن ۔ جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اوس میں کسل نہ کرو ، بکثرت مانگو ، رات دن مانگو ، ہر حال مانگو تو ایک بار کی دعا پر اقتصار کیونکر مطلوب شرع ہوسکتا ہے ۔ لاجرم حضور پرنور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبل نماز و بعد نماز دونوں وقت میت کیلئے دعا فرمانا اور مسلمانوں کو دعا کا حکم دینا ثابت **مسلم** عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا فان الملئکۃ یؤمنون ما تقولون وعنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت دخل رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ (الی ان قالت) ثم قال اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یا رب العالمین وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ

ابوداؤد والحاکم وصححہ عن امیرالمؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت انہ الاٰن یسأل **احمد** عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعی النجاشی لاصحابہ ثم قال استغفروا لہ ثم خرج باصحابہ الی المصلی ثم قام فصلی بہم کما یصلی علی الجنازۃ **ابن ماجۃ** والبیہقی فی سننہ عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فی جنازۃ فلما وضعہا فی اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما اخذ فی تسویۃ اللبن علی اللحد قال اللّٰہم اجرہا من الشیطان ومن عذاب القبر اللّٰہم جاف الارض عن جنبیہا وصعد روحہا ولقہا منک رضوانا قلت یا ابن عمر اشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ام قلتہ برأیک قال انی اذا لقادر علی القول عن شیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **ھذہ** روایۃ ابن ماجۃ وفی اخری فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللّٰہم اجرہا من الشیطان ومن عذاب القبر فلما سوی اللبن علیہا قام جانب القبر ثم قال اللّٰہم جاف الارض عن جنبیہا وصعد روحہا ولقہا منک رضوانا ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احادیث اس بارہ میں حد شہرت واستفاضہ پر ہیں۔ انھیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جواب[1] میں مذکور ہوئی **اقول** وھو وان کان مرسلا بطل یقتہ فالمرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور ثم الثابت عندنا توثیق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ حملہا علی معانیہا الشرعیۃ فالصلاۃ غیر الدعاء ثم التاسیس خیر من التاکید فالدعاء غیر الصلاۃ پھر جب دعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثر مستحب اور قبل نماز وبعد نماز ہر طرح مستحب تو بعد نماز متصلاً اوس سے کون مانع بلکہ یہ وقت تو خاص منظنۂ نفحات ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصاً فریضہ خصوصاً نماز حالت رحمت و رحمت الٰہی سبب اجابت ولہذا دعا سے پہلے تقدیم عمل صالح مطلوب ہوئی کما فی الحصن قال القاری وتقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببا لقبولہ کما فی حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صلاۃ التوبۃ علی ما سیاتی فی اصل الکتاب رواہ الاربعۃ وابن حبان ولہذا ختم قرآن واتمام صوم ونماز پنجگانہ بلکہ ہر نماز مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نماز جنازہ بھی قطعاً داخل **الترمذی** وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبر الصلوات المکتوبات قال القاری التقیید بہا لکونہا افضل الحالات فہی ارجی لاجابۃ الدعوات اھ **البیہقی** والخطیب وابونعیم وابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ **احمد** والترمذی وحسنہ وابنا ماجۃ وخزیمۃ وحبان فی صحاحہم والبزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ

[1] یعنی جواب میں اول کی حدیثیں ازینہم تا سوم ہوں، جاری نہیں ازیں کہ مقام ذکر آئیں یہی نقل ہو زیادہ صحیح یہ ہے کہ ذکر عبداللہ بن ابی بکر کی روایت ہے قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام فہو ینظر الی معترکہم فقال علیہ السلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشہد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وہو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشہد فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ فہو یطیر فیہا بجناحین حیث شاء اس حدیث شریف سے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی اس کا حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا اور نماز کے بعد دعا کی ۱۲ منہ غفرلہ۔

تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لاترد دعوتہم الصائم حین یفطر الحدیث **الطبرانی** فی الکبیر عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی صلٰوۃ فریضۃ فلہ دعوۃ مستجابۃ ومن ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ **الدیلمی** فی مسند الفردوس عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ من ادّی فریضۃ فلہ عند اللہ دعوۃ مستجابۃ وفی الباب احادیث اُخر اوردنا بعضھا فی رسالتنا سرور العید سنۃ ۱۳۰۷ھ فی حل الدعاء بعد صلٰوۃ العید خود رب العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب ہ والٰی ربک فارغب ہ جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کیساتھ راغب ہو۔ جلالین میں ہے فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی الدعاء والٰی ربک فارغب تضرع۔ **بالجملہ** دعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں۔ ہاں دفع احتمال زیادت کو نقض صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اسکے بعد احتمال زیادت کا اصلا محل نہیں ہے۔ جس طرح بعد ختم نماز ظہر ومغرب وعشا ادائے سنن کیلئے مقتدیوں کو کسر صفوف مسنون کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں لفظ البدائع اما المقتدون فبعض مشائخنا قالوا لاحرج فی ترک الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عند معاینۃ فراغ مکان الامام عنہ وروی عن محمد انتقال مستحب للقوم ایضا لینتقض الصفوف ویتفرقوا لیزول الاشتباہ عن الداخل المعاین للکل فی الصلٰوۃ البعید عن الامام ولما روینا من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصا علی انہ السنۃ اھ **ثم اقول** یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے۔ اور دعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں۔ اتنے کلمات اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ بلکہ اس سے زائد جنازہ اوٹھاتے اوٹھاتے کہہ سکتے ہیں۔ کما لایخفی۔ امام ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں ان بعض من یعتنون بہ من الموتٰی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ ویطولون فی الدعاء وبعضہم یفعل ما ھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ما نقل من زعقاتہم ویطولون فی ذلک والسنۃ التعجیل بالمیت الٰی دفنہ ومواراتہ وفعلہم یضاد ذلک فلیحذر من ھذا واللہ المستعان دیکھو ان امام نے باآنکہ انکار حوادث میں مبالغۂ شدیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہوگیا کما نص علیہ الامام المحقق جلال الملۃ والدین السیوطی بعد نماز جنازہ میت کے لیے نفس دعا پر انکار نہ فرمایا۔ بلکہ تطویل دعا کی ممانعت فرمائی۔ کہ منافی تعجیل ہے بعض فتاوی میں کہ واقع ہوا لایقوم داعیا لہ یا لایقوم للدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ بعض علماء نے اوسے منع قیام بمعنے انتصاب پر محمول کرکے بیٹھ کر دعا کو اس ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا کما نقل عن بعضہم بما نصہ چوں منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں ساعت اشارت باشد باآں کہ اگر نشستہ دعا کند جائز باشد۔ بلکہ کراہت اسقدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع۔ **وانا اقول** وباللہ التوفیق قیام ان کلمات علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ ان معنی میں بھی اس کا استعمال شائع قال تعالٰی حسنت مستقرا ومقاما ای موضع قرار ولا محل انتصاب اذ لامحل لہ وکذا قولہ تعالٰی حاکیا عن الکفار یااہل یثرب لامقام لکم وقال تعالٰی یقیمون الصلٰوۃ ای یواظبون علیہا ومنہ اسمائہ تعالٰی القیوم القیام والقیم الدائم القیام بتدبیر الخلق ومنہ حدیث فی معجزاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ؤ لم تکلہ لقام لکم ای دام وثبت ولم ینفذ فمنہ حدیث سنۃ قائمۃ ای دائمۃ مستمرۃ وفی دعاء الاذان والصلٰوۃ القائمۃ ای الدائمۃ التی لایعتریها نسخ وفی حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ بایعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لااخر الاقائما ای لا اموت الا ثابتا علی الاسلام قالہ المجد فی القاموس وقال قام الماء جمد والدابۃ وقفت واقام بالمکان دام والشیئ ادامہ وما لہ قیمۃ اذا لم یدم علی شیئ اھ وقال فی مجمع بحار الانوار ح قوموا الی سیدکم فیہ استحباب القیام عند دخول الافضل وهو غیر القیام المنهی لان ذلک بمعنی الوقوف وهذا بمعنی النهوض ط (للطیبی شارح المشکوٰۃ) لیس هو من القیام المنهی عنہ انما هو فیمن یقومون علیہ وهو جالس و یمثلون قیاما طول جلوسہ اھ۔ پس عبارات اوسے منع تطویل دعا کی طرف راجع ہیں۔ جس کے باعث امر تجہیز تعویق میں پڑے۔ ورنہ اگر کلمات یسیرہ کہے جائیں جیسا سوال میں مذکور ہوا ہنوز جنازہ لیجانے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دعائے طویل کرتے ہیں تو ہرگز زیر منع داخل نہیں کہ صورت اولٰی میں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں تاخیر بوجہ آخر ہے نہ بغرض دعا۔ ولہذا فقہائے کرام نے لایقوم للدعا فرمایا نہ لا یدعو قائما یا لایدعو بعدها اصلا۔ لاجرم حدیث صحیح سے ثابت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کیلئے دعا و ثنا میں شریک ہوئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون ویثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع وانا فیہم قال فلم یرعنی الا برجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیہ فاذا هو علی فترحم علی عمر وقال ماخلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک وفی روایۃ للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول رحمک اللہ ان کنت لارجو ان یجعلک اللہ مع صاحبیک الحدیث۔ یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جنازہ رکھا تھا۔ لوگ چار طرف سے احاطہ کیے ہوئے اون کے لیے دعا و صلٰوۃ وثنا میں مشغول تھے۔ میں بھی اونہیں دعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ تھے۔ جنازہ شریفہ کی طرف مخاطب ہوکر بولے اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اوسکے سے عمل کرکے اللہ تعالٰی سے ملوں۔ اور خدا کی قسم مجھے اُمید واثق تھی کہ اللہ تعالٰی آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رفاقت نصیب فرمائیگا الحدیث۔ **ثم اقول** ہر شخص اپنے نفس میں دعا کرلے دوسروں سے تاکید و تقاضا میں مصروفی و اشتغال یا نہ کرنیوالوں سے نزاع و جدال کا وہ محل نہیں کہ وہ وقت اعتبار و تفکر و اتعاظ و تدبر کا ہے۔ نہ غافلانہ رفع اصوات و کجبحث و منازعت کا وقد وردت فی ذلک آثار کثیرۃ عن الصحابۃ الکرام والتابعین الاعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم وصرحت بہا العلماء الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ وغیرہم قدست اسرارہم اُمید کرتا ہوں کہ یہ وہ قول فصل و حکم عدل ہو جسے ہر ذی انصاف پسند کرے وباللہ التوفیق ہاں نظر بفساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر دستور نہیں ہوتا ہے اور اوسے جہلا خواہ تجاہلا موجب منع و تحریم نفس فعل و بجائے ترک مواظبت ولو من البعض للمقتدی بہم

مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں۔ عند التحقیق یہ صرف اون کی تلمیع بحث ہے۔ حق یہ کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیانًا اوس کے ازالہ میں کافی۔ کمانص علیہ العلماء فی غیر ما کتاب اور وہ بھی عمومًا ضروری نہیں۔ صرف علمائے مشاز الیہم بالبنان کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ اونھیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعث ہدایت عوام واللہ الہادی الی سبل السلام والصلٰوۃ والسلام الی یوم القیام الی حبیبہ وآلہ وصحبہ الکرام وعلینا بھم یا ذا الجلال والاکرام واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۶: از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مکان علن خان نمبردار مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں مقتدی فقط سُبحانک پڑھ کر خاموش ہوجائیں اور کچھ نہ پڑھیں یا سُبحانک، درود شریف دعا جو کچھ امام پڑھے مقتدی بھی پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نماز جنازہ میں صرف ذکر ودعا ہے۔ قرأت قرآن نہیں۔ اور مقتدیوں کو صرف قرأت قرآن عظیم ہی منع ہے۔ باقی دعا واذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔ فی الرحمانیۃ فی الطحاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرؤن الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون ویسلمون ولایرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولا قرأۃ فیھا۔ خزانۃ المفتین میں ہے وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفہ یقولون اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا ذخرا شافعا مشفعا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ اس طرح ادا کرنا کہ میت چارپائی پر ہو اور چارپائی کے پائے ایک ہاتھ سے زائد بلند ہوں، جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے وقت میت کا چارپائی پر ہونا صدر اول سے معمول مسلمانان ہے۔ اوس کے پائے حسب عادت ہاتھ بھر یا کم یا کبھی زائد ہر طرح کے ہوتے ہیں کبھی اوس پر انکار نہیں ہوا۔ جو ہاتھ بھر سے تھوڑے زائد کو ناجائز بتائے وہ سند دے۔ جس نے ناجائز کہا جس نے ناجائز لکھا۔ اور ہرگز سند نہ دے سکیگا اوس وقت اوس پر کھل جائے کہ اوسکا ناجائز کہنا شریعت مطہرہ پر افترا تھا ہاں اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قد آدم سے زائد جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جزو سے نہو تو البتہ نماز ناجائز ہوگی۔ کہ محاذات شرط ہے۔ مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہوتا۔ فی رد المحتار عن جامع الرموز عن تحفۃ الفقہاء ان رکنھا القیام ومحاذاتہ الی جزء من اجزاء المیت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: استفتاء از کانپور: بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول واقف الفروع والاصول حضرت مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد از تسلیم معروض۔ براہ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمایئے گا۔ والتسلیم۔ محمد عبدالوہاب از کانپور مدرسہ فیض عام۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں روبقبلہ اسی ہیأت معلومۂ صلٰوۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں۔ اور میت کے حق میں چند دعائیں وسورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر

بخشتے ہیں۔ آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اُمید کہ اس کا شافی جواب بحوالہ عبارات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصّلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولٰی والحیاۃ العلیٰ بعد الممات وعلٰی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما بعد ماض وقرب اٰت اٰمین۔ اواخرِ ماہ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہل علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا اب کہ ۱۲ رجب رجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اسمیں صورت نازلہ مثل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ یا مثل اوسکے کیجاتی ہے یہاں یوں ہے کہ قبل تفرق صفوف رو بقبلہ اوسی ہیئات معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ۔ ادائے حق افتا کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوے نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صورسے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً ابھی اونھیں غلط میں ڈالتے ہیں۔ لہذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجیے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وازاحت اوہام بھی بحمد اللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق سلفاً وخلفاً ائمۂ اہلسنت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً دربارۂ دعا، ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقیید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوائے اولٰی میں گزریں۔ یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصلاۃ والتحیۃ محدود نہیں۔ **حدیث ۱**۔ حضور پرنور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء دعا بکثرت کر۔ الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔ **حدیث ۲**۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ۔ جب تم میں کوئی شخص دعا مانگے تو کثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کررہا ہے۔ ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح **اقول** یہ حدیث سوال ومسئول دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے۔ مسئول میں یوں کہ بہت کچھ مانگے۔ بڑی چیز مانگے کہ آخر رب قدیر سے سوال کرتا ہے۔ اور سوال میں یوں کہ بار بار مانگے بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے وہ تکثیر سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابن آدم کہ بار بار مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے فللہ الحمد وحدہٗ **حدیث ۳**۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **اقول** اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضائے مبرم سے کیا مراد ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعا لاحسن الوعاء میں ذکر کی۔ **حدیث ۴**۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا الحدیث۔ بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی حاجت میں جس میں وہ دعا کی کثرت کرے البیہقی فی الشعب والخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **حدیث ۵**۔ کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا ایسے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجیب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ جمیعا عنہ وفی الباب وغیرہ کا حدیث ۶، ۷۔ حدیث حسن میں تصریحًا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا لنفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کیلئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ والامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادر الاصول والبیہقی فی شعب الایمان وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالک وفی الشعب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ونقل نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول** وقولی حسن حسن صحیح لما رایت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نماز جنازہ سے قبل وبعد متصل ومنفصل سب اوقات قطعًا داخل تو جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد وابطال ہے۔ اب وہ عدم نقل خصوص وعدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں۔ ہباءً منثورًا ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل پھر کسی خاص میں عدم ورود کیا معنی یہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے تو مجھ پر فرضیت نماز کا ثبوت نہیں آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تو بھی داخل اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو قیاس المجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بار ثبوت اس کے ذمہ ہے پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا۔ زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا کما لایخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب۔ اس مقدمہ واضحہ کے بعد ان کلمات فقہا پر نظر ڈالیے جن سے بیچارے صاحبوں کو دھوکا ہوا یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں **اقول** عامہ کتب میں یہ عامہ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقًا دعا کو مکروہ لکھتے ہوں۔ اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سلف وخلف کے اقوال وافعال کثیرہ متواترہ اور خود انھیں فقہاء کی تصریحات وافرہ وکلمات متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوص شریعت واجماع امت اس تعمیم واطلاق کے رد پر شاہد عدل ہیں معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اس وقت دعائے اموات میں جو احادیث واقوال علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بیّن کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انھوں نے تقیید کی اور کاہے سے کی بلفظ قیام یعنی یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے قیام یا قیام بالدعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے جامع الرموز میں ہے لایقوم داعیا لہ ذخیرہ وکبرٰی ومحیط وقنیہ میں ہے لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ کشف الغطاء میں ہے۔ قائم نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب۔ اسی میں منقول ہے۔ منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ۔ تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے محض مخالف

سے تمسک واستناد کرے گا ولکن النجدیۃ قوم یجھلون ثم اقول وباللہ التوفیق اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی تبعیدے فقہا یہ حکم دے رہے ہیں، آخر نفس دعا اصلاً اصلاً مخالفت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں۔ شاید کھڑے ہوکر دعا مانع ہو یہ غلط ہے۔ قال تعالٰی یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم وقال تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا شاید خاص میت کیلئے استادہ دعا منع ہو۔ یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہوکر میت کیلئے مروی۔ خود فقہا فرماتے ہیں قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا سنت ہے۔ فتح القدیر میں ہے المعھود منھا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع مسلک متقسط میں ہے من اٰداب الزیارۃ ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا اھ ملخصا شاید یہ مخالفت صرف نماز جنازہ کی حالت میں ہو۔ بعد دفن اجازت ہو یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوائے اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن و ایراث قبیح کی صلاحیت بھی تو ہو۔ یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہوجائیگا، آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اُس کا انضمام دعائے میت کو کہ شرعاً مطلوب و مندوب تھی مکروہ و معیوب کردیگا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پاکر اتنا تو جزم کرلیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط و منشاء حکم ہوسکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لیے اُس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام و مناہج کلام و دلائل احکام پر نگاہ ڈالی۔ معانی قیام دو نظر آئے برپا ستادن کہ مخالف خفتن و نشستن ہے۔ اور توقف و درنگ کہ مخالف مقابل مجلت و شتاب ہے کما بیناہ فی الفتوی الاولٰی ومنہ قول القائل ؎ ولا یقیم علی ذل یراد بہ الا الاذلان غیر النجد والوتد۔ فلیس المراد ان حمار النجد عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولا یقعد بخلاف غیرہ وانہ یقعد انما اراد ان الحمار النجدی یدوم ویصبر علی الذل اما غیرہ فلا یرضی بہ مناہج کلام بھی دو قسم پائے کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القھستانی بلکہ کہیں قبل نماز کی بھی صاف تصریح فی کشف الغطاء و پیش از نماز نیز بدعا ناپسند زیرا چہ دعا میکند بتکبیر کراہت بودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس۔ حالانکہ پیش از نماز دعا خود احادیث صحیحہ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ وقدمنا بعضھا فی الفتوی الاولٰی اور کھڑے ہوکر دعا ابھی صحابہ کرام سے گزری۔ دلائل احکام بھی دو ملے کہیں نماز جنازہ میں زیادت کا شبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرھما کہیں یہ کہ ایک بار دعا کرچکا کما نقل عن وجیز الکردری یا اس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس اب جو اُصول و فروع شرع پر نظر کریے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکار دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا۔ ورنہ ایک بار سے زیادہ دعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی۔ حالاں کہ نصوص متواترہ واجماع اُمت سے اُسکی تکثیر محبوب یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع و مکروہ قرار پائیگا کہ قعدۂ اخیرہ میں دعا کرچکا ہے۔ حالانکہ احادیث میں اُسکا حکم اور زمانۂ اقدس سے تمام مسلمین کا اُس پر عمل بلکہ قعدۂ اخیرہ میں دعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اُس سے افضل واکمل دعا ہوچکی۔ خاص محل سخن پر نظر کیجئے تو میت کیلئے بھی قبل از نماز جنازہ و بعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اُسکا حکم دینا حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولٰی۔ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کرچکے ہیں یا افضل واکمل دعا فرمانے والے ہیں۔ معہٰذا ان وجوہ پر قیام و قعود سب یکساں کیا بیٹھ کر دعا کریگا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کرچکا ہے یا

کرنے والا ہے تو کیا تقیید قیام پر لحاظ کتب غلط و تغلیط ہے، یا یہ دلائل دعوی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلام علماء کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ واجماع اُمت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز اتساق کلام وتطابق دلیل و دعوی سے صراحۃً دور پڑیں اُن کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذ اللہ اُن کے کلام کو کلام مجانین سے ملحق کر دینا ہے، جب لفظ صحیح نے بعونہ تعالٰی سب کانٹے راہ حق سے صاف کر دیے، قابلہ توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دیکر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام یعنی وقوف و درنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمداللہ تعالٰی سب اعتراض واشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزان شرع وعقل پر پوری بیٹھ گئی۔ فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائیگی، تکثیر دعا بیشک محبوب ہے مگر اُس کیلئے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے، مگر اُس کیلئے تاخیر محبوب نہیں۔ جیسے بعض لوگ میّت جمعہ کے دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم شریک جماعت جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز تاکید تام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اُسکی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ دعا شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کیلئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اُس کے سوا اور دعائے طویل کیلئے کیوں رکھ چھوڑیں۔ بحمداللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دعا ہو چکی یا ہونیوالی ہے ھکذا ینبغی ان یفھم الکلام واللہ ولی الھدایۃ والانعام اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں اُن کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس القھستانی یا بالتصریح قبل وبعد نماز دونوں کو شامل کر دینا کما صنع الامام البرھان الفرغانی کچھ بیجا نہ تھا بلکہ یہی احسن وازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل وبعد کسی وقت پسندیدہ نہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر معللہ بشبہہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ اُمور ضروریہ غسل وکفن جاری ہوتے ہیں تو اُس وقت دعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالت منتظرہ ٹہلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہا اکثر اُمور غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے ومع ھذا فالوجہ الاظھر ھو جمیع المقیدات من القسم الاٰتی فانہ ھو الاقعد الاوفق کما لا یخفی۔ یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا رہی قسم اول یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ بدیہیات جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالات سالفہ کے علاوہ نفس تعلیل ہی اُس سے آبی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دعا کرو۔ تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو لاجرم بعدیت بلافاصل ہی مقصود جس میں نقض صفوف وتفرق رجال بروجہ اولٰے داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی کما بیناہ فی الفتوی الاولی وھو بین بنفسہ عند اولی النھی وان یبتغ زیادۃ فاستمع لما یتلی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی۔ سلام امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے ہی کھڑے ہوگئے۔ امیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلاکر فرمایا لا تعد لما فعلت اذا صلیت الجمعۃ فلا تصلھا الصلاۃ حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا بذلک ان لا توصل صلاۃ بصلاۃ حتی نتکلم او نخرج اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کر لو یا اُس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔ علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اسلئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو۔ جمعہ میں دو رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔ امام اجل ابو زکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں افضلہ التحول

الیٰ بیتہ، والا فموضع اٰخر من المسجد او غیرہ لیکثر مواضع السجود ولتنفصل صورۃ النافلۃ من صورۃ الفریضۃ۔ مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں (اذا صلیت الجمعۃ) ھی مثال اذ غیرھا کذلک ویؤیدہ ما یاتی من حکمتہ ذلک ذکرہ ابن حجر ویحتمل ان ذکر الجمعۃ للتاکید الزائد فی حقھا لاسیما ویوھم انہ یصلی اربعا وانہ الظہر وھذا فی مجمع العام سبب للایھام (فلا تصلھا بصلاۃ) حتی تکلم (ای لاحد من الناس فان بہ یحصل الفصل او بالتکلم بذکر اللّٰہ تعالٰی (او تخرج) ای حقیقۃ او حکما بان تتاخر عن ذٰلک المکان والمقصود بھما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ اھ ملخصا۔ یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے۔ تو بعد نقض صفوف اس علت کی اصلا گنجائش نہیں۔ لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اُسی ہیئات پر بدستور صفیں باندھیں وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید بے غبار وفساد ہیں۔ اور عقل سلیم کے نزدیک نفس عبارت دلیل سے بالتعیین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام مبنی استادن سب بے تکلف درست اور وجہ تقیید بھی منکشف ہوگئی اور بعض علماء کا وہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دعا کند جائز باشد۔ بلا کراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نماز جنازہ سے فاصل بین ہوسکتا ہے کہ اُس کے بعد شبہہ زیادت نہیں۔ مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے۔ کما لایخفی۔ اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلمات علماء منتظم ہوگئے اور مسئلہ کی صور ووجوہ مع دلائل شمس واس کی طرح روشن ہوگئیں۔ بحمد اللہ نہ کلمات علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول وقواعد شرع وعقل سے خلاف۔ ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست وبجا ہے۔ اور منکرین زمانہ کی جہالات وسفاہات سے پاک وجدا۔ ھٰکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ تعالٰی ولی التوفیق۔ اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلمات علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب ومتخالف معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ناواقف یا اہل تحریر جانے والا شدت تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ بیش خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض وانکار پر آئے اور جب میزان نقد وتحقیق اُسکے ہاتھ میں پہونچے جسے مولٰی تعالٰی جل وعلا نظر تنقیح سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اُتارے اور بکھرے موتیوں کو نسق نظام میں گوندھ کر سلک معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگ ایتلاف پائیں۔ اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شب دیجور کی طرح کافور ہوجائیں ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ہاں باقی رہی امام ابن ہمام سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی۔ حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ۔ یہ تو حضرات مانعین کی بڑی خوشی کی چیز ہے کہ اسمیں قید قیام بھی نہیں اقول وباللّٰہ التوفیق۔ یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اسمیں قید قیام بھی نہیں جس نے ہمارا کلام بالا بنظر امعان واتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت کیا نماز جنازہ کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت باجماع اُمت باطل نہیں کیا نصوص قولیہ وفعلیہ حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقوال تمام ائمہ سلف وخلف اسکے بطلان پر شاہد عادل نہیں۔ یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دعائے زیارت قبور اسمیں داخل نہیں تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو۔ بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بین اب قید قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں۔ کما قررنا۔ تو اس کا مرجع بعینہ اونھیں اقوال قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر برطرف۔ تحقیق لفظ فتھی تو بحمد اللہ تعالٰی یہاں تک بروجہ اتم واجلی مذکور

ہوئی۔ مگر مخالف متعسف اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے اور خواہی نخواہی اطلاق و توسیع بعدیت کیطرف کھینچے تو بہت بہتر، بعونہ تعالٰی ہم سے ایرادات مناظرانہ لے۔ فاقول اولاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین، اوّل مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط نہ ایک تقیید دوسری سے اولٰی بالقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل بہرحال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں ثانیاً (وبعبارۃ اخرٰی) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارت قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز ماننا ہوگا تو اب قطع نظر تعیین تقیید میں رہی قید اتصال کے ظہور و انصباب کا قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد حکم وحادثہ حمل مطلق علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول فی الدر المختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم اھ وقبیل فصل فی الحائط المائل یحمل اطلاق القادری علی ماوقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ اھ ونقل نحوہ فی رد المحتار آخر مضاربۃ عن مجموعۃ منلا علی وقال المولی علی القاری فی المسلک المتقسط اطلاقھم لاینافی تقیید الکرمانی اھ قال الشامی ای فیحمل المطلق علی المقید اھ وذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل قبیل باب الاحصار وقال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر اھ وفی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر اھ واول باب صلاۃ الخوف لایعمل بہ لانہ قول البعض اھ وقال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر اھ نقلہ فی العقود الدریۃ آخر الباب الاول من الوقف۔ رابعاً اس روایت کا حاکی زاہدی ہے اور محکی فیہ قنیہ، اور زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصاً ایسی حکایت میں کہ معنی مفید مخالف اصلاً قواعد شرع سے مطابق نہیں۔ فی رد المحتار اول الطہارۃ کتاب القنیۃ مشہور بضعف الروایۃ اھ وفی العقود الدریۃ آخر الکتاب ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاہدی مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النھر ایضا اھ ونقلہ ایضا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض ینبغی ورقۃ القنیۃ لیست من الکتب المعتمدۃ خامساً زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک اموات مسلمین کیلئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرہما اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ ومسئلۃ فی الذبائح ومسئلۃ فی الحج وغیر ذٰلک کما بینہ فی الدر المختار و رد المحتار وغیرھما فی مواضعہ اُس کا اُستاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ کہے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے کہ اسکی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا۔ اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آجتک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اسکا مفصل بیان فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا۔ وباللہ التوفیق۔ سادساً وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت وتمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قول اکثر کی اور پلٹا ہے حیث قال بعدما مر وقال محمد بن الفضل لاباس بہ ط ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ اھ فافھم۔ سابعاً سب جانے دو

تو غایت درجہ یہی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتب فقہ میں فتوٰی جانب جواز ہے۔ کشف الغطا میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا۔ فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی۔ علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمین است روایت معمولہ قوت وشوکت میں علیہ الفتوٰی وبہ یفتی کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتا ہیں فی الدر المختار لفظ الفتوٰی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا فی رد المحتار یظہر لی ان لفظ علیہ العمل مساو للفظ الفتوٰی اھ الحمد للہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر وباہر اور ہر شک ووہم زائل وبائر ہوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصۂ خاصۂ خامۂ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون والحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ بالجملہ عبارات فقہا صرف دو صورتوں سے متعلق ہیں۔ ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئات پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا ظاہرًا اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے۔ اور صورت اولٰی میں صرف تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورث کراہت تنزیہ ہے وبس جس کا حاصل خلاف اولٰی یعنی بہتر نہیں نہ یہ کہ ممنوع وناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا تحت ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صدہا کلمات ائمہ ودلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفراللہ تعالٰی نے اس قول کے رد میں چند مختصر سطور مسمّٰی بہ جُمَلٌ مُّجَلِّیَۃٌ اِنَّ الْمَکْرُوْہَ تَنْزِیْھًا لَیْسَ بِمَعْصِیَۃٍ لکھیں۔ خیر یہ دو صورتیں تھیں جن سے کلمات فقہا باحث ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ دعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً اصلاً فقہ نہیں رکھتی نہ کلمات علماء میں اُن کا انکار بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوائے اولٰی میں مذکور ہوا۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ الحمد للہ کہ یہ مبارک جواب موضح صواب چہار دہم رجب رجب روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقت عشا تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز نام ہوا وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین

مسئلہ ۲۹: از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی نیر محمد صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے اوسکا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بے نمازی اگرچہ فاسق ہے۔ مگر مسلمان ہے۔ اور اوسکی نابالغ اولاد کا غسل وکفن اور نماز ودفن میں وہی حکم ہے۔ جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا۔ صلوا علی کل بر وفاجر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰: از ماہ اسٹیشن دیورنیاں مرسلہ شیخ نیاز محمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو بلا تیمم شریک ہوگئے اونکی نماز ہوگئی یا نہیں اور اونکی نسبت

کیا حکم ہے اور ایک شخص نے کہا کہ اونہوں نے کچھ بُرا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضرور ہے، مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں اوسکا یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے ہے۔ بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں، وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے۔ اور اونھوں نے بہت سخت بُرا کیا۔ اور اون کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نماز جنازہ میں صرف طہارت امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اوس میت کی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اوسکی نماز صحیح ہو گئی اس فرض کے ادا کو اتنا ہی کافی ہے کہ اوس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کیلیے بھی کفایت کرتی ہے۔ مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے یہ محض جہالت فاحشہ ہے جس نے یہ فتویٰ بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دیے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلّے فھی شروط بقیۃ الصّلوۃ من الطھارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورۃ والاستقبال والنیۃ سوی الوقت اوسی میں ہے لاصحۃ لھا بدون الطھارت درمختار میں ہے لوام بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد رد المحتار میں ہے ای لانعقاد لصحۃ صلاۃ الامام وان لم تصح صلاۃ من خلفہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱: از کانپور بوچڑخانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جلشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے

الجواب

جب تک بدن میّت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین وحال میّت سے جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے۔ گرمی میں جلد بگڑجاتا ہے۔ سردی میں بدیر۔ زمین شور یا نمناک میں جلد سخت وغیر شور میں بدیر۔ فربہ مرطوب جلد خشک ولاغر بدیر۔ تو اسکے لیے ایک مدت معین نہیں کر سکتے۔ فی الدر دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلاۃ او بھا بلا غسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح فی رد المحتار لانہ یختلف باختلاف الاوقات حرا وبردا والمیت سمنا وھزالا والامکنۃ بحر وفی الحلیۃ نص الاصحاب علی انہ لا یصلے علیہ مع الشک فی ذلک ذکرہ فی المفید والمزید وجامع الفقہ وعامۃ الکتب وعللہ فی المحیط بوقوع الشک فی الجواز اھ وتمامہ فیھا اہ ملخصین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از بنارس محلہ کندی گڑہ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول جناب مولنا مولوی احمد رضا خاں صاحب اللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد۔ کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکت ہے اُمید کہ جواب سے مطلع فرمایا۔ زید کہتا ہے نماز جنازہ عند الحنفیہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے منجملہ اوسکے ایک وجہ تلویث مسجد ہے۔ عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی مرض از امراض معدہ کی وجہ سے مرا ہے اوسکا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال

تلوث مسجد کا ہے اور اوسکی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے نزعلی العموم ۔

الجواب

قول زید صحیح ہے۔ عمرو کا مریضان سدہ میں حصر تو محض غلط ہاں سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یوں نقل کی گئی کہ خوف تلوث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اوس بحث علامہ طحطاوی کی موید کہ قول تعلیل بہ تلوث پر ظن تلوث سے تقیید مناسب شبہ وزیم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایت شاذہ پر بھی امراض سدہ و اسعار ورحم وزخم وریم وغیرہا ہر مظنہ تلویث بالاتفاق داخل کراہت حلیہ میں فرمایا ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لاتکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذا لم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلی ھذا اذا ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے ینبغی تقیید الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ ادشکہ فلاتثبت بلکہ گر عامہ کتب مذہب میں جہاں تک اس وقت نظر فقیر نے جولان کیا۔ یہ روایت نوادر بھی بر سبیل اطلاق وتعمیم بے تشقیق وتفصیل ماثور و منقول جو علماء اس کا ترجیح وتصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقا مکروہ بتاتے ہیں معللین ادسے احتمال وتوہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید وتخصیص حالت ظن کا پتہ نہیں دیتے علمائے کرام اختلاف مشائخ کو اوس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مطلقا صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں اطلاق ہی اوفق واحق واصح بدلیل ہے کہ امعا غالبا فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک و موجب استرخائے تام ہے۔ اور جنازہ لیجلنے کی حرکت موید خروج تو ہر میت میں خوف تلویث موجود۔ باقی کس خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت جیسے نا سمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقا ممنوع ہوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے یوہیں میت بلکہ اس سے بھی زائد کما لایخفی علی الفطن پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقا مکروہ ہے اگرچہ میت بیرون مسجد ہو یہی ارجح واصح ومختار وماخوذ ہے فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ کما افادہ فی البحر والدرر وغیرہما اب عبارت علماء سنیے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ اومع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ ردالمحتار میں ہے مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیہ او خارجہ ھو ظاہر الروایۃ وفی روایۃ لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد اشباہ میں ہے منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ بحر الرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا وقیل لا یکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ لاحتمال تلویث المسجد والاول ھو الاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر ہدایہ میں ہے لایصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ ولانہ بنی لاداء المکتوبات ولانہ یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلاف المشائخ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیہا فی المسجد انما الکراھۃ فی ادخال الجنازۃ فی المسجد برجندی شرح نقایہ میں ہے کرھت صلاۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ ولو وضع خارجہ اختلف

المشائخ فیہ وذلک لان علۃ الکراھۃ اما توھم التلوث او کون المسجد مبنیا لاداء المکتوبۃ اھ ملخصا شرنبلالیہ میں ہے قولہ (وصح الفرد) کرھت فی مسجد ھو فیہ اقول والکراھۃ ھنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایۃ عبارات یہاں بکثرت ہیں و فیما نقلناہ کفایۃ وقد ظھر بہ کل ما القینا علیک واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳: موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت اگرچہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اور سکے جنازہ میں ولی داخل نہیں ہوا تو اوسکا جنازہ ہوا یا نہیں۔

الجواب

نماز ہوگئی گرچہ نماز جنازہ بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ چکے ہیں وہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اوس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی۔ ورنہ اگر مثلاً بادشاہ اسلام یا قاضی شرع یا امام حی نے نماز پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وہ اس باب میں ولی سے مقدم ہیں۔ فی الدر المختار یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان او امیر المصر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی فان صلی غیر الولی من لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام الحی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید اھ مخلصا اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرگیا۔ بکر نے کہا زید نماز نہیں پڑھتا تھا اوس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے مگر اس شرط پر کہ اوس کو کھنچوانا چاہیے۔ پھر زید کو بیلوں سے پاؤں باندھ کر کھچوایا۔ یہ بات قرآن و حدیث سے درست ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو بکر پر کیا حکم ہے۔ فرمائیے کتاب اور حدیث رسول سے۔

الجواب

بکر گنہگار ہوا اور اوس نے مُردے پر ظلم کیا۔ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے تو میّت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا کہ اوسے تکلیف ہوگی۔ اور فرمایا علام تنصون میتکم کاہے پر اپنے مُردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ رواہ الامام محمد فی کتاب الاٰثار قال اخبرنا ابوحنیفۃ ورواہ عبدالرزاق فی مصنفہ قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا رأت امرأۃ یکیدون راسہا بمشط فقالت علام تنصون میتکم ورواہ ابو عبید القاسم بن سلام و ابراھیم الحربی فی کتابیہما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ انہا سئلت عن المیت یسرح راسہ فقال علام تنصون میتکم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا ان کسر عظم المسلم میتا ککسرہ حیا بیشک مردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی۔ رواہ الائمۃ مالک واحمد وسعید بن منصور وعبدالرزاق وابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا سزا دینا اول تو حاکم شرع کا کام ہے ہر کس و ناکس کو اوسکا اختیار

نہیں اور موت کے بعد تو سزا دینے کے کوئی معنی ہی نہیں، سزا در کنار موت کے بعد برا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا مردوں کو برا مت کہو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ چکے رواہ احمد و البخاری، والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتذکروا ھلکاکم الا بخیر ان یکونوا من اھل الجنۃ تاثموا وان یکونوا من اھل النار فحسبھم ما ھم فیہ اپنے مُردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وہ جنتی ہیں تو برا کہنے میں تم گنہگار رہو گے اور اگر دوزخی ہیں تو انھیں وہ عذاب ہی بہت ہے جسمیں وہ ہیں۔ رواہ النسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند جید اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء مردوں کو برا نہ کہو کہ اسکی باعث زندوں کو ایذا دو۔ رواہ احمد والترمذی عن المغیرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔ اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات صاحبکم فدعوہ ولا تقعوا فیہ جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اُسے معاف رکھو اور اُس پر طعن نہ کرو رواہ ابوداؤد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لاتؤذ صاحب ھذا القبر مُردے کو ایذا نہ دے۔ رواہ الامام احمد۔ سبحٰن اللہ جب قبر پر تکیہ لگانے سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر ایذائے عظیم ہوگی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴

از کٹرہ پرگنہ سورہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا۔ مرسلہ مولٰنا مولوی کریم رضا صاحب۔ رجب ۱۳۱۵ھ

بملاحظہ اقدس مولٰنا صاحب راس العلما تاج الفضلا جامع کمالات صوریہ ومعنویہ جناب مولانا المولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی بالافادۃ۔ السلام علیکم۔ عرض ضروری یہ ہے۔ مولوی محمد اسمٰعیل مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے بھانجے اور شاگرد جو ایک مدت سے قصبہ مرہٹ میں اقامت رکھتے ہیں غیر مقلد ہیں۔ اور بیچارے غریب مقلدین کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فی الحال ایک رئیس کی لڑکی مرگئی تو اون کے اصرار سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اونھوں نے علی رؤس الاشہاد کہہ دیا کہ تین روز تک جتنی بار جی چاہے نماز پڑھے۔ اسلئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ جواب استفتا تحریر فرمائیے کہ ازعام واسکات مخالفین ہو۔ اور ترجمہ عبارات بھی تحریر فرمائیے کہ جس مقام میں یہ فتوے بھیجا جائے گا۔ وہاں کے لوگ اُردو فارسی جانتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی میت نے ایک بار نماز جنازہ کی لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ پھر دوسری بار انہی لوگوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بامامت شخص آخر نماز جنازہ پڑھی۔ تو یہ تکرار نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور اگر ولی اس مسئلہ سے ناواقف ہے اور بسبب اصرار کسی عالم کے اُس نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی تو وہ گنہگار رہوگا یا وہ عالم یا دونوں یا کوئی نہیں۔ اور نماز جنازہ تین روز تک جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا واکرم المؤمنین احیاءً وامواتا والصلٰوۃ والسلام علٰی من عمر القلوب بصلاتہ وغمر القلوب بصلاتہ علٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز

الجواب

نمازِ جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و نامشروع ہے۔ مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلااذن وبلامتابعت ولی پڑھ لی ہو، تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔ امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتأدی بالاول والتنفل بہا غیر مشروع ولہذا راینا الناس ترکوا عن اٰخرھم الصلٰوۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع یعنی اگر ولی وحاکم اسلام کے سوا اور لوگ نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار کہ حق اولیاء کا ہے۔ اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوچکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ولہذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑدی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں لوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ یعنی اگر نماز جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء وصلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں۔ تو یہ تکرار کی نامشروعی پر کھلی دلیل ہے۔ پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔ **اقول۔** حاصل کلام یہ کہ نماز جنازہ جیسی قبل دفن ویسی بعد دفن قبر پر۔ ولہذا اگر کوئی شخص بے نماز پڑھے دفن کردیا گیا تو فرض ہے اوس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھیں جب تک ظن غالب رہے کہ بدن بگڑ نہ گیا ہوگا۔ اور نماز جنازہ ایک تو ہر مسلمان کا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حق المسلم علی المسلم خمس وذکر منہا اتباع الجنائز وسیاتی۔ دوسرے مقبول بندوں کی نماز میں وہ فضل ہے کہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ہم عنقریب انس بن مالک وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن جابر وسلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متعدد احادیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اوس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دیے جاتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل حیا فرماتا ہے کہ اون میں سے کسی پر عذاب کرے اب اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے اور اگر فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے۔ ہاں قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت گزر جائے جس میں میت کا بدن سلامت ہو مظنون نہ رہے اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تقدیر کیا اور صحیح یہ کہ کچھ مدت معین نہیں جب سلامت وعدم سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائے گی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں معاذ اللہ اس کا اصلا احتمال نہیں، وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روز دفن مبارک تھے وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابونعیم وصححہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابن دحیۃ وحسنہ عبدالغنی والمنذری وغیرھم

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود تو اگر نماز جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لیکر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء و اولیاء و صلحاء اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوس کے ترک پر اجماع کیا معنی جن میں لاکھوں بندے خدا کے وہ گزرے اور اب بھی ہیں جنہیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وہ طریقے بجالائیں کہ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قرب پائیں۔ لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں اسلئے مجبوراً اب باقیماندوں کو اس فضل عظیم سے محروم رہنا پڑا۔ امام اجل نسفی وافی اور اوس کی شرح کافی میں فرماتے ہیں لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق للمیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلاۃ الاولی، فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ الخ امام محمد محمد محمد بن حلبی ابن امیر الحاج حلبہ میں فرماتے ہیں قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلاۃ علیہ ثانیا الخ ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحب حق نماز پڑھ چکے پھر اور کو اوس پر نماز مشروع نہیں علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لا یصلی علیہ لئلا یودی الی تکرار الصلاۃ علی میت واحد فانہ غیر مشروع۔ اوس پر نماز نہ پڑھی جائے کہ ایک میت پر دوبار نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے۔ درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ الفرض یتادی بالاولی والتنفل بہا غیر مشروع۔ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوگیا اور یہ نماز نفلی طور پر مشروع نہیں۔ درمختار و فتح اللہ المعین میں ہے لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع جو پہلے پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہ اس کی تکرار غیر مشروع ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے لا یعید مع من لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بہا غیر مشروع جو اور کے ساتھ پڑھ چکا صاحب حق کے ساتھ نہ پڑھے۔ کہ اس نماز میں نفل مشروع نہیں۔ ایضاح و عالمگیریہ میں ہے لا یصلی علی المیت الا مرۃ واحدۃ والتنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع۔ کسی میت پر ایکبار کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور نماز جنازہ نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں و ظہیریہ و شرح نقایہ برجندی و خلاصہ و ولوالجیہ و تجنیس و واقعات و بحرالرائق وغیرہا میں ہے ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام الحی لیس للولی ان یعید یعنی اگر بادشاہ اسلام یا امیر المومنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام محلہ نماز پڑھ چکا تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔ شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے لا یصلی علی میت الا مرۃ۔ کسی مردے پر ایکبار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔ سراج وہاج و بحرالرائق و ردالمحتار و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و ہندیہ و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ اگر ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اب کسی کو جائز نہیں کہ نماز جنازہ پڑھے۔ ان سب کتابوں میں بلفظ لم یجز ولا یجوز تعبیر فرمایا۔ یعنی ناجائز ہے ایسا ہی عبارات ہدایہ سے گزرا اور وہی لا یصلی ولا یعید ولیس لہ کا مفاد۔ اور یہی غیر مشروع سے مراد۔ مگر اس میں صاف تصریح ہے جس سے تمام اوہام منصرف اور باقی عبارات کی بھی مراد منکشف۔ یہ ہیں۔ قدوری۔ ہدایہ۔ منیہ۔ وقایہ۔ نقایہ۔ وافی۔ کنز۔ غرر۔ اصلاح۔ ملتقی۔ تنویر۔ نورالایضاح ان بارہ متون اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایکبار ہو چکی فوت ہوگئی۔ مختصر یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالوضوء ان تفوتہ الصلاۃ ہدایہ یتیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء وھو اشمل منیہ الصحیح فی المصر یتیمم لصلاۃ الجنازۃ

اذا خاف الفوت الا الولی وقایہ ھو لمحدث وجنب وحائض ونفساء لم یقدر۲ علی الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی اصلاح مثلہ وقال عجز وعن الماء نقایہ ما یفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی ۳ کنز صح لخوف فوت صلاۃ جنازۃ تنویر جاز لفوت الخ وافی مثل الکنز وزاد لم یکن ولیھا غرر جاز لمحدث وجنب وحائض عجز عن الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی ملتقی یجوز فی المصر لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ نور الایضاح العذر المبیح التیمم خوف فوت صلاۃ الجنازۃ ۲ ایہ مجمع الانہر لانھا لاتقضی فیتحقق العجز کافی، امام نسفی میں ہے صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لاتقضیان فیتحقق العجز مراقی الفلاح وبرجندی میں ہے لانہا تفوت بلا خلف فتاوٰی خیریہ میں ہے لایجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ عند التحقیق ان سب عبارات کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار، شامی میں ہے مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما یہ چالیس کتابوں کی عبارتیں ہیں اور خود کثرت نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح وظاہر اور تمام کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں دائر وسائر صورت مستفسرہ میں کہ خود ولی پڑھ چکا تھا دوبارہ اعادہ نماز ہمارے سب ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز وگناہ واقع ہوا ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ سائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے اسلیے حدیث میں آیا ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان قیل ولم یارسول اللہ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العالم یعذب علی رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علی رکوبہ الذنب وترک التعلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ کسی نے عرض کی یارسول اللہ کس لئے فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ عالم جس نے تاکید واصرار کرکے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گنہگار ہے اور فرقہ غیر مقلدین سے ہے تو گناہگاری درکنار بدمذہب وگمراہ ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حضار جماعت ثانیہ کا تھا۔ اور اُس پر ایک زائد مثلاً دوسری دفعہ اوس کے اصرار سے سو آدمیوں نے نماز پڑھی تو اُن میں ہر ایک پر دو دو گناہ۔ ایک گناہ فعل دوسرا گناہ جہل اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ ایک اپنا اور سو اُن سو کے فعل کے۔ آخر یہی اونھیں داعی گناہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لاینقص ذالک من اثامھم شیئًا جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اُس پر ہوا اور اون کے گناہوں میں کچھ کمی نہ آئی۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ اُسکی ترغیب کے باعث گناہ ہونے کے سبب وہ گناہ سے بچ رہیں۔ یا اس پر صرف اپنے ہی فعل کا گناہ ہو۔ بلکہ وہ سب اپنے اپنے گناہ میں گرفتار اور اون سب کے برابر اس ترغیب دہندہ پر بار والعیاذ باللہ العزیز الغفار رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور اگر بالفرض شافعی المذہب بھی ہوتا تو سخت جاہل تھا کہ دوسرے مذہب والوں کو ایسے امر پر مصر ہوا جو ان کے مذہب میں تو گناہ تھا اور اوس کے اپنے مذہب میں بھی مکروہ امام یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار لاعمال الابرار میں فرماتے ہیں لایستحب لمن صلی جماعۃ او منفردا

اعادتها جماعۃ وانفرادًا بل یکرہ یعنی جس نے نمازِ جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی اوسکے لئے دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی پسندیدہ نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اگر کراہیت نہ بھی سمجھیے تو اس قدر تو ضرور کہ باجماع تمام اُمتِ مرحومہ کسی کے نزدیک ضروری نہ تھا۔ پھر آپ نے کس آیت و حدیث کس امام کے قول سے اختیار کیا تھا کہ غیر مذہب والوں سے باصرار ایسے امر کا ارتکاب کرائے۔ جو اون کے مذہب میں ناجائز اور اپنے نزدیک محض بے حاجت شافعیہ وغیرہم بعض علماء اگرچہ اوس کے لیے جس نے ہنوز نمازِ جنازہ نہ پڑھی نمازِ اوّل ہوجانے کے بعد بھی اجازت نماز دیتے ہیں مگر اس مدعی علم کا پڑھ چکنے والوں پر یہ اصرار خصوصًا اس حالت میں کہ خود ولی اقرب بھی انہیں میں ہے اور اوسکا وہ علی رؤس الاشہاد زعم و اظہار کہ تین روز تک جتنے بار چاہے نمازِ جنازہ پڑھے جیسا کہ فاضل سائل نے اپنے خط میں ذکر فرمایا یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اصلًا کسی مذہب کے مطابق نہیں، نہ شرعِ مطہر سے اس پر کوئی دلیل اگر سچا ہے تو اوس اصرار اور اوس اظہار کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنے جہل و سفاہت اور امرِ شرع میں بیباکی و جرأت کا مقر ہو قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ حضراتِ غیر مقلدین بلکہ تمام طوائف مبطلین کی عادت ہے کہ جب کچھ اپنے مفید مطلب نہیں پاتے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے، نری بیعلاقہ باتیں جنہیں اون کے دعوے سے اصلاً مس نہیں بلکہ جوشِ غضب میں مدہوش ہو کر اپنے مضر و مخالف دلیلوں سے استناد کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے اون کی سب سے بڑی تالیف معیار وغیرہ میں بکثرت و بشیار واقع ہوا۔ نمونہ درکار ہو تو فقیر کا رسالہ ملاحظہ ہو حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین جس کا لقب تاریخی بعض نُزلِ حجۃ الحیث علی نذیر حسین رکھا دو برس ہوئے بعض غیر مقلدین نے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تحریر جو دہلوی صاحب نے معیار میں بہت جھک جھک کی اوس پر ناز تھا۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی سے سوال ہوا اوس کے جواب میں یہ عجالہ لکھا گیا جس میں بحمد اللہ تعالٰی مذہب حنفیہ کا احقاق و اثبات اور خلاف و مخالف کا ابطال و اسکات بعون باری روشن وجہ پر واقع ہوا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا اوسکے دیکھنے سے ان محدث صاحب کی حدیث دانی کے جلوے کھلتے ہیں ایک ہی مسئلہ کی بحث سے روشن ہوتا ہے کہ حضرت کو نہ احادیث پر نظر نہ اسانید سے خبر نہ علم رجال نہ طریق استدلال۔ مفید و عبث میں تمیز درکنار نافع و مضر میں فرق دشوار۔ مگر ائمہ اُمت و کبرائے ملت پر منہ آنے کو تیار۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ بھلا اس مسئلہ میں شیخ صاحب کیلئے سلف موجود تھا کتب شافعیہ وغیرہ کی گداگری اجتہاد کا بھرت پورا کر لیا۔ اس مسئلہ میں یہ مدعی صاحب ایجاد بندہ بنانے کو کسی کا تیار مال نہ پائیں گے ظاہر ہے جو کچھ جوہر علم و عقل دکھائیں گے۔ فضول و بے معنی کلمات کے رد میں خواہی نخواہی تضییع اوقات ہوتی ہے لہذا قصر مسافت و دفع کثافت کے لئے پہلے ہی چند ہدایتیں مناسب کہ اگر بعد تنبیہ بھی اون سے عدول ہو تو ہمارا یہی کلام اوس کا پیشگی جواب مقبول ہو۔ ان مجتہد صاحب کے دعوے یہ ہیں کہ نمازِ جنازہ اگرچہ بوجہ کامل ہوچکی اگرچہ ولی احق ادا کر چکا ہو مگر پھر اوسے اور سب پڑھ چکنے والوں کو چاہیئے کہ دوبارہ پڑھیں اضرار نہ ہوگا مگر کسی امر ضروری یا لااقل مستحب پر یعنی جو نماز شرعًا ماذون فیہا ہوگی کم از کم مستحبہ ہوگی کہ یہ نماز مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلًا امید نہ ہو شرعًا زنہار معہود نہیں) اور یہ تکرار تین روز تک متواتر جائز اور تین روز پر شرعًا محدود پچھلے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ درکار وہ خود آشکار دلیل معتمد شرعی چاہیئے جو تین روز کی اجازت دے اور اسی قدر پر تحدید کرے۔ بیچارے بے علم مسلمانوں کے سامنے جو منہ پر آئے کہہ دینا آسان ہے، ثبوت دیتے حال کھلتا ہے۔ رہا پہلا دعوٰی اس کیلئے کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو۔ نمازِ جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو۔ یا اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نمازِ جنازہ پڑھ لو: پھر اعادہ کرو

یا اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو جو ولی احق کے ساتھ یا اوس کے اذن سے ادا کرچکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے یا اسی قدر کہ تمہارے لیے حرج نہیں یا نہ سہی اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ بار بار یا دو ہی بار پڑھا کرتے۔ یا اس سے بھی درگزرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہ پھر اسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوبارہ پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا یا حضور کو خبر پہونچی اور حضور نے جائز رکھا۔ یہ سات صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی اور پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ہلکی سے ہلکی آسان سے آسان صورت پر قدرت پاؤ پیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو بحمد اللہ شرع مطہر پر افترا یا اقل درجہ احکام اللہ میں بیباکی و اجترا کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں۔ مسلمان ان مجتہد صاحب سے بے ثبوت لیے نہ مانیں اگر ساتوں وجہ سے عاجز پائیں تو اتنا دریافت کردیکھیں کہ حدیث سنن دارمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتش دوزخ پر زیادہ جراءت رکھتا ہے۔ اس میں آپ حضرات تو داخل نہیں۔ اگر بحکم آنکہ ع وقت ضرورت چو نماند گریز. مجبورانہ کسی واقعہ حال کا دامن پکڑ لے تو اتنا یاد رہے کہ واقعہ عین لاعموم لہا وقائع خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے۔ وہ ہر گونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں اولاً آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ پہلے اس جنازہ پر صلاۃ ہوچکی تھی۔ مجرد استبعاد کہ بعض صحابہ اس وقت نہ پڑھتے اقول وباللہ التوفیق یہ کافی نہ ہوگا کہ نماز جنازہ ہمیشہ سے فرض نہ تھی۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا کے جنازہ مقدسہ پر اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اس وقت تک اسکی فرضیت ہی نہ تھی۔ تو ایک تو یہ نسبۃ صحیح یہ ثابت کیجیے کہ یہ کب کس سال کس ماہ میں اوسکی فرضیت اتری۔ مجرد حکایات بے سند مسموع نہ ہوں گی کہ آپ مجتہد ہو کر قیل وقال کی تقلید نہیں کرسکتے۔ پھر بدلیل صحیح یہ مبرہن کیجیے کہ یہ واقعہ عین بعد فرضیت ہی تھا مجرد وقوع صلاۃ مفید فرضیت نہ ہوگا۔ شرع میں اسکی نظائر موجود کہ بعض افعال بلکہ خاص نماز کا قبل فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اتری جیسے حضرت اسعد بن زرارہ وغیرہ انصار کرام اہل مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قبل فرضیت جمعہ جمعہ پڑھنا کما رواہ عبد الرزاق ومن طریقہ عبد بن حمید فی تفسیرہ بسند صحیح وقد بیناہ فی رسالتنا لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کیے سے فرض نہ ہوجائے کما رواہ الستۃ عن زید بن ثابت والشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا اگر کبھی نماز میں نفس وقوع ہی فرضیت بنادے گا کہ یہ نماز شرع میں فرض ہی ہوکر معہود ہوئی ہے نفلی طور پر اصلاً مشروع نہیں اقول اب راہ پر آگئے اسی لئے تو ائمہ کرام اوسکی تکرار کو نامشروع فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں یہ نماز بروجہ تنفل نہیں اور اوسکی فرضیت بالاجماع بسبیل الکفایہ ہے اور فرض کفایہ جب بعض نے ادا کرلیا ادا ہوگیا۔ اب جو پڑھے گا نفل ہی ہوگا۔ اور اس میں تنفل مشروع نہیں ثانیاً ثبوت دیجیے کہ اوس واقعہ میں صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ تھی۔ صلاۃ علٰی فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔ قال تعالٰی خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا وصل علیہم ان صلاتک سکن لہم اے نبی مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرما کر کہ اوسکے سبب اے نبی تو اون کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر بیشک تیری صلاۃ اون کے لئے چین ہے۔ اسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور اون کے حق میں دعا فرماتے۔

اللّٰھم صل علٰی اٰل فلاں کما رواہ احمد والبخاری والمسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وغیرہم عن عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی رضی اللّٰہ عنہما۔ اسی طرح آیہ کریمہ ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۵ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وکل منتم الیہ۔ کریمہ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ کریمہ ومن الاعراب من یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربٰت عند اللّٰہ وصلوٰت الرسول وغیرہ میں صلاۃ بمعنی دعا ہے علماء نے حدیث موطائے امام مالک وسنن نسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انی بعثت الی اھل البقیع لاصلی علیھم میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلاۃ کروں صلاۃ کو بمعنی استغفار ودعا لیا **اقول** بلکہ سنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان اٰتی البقیع فاستغفر لھم قلت لہ کیف اقول یارسول اللّٰہ قال قل السلام علٰی اھل الدار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون یعنی حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جاکر اہل بقیع کیلئے دعائے مغفرت کروں۔ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللّٰہ کس طرح کہوں۔ حضور نے دعائے زیارت قبور تعلیم فرمائی۔ یہ تو خود حدیث، بخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت میں بھی علماء نے صلاۃ بمعنی دعا لی۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے زاد (ای البخاری) فی غزوۃ احد من طریق حیوۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم دعا لھم بدعاء صلاۃ المیت ولیس المراد صلاۃ المیت المعھودۃ کقولہ تعالٰی وصل علیھم الاجماع یدل لہ لانہ لایصلی علیہ عندنا وعند ابی حنیفۃ المخالف لایصلی علی القبر بعد ثلثۃ الایام پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں قال اصحابنا وغیرھم ان المراد من صلاۃ ھنا الدعاء وقولہ صلاتہ علی المیت ای دعا لھم کدعاء صلاۃ المیت ولیس المراد صلاۃ الجنازۃ المعروفۃ بالاجماع اھ ملتقطا اسی طرح وصال اقدس کے بعد حضور پرنور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو صلاۃ صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم نے ادا کی ایک جماعت علماء اسے بھی بمعنی محض درود ودعا لیتے ہیں اور حدیث امیر المومنین علی رضی اللّٰہ عنہ سے یہی ظاہر۔ اخرج ابن سعد عن عبداللّٰہ بن محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال لما وضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السریر قال لایقوم علیہ احد ھو امامکم حیا ومیتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیہ صفا صفا لیس لھم امام ویکبرون وعلی قائم بحیال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ اللّٰھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللّٰہ حتی اعز اللّٰہ دینہ وتمت کلمتہ اللّٰھم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیہ وثبتنا بعدہ واجمع بیننا وبینہ فیقول الناس اٰمین حتی صلی علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان یعنی جب حضور پرنور سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر پر لٹایا۔ حضرت مولا کرم اللّٰہ وجہہ نے فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلاۃ کرتے کوئی اُن کا امام نہ تھا۔ علی

کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے۔ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اوسکی برکتیں الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ اونکی طرف اُتارا گیا اور ہر بات میں اپنی اُمت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہانتک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا قول پورا ہوا۔ الٰہی تو ہم کو اُنپر اُتاری ہوئی کتاب کے پیرووں سے کر اور اُن کے بعد بھی اُن کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں اُن سے ملا۔ مولی علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ یہاں تک کہ اُن پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ کی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور یہی ظاہر اُس حدیث کا ہے۔ جو ابن سعد و بیہقی نے محمد ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی۔ لما کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع علی سریرہ دخل ابوبکر وعمر فقالا السّلام علیک ایھا النبی ورحمۃ وبرکاتہ ومعھما نفر من المھاجرین والانصار قدر مایسع البیت فسلموا کما سلم ابوبکر وعمر وھما فی الصف الاول حیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم انا نشھد ان قد بلغ ما اُنزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلماتہ فاومن بہ وحدہ لاشریک لہ فاجعلنا یا الٰھنا ممن یتبع القول الذی انزل معہ واجمع بیننا وبینہ حتی تعرفہ بنا وتعرفنا بہ فانہ کان بالمؤمنین رؤفا رحیما لانبتغی بالایمان بدلا ولانشتری بہ ثمنا ابدا فیقول الناس اٰمین اٰمین ثم یخرجون ویدخل علیہ اٰخرون حتی صلوا علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان یعنی جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سما جاتا۔ اُن سب نے بھی یونہی سلام عرض کیا اور صدیق وفاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے کہ الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اُتارا حضور نے اُمت کو پہنچایا اور اس کی خیرخواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہانتک کہ اللہ تعالٰی نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پوری ہوئیں میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں اوسکا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے ہمیں اونکی کتاب کے پیرووں میں کر جو اونکے ساتھ اُتری اور ہمیں اُن سے ملا کہ ہم اُنہیں پہچانیں اور وہ ہماری پہچان اونہیں کرا دے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا لوگ اس دعا پر آمین آمین کہتے۔ پھر باہر جاتے اور آتے یہانتک کہ مردوں۔ پھر عورتوں پھر بچوں نے حضور پر صلاۃ کی۔ بزار و حاکم و ابن سعد و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب میں پہلے جبرئیل مجھ پر صلاۃ کریں گے۔ پھر میکائیل۔ پھر اسرافیل۔ پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔ امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں قال البیھقی تفرد بہ سلام الطویل عن عبدالملک بن عبدالرحمٰن وتعقبہ ابن حجر فی المطالب العالیۃ بان ابن منیع اخرجہ من طریق سلمۃ بن صالح بن عبدالملک بہ فھو ھذہ متابعۃ السّلام الطویل واخرجہ البزار من وجہ اٰخر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ اس

حدیث سے بھی ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے جانا۔ شرح مؤطائے امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المومنین علی ہے۔ ظاھر ھذا ان المراد بالصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذھب الیہ جماعۃ ان من خصائصہ انہ لم یصل علیہ اصلا وانما کان الناس یدخلون فیدعون ویفرقون قال الباجی ولھذا وجہ وھو انہ افضل من کل شہید والشہید یغنیہ فضلہ عن الصلاۃ علیہ وانما فارق الشہید فی الغسل لانہ حذر من غسلہ ازالۃ الدم عنہ وھو مطلوب بقائہ لطیبہ ولانہ عنوان لشہادتہ فی الاخرۃ ولیس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یکرہ ازالتہ عنہ فافترقا انتہی۔ ای ما افادہ الامام ابو الولید ثم نقل عنہ جوابا ان المقصود من الصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عود التشریف علی المسلمین مع ان الکامل یقبل زیادۃ التکمیل ثم اثر عن القاضی عیاض تصحیح ان الصلاۃ کانت ھی المعروفۃ لا مجرد الدعاء **اقول** اما الجواب فلا یمس ما ینحو الیہ ابو الولید فانہ لا یدعی احالۃ الصلاۃ المعروفۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہا لا وجہ لہا حتی یثبت جوازھا ویذکر توجیہہا وانما یقول ان لترکہا وجہا ان وقع وھو کذلک ولا ینافیہ ان لفعلہا ایضا وجہا او وجوھا۔ ان ما ذکر المجیب متمش فی الشہید ایضا والکلام علی مذھب من یقول لا یصلی علیہ اما قبول الزیادۃ فبدیہی واما انتفاع المسلمین فکذلک وقد روی الامام الترمذی محمد بن علی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن صلی علیہ ورواہ الدارقطنی فی الافراد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ اول ما یتحف بہ المؤمن اذا دخل قبرہ ان یغفر لمن صلی علیہ ورواہ عبد بن حمید والبزار والبیہقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ ان اول ما یجازی بہ المؤمن بعد موتہ ان یغفر لجمیع من تبع جنازتہ ورواہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت والخطیب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ ان اول تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن خرج فی جنازتہ وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الرجل من اہل الجنۃ استحیی اللہ عزوجل ان یعذب من حملہ ومن تبعہ ومن صلی علیہ وروی ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو الشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما یبشر بہ المؤمن ان یقال ابشر ولی اللہ برضاہ والجنۃ قدمت خیر مقدم قد غفر اللہ لمن شیعک واستجاب لمن استغفر لک وقبل من شہد لک واما تصحیح عیاض **فاقول** لا متمسک فیہ للمخالف المدعی للاجتہاد وکیف یجوز لہ ان یقلد عیاضا وھو لا یقلد من یقلدہ عیاض اعنی الامام مالک ولا من ھو اکبر منہ اعنی الامام الاعظم رضی اللہ عنہما ثم حسبنا فی قبول التصحیح ان نقول نعم صلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلاۃ الجنازۃ مرۃ وذلک حین تمت البیعۃ علی ید الصدیق رضی اللہ عنہ وصحت ولایتہ اما قبل ذلک فما کان الناس الا یدعون وینصرفون ثم اذا صلی الصدیق لم یصل علیہ احد بعد کما سنذکر الجزم بہ عن الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ ثالثًا ثبوت دیا ہوگا کہ پہلی نماز ولی حق

نے خود پڑھی تھی پھرا عادہ کی قطع نظر اس سے کہ جب نماز اول نہ ولی احق نے خود پڑھی نہ اوس کے اذن سے ہوئی تو اوسے ہمارے نزدیک بھی اعادہ کا اختیار ہے۔ ان مجتہد صاحب کا وہ حکم و اصرار کا مبنٰی ٹھہرنا خاص اسی صورت کے ثبوت پر موقوف کہ یہاں واقع یہی تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ تو جو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی۔ ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصًا جب کہ پہلے نے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو، تو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگرچہ اُن کا اطلاع نہ دینا بتقاضائی ادب ومحبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداء خادمہ مسجد ام محجن رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں واقع ہوا۔ موطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے جب وہ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا ماتت فاذنونی جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کردینا اون کا جنازہ شب کو تیار ہوا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لیجانا مناسب نہیں۔ قال فدفنھا۔ یہ خیال کرکے دفن کردیا۔ صبح حضور کو خبر ہوئی فرمایا الم امرکم ان تؤذنونی بھا کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اوس کی خبر کردینا عرض کی یا رسول اللہ کرھنا ان نخرجک لیلا ونوقظک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر تشریف لانے کی تکلیف دیں اور حضور کو خواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اسوقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں) (صحیح بخاری میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے فحقروا شانھا صحیح مسلم میں اونہی سے ہے فکانھم صغروا امرھا یعنی یہ خیال کیا کہ وہ کیا اس قابل تھی کہ اوس کے جنازہ کیلئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لیجائیں۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کیلئے بلایا کرو۔ مسند امام احمد میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضور نے فرمایا فلا تفعلوا لایموتن فیکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اٰذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے ضرور خبر دینا کہ میری نماز اوس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ عنہما راوی ہیں قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسأل عنہ فقالوا فلانۃ فعرفھا فقال الا اٰذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا لاعرفن ما مات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اٰذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ یعنی ہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہونچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کی فلاں عورت حضور نے اُنہیں پہچانا فرمایا مجھے کیوں نہ خبر کی عرض کی حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا تو ایسا نہ کرو جب تم میں

کوئی مسلمان مرے مجھے خبر دیا کرو کہ اُس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا غیر ہے وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام میں تھے حضور کو روزہ تھا اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو ان حکم کی خبر نہ تھی خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو ارشاد محض بنظر رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم خیال کیا نہ ایجابی۔ لہٰذا بے جا تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا بہر حال لیسے وقائع اُن سب وجوہ مذکورہ کے مورد نہیں نہ ایکبار کے فرمان سے کہ خبر دیا کرو باقی بار کا لزوم اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما لا یخفی لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ان طلحۃ بن البراء مرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لا اری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی وکان قال لاہلہ لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی اخاف علیہ یہود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح الحدیث یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب اُن کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے مجھے خبر کر دینا اور تجہیز میں جلدی کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ اون کا انتقال ہو گیا۔ اور اُنہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا۔ رات کا وقت ہے۔ مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی کلفت پہنچے۔ اُن کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا (صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی) وباللہ التوفیق۔ **ثم اقول** وباللہ استعین۔ بحقیت دلایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئے۔ نماز جنازہ شفاعت ہے کما صرحت بہ الاحادیث احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ فیہ جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالٰی اُس کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرمائے۔ احمد و مسلم و نسائی نے اُم المومنین و انس بن مالک رضی اللہ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن میت تصلی علیہ اُمۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلہم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں۔ اون کی شفاعت اُس کے حق میں قبول ہو اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُعطیت الشفاعۃ شفاعت مجھے عطا فرما دی گئی ہے رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی حضور شافع مشفع صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر روز قیامت تمام انبیا کا امام اور اُن کا خطیب اور اُنکی شفاعت کا مالک ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ تو جو شفاعت بلا اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہیگا۔ مالک اگر جائز کر دے جائز ہو جائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل فان

البتات اذا طرأ علی موقوف ابطلہ کما نص علیہ الفقہاء فی غیر ما مسئلۃ۔ مثلاً عمرو ملک زید بے اذن زید بیع کر دے۔ زید خبر پاکر معاملہ رکھے روا ہے اور اگر خود از سر نو عقد بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں۔ یہ اعادہ نماز نہ ہوگا۔ بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہیے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا۔ یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسرے ولی کو اذن دیں کما فعل فی الغال وکان یفعلہ اولا فی من مات مدیونا ولم یترک وفاء اور اگر بے اطلاع حضور پر نور لوگ خود پڑھ لیں تو وہ شفاعت بے اذن مالک ہے کافی و مسقط فرض نہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے رأیت السیوطی ذکر فی انموذج اللبیب انہ ذکر بعض الحنفیۃ ان فی عہدہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لا یسقط فرض الجنازۃ الا بصلاتہ فیؤل الی ان صلاۃ الجنازۃ فی حقہ فرض عین وفی حق غیرہ فرض کفایۃ واللہ ولی الہدایۃ **اقول** لا یؤل الیہ وکیف وقد ثبت ما ذکرنا من امر الغال والمدیون ولم یقل القائل ان فرض الجنازۃ کان لا یسقط عنہ الا بصلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ارادہ ذلک لکان تقییدہ بعہدہ صلی اللہ علیہ وسلم عبثا مستغنی عنہ انما المعنی ما قررنا ان الفرض لم یکن یسقط عن احد فی عہدہ ما لم یصل او یاذن لکونہ مالک الشفاعۃ صلی اللہ علیہ وسلم **اقول** بنظر ارشاد مذکور کہ ہمیں خبر کر دینا اور اطلاع واقع نہ ہوئی۔ شرح سے اس کیلئے ایک اور نظیر مل گئی۔ مسجد محلہ میں اہل محلہ جب جماعت صحیحہ غیر مکروہہ باعلان اذان ادا کر چکیں، تو دوسروں کو باعادہ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ اور اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہوئی تو اب نہیں روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دیکر محراب میں جماعت قائم کریں کہ جب وہ جماعت برخلاف حکم سنت تھی تو اسے اعادہ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعت اولیٰ ہے۔ کما بیناہ فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ بعینہٖ یہی وجہ یہاں ہے ان تقریرات نفیسہ سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیث سکینہ اور اُس کی نظائر کی بحث کا تصفیہ تمام ہو گیا۔ اور نہ صرف ان مجتہد صاحب کے اختراع بلکہ تمسک ثانی کا بھی جواب تمام وبہ ظہر ان لو ثبت ان الذین صلوا من قبل ان کانوا ھم المصطفین خلف المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیما یعکر بہ علی شیئ من مذہبنا ولا حاجۃ بنا الی الجواب الذی اوردہ العلامۃ القسطلانی فی ارشاد الساری وارتضاہ المولی علی القاری فی المرقاۃ وذکرہ الفاضل الزرقانی فی شرح المواہب ان صلاۃ غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت تبعا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فحل تعالیٰ عقدۃ استصعبہا المحقق حیث اطلق فی الفتح واللہ سبحانہ ولی التوفیق والفتح والحمد للہ رب العلمین **تنبیہ اقول** وباللہ التوفیق۔ ولایت میت یا بذریعہ وراثت مال ہے ولہذا جو وراثت میں مقدم ولایت میں اقدم یا بطور نیابت ولی احق و والی مطلق صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی خلافت امام و سلطنت اسلام یعنی اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ولی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر الصدیق وابوداؤد عن ام المؤمنین ونحوہ عن الزبیر واحمد والشیخان وابوداؤد وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ہے فاذا مت فھو الی ولی الامر من بعدی جب میں انتقال فرماؤں تو میرے ترکے کا اختیار اوسے ہے جو میرے بعد والی امر و خلیفہ ہوگا رہی ولایت خلافت وہ ہنوز کسی کو نہ تھی۔ یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئی اگر یہی مانئے کہ جنازہ اقدس پر نماز

ہوئی تو وہ غیر ولی الحق سے بے اذن ولی الحق تھی ہاں ثابت کیجئے کہ صدیق اکبر نے بعد خلافت نماز ادا کی اور پھر اعادہ کی گئی۔ مگر حاشا اسکا ثبوت کہاں۔ الحمدللہ اس تقریر کے بعد فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی نے مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے پایا کہ بعینہٖ اسی جواب کی طرف اشارہ فرمایا منحۃ الخالق میں مبسوط سے ہے لاتعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ وھو تاویل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق کان لہ قال اللہ تعالٰی النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم ھکذا تاویل فعل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ اقول وبما قررنا ظہر لک سقوط ما وقع ھٰھنا فی المنحۃ فافھم وتثبت وللہ المنۃ **رابعًا** ثبوت ہو کر دوبارہ نماز پڑھنے والے خود وہی لوگ ہیں جو اوّل پڑھ چکے تھے کہ نئے لوگوں کا پڑھنا اگرچہ ولی الحق کے بعد خلافیہ حنفیہ وشافعیہ ہو ان مجتہد صاحب کے مذہب وفتوٰی کا مصحح نہیں ہوسکتا کہ اُنہوں نے تو پڑھ چکنے والوں کو دوبارہ پڑھوائی۔ **خامسًا** ہر تقدیر پر ضرور ہے کہ جو حدیث ہو صحیح فقہی ہو۔ مجرد صحت حدیثی اثبات حکم کیلئے بس نہیں یہ مجتہد صاحب اگر علم رکھتے ہوں گے صحت حدیثی وصحت فقہی کا فرق جانتے ہوں گے ورنہ فقیر کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ملقب بلقب تاریخی اعز النکات بجواب سوال ارکات جس کا سوال مقام ارکات سے آیا اور اوس کے جواب میں لکھا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں۔ نہ مثل حدیث تعدد الصلاۃ علی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کہ اوّلًا حدیث صحیح بخاری شریف کے صریح خلاف جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری شاہد وشاہد شہدائے احد رضی اللہ عنہ سے مروی امر بدفنھم بدمائھم ولم یغسلوا ولم یصل علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون شہدائے کرام کو ویسے ہی خون آلود دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اونہیں غسل نہ دیا گیا نہ اونکی نماز ہوئی۔ و رواہ ایضًا احمد بسند جید والترمذی وصححہ النسائی وابن ماجہ مجتہدین زمانہ کے مسلک کے بالکل خلاف ہے کہ حدیث صحیح بخاری کے رد کیلئے اودھر اودھر کی روایات پر عمل حلال جانیں ثانیًا اسکی خود حالت یہ کہ اوسکی کوئی سند سند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اسکی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے۔ مجتہد صاحب کو ہوس ہوئی تو بعونہٖ تعالٰی تسکین کافی کیجائیگی وباللہ التوفیق اجرم۔ ان مجتہدین تازہ کے بزرگوار ابن تیمیہ کے جدامجد ابن تیمیہ نے منتقٰی میں کہا قد رویت الصلٰوۃ علیھم بطرق لاتثبت ہاں تو ایک مرسل ابوداؤد نے مراسیل میں بسند ثقات ابو مالک غفاری تابعی سے روایت کیا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قتلی احد عشرۃ عشرۃ فی کل عشرۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ حتی صلی علیہ سبعین صلٰوۃ یہ ایک تو مرسل اور مرسل ان صاحبوں کے نزدیک مہمل اور دوسرے فی نفسہٖ مشکل۔ شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم ستر تھے جب دس دس پر نماز ہوئی سات نمازیں ہونگی ستر کیونکر تم **اقول** وباللہ التوفیق بعد تسلیم صحت حدیث غایت درجہ جو ثابت ہوگا وہ اس قدر کہ شہداء پر نعشیں بدل بدل کر نمازیں ہوئیں اور نعش مبارک سید الشہداء رضی اللہ عنہم بدستور رکھی رہی۔ مجرد نہ اوٹھایا جانا مستلزم اعادہ صلاۃ نہیں کہ یہ امر نیت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر موقوف اور نیت غیب ہے اور غیب پر اطلاع نہیں ممکن کہ اونکی نعش ہر بار کے برکات نازلہ میں شمول کیلئے رکھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جگہ روایت کا مبلغ صرف صورت ظاہرہ تک ہے نہ معنی باطن تک اور مطلب مستدل کا ثبوت اوسی معنی باطن پر موقوف اور اُس پر دلیل نہیں تو استدلال راسًا ساقط۔ ہاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ایسا بیان فرماتے تو احتمال نہ تھا واذ لیس فلیس **سادسًا** ذرا یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ محل محل اختصاص نہ ہو خصوصًا جہاں خصوص پر قرینہ قریبہ قائم ہو جیسے حدیث خادمہ مسجد رضی اللہ عنہا وغیرہا جنکی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی ان ھذہ القبور

مملوۃ ظلمۃ علٰی اھلہا وان اللہ ینورھا لھم بصلاتی علیہم بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے اونہیں روشن کر دیتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلٰی آلہ اجمعین رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ واصل الحدیث متفق علیہ زید بن ثابت ویزید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کر دیا کرو کہ میری نماز اوسکے حق میں رحمت ہے۔ **اقول** خود نظر ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء واتقیا کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے۔ وہ برکات وہ درجات ومثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل ہی نہیں ہوسکتیں اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم بنص قطعی قرآن عظیم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں ایک ایک اُمتی کی بھلائی پر حریص۔ ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان۔ وہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان بحث منزل کا سفر کرے۔ اونکی رحمت اونکی برکت کا توشہ اوسکے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز اون کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہ خاص ہی سے ناشی ہونا ظاہر ولائح وزید وعمر کا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس باطل وضائع۔ شرح موطائے امام مالک میں ہے والدلیل علی الخصوصیۃ مازاد مسلم (فذکرہ قال) وھذا لایتحقق فی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لتنویر القبر وذا لایوجد فی صلاۃ غیرہ **اقول** اس سے زائد محل خصوص خصوص واقعہ سید اہل خصائص سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہاں تو ان معاملات میں بہت باتیں خصوصیات سے واقع ہوئیں۔ نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لیجانا۔ جہاں روح اقدس نے رفیق اعلٰی کی طرف عروج فرمایا۔ خاص اُس جگہ دفن ہونا۔ نہلانے میں قمیص مقدس بدن اقدس سے نہ جدا کیا جانا۔ سب صحابہ کے مشرف ہولینے کیلئے جنازۂ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا۔ جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا اونہیں خصوصیات میں یہ بھی سہی۔ خصوصاً جبکہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسب وصیت اقدس واقع ہوئی۔ کما قدمنا من حدیث عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنازۃ واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کر دیا ادا ہوگیا مگر مولائے نعمت ہر دو جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرت حق عزوجل اعظم حقوق ہے۔ اگر تمام حضار پر لازم عین ہوگیا مستبعد بعہد اعظم مقاصد ہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرف اجل واعظم سے مشرف ہونا ہے۔ ہم اوپر متعدد احادیث بیان کر چکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندۂ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ جو بارگاہِ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اوس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء کا اوسکے فضل کی مقدار کون قیاس کر سکتا ہے۔ شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ مسلمانان کے لیے خیر محض ونفع خاص لیکر آئی ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ انہیں ایسے فضل عظیم سے محروم کرنا تو حکمت شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازت عامہ دی جائے۔ حجرۂ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ہزار کما ورد فی حدیث اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اول بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ایک تو ہزارہا صحابہ کی محرومی دوسرے اُس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثل تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملیگی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں لہذا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم وجود عمیم مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیت فرما دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی سر جلیل جنازہ اقدس پر امامت نہ ہونے کی بھی

ایک حکمت نفیسہ ہے کہ تمام حضار بالذات بلاواسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرفیاب ہوں۔ امام اجل سہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں اخبر اللہ انہ وملٰئکتہ یصلون علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر کل واحد من المؤمنین ان یصلی علیہ فوجب علی کل واحد ان یباشر الصلوٰۃ علیہ منہ الیہ والصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ من ھذا القبیل یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ وہ اور اس کے سب فرشتے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان پر حکم فرمایا کہ ان پر درود بھیجے صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔ تو ہر شخص پر واجب ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلا توسط دیگرے اس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہونچے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ وامتہ اجمعین آمین۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلاۃ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی تو اس کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہئے۔ نقلہ فی شرح الموطا بالجملہ یہ محل اعلٰی مواطن خصوص سے ہے۔ ولاجرم علامہ سید ابوالسعود محمد ازہری نے حواشی کنز میں فرمایا تکرار الصلاۃ علی النبی علیہ الصلاۃ والسلام کان مخصوصا بہ سابقاً پھر تنبیہ کیجاتی ہے کہ مجتہد صاحب اپنے مذہب کی فکر کریں۔ وہ واقعہ جو ان کے مسلک مذکور کا رد ہو مثلاً مہینہ بھر بعد نماز پڑھنا کما علی ام سعد یا مہینوں برسوں پیچھے کما علی اھل البقیع یا آٹھ برس گزرے کما علی اھل احد علاوہ اور جوابوں کے خود ان کا رد ہوگا۔ نہ ان کی سند کہ یہاں ان سے مطالبہ اپنا ادعا ثابت کرنے کا ہے وانّی لہ ذلک واللہ الھادی الی اقوم المسالک۔

الحمدللہ! ان چند جمل نفیسہ مجملہ مختصرہ نے صرف مجتہدین زمانہ ہی کے آنکھ کان نہ کھولے۔ بلکہ بحمد اللہ تعالٰی بنظر انصاف دیکھئے تو مسئلہ کا فیصلہ بھی کا تصفیہ کامل کردیا۔ وللہ الحمد۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی بعض نکات وتمسکات کہ اس مسئلہ میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئے ذکر کرکے کلام ختم کروں، جو بعونہ تعالٰی اصل مسئلہ یعنی ممانعت تکرار نماز جنازہ میں تائید مذہب حنفیت کریں یا مسلک طریہ مجتہد جدید کا ابطال کلی خواہ ابطال کلیت۔ **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ **اولاً** نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے کما قدمنا عن الحدیث۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے۔ مگر اس کے اذن سے اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے اور صورت مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذن الٰہی بارگاہ عزت میں شفاعت پر جرأت وبیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمانوں کو بھی اس بلا میں ڈالا اور من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا سے حصہ لیا دیا۔ وھذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذھب تادیۃ صریحۃ وبقی قول کل من خالف فعلیک بتطلب الصریحۃ **ثانیاً** مسند امام احمد وسنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتصلوا صلاۃ فی یوم مرتین کوئی نماز ایک دن میں دوبارہ نہ پڑھو۔ نیز حدیث میں ہے لایصلی بعد صلاۃ مثلھا کسی نماز کے بعد اس کے مثل نہ پڑھی جائے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ من قولہ وظاھر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الامام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالٰی اعلم بذلک منّا۔ **اقول** یہ حدیثیں بھی نفی تکرار پر صریح دال ہیں۔ حدیث ثانی تو عام مطلق ہے اور اوّل میں فی یوم کی قید اس نظر سے کہ مثلاً ظہر کی نمازوں کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہوگی۔ کل کی ظہر اور آج کی اور کہ اوّل کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی۔ مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہوگی، اور نماز جنازہ کا سبب

مسلم میت ہے۔ جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میت پر تکرر نہیں ہوسکتی۔ **ثالثًا** ابوبکر بن ابی شیبہ اُستاد امام بخاری و مسلم نے روایت کی عن صالح مولی التوامۃ عن عن ادرک ابابکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہم کانوا اذا تضایق بہم المصلی انصرفوا ولم یصلوا علی الجنازۃ فی المسجد یعنی ابوبکر صدیق وعمر فاروق ودیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نماز جنازہ میں مصلّی تنگی کرتا کہ اوس میں گنجایش نہ پاتے واپس جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھتے **اقول** نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں، صدیق وفاروق وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر مخفی نہ تھے۔ نہ اون سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کیلیے تشریف بھی لائیں اور پھر باوصف قدرت ادے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو تنگی مصلی کیا حرج کرتی۔ اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی۔ جب پہلے لوگ پڑھ چکے اوسکے بعد دوسری جماعت فرمالیتے **رابعًا** عن عبد اللہ بن سلام لما فاتتہ الصلٰوۃ علٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان سبقت بالصلٰوۃ فلم اسبق بالدعاء لہ یعنی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازۂ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہوچکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں، میں اون کیلیے دعا کروں گا ذکرہ السیّد الازہری فی فتح اللہ المعین وقد کان ھذا الحدیث فی ذکری والاستناد بہ فی خاطری حتی رأیت الازہری تمسک بہ فاسندتہ الیہ ولم یحضرنی الان من غیرہ **خامسًا**۔ شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں در بعض روایات آمدہ کہ روز دیگر ابوبکر صدیق وعمر فاروق ودیگر اصحاب کہ بخانۂ علی مرتضٰے بجہت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز وحضوری دریافتیم۔ علی مرتضٰے گفت فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا وصیت کردہ بود کہ چون از دنیا بروم مرا بشب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازہ من نیفتد پس بموجب وصیت وے عمل کردم۔ این ست روایت مشہور **اقول** ان روایات سے بھی روشن کہ صدیق وفاروق وعبد اللہ بن سلام ودیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم دوبارہ نماز جنازہ ناجائز جانتے ورنہ فوت ہونا کیا معنی اور شکایت وافسوس کا کیا محل **سادسًا** ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا اور ابن عدی کامل میں بروایت ابن عباس حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا راوی وھذا حدیث الطحاوی بطریق عمر بن ایوب الموصلی عن المغیرۃ بن زیاد عن عطاء عن بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی الرجل تفجؤہ الجنازۃ وھو علی غیر وضوء قال یتیمم ویصلی علیہا یعنی جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اوسے وضو نہ ہو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے ابن ابی شیبہ کی روایت یہ ہے حدثنا عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتک الجنازۃ وانت علی غیر وضوء فتیمم وصل جب تجھے نماز جنازہ کے فوت کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں تو تیمم کرکے پڑھ لے۔ ابن عدی کی حدیث یوں ہے عن معاذ بن حمران عن مغیرۃ بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا فجئتک الجنازۃ وانت علی غیر وضوء فتیمم یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جب ناگہانی تیرے سامنے جنازہ آجائے اور تجھے وضو نہ ہو تو تیمم کرلے قال ابن عدی ھذا مرفوعًا غیر محفوظ والحدیث موقوف علی ابن عباس۔ دارقطنی وبیہقی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انہ اتی بجنازۃ وھو علی غیر وضوء فتیمم وصلی علیہا یعنی اون کے پاس ایک جنازہ آیا اُس وقت وضو نہ تھا۔ تیمم کرکے نماز میں شریک ہوگئے۔ اُسی کے مثل ابن ابی شیبہ وامام طحاوی نے باسانید کثیرہ امام حسن بصری وامام ابراہیم نخعی وابوبکر نے عکرمہ تلمیذ ابن عباس اور طحاوی نے

عطا بن ابی رباح و عامر و ابن شہاب زہری و حکم سات ائمہ تابعین سے روایت کیا اگر نماز جنازہ کی تکرار روا ہوتی تو فوت کے کیا معنی تھے؟ اور بیمار کے لیے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم کیونکر جائز ہوتا۔ حالانکہ رب جل وعلا فرماتا ہے فلم تجدوا ماء اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لایقبل اللہ صلاۃ احدکم اذا احدث حتی یتوضأ اخرجہ الشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتقبل صلاۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول اخرجہ عنہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ۔ نماز جنازہ میں تعجیل شرعًا نہایت درجہ مطلوب۔ صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اسرعوا بالجنازۃ جنازہ میں جلدی کرو۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان وغیرہم امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث لاتؤخرھن الصلاۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفؤا۔ تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اوس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو اور زن بے شوہر جب اوس کا کفو ملے۔ سنن ابی داؤد میں حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عجلوا فانہ لاینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہری اھلہ جلدی کرو کہ مسلمان کے مردے کو روکنا نہ چاہیے۔ طبرانی بسند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ جب تم میں کوئی مرے تو اوسے نہ روکو اور جلد دفن کو لیجاؤ۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں۔ اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ طیار ہو گیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ آجکل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔ جنھیں بلکہ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روک رکھتے ہیں۔ اور نرے جہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں۔ کوئی کہتا ہے میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل و خلاف مقصد شرع ہیں درمختار میں ہے یسرع فی جنازتہ تنویر الابصار میں ہے۔ وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ نیز جنازے پر کثیر جماعت شرعًا بہت محبوب کہ اوس میں میت کی اعانت جسیم اور اوس کے لئے عفو سیئات و رفع درجات کی امید عظیم ہے۔ چالیس نمازیوں اور سو نمازیوں کی تین حدیثیں اوپر گزریں اور احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن مومن یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلثۃ صفوف الا غفر لہ جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہ تین صف کے مقدار کو پہونچتا ہو نماز پڑھے اوس کی مغفرت ہو جائے۔ ترمذی کی روایت میں ہے من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اوس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی علیہ مائۃ من المسلمین غفر لہ جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے۔ نسائی ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن میت یصلی علیہ امۃ من الناس الا شفعوا فیہ جس مردے پر مسلمان کا ایک گروہ نماز پڑھے اون کی شفاعت اوس کے حق میں قبول ہو۔ راوی حدیث ابوالملیح نے کہا گروہ چالیس آدمی ہیں۔ طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مامن رجل یصلی علیہ مائۃ الا غفر اللہ لہ

جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ عزوجل اوسکی مغفرت فرماوے ولہذا شریعت مطہرہ نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ نماز جنازہ میں نمازیوں کیلئے عظیم و اعظم افضال الٰہیہ کے وعدے دیے کہ لوگ اگر نفع میت کے خیال سے جمع نہ ہونگے اپنے فائدے کیلئے دوڑیں گے۔ اس بارے میں چھ حدیثیں اوپر گزریں اور صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من شہد الجنازۃ حتی یصلے علیہا فلہ قیراط ومن شہدھا حتی تدفن فلہ قیراطان قیل وما قیراطان قال مثل الجبلین العظیمین ؂ للمسلم اصغرھما مثل احد جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اوسکے لیے ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ جیسے بڑے دو پہاڑ۔ ان میں کا چھوٹا کوہ اُحد کے برابر اسکے مثل مسلم وابن ماجہ نے حضرت ثوبان اور امام احمد[9] نے بسند صحیح قیراط نماز کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اتبع جنازۃ حتی یقضی دفنہا کتبت لہ ثلثۃ قراریط القیراط منہا اعظم من جبل احد جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے اوسکے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے۔ ہر قیراط کوہ احد سے بڑا۔ بزار[11] کی یہاں حدیث موقوف ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے۔ جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اوسکے لیے ایک قیراط ہے۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔ ابن[12] ماجہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی من غسل میتا وکفنہ وحنطہ وحملہ وصلے علیہ ولم یفش علیہ ما رای خرج من خطیئتہ مثل ما ولدتہ امہ جو کسی میت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اُٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اوسے چھپائے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے جدا ہوا تھا۔ اب اگر نماز جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف وکسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہوچکی ہم دوبارہ پڑھ لیں گے اس تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجئے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف لاجرم مصلحت شرعیہ اسی کی مقتضی ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔ جب لوگ جانیں گے کہ اگر نماز ہوچکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ تو خواہی نخواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے۔ اور میّت کے فائدے اور اپنے بھلے کیلئے جلد جمع ہوجائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔

الحمدللہ! یہ ایک ادنی شمہ ہے اوس الٰہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلٰی عظیم بشارت والا اوس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لو کان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولاد فارس سے کچھ لوگ اوسے وہاں سے بھی لے آتے۔ رواہ الامام احمد فی المسند وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما اعنی امام الائمۃ سراج الامۃ کاشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی رائے منیر ونظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط وجامع اور مومنین کیلئے اون کی حیات وموت میں خیر محض ونافع فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وتاہ وتابعیہ ومجتہدی الاعتقاد کل رضی ورضیۃ امین یا ارحم الراحمین والحمدللہ رب العلمین وصلے اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحابتہ ومجتہدی ملتہ اجمعین آمین۔ الحمدللہ کہ یہ مجمل ومختصر عجالہ سلخ رجب کو

غرو سمائے تمام ہوا۔ اور بلحاظ تاریخ النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۶: از مراد آباد محلہ گل شہید مرسلہ مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۳۳۴ھ

ماقولکم ایہا العلماء الراسخون والفقہاء الماہرون فی ان ولی المیت صلی علیہ او غیرہ باذنہ صلاۃ الجنازۃ اول وقت العصر قبل ان یصلی العصر ھل یجوز صلاۃ الجنازۃ قبل صلاۃ العصر ام لا وان تجز فمن اعادھا بعد صلاۃ العصر اعتقادا انہا لاتجوز قبلہا ھل یکون مبتدعا شرعا اولا بینوہ بیانا شافیا توجروا عند اللہ اجرا وافیا۔

الجواب

صلاۃ الجنازۃ مشروعۃ فی کل وقت حتی فی الاوقات الثلثۃ ان حضرت فیہا فی الدر المختار ینعقد نفل بشروع فیہا بکراھۃ التحریم لاینعقد الفرض وماھو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلاۃ جنازۃ تلیت الایۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتأدی ناقصا فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما ای تحریما وفی التحفۃ الافضل ان لاتؤخر الجنازۃ اھ فی رد المحتار ومافی التحفۃ اقرہ فی البحر والنہر والفتح والمعراج لحدیث ثلث لایؤخرون منہا الجنازۃ اذا حضرت اھ واعتقاد انہا لاتجوز قبل صلاۃ العصر جہل فاضح اوزیغ واضح وافتراء بلا امتراء علی الشریعۃ الغراء نعم ان ضاق الوقت یجب تقدیم العصر لکن ان قدمت صحت واذا صلاھا الولی او غیرہ باذنہ فلا تجوز اعادتہا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بما لامزید علیہ فی رسالتنا النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز فی السراج الوہاج والبحر الرائق ورد المحتار وجامع الرموز والجوہرۃ النیرۃ والہندیۃ ومجمع الانہر وغیرہا ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ اھ وفی الدر المختار ومن لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم موضع فرید پور میں مولوی یٰسین کا شاگرد وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور قبر پر اذان دینا بھی جائز نہیں ہے۔ اور فاتحہ وغیرہ اور گیارھویں شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کیے دیتا ہے۔ لہذا یہ باتیں تحریر کریں کہ جائز ہیں یا نہیں بموجب شرع شریف کے جواب سے مشرف فرمائیگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔ جنازے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے الا ما استثناہ العلماء ولیس ھذا منہم قبر پر اذان دینا جائز ہے کما ھو مبین فی ایذان الاجر فی اذان القبر اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کی نیاز وایصال ثواب اہلسنت کے نزدیک جائز وبہتر ہے۔ کما فی الہدایۃ وفتح القدیر والدر المختار ورد المحتار وغیرہا ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے اس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے وہ یہ کہ تو جو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ ورسول نے انہیں ناجائز کہا ہے یا تو اپنی طرف سے کہتا ہے اگر اللہ ورسول نے ناجائز کہا ہے تو دکھا کونسی آیت یا

حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمان کی قبر پر دفع شیطان و دفع وحشت و حصول اطمینان و نزول برکت کیلئے کہی جائے وہ ناجائز ہے اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کہ بغرض ایصال ثواب کی جائے ناجائز ہے ۔ اور اگر اللہ و رسول نے ناجائز نہ کہا تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے تو تیرا قول تیرے منہ پر مردود ہے ۔ بغیر خدا اور رسول کے منع فرمائے ہوئے کوئی چیز ناجائز نہیں ہوسکتی ۔ ہمیں قرآن و حدیث نے یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ و رسول جس بات کا حکم دیں وہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں وہ ناجائز ہے ۔ اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمائیں وہ معافی میں ہے وہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸: از کیمپور پھپھری ۔ بمکان حافظ محمد حسین سوداگر ۔ مرسلہ حکیم محمد تفضل حسین صاحب ۔ ماہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنا اہلسنت وجماعت کیلئے جائز ہے یا نہیں ۔ اور اگر کسی قوم سنت وجماعت نے نماز کسی شیعہ کے جنازہ کی پڑھی تو اون لوگوں کے لیے شرع میں کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر رافضی ضروریات دین کا منکر ہے ۔ مثلاً قرآن عظیم میں کچھ سورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المؤمنین عثمٰن ذی النورین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے یا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے ۔ اور آجکل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں اون میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائد کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر مرتد ہے اور اوس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہ شدید ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون ۔ کبھی نماز نہ پڑھ اون کے کسی مُردے پر نہ اوسکی قبر پر کھڑا ہو اونہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے ۔ اور اگر ضروریات دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ کرام و فقہائے عظام کے نزدیک اوسکا بھی وہی حکم ہے ۔ کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وتنویر الابصار والدرالمختار والھدایۃ وغیرہا عامۃ الاسفار اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اوس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہیے ۔ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا ان ماتوا فلا تشھدوھم وہ مریں تو اون کے جنازہ پر نہ جائیں ولا تصلوا علیھم اون کے جنازے کی نماز نہ پڑھو ۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہئے ۔ اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مردہ رافضی منکر بعض ضروریات دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اوس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اوسکے جنازے کی نماز پڑھی ۔ اوس کے لیے استغفار کی ۔ جب تو اوس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سر نو نکاح کرنا چاہیے ۔ فی الحلیۃ نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ۔

مسئلہ ۳۹: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم صاحب ۔ یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ ۔

بے نمازی کی نماز جنازہ چاہیے یا نہیں ۔ اگر چاہیے تو کیا دلیل ۔ جواب بالتفصیل مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایئے ۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ ترک نماز سخت کبیرہ اشد کفران نعمت ہے ۔ مگر کفر وارتداد نہیں ۔ جبکہ انکار فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے ۔ اگر سب چھوڑ دیں گے سب گنہگار رہیں گے ۔ نماز پنجگانہ اوس پر فرض تھی ۔ اوس نے چھوڑی ۔ نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑ دیں

اوس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا، ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔ علمائے کرام نے فرضیت نماز جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کہ لڑائی کو فریقین بطور جاہلیت لڑیں۔ اور اون کے تماشائی اور ڈاکو۔ اور وہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے۔ تو اوسکی نماز جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے فی الدر المختار ھی فرض علی کل مسلم مات خلا بغات وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبة ومکابر فی مصر لیلا وخناق وقاتل احد ابویه اھ ملخصا وفی رد المحتار فی شرح درر البحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم اھل البغی وکذا الواقفون الناظرون لہما ان اصابھم حجر اوغیرہ وماتوا فی تلك الحالة ولو ماتوا بعد تفرقھم یصلی علیھم اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴: از شہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی ستری۔ مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل۔ ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کے مرتبہ پڑھی گئی اور اوّل کس شخص نے پڑھائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وبارک وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ؐ یا م یا ص یا صلسلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا۔ یونہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جنازۂ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر آتے اور صلاۃ وسلام عرض کرتے۔ بعض احادیث بھی اسکی موید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز۔ اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی کما فی شرح الموطا للزرقانی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکین فتن وانتظام اُمت میں مشغول، جبتک اون کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے۔ جب بیعت ہولی۔ ولی شرعی صدیق ہوئے اونھوں نے جنازۂ مقدس پر نماز پڑھی۔ پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلاۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیل جلیل فقیر کے رسالۂ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویة الامور وتسکین الفتنة فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفة فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل علیہ بعدہ علیہ۔ بزار وحاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا حتی فان اوّل من یصلی علیّ جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنودہ من الملئکة باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما ۔ جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ آدم پور گھوڑ مرا۔ مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود۔ درحق صلٰوۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش وبرادران وعمام او مگر پدروغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند۔ بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر عم او حافظ عبدالحمید امام الحی موجود ست۔ پس ولایت نماز در صورت مذکورہ از ینہاں کراست مخفی مباد کہ از دو سال علمائے سلہٹ درین مسئلہ باہم اختلاف نہاد دارند، امید کہ رفع شک فرمایند بینوا توجروا۔

الجواب

در ولایت نماز جنازہ شوہر از ہمہ اقارب مؤخرست ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت وقرابت اقرب فالاقرب را رسد اگر ازینہاں ہیچکس نباشد آنگاہ شوہر مقدم بود۔ وجہل آناں مانع حق آنان نیست۔ ایشاں را رواست کہ ہر کرا خواہند بامامت امر کنند۔ مامور ایشاں ہمچو ایشاں مقدم بر زوج بود کہ متاخر ماگرچہ خود عصبہ باشد با مامور متقدم حق منازعت نیست گو اجنبی باشد وآں کہ امام الحی را استحباباً تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل و نظر بزنان خاص در جنازہ مردان ست۔ زناں را با مسجد وامام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعاً اجازتش دادہ پس در صورت مستفسرہ ولایت نماز پدر خدیجہ را بود آرے اگر خدیجہ از مولوی عبدالحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حق تقدم مر اورا بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است وآں پسر را شرعاً فرمودی کہ پدر خود مولوی عبدالحکیم را تقدیم دہ وبپاس ادب پیش او پامنہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم را تقدم بودے فی الدر المختار (یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان ان حضر (او نائبہ وھو امیر المصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولٰی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران (ولہ) ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیھا) لانہ حقہ فیملک ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناک من یساویہ فلہ) ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اھ باختصار وفی رد المحتار قولہ (ثم امام الحی) وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلٰوۃ خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ قال فی شرح المنیۃ فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لایستحب تقدیمہ اھ قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والا فلا تامل اھ ما فی رد المحتار ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما نصہ **اقول** سیاتی بعد اسطر ان الحق انما ھو للولی وانما یستحب تقدیم امام الحی لاجل التعلیل المذکور فاذا فاتت العلۃ فلیفت المعلول ولا دخل فی ذلک لکون عدم رضاہ بوجہ صحیح فلیتامل ثم قال فی رد المحتار واما امام مصلی الجنازۃ الذی شرطہ الواقف وجعل لہ معلوما من وقفہ فھل یقدم علی الولی کامام الحی ام لا للقطع بان علۃ الرضا بالصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ خاصۃ بامام المحلۃ واستظھر المقدسی انہ کالاجنبی مطلقا لانہ انما یجعل للغرباء ومن لاولی لہ **اقول** وھذا اولی لما یاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا والفرق بینہ وبین الامام الراتب ظاھر لانہ لم یردہ للصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ بخلاف الراتب قال فی شرح المنیۃ الاصل ان الحق فی الصلٰوۃ للولی ولذا قدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف وروایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذا حکم یتعلق بالولایۃ کالانکاح

لان الاستحسان وهو ظاهر الروایة تقدیم السلطان ونحوه لما مر من الوجه قوله (بترتیب عصوبة الانکاح) فلا ولایة للنساء ولا للزوج الا انه احق من الاجنبی قلت والظاهر ان ذوی الارحام داخلون فی الولایة والتقیید بالعصبة لاخراج النساء فقط فهم اولی من الاجنبی وهو ظاهر ویؤیده تعبیر الهدایة بولایة النکاح قوله (فیقدم علی الابن اتفاقا) هو الاصح وقیل هذا قول محمد وعندهما الابن اولی قال فی الفتح انما قدمنا الاسن بحدیث القسامة لیتکلم اکبرهما وهذا یفید ان الحق للابن عندهما الا ان السنة ان یقدم اباه ویدل علیه قولهم سائر القرابات اولی من الزوج ان لم یکن له منها ابن فان کان فالزوج اولی منهم لان الحق للابن وهو یقدم اباه ولا یبعد ان یقال ان تقدیمه علی نفسه واجب بالسنة اھ وفی البدائع والابن فی حکم الولایة ان یقدم غیره لان الولایة له وانما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیه فلم تسقط ولایته بالتقدیم قوله (الا ان یکون الخ) قال فی البحر لو کان الاب جاهلا والابن عالما ینبغی ان یقدم الابن الا ان یقال ان صفة العلم لا توجب التقدیم فی صلاة الجنازة لعدم احتیاجها له واعترضه فی النهر بما مر من ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذا کان افضل قال نعم علل القدوری کراهة تقدم الابن علی ابیه بان فیه استخفافا به وهذا یقتضی وجوب تقدیمه مطلقا اھ قلت وهذا مؤید لما مر عن الفتح اھ ما فی رد المحتار ملخصا ملتقطا وفی الخانیة ثم الهندیة من الصلاة رجل بنی مسجدا وجعله لله تعالٰی فهو احق الناس بمرمته وعمارته والاذان والاقامة والامامة ان کان اهلا لذلک فان لم یکن فالرای فی ذلک الیه اھ۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلہ کالوپور خشکلا کی پول۔

جامع علوم مولٰنا مولوی احمد رضا خانصاحب۔ بعد از سلام نیاز اینکہ یہاں میرے اور ایک شخص کے تقریر ہوئی کہ مقولہ میرا یہ ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ اگر پڑھی گئی ہے تو پیش امام کون تھا۔ بنظر عنایت جواب باصواب مع حوالہ کتب معتبرہ ارقام فرمادیں کہ یہاں کے علماؤں سے تشفی نہیں ہوئی۔

الجواب

فی الواقع کتب سیر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہ ہوئی کہ اس وقت تک یہ نماز ہوئی ہی نہ تھی۔ اسکے بعد اسکا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقة الطاهرة خدیجة رضی الله تعالٰی عنها ودفنت بالحجون ونزل صلی الله تعالٰی علیه وسلم حفرتها ولم یکن یومئذ الصلاة علی الجنازة واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از شن برج وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب۔ مرسلہ محمد خلیل اللہ صاحب پنشنر رسالدار ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثنا عشری مذہب رکھتا ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ بلافصل وغیرہ اعتقادات مذہب شیعہ کا معتقد ہے، فوت ہوا ہے۔ اوس کا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا اور اُس کو غسل دیا نیز

اس کے ختم میں شامل ہوا شیعہ جماعت نے امام مذکور کے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا امام مذکور حنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیا امام صاحب مذکور کا یہ فعل شرعاً قابل تعزیر ہے۔ اور کیا تعزیر ہونی چاہیے؟

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اوس نے حکم قرآن عظیم کا خلاف کیا۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا۔ تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے۔ اوسکی سزا حاکم اسلام کی رائے پر ہے۔ وہ چاہتا تو کچھ کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کر سکتا تھا۔ کہ اوس نے مذہب کی توہین کی۔ اوس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اوسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا فتاوی حجہ وغیرہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ یہ سب اوس صورت میں ہے کہ اوس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو۔ اور اگر دینی طور پر اوسے کار ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل و نماز جان کر یہ حرکات مردودہ کیں تو وہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اوسکے نکاح سے نکل گئی کہ آجکل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضہ اور بحکم فقہائے کرام تو نفس تبرا کفر ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وغیرہما کتب کثیرہ اور کافر کے لیے دعائے مغفرت ہی کفر ہے نہ کہ نماز جنازہ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴: از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوٹلہ مرسلہ سکین تاج محمد۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد مسلمانوں کا جنازہ آیا۔ نمازیوں کی بہت زیادہ کثرت تھی نماز جنازہ اگر بیرون مسجد پڑھائی جاوے گی تو نہ صفیں سیدھی ہونگی بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے۔ اور دھوپ تکلیف دہ تھی روزہ داروں کو۔ اس صورۃ مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز جنازہ فرش مسجد پر پڑھائی جاوے یا نہیں۔ اور ثواب ہوگا یا نہیں (۲) اوس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں۔ اور اندرون مسجد جنازہ آگیا ہے اور نماز جمعہ بھی ہو چکی ہے۔ مگر وہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کرکے نماز جنازہ پڑھتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نماز جنازہ کو فوت کرے کیا حکم ہے (۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور اتفاقیہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیجاوے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ثواب ہوگا یا نہیں (۴) اگر بعد نماز جمعہ نماز جنازہ پڑھ لی جاوے تو اولے ہے یا سنّت وغیرہ پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا اولے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جنازہ مسجد میں رکھ کر اوس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کرہت تحریما فی مسجد جماعۃ ھی فیہ واختلف فی الخارجۃ والمختار الکراھۃ۔ نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہو جانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اوس کے لیے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے اور مسجد کی بیحرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز وہ ادا ہو جائے گی فرض اوتر جائے گا۔ اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل

کے ہاتھ جیسے کوئی مغصوب زمین میں نماز پنجگانہ پڑھے۔ (۲) اوس نے مذہب پر عمل کیا۔ جو بات مذہب میں منع تھی اوس سے روکا۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جو مسلمان تنگی جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اونھیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا، نماز ہوچکی، اوسکے لیے ثواب لکھ گیا۔ قال اللہ تعالیٰ فقد وقع اجرہ علی اللہ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما لکل امرء ما نوی (۳) نماز ہوجائیگی اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلاوجہ ہے اور ثواب کا جواب اوپر گزرا (۴) سنّت سے فارغ ہوکر نماز جنازہ پڑھیں. نوافل و وظائف قطعاً بعد کو رکھیں، درمختار میں ہے فی البحر قبیل الاذان عن الحاوی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں تغیر ہوجائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ. اشباہ میں ہے اجتمعت جنازۃ وسنۃ قدمت الجنازۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵ : از بلند شہر بالاے کوٹ محلہ قاضی واڑہ۔ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب۔ ۳۰ رمضان ۱۳۲۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اوس کے چاروں طرف فرش ہے اور اوس کی پٹری پر چارپائی رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول راجح تریہ ہے کہ نماز مذکور مکروہ ہے۔ اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرہت تحریما فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصہ الخ اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اسلئے کہ میت بیرون مسجد ہے فلا کراھۃ فی الصلاۃ قال فی الغنیۃ ھو المختار وذکر علیہ العمل. مگر جب کہ فرش مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اوس پٹری تک جنازے کا لیجانا مسجد کے اندر ہی سے ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے یہ سب اوس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو۔ ورنہ اگر مسجد مسجد ہوچکی اوس کے بعد وسط میں یہ حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اوس کا بنانا حرام اور اوس سے وضو کرنا حرام اور نماز جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے وتحقیقہ فی ما علقنا علی رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ "الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب"

مسئلہ ۴۶ : از عسکر بنگلور جامع۔ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالےٰ کہ (۱) حنفی مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لیے ہوں۔ پھر دوبارہ پڑھنا۔ اور (۲) نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور (۳) اگر امام شافعی مذہب ہو تو اوسکے اقتداسے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہوجائیں گے یا نہیں۔ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں۔ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اُمید کہ عبارات عام فہم ہونگی کہ بکار آمد ہو

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لایشفع عندہ الا باذنہ والصلٰوۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

جواب سوال اوّل: مذہب مہذب حنفی میں جب کہ ولی[1] نماز جنازہ پڑھ چکا یا اوس کے اذن سے ایک بار نماز ہوچکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں۔ نہ اون کو جو پڑھ چکے نہ اون کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے جو اس کا خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بفضلہ بروجہ اتم ہوچکی ہے۔ یہاں صرف نصوص و عبارات ائمہ و علمائے حنفیہ نفعنا اللہ تعالٰی بالطافہ الخفیہ ذکر کریں اور از انجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو، ان میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق۔ یہاں کلام بنظر انتظام مرام چند انواع پر خواہان انقسام۔

نوع اوّل۔ نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں (۱) درمختار میں ہے تکرارھا غیر مشروع نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے تکرار الصلٰوۃ علٰی میتۃ واحد غیر مشروع ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے (۳) امام اجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں باب فتاوی الشافعی وحدہ ؛ وما بہ قال وقلنا ضدہ ؛ وجائز فی فعلھا التکرار ؛ وفی القبور[2] یدخل الاوتار ؛ یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوٰی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے لایصلّی علٰی میت الامرۃ واحدۃ کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے (۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں سقوط فرضھا بواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔ بحرالرائق و شامی یعنی ردالمحتار کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں (۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے لاتعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ کسی میت پر دوبارہ نماز نہ ہو ہاں اگر ولی آئے تو حق اوسکا ہے اور دوسرا اسکا حق ساقط نہیں کرسکتا۔

نوع دوم دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں (۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) دُرر شرح غرر (۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامۃ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولھذا لایصلے

[1] المراد بالولی ھھنا ھو الاحق وغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیاتی التفصیل ۱۲ منہ [2] ہر ایک اس عبارت کی تفسیر میں مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کا مجموعہ اور کل خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ [3] لایدخل القبر عندنا لوضع المیت الا الوتر والشفع سواء ۱۲ منہ

علیہ من صلی علیہ مرۃ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوجاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں اس لیے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔ کافی کے الفاظ یہ ہیں حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلٰوۃ الاولی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع لمن صلی علیہ مرۃ۔ میت کا حق پہلے فریق نے ادا کردیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہوگیا اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہوگی اور یہ جائز نہیں، جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں (۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے۔ التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ غیر مشروع نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں (۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں المذہب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلا روا نہیں (۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں لو صلوا الزم التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ وذا غیر جائز پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔ ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔ **نوع سوم**۔ یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے۔ یا نجس جگہ کھڑے تھے۔ یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے۔ غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی۔ اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی، امام میں تھی، تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی (۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع، امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبٰی (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے بعضہم یزید علی بعض والنظم للدر ام بلاطہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد۔ امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔ محیط و بحر الرائق کے لفظ یہ ہیں لو کان الامام علی طہارۃ والقوم علی غیرہا لا تعاد لان صلٰوۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلٰوۃ وانہ لایجوز۔ امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارۃ تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دوبارہ ہوگی۔ اور یہ ناجائز ہے۔ شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں وان کان القوم غیر طاہر لا تعاد لان الاعادۃ لاتجوز۔ اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبار جائز نہیں۔ **نوع چہارم**۔ جب ولی خود یا اوس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھاوے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں (۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر للعلامۃ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار وجامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح، للعلامۃ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے واللفظ لمتن العلامۃ ابراہیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلٰوۃ ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔ امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔ یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا لایصلی احد علیہم بعدہ وان صلی وحدہ ولی۔ ولی اکیلا ہی پڑھ چکا۔ جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔ حلیہ کی عبارت یہ ہے قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلٰوۃ علیہ الثانیۃ بغیرہ ہمارے علماء

نے فرمایا جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اُس پر نماز مشروع نہیں (۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفٰی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔ غنیہ کے لفظ یہ ہیں عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ عندنا ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔ (۶۲) مستصفٰی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔ لو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کرسکتا۔ **نوع پنجم** کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میّت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں (۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا۔ وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی یعنی یونہی اگر مسجد محلہ میّت کا امام یا سلطان وغیرہ حکام اسلام نماز جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں (۶۵) نتائج شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ (۶۷) حواشی سیّد حموی میں ہے تخصیص الولی لیس بقید لانہ لو صلی السلطان او غیرہ ممن ھو اولی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو ولی سے اولی ہیں اونکے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں (۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے اذا منعت الاعادۃ بصلاۃ الولی فبصلاۃ من ھو مقدم علی الولی اولی جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کو اس سے بھی مقدم ہیں۔ ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجہ اولی (۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلاۃ الولی والا حق ولی وغیرہ جو اس نماز میں صاحبِ حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔ حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری **نوع ششم** ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا (۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحرالرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبدالعلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامۃ عبدالرحمن الرومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا (۸۰) فتح القدیر میں ہے ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ التکرار اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایکبار پڑھ چکا اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں (۸۱) شامی علی الدرر میں ہے لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق اسلیے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔ **نوع ہفتم** جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریک نماز نہ ہوا۔ یا کوئی اجنبی بے اذن ولی خود ہی پڑھ گیا۔ مگر ولی شریک نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا (۸۲) جوہرہ میں ہے ان اذن الولی لغیرہ فصلی لاتجوز لہ الاعادۃ اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جا[ئز نہیں] (۸۳) بحر میں ہے اذن لغیرہ بالصلاۃ لاحق لہ فی الاعادۃ ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اُسے اعادہ کا حق نہیں (۸۴) [فتاو]ی امام قاضی خاں (۸۵) فتاوی ظہیریہ (۸۶) فتاوے ولوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوی عتابیہ (۹۰) فتاوی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شرح ہدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر

(٩٥) شلبی علی زیلعی الکنز (٩٦) حلیہ (٩٧) برجندی (٩٨) بحر (٩٩) رحمانیہ (١٠٠) شرح علائی (١٠١) ہندیہ میں ہے واللفظ للعنایۃ عن الولوالجیۃ وللشلبی عن النہایۃ عن ابی اللیث والظہیریۃ والتجنیس وللبرجندی عن العمدۃ وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ (ت) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔ **نوع ہشتم**۔ یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں (١٠٢ تا ١١٩) ١٨ سے ١٠١ تک تمام کتب مذکورہ (١٢٠) فتح القدیر (١٢١) فتح المعین میں ہے اما من ذکرنا تقدیمہم اتفاقا فالفاظ متفقۃ والباقون بمعان متقاربۃ وھذا لفظ الخانیۃ ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر او امام حیہ لیس للولی ان یعید فی ظاہر الروایۃ زاد الذین سقناہ لفظہم لانہم اولی بالصلاۃ منہ اگر امیر المومنین یا سلطان اسلام یا قاضی یا والی شہر یا امام مسجد محلہ میت کی نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں (١٢٢) غنیہ (١٢٣) حلیہ (١٢٤) بحر (١٢٥) طحطاوی علی مراقی الفلاح کے باب تیمم میں ہے لو صلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لایکون لہ حق بالاعادۃ سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حق اعادہ نہیں۔ کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور اُن کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر غنیہ شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے (١٢٦) درایہ شرح ہدایہ (١٢٧) شلبیہ علی الکنز میں ہے ولو صلی امام المسجد الجامع لایعاد مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں (١٢٨) مجمع البحار (١٢٩) شرح مجمع (١٣٠) بحر (١٣١) ردالمحتار میں ہے امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی امام محلہ بھی اس امر میں مثل سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔ **تنبیہ** امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط حاشیہ شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور درمختار میں مجتبٰی و شرح المجمع للمصنف سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا وہو حسن۔ یہ کلام عمدہ ہے اسی طرح بحر الرائق میں فرمایا (١٣٢) خانیہ (١٣٣) وجیز کردری (١٣٤) عالمگیریہ (١٣٥) خزانۃ المفتین میں ہے واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اہلہ ثم حملہ اہلہ الی منزلہ ان کانت الصلاۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لاتعاد غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب اسے اس کے وطن لے آئے۔ اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔ **نوع نہم**۔ اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے۔ اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انہیں اختیار اعادہ ہے۔ وہو محمل مافی الدر عن المجتبٰی وفی النہایۃ والجوہرۃ ثم الہندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النہایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدر عن المجتبٰی وغیرہا اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیار اعادہ نہیں۔ معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہرا من حیث الدلیل اقوٰی ہے کہ حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ اور تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں (١٣٦) غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے ھذا علی سبیل العموم حتی لاتجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ یعنی ولی

کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ بعد سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں (۱۳۷) صغیری میں ہے ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ۔ ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی (۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اسکا غیر (۱۳۹) و (۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلاۃ الولی وبہ جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفادیہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر سراجی واتقانی ونافع نے جزم فرمایا (۱۴۱) مستصفی للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان او غیرہ۔ اصل حق ولی کا ہے۔ ولہذا ماتن یعنی صاحب الکنز النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں۔ سلطان ہو یا کوئی۔ (۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھذا قول الہدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع[۱] لیس للسلطان الاعادۃ ثم ایدہ بروایۃ المنافع اھ ملخصا کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں۔ سراج ومستصفی میں منع فرمایا۔ اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے۔ کسی میں سلطان بھی آگیا۔ اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اسکی تائید فرمائی۔ (۱۴۵) بحرالرائق میں ہے صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ ولی پڑھ چکا، پھر سلطان وغیرہ وہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ کا اختیار نہیں وبھذا حاول البحر التوفیق فحمل ما فی النھایۃ والعنایۃ علی ما اذا تقدم الولی بحضرۃ السلطان من دون اذنہ وما فی السراج والمستصفی علی ما اذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعہ فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علی ان لا حق للسلطان فمن دونہ قبل الولی الا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا **اقول** کیفما کان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضر وتقدم الولی بلا اذنہ قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی او من بینھما حاضر ولم یتابعہ الخ وکذلک قید فی النافع بقولہ ان حضر وقال فی شرح المستصفی انما قدم السلطان بعارض ولھذا قال ان حضر اھ وفی المجتبی صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعدہ ھذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان اھ ومثلہ فی الفتح وفی الدر لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان اھ وفی المعراج

---

[۱] المنافع ھذا ھو المستصفی للامام الاجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشھیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وکذا قال رحمہ اللہ تعالٰی فی آخر کتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ لما فرغت من جمع المنافع وامالیہ وھو المستصفی سألنی بعض اخوانی ان اجمع المنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق فتممتہ وسمیتہ المصفی فظھر ان المستصفی والنافع شیئ واحد وھو شرح النافع والمصفی غیرہ وھو شرح المنظومۃ مختصر من المستصفی ولا اختصارہ ولا المستصفی شرح المنظومۃ وقد وقع ھھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب انہ استدل علی ما ادعاہ من ان المستصفی شرح المنظومۃ وان المصفی اختصارہ بما مر من کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی آخر المصفی مع انہ شاھد با علی ندائہ علی نقیض ما ادعاہ ثم اعاد ذکر المستصفی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قبلہ انہ للمصفی ونعیب بالصواب واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

والحاوی عن المجتبی للسلطان الاعادۃ اذا صلی الولی بحضرتہ اھ وفی منح علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیہ فلہ
ذلک جوہرۃ یعنی اذا کان حاضراوقت الصلاۃ ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتہم ان لاحق للسلطان عند عدم حضورہ
نعم اھ فظہر سقوط ما وقع لعبد الحلیم علی الدرر من قولہ ان السلطان اذا لم یجئ فصلی من دونہ فحضر السلطان یعیدہا
ان شاء اھ فلیتنبہ وباللہ التوفیق۔ **نوع دہم** حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو
نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے شریک ہوجائے کہ ہوچکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نماز عید ولہذا سلطان وغیرہ جو
ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دیدی تو اب بھی ولی تیمم کرسکیگا۔
کہ اجازت دیکر اختیار اعادہ نہ رہا یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا۔ اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے
دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو (١٤٦)، کنز (١٤٧) تنویر (١٤٨)، ملتقی (١٤٩)، نورالایضاح (١٥٠) محیط میں ہے صح لخوف فوت الجنازۃ
اندیشہ فوت جنازہ کیلئے تیمم جائز ہے (١٥١) مختصر قدوری (١٥٢) ہدایہ (١٥٣)، وقایہ (١٥٤)، نقایہ (١٥٥)، اصلاح (١٥٦) وافی (١٥٧) غرر (١٥٨)
نیہ میں ہے۔ واللفظ للاصلاح والوقایۃ ہو لمحدث وجنب حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی
اھ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولی مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نماز جنازہ فوت ہوجانے کا خوف کریں ان کو تیمم
جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوف فوت نہیں مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں مایفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی جواز تیمم
کے عذروں سے ہے۔ ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہوسکے جیسے غیر ولی کے لیے نماز جنازہ (١٥٩)، منتقی امام حاکم شہید (١٦٠)، فتاوی غیاثیہ میں ہے
لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظر وہ اجزاہ جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی والی اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر
اولی اُسے تیمم جائز ہے (١٦١)، طحطاوی علی الدر میں ہے یعتبر الخوف بغلبۃ الظن خوف فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (١٦٢) امام اجل
طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلاۃ علی الجنازۃ وفی صلاۃ العیدین لان
ذلک اذا فات لم یقض نماز جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے اسلئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں۔
(١٦٣) ہدایہ (١٦٤) مجمع الانہر میں ہے لانہ لاتقضی فیتحقق العجز اس لیے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (١٦٥) حلیہ (١٦٦)
برجندی (١٦٧)، مراقی الفلاح (١٦٨) فتاوی خیریہ میں ہے انہا تفوت بلاخلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی۔ نماز جنازہ ہوچکے
تو غیر ولی کے لیے اس کا بدل نہیں (١٦٩) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ صلاۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لاتقضیان
فیتحقق العجز نماز جنازہ و عید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کیجاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔ (١٧٠) عنایہ میں ہے کل مایفوت
لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلاۃ الجنازۃ عندنا کذلک لانہا لاتعاد ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے
ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نماز جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی (١٧١)، تبیین (١٧٢)، ادکان میں ہے
صلاۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا نماز جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لیے پانی معدوم ٹھہرا (١٧٣)
ظہیریہ (١٧٤) عالمگیریہ (١٧٥)، سراجیہ (١٧٦)، شرح نورالایضاح (١٧٧)، درمختار (١٧٨)، رحمانیہ میں ہے والنظم للدر ولو جنبا او

حائضا اس کے لیے جنب وحائض کو بھی تیمم روا اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح غرر سے واضح تر گزرا (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان غیرہ مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوف فوت ہوسکتا ہے۔ (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ للھندیۃ یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلاۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ ولی دوسرے کو اذن نماز دیدے جب بھی اسے تیمم روا ہے (کہ اب اسے خوف فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی۔ (کہ اب اسے خوف فوت نہیں) (۱۸۷) فتاوی کبری (۱۸۸) فتاوی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی۔ (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک التیمم اھ قال فی الدر بہ یفتی اھ قال فی المضمرات والجواہر والھندیۃ علیہ الفتوی پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت تیمم سے نماز جنازہ پڑھی۔ اب دوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے۔ اسی پر فتوی ہے (۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانہا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی۔ بلکہ اجازت اسلیے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔ **تنبیہ** ماذکرنا من عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والھندیۃ والکافی والدرر والمجتبی وجامع الرموز وقال الصدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیۃ عن منتقی الشھید وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ **اقول** فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ لشمس الائمۃ وتبعہ عبدالحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر قالوا وفی ظاھر الروایۃ یجوز للولی ایضا لان الانتظار فیھما مکروہ وجوابہ ما نقلنا انفا عن البرھان فما بعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل والفتاوی الصغری وعلیہ مشی فی الظھیریۃ وخزانۃ المفتین وصححہ فی جواھر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبدالحلیم لخواھر زادہ وفی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظھیریۃ **اقول** لکن الذی رأیت فی الغیاثیۃ ما قدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایۃ الحسن ونفتی بھذا اھ فلعلھا العتابیۃ بمھملۃ فتاء قرشت فموحدۃ **اقول** وقد اسمعناک التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والوافی والغرر والھدایۃ وقصر الاجازۃ علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعۃ لنقل المذھب فلا اقل من ان یکون ایضا ظاھر الروایۃ وقد تظافرت علیہ تصحیحات الجلۃ

ولا يذهب عليك ما لهٗ من قوة الدليل فعليه تجب الاعتماد و التعويل وقد اشار فی الحلية الى التوفيق بان عدم الجواز للولى اذا لم يحضر من هو اقدم منه والجواز اذا احضروا واليه يومی كلام الغنية والبحر **اقول** ولقد كان احسن توفيقا لولا ان نص الاصل و الصغرى سواء كان مقتديا او اماما ونص الظهيرية والخزانة لو كان اماما ونص الجواهر مقتديا او اماما او من لحق الصلاة عليه ونص النصاب يجوز التيمم للامام ومن لحق الصلاة فالصواب ابقاء الخلاف وتحقيق ان الحكم هذا التفصيل والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم **نوع یازدہم** (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدير (۲۰۳) غنيه (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی واللفظ للفتح ترك الناس عن آخرهم الصلاة على قبر النبی صلى الله عليه وسلم ولو كان مشروعا لما اعرض الخلق كلهم من العلماء ولا الصالحين والراغبين فی التقرب اليه صلى الله تعالٰى عليه وسلم بانواع الطرق عنه فهذا دليل ظاهر عليه فوجب اعتباره تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑدی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں۔ تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے کی کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغیرہ وامداد سے یوں ہیں ولا يصلى على قبره الشريف الى يوم القيمة لبقائه صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما دفن طريا بل هو حی يرزق ويتنعم بسائر الملاذ والعبادات وكذا سائر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وقد اجمعت الامة على تركها اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی۔ کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقت دفن مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔ اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء حالانکہ تمام اُمت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔ انتہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں یہ پچاسی کتب متون و شروح و فتاوے کی دوسو سات عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالف مذہب حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحات مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔ اوّل تبییض الصحیفہ امام جلال الدین السیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی۔ اور کثرت ازدحام خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔ دوم سیر النبلاء شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی۔ پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کو دمشق میں اوّلاً جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے ثانیاً دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لیے اتباع تھے اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی۔ بلکہ ہجوم خلائق تھا، ہر مذہب و مسلک کے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے۔ اللہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامہ کے مزار پُر انوار کے پاس نماز صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی

رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی کسی نے سبب پوچھا فرمایا ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولٰی علی القاری سبحٰن اللہ مجتہد مستقل تو ادب امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازہ امام کو مخالفتِ امام و ترکِ مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے ثانیاً پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن ابی حنیفہ تھے جب انہوں نے پڑھی پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں ما فرغوا من غسلہ الا وقد اجتمع من اھل بغداد خلق لا یحصیھم الا اللہ تعالٰی کانھم نودی لھم بموتہ وحزر من صلی علیہ فقیل بلغوا خمسین الفا وقیل اکثر واعیدت الصلٰوۃ علیہ ستۃ مرات اٰخرھا ابنہ حماد ادھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے اور ان پر چھ بار نماز ہوئی آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد نے پڑھی۔ رابعاً یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء و عقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لاعموم لھا خاص خاص واقعے محل ہرگونہ احتمال ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمہ مذہب کے رد کرنے کو جس پر جرأت نہ کرے گا۔ مگر نا اہل شدید الجہل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جوابِ سوالِ دوم: مذہبِ مہذب حنفی میں جنازۂ غائب بھی محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اسکے عدمِ جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عباراتِ مسئلہ اولٰی بھی اس سے متعلق کہ غالباً نمازِ غائب کو تکرارِ صلٰوۃِ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی اور دوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچیگی ولہذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اسکی فرع ٹھہرایا۔ اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوصِ خاصہ لیجیے۔ اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلہ عبارات بھی وہی رکھئے (۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحرالرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے وشرط صحتھا اسلام المیت وطھارتہ ووضعہ امام المصلی فلھذا القید لاتجوز علی غائب صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو طاہر ہو جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ حلیہ کے لفظ یہ ہیں شرط صحتھا کونہ موضوعا امام المصلی ومن ھنا قالوا لاتجوز الصلٰوۃ علی غائب مطلقاً نمازِ جنازہ کی شرطِ صحت سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے رکھا ہونا اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں (۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے شرطھا وضعہ امام المصلی جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط نمازِ جنازہ ہے (۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہرالفائق (۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی (۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابوالسعود (۲۲۱) درمختار میں ہے شرطھا حضورہ فلا تصح علی غائب جنازہ کا حاضر ہونا شرط نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں (۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے شرائطھا اسلام المیت وحضورہ

صحت نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میّت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔ (۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے لا یصلی علی عضو ولا علی غائب میّت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو اُس پر نماز جائز نہیں۔ نہ کسی غائب پر نماز جائز ہے۔ (۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے محل الخلاف الغائب عن البلد اذ لوکان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میّت دوسرے شہر میں ہو۔ اور اگر اسی شہر میں ہو تو نمازِ غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں (۲۲۶) فتاویٰ خلاصہ میں ہے لا یصلی علی میّت غائب عندنا ہمارے نزدیک کسی میّت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (۲۲۷) متن وافی میں ہے من استھل صلی علیہ والا لا کغائب جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اُسکی حیات معلوم ہو پھر مرجائے اس پر نماز پڑھی جاوے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں (۲۲۸) کافی میں ہے لا یصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تعاد ام لا کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بنا پر کہ نمازِ جنازہ اُن کے نزدیک دوبارہ ہو سکتی ہے، ہمارے نزدیک نہیں (۲۲۹) فتاویٰ شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے ان اباحنیفۃ لایقول بجواز الصلاۃ علی الغائب ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے (۲۳۰) منظومہ امام مفتی الثقلین میں ہے باب فتاوی الشافعی وحدہ ؎ وما بہ قال قلنا ضدہ ؎ وھی علی الغائب والعضو تصح ؎ وذاک فی حق الشھید قد طرح ؎ صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی، یہ ۹۴ کتابوں کی ۲۴۰ عبارتیں ہیں۔ وللہ الحمد مسئلہ اولیٰ پر بحث دلائل النھی الحاجز میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ کافی ہو چکی یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع مطہر کیلئے ہے اور اُس پر زیادت ناروا اقول ای ما کان بدون اذنہ الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذ المستند ولو الی سکوتہ مستند الیہ لا زائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولا مقدور کما نص علیہ الجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فافھم ان کنت تفھم حضور پرنور سیّد یوم النشور بالمومنین رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا، اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو رواہ ابن ماجۃ عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے لا تفعلوا لایموتن فیکم میّت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میّت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو۔ کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الخ اور فرماتے ان ھذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انہیں روشن فرما دیتا ہوں صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ وعلٰی آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ

ولفظہ واخفالہ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت والانہ تھے۔ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی۔ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وخود موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی وواقعہ معویہ لیثی وواقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ان میں اوّل ودوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلاۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہٖ تعالٰی ابھی آتی ہے۔ اگر فرض ہی کرلیجیے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا۔ نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریص علیکم انکی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایاں ہے۔ ان حالات واشارات کے ملاحظے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بناء پر عام احتراز ہے اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں، محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نابکار پر لعنت فرماتے رہے۔ مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔ ع آخر ایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست۔ اہل انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا اگر ہم ان وقائع ثلثہ کا بھی باذنہٖ تعالٰی التصفیہ کریں۔ واقعہ اولٰی جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلّی میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں۔ رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ وللشیخین عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث رضی اللہ تعالٰی عنہما اور صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبیریں کہیں۔ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔ صحیح ابوعوانہ میں انھیں سے ہے فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔ اقول ھذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحہا وکذالک فی عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب ووقع فی نصب الرایۃ فی روایۃ ابن حبان وھم لایظنون ان جنازتہ

بین یدیہ باسقاط الاٰ فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدۃ المعتدبھا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کشف لہ اھ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھو کما تری کلام نفیس لکن لاحاجۃ الیہ بعد ثبوت الاٰ فی الکتابین الصحیحین فانہ اظھر وازھر وللہ الحمد وبالجملۃ اندفع بہ ماقال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل بینۃ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال۔ یہ دونوں روایت صحیح ہا مسند قوی ہیں اس حدیث مرسل اُصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا کشف للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ وصلی علیہ نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور اُس پر نماز پڑھی ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا **اقول** ای لما تقرر من کفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالظاھر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الی ذلک ابو حامد الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی وارجعتھم شافعیۃ[1] وھذا مانص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلاۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ **اقول** علی ان فی حدیث عمران نحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا کما قدمنا اما حدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ عنہ فصففنا خلفہ صفین ومانری شیئا رواہ الطبرانی (وھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترا بقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان لیس عندہ ومانری شیئا وھو المقصود) ففیہ حمران بن اعین رافضی ضعیف علی ان کلا حکی عن حالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لماعدا الصف الاول۔ ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا۔ وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کیلئے یہ باب وضع کیا الصلاۃ علی مسلم یلیہ اھل شرک فی بلد اٰخر قال الحافظ فی الفتح ھذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احد اھ قال الزرقانی وھو مشترک الالزام فلم یرو فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابو داؤد ومحلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ **اقول** ای فقد کفانا المؤنۃ بقولہ ھذا محتمل ثم **اقول** قد یروی لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی ثم رأیتہ[2] فی مسند ابی داؤد الطیالسی قال حدثنا المثنی بن سعید عن قتادۃ

---

[1] قلدھم فیہ تقلیدا جامدا مجتھد الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عما ردہ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھؤلاء المدعیین الاجتہاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمۃ المجتھدین ۱۲ منہ

[2] ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابن تیمیۃ انہ اختار التفصیل بجواز الصلاۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا لا قال واستدل لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی وایضا فذکر الحدیث **اقول** اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لا یخفی ۱۲ منہ

عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ فھذا یقوی الاستئناس لمکان الغلۃ فی نفوسھا ولھذا اخوذ امام شافعی المذہب ابو سلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا، کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اسکی نماز نہ پڑھی ہو۔ **اقول** اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔ رابعًا بعض کو ان کے اسلام میں شبہہ تھا یہاں تک کہ بعض[1] نے کہا حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس ولہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہم اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعت اسلام تھی۔ **اقول** یعنی بیان بالفعل اقوی ہے ولہذا مصلّے میں تشریف لیگئے کہ جماعت کثیر ہو۔ قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلوۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلوۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھذا اولا یذھب عنک ان الطراز المعلم ھا الاولان۔ **تنبیہ** غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو۔ **اقول** یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اوسکے ادعا پر قسمت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انما یجوز ذلک لمن فی جھۃ القبلۃ قال حجۃ الجمود علی قصۃ النجاشی اھ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز انکی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفۃ ابن اسید رضی اللہ عنہ۔ **واقعہ دوم** معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔ اولًا ائمہ حدیث عقیلی وابن حبان وبیہقی وابو عمر ابن عبد البر وابن الجوزی ونووی وذہبی وابن الہمام وغیرہم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا اسے طبرانی نے معجم اوسط ومسند الشامیین میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیۃ بن الولید عن محمد بن زیاد الالھانی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قلت ومن ھذا الطریق رواہ ابو احمد والحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورۃ الاخلاص وابن عبد البر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء واشار الیہ ابن مندۃ اسکی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا۔ بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے؛ بہ اعلہ المحقق فی الفتح **اقول** لکن سند ابن ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیۃ ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامۃ فذکرہ ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اسکی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے اس حدیث کا چور بتایا۔ یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اس سے چُرا کر بقیہ کے سر باندھی قال الذھبی فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق

---

[1] روایت طبرانی میں ہے کہ اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ

ھذا الحدیث اھ اقول لفظ الحافظ فی الاصابۃ قال ابن حبان فی ترجمۃ العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لہ ھذا الحدیث سرقہ شیخ من اھل الشام فرواہ عن بقیۃ فذکرہ اھ ولیس فیہ یقال وقد نقل عنہ ھکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحا او غیرہ فانہ لم یکن نوحا فی الضعفاء فاقول ظاھر ان نوحا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیۃ والا شاد للشک وحتی یثبت شامی اخر یرویہ عنہ لاجرم ان جزم الذھبی بانہ عنی بہ نوحا۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے۔ ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے قلت ومن ھذا الوجہ اخرجہ الطبرانی وابن الضریس وسمویہ فی فوائدہ وابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اسکی یہ حدیث منکر۔ دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ قلت ومن ھذا الطریق اخرجہ ابن ابی الدنیا ومن طریقہ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ والعقیلی وابن سنجر فی مسندہ وابن الاعرابی وابن عبد البر وحاجب الطوسی فی فوائدہ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا۔ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی ذکرہ فی المیزان ابوالولید طیالسی نے کہا علاء کذاب تھا۔ عقیلی نے کہا العلاء بن یزید ثقفی لایتابعہ احد علی ھذا الحدیث الامن ھو مثلہ او دونہ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر ذکرہ فی العلل المتناھیۃ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں قالہ فی الاستیعاب ونقلہ فی الاصابۃ یونہیں ابن حبان نے کہا کہ مجھے اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں اثرہ فی المیزان۔ ثانیًا فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح یا بفرض غلط لذاتہٖ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے

ل؎ تنبیہ لم یرد الحدیث عن اصحابی غیر انس و ابی امامۃ اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والھند من قولہ بعد ذکر قصۃ النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب ھو معویۃ بن معویۃ المزنی ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر اما استشھدا بموتۃ علی ما فی مغازی الواقدی فضعیف وصوابہ ابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الامام ھذا برھۃ الحلبی فی الحلیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا اصلی علی زید وجعفر کذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس وابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲

ل؎ وابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے اولًا استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معویہ بن معویہ لیثی پر نماز پڑھی پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بھی معاویہ مزنی میں روایت کیا انہیں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین صحابی ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے مزنی کہا کسی نے لیثی کسی نے معویہ بن معویہ کسی نے معویہ بن مقرن ابوعمر نے معویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معویہ بن معویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معویہ بن معویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کیلئے یہ روایت نہیں بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا معویہ بن معویۃ المزنی ویقال اللیثی ویقال معویہ بن مقرن المزنی قال ابوعمر وھو اولی بالصواب لا یعنی معویہ بن معویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معویہ بن مقرن مزنی ابوعمر نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کرا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ

خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ معٰویہ بن معٰویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔ اتحب ان اطوی لک الارض فتصلی علیہ قال نعم فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ وخلفہ صفان من الملٰئکۃ کل صف سبعون الف ملک کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کیلئے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا ہاں جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔ ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے۔ وضع جناحہ الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحہ الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکۃ والمدینۃ فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجبریل والملٰئکۃ جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُن پر نماز پڑھی۔ حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں۔ جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ فضرب بجناحہ الارض فلم تبق شجرۃ ولا اکمۃ الا تضعضعت ورفع لہ سریرہ حتی نظر الیہ فصلی علیہ پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا۔ اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا۔ یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہوگیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں ھل لک ان تصلی علیہ فاقبض لک الارض قال نعم فصلی علیہ جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔ **اقول** بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی۔ جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں۔ تاکہ حضور نماز پڑھیں فافہم۔ **واقعہ سوم** واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ مابینہ وبین الشام فھو ینظر الی معرکتھم فقال صلی اللہ علیہ وسلم اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعالہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعالہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء۔ جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اُٹھا دیے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انھیں اپنی صلاۃ و دعا سے مشرف فرمایا۔ اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو۔ بیشک وہ دوڑتا ہوا جنّت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے ان کو اپنی صلاۃ و دعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنّت میں داخل ہوا۔ اور اس میں جہاں چاہے اپنے پَروں سے اُڑتا پھرتا ہے۔ اوّلاً یہ دونوں طریقے مرسل ہے۔

اقول عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ ابن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پرپوتے۔ ثانیاً خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں! یہاں تک کہ ذہبی نے

ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا **اقول** وزدت ھذا متابعۃ للاوّل وکلاھما الزام فالمرسل نقبلہ والواقدی نوثقہ
ثالثًا **اقول** عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے کما فی المیزان تو مرسل نامعتضد ہے۔ رابعًا
خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھا دیے گئے تھے، معرکہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا **اقول** لکن موتۃ بالشام
علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلھا بزمان[1] فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونھا امام
المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج لصلوۃ الغیب وقد تم واذا ثبت فیھا قولنا ثبت ذلک الشرط لنا لان
الرؤیۃ مع الاستدبار لا تمکننا۔ خامسًا **اقول** کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا لہ عطف تفسیری نہیں
بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ
کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رو بحاضرین و پشت بہ قبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لیجانے کا کہیں
ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایت نجاشی اسمیں نماز صحابہ بھی نہیں نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کے لیے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا
وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی۔ ہاں درود کی
ان دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام
کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا۔ کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا دھو
فی اٰخر ھذین المرسلین رواہ البیہقی عن طریق الواقدی بسندہ الی الباشار فی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ
مرفوعا واثبت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السیف اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں، نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے۔
تو باجماع فریقین یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونا لازم جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلاۃ علی قبور
شہدائے احد میں فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز بالاکہ وہاں تو صلّی علی اھل احد صلاتہ علی المیت
یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد مثل شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلاۃ بمعنے نماز
حقیقت شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔ **اقول** اولاً۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے
یہ معنی خود نماز جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود نہ قرأت نہ قعود الثالث عندنا والبواقی اجماعا ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نماز
جنازہ صلاۃ مطلقا نہیں اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق وصلاۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ لاجرم امام
محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلاۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے سماھا صلاۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ عمدۃ القاری میں
ہے لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز۔ ثانیًا صلاۃ کے ساتھ جب علی فلاں مذکور ہو
ہرگز اوس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ نہ ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللھم

---

[1] لان تحویلھا فی السنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ

صلی وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ کما یحب ویرضٰی، وقال وصل علیھم ان صلٰوتک سکن لھم، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم صل علٰی آل ابی اوفٰی کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی تو ابی اوفٰی پر نماز پڑھ یا ان کا جنازہ پڑھ کیا صلٰوۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔ تنبیہ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ مذہب معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے: والآن در حرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبرے رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلاد اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند۔ بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند از قاضی علی بن جاراللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز۔ گفت دعائے است کہ میکنند فلا باس بہ۔ تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ واجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہئے تھی (۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کیلئے مرتبہ اجتہاد کی شہادت دیتے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے ہیں (لو کان الی شیئ لقلت کذا) مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یوں کہتا (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین وکتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہا) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں، مسموع نہ ہوگی۔ اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے قد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالف المنقول علامہ قاسم نے فرمایا ہمارے اُستاذ امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں، اسی طرح جنایات الحج میں ہے۔ نکاح الرقیق میں علامہ نورالدین علی مقدسی سے ہے الکمال بلغ رتبۃ الاجتہاد وان کان البحث لایقضی علی المذھب امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔ پھر جسے ادنٰی لیاقت اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات: طحطاوی باب العدت میں ہے النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ، نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ (۲) تصریح ہے کہ خلافِ مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ ہم نے العطایا النبویہ میں اسکی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلٰوۃ الخوف میں ہے لایعمل بہ لانہ قول البعض اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے تو جو ایک کا بھی قول نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہوسکتا ہے (۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتا میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔ جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل تو جو متون وشروح وفتاوٰی سب کے خلاف ہے۔ اُس پر عمل کیونکر محتمل۔ (۴) پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو نمازِ جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں۔ دعا میں طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان، استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام بحیل القرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں۔ اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں۔ کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے، بے استنجا، بے وضو بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے، اور باقی کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلاف قبلہ کو منہ کیے ہوں، وہ پتلونوں میں کہے الٰہی اس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں۔ دعائے ست

کرمی کنند فلا باس بہ۔ اجماع ائمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے۔ مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پھر اسکی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ عالم کی لغزش سے بچو اور اوس کے رجوع کا انتظار رکھو رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں۔ عالم سے لغزش ہوتی ہے وہ تو اس سے رجوع کرلیتا ہے۔ اور اسکی خبر شہروں شہروں پہنچکر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی فیض القدیر۔ مدار انصاف۔ ذرا یوں فرض کر دیکھیے کہ کتب مذہب میں جواز نماز غائب وتکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں۔ اور ایک قاضی ممدوح نہیں۔ اُن جیسے دوسو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتب مذہب کے مقابل ان دوسو کے نزلاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے۔ اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتب مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارھویں صدی کے دوسو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتب مذہب کو حق جانیں اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذہب کا اجماع تمام کتب مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے۔ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔ مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرض استناد۔ نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یوں بتایا ہے ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ ومالک رحمہم اللہ تعالٰی آنست کہ جائز نیست۔ پھر اس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیے ہیں۔ نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کرکے اسپر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُرنور غوثیت مآب۔ مبادا غلامان حضور اس سے حنفیہ کیلیے جواز خیال کرلیں۔ لہذا معًا اوس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد حنبل جائز است۔ اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک ودفع وہم نہ فرماتے۔ بلکہ اسے اسکا مؤید ٹھہراتے۔ کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال سوم۔ اولًا جبکہ آفتاب کیطرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب وتکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے۔ اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیرالمومنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ثانیًا۔ یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب بادر ہوا ہے۔ بھائیو وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اسکی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اسکی اطاعت تم پر کیوں ہو۔ اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ وناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اسکی اقتدا ہی کب روا ہے یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح وشنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے اُس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا بضرورت شعری کہا با شعر گفتن چہ ضرور تا لشاجائز یا فرض وواجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکورہ بحرالرائق وغیرہ اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے شافعی وغیرہ

کی اقتدا کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو اُمور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں، ان میں اسکی پیروی نہ کرے اگرچہ اسکے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے انما یتبعہ فی المشروع دون غیرہ۔ تنویر میں ہے یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا۔ بحر میں ہے لو کبّر خمسا فی الجنازۃ لایتابعہ فی الخامسۃ۔ جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز ونا مشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہیے تو آجکل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔ واللہ المستعان علی اہل الطغیان وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴۷): از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب رضوی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں جب ایک امام اور پانچ مقتدی ہوں تو بنظر حصول نعمت بشارت مغفرت تین صفوف اس طرح کرلیا دیں کہ صف اوّل ودوم میں دو دو نفر اور صف سوم میں ایک نفر ہو۔ کیونکہ عبارات کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں ایک شخص کی صف کراہت سے مستثنٰی ہے جیسا کہ صاحب رد المحتار بحوالہ کتاب محیط تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی المحیط ویستحب ان یصف ثلثۃ صفوف حتی لوکانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلثۃ ثم اثنان ثم واحد فلوکان الصف الاول افضل فی الجنازۃ لکان الافضل جعلھم صفا واحدا ولکرہ قیام الواحد وحدہ کما کرہ۔ اسی طرح عالمگیریہ میں ہے بحوالہ کتاب تاتارخانیہ اور قنیہ میں بحوالہ کتاب جامع التفاریق للبقالی وعینی الہدایہ میں اور رسالہ تجہیز وتکفین میں یہی ترتیب درج ہے اس اتفاق عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طریقہ پسندیدہ فقہائے کرام یہی ترتیب مذکورہ ہے۔ فقط۔

جواب: جس حدیث میں یہ بشارت ہے اوس میں تین صفوف مروی ہیں۔ پس جہانتک ہر ایک صف میں کم از کم تین آدمی ہوسکیں ایسا کرنا عمدہ ہے۔ کیونکہ ایک شخص کو صف نہیں کہتے ہیں، ورنہ پھر تین مقتدی ہوں تو تین صف کرنی چاہیے۔ حالانکہ یہ شاید کسی فقیہ وعالم کو پسندیدہ نہ ہو۔ اوس حدیث کی شرح میں مرقاۃ ملا علی قاری میں یہ عبارت منقول ہے۔ وفی جعلہ صفوفا اشارۃ الی کراھۃ الانفراد اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اکیلا نہ ہو تو یہ اشارہ ہے۔ محیط کی روایت الانفراد کے غیر صحیح ہونے پر۔ بہرحال پانچ مقتدیوں میں اس تکلف کی حاجت نہیں ہے۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ کراہت سے بچنا استحباب کے حاصل کرنے سے مقدم ہے اور روایات نہی عن الانفراد سے استثنائے صلٰوۃ جنازہ موجہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے واقل الصف ان یکون اثنین علی الاصح۔ پس کراہت انفراد اس عبارت سے خوب ظاہر ہوگئی۔ یہ تفریع تفریعات مشائخ سے معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ ثلٰثہ سے منقول نہیں۔ حضرت مولٰنا محمود حسن صاحب نے اس میں یہ فرمایا کہ ایک شخص کی صف نہیں ورنہ تین کی تین صف کرنی چاہیئے۔ وھو بعید۔ کتبہ عزیز الرحمٰن۔

اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین گزارش ذیل میں کہ کتب فقہ سے دو امر بالبداہۃ ماخوذ ہوتے ہیں، صلٰوۃ جنازہ میں

شخص واحد کی صف کا کراہت سے مستثنی ہونا۔ نیز شخص واحد کو علی الاصح بہ تبعیت دیگر صفوف صف سے تعبیر کیا جانا۔ اولی ہونا زیادتی صف اول کا بمقابلہ صف دوم اور صف دوم بمقابلہ صف سوم کی۔ حتی کہ واسطے زیادتی صف اول کے سات نمازی ہونے کی حالت میں صف اولی میں تین اشخاص کا کھڑا کیا جانا اور صف سوم میں صرف ایک شخص کا رہنا پسند کیا گیا۔ حالانکہ ممکن تھا کہ ہر صف میں دو دو نفر کھڑے کیے جاتے۔ یہ پتا کسی کتاب سے نہیں چلتا ہے کہ فقہائے کرام نے اس ترتیب پسندیدہ خود کا استخراج کس حدیث یا کس نص سے کیا ہے اور حضرت ملّا علی قاری نے کس بنا پر انکی مخالفت پسند کی کہ شخص واحد کے صف کے وجود ہی سے انکار فرمادیا۔ جس سے ترتیب پسندیدہ فقہاء کرام بالکلیہ غلط و عبث ہوئی جاتی ہے پس ہدایت خواہ ہوں کہ اس اختلاف ترتیب صفوف ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تحقیق و تنقیح موافق ملت احناف رحمہم اللہ ہو بحوالہ کتب بخوبی صراحت سے تحریر فرماکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔ نیز یہ بھی ہدایت فرمائی جائے کہ بحالت موجودگی چھ نمازیوں کے اس طرح پر ترتیب صفوف ثلاثہ کی بہتر ہوگی کہ ایک امام اور پس امام دو صفوں میں دو دو نفر اور صف سوم میں شخص واحد کھڑا ہو یا جملہ مقتدیوں کی ایک ہی جماعت کیجاوے کہ صفوف ثلاثہ کی ترتیب کم از کم سات اشخاص کا ہونا سب کتب میں مرقوم ہے۔ اس سے کم کی نسبت کچھ ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ترتیب چھ اشخاص کی بھی ممکن ہے۔

الجواب

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اُستاذ امام اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذ ام المؤمنین صدیقہ و ام المؤمنین ام سلمہ و ابوہریرہ و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحدا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ صرف سات آدمی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی۔ دوسری صف دو کی۔ اور تیسری صف ایک شخص کی۔ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاقموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ وخلفھم اثنان وخلفھما واحد انتھی قلت ویشھد لہ ان عطاء بن ابی رباح ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ (وساق الحدیث قال) ولولا ھذا القلنا بکراھۃ جعل الواحد صفا لامرہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلوۃ المطلقۃ باعادتھا کما تقدم فی موضعہ اللھم الا ان یقال ان ذلک ایضا اذا لم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃ من الصلوۃ وقد وجدت ھھنا مصلحۃ ....

مقصودۃ منھا وھی السعی فی حصول المغفرۃ للمیت کما اخبرہ الشارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غنیہ شرح منیہ میں ہے یستحب ان یصفوا ثلثۃ صفوف حتی لو کانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلثۃ ووراءھم اثنان ثم واحد ذکرہ فی المحیط لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف غفر لہ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم اھ قلت ورواہ احمد وابن ماجۃ وابن سعد فی الطبقات والبیھقی فی السنن وابن مندۃ فی المعرفۃ کلھم عن مالک بن ھبیرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بالفاظ شتی وکلھا فی نظری بحمد اللہ تعالی رحمانیہ میں عتابیہ سے ہے لوکان القوم سبعا قاموا ثلثۃ صفوف یتقدم واحد وثلثۃ بعدہ واثنان بعدہ وواحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی

علیہ ثلثۃ صفوف غفر لہ اھ قلت واف والضمیر فی بعدنا فی اخیرین انجاء الہ الی الصّف . حلیہ و غنیہ و رد المحتار شروح معتمدہ
میں اور جامع التفاریق ومحیط وعتابیہ وتاتارخانیہ وعالمگیریہ فتاوی مستندہ اور کتب مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں . لاجرم امام ابن امیر
الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا . حیث قال بعد ماقدمنا
عنہ ھذا وعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی . صرف مذہب غیر کی
طرف نسبت پر اکتفا نہ کیجاتی . غرض فقہ یہ ہے اور حدیث وہ پھر مخالفت کیا معنی . رہا وہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اوسکے سبب جہال نے
نصوص حدیث و فقہ کو بالائے طاق رکھ دیا **اقول** وباللہ التوفیق . نہ وہ استنباط مقبول ہے نہ اوس پر اعتماد جائز . **اولاً** وہ علی قاری کی
ایک بحث ہے اور منقول کے حضور بحث اصلا قابل التفات نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد الثرنا
نقلہ فی فتاونا اور اوسے مرقاۃ میں منقول بتانا جہل صریح ہے یا افترائے قبیح پھر جزئیہ منصوصہ کتب مذہب کو قول قاری سے غیر صحیح کر دینا سخت جرأت
مردود ہے . فتاوائے معتمدہ اکثر منصوصات ائمہ کو مطلق و مرسل بلاعزو لکھتے ہیں کما لایخفی علی خادم الفقہ بلکہ قدمائے اہل فتاوے غالب
اقوال مشائخ کو معزو لکھتے ہیں اور نصوص مذہب کو بلاعزو لکھتے ہیں . اور نصوص مذہب کو بلاعزو خصوصاً جبکہ ائمہ مذہب سے اون میں خلاف نہ منقول ہو
شرنبلالی علی درر الحکام میں ہے صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ لاحد فاقتضی کونہ المذہب اور بالفرض ارشاد ائمہ مجتہدین
فی المسائل یا تخریج مسائل ہی ہو تو علی قاری کو اپنی بحث سے اوسکے رد کا کیا اختیار ہے کیا وہ اون میں نہیں جن کو فرمایا گیا نحن فعلینا اتباع
مارجحوہ وماصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم جیسا کہ تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم پھر درمختار میں رد المحتار میں ہے فانہ لایعنا بحثا[1]
ثانیاً اگر وہ منقول ہی ہوتی تو شروح حدیث کی نقول نصوص کتب معتمدۂ فقہیہ کیخلاف مقبول نہیں . بلکہ نصوص تو نصوص کہ شروح حدیث کی تصریح
صریح اشارات کتب مذہب کے بھی معارض نہ مانی گئی . شرح مشارق الانوار علامہ ابن ملک سے کہ علامہ علی قاری سے اقدم و اعظم ہیں ایک مسئلہ
منقول ہوا اوس پر علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذہب واطلاق المتون والشروح
یردہ **ثالثاً** . اگر بالفرض کسی کتاب فقہ ہی میں ایک نقل شاذ پائی جاتی تو نقل مشہور کتب معتمدۂ کثیرہ کے مقابل نہ مانی جاتی کما نص
علیہ فی الشرنبلالیۃ والعقود الدریۃ ورد المحتار وغیرھا واکثرنا النقول فیہ فی فتاوٰنا وفی کتابنا فی رسم المفتی **رابعاً**
اگر شاذ بھی نہ ہوتی جب بھی اوسی ترتیب مذکور جامع التفاریق ومحیط وحلیہ وغنیہ وغیرہا پر اعتماد ہوتا کہ نص حدیث اوسی طرف ہے اور علما تصریح
فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ماوافقتھا روایۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ ورد المحتار وغیرھا **خامساً** اس بحث و استنباط کا
سارا مدار اس پر ہے کہ روایت ابی داؤد میں جزاھم ثلثۃ صفوف کا لفظ وارد ہوا اور ایک شخص کو صف کہیں گے گر ترمذی کی اسی حدیث میں جزاھم ثلثۃ اجزاء ہوا اور جز
مطلق اور ہم ابھی حدیث مرفوع سے نقل کر چکے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صف ایک ہی صاحب کی کی . علی قاری روایت ترمذی کی جو شرح ٹھہرائی کہ تین حصے کرنے سے یہ مراد ہے
کہ بوڑھے اور ادھیڑ اور جوان یا علما و طلبہ و عوام حیث قال ای قسمھم ثلثۃ اقسام ای شیوخا وکھولا وشبابا او فضلاء وطلبۃ
العلم والعامۃ یہ بھی نرا اجتہاد علامہ ہے جس پر نہ حدیث مرفوع میں دلالت نہ اوسکی فرع فعل صحابی میں نہ اوسے اوسکی شرط اذا صلی
علی جنازۃ فتقال الناس علیہا پر ترتب . یہ مقتضی تجزیہ ہیں . نہ طالب توزیع . تو یہ تفسیر بلا منشا ہے . نہ شرع سے کہیں کسی نماز میں یہ تقسیم

ہو کر برابر ہو الگ ہوجانے چاہئیں، اور اوپر گزرا۔ اور جہاں علیحدہ سادساً یہیں مسلّم کہ فی نفسہ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی۔ مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو تو اُسے بھی ضرور اطلاق صف ہے اور یہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔ تو اہل جنازہ کا انکار بھی ساقط و باطل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف کر۔ ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الروح فی السماء السابعۃ و اعظم من السموٰت والجبال ومن الملٰئکۃ یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجیئ یوم القیٰمۃ صفا وحدہ یعنی روح آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے، روح روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔ معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے الروح ملک من الملٰئکۃ ماخلق اللہ تعالٰی مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیٰمۃ قام ھو وحدہ صفا وقامت الملٰئکۃ کلھم صفا واحدا فیکون عظم خلقہ مثلھم۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا۔ اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اوس کی جسامت اون سب کے برابر ہوگی۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ وحدھا صف اکیلی عورت ایک صف ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے المرأۃ وحدھا تکون صفا تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے۔ حدیث عطاء سے گزرا جعل الصف الثالث واحدا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو تیسری صف کیا۔ امام احمد کی روایت مذکورہ میں بھی ایک شخص کو صف کہا کہ کرہ ان یکون الواحد صفا نہ یہ کہ الصف لایقوم واحد اصلا اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ تین آدمیوں کی تین صفیں نہ ہوسکنے سے اعتراض جہالت فاحشہ ہے فکم من شیئ یصح ضمنا ولایصح قصدا سابعاً کراہت انفراد صلٰوۃ مطلقہ میں ارشاد ہوئی ہے۔ صلاۃ جنازہ کا اوس سے الحاق محل منع ہے تبیین الحقائق میں فرمایا صلاۃ الجنازۃ لیست بصلاۃ من کل وجہ وانما ھی دعاء للمیت امام نسفی کتاب الشرح وافی میں فرماتے ہیں حتی لایحنث بصلاۃ الجنازۃ لوحلف ان لایصلی فصارت کسجدۃ التلاوۃ اقول بلکہ محل مقام میں صلاۃ مطلقہ سے اوس سے بین تفاوت ہے۔ صلاۃ مطلقہ میں سب سے افضل صف اول ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صف اخیر۔ صلاۃ مطلقہ میں جبتک پہلی صف پوری نہ ہوجائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربھا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وکیف تصف الملٰئکۃ عند ربھا ارشاد فرمایا یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نماز جنازہ میں تفریق صفوف سنت مسلم۔ صلاۃ مطلقہ میں محاذات زن حسب شرائط عشرہ مفسد نماز ہے اور نماز جنازہ میں اصلا مفسد نہیں کما علیہ فی الکتب القاطبۃ تو کیا بعید ہے کہ صف کے پیچھے انفراد صلاۃ مطلقہ میں مکروہ ہو نہ نماز جنازہ میں وبہ یضعف ماوقع فی الحلیۃ

ان لولا الحدیث لقلنا بکراھتہ باجملہ مسئلہ واضح ہے اور بحث طائع اور برخلاف حدیث وفقہ اُس پر اعتماد جہل فاضح۔ اب رہا اصل سوال سائل کہ یہ تفریق پانچ مقتدیوں میں بھی کیجائے یا صرف چھ سے مخصوص ہے۔ **اقول** اِن پانچ میں بھی کیجائے، یہیں حدیث وفقہ نے تایا کہ ارشاد مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع حاضرین کی تین صفیں کیجائیں۔ اگر صف اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقیناً حاصل، پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلاۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں۔ موطائے امام مالک ومصنف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصففت انا والیتیم من ورائہ موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے قال دخلت علی عمر بن الخطاب بالھاجرۃ فوجدتہ یسبح فقمت ورائہ فقربنی فجعلنی بحذائہ عن یمینہ فلما جاء یرفأ تاخرت نصففنا ورائہ اور تیسری صف ایک کی فقہائے کرام نے کہ چھ ہی مقتدیوں کی صورت لکھی **اولاً** بعض صور پر اقتصار بعض دیگر کا نافی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لایلزم ان یکون ماسکت عنہ مخالفا فی الحکم لما ذکرہ کما لایخفی **ثانیاً اقول** اوسکے لیے تین سبب ہیں **اوّل** صورت مذکورہ حدیث کے ذکر سے تبرک **دوم** اس پر تنبیہ کہ چھ مقتدیوں کی صورت میں اگرچہ ہر صف دو شخصوں کی ہوسکتی ہے۔ مگر بہ اتباع سنت یوں کریں کہ پہلی صف تین کی دوسری دو کی تیسری ایک کی **سوم** کراہت انفراد کا کامل ازالہ کہ باوصف تیسر تعدد انفراد اختیار کیا۔ اگر کہیے چھ مقتدیوں کی اس ترتیب میں کوئی اور حکمت بھی **اقول** رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنے افعال کی حکمتیں خوب جانتے ہیں۔ بنظر ظاہر یہاں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔ **اولاً** جمع تام ہے اور جمع تام گویا صف تام ہے ولہذا ایک روایت میں تین عورتوں کو جمیع صفوف مابعد کی نماز کا قاطع بتایا۔ اور ظاہر الروایۃ میں بھی اوسے اس درجہ قوی بتایا کہ ایک صف کو دوسری کا حائل نہ جانا۔ اور اون کی محاذات میں آخر صفوف تک تین تین مردوں کی نماز پر حکم فساد فرمایا۔ فتح القدیر میں ہے الصحیح ان بالثلاث تفسد صلاۃ واحد عن یمینھن واٰخر عن شمالھن وثلثۃ ثلثۃ الی اٰخر الصفوف وفی روایۃ الثلث کالصف التام فتفسد صلاۃ جمیع الصفوف التی خلفھن اس معنوی کثرت وقوت کی تحصیل کو صف اول میں تین شخص رکھے۔ **ثانیاً** اوس میں تعدیل فضل ہے کہ جمع میں برکت ہے ایک سے دو میں زائد دو سے تین میں اور صفوف جنازہ میں آخر فالآخر افضل ہے۔ پہلی سے دوسری افضل دوسری سے تیسری تو اس ترتیب سے ہر صف کیلئے چار فضل حاصل ہو گئے۔ پہلی صف میں باعتبار صف ایک اور بلحاظ رجال تین۔ دوسری صف میں صف اور رجال دونوں کے اعتبار سے دو دو۔ تیسری میں بہ اعتبار صف تین بلحاظ رجل ایک واللہ ذو الفضل العظیم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب۔ ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نماز جنازہ پڑھائی جاوے اور امام نبی خانہ میں ہووے اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہووے۔ درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امام جنازہ نہ صف جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: از لشکر کانپور محلہ توپخانہ بازار قدیم. چھوٹی مسجد. مرسلہ محمد یوسف علی صاحب ۔ ۲۰ صفر مظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہیئے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے ۔ افضل کیا ہے ؟

الجواب

ہاتھ باندھنا سنت اوس قیام کی ہے ۔ جس کے لیے قرار ہو ۔ کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار سلام وقت خروج ہے اوس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۵۰: از قادری گنج ۔ ضلع بیربھوم ملک بنگال ۔ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی ۔ مرشدی ۔ کرمانی ۔ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۳ھ

مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے ۔ اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے اوس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ۔ اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اوسکے اندر میت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ۔ اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لاش لیجا کر دفن کرنا درست ہے یا نہیں ۔ اور میت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ اور قبر میں میت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرۂ پیران طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ اور بزرگان دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن وتابوت وقبر پختہ اندر سے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے یا ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں طیار رکھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب

صحن مسجد یقیناً مسجد ہے ۔ فقہائے کرام اوسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں ۔ اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر والدر وغیرھما ہاں حد مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اوس پر اوسی طرح جائز ہے ۔ کھولنے کی حاجت نہیں ۔ قبر جس قدر میت سے متصل ہوتی ۔ اوس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں ۔ اور معظمان دینی کیلیے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں ۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لیجانا تو بڑی بات ہے ۔ دوسرے شہر کو لیجانا بھی ممنوع ہے ۔ میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں ۔ کما فی عالمگیریۃ وغیرھا ۔ تابوت میں دفن کرنا مکروہ خلاف سنت مگر اوس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کیلیے حرج نہیں کما فی الھندیۃ وغیرھا ۔ بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اوس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اوس کی ممانعت بھی ثابت نہیں ۔ والتفصیل فی الحرف الحسن کفن پہلے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیئے ۔ کما فی الدر المختار وغیرہ قال اللہ تعالٰی وما تدری نفس بای ارض تموت واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱: از بانٹوہ ۔ ملک کاٹھیاواڑ ۔ مولوی عبدالمطلب صاحب ۔ یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نماز جنازہ کے لیے جو جگہ تعمیر کی گئی ۔ شہر سے دور فاصلہ پر ہے ۔ بارش اور گرمی میں بڑی دقت ہوتی ہے لہذا برائے رفع

تکالیف بستی کے قریب جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں منہدم ہو چکی ہیں، بسبب انہدام کے لوگ کوڑا کرکٹ اسکے اندر ڈالتے ہیں۔ اگر وہاں نماز جنازہ کے لیے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں۔ نہ اون پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بندوبست کریں۔ ممانعت کریں۔ ہاں اگر وہاں یا اوس کے قریب کوئی قطعہ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں نہ ہیں نہ ہوئیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲

نماز جنازہ میں تکبیر اخیر کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایکبار کہا بعد یاد و ہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا۔

الجواب

دوسری صورت میں نماز ہو جائیگی اوسی صورت میں ہے کہ اوس نے بھول کر سلام پھیرا ہو۔ اور اگر قصدًا پھیرا یہ جان کر کہ نماز جنازہ میں تین ہی تکبیریں ہیں۔ تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳

از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ اول۔ مرسلہ مولوی سید اولاد علی صاحب۔ ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کا مسبوق فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے۔ تو اون میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے۔

الجواب

اگر جنازہ اوٹھا لیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلا دعا کہہ کر سلام پھیر دے۔ ورنہ ترتیب وار پڑھے۔ مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے۔ اور دو فوت ہوئیں۔ تیسری امام کے ساتھ دعا چوتھی کے بعد سلام پھر اول کے بعد ثنا دوم کے بعد درود اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴

از اجمیر شریف۔ مرسلہ محمود الحسن صاحب۔ ۲۲ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر جنازہ کو ایسی چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی۔ کہ جس کے پائے ایک بالشت سے کم تھے تب تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور ثبوت میں شامی اور کبیری پیش کر کے کہتا ہے کہ جنازہ مثل امام کے ہے جس طرح امام کا ایک بالشت سے اوپر کھڑا ہونا مفسد صلاۃ ہے۔ اس صورت میں بھی پائے ایک بالشت سے زائد ہونا مانع صلاۃ جنازہ ہے۔ کیا واقعی اگر پائے ایک بالشت سے زیادہ ہوں۔ تو مفسد صلاۃ جنازہ ہیں۔ یا ایک بالشت ہونا اولٰی۔ اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ یا مطلقًا۔ خواہ جس قدر بھی پائے لمبے ہوں۔ جائز ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

زید کے اقوال سب باطل و بے اصل ہیں۔ نہ پایوں کی بلندی شرعًا کسی حد پر مخصوص رکھی گئی ہے۔ نہ ایک بالشت بلندی میں کچھ اولویت نہ ایک بالشت یا ایک گز امام کی بلندی مفسد نماز نہ ہرگز ہیں جنازہ مثل امام یہ ہوسات عاطلہ و اوہام باطلہ ہیں۔ جنازہ کا زمین

پر رکھا ہونا ضرور شرط ہے اگرچہ پائے کتنے ہی بلند ہوں اور امام کا بقدر امتیاز سب مقتدیوں سے اونچا ہونا صرف مکروہ ہے، نہ کہ مفسد نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: ۱۹ شوال ۱۳۳۲ھ

ظہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہوا، پھر جنازہ بھی آگیا۔ اور وقت بہت ہے، اب کون نماز مقدم ہو۔ اور سنت کس وقت۔

الجواب

جب وقت ظہر وسیع ہے، جنازے کی تقدیم کریں ہاں اگر جنازہ لیجانے والے بھی اسی جماعت ظہر میں شریک ہونگے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے ہوجائے جب بھی جنازہ نماز ظہر سے فارغ ہونے کیلئے رکھا رہے گا اور اوس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر فرض وسنت پہلے پڑھیں کہ اس اثنا میں شاید اور نمازی بھی آجائیں۔ اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶: از بنارس پکی باغ، مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

بہار شریعت جلد ۴ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے (در مختار۔ رد محتار)، حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں۔ سخت اضطراب ہے۔ رفع فرمائیے۔

الجواب

جس روز آپ کا سوال آیا، حسن اتفاق سے اوسکے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لیے یہاں آئے ہیں اون سے پوچھا۔ اونہوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے۔ اور اوس کے آخر میں میں نے در مختار رد المحتار وغیرہما لکھا ہے۔ وغیرہما سے یہاں میری مراد فتاوٰی رضویہ ہے۔ وہاں جو کچھ مذکور ہے اوسکا بعض در مختار سے لیا گیا ہے اور بعض رد المحتار سے۔ اور یہ مسئلہ فتاوٰی رضویہ انتہی کلامہ ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے نہ اوسمیں کوئی ذکر مسنون۔ تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلاۃ کا وقت ہے اور خروج کیلئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷: از ریاست کوٹہ۔ راجپوتانہ محلہ چند گڑھ۔ مسئولہ افضل احمد صاحب۔ ۱۶ محرم ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا۔ اب بالکل ملحقہ مسجد کر کے سب پختہ بنا دیا گیا ہے۔ آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں (۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے۔

الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اوسے پختہ کر کے صحن مسجد سے ملا دینا مسجد کے طور پر نہیں، بلکہ صرف اسلیے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو۔ تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اوسمیں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اوسے مسجد کر لیا گیا تو اب اوسمیں نماز جنازہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: از مین پوری، مسئولہ حبیب اللہ صاحب ۲۹ جمادی الاخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ کے لیے امامت میں احق افضل کون ہے۔ کیا امام جامع مسجد یا قاضی اس معنی میں کہ نکاح خوانی کرتا ہو اور لیاقت کچھ نہیں رکھتا، صرف معمولی اُردو کی کتابیں دیکھے ہوئے ہو وہ بلا اذن طلب کیے میت کے ورثا یا اولیاء سے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور بموجودگی کسی افضل و اعلم بالسنۃ عالم و احق بالامامۃ اوسکا نماز پڑھانا کیسا ہے۔ یہ جو عام طور پر رائج کہ اول وارث یا ولی میت سے اذن لیتے ہیں نماز پڑھانے کا یہ کیا کچھ ضروری چیز ہے۔ اور کون امام بلا اذن طلب کیے بھی نماز پڑھا سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز جنازہ ولی میت کا حق ہے۔ دوسرا کہ اوسکے اذن کا محتاج ہے اگر بے اوس کے اذن کے پڑھائے اوسے اعادہ نماز جائز ہے حالانکہ نماز جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدہ شرعی نہیں وہ بے اذن ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا۔ یونہی جامع مسجد کا امام اگر میت جمعہ وغیرہ اوسکے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وہ علم و فضل میں ولی میت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحی یعنی مسجد محلہ کا امام۔ ہاں اگر میت اون کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور یہ فضل دینیہ میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذن ولی پڑھا سکتے ہیں۔ اور اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطان اسلام یا اوس کا نائب حاکم شہر یا اوس کا نائب قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا یا اوس کا نائب یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں انھیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں اور صورت مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیان عام اگر نماز پڑھادیں تو ولی کو حق اعادہ نہیں۔ باقی سب محتاج اذن ولی ہیں۔ اگر بے اذن پڑھائیں گے حق غیر میں دست اندازی کے مرتکب ہونگے۔ مگر فرض کفایہ ادا ہو جائے گا۔ ولی نے اگر اون کی اقتدا کرلی فبہا۔ کہ اذن ابتدا میں نہ تھا تو اب ہوگیا اور اگر اقتدا نہ کی تو اوسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ اور جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہولیے تھے اونھیں اس جماعت ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان او نائبہ (الاولی ثم نائبہ کما فی الفتح وغیرہ ش) ثم القاضی (ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی امداد عن الزیلعی ش) ثم امام الحی وتقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولٰی کما فی المجتبٰی (قلت عن البقالی) وشرح المجمع للمصنف (قلت عن العتابی) (وامام الحی ھو امام مسجد المحلۃ وان کان اولٰی لان المیت رضی بالصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ ش) وفی الدرایۃ امام الجامع (عبر عنہ فی شرح المنیۃ بامام الجمعۃ ش) اولٰی من امام الحی (قلت والظاھر ان تقدیمہ ایضا ندب بشرط کونہ افضل من الولی والعلۃ فیہ ایضا کون المیت رضیہ امامالہ فی حیاتہ فلو لم یکن من یصلی الجمعۃ کالمرأۃ مثلا او کان یصلی خلف غیرہ لم یقدم علی امام الحی ولا علی الولی وکذا امام الحی اذا لم یکن المیت یصلی خلفہ لا یقدم علی الولی قال ش طایاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا) ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی (ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا

غیر مشی ودع انتہی مزیدا منی کل مصدر بلفظۃ قلت تحقق ما بہلال . واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ : از آرہ . مدرسہ فیض الغربا ، مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب قادری برکاتی رضوی . ۲۷ رجمادی الاخرہ ۱۳۳۴ھ

زید تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے کسی ایک کے انکار کو کفر جانتا ہے . محض سستی و غفلت سے بے نماز ہے . پس ایسے بے نمازوں کے جنازے کی نماز ناجائز ہے یا نہیں ، کوئی نہ پڑھے نہ پڑھائے .

الجواب

لا الٰہ الا اللہ مسلمان اگرچہ بے نماز ہو اوسکے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے . اگر کوئی نہ پڑھے گا جتنوں کو خبر ہو سب گنہگار رہیں گے . ہاں اگر زجر کیلئے علماء خود نہ پڑھیں دوسروں سے پڑھوا دیں تو بیجا نہیں . اور اگر اون کے نہ پڑھنے سے اور بھی کوئی نہ پڑھے یا اوروں کو بھی منع کریں تو یہ علماء بھی مستحق عذاب نار ہوں گے . بلکہ جہال سے زیادہ فانما علیک اثم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر . تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اوس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں . رواہ ابوداؤد وابو یعلٰی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح علٰی اصولنا در مختار میں ہے ھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا الاربعۃ بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰ : از ضلع شرشدی جو تیر مدرسہ ڈاکخانہ رفیلسی ضلع نواکھالی . مرسلہ مولوی عبد الکریم . ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ

ماقول علمائنا رحمھم اللہ ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کافر و مرتد ہے اوس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیئے . اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں . تین شخص کو بے نماز جنازہ دفن کرا دیا ہے . اسپر شرعا کیا وعید عائد ہو سکتا ہے . دنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ نماز پنجگانہ و عید نہ پڑھتا ہو .

الجواب

ایمان و تصحیح عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے . جمعہ و عیدین یا بلا پابندی نماز پنجگانہ پڑھنا ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں . جس نے قصدا ایک وقت کی چھوڑی . ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا . جبتک توبہ نہ کرے اور اوسکی قضا نہ کر لے . مسلمان اگر اوس کی زندگی میں اوسے یکلخت چھوڑ دیں اوس سے بات نہ کریں . اوسکے پاس نہ بیٹھیں تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے . اللہ تعالٰی فرماتا ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین ہ مگر بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل و کفن دینا اوس کے جنازے کی نماز پڑھنا الا ما استثنی ولیس ھذا منہم فرض قطعی علی الکفایہ ہے . اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار و تارک فرض و مستحق عذاب ہونگے جس نے تین مسلمانوں کو بے نماز دفن کرا دیا ، فاسق ، مرتکب کبیرہ و مستوجب سزائے شدید ہوا . بے نماز کہ نماز کو فرض جانتا ہو . اوسکی تحقیر نہ کرتا ہو اگرچہ نفس و شیطان کے پھندے میں آکر نہ پڑھتا ہو مرتکب کبائر ہے . مستحق عذاب نار ہے . مگر کافر نہیں . باغی نہیں . ڈاکو نہیں . ایک تباہ کار مسلمان ہے . رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں . الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان

والحاکم اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا و دیوان لایعبؤ اللہ منہ شیئا و دیوان لایترک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ و اما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ منہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکہا فان اللہ تعالٰی یغفر ذلک ان شاء و یتجاوز و اما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فظلم العباد بینہم القصاص لامحالۃ

دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائے گا۔ اور دوسرے کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں۔ اور تیسرے میں سے اللہ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ کچھ معاف نہ فرمائے گا دفتر کفر ہے۔ اور وہ جس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملہ میں اپنی جان پر ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے گا تو معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں۔ ان کا بدلہ ضرور ہونا۔ رواہ الامام احمد والحاکم فی المستدرک عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد فمن جاء بہن فلم یضیع منہن شیئا استخفافا بحقہن کان لہ عند اللہ عہد ان یدخل الجنۃ ومن لم یات بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ رواہ الائمۃ مالک واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم والبیہقی بسند صحیح عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے بندوں پر فرض کی ہیں جو انہیں بجالائے اور ان کے حق کو ہلکا جان کر ان میں سے کچھ ضائع نہ کرے اللہ کے پاس عہد ہو کہ اسے جنت میں داخل فرمائے اور جو انہیں بجانہ لائے اُس کے لیے اللہ کے پاس عہد نہیں چاہے اسے عذاب کرے چاہے اسے جنت میں داخل کرے۔ درمختار میں ہے ہی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النہر بالبغاۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از گوالیار مسئولہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) ایک جنازے کی نماز میں زید نے لوگوں کو کہ جنہوں نے جوتوں میں سے پیروں کو نکال کر اور جوتے کے اوپر پیر رکھ کر نماز پڑھنا چاہا۔ روکا کہ پیر جوتوں سے مت نکالو۔ جوتے پہنے ہوئے نماز درست ہے۔ عمرو نے ایک شخصیت کے الفاظ میں کہا کہ کوئی کہتا ہے کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھو۔ جوتے سب اوتار ڈالیں۔ چنانچہ بعض نے زید کے کہنے پر عمل کیا بعض نے عمرو کے کہنے پر۔ بعد نماز کے بحث پیش آئی۔ زید نے تحریری جواب کہ رسول خدا نے نماز میں جوتا اوتارا۔ مقتدیوں نے بھی اوتارا۔ پیغمبر صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے جوتے کیوں اوتارے جواب دیا کہ اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ جوتے میں ناپاکی ہے۔ بس معلوم کرلینا چاہیئے۔ عمرو کو ایسا کہنا خلاف تھا اسلئے کہ وہ کیسے برجستہ الفاظ صدر کہہ سکتا تھا اسلیے کہ ناپاکی کا ثبوت نہیں رکھتا تھا۔ مقامی حالت جہاں پر جوتے اوتار کر نماز پڑھنے کے واسطے عمرو نے کہا تھا۔ یہ تھی کہ وہاں پر گھوڑے وغیرہ پیشاب کرتے ہیں۔ جوتے پہنے ہوئے جس قدر لوگ تھے اون کے جوتے خشک تھے پس اس حالت میں شرعا عمرو کا کہنا صحیح سمجھا جائے گا۔ یا زید کا (۲) عمرو مذکور نے ایک مرتبہ ایسا بھی کیا ہے کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھائی۔ زید نے اسکو

مکروہ کہا۔ اور جب عمرو کی جانب سے لوگوں نے بحث کی تو اوسنے علاوہ مکروہ کے آثار فتنہ اور بدعت بھی ثابت کیا۔ کیا زید کا کہنا حق ہے۔

الجواب

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتہ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ اون کی نماز نہ ہوئی احتیاط یہی ہے کہ جوتا اوتار کر اوس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے قد وضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلے علیہا ویلزم منہ فسادھا من کثیر من المصلین لعموم النجاسۃ وعدم خلعھم نعالھم المتنجسۃ اوسی میں ہے فی البدائع وصلی علی مکعب اعلاہ طاھر وباطنہ نجس عند محمد یجوز لانہ صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحتہ ثوب نجس اھ وظاھرہ ترجیح قول محمد وھو الاشبہ زید نے بیان حدیث میں غلطی کی۔ حدیث میں تو لفظ نجاست نہیں لفظ قذر ہے۔ یعنی گھن کی چیز۔ جیسے ناک کی آمیزش وغیرہ نجاست ہوتی تو نماز سرے سے پڑھی جاتی۔ کہ نماز کا ایک جز باطل ہونا ساری نماز کو باطل کرتا ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔ (۲) نماز جنازہ جب ولی پڑھاوے یا باذن ولی ہو جائے تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں کما ھو مصرح فی جمیع الکتب وتفصیلہ فی رسالتنا النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲: از چتور گڑھ محلہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار۔ ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر ہجڑہ مرجائے۔ اوس پر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں۔ اور پڑھی جائے تو نیت مرد کی کیجائے یا عورت کی۔

الجواب

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اوسکے جنازہ کی نماز فرض ہے۔ اور نیت میں مرد وعورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد وعورت دونوں کیلئے ایک ہی دعا ہے۔ خصوصًا یہ ہجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ

۱۳۱۸

مسئلہ ۶۳: مسئولہ حافظ حاجی قاری زائر سید محمد عبدالکریم صاحب۔ ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ کی کے دعائیں ہیں۔

الجواب

مولٰنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالٰے کرامتکم فی الحاضرۃ والآتی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وہ تیرہ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے اونھیں جمع کرکے ایک اور کا اضافہ کیا ہے

دعائیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمائیں اور بلحاظ سنی جنازۂ اہلسنت پر پڑھا کریں۔ جن کلمات کو دوخطہ بالائی میں لیکر اون پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اون کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ اگر میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں۔ اور یہ سب دعائیں اپنے خاص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں اور قبر حقیر محتاج پر تلقین بھی کریں و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ (ھا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (ھا)۔ (۲) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ (لھا) وَ ارْحَمْہُ (ھا) وَ عَافِہٖ (ھا) وَاعْفُ عَنْہُ (ھا) وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ (ھا) وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ (ھا) وَاغْسِلْہُ (ھا) بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ (ھا) مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ (ھا) دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ (ھا) وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ (ھا) وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ (ع) وَاَدْخِلْہُ (ھا) الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ (ھا) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ (۳) اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ (اَمَتُکَ) وَابْنُ (بِنْتُ) اَمَتِکَ یَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَیَشْھَدُ (تَشْھَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَصْبَحَ فَقِیْرًا (اَصْبَحَتْ فَقِیْرَۃً) اِلٰی رَحْمَتِکَ وَ اَصْبَحْتَ غَنِیًّا عَنْ عَذَابِہٖ (ھا) تَخَلّٰی (تَخَلَّتْ)

ف۱ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی ہریرۃ واحمد وابویعلی وسعید بن منصور فی سننہ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالی عنہما

ف۲ رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابوبکر بن ابی شیبۃ عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالی عنہ

ف۳ رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ

ف۴ یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر پڑھے جائیں ۱۲ کلماتہ منہ رضی اللہ تعالی عنہ

كَانَتْ زَاكِيَةً هَا كَانَتْ مُخْطِئَةً لَهَا
مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ (زَاكِيًا فَزَكِّهِ) وَاِنْ كَانَ (مُخْطِئًا) فَاغْفِرْ (لَهُ) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا

هَا هَا هٰذِهٖ اَمَتُكَ بِنْتُ هَا
اَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ، (۴) اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ ابْنُ) (عَبْدِكَ ابْنِ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ)

هَا تَكُ هِيَ لَتْ
حُكْمُكَ خَلَقْتَهُ) وَلَمْ (يَكُ) شَيْئًا مَذْكُوْرًا نَزَ (لَ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ

هَا هَا هَا هَا هَا
اَللّٰهُمَّ لَقِّنْهُ) حُجَّتَهُ) وَاَلْحِقْهُ) بِنَبِيِّهٖ) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبِّتْهُ) بِالْقَوْلِ

هَا اِفْتَقَرَتْ هَا نَتْ تَشْهَدُ
الثَّابِتِ فَاِنَّهُ) (اِفْتَقَرَ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ) كَا(نَ) يَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

هَا هَا هَا هَا نَتْ زَاكِيَةً
فَاغْفِرْ لَهُ) وَارْحَمْهُ) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ(هُ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ)، اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ) (زَاكِيًا)

هَا نَتْ طِئَةً هَا اَمَتُكَ بِنْتُ جَتْ
فَزَكِّهِ) وَاِنْ كَانَ) خَاطِئًا) فَاغْفِرْ لَهُ) (۵) اَللّٰهُمَّ (عَبْدُكَ) وَ(ابْنُ) اَمَتِكَ احْتَاجَ)

هَا نَتْ مُحْسِنَةً هَا
اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ) اِنْ كَانَ) مُحْسِنًا) فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ) وَاِنْ

نَتْ مُسِيْئَةً عَنْهَا اَمَتُكَ بِنْتُ نَتْ تَشْهَدُ
كَانَ) مُسِيْئًا) فَتَجَاوَزْ عَنْهُ) (۶) اَللّٰهُمَّ (عَبْدُكَ) وَ(ابْنُ) عَبْدِكَ كَانَ) يَشْهَدُ)

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِهَا نَتْ مُحْسِنَةً هَا نَتْ مُسِيْئَةً
وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ) مِنَّا اِنْ كَانَ) مُحْسِنًا) فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ) وَاِنْ كَانَ) مُسِيْئًا)

هَا هَا هَا اَصْبَحَتْ اَمَتُكَ هٰذِهٖ)
فَاغْفِرْ لَهُ) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ(هُ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ) (۷) (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هٰذَا) قَدْ

؎۳ رواہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ؎۴ رواہ الحاکم عن یزید بن رکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ؎۵ رواہ ابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ؎۶ رواہ ابو یعلٰی عن سعید بن المسیب عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح ؎۷ من قولہ بما قبلہ من المرفوعات المناسبۃ ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ؎۸ قال الامام ابن الجزری فی شرح حصنہ (زاکیا) ای طاہرا من الذنوب فزکہ ای فطہرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لایخفی عدم المناسبۃ بین تفسیر زاکیا بطاہر من الذنوب وبین قولہ فطہرہ بالمغفرۃ اقول (الابداع) فی مثال المغفرۃ بالطاہر اما ... قد کان سید الطاہرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستغفر فی کل یوم ومائۃ مرۃ وذلک ان المعصومین ... ماجل ادب ... عن تقصیر شکر نعماء اللہ تعالٰی ابدا واتیان ... الی ما ینبغی لجلال وجہہ الکریم ... حسنات الابرار سیئات المقربین ... رفع الدرجات

تَخَلَّتْ　　كُنْتُمَا　　انْتَقَرَتْ　　هَا　　كَتْ كُنْتُمْ

تَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَكَهَا لِاَهْلِهَا فَافْتَقَرَ اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ وَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

هَا　　هَا　　هَا　　هَا

اغْفِرْ لَهٗ وَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَاَلْحِقْهُ بِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۸) اَللّٰهُمَّ

اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ

اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا (۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا

هٰذِهٖ اَمَتُكَ　　بِنْتُ

وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ) فُلَانُ (ابْنُ) فُلَانٍ وَلَا

بِنْتُ　　هَا　　هَا

نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (۱۰) اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنَ)

هَا

فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ

هَا　　هَا

وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۱) اَللّٰهُمَّ اَجِرْهَا

مِنَ الشَّيْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهَا وَصَعِّدْ رُوْحَهَا وَ

لَقِّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا (۱۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُكَ اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَيْكَ مَعَادُنَا

(۱۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا

قال
القاری والمحقق
بقولہ الاولٰی ان یقال ای زد فی
برکاتہ وطہارتہ اقول من جہۃ
الاماذکرنا ای ان کان طاہرا
من الذنوب فزد فی طہارتہ بعفو
التقصیر فی شکر الاحسان وقد
فسرہ القاری ہہنا بقولہ ای
زدہ فی احسانہ کما فی روایتاہ
لایبعد عن قول المحقق کیف وانما
اقول وباللہ التوفیق بل
ہو من تاکید التعمیم ای کان
زاکیا فاطہرہ فی ما کنت ارادہ او زدہ
واستشہد لہذا وہذا الاحتمال
بخلاف ما تقدم وباللہ التوفیق
کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۸
رواہ ابوداؤد والنسائی والبیہقی
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ
۹ رواہ ابونعیم عن عبد اللہ
بن الحارث بن نوفل عن ابیہ رضی
اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم علمہم الصلاۃ علی
المیت اللہم اغفر لحینا الحدیث
انا اصغر القوم فان لم اعلم خیرا
قال فلا تقل الا ما تعلم ۱۲ کلہا منہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۰ رواہ ابو
داؤد وابن ماجۃ عن
واثلۃ

ھا ھا

وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (۱۴) اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا اُمِرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ يَرُدَّهُ اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ

ھا ھا ھا ھا ھا

اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ وَارْحَمْهُ فِيْ وَحْدَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِيْ وَحْشَتِهٖ

ھا ھا ھا ھا ھا ھا ھا

وَارْحَمْهُ فِيْ غُرْبَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِيْ كُرْبَتِهٖ وَاَعْظِمْ لَهٗ اَجْرَهٗ وَنَوِّرْ لَهٗ

ھا ھا ھا ھا ھا ھا ھا

قَبْرَهٗ وَبَيِّضْ لَهٗ وَجْهَهٗ وَبَرِّدْ لَهٗ مَضْجَعَهٗ وَعَطِّرْ لَهٗ مَنْزِلَهٗ وَاَكْرِمْ

ھا ھا

لَهٗ نُزُلَهٗ يَا خَيْرَ الْمُنْزِلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ وَيَا خَيْرَ الرَّاحِمِيْنَ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِ الشَّافِعِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ ؎ رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔ ؎ رواہ البغوی وابن منیع عن ... والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی حاضر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ ؎ رواہ البغوی عن ابراہیم الاشہلی عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ ؎ زادہ الفقیر غفر لہ کما استوحی من الکریم القدیر ... اللہ تعالٰی عنہ ۔

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(۱) الٰہی بخشدے ہمارے زندے اور مُردے اور حاضر اور غائب اور چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اوسے زندہ رکھ اسلام پر اور جسے موت دے ہم میں سے اوسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی ہمیں اس میّت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اوسکے بعد فتنہ میں نہ ڈال (۲) الٰہی اس میّت کو بخشدے اور اوس پر رحم فرما اور اسے ہر بلا سے بچا اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے اور اس کی قبر وسیع کر اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے اور اسے پاک کردے گناہوں سے جیسے تونے پاک کیا سپید کپڑا میل سے اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے اور گھر والے بہتر اسکے گھر والوں سے اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے اور اسے داخل فرما بہشت میں اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے (۳) الٰہی یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں۔ مگر ایک اکیلا تو۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہے کہ محمّد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے یہ اکیلا رہ دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخشدے الٰہی ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد (۴) الٰہی یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے نافذ اس میں حکم تیرا تونے اسے پیدا کیا اوس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو۔ یہ تیرے یہاں اوترا ہے اور تو بہتر ہے اون سب سے جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اوترے۔ الٰہی اسے اسکی حجت سکھادے اور اوسے اسکے نبی محمّد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملادے اور اسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے پس اسے بخشدے اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اسکے ثواب سے محروم نہ کر اور اسکے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر خطاکار تھا تو اسے بخشدے (۵) الٰہی تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اوسے عذاب کرنے سے غنی ہے۔ اگر نیک تھا تو اوسکی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اس سے درگزر فرما۔ (۶) الٰہی تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ اور یہ کہ محمّد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تو اوسکے حال کا زیادہ جاننے والا ہے ہم سے۔ اگر یہ نیک تھا تو اسکی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخشدے اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور اوسکے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ (۷) تیرے اس بندے نے صبح کی کہ الگ ہوا یا دنیا سے اور اوسے چھوڑدیا اہلِ دنیا کے لوگوں کیلیے اور تیرا محتاج ہوا اور تو اوس سے غنی ہے، اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمّد تیرے بندے اور اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ الٰہی اسے بخشدے اور اس سے درگزر فرما اور اسے ملادے اسکے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے (۸) الٰہی تو اس جنازے کا پروردگار ہے اور تونے اسے پیدا کیا۔ اور تونے اسے اسلام کی راہ دکھائی اور تونے اسکی جان قبض کی اور تو خوب جانتا ہے اسکا چھپا اور ظاہر حال ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرلے تو اسے بخشدے (۹) الٰہی بخشدے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کردے ہمارے آپس میں اور ملاپ کردے ہمارے دلوں میں الٰہی یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اسکو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے۔ تو ہمیں اور اوسے سبکو بخشدے

(۱۰) الٰہی بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے۔ کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی تو اسے بخشدے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔ (۱۱) الٰہی اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے الٰہی دور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے اور آسمان پر لیجا اس کی روح کو اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر (۱۲) الٰہی بیشک تونے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔ (۱۳) الٰہی بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور مرد و زن اور خورد و کلاں اور حاضر و غائب کو۔ الٰہی ہمیں محروم نہ کر اوس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اوس کے بعد (۱۴) اے اللہ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ اے زندہ اے پایندہ۔ اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمین کے اے بزرگی و عزت بخشنے والے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اوسکے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا نہ کوئی اوسکے جوڑ کا۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے۔ تو اوس سوالی کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اور بیشک تونے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دعا کی اور تونے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما۔ اور اس پر رحم کر اسکی تنہائی میں اور اس پر رحم کر اسکی گھبراہٹ میں اور اس پر رحم کر اسکی بیکسی میں۔ اور اوس پر رحم کر اوسکی تکلیف میں اور اوسے بڑا ثواب دے اور اوس کی قبر نورانی کر اور اوسکا چہرہ پُرنور کر اور اوسکی خوابگاہ ٹھنڈی کر اور اوسکی جگہ معطر کر اور اوسے عزت والی مہمانی دے اے سب میزبانوں سے بہتر اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر۔ قبول فرما قبول فرما۔ قبول فرما درود اور سلام و برکات اوتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اون کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار **فائدہ**: نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نہ معلوم ہو اوس کی جگہ آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اور اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں فقط هٰذَا عَبْدُكَ یا هٰذِهٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اوسکی جگہ عَبْدَكَ هٰذَا یا عورت ہو تو اَمَتَكَ هٰذَا کہے۔ **فائدہ** میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْهُ (یا مِنْهَا) خَيْرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ **فائدہ** ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دقت جانے تو دعائے اوّل و دوم و سوم اور چہارم بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی کافی و وافی ہے۔ یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا۔ اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہورہ کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔ **طریقۂ تلقین قبر**: حدیث[1] میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک

---

[1] رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاہین فی ذکر الموت وآخرون کما ذکرنا فی الحیات الموات ۱۲ منہ

بِنْتَ بِنت

شخص اوسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَۃَ کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دیگا۔ پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ سیدھا

بِنت

ہو کر بیٹھ جائیگا پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اوسکے کہنے کی خبر نہیں

اُذْکُرِیْ خَرَجْتِ

ہوتی۔ پھر کہے (اُذْکُرْ) مَا خَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَہَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَنَّکِ رَضِیْتِ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَاَنَّکَ رَضِیْتَ) بِاللہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا

وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا منکرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اسکی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے

عرض کی یا رسول اللہ اگر اوسکی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا تو حوا کی طرف نسبت کرے۔[1] راشد بن سعد و ضمرہ بن حبیب و حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب

اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں۔ فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اوسکی قبر کے پاس کھڑے ہو کر

قُوْلِیْ قُوْلِیْ

کہا جائے یَا فُلَانُ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تین بار پھر کہا جائے قُلْ رَبِّیَ اللہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاعْلَمِیْ لَکِ بِکِ

وَسَلَّمَ۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اسقدر اور زائد کرتا ہے (وَاعْلَمْ) اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذَیْنِ اَتَیَاکَ اَوْ یَاْتِیَانِکَ اِنَّمَا ھُمَا عَبْدَانِ لِلہِ

تَخَافِیْ تَحْزَنِیْ وَاشْہَدِیْ رَبَّکِ دِیْنَکِ نَبِیَّکِ

لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاشْہَدْ اَنَّ رَبَّکَ اللہُ وَدِیْنَکَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّکَ

مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللہُ وَاِیَّاکَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ

الرَّحِیْمُ ۰ ترجمہ کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو بس دو بندے ہیں اللہ کے نہ نفع دیں نہ نقصان پہونچائیں۔ مگر خدا کے حکم سے۔

[1] رواہ الحکم سعید بن منصور فی سننہما منہ

تو نہ ڈر اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت رکھے ہمیں اللہ اور تجھ کو ٹھیک بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ بحمد ہٰذا تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم وفصل پنجم اور رسالہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴: از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۶ھ

اگر عورت مرجائے تو شوہر اور اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں۔

الجواب

جنازے کو محض اجنبی آدمی ہاتھ لگاتے۔ کندھوں پر اٹھاتے۔ قبر تک لیجاتے ہیں۔ شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے، کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ۔ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵:

زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے۔ چھونا چاہیئے یا نہیں۔ شوہر کو اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے۔ چاہیئے یا نہیں

الجواب

شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرون قبر اوسکا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے۔ قبر میں اوتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اوٹھاتے ہیں، ہاں بغیر حائل کے اوس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے۔ زوجہ کو جبتک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اوسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶: از چھاؤنی اشرف خاں ۲۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لیچلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائنتی، ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام وناجائز کہتا ہے۔ اسمیں کیا حکم ہے؛ بینوا توجروا

الجواب

اوس شخص نے محض غلط کہا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات۔ قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے اگر نہ بتلائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور رسول پر افترا کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا حکم دیا۔ لیکن وہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وہ سب جائز ہیں اونھیں حرام کہنے والا خدا و

رسول پر افترا کرتا ہے۔ فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے اوسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں اوس میں پندرہ دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جو مدعی حرمت کا ہے پہلے اوس کے حرام ہونے کا آیت و حدیث سے ثبوت دے جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے۔ اوسکے بعد جو بیان ہووے سب ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷: از نادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی۔ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے ہمراہ بلند آواز سے کلمۂ طیبہ و وظیفۂ غوثیہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھتے چلنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں کما حققہ السید عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸: بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ غزلیں نعتیہ پڑھتے جاتے ہیں۔ اوسکی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹: از مانا و درملک کاٹھیاوار۔ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب۔ ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

تمام لوگ بوجہ رسم کے یا بوجہ اس امر کے کہ ملا صاحب فرماتے ہیں ہم نہیں آئیں گے۔ ریشمی کپڑا یا رنگ برنگ کی چادریں میت پر ڈالتے ہیں اور جب اون سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو۔ مجبوراً ڈلوانا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب

جبر حرام ہے۔ اور بخوشی بھی نہ ہو اگر ملا فقیر نہیں یعنی چھپن روپے کے مال کا مالک ہے جو قرض وغیرہ میں مشغول نہیں نیز ایک رسم بے ثبوت کا ایسا التزام نہ چاہیے جبر کرنے والا ملا نہیں ٹھگ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰: ۲۳ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بزرگ کے مزار پر چادریں چڑھائیں۔ اور زیارت کے مجاور نے اپنے قبضہ میں لاکر اون چادروں کو عمرو کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور عمرو نے بکر کے ہاتھ۔ پس اس حالت میں بکر کو اوسکا اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر تصریحاً عرف و رواج سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ چادریں مجاوروں کے لے لینے کے لیے چڑھائی جاتی ہیں تو مجاور مالک ہوگیا۔ اور بیع جائز ہوئی اور اوسے اوڑھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں اور اگر چادر اس لیے چڑھائی کہ مزار پر رہے تو وہ ملک زید پر باقی ہے اور بیعیں اوسکی اجازت پر موقوف ہیں۔ اگر جائز کردے گا نافذ ہوجائیں گی ورنہ باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۱ : از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال۔ مرسلہ حفیظ احمد مستری۔ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
نماز جنازہ کے وقت امام کے سامنے جو جانماز بچھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جائز ہے وقد بینا الحکمۃ فیہ فی فتاونا

مسئلہ ۷۲ : ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جانماز ملتی ہے اوس سے کرتا یا اور کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو اوس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی ہو وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں۔ اور اوس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس جانماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہا بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اوسمیں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھادی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کیلئے اوسکا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جانماز کے سبب امام کی نماز تو ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابرائے ذمہ کیلئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔ دوسرے نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کردیجاتی اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اوسکے جواز میں کلام نہیں اور جب فقیر پر وہ تصدق کیگئی اوسکی ملک ہے کرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اوس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳
کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول کی یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے چاہئے یا نہیں

الجواب

یہ منت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسہ واجب ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما نقل ع اور قبور اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصد تبریک ڈالنا مستحسن ہے قال اللہ تعالٰی ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین۔ امام عارف باللہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے کشف النور عن اصحاب القبور میں اسکی تصریح فرمائی پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اوسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔

مسئلہ ۷۴ : از جس پور محلہ پہاڑ گنج جو کڑی توپ خانہ متصل سورج پول۔ مرسلہ حکیم اللہ بخش۔ ۱۲ رمضان ۱۳۳۰ھ
جس وقت آدمی علیل ناقابل صحت مثلاً مدقوق ہوجائے۔ امید زیست نہ رہے تو اوسکو شرعاً کیا کرنا چاہئے کیا وصیت کرنا چاہئے اُس عزیز و اقارب کو کیا کرنا چاہئے۔ (۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے۔

الجواب

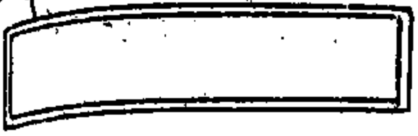
آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے۔ مدقوق اچھا ہو جاتا ہے۔ اور وہ جو اوسکے تیمار میں دوڑتا تھا اوس سے پہلے چل دیتا ہے۔ ہر وقت وصیت تیار رہنی چاہیئے۔ جس میں اپنے پس ماندوں کو توحید الٰہی عزوجل و تعظیم رسالت پناہی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و استقامت عقائد اہلسنت و اتباع شریعت و اصلاح ذات بین و حدت و قرب اولیاء و علماء و دوری و تنفر از کفار و ضلال و فسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اوس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباع سنت کی ہدایت اور اون پر لازم ہے کہ اسپر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ و رسول کی طرف رجوع۔ موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو۔ اوس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے۔ عیاذًا باللہ اوس میں سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اوس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اوسکا ملنا مکروہ رکھے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں۔ بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اوس وقت کا اعتبار ہے۔ اوس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا۔ اللہ تعالٰے اوس سے ملنے کو دوست رکھے گا۔ اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فورًا بقدر قدرت اوس کی ادا میں مشغول ہو۔ حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی نہ رہی ہو تو حج بدل کرائے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا۔ ادا ہو جائے گا۔ ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے۔ حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اسمیں اصلًا تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اوسمیں اپنی کسرشان نہ سمجھے۔ اسمیں ذلت نہیں۔ ذلت اسمیں ہے کہ روز بارگاہ عزت میں حاضر ہو اس طور پر کہ اوسکا حق دبایا ہے اوسے برا کہا ہے اوسکی غیبت کی ہے اوسے مارا ہے اور وہ حقدار سے لپٹیں۔ اوسکی نیکیاں اون کو دیجائیں۔ اون کے گناہ اوس پر رکھے جائیں .... اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالٰے۔ جبتک زیست ہے آیات و احادیث خوف کے ترجمے اکثر سنا اور دیکھا کرے۔ اور جب وقت برابر آجائے اوسے آیات و احادیث رحمت مع ترجمے کے سنائیں کہ جانے کہ کسی کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اوٹھے ورزقنا اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم

۲۔ جنازہ کو یوں لے چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا دہنا پایہ اپنے دہنے شانے پر لے۔ پھر پائنتی کا دہنا۔ پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں۔ اور ہر بار کم از کم دس دس قدم چلے۔ یہ ایک دور ہو۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ جب طاقت و حالت جتنے دورے ممکن ہو کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

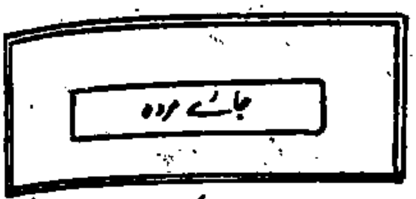
مسئلہ ۷۵

از شہر بریلی۔ مدرسہ اہلسنت وجماعت۔ مسئولہ مولوی رجب الدین۔ یکے از طلبائے مدرسہ مذکور ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قبر شق اکثر ملک میں جو اہل اسلام بناتے ہیں، خلاف اور ناجائز طریقے سے بناتے ہیں۔ جس کا نقشہ یہ ہے ... ...



بلکہ قبر شق کی صورت وہ یہ بتاتا ہے کہ نقشہ مذکورہ کے درمیان اور ایک بہت چھوٹی سی مثل نہر کے شق بناکر، اوس نہر صغیر میں نعش قبلہ رخ داہنی کروٹ پر رکھیں۔ اور شق اسی کو کہتے ہیں۔ نقشہ یہ ہے ... ...



آیا یہ صورت ثانی جو شخص مذکور نے ایجاد کی ہے۔ وہ صحیح ہے یا نہیں اور شق سے یہی مراد ہے اور عبارت عالمگیری میں ہے ان تحفر حضیرۃ بین القبر اس حضیرہ سے یہی صورت ثانیہ مراد ہے یا اول اوس کا یہ قول جو اکثر ملک میں مروج ہے یہ حضیرہ ہے یعنی قبر اور بعد کھودنے قبر کے نہر صغیر بنا کر مردہ کو اوس میں رکھے اوسی کو شق کہتے ہیں جو کہ نہر کے نیچے آدھ گز سے بھی کم ہوگی۔ پس حضرات مفتیان عظام وعلمائے کرام کثرہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں غور فرما کر موافق مذہب حنفی بحوالہ کتب فتوٰی دیں عند اللہ اجر عظیم پادیں۔

الجواب

شق کے معنی یہ ہیں کہ اول ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اوسکے وسط میں دوسرا مستطیل اوس سے چھوٹا اور طول میں قامت میت سے کچھ زائد اور عرض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قد آدم کھودیں اس دوسرے مستطیل میں میت کو قبلہ رو رکھیں اور اوسکے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کرکے مستطیل اول کی جگہ مٹی سے بھردیں اور سطح زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی ہندوستان میں معمول ہے۔ اور یہی عبارت عالمگیریہ کا مفہوم ہے۔ پہلی صورت کہ صرف ایک مستطیل کھودیں اور اوس میں میت کو رکھ کر مٹی بھردیں یا تختے روئے زمین پر رکھ کر اون میں مٹی ڈال دیں۔ نہ شق ہے نہ ہندوستان خواہ کسی ملک میں رائج ہے۔ عالمگیریہ میں ہے صفۃ الشق ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر ویبنی جانباہ باللبن اوغیرہ ویوضع المیت فیہ ویسقف کذا فی معراج الدرایۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶: از حیدر آباد دکن شہر سکندر آباد محلہ ملاگٹہ مکان سید محمد اکبر صاحب ماسٹر ریلوے۔ مرسلہ سید غلام غوث صاحب۔ ۹ صفر ۱۳۱۷ھ۔

زمین جو دوامی پٹہ کی ہو اوسمیں دفن جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفن کیلئے ملکی زمین چاہیئے۔ پھر اس بنا پر تو جاگیرات میں دفن جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو۔ ملک غیر ہونا منافی جواز دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالہ قبر کا اختیار ہوگا۔ مگر جب اُسکا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علماء نے دوامی اجاری کی زمین میں مسجد بنانے کی

اجازت دی۔ اور اوس میں وقف صحیح مانا۔ اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔ ردالمحتار میں ہے قال فی الاسعاف وذکر فی اوقاف الخصاف ان وقف حوانیت الاسواق یجوز ان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لایخرجھم السلطان عنھا من قبل انا رأینا ھا فی ایدی اصحاب البناء توارثوھا وتقسم بینھم لایتعارض لھم السلطان فیھا ولایزعجھم وانما لہ غلۃ یاخذھا منھم وتداولھا خلف عن سلف ومضی علیھا الدھور وھی فی ایدیھم یتبایعونھا ویوجرونھا وتجوز فیھا وصایاھم ویھدمون بناءھا ویعیدونہ ویبنون غیرہ فکذالک الوقف فیھا جائز انتھی واقرہ فی الفتح وقد علمت وجھہ وھو بقاء التابید واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اوسکی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں۔ تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئیے بیّنوا توجروا بالدلیل۔

الجواب

اس صورت میں اوسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب کہ ستر مسلم لازم ہے وقد انکشفت قدم لما انھدم جدار الحجرۃ الشریفۃ فی زمن الولید ففزع الناس وظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذلک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی صحیح البخاری عن ھشام عن ابیہ واخرج زبالۃ وغیرہ ان قال عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ المتولی لبناء الحائط ان غط مارأیت فضلہ اور اس بارے میں کوئی خاص صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع۔ اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۸: از ہائی اسکول نجیب آباد ضلع بجنور معرفت حمید حسن خاں طالب علم درجہ نہم مسئولہ اللہ رکھا مستری۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرنا بہتر ہے یا نہ کرانا۔ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو اوسکی تعمیر میں کن کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے اور کریں تو اندر سے کچا رہے۔ اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ طول وعرض موافق قبر میت ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو۔ اور صورت ڈھلوان بہتر ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹: از گورکھپور۔ ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میونسپلٹی مسلمانوں سے چاہتی ہے کہ تم اپنے مردے باہر شہر کے دفن کرو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اوس قطعہ زمین میں دفن کرو جو اس کام کیلیے میونسپلٹی اپنے ہاتھ میں رکھے گی اور تمہارے بابتہ دفن اون مردہ مسلمانوں کے جنکی فیس

ناداری کی وجہ سے کسی طرح ادا نہیں ہوسکتی۔ ایک فیس مقررہ لے گی اور خام و پختہ میں فرق ہوگا اور زمین خریدنے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر بیچنے والا راضی نہ ہو بیچنا نہ چاہتا ہو۔ یا کتنی ہی تعداد میں قیمت مانگتا ہو مگر اسکی پرواہ نہیں کیجائے گی نہ وہ راضی کیا جائے گا بلکہ صرف سرکاری کی مقررہ قیمت اوسکو دیدی جائے گی اور اوس زمین پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائیگا۔ ایسی صورت میں میونسپلٹی کی آمدنی سے اطراف زمین کا معاوضہ جبر کیا گیا خریدنا جیسا کہ بیان کیا گیا شرعًا ناجائز و غصب ہے یا نہیں اور اوسمیں مسلمان مردوں کا دفن ہونا غیر ہوب والوں کو فیس ادا کرکے جائز ہے یا ناجائز، مکروہ ہے یا حرام اور مردے دفن کرنیوالا مسلمان داخل معصیت ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

چونکہ کا روپیہ درکنار اگر کوئی مسلمان ہی اپنے مال خاص مملوک بملک حلال و طیب سے زمین اوس طریقہ جبر پر خریدے وہ قطعًا حرام ہوگی۔ اور زمین حکمًا مغصوب اور اوس میں بروجہ مذکور مردوں کا دفن کرنا حرام و معصیت یہاں تک کہ بعد دفن مردہ کا قبر سے نکالنا حرام، مگر ایسی جگہ قبر کھود کر دوسری جگہ دفن کرنا چاہیئے۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لاینبغی اخراج المیت من القبر بعدما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از فتح پور ہسوہ۔ محلہ مہاجری ٹولہ۔ مرسلہ محمود علی صاحب اہلمد کلکٹری۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

۱۔ قرب قبرستان کا باشندگان قرب و جوار کیلیے مضر صحت ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) تبدیلی قبرستان قدیم کی بلا عذر شرعی جائز ہے یا نہیں (۳) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس میں پہلے غلیظ دفن ہورہا ہے جاری کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس کے قرب میں اب غلیظ دفن ہورہا ہے جائز ہے یا ناجائز (۵) مردہ کو کس طرح کے قبر میں دفن کرنا چاہیئے، جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) شریعت مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیا کی صحت کو ضرر نہ پہونچے۔ درمختار میں ہے حفر قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن ردالمحتار میں ہے وان زاد الی مقدار قامۃ فھو احسن کما فی الذخیرۃ وھذا حد العمق والمقصود منہ المبالغۃ فی منع الرائحۃ ونبش السباع ہزاروں لاکھوں آدمی مقابر کے قریب بستے ہیں۔ بلکہ ہزاروں وہ ہیں جن کا پیشہ ہی تکیہ داری یا قبور کی مجاورت ہے اونکی صحت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) تبدیلی سے اگر یہ مراد کہ قبرستان کو کوئی اور مکان کسی کے رہنے بسنے کا یا مسجد یا مدرسہ کرلیا جائے اور قبور کیلیے دوسری زمین دیدی جائے تو یہ قطعی حرام اور بوجوہ حرام ہے کہ وقف میں تصرف بیجا ہے اور وقف نہ بھی ہو تو قبور مسلمین کی توہین و بیحرمتی ہے قبر پر چلنا پھرنا پاؤں رکھنا تو حرام ہے نہ کہ اونھیں پامالی کیلیے مقرر کرلینا اسکی تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین فی توھین قبور المسلمین میں ہے۔ عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر ھیئۃ الوقف۔ ہدایہ میں ہے۔ فی غایۃ القبح فیہ الموتی سنۃ وینازع سنۃ ردالمحتار میں ہے انھم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام اسی طرح طحطاوی علی الدرمختار میں ہے۔ اور اگر

یہ مراد ہے کہ مقبرہ بدستور رکھا جائے گا اوسمیں کوئی تصرف نہ کیا جائے گا، مگر اوس میں دفن کرنا روک دیا جائے گا اور اوسکے عوض دوسری زمین میں دفن کرنے لگیں۔ تو یہ اگر یوں ہے کہ پرانا مقبرہ بالکل بھر گیا اور اوسمیں کہیں قبر کی جگہ نہ رہی۔ تو بیشک مناسب ہے اگر دوسری جگہ معقول وقابل قبور مسلمین مل سکے اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ قبور کیلئے جگہ موجود ہے اور پھر منع کیا جائے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ جگہ جہاں اموات دفن ہوتے تھے کسی شخص خاص کی ملک ہے کہ اوسکی اجازت سے دفن ہوتے تھے تو بلاشبہہ اوسے اختیار ہے کہ میت کو نکلوا دے درمختار میں ہے لایخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض اور اگر وہ کسی کا مملوک نہیں بلکہ وقف ہے تو وقف میں دست اندازی کا کسی کو حق نہیں الوقف لایملک واللہ تعالٰی اعلم (۳) یہ حرام اور سخت توہین اموات اہل اسلام ہے۔ مقابر میں پاخانہ پھرنا حرام ہے حالانکہ وہ اوپر ہی رہے گا اموات تک نہ پہونچے گا۔ تو یہ صورت کیونکر حلال ہوسکتی ہے درمختار میں ہے یکرہ بول وغائط فی المقابر۔ طحطاوی و ردالمحتار میں ہے الظاہر انہا تحریمیۃ واللہ تعالٰی اعلم (۴) اس سے بھی شرعًا منع کیا جائے گا جو لوگ دفن کیلئے جائیں اونھیں ایذا ہوگی۔ جو فاتحہ کو جائیں اونھیں ایذا ہوگی۔ اور ان سے قطع نظر کیجیے اون کی ایذا تو اتنی دیر کیلئے ہوگی۔ جبتک وہاں رہیں گے۔ اموات کے لیے یہ آٹھ پہر کی ایذا ہوگی۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت یتاذی مما یتاذی منہ الحی۔ جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اوس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اوسی مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب کرنا ممنوع ہے فرمایا لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی واللہ تعالٰی اعلم (۵) صالحین کے قریب دفن کرنا چاہیئے۔ کہ اون کے قرب کی برکت اوسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحق عذاب بھی ہوتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں۔ وہ رحمت کہ اون پر نازل ہوتی ہے اوسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھم القوم لایشقی بہم جلیسہم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اوس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور اونکی جدائی سے ملول۔ اسی طرح بعد موت بھی ہم ابھی حدیث وفقہ کو ذکر کر آئے۔ کہ مردے کو ہر اوس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱

از گیا مرزا پور مرسلہ شیخ علی صاحب ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

جس گورستان کی بوجہ کمی زمین وکثرت دفن مردگان سے یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں اور بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اوسکے جو کہ ان سب شکایتوں سے پاک وصاف ہو۔ اوسکو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال مدفون ہونے آبا واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مردوں کی ہڈیاں اوکھیڑ کر مردہ دفن کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مذکورہ محض ناجائز وحرام ہے صرح بہ علمائنا رحمہم اللّٰہ فی غیر ما کتاب واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: از گیا، محلہ مراد پور، مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۱ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جناب مولانا قبلہ ہادی صراط مستقیم دام افضالکم۔ بعد سلام مسنون ملتمس خدمت ہے کہ حضور نے بجواب استفتائے ہذا ارشاد فرمایا ہے کہ صورت مذکورہ بالا محض ناجائز وحرام ہے۔ اور مدرسہ دیوبند کا فتوٰی بجنسہ ارسال خدمت کرکے امیدوار کہ کس حکم پر عمل کرنے کا حضور والا کے ارشاد ہوتا ہے اور جناب مولنا سجاد حسین صاحب بہاری مدرس اوّل و ناظم مدرسہ انوار العلوم کا فتوٰی بموجب اقوال فقہا حضور کی مطابقت پر ہے۔

سوال: جس گورستان میں بوجہ کمی زمین وکثرت دفن مردگان یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں۔ بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اوسکے جوان سب شکایتوں سے پاک اور صاف ہو اوسکو چھوڑکر خواہ مخواہ صرف بخیال ہونے جائے مدفن آبا واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردے کی ہڈیاں اوکھیڑکر مردہ دفن کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں۔ راقم استفتاء ہذا بندہ عاصی تیغ علی عفا عنہ الباری ساکن مراد پور گیا۔

الجواب۔ دفن کرنا اوس گورستان میں درست ہے۔ اگر ہڈیاں ظاہر ہوں اون کو ایک طرف کردیا جائے۔ لیکن اگر دوسری جگہ صاف اور خالی ہو تو وہاں دفن کرنا اولٰی ہے۔ فقہا نے اس بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے۔ اور قبر جدید کو کھود کر اوس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست نہیں ہے شامی میں ہے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ الخ اسکے بعد تاتارخانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ باوجود دوسری جگہ خالی ملنے کے ایسا کرنا بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ پس مدار ضرورت وعدم ضرورت پر ہے۔ اگر ضرورت ہو پرانی قبر میں میت کو دفن کرنا بلاکراہت درست ہے اور اگر ضرورۃ کچھ نہ ہو بلکہ دوسری جگہ صاف وخالی ہو تو اگرچہ پھر بھی درست ہے مگر غیر اولٰی مکروہ تنزیہی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

الجواب

حکم شریعت مطہرہ وہی ہے کہ فقیر نے فتوائے سابقہ میں لکھا۔ یعنی بحالت مذکورہ اوس قبرستان میں دفن کرنا محض ناجائز وحرام ہے فتوائے دیوبند صریح باطل ومردود ہے۔ اور خیانت وتحریف وافترا وناقص وسفاہت سے مملو۔ مسئلہ بہت ظاہر وواضح ہے۔ لہٰذا ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دیا تھا۔ بلکہ اتنا لکھ دیا کہ ہمارے علمانے متعدد کتابوں میں اسکی تصریح فرمائی۔ اب اوہام جہال مدعیان علم وکمال کے ازالہ کو چند نصوص ذکر کریں۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد ابن الہمام رحمۃ اللّٰہ تعالٰی فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ لایدفن اثنان فی قبر واحد الا لضرورۃ ولا یحفر قبر لدفن اٰخر الا ان بلی الاول فلم یبق لہ عظم الا ان لایوجد بدفیضم عظام الاول ویجعل بینہما حاجز من تراب۔ یعنی بلامجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں نہ بلامجبوری دوسرے کے دفن کے لئے قبر کھودنے کی اجازت۔ مگر جب کہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو کہ اوسکی کوئی ہڈی تک نہ رہی۔ ہاں مجبوری ہو تو ہڈیاں ایک طرف جمع کرکے اونھیں

اور اس میت میں مٹی کی آڑ قائم کردیں۔ تاتارخانیہ و امداد الفتاح میں ہے اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ وان جمعوا عظامہ فی ناحیۃ ثم دفن غیرہ فیہ تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلک یعنی اگر میت بالکل خاک ہوجائے جب بھی اوس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے۔ اور اگر مزارات صالحین کے قرب کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے میّت کی ہڈیاں ایک کنارے جمع کردیا۔ اس کے بعد دوسرا دفن کریں، تو اب بھی ممنوع ہے جبکہ فارغ جگہ دفن کو مل سکتی ہے۔ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ تعالٰی حلیہ میں فرماتے ہیں یکرہ ان یدفن فی القبر الواحد الا بالضرورۃ وھذا اذا لم یکن اھانۃ الدفن فی الفساق خصوصًا ان کان فیہا میت لم یبل واما ما یفعلہ جہلۃ اغبیاء من الحفارین وغیرہ فی المقابر المسبلۃ العامۃ وغیرھا من نبش القبور التی لم یبل اربابہا وادخال اجانب علیہم فہو من المنکر الظاہر الذی ینبغی لکل واقف علیہ انکار ذلک علی متعاطیہ بحسب الاستطاعۃ فان کف والارفع الی اولیاء الامور وفقہم اللہ تعالٰی لیقابلوہ بالتادیب ومن المعلوم ان لیس من الضرورۃ المبیحۃ لجمع میتین ابتداء فی قبر واحد قصد دفن الرجل مع قریبہ او ضیق محل الدفن فی تلک المقبرۃ مع وجود غیرھا وان کانت تلک المقبرۃ مما یتبرک بالدفن فیہا لبعض من بہا من الموتی فضلا عن کون ھذہ الامور وما جری مجرہا مبیحۃ للنبش وادخال البعض علی البعض قبل البلاء مع ما یحصل فی ضمن ذلک من ھتک حرمۃ المیت الاول وتفریق اجزائہ فالحذر من ذلک۔ یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ تہ خانوں میں دفن منع ہے خصوصًا جب کہ وہاں کوئی میت موجود ہو جو ابھی خاک نہ ہوا اور وہ جو بعض گورکن وغیرہ جاہلان بدعقل کرتے ہیں کہ وقفی یا غیر وقفی قبرستان میں وہ قبر جس کا مردہ ہنوز خاک نہ ہوا کھود کر دوسرا دفن کردیتے ہیں۔ یہ صریح معصیت ہے ہر مسلمان کو چاہئے کہ حتی الامکان اونھیں ایسا کرنے سے خود روکے اور اوس کے روکے نہ رکیں تو حکام کو اطلاع دیں کہ وہ ان لوگوں کو سزا دیں اور شریعت سے معلوم ہے کہ کسی کو اوس کے عزیز یا تبرک کیلئے کسی مزار کے پاس دفن کرنے کی غرض سے ابتداءً دو جنازے ایک قبر میں رکھنا حلال نہیں جبکہ وہاں دوسرا مقبرہ موجود ہو۔ نہ کہ ان وجوہ کیلئے اگلی قبر کھودنا۔ اور ایک کے خاک ہونے سے پہلے دوسرے کا اوس میں داخل کرنا۔ یہ کیسے حلال ہوسکتا ہے حالاں کہ اوس میں پہلے میت کی ہتک حرمت اور اوس کے اجزا کا متفرق کرنا ہے تو خبردار اس حرکت سے بچو۔

ان نفیس عبارات کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ طرفہ یہ کہ دیوبندی نے جہاں سے شامی کی عبارت نقل کی ہے۔ وہیں وہ فتح القدیر کا کلام منقول تھا اوسے چھوڑ دیا۔ یہ **خیانت** ہے۔ وہیں حلیہ کا یہ قاہر کلام ملخصًا مذکور تھا اوسے بھی اوڑا دیا۔ یہ دوسری بھاری **خیانت** ہے۔ وہیں تاتارخانیہ کی وہ عبارت مسطور تھی جس کا ترجمہ یہ کیا کہ "بلا ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں"۔ جس کا حاصل خود یہ نکالا کہ "غیر اولٰی یعنی مکروہ تنزیہی" حالانکہ تاتارخانیہ میں دو جگہ "یکرہ" فرمایا جس کا مطلق مفید کراہت تحریم ہے اور اوس کی دلیل فرمائی تھی کہ حرمت اب بھی باقی ہے جس سے صاف ممانعت روشن تھی۔ کیا مسلمان میت کی بےحرمتی درست ہے۔ صرف غیر اولٰی ہے اس تعلیل کو اوڑا جانا تیسری **خیانت** ہے۔ یہیں شامی نے اوس اپنی بحث میں کہا تھا کہ مگر اسمیں بہت مشقت ہے تو اولٰی یہ ہے کہ جواز کا مدار میّت کے خاک ہونے پر

لکھیں۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تاتارخانیہ میں خاک ہونے کے بعد بھی ناجائز فرمایا ہے۔ نہ کہ صرف غیر اولی۔ یہ دیکھ کر وہ معنی بنا لئے جو ظاہر ہیں
ہے۔ وہیں عبارت امام محمد حلبی میں یہ دیکھنا کہ اپنے عزیز یا کسی مزار کے قریب میں دفن کا قصد وہ ضرورت نہیں۔ جس کے باعث ابتدا ایک
قبر میں دو کا دفن مباح ہو جائے۔ صاف ثابت ہوا کہ ایسا کرنا حلال نہیں۔ پھر اوسے غیر اولی پر ڈھالنا دوسری تحریف ہے۔ اوسی عبارت
میں ارشاد ہوا تھا کہ پھر ان وجوہ سے اگلی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ اس سے آنکھ بند کر کے وہ محرمات تیسری
تحریف ہے۔ پھر وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میت کی بے حرمتی ہے اور اس پر وہ تراش چوتھی تحریف ہے۔ وہیں یہ دیکھنا کہ اوس میں
مسلمان میت کی ہڈی علیحدہ کرنا ہے۔ اور اسپر وہ اختراع پانچویں تحریف ہے۔ پھر اپنے اس معنی تراشیدہ کو فقہاء کی طرف نسبت کرنا کھلا
افترا ہے۔ طرفہ یہ کہ عبارت شامی نقل کی جسمیں امام زیلعی سے ہے کہ میت خاک ہو جائے تو اوسکے بعد دوسرے کو اوسکی قبر میں دفن کر دینا
جائز ہے۔ صاف ثابت ہوا کہ قبل اس کے ناجائز ہے۔ پھر اس اپنے رد کو اپنی سند بنانا کیسی کھلی سفاہت ہے۔ فقہائے کرام نے نقل کیا
کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے۔ جدید کھود کر اوس میں دوسرے کو دفن کرنا درست نہیں۔ پھر کہنہ و جدید ایجاد بندہ
ہے۔ جس کے معنی یہ ٹھہرا لئے کہ دو چار مہینے یا سال دو سال گزر گئے۔ تو اب جدید قبر ہی نہ رہی۔ مسلمان کی ہڈیاں کھودنا حلال ہو گیا۔ حالانکہ خود
اوسکی عبارت نقل کردہ میں ارشاد فقہاء یہ ہے کہ میت خاک ہو جائے تو جائز ورنہ نہیں۔ اب کہنہ و جدید کے یہ معنی متعین ہو گئے۔ اس پر
اس گورستان کی نسبت جسے سائل نے صاف لکھا تھا کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہے اور اوس پر گورستان صاف
و پاک اوس کے متصل موجود ہے۔ یہ حکم لگانا کہ دفن کرنا دوسرے گورستان میں درست ہے۔ صریح تناقض۔ فقہائے کرام نے بحال ضرورت
اجازت دی۔ خود اسی فتوی میں کہا مدار ضرورت اور عدم ضرورت پر ہے۔ پھر بلا ضرورت صرف غیر اولے رکھنا کیسی شدید سفاہت ہے۔
غیر اولی کی اجازت کو ضرورت کیا درکار، وہ بلا ضرورت بھی جائز ہوتا ہے۔ ہاں ناجائز بات کی اجازت کو ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے
کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ اوس فتوے کے اوس کاتب کے قلم سے چھوٹی آٹھ سطریں ہیں اون میں یہ بارہ کمالات نگاہ اولیں
حاضر ہیں تحریفیں۔ خیانتیں۔ افترا۔ تناقض۔ سفاہتیں۔ معاذ اللہ! کہ شرع الرسول کو قابل افتا ٹھہرائے۔ یہ سب درمختار۔
علمائے کرام حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا۔ اور فرمایا من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر
جو اون کے اقوال پر مطلع ہو کر اون کے کفر میں شک کرے۔ وہ بھی مسلمان نہیں۔ پھر اون لوگوں کو عالم دین سمجھنا یا اون سے کوئی
شرعی فتوی طلب کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ حرام حرام سخت حرام ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں کلام طویل ہے۔ ہمارے رسالہ
اھلاك الوھابیین سے ثابت ہے کہ میت اگرچہ خاک ہو گیا ہو۔ بلا ضرورت شدیدہ اوسکی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز
نہیں۔ جیسا کہ تاتارخانیہ وغیرہا میں فرمایا۔ مگر کسی کی مملوک زمین ہے تو خاک ہو جانے کے بعد وہ اپنی ملک میں تصرف کر سکتا ہے
عبارت تبیین کا یہی محل ہے۔ بہرحال خاک ہو جانے سے پہلے بلا مجبوری کسی کے نزدیک جائز نہیں رہی۔ بحث شامی کی اشنعت عظیمہ
اقول مرفوع ہے کہ محل ضرورت مستثنیٰ ہے۔ مگر صورت سوال کہ نئی قبریں کھودنے سے بکثرت ہڈیاں نکلتی ہیں۔ اور دوسرا صاف
قبرستان اوسکے متصل موجود ہے۔ اس میں تو وہابیہ کے سوا جن کی نگاہ میں اموات مسلمین کی اصلا عزت نہیں کوئی مسلمان قائل

جواز نہیں ہوسکتا۔ شامی کے علاوہ بھی اسکی طرف ناظر نہیں ہوسکتا۔ فانہ فی المنح من الحجر الا ان لا یبقی عظما اصلا کا فی ھذا علی انہ بحث فیہ علی خلاف المنصوص **اقول** وقد یکون عظم امراۃ فکیف یحل للاجانب النظر الیہ ومسہ وکسرھا المقطوع کما نصوا علیہ فافھموا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳: از شہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادم مزار شاہ رانہ رحمۃ اللہ تعالٰی۔ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اراضی مذبح جس پر دوکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دوکانداروں پر دو دو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کرلئے تھے۔ بعد چند روز کے اندرون میعاد ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لیا۔ اور دوکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کرلیا۔ مگر دوکاندار لوگ کرایہ زیادہ حسب منشا عمرو کو نہ دے سکے۔ اور مجبور ہوکر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسب رضامندی فقیر جا بیٹھے۔ اور فقیر کو دو پیسے روز ہر دوکاندار دینے لگا۔ عمرو کو یہ بات ناپسند خاطر ہوئی۔ اور دینی برادروں قصابان سے اپنا عذر کیا۔ چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادران عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں۔ باتفاق سب نے فقیر پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دوکاندار دیوے۔ ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا، کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دوکاندار کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہئے یا نہیں۔ دوم تکیہ کی اراضی میں دوکانداروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب

دونوں باتیں حرام ہیں۔ نہ تکیہ کی زمین دوکانداروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔ نہ اون کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے۔ اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اوس پر دباؤ ڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعی حرام تھا۔ تو یہ حرام در حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴: از جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مسئولہ ملک محمد امین صاحب۔ ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) قبرستان بوجہ بہت ویرانہ کے میت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سرنو بنانی جائز ہے یا نہیں (۲) ایسے قبرستان میں جوتی پہن کر جانا۔ اور چارپائی پر سونا۔ گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اون ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ اور قبر میت کے گرد کچی نہ ہو اوپر سے پکی کرسکتے ہیں (۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے۔ نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے۔ ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اوس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا۔ چارپائی بچھانا۔ سونا۔ بیٹھنا سب منع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵: از شیر کوٹ مسئولہ مظہر الحسن صاحب۔ ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) از روئے شریعت اسلام قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں (۲)

قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اوسکی نسبت کیا احکام شرعی ہیں (۲) قبروں کو منہدم یا مسمار کرکے اوس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص مسلمان ہوکر ایسا کرے تو اوسکے لیے شرعاً کیا حکم ہے (۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں (۵) قبرستان میں یا اوسکی متعلقہ زمین میں بول وبراز گندگی وغیرہ پھینکنا۔ یا قبرستان کو گندگی کا مخزن بنانا کیسا اور اوسکی نسبت کیا حکم ہے (۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے۔

الجواب

(۱ و ۲) عامۂ قبرستان وقف ہوتے ہیں اور وقف کی بیع ورہن حرام ہے اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اوسنے مردے دفن کیے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اوس میں توہین اموات مسلمین ہے۔ اور اون کی توہین حرام ہے (۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اوسکی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کردیا ہو اور اوس نے اوسے جائز نہ رکھا تو اوسے اوس کے نکلوادینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی وعمارت ہرشے کا اختیار ہے (۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدر قدرت اوسے روکے جو اس میں پہلوتہی کرے گا اوسے فاسق کی طرح عذاب نار ہوگا۔ قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون (۵) حرام، حرام سخت حرام ہے۔ اور اس کا مرتکب مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے (۶) قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ بیٹھنا جائز نہیں۔ اون پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اوس میں چلنا حرام ہے۔ اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ اون کے گرد اور قبریں ہوگئیں اور اوسے اون کی قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبید پور۔ مرسلہ مولانا انوار الدین صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان وقف میں کسی کو اپنی سکونت یا ذاتی منفعت کیلیے مکان بنانا۔ یا مقبرہ غیر وقف میں مالک کا خاص قبور پر یا قبروں سے جدا مکان تعمیر کرنا۔ خصوصاً اوس قبر پر جو بلا اجازت مالک اوسکی زمین میں بنائی ہو۔ اوس میں سے میت کو نکال کر یا بے نکالے ہوئے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مقبرۂ وقف میں اپنا مکان سکونت بنانا، یا خلاف وقف اپنے کسی تصرف وانتفاع میں لانا حرام ہے۔ فان الوقف لایملک ولا یخالف اور مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا فان الملک مطلق لتصرف المالک لایمنع اور قبور پر کہ اسکی اجازت سے بنی ہوں ناروا لما فیہ من استھانۃ بالمسلمین وقد حققنا ما یتعلق بھذا فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ ومن سعی فی نقض ما تم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ مگر جو قبر ظلماً بلا اجازت مالک بنائی جائے اوس کے لیے کچھ حق نہیں۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق علماء اجازت دیتے ہیں کہ چاہے میت کو نکلوادے چاہے یونہیں زمین اپنے تصرف میں لائے۔ درمختار میں ہے یخیر المالك بین اخراجہ ومساواتہ بالارض۔ صفوف نماز کی شرعاً کس قدر حرمت وتعظیم ہے۔ مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کرلیجائیں، حدیث وفقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جاکر صف اول پوری کریں کہ خلاف شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں۔ یہ حق اللہ میں ہے۔ حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحب حق اوس میت مسلم کا لحاظ کرکے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اوس نے خود قصور نہ کیا۔ تو امید ہے کہ حق سبحٰنہ وتعالٰی اوسے اجر عظیم عطا فرمائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بمبئی۔ محلہ نل بازار۔ دوکان سیٹھ شمس الدین وامیر الدین۔ مرسلہ امیر الدین معرفت سید محمد مہدی حسن میاں صاحب۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص قبرستان خاص یا قرب قبرستان مکان تعمیر کرے۔ اور پاخانہ بھی تعمیر کرے۔ پاخانہ کی موری کا غلیظ پانی قبروں پر ہوکر جائے تو ایسی جگہ مکان بغرض سکونت رہایش بنانا جائز ہے یا ناجائز۔ ایسی جگہ کہ جہاں کپڑوں کے دھونے سے غلیظ پانی کپڑوں کا قبروں پر سے جاری رہے وہاں دھوبی کپڑے دھو سکتا ہے۔ اور اگر وہ جگہ بقبضہ مسلمان ہے یا ملکیت مسلمان ہے تو مسلمان اگر مانع نہ آوے۔ یا بطمع کرایہ دھوبی کے اس عمل مذکور کو جاری رہنے دے جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف میں تصرف بیجا ہے۔ اور اوس میں تصرف بیجا حرام ہے۔ پھر اگر اوس قطع میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کر ناپید ہوگئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے۔ قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا۔ چلنا ہوگا۔ بیٹھنا ہوگا۔ پیشاب پاخانہ ہوگا۔ اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات، کہ شکایت نہیں کرسکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے۔ بے وجہ شرعی مسلمان کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے۔ اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحق جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا۔ پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے۔ اور جو باوصف قدرت اوسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے۔ اور بطمع کرایہ اوسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے۔ یہ کام اوسی شخص کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر، نہ مسلمانوں کی عزت نہ خدا کا خوف۔ نہ موت کی ہیبت۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نوادر وتحفۃ الفقہاء وبدائع ومحیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ان اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ الیہ۔ حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوٰی سے ہے انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطأ۔ فتاوی عالمگیری میں امام علی ترجمانی سے ہے یأثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔ تنویر الابصار میں ہے یکرہ بول وغائط فی مقابر۔ ردالمحتار میں ہے لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی والظاہر انہا تحریمیۃ لانہم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام فہذا اولی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر۔ مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن

عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا وفی فتح القدیر یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ وقال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اذی المؤمنین فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ وعن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ان تمام صحیح حدیثوں اور ان کے سوا اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ قبر پر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا بلکہ صرف اوس سے تکیہ لگانے سے میت کو ایذا ہوتی ہے۔ اور مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی۔ تو اوسپر بچے پانی بہانا کس قدر باعث ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اسمیں برابر ہیں، تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی ادھر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینہ اور مونھ پر پیشاب کیا کریں۔ یا دھوبی ناپاک کپڑے دھوکر وہ پانی اوسکے مونھ اور سر پر چھڑک دیا کریں۔ ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کوئی کافر اسے اپنے لیے روا نہ رکھے گا۔ تو میت مسلمانوں کے لیے ایسی سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ کو ایذا دی۔ رواہ الطبرانی عنہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مھینا بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اون پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے اون کیلیے ذلت کا عذاب طیار کر رکھا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۸: از پنڈول بزرگ: ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا۔ یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اوس کے چاروں طرف کھود کر جسمیں جدید قدیم قبریں بھی ہیں۔ محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حفاظت کیلیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کیلیے ہو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی و اینٹیں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا یا اون کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ۔

الجواب

قبرستان میں پیڑ جنہے لگائے اونکی لکڑی اور مقبرہ جسنے بنوایا۔ اوس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے۔ اور اگر مالک کا پتہ نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰: از سہارنپور مرسلہ مولوی امیر یار خانصاحب۔ امام مسجد جامع۔ ۲۰ شوال ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ! اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کی قبر خام ہے اور اوس اہل قبر سے اوس کے معتقدین کے لیے کمال درجہ کا فیض شل اویسیہ کے اور حصول تسکین قلب و مراقبہ واشتغال متصور ہے، مگر چونکہ موسم برسات میں بباعث آب وسیلابہ کے اور دیگر موسم گرما وغیرہ میں معتقدین کو وہاں بیٹھنے کی بہت تکلیف رہتی ہے پس اگر معتقدین ذاکرین واسطے اپنے استفاضہ طریقت کے اوس قبر کے گرداگرد چبوترہ پختہ اور چار دیواری پختہ بنادیں، اور اوپر سے کھلی ہوئی رکھیں اور قبر کو خام رہنے دیں تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ فی السوال جائز ہے۔ ائمہ دین نے مزارات حضرات علماء ومشائخ کرام قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین ومستفیدین راحت پائیں، عمارت بنانا جائز رکھا۔ اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔ تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔ تفصیل صورو تحقیق اثر اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اوس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے نہ بناء علی القبر۔ علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمن، پھر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام۔ پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین درر ومراقی الفلاح میں فرماتے ہیں واللفظ للغنیۃ قال تعالٰی فی البرھان یحرم البناء علیہ للزینۃ ویکرہ للاحکام بعد الدفن لا الدفن فی مکان بنی فیہ قبلہ لعدم کونہ قبرا حقیقۃ بدونہ اھ۔ اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اوس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خود نفس قبر پر کوئی عمارت چنی جائے اسکی ممانعت میں اصلا شک نہیں کہ سقف قبر وہوائے قبر حق میت ہے۔ ھذا اس فعل میں اوس کی اہانت وایذیت۔ یہاں تک کہ قبر پہ بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا۔ نہ کہ عمارت چننا۔ ہمارے بہت علماء مذہب قدست اسرارہم نے احادیث وروایات نہی عن البناء سے یہی معنی مراد لیے اور فی الواقع بنا علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ گرد قبر کوئی مکان بنانا بناحول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔ جیسے صلاۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں کما نص علیہ العلماء قاطبۃ وبیناہ فی فتاوٰنا امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوز جندی خانیہ میں فرماتے ہیں لایجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن التجصیص والتقصیص وعن البناء فوق القبر قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لما روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال لایجصص القبر ولایطین ولا یرفع علیہ بناء وسفط امام طاہر بن عبدالرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں لایرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی یجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفوط رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلایجوز لاحد التصرف فی ھواء قبرہ ہندیہ میں ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت دوسرے یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے یہ اگر زمین ناجائز التصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے ولذا نقل فی المرقاۃ عن الازھار ان النھی للحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ وانہ یجب الھدم وان کان مسجدا۔ یو ہیں اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت و تفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیہ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں۔ تو یہ بوجہ فساد نیت ممنوع کما مر عن البرھان

ومثلہ فی ذوالایضاح وغیرہ۔ اسی طرح جہاں بفائدہ محض ہو۔ جیسے کوئی قبر کسی بن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام
غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع اون کی مقابر پر جائیں نہ اون کے دنیا دار ورثہ سے امید کہ وہ جاڑے
گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصد زیارت قبر و نفع رسانی میت وہاں جاکر بیٹھا کریں گے۔ قرآن و ذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جواز
قرار و ذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے۔ ایسی صورت میں بوجہ اسراف و اضاعت مال نہی ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں منھی لعدم الفائدۃ
فیہ مجمع بحار الانوار میں ہے منھی عنہ لعدم الفائدۃ مرقاۃ میں ہے۔ وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعۃ المال جہاں
ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہذا مولٰنا علی قاری نے بعد نقل کلام مذکور تورپشتی فرمایا۔ قلت فیستفاد
منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتہا فلا تکون منھیۃ قال ابن الھمام واختلف فی اجلاس
القارئین لیقرؤا والعند القبر والمختار عدم الکراھۃ۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں۔ اگر غرض صحیح داشتہ باشد، دراں
باک نیست تاآں جا کہ در بنائے قبر بہ نیت آسایش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند
کذا یفھم من شرح الشیخ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
قال فی مرضہ الذی مات فیہ لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا قالت ولولا ذٰلک لابرزوا
قبرہ علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا۔ جذب القلوب
شریف میں فرمایا چون دفن سرور انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم بموجب حکم الٰہی ہم در حجرہ شریفہ شد۔ عائشہ صدیقہ نیز در خانہ خود ساکن
می بود میان او و قبر شریف پردہ نہ بود۔ و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از در آمدن بر قبر شریف و برداشتن خاک ازاں خانہ
را دو قسم ساخت و دیوارے در میان مسکن خود و قبر شریف کشید و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیارت کردہ حجرہ را از خشت خام
بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود۔ عمر بن عبد العزیز بحکم ولید بن عبد الملک آں را ہدم کردہ بحجارہ منقوشہ برآورد و
بر ظاہر آن حظیرہ دیگر بنا کرد و ہیچکدام ازیں دو درے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بعمر بن عبد العزیز گفت۔ اگر حجرہ شریفہ را
برحال خود گزارند و عمارتے گرد آں برآرند احسن باشد الخ۔ لاجرم ائمہ کرام نے گرد قبور علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحت بنا کی تصریح
فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم
الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ بعینہ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ وقد اباح السلف البناء الخ
کشف الغطاء میں ہے۔ در مطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بنا را بر قبر مشائخ و علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند و استراحت
نمایند بجلوس در آن۔ ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیشیں کردہ اند۔
ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقد منور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔ نور الایمان میں ہے
قد نقل الشیخ الدھلوی فی المدارج عن مطالب امیر المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشائخ والعلماء
المشھورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ للزائرین ویجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ

اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقہاء علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اسمیں کچھ کراہت بھی نہیں حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتاتی اللحد، دفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واما البناء فقد تقدم الاختلاف فیہ واما الاختلاط فللضرورۃ فاذا فصل الحاجز بین الاموات فلاکراھۃ۔ نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے تنویر الابصار وجامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح وتقریر فرمائی کہ قول جوازہی مختار ومفتی بہ ہے۔ وھذا لفظ العلامۃ الغزی لایجصص علیہ بناء وقیل لاباس بہ وھو المختار اھ بعد تصریح صریح اختیار وترجیح مجال کلام کیا ہے ھکذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملک المنعم العلام وبہ یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۹۱: از پنڈول بزرگ۔ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور کھڑے ہوکر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنادے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں (۲) کسی بزرگ کے روضے کے سامنے قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اوس قبرے لگا کر اوسی گرد کی قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دیگر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) جائز ہے۔ کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر سے بچنا لازم ہے (۲) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲: از مونگیر۔ محلہ دلاور پور مکان شیخ رحمت علی صاحب مرسلہ مولوی سید عطاء الحق صاحب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مردہ کو جس کا کوئی وارث نہیں کیا کیا جائے۔ بینوا۔ توجروا

الجواب

اوسکے مذہب وملت والوں کو دیدیا جائے کہ جو چاہیں کریں۔ اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفہ سگ کی طرح دفع عفونت کیلیے کسی گڑھے میں دبادیں۔ تفصیل مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے اصلی ومرتد۔ اصلی وہ کہ ابتداء سے کافر ہے۔ اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا۔ یا باوصف دعوٰی اسلام عقائد کفر رکھے۔ جیسے آجکل نیچری مرتد کے لیے تو اصلاً نہ غسل۔ نہ کفن۔ نہ دفن۔ نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے۔ اگرچہ وہ اوسی کے مذہب کا ہو۔ اگرچہ اوسکا باپ یا بیٹا ہو۔ بلکہ اوس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبادینا ہے۔ اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اوس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو۔ بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اوسکا عزیز قریب یا ہم مذہب والے جو چاہیں کریں۔ اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج مثل علاج مرتد ہے۔ اور اگر مسلمان کو اوس سے قرابت قریبہ ہے تاہم جب کوئی قریب کافر موجود ہو۔ بہتر یہی ہے کہ اوسکی تجہیز میں شرکت نہ کرے۔ ہاں ادائے حق قرابت کیلئے اگر اوسکے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اوسکی تجہیز وتکفین ضروری نہیں۔ اگر اوس کے ہم مذہب

کافروں کو دیدے۔ یا بے غسل و کفن کسی گڑھے میں پھنکوادے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظ قرابت غسل و کفن و دفن کرے۔ تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے۔ نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے۔ کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبادے۔ دب انی اعوذ بك من الكفر والكافرين۔ درمختار میں ہے (یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الاصلی) اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب (عند الاحتیاج) فلو له قریب فالاولی ترکه لهم (من غیر مراعاة السنة) فیغسله غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویلقیه فی حفرة اه **اقول** ولفظ البحر حفیرة اه قال الطحطاوی فی حاشیة المراقی ای بدون لحد ولا توسعة اه وفی الایضاح ومراقی الفلاح غسله کغسل خرقة نجسة وکفنه فی خرقة والقاه فی حفرة من غیر وضع کالجیفة مراعاة لحق القرابة او دفع القریب الی اهل ملته ویتبع جنازته من بعید وفیما اشارة الی ان المرتد لایمکن منه احد لغسله لانه لاملة له فیلقی کجیفة کلب فی حفرة اه مختصرا وفی ردالمحتار قوله یغسل المسلم ای جاز له ذلك من شروطه وجوب الغسل کون المیت مسلما الخ کشف الغطا میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے اگر قریب مسلمان نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تا ہرچہ خواہند بوے کنند۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳: از شہر بریلی کہنہ۔ محلہ کانکر ٹولہ۔ مسئولہ مولوی حضور احمد صاحب۔ ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے صحن میں، بعد تعمیر مسجد ایک عرصہ کے بعد اتفاق سے تین میت دفن ہوگئیں قبروں کے میل میں شمال کی جانب ایک حجرہ بھی تھا کہ اوسکو وارثان میت موصوف نے توڑ کر دوسری جگہ حجرہ بنوادیا۔ اور اراضی حجرہ سابق کو شامل قبروں کے کرکے حدود قائم کردیے۔ وارثان میت کا ایما، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی حجرۂ سابق بغرض آئندہ قبروں کے شامل کیگئی ہے۔ علاوہ اوسکے قبروں کے تین رخ یعنی جانب شرق و غرب جنوب بوقت بنولنے حدود کے تھوڑی تھوڑی اراضی صحن مسجد قبروں میں اور شامل ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں شرعًا کیا ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ اس وقت فرش صحن مسجد کا پختہ اور درست ہورہا ہے۔ اراضی حجرہ سابق و نیز اور جو اراضی کسی قدر قبروں کے حصہ میں دب گئی ہے اوسکو نکال کر اور تینوں قبروں ہی جس قدر اراضی ہے حدود بنادیے جائیں یا نہیں۔ یا کیا کرنا چاہیئے۔ چونکہ تعمیر فرش درپیش ہے اس کے جواب کی جلد ضرورت ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ صحن مسجد میں بعد تعمیر مسجد وارثان بانی مسجد خواہ کسی نے قبریں بنالیں۔ تو وہ قبریں محض ظلم ہیں۔ اور اون کا باقی رکھنا ظلم ہے نہ کہ آئندہ قبروں کیلئے ایک حدبندی اور اوس میں حجرہ مسجد اور صحن مسجد سے اور زمین شامل کرنا۔ یہ سب ظلم و حرام ہے اور اس کا دفع کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق وقد قدمنا فی ابن عابدین ایھا ما ازلناہ فیما علیه علقناہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: از بہیڑی ضلع بریلی۔ مرسلہ سید صفدر علی صاحب۔ ۹ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرشی بنانا۔ اور اوس پر چادر وغیرہ چڑھانا۔ اور

اوس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب و لحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا یا نہیں (۲) اگر جنازہ میت کا واسطے دفن کے جانب پچھم لیجائیں تو کس طرح سے لیجانا چاہیئے سر جانب مغرب ہو یا جانب پورب

الجواب

(۱) فرضی مزار بنانا اور اوسکے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی (۲) میت کو کسی طرف لیجانا ہو بہر حال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے فی المشی بالجنازۃ یقدم الرأس کذا فی المضمرات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: از نوشتہ ضلع علی گڈھ ڈاکخانہ دتاولی۔ مرسلہ محمد عمر خاں۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا۔ بنوا کر یہ بات مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں۔ مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی ہے۔ ایسی روایات کاذبہ سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کرکے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا۔ حتی کہ اس میں اوس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس طرف متوجہ ہوگئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ چڑھانے لگے۔ اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے۔ اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتاہے۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کیا ایسا شخص فاجر و فاسق کافر ہے۔ کیا ایسے شخص کا نکاح باطل ہوتاہے۔ کیا ایسے شخص کے جلسوں میں شریعت شرکت کی اجازت دیتی آیا ایسے شخص سے رشتہ قرابت رکھا جائے۔ نیز اس شخص کے متعلق بھی استفسار کیا جاتاہے جو زید کے اس معاملہ سے خوش ہے اور اس کا ممد و معاون اس معاملہ میں ہے۔ یا ایک ایسا شخص ہے جو زید کو اس معاملہ سے باز لاسکتاہے مگر ساکت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قبر بامقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اوس کے لیے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کررہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق ہیں، قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان بلکہ وہ بھی جو باوصف قدرت ساکت ہے۔ قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہوسکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھیں چاہے توڑدیں۔ یوہیں مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ نہ رہ غیر نکاح ہوتاہے۔ اسکی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے قال تعالٰی بیدہٖ عقدۃ النکاح ہاں عزیزداری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اوس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا موثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ۔ مرسلہ عبدالحئی صاحب مدرسہ اسلامیہ۔ ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیران پیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنالیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اون کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اس مزار میں ایسی جگہ جاکر عرس کرنا۔ چادر چڑھانا کیسا ہے۔ وہ قابل تعظیم ہے یا نہیں۔

الجواب

جھوٹا مزار بنانا اور اوس کی تعظیم جائز نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷ روز دوشنبہ، ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی امرأۃ حاملۃ ماتت فی مدۃ کاملۃ و دفنت ثم بعد ستۃ اشہر رأی رجل صالح فی المنام انہا ولدت ولدا حیا ایجوزان یحفر قبرہا ویخرج الولد معہا او یخرج ولدہا فقط باعتماد منام الرجل المذکور امرلا بینوا بالبرھان توجروا من الرحمٰن

الجواب

لا لا الدلیل جلی والستر مصون والرؤیا لا تنقض فی السراجیۃ ثم الہندیۃ حامل اتت علی حملہا سبعۃ اشہر وکان الولد یتحرک فی بطنہا ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انہا قالت ولدت لا ینبش القبر اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸ : از جوہر کوٹ بارکھان۔ ملک بلوچستان۔ مرسلہ قادر بخش صاحب۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسافراں را عادت است کہ در سفر میر ند بہانا دفن میکنند ولیکن امان میکنند بعد از مدت مقررہ از ینجا بیرون کنانیدہ از مشرق بہ مغرب واز شمال بجنوب وعلی العکس می برند آیا این فعل جائز ست یا ناجائز۔

الجواب

این حرام است۔ بعد از دفن کشودن حلال نیست۔ ونقل بمسافت بعیدہ نیز روا نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ ۔ از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلی ماران۔ مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم مدرسہ۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اور اوس کے متصل قبرستان ہے جس میں کہ آثار قبور ظاہر ہیں۔ اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ان قبروں کے آثار کو محو کرکے اس زمین پر گودام وغیرہ بنائیں۔ اور اوس پر مسجد بنائیں۔ پس ایسا فعل یعنی قبور کو محو کرکے، اوپر مسجد نیچے گودام بنانا اور اوس کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو حضرت علی کرم اللہ تعالٰی کو حکم دیا تھا، پیش کرتے ہیں۔ لاتدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا الا سویتہ اور دوسری حدیث جس میں مسجد نبوی کے بنانے کے وقت قبور توڑنے کا ذکر ہے بھی پیش کرتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہم قبور کو برابر کریں گے۔ اور اون کے آثار کو مٹا دیں گے اور مسجد و مکان اوس قبرستان موقوفہ میں بنائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ احناف کا اسمیں قول مفتی بہ کیا ہے۔

الجواب

قول مفتی بہ امر خلافی میں ہوتا ہے۔ یہ حرکت شنیعہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناجائز وحرام ہے۔ توہین قبور مسلمین ایک اور قبور پر ناز

کا حرام ہونا دو۔ اور وقف کی تغییر تین۔ عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ اھ فکیف عن اصلہ۔ کہاں قبر کی بلندی کہ حد شرعی سے زائد ہو اوسکے دور کرنے کا حکم اور کہاں یہ کہ قبور مسلمین مسمار کرکے اون پر چلیں پھریں۔ اموات کو ایذا دیں۔ اوس پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں معاذ اللہ خراب کریں۔ ارشاد اقدس لاتصلوا علی قبر کی مخالفت کریں۔ اور کہاں قبور مشرکین کھود کر اون کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اوس پر بنا فرمانا۔ اور کہاں قبور مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون۔ اس مسئلہ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰: از قصبہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دار العلوم مرسلہ عبد الرحیم صاحب۔ ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مردہ کو قبر کے پچھم جانب سے گور میں ڈالنا چاہئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دکھن جانب سے ڈالے۔

الجواب

ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لیجائیں۔ درمختار میں ہے۔ ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از سکندر پور ضلع بلیا پانی گلی۔ مسئولہ محمد حسین وعطا حسین۔ ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کیا۔ اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اوسکے جو کچھ ہے، ہبہ کردیا بکر نے عمرو کے ہاتھ اوس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کردیا اور اوسکے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اوسکے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں۔ یا اوس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا مثلاً درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا۔ یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنوا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہبہ و بیع سے قبرستان وقف مستثنٰی ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اوسمیں بن سکتی ہے۔ واہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمت بھی وہ کرسکتا ہے۔ جو درخت اوسمیں ہیں۔ وہ مشتری کی ملک ہیں۔ جو چاہے کرے۔ قبرستان اگرچہ وقف ہو اوسکے درخت وقف نہیں ہوتے کما بینہ فی الھندیۃ وغیرہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: از اپر برہما ضلع کتھا پوسٹ لین۔ مسئولہ امیر خاں دوکاندار۔ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ میت کا مونھ قبلہ کی طرف کیا جائے اس سے کیا مراد ہے۔ اس میں پانچ صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ میت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے داہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ داہنی کروٹ پر اور داہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے۔ اور میت کی پیشانی ناک گھٹنا۔ صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دیئے جائیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے بائیں پہلو اوٹھا کر اوسکے نیچے ڈھیلے دیکر میت کو بائیں پہلو پر رکھیں۔ تیسری صورت یہ ہے

کہ میت کو چت کرکے لٹایا جائے اور فقط مونھ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے لاش رکھنے کے بعد وہ اپنے پہلو پر ہوکر قبلہ رخ ہوجاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور مونھ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالت نزع میں حکم ہے۔ کتب فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے اور اگر سب جائز ہیں تو اعلیٰ و افضل کون ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچویں صورت تو محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے۔ اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اوس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنادیں۔ اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں۔ بدن کو بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میت کو ایذا ہوگی حدیث میں ہے۔ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان المیت یتاذی مما یتاذی بہ الحی۔ اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہیئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضا دیوار قبر سے ملا دینے کی حاجت نہیں نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اسمیں دقت ہو تو چت لٹا کر مونھ قبلہ کو کردینا اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذ اللہ معاذ اللہ مونھ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑ دیں۔ اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلاف سنت ہے۔ اور اسمیں بھی میت کیلئے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملائکہ کہ سوال کے لیے آتے ہیں میت کو بٹھاتے ہیں۔ ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دوسری صورت بھی ناقص ہے۔ بہتر پہلی صورت ہے۔ مگر اون اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں درمختار میں ہے ویوجہ الیہا وجوبا وینبغی کونہ علی شقہ الایمن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار ہے۔ جنازہ بھی تیار ہے۔ تو پہلے کھانا کھائے یا مردے کو دفن کرے۔

الجواب

جنازہ آگیا۔ تو پہلے اوسکی نماز پڑھ لے۔ کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی۔ پھر اگر بھوک وغیرہ وہی[1] ضرورتیں لاحق ہیں تو دفن کیلیے بعد کھانا کھانے کے جائے۔ یا فقط نماز پر قناعت کرے۔ جبکہ لیجانے والے موجود ہوں۔ اور اوسکے نہ جانے سے کوئی حرج شرعی لازم نہ آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲۔ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خانصاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے نیز

---

[1] کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائے گا۔ یا پہلے جنازے میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہیگا۔ یا کھانا ٹھنڈا ہوکر بے مزہ ہوجائے گا۔ یا اوس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہوجائے گی اور چبائی نہ جائے گی۔ ۱۲

اسلیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اوس میں قائم ہوں طیار رکھے تھے۔ نہ وہ زمین و مکانات وقف کیے نہ کبھی حالت حیات شیخ میں شیخ نے نامزد کیے۔ نہ بعد وفات شیخ بنام مقبرہ اوس نے بضرورت تجارت اوس اراضی و مکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزند شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو۔ تو کیا فرزند شیخ کا یہ دعوی صحیح ہوسکتا ہے۔ اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اوس جائداد کو فرزند شیخ کے نام کردے۔ اور کیا وہ فرزند شیخ اس مرید کی جائداد بجبر و اکراہ اپنے نام کرواسکتا ہے۔ آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاق مالی شیخ یا وارثان شیخ کا ہے۔

جواب از لکھنؤ: ھو المصوب صورت مذکورہ میں زمین و مکانات و انتظام مقبرہ پر دعوی فرزند شیخ کا باطل ہے۔ مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثان شیخ کا شرعًا نہیں ہے۔ اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا۔ نہ فرزند شیخ مرید پر کوئی جبر کرسکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ محمد عبدالمجید۔

الجواب

فرزند شیخ کا دعوی باطل اور اوسے جبر کا کوئی اختیار نہیں قال تعالی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ زمین و مکانات و مقبرہ سب ملک مرید ہیں۔ اوسکے یا اوسکے ورثا کے قبضہ میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں۔ اگرچہ طریقۃً وہ اور اوسکا مال سب گویا اوسکے شیخ کا ہے۔ یا شریعۃً بوجہ دیگر وجوب ہوسکتا ہے فرزند شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلا ضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید برضائے خود چاہے تو اپنا مال اوسکے نام کرسکتا ہے۔ اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۰۵: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۴۲ مسئولہ مولوی ابوبکر و مولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ۔

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دور ایک مرید سعید و رشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی۔ بعد وصیت اور اوسی مرض الموت میں وہاں پہونچ گئے۔ اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔ اب چار برس چند ماہ کے بعد اوس پیر کا فرزند جس کے سامنے اوس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمھارے شہر میں دفن ہوں۔ بسبب نزاع کے اوس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اوس حجرے سے اوکھیڑ کر وطن شیخ یا اوسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لیجا کر دفن کرے۔ آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہین میت متصور ہے اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی۔ توڑ دیا جائے۔

جواب از لکھنؤ۔ ھو المصوب۔ مالک زمین و حجرہ نے اپنی خوشی و اجازت سے نعش شیخ کو دفن کیا۔ پس اب نبش قبر کا جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے۔ جیسا کہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالمجید

الجواب

صورت مذکورہ میں نبش حرام حرام حرام سخت حرام اور میت کی اشد توہین و ہتک ستر رب العلمین ہے اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا

چاہیے، عاق و ناخلف ہے۔ اگرچہ وصیت دربارۂ دفن واجب العمل نہیں۔ نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا، کہ رضا پر تفریع حکم ہو۔ بالفرض اگر وقت دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیار نبش اسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ التجنیس والمزید میں ہے اذا دفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں۔ مسئولہ حاجی احمد ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصہ سے بعارضہ دق علیل تھی۔ اور اوسکے والدین اوسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا سائل مع پسر خبر انتقال سن کر مع چند دیگر اشخاص وجملہ سامان تجہیز و تکفین لیکر کے خسرال پہونچے۔ اونھوں نے ہمیں نہایت ترش روئی سے شریک میت نہ ہونے دیا۔ اور مٹی تک نہ دینے دی، یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

بہت براکیا اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: از سورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور۔ مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل و تکفین کے جنازہ میں رکھتے ہیں۔ اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے اوس پر مرد کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں۔ اور پھر اوس شال یا دامنی پر پھولوں کی ایک چادر بناکر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مردہ کے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جنازہ زناں پر چھتری یا گہوارہ بناکر غلاف و پردہ ڈالنا مستحب و ماثور ہے۔ ایسا ہی چاہیے۔ اور جنازہ مرداں میں نہ اسکی حاجت، نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں۔ فی کشف الغطاء اولی آنست کہ پوشیدہ شود جنازہ زناں را و مستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق را برائے وے نہ برائے مرد، مگر آنکہ ضرورتے داعی باشد چوں خوف باراں و برف و شدت گرما و نحو آں۔ اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریا و تفاخر مقصود ہو تو وہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت و اولین منازل آخرت میں اور اگر زینت مراد ہو تو وہ بھی مکروہ۔ فی الشامیۃ عن الطحطاوی وینبغی کراھتہ فی کل ماکان للزینۃ۔ ہاں تصدق منظور ہو، تو وہ بیشک محمود، مگر تصدق کچھ اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کردیں۔ یونہی پھولوں کی چادر بہ نیت زینت مکروہ اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث تخفیف الحمل وطیب الرائحہ و سبح خدا و مونس میت ہے تو حرج نہیں کما فی القبور وفی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالت نزع ہوتی ہے تب اوس کے شوہر کو اوسکے پاس نہیں جانے دیتے اور اوسکا شوہر حالت نزع میں اوس کے پاس نہیں جاتا۔ اور اوس عورت کی تکفین وتدفین میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اوس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل اون کا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک جسم زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو۔ بلاشبہہ اوسکی زوجہ ہے۔ اور اوس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے۔ اور اوسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے۔ اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹: از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب۔ مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب۔ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصًا حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمبل پور کے پچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پشاور کے ضلع میں دس بیس موضع میں گاہے ماہے امام مسجد بعد دفن میت کے آلات کندیدنی گور قبر کے سرے لیکر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے۔ اور اس کو موجب امن گور جانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے من دس الملو علی القبر والقی الٰالتہ التی حفر بھا القبر امن من عذاب القبر اھ کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے۔ فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا یا دکھاتے ہیں۔ جو کہ خود اونہوں نے یا اون کے باپ دادا نے لکھا ہوگا۔ منیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کر چکے نہ وہ کتابیں اون کو ملیں۔ نہ اور کسی کتاب سے اوسکا نشان پایا۔ کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول وفعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی پچاس ساٹھ سال کا ہے۔ اور علمائے کرام پنجاب وافغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا تو بیشک منصوص ہے۔ مگر جملہ القائے آلات کا مخترعہ ہے۔ ابتدا یوں ہوئی ہوگی کہ بعد دفن میت کے آلات قبر کو بطور شمار کرنیکے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کو جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہوکر جانا چاہتے ہیں تو اوس وقت بیلچہ گردوں معول شمار کرکے اپنا اپنا لیجاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا۔ کسی نے نادانی سے اوسکا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروج نے عزت بچانے کے لیے یہ عبارت بناکر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملائی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہوا ہے کہ پہلے زمانہ کے بعض بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق وتاکید کے لیے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا۔ اب وہ چھاپے ہوجانے کے بعد اون کا پتہ چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے۔ ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہوئی ہے۔ اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میت کے اوپر سے گزر جائیں تاکہ بدلہ ہوجائے۔ اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہیے کہ گورکن لوگ بھی میت یا اوس کی قبر سے کود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں۔ عجیب جہالت ہے۔ بعدہ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ یہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا۔ اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہٰذا ترک کرنا چاہیے؟

زید امام مسجد کہتا ہے کہ عدم ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیل عدم جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اوس کے مکتوب کی یہ ہے عدم وجدانہ فی کتب الفقہ واصول الفقہ والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر والذکر فی الکتب من الدلیل فالتمسک بنفی الذکر بلادلیل والتمسک بلادلیل من الوجوہ الفاسدۃ التی لاعبرۃ بہا عند الحنفیۃ کما ذکرہ صاحب غایۃ التحقیق شرح الحسامی وصاحب نور الانوار شرح المنار وایضا ان الحرمۃ والکراھۃ حکمان شرعیان لابد لہما من الدلیل کما ھو مصرح فی رد المحتار فی قولہ والنتن الذی الخ والاصل فی الاشیاء الاباحۃ الاصلیۃ کما ھو مسطور فی الاشباہ وھٰھنا لادلیل علیہما فبقی امر الالقاء المذکور فی الافتاء علی الاباحۃ الاصلیۃ مع انضمام تعامل العلماء من المواضع المتعددۃ الذی ھو قسم من الاجماع کما ھو مذکور فی فصول الحواشی لاصول الشاشی وایضا ان البدعۃ السیئۃ ماتکون رافعۃ لسنۃ مثلہا کما صرح فی المشکوٰۃ المصابیح واذا لم یثبت سنیۃ عدم الالقاء بالدلیل المعتبر فکیف ینفیہ بدعۃ الالقاء وایضا الذکر المنفی فی الکتب المعتبرۃ اعم من الایجاب والسلب فکیف رجح المانع السلب علی الایجاب وایضا ان الکتب ساکتۃ من منع الالقاء وتعلیلہ ولاحکم فی الساکت کما ذکرہ فی عدۃ من کتب اصول الفقہ فی تعلیق قولہ تعالٰی ومن لم یستطع منکم طولا الخ تمام ہوئی عبارت مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اوس نے لکھی تھی۔ عریضہ نیاز فقیر خادم دربار محمد غلام ربانی۔

الجواب

بیشک فعل مذکور بروجہ مذکور بدعت سیئہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہ وہ ایک فعل عبث تھا جسمیں عقلاً ونقلاً کوئی فائدہ نہیں سوا ہو کی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی اور ہو بھی تو اس گزار دینے میں اون کو کیا آرام یہ بھی حرکت ہے کہ باعث کلفت ہے۔ اور میت پر کیا تکلیف کہ بدلہ ہو۔ اور ہو بھی تو میت کا کیا قصور تکلیف حفاروں نے دی۔ یا حفر کرانے والوں نے تو اون پر سے آلات گزارے جائیں۔ اور بالفرض میت مجرم ہے کہ اوس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیا بدرجۂ اولی۔ تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران ومزدوران اوس پر سے گزارے جائیں۔ نہیں نہیں یہ خود اوس پر سے اوتریں کہ حقیقۃً تکلیف تو اونہیں کو ہوئی۔ اور میت پر سے چارپائی کیوں نہیں اوتاری جاتی جو اوس نے راستے بھر توڑی۔ آلات اسکا شکر نہیں کرتے کہ اون سے اعانت فرض کی اولٹے تکلیف کے شاکی ہوتے ہیں۔ اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے تو خطیب کہ محض ادائے سنت کے لیے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سرے منبر اوتار دینا کافی بھی نہ ہوگا۔ بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سر پر منبر لاد دینا چاہیئے۔ غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطالت سے زیادہ وقت عزیز ہے۔ ہاں اس سے اوسکا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا۔ کہ اوسکے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتا سکے۔ ناچار مضحکہ تراشا۔ اور عبث۔ بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر ومیت کے ساتھ کہ محل تذکر واعتبار ہیں۔ نہ کہ جائے لغویات بیکار۔ ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہدایہ ودرر وغنیہ وتقریر کفایہ وعنایہ وفتح القدیر ہے۔ العبث خارج الصلٰوۃ حرام فما ظنک فی الصلٰوۃ۔ پھر اس عبث سے بغرض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں یہ قطعاً شرع میں زیادت واختراع وشنیع ابتداع ہے۔ اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے۔ جاہل کو جاہل بنانی بھی نہ آئی۔ یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی۔ القی اللّٰہ التی حفر بہا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہوا کہ قبر پر سے اوتارین خصوصًا

یوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور جو جن کی جزا میں امن من عذاب القبر تو اس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ ذکریت بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنیت تذکر و اعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب القبر نے سنت و لاتقف مالیس لك بہ علم رفع کرکے اوس کی جگہ کبیرہ تقولون علی اللہ مالا تعلمون رکھ دیا۔ اوس کے بدعت شنیعہ قبیحہ ہونے میں کیا شک رہا۔ ولائل منع یہ ہیں، نہ یہ کہ سکوت کتب ولا دلیل سے استدلال کیا ہو۔ وہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر دو کو تھا کہ تلك کلمۃ ھو قائلھا ما انزل اللہ بھا من سلطن اور یہ رد قطعاً صحیح ہے۔ بلاشبہ دعوٰی بے دلیل قطعاً باطل و ذلیل فواتح الرحموت میں جس صفحہ میں لادلیل سے فساد استدلال کا ذکر ہے اوس میں چند سطر کے بعد ذکر استصحاب میں ہے الحکم بلادلیل باطل خصوصا بیان کر ایسا تو ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنی ہوتا جس کے لیے خاص نص شارع درکار۔ اور وہ قطعاً مفقود۔ تو ادعائے مخالف یقینا مردود۔ اور محدود مواضع کے محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل وقسم اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید و سطر ودقد فرغنا عن ابانتہ فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر۔ ھذا وقد اندفعت بما ذکرنا تعاقع المجوزین بامرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰: از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے۔ قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب۔ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہو کر چار یا پانچ سال کی عمر میں فوت ہوجائے۔ اور اوسکی مادر بخوف پابندی حکم شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفل متوفی مادر صابرہ کا فرط ہوگا یا نہیں اور اوس کے دلائل کیا کیا ہیں اور اگرچہ زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا زیادہ صدمہ ہوا ہو اور وہ بھی بلحاظ امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وہ بھی مستحق ہوگا کہ طفل متوفی اوس کے لیے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا۔ امید کہ مفصل جواب بحوالہ عبارات کتب تحریر فرمایا جاوے تاکسی کو سن کر بمقابلہ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے اور شخص متفکر کو اطمینان کامل حاصل ہوجاوے۔ فقط۔

الجواب

ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اوس کا نسب قطع فرمادیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ بچہ بچھونے والے کا اور زانی کے لیے پتھر تو وہ اوسکا فرط کیونکر ہوسکتا ہے۔ رہا ماں کے لیے اوس کا فرط ہونا یہ اس پر موقوف ہے کہ ولد الزنا کو منصب شفاعت دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔ احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ولد الزنا شر الثلثۃ۔ دوسری حدیث میں ہے لایدخل الجنۃ ولد زنیۃ اھ ای مع السابقین کما فی نظائرہ۔ تیسری حدیث میں ہے لاینبغی علی الناس الا ولد بغی او من فیہ عرق منہ چوتھی حدیث میں ہے من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافق واما ولد زانیۃ واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر رواہ الدیلمی ورواہ البیہقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابی رافع عن ابیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولفظہ اما منافق واما ولد زنیۃ واما لغیر طھور۔ با اینہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کرسکتے یفعل اللہ ما یشاء ان اللہ یحکم ما یرید بالصبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ : از عبداللہ صاحب۔ محلہ بہاری پور۔ شہر بریلی۔ ۱۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے۔ کہ بجائے اوس کے کہ جس کی قضا آئی ہو۔ دوسرے آدمی کی روح قبض کرلیتے ہیں۔ فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کرلی گئی۔ اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہوگیا اور اوس نام کا اوس محلہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مرگیا۔ جو شخص اول مرگیا تھا جب اوس سے حال دریافت کیا تو اوس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا۔ اس کے بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

یہ محض غلط ہے۔ اللہ کے فرشتے اوس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی ویفعلون مایؤمرون فرشتے وہ کرتے ہیں جو اونھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ : ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اوس پر عذاب قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں۔

الجواب

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا۔ شب جمعہ اور روز جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان اون میں مرے گا سوال نکیرین و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اکرم ان یعفو من شیئ ثم یعود فیہ۔ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شے کو معاف فرما کر پھر اوس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳ : مسجد کے محاذی مسجد کے دروازہ سے ملحق اگر پرانا قبرستان ہو۔ جس میں قبروں کے نشان نمایاں ہوں۔ اوس کی اراضی کو مسجد کے صحن کو وسعت دینے کی غرض سے ہموار کر کے شامل صحن مسجد کرلیا جائے اور اوس پر نماز پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب

حرام، حرام، حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴ : از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی۔ مرسلہ صوفی احمد الدین۔ طالب علم۔ ۲۰ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواح مومنین کی جگہ کون ہے۔ کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ۔

الجواب

ارواح مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں۔ جیسے شہدا کیلئے فی حواصل طیور خضر فرمایا۔ سبز پرندوں کے بھیس میں اور اون کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں۔ قبور پر یا چاہ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے۔ نور کی قندیلوں میں کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ : از کانپور محلہ مول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں۔

الجواب

موت فنائے روح نہیں۔ بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے حدیث میں ہے انما خلقتم للابد تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے۔ اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶: از کانپور۔ محلہ مول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

۱۔ عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اوس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں (۲) عذاب و ثواب کی کیا شکل ہے۔ جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے۔ اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے (۳) روح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے (۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں۔ کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں (۵) روح کیا چیز ہے۔ اکثر سنا گیا ہے کہ روح تمام دنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے (۶) قبر پر کوئی شخص جائے۔ اس کا علم میت کو ہوتا ہے۔

الجواب

۱۔ عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہونچتی ہے اوس کا ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔ اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ تو اوسے غمگین نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا۔ بدن خاک ہوجاتا ہے۔ اور وہ بھی کل نہیں۔ کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں۔ وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اونہیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی۔ عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کیلیے ہے۔ جو فقط روح کیلیے مانتے ہیں گمراہ ہیں۔ روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی۔ اور جو خاک ہوگئے وہ بھی تعلق مطلق نہ ہوئے۔ بلکہ تفرق اتصال ہوا۔ اور تغیر ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اوس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا کہ پاؤں نہیں رکھتا۔ اور آنکھیں ہیں۔ وہ اوس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے۔ پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اون تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اوس لنجھے نے اوس سے کہا، تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لیچل۔ میں تجھے رستہ بتاؤنگا اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اوس لنجھے کو لیگیا۔ اور میوے کھائے۔ دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے۔ دونوں ہی مستحق ہیں۔ اندھا اوسے نہ لیجاتا تو وہ نہ جا سکتا۔ اور لنجھا اوسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے۔ اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی۔ دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ زمزم میں۔ اور بعض کی آسمان و زمین کے درمیان اور بعض آسمان اول دوم ہفتم تک اور بعض اعلٰی علیین میں اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادی برہوت میں بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک بعض سجین میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) کبھی پڑھتا ہے کبھی نہیں۔ دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۵) روح میرے رب کے حکم سے ایک شے ہے اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔ روح کے ادراکات علم وسمع وبصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہوجاتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۶) قبر پر آنے والے کو میت دیکھتا ہے۔ اوسکی بات سنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا۔ اب بھی پہچانتا ہے۔ اگر اوس کا عزیز یا دوست ہے تو اس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث اقوال ائمہ میں مصرح اور اہلسنت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل کو ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں دیکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷

: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی ابوبکر صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خاں ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامان روشنی وقرآن خوانی ولنگرخانہ وعرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔ کل اخراجات کا متکفل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر وشیرینی ونقدو جنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے اوس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کیے اور جو خادم ہے۔ یا وہ فرزند شیخ کا۔

الجواب

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں۔ نہ اوس مرید خادم مزار کا۔ نہ فرزند صاحب مزار کا۔ نہ وہ وقف ہو۔ بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے۔ جیسے کفن کہ تبرعًا کسی نے میت کو دیا۔ درمختار میں ہے لایخرج الکفن عن ملک المتبرع۔ ردالمحتار میں ہے حتی لو افترس المیت سبع کان للمتبرع لا للورثۃ اھ۔ باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ہی ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اوسپر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں۔ ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی اون کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اوس کا انتفاع وتصرف دیکھتے، جانتے۔ روا رکھتے ہیں۔ والمعروف کالمشروط۔ تو وہ خدمت والا ہی اون کا مالک ہے۔ ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقًا منع نہیں۔ نہ یہ نذر شرعی۔ بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لیجاتے اوسے نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے کہ منع کیا میت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے، وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے۔ نہ یہ نذر شرعی نذر، اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کیں۔ مع ہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی ابن سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکوٰۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ للفقیر صدقۃ۔ نذر اولیاء کا تفصیلی بیان ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن

مسئلہ ۱۱۸: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید محمد ابراہیم صاحب ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچہ کفن جو اماکن متبرکہ سے آئے اور اوس پر آیات کلام اللہ و احادیث وغیرہ لکھی ہوں وہ میت کو پہنانا کیسا ہے۔ اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی سترنا بذیل کرمہ فی حیاتنا وبعد الممات وفتح علینا فی التوسل بآیاتہ وشعائرہ ابواب البرکات والصلوۃ والسلام علی من تبرک بآثارہ الکریمۃ الاحیاء والاموات وحی ویحیی بامطار فیوضہ العظیمۃ کل موات وعلی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ عدد کل ماض واٰت۔ یہاں چار مقام ہیں اوّلاً فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولٰی قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔ اور اوسکے مؤید احادیث وروایات۔ دوم احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے محل تعظیم نہ جانا۔ سوم بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال کی اُوسکا جواب۔ چہارم قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ وباللہ التوفیق۔

مقام اول۔ ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اوس کے لیے اُمید مغفرت ہے (۱) امام ابو القاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحیٰی تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف ومحرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی نے اسکی تصریح و روایت کی (۲) امام نصیر نے فعل امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکی تائید وتقویت کی۔ (۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری (۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا (۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔ (۶) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ اُنہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا (۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔ (۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پر نور سید عالم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھدے، اُسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نیز ترمذی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی

عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ
الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ
لَاشَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَ
تُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ
الْمِیْعَادَ فرشتہ اسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کیلئے اُٹھا رکھے۔ جب اللہ تعالٰی اُس بندے کو قبر سے اُٹھائے۔ فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی
جائے عہد والے کہاں ہیں۔ اُنھیں وہ عہدنامہ دیدیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت
فی کفنہ۔ امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہدنامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔ امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا اذا کتب
ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ۔ جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالٰی
اسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امان دے (۹) یہی امام فرماتے ہیں من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع اللہ عنہ العذاب
الٰی یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا۔ جو یہ دعا میت کے کفن میں لکھے۔ اللہ تعالٰی قیامت تک اوس سے عذاب اوٹھالے اور وہ دعا یہ ہے۔
اللّٰھم انی اسئلک یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول والمن یا کاشف
الضر والمحن یا الٰہ الاولین والاخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللّٰھم علٰی سیدنا محمد وسلم (۱۰) امام ابن حجر
مکی نے اپنے فتاوٰی میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اور اسکی برکت مشہور و معروف ہے۔ بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ
من کتبہ وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ لاینالہ عذاب القبر ولا ینالہ منکر ونکیر ولہ شرح عظیم وھو دعاء الانس۔ جو
اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو۔ نہ منکر نکیر اوس تک پہونچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے
اور وہ چین اور راحت کی دعا ہے سبحٰن من ھو بالجلال موحد وبالتوحید معروف وبالمعارف موصوف وبالصفۃ علٰی لسان کل
قائل رب وبالربوبیۃ للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم سبحٰنہ کما
یقولون وسبحٰنہ کما ھم یقولون تسبیحا تخشع لہ السمٰوٰت والارض ومن علیھا ویحمدنی من حول عرشی اسمی اللہ وانا اسرع
الحاسبین مصنف عبدالرزاق اور اون کے طریق سے معجم طبرانی اور اون کے طریق سے حلیہ ابونعیم میں ہے اخبرنا معمر عن عبداللہ بن محمد بن عقیل
ان فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لما حضرتھا الوفاۃ امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت ودعت بثیاب اکفانھا فلبستھا ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان
لا تکشف اذا ھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانھا فقلت لہ ھل علمت احدا فعل نحو ذلک قال نعم کثیر بن عباس وکتب فی اطراف اکفانہ یشھد کثیر بن عباس
ان لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اپنے غسل
کے لیے پانی رکھوایا۔ پھر نہائیں۔ اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر مولٰی علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے
نہ کھولے۔ اور اسی کفن میں دفن فرمادی جاؤں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا۔ کہا ہاں۔ کثیر بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے۔ اور انھوں
نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا۔ کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے ذکر الامام

الصفار لو کتب علی جبهة المیت او علی عمامته او کفنه عهدنامه یرجی ان یغفر الله تعالٰی للمیت ویجعله اٰمنا من عذاب القبر۔ امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالٰی اُسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون کرے۔ پھر فرمایا قال نصیر هذه روایة فی تجویز وضع عهد نامه مع المیت وقد روی انه کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی الله تعالٰی عنه حبیس فی سبیل الله تعالٰی۔ امام نصیر نے فرمایا یہ میّت کے ساتھ عہدنامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا کہ وقف فی سبیل اللہ (۱۱) درمختار میں ہے کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهته وصدره بسم الله الرحمٰن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملئکة العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبهتی بسم الله الرحمٰن الرحیم قالوا اٰمنت من عذاب الله مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اوس کیلئے بخشش کی اُمید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ اون کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیں۔ لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا۔ عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی۔ کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے (۱۲) فتاوی کبرٰی للمکی میں ہے۔ نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذی ما یقتضی ان هذا الدعاء له اصل وان الفقیه ابن عجیل کان یأمر به ثم افتی بجواز کتابته قیاسا علی کتابة لله فی نعم الزکاة۔ بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی۔ جس کا مقتضا یہ ہے کہ یہ دعا اصل رکھتی ہے۔ نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اسکے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے۔ پھر خود اُنہوں نے اوس کے جواز کتابت پر فتوی دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپاؤں پر لکھا جاتا ہے (لِلّٰہ) یہ اللہ کے لیے ہیں۔ (۱۳) اُسی میں ہے واقرہ بعضهم بانه قیل یطلب فعله لغرض صحیح مقصود فابیح وان علم انه یصیبه نجاسة۔ اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا (۱۴) اور اوس کی تائید میں بعض اور علماء نے نقل کیا کہ غرض صحیح کیلئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا۔ اگرچہ معلوم ہو کہ اوسے نجاست پہنچے گی هذا ما اثر ثم نظر وفیه نظر کما سیأتی وبالله التوفیق

مقام دوم: احادیث مؤیدہ اقول (۱۵) حدیث صحیح میں ہے بعض اجلۂ صحابہ نے کہ غالباً سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تہبند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اوس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُنہیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے پاس اور تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم الاکرمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ پھر آپ نے کیوں مانگ لیا۔ اُنہوں نے کہا واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا۔ بلکہ اسلئے کہ اوس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا آخر اسی میں کفن دیے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلے الله تعالٰی علیه وسلم فلم ینکر علیه حدثنا

عبداللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سہل رضی اللہ تعالٰی ان امرأۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیہا حاشیتہا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتہا فجئت لاکسوکہا فاخذہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا فخرج الینا وانہا ازارہ فحسنہا فلان فقال اکسنیہا ما احسنہا قال القوم ما احسنت لبسہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا ثم سألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ما سألتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی قال سہل فکانت کفنہ (۱۶) بلکہ خود حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا۔ اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے اُن کے بدن کے متصل رکھیں صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذنّنی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ (۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے ھذا الحدیث اصل فی التبرک باثار الصالحین ولباسہم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتہم فی القبر (۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ ماجدہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قمیص اطہر میں کفن دیا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس (۱۹) وابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن جابر (۲۰) وابن عساکر عن علی (۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اونھیں اپنا قمیص مبارک اسلئے پہنایا کہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ قال لما ماتت فاطمۃ ام علی رضی اللہ تعالٰی عنہما خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسہا ایاہ واضطجع فی قبرہا فلما سوی علیہا التراب قال بعضہم یارسول اللہ رأیناک صنعت شیئا لم تصنعہ باحد قال انی البستہا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معہا فی قبرہا لاخفف عنہا من ضغطۃ القبر انہا کانت احسن خلق اللہ صنیعا الی بعد ابی طالب (۲۳) بلکہ صحاح ستہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ کہا۔ جہنم واصل ہوا حضور پرنور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل و مومن کامل تھے۔ اوس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا۔ پھر اوس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اوسے رکھ چکے تھے۔ حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس خبیث کو نکلوا کر لعاب دہن اقدس اوسکے بدن پر ڈالا۔ اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے۔ بوجہ طول قامت کسی کا کرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضور عزیز غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہذا

لہذا اپنے دو قمیص مبارک اوس کے کفن میں عطا فرمائے۔ و نیز مرتے وہ ریاکار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں۔ پھر اوس کے بیٹے رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے یارسول اللہ یاکریم یارؤف یارحیم اسألك الشفاعۃ عند المولی العظیم والوقایۃ من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بك وبکتابك الحکیم علیك ومن لاك افضل صلاۃ واکمل تسلیم۔ پھر حکمت الٰہی اس عطائے بے مثال پر یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کراپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے۔ ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم ورحمت وعفو ومغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ان عبداللہ بن ابی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ الحدیث (۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن ابی بعدما دفن فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ (۲۵) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخرج لحاجتہ فتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ فخبأتہ لھذا الیوم فاذا انامت فاجعل ذالك القمیص دون کفنی مما یلی جسدی وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔ یعنی میں صحبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف یاب ہوا۔ ایک دن حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ حاجت کیلئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدن اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا۔ وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناخن وموئے مبارک تراشے وہ میں نے لیکر اس دن کیلیے اُٹھا رکھے۔ جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ وموئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا (۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمن رواسی روایت کی قال حدثنا الحسن بن صالح عن ھارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مسك فاوصی ان یحنط بہ وقال ھو فضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سکت علیہ الحاکم ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمن بہ ورواہ البیہقی فی سننہ قال النووی اسنادہ حسن ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز یعنی مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے پاس مشک تھا۔ وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا ہے (۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضعہا تحت لسانی قال فوضعتہا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ ذکرہ فی الاصابۃ یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں، مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ موئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے۔ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا۔ وہ یوہیں دفن کیے گئے کہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا۔ (۲۰) بیہقی و ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی عن انس بن مالک انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جنبیہ وبین قمیصہ یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی۔ وہ اُن کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ اُن کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتب حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے۔ یوہیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ردا وقمیص خصوصاً ناخن وموئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جواز مانحن فیہ کیلئے دلیل واضح ہے۔ اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا۔ کہ جب علت منع خوف تنجیس ہے تو وہ جس طرح کتابت فرقان کے لیے ممنوع ومحظور یوہیں لباس واجزائے جسم اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحذور۔ پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی وللہ الحمد۔

مقام سوم: کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں، جو شبہہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہوتا۔ اُس سے ریم وغیرہ نکلتا ہے۔ تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اسکا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا۔ کہ اصطبل فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا حبیس فی سبیل اللہ تعالٰی۔ جو احتمال نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وعرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس جواب میں کلام کیا کہ ران اسپ پر لکھنا صرف پہچان کیلئے تھا۔ اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے۔ تو یہاں کلمات معظمہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ انھیں معرض نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ذکرہ فی فتاواہ الکبرٰی واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا ما یتبع ھذا الفاضل الشافعی کما فعل ھٰھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار وتصریح البزازیۃ والدر المختار وکذا فی مسئلۃ نزول الخطیب درجۃ عند ذکر السلاطین وفی مسئلۃ اذان القبر وفی نجاسۃ رطوبۃ الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طہارۃ رطوبۃ الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج والرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینتہ فی جد الممتار **اقول** قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلاً نافع نہیں کما بینتہ فیما علقت علی رد المحتار۔ مقام ثانی میں جو احادیث جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح وقاطع ہے۔ **ثم اقول** بلکہ خود قرآن عظیم مثل سورۂ فاتحہ وآیات شفا وغیرہا بغرض شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً

بلا نکیر رائج ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما درد زہ کیلئے فرمایا تکتب لہا شیئ من القراٰن دستے قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔ امام احمد بن حنبل اس کے لیے حدیث ابن عباس دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحٰن اللّٰہ رب اللّٰہ رب العرش العظیم الحمد للّٰہ رب العلمین کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ اوضحٰھا کانھم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار۔ اون کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا، میں نے اون کو بارہا اسے لکھتے دیکھا۔ رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابو علی الحسن بن علی الخلال المکی حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزو بدن نہیں ہوتا۔ اور اس کا مثانہ سے گزر کر آلات بول سے نکلنا ضرور ہے۔ بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں ولہذا اوس سے استنجا کرنا منع ہے۔ درمختار میں ہے یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال ردالمحتار میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اور اوس کا پینا اعلٰی درجہ کی سنت بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اٰیۃ مابیننا وبین المنافقین انھم لایتضلعون من زمزم ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آب زمزم نہیں پیتے۔ بلکہ بحمداللہ تعالٰی ہماری تقریر سے امام ابن حجر شافعی اور اون کے تبیع کا خلاف ہی اُٹھ گیا۔ اول نے اوسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا قال والقول بانہ قیل یطلب فعلہ الخ مردود لان مثل ذلک لایحتج بہ وانما کانت تظھر الحجۃ لو صح عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم طلب ذلک ولیس کذالک دوم نے حدیث یا قول مجتہد پر قال فالمنع ھنا بالاولٰی مالم یثبت عن المجتھد اوینقل فیہ حدیث ثابت۔ ہم نے متعدد احادیث صحیحہ سے اوسے ثابت کر دیا اور امام نصیر وامام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ بالجملہ حکم جواز ہے اور اگر کوئی بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ اس بحث کی تکمیل وتفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔ اوس کا بیان ذکر خالی از نفع نہیں امام ابن حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا قیاسہ علی مافی نعم الصدقۃ ممنوع لان القصد ثم التمییز لا التبرک وھذا القصد التبرک فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علٰی حالہا فلایجوز تعریضہا للنجاسۃ اھ واقرہ ش فقیر نے اوس پر تعلیق کی **اقول** ھذا الفرق لایجدی نفعا وکیف یسلم ان قصد التمییز یسقط تعظیم ماوجب تعظیمہ شرعا افتبدل بہ اعیان الاسماء المعظمۃ فھو باطل عیانا ام لایراد بہا معانیہا بل تکون الفاظا مستعملۃ فی معان اخرٰی اومن دون معنی وھذا ایضا باطل قطعا فان قولنا للّٰہ اوحبیس فی سبیل اللّٰہ

لہ بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں اون سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا عسر علی المرأۃ ولادتہا اخذ اناء نظیفا وکتب علیہ قولہ تعالٰی کانھم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلٰغ فھل یھلک الا القوم الفسقون کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ثم یغسل وتسقی منہ المرأۃ وینضح علٰی بطنہا وفرجہا جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر دھو کر اوسے پلائیں۔ اور اوس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں ذکرہ فی نزھۃ الاسمی اوسعز بالتفسیر بحر العلوم ۱۲

انما یفید التمییز ویفہم الصدقۃ بالنظر الی معانیہا الموضوعۃ لہا لاغیر اٰمّا اذا استعملت الکلمات المعظمۃ فی معانیہا لکن الغرض ھنالک افہام امر ماسوی نحو التبرک ویخرجہا ذلک عن کونہا معظمۃ وای دلیل من الشرع علی ذلک بل الدلائل بل البداھت ناطقۃ بخلافہ ولو ان مجرد قصد غرض اٰخر غیر نحو التبرک کان یسقط التعظیم فلیجز توسد القراٰن العظیم بل اولی لان الغرض ثمہ لایتم الا باسم الجلالۃ من حیث ھو اسم الجلالۃ اما ھٰھنا فقط المتوسد لیس الی قرانیتہ من حیث ھی ھی بل الی حجمہ وضخامۃ جلدہ واذا اجاز ذلک لذلک جاز ایضا والعیاذ باللہ تعالٰی ان یضع المصحف الکریم علی الارض ویجلس علیہ توقیا الثیاب من التراب فانہ لیس باعظم من التعریض للابوال الارواث الی غیر ذلک مما لایجیزہ احد ولعل ھذا معتلا یعتل بجواز قراءۃ امثال الفاتحۃ للجنب والحیض اذا قصد والثناء والدعاء دون التلاوۃ اقول نازعہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ وخص الجواز بما لایقع بہ التحدی ای مادون قدر ثلث اٰیات ولی فی ھذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیۃ الدعاء او الثناء ورد علی خلاف القیاس توسعۃ من اللہ تعالٰی بعبیدہ رحمۃ منہ وفضلا فلا یجوز القیاس علیہ علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونہا قراٰنا ای کلام اللہ عزوجل النازل علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المثبت بین الدفتین من حیث ھو کذلک حتی لو فرض ان تلک الالفاظ کانت حدیثا لم یحرم علیہ قراءتہ فاذا قرأت علی جہۃ انشاء کلام من عند نفسہ لم تبق النسبۃ المانعۃ ملحوظۃ اما ھھنا فالتعظیم لنفس تلک الالفاظ الموضوعۃ لتلک المعانی المعظمۃ وھی باقیۃ فی الکتابۃ علی حالہا فافہم مع ان العلامۃ سیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علیہ ان النیۃ تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب کما نقلہ العلامۃ ش قبیل المیاہ واقرہ ثم اقول علی التسلیم لا محیص عن کون ما اعنی ما کتب علی اتخاذ الابل حروفا وحروف الہجاء المعظمۃ بانفسہا لایجوز تعریضہا للنجاسۃ کیف وانہا علی ماذکر الزرقانی فی شرح المواھب قراٰن انزل علی سیدنا ھود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم وکذا نقلہ فی ردالمحتار عن بعض القراء وقدمہ عن سیدی عبدالغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی الشامی فیہ ان الحروف فی ذاتہا لہا احترام اھ وقال ایضا نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ اھ وفی الھندیۃ لو قطع الحرف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلی حتی لم تبق الکلمۃ متصلۃ لم تسقط الکراھۃ وکذلک لو کان علیہا الملک لاغیر وکذلک الالف وحدھا واللام وحدھا کذا فی الکبرٰی اذا کتب اسم فرعون او کتب ابوجہل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف الحرمۃ کذا فی السراجیۃ اھ بل صرح فی الدرالمختار وغیرہ انہ یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولاترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم اھ وفی ردالمحتار ورق الکتابۃ لہ احترام ایضا لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین اھ فاذا کان ھذا فی برایۃ القلم وبیاض الورق الغیر المکتوب فما

ظنک بالحروف فاذن لاشک فی صحۃ الاستثناء ولابد من اخراج کتابات الابل عن الاخلال بالتعظیم واقول یظہر لی فی النظر الحاضر ان لیس الامتہان من لازم تلک الکتابۃ ولا ہو موجود حین فعلت ولا ہو مقصود لمن فعل وانما اراد التیمن وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی قال فی جواہر الاخلاطی ثم الفتاوی الہندیۃ لاباس بکتابۃ اسم اللہ تعالٰی علی الدراہم لان قصد صاحبہ العلامۃ لا التہاون اھ ہذا لاشک انہ جار فیما نحن فیہ فلیس التنجیس من لازم الکتابۃ ولا ہو موجود ولا مقصود وانما المراد التبرک الی اٰخر ما مر فان قنع بہذا فذاک والا فاما ابدیتم من الوجہ فی ذالک فانہ یجری فیما ھنالک ولا یظہر فرق بغیر المسالک فان قلت التنجیس فی الابل غیر مقطوع بہ حتی فی الجانب الانسی من افخاذہا لانہا تتفاج حین تبول فکیف بالوحشی المکتوب علیہ قلت لاقطع فی التکفین ایضا فلیس کل جسد یبلی فان الاولیاء والعلماء العاملین والشہداء والمؤذن المحتسب وحامل القراٰن العامل بہ والمرابط والمیت بالطاعون صابرا محتسبا والمکثر من ذکر اللہ تعالٰی لاتتغیر ابدانہم نقلہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا من جامع الجنائز وجعلہم عشرۃ کاملۃ بذکر الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ثم الصدیقین والمحبین للہ تعالٰی وجمعت ہذین فی قولی الاولیاء ثم تقییدی المؤذن بالمحتسب ہو نص حدیث اخرجہ الطبرانی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المؤذن المحتسب کالشہید المتشحط فی دمہ واذا مات لم یدود فی قبرہ ومن محل اثر مجاہد المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القیمۃ ولایدودون فی قبورہم رواہ عبدالرزاق وذلک بدلیل الجزاء الاول اطول الناس الخ اما حامل القراٰن فحدیث ابن مندۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات حامل القراٰن اوحی اللہ الی الارض ان لاتاکلی لحمہ فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمہ وکلامک فی جوفہ قال ابن مندۃ وفی الباب ابوہریرۃ وابن مسعود وزاد فیہ الشیخ قید العامل بہ اقول ولکن العامل بہ مرجو لہ ذلک وان لم یکن حاملہ فقد اخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد الذی لم یعمل خطیئۃ الا ان یقال ان وصف العامل بہ حاصل للخطاء التواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئۃ ہو الصالح المحفوظ ولا یشمل الصبی فیما اظن واللہ تعالٰی اعلم ونظم ہذا تو لعشرۃ وللہ الحمد نبی ۱. ولی ۲ عالم ۳. شہید ۴. مرابط ۵. میت طاعون ۶. مؤذن محتسبین ۷ ذکار ۸. عامل القراٰن ۹ من لم یعمل خطیئۃ ۱۰ فان کان من کفنہ احد ہؤلاء فذاک والا فما یدریک ان ہذا المسلم لیس من اولیاء اللہ تعالٰی او لم ینل منازل الشہداء او بل من الاشقیاء من لایتغیر جسدہ تشدیدا للتعذیب والعیاذ باللہ القریب المجیب ہذا واما ما ایدہ بہ المحشی مما قدم علی الفتح انہ تکرہ کتابۃ القراٰن واسماء اللہ تعالٰی علی الدراہم والمحاریب والجدران وما یفرش اھ ما فی الفتح قال المحشی فما ذلک الا لاحترامہا وخشیۃ وطئہ ونحوہ مما فیہ اہانۃ فالمنع ہنا بالاولٰی مالم یثبت عن المجتہد او ینقل فیہ حدیث ثابت اھ وہذا الذی حملہ علی العدول عن قول امام مذہبہ الصفار الحنفی الی قول الامام ابن الصلاح من متاخری الشافعیۃ فاقول اما

الکتابۃ علی الفرش فامتہان حاضر وقصد ما لاینفک عن التہاون فلیس مما نحن فیہ ولا کلام فی کراھتہ واما علی البواقی فالمسئلۃ تختلف فیہا وقد اسمعناک اٰنفا ما فی جواہر الاخلاطی فی حق الدراہم وقال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ وکتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضہم قالوا یرجی ان یجوز وبعضہم کرہوا ذٰلک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس اھ فقد قدم رجاء الجواز وھو کما صرح بہ فی دیباجۃ فتاواہ لایقدم الا الاظہر الاشہر ویکون کما نص علیہ العلامۃ السید الطحطاوی ثم السید المحشی ھو المعتمد فاذن فلتکن الکتابۃ المعہودۃ علی فخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حجۃ تقول الجواز ان فرضنا المساواۃ والا فلا نسلمہا من الاصل فان الکتابۃ علی المحاریب والجدران انما یکون المقصود بہا غالبا الزینۃ ولیست من الحاجۃ فی شیئ فالمنع ثمہ لایستلزم المنع حیث الحاجۃ ملمۃ کالتمییز والتبرک والتوسل للنجاۃ باذن اللہ تعالٰی فافہم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مقام چہارم جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہا تبرکاً لکھنے کا جواز فقہاً وحدیثاً ثابت ہے تو شجرۂ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولٰی اوّل تو اسمائے محبوبان خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل وتبرک بلاشبہہ محمود ومندوب ہے۔ **تفسیر طبری** پھر **شرح مواہب لدنیہ** للعلامۃ الزرقانی میں ہے: اذا کتب اسماء اھل الکہف فی شیئ والقی فی النار اطفئت جب اصحاب کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دیے جائیں آگ بجھ جاتی ہے۔ **تفسیر نیشاپوری** علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے: عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکہف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بہا فی وسط النار ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسہ فی المھد وللحرث تکتب علی القرطاس وترفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثۃ والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذہا الایسر ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل یعنی **عبداللہ بن عباس** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے نام تحصیل نفع ودفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ہیں۔ ایک پارچہ میں لکھ کر بیچ آگ میں ڈال دیں۔ اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارے میں اوس کے سر کے نیچے رکھ دیں۔ اور کھیتی کی حفاظت کے لیے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اوس پر باندھ دیں۔ اور رگیں تپکنے اور تجاری اور درد سر اور حصول تونگری ووجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لیے دہنی ران پر باندھیں۔ اور دشواری ولادت کیلئے عورت کی بائیں ران پر۔ نیز حفاظت مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کیلئے۔ **امام ابن حجر مکی** صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ نیشاپور میں تشریف لائے۔ چہرۂ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا۔ حافظان حدیث امام ابوذرعہ رازی وامام محمد بن اسلم طوسی اور اون کے ساتھ بیشمار طالبان علم وحدیث حاضر خدمت انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کہ اپنا جمال مبارک ہمیں دکھائیے۔ اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹا لیں۔ خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے۔ کوئی روتا ہے۔ کوئی خاک پر لوٹتا ہے کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے

کو عرض کی، حضور نے فرمایا حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی یعنی امام علی رضا امام موسٰی کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ اُن سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔ یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔ دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کیے گئے بیس ہزار سے زائد تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لو قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنتہ۔ یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اوسے جنون سے شفا ہو۔ **اقول** فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں، حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں۔ تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا۔ اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے ــــــ مسمّٰی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجود شے کی چار صورتیں ہیں۔ وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں۔ تو ان دو شق اخیر میں وجود اسم ہی کو وجود مسمّٰی قرار دیا ہے۔ بلکہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں الاسم عین المسمّٰی نام عین مسمّٰی ہے۔ امام رازی نے فرمایا المشہور عن اصحابنا ان الاسم ھو المسمّٰی۔ مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّٰی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی مسمّٰی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے۔ تو خالی اسماء ہی ایک اعلٰی ذریعۂ تبرک و توسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد واتصال بمحبوب ذو الجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں۔ جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اللہ و محبوب و اولیا کے سلسلۂ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرۂ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہیئے۔ پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور اُمیدگاہ مغفرت بنایا۔ اور بعض شافعیہ کو اس میں خیال تنجیس آیا۔ شجرۂ طیبہ میں اُسکا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں۔ بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر ہو۔ خواہ جانب قبلہ کہ میت کے پیش رو رہے اور اوس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو۔ باذنہ تعالٰی ولہ الحمد۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی رسالہ فیض عام میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمول بزرگان دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن میں رکھنے میں جو کلام فقہاء بتایا گیا وہ متاخرین شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لیے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب دیکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۹: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے گھر کا کھانا، جو اہل میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں۔ اور سوم کے چنے بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

میّت کے گھر کا کھانا تو البتہ بلاشبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا۔ اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں، یہ اس حکم میں داخل نہیں۔ نہ میرے اس فتوے میں اُن کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لئے منگائے اور یہی اُس کی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز۔ اور اگر اُس نے عام حاضرین پر تقسیم کیلئے منگائے ہیں تو اگر غنی بھی لے لیگا۔ تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے۔ کہ وہ خاص مساکین کیلئے نہیں ہوتے تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ جَلِیُّ الصَّوْتِ لِنَہْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ الْمَوْتِ (۱۳۱۰ھ)

مسئلہ ۱۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہندیہ میں رسم ہے کہ میّت کے روزِ وفات سے اُس کے اعزّہ اقارب واحباب کی عورات اُس کے یہاں جمع ہوتی ہیں۔ اُس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدّت اقامت میں عورات کے کھانے پینے۔ پان چھالیا کا اہتمام اہل میّت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرفِ کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل نبینا الرحیم العفوّ بالرفق والتیسیر واعدل الامور فنن الدعوۃ عند السرور ردون الشرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ الکرام وصحبہ الصدور۔ سبحٰن اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا۔ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد نے اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ ہم گروہ صحابہ اہل میّت کے یہاں جمع ہونے اور اُن کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام

من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اہلبیت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ فتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین وکتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاوٰی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ تتخذ عند السرور۔ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تأسف فلایلیق بھا مایکون للسرور۔ غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں، تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے لاباس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت۔ مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں اطال ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا۔ یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام اواقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیر الفتاوٰی یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع، جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی۔ اور فتاوٰی القروی اور واقعات المفتین میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے ضیافت نمودن اہل بیت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ است۔ باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔ اسی میں ہے پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔ ثانیًا غالبًا ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا۔ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔ مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ خصوصًا نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں

کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں۔ بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود بالغ وراضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ وہندیہ میں ہے ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذٰلک من الترکۃ نیز فتاوٰی قاضی خاں میں ہے ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیرۃ فلا یتخذ ذٰلک من الترکۃ۔ ثالثًا یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔ افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلًا چلّا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔ الٰی غیر ذٰلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کیلئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان نہ کہ اہل میّت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس ناجائز مجمع کیلئے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطا میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میّت اگر نوحہ گران جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ۔ رابعًا اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنی غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا۔ پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں۔ نہ کہ ایک رسم ممنوع کیلئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا۔ اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعًا ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی تنبیہ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں وہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میّت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے۔ آگے نہیں۔ کشف الغطا میں ہے مستحب است خویشاں وہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصًا عالمگیری میں ہے حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز وبعدہ یکرہ کذا فی التتارخانیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۱: قبور شہداء یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے، چاہیے یا نہیں۔ جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس کی ہے۔ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصاری یا عورت یہود، یا نصاری یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے چاہیئے یا نہیں۔ بینوا۔ توجروا

الجواب

قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیائے کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انہیں

ایصال ثواب مندوب و ثواب، اور مالیدہ و شیرینی خصوصیات عرفیہ ہیں اگر وجوب نہ جانے ہرج نہیں۔ اور قبر پر لیجانے کی نہ ضرورت نہ اوس میں معصیت۔ ہاں اوسے شرعًا لازم جانے یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصًا قبور اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجائے۔ اوسکو قبر پر نہ رکھے یہ ممنوع ہے۔ جس قبر کا یہی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر قال اللہ تعالیٰ ولاتقم علی قبرہ وقال تعالیٰ وما لھم فی الاخرۃ من خلاق وقال تعالیٰ ان اللہ حرمھما علی الکافرین۔

تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

مسئلہ ۱۲۲: از جونا گڑھ کاٹھیاوار سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب۔ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے۔ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اوسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیئے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان من علی القبر والعیاذ باللہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار الحدیث شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے لانھا من التفاؤل القبیح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے انھا سبب للتفاؤل القبیح اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعت مال ہے۔ میت صالح اوس غرفے کے سبب جو اوس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے۔ اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اوسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جبتک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے۔ ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیرما کتاب کما اوردنا علیہ نصوصًا جلیلۃ کثیرۃ فی کتابنا حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انھا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالیٰ فتؤنس المیت لا طیبھا۔ اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے دقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر ولتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودہ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ○ قل اٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ○ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ بریق المنار بشموع المزار

۱۲ ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲۴ : از لکھنؤ محلہ راجہ ڈاک خانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزارات اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ روشنی مزارات اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیوں کہ اسمیں تعبد منظور ہوتا ہے ۔ چنانچہ زید کی تحریر بجنسہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ آیا یہ مسلک زید کا نزدیک علمائے دین و مفتیان شرع قابل قبول و عمل ہے یا نہیں۔

نقل تحریر زید یہ ہے

میں قسم شرعی اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسم قدیم کا مخالفت نہ کروں چنانچہ فتاوی عالمگیری کو دیکھا اُس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لا اصل لہ اسی طرح فتاوی بزازیہ میں ہے۔ درمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوۃ میرے پاس تھی اوس میں یہ حدیث تھی ۔ لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج رواہ الترمذی والنسائی ۔ لعنت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے زائرات قبور اور جو بنائیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۱۲ھ کو دیکھا اوس میں لکھا ہے " پس امداد بزعامہ وختم واطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد۔ ایں را بدعت مباحہ باید گفت) وجہ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا ۔ وملبوس ساختن قبور وسرود ہا وآلات معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع ۔ اگر مقدور باشد محل حدیث من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی "۔ اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالا بدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ " چراغان کردن بدعت است ، پیغمبر خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بر شمع افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان لعنت گفتہ " ارشاد الطالبین ص ۲ خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں۔ معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں ۔ اس طرح پر جب کتب حدیث وفقہ و تحریرات علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف وخطر اس کو ترک کردیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا۔ وہ میں نے شربت و برف میں صرف کردیا ۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے کہ نماز نہ پڑھیں جمعہ

جماعت کا پابند نہ ہو۔ ڈاڑھی منڈائے وہ سب قابل عفو ہے۔ لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتویٰ دے دیا جاوے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے۔ میں نے انکی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاویٰ بزازیہ وعالمگیریہ وصاحب مشکوٰۃ و شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں۔ تو میں الحمد للہ وہابی ہوں۔ یہ امور بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اوس میں استفسار چراغاں کیا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دیے۔ لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث و فقہ کے خلاف ہوتا ہے۔ بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز کلام سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جاوے۔ لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی۔ صرف دو امور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے۔ اول یہ کہ پیرزادے اسکو کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نہیں ہے۔ پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں۔ صالح ہوں۔ اہل اللہ ہوں۔ لیکن معصوم نہیں جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امر ناجائز بھی کسی مصلحت سے اونہوں نے کر لیا۔ خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ عرس دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا۔ دوسرا امر باعث خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے اس خطرے کے جواب حسب ذیل ہیں۔ (١) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے (٢) قبر شریف حجرہ حضرت عائشہ میں واقع ہے۔ جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔ (٣) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے۔ آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اوس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا۔ ناکامیاب رہا (٤) مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کر کے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ (٥) نزدیک اہلسنت والجماعت کے حجت شرعی صرف چار ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماع مجتہدین و قیاس مجتہدین۔ تعامل حرمین کوئی سند نہیں (٦) بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے۔ کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں۔ لہذا یہ فعل جائز ہے وہاں کے علماء سے خود فتویٰ لیا جاوے وہ داڑھی کترانے چراغاں کرنے کو یقیناً ناجائز کہیں گے۔ (٧) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین و متاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی۔ یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علیٰ بمعنی پر واقع ہے۔ اور دو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں۔ جو خاص اوس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں۔ بعض قبر کی صورت کوہان شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا۔ لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جاوے گا۔ اور رسول خدا (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سورۂ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔ استغفر اللہ۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انہوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے۔ حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ٢٤٩ میں

حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں اُنہوں نے صرف مسجد کو اطراف قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عادت یہود نصاریٰ یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہت یہود و نصاریٰ کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی۔ لہذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ ملا علی قاری نے تین لکھے اوّلاً تضییع مال۔ دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا۔ سوم تعظیم قبور۔ ہرگز ہرگز ملا علی قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہ اُن پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو انہوں نے وجوہ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے۔ جو وہ اجازت دیتے ہیں۔ بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغان قبر کے لئے جلانے کو جائز کردیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لئے قبور ذریعہ معاش ہیں۔ اُنہوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں جو محض تعبداً یعنی ازراہ تقرب کیا جاتا ہے۔ لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں۔ سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں، اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغان بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں۔ کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ منشاء چراغان محض تقرب یعنی تعبد ہے اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہوجائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ استغفر اللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے۔ موسیٰ بدین خود۔ عیسیٰ بدین خود۔ انتہیٰ تحریر زید۔

اب جو کچھ ازراہ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اوس سے معزز فرمائیے۔ اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں۔ بہ تشریح و تفصیل تمام ارشاد ہو۔ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا. صَلِّ عَلٰی مَجْلٰیکَ الْمُنِیْرِ وَاٰلِہٖ اَبَدًا. یَا نُوْرُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا نُوْرًا قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ یَا نُوْرًا بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ. لَکَ النُّوْرُ وَبِکَ النُّوْرُ وَمِنْکَ النُّوْرُ وَاِلَیْکَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرُ وَنُوْرُ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی نُوْرِکَ الْاَنْوَرِ وَاٰلِہِ السُّرُجِ الْغُرَرِ وَصَحْبِہِ الْمَصَابِیْحِ الزُّھْرِ صَلٰوۃً تُنَوِّرُ بِھَا وُجُوْھَنَا وَصُدُوْرَنَا وَقُلُوْبَنَا وَقُبُوْرَنَا اٰمِیْن۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص۴۲۹ میں فرماتے ہیں۔ قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ واتلاف مال کذا فی البزازیۃ اھ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما

لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللّٰہ تعالٰی عندہ فیستجاب لہم فھو امر جائز لامنع منہ والاعمال بالنیات (یعنی) الدرحمہ اللّٰہ تعالٰی نے حاشیہ درر وغرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لیجانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں۔ یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے۔ وہاں شمعیں روشن کریں۔ اُن کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اُس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اوس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ اون کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں (روی ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ کما ذکرنا یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں۔ ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہ ہی عبارت فتاوی بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے اُن کے معنی روشن فرما دیے۔ اور تصریحًا ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کیلئے ہو ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں (۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی (۲) مقابر بر سر راہ ہوں۔ روشنی کرنے سے راہگیروں کو نفع پہنچیگا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے۔ دعا کریں گے ثواب پہنچائیں گے گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کیلئے آیا ہے تو اوسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے۔ کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالبًا مساجد ہوتے ہیں۔ گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین نے تو نادر ا خالی ہوتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرماکر خود مزارات کریمہ کیلئے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں۔ کہ اون کی ارواح طیبہ کی تعظیم کیلئے روشنی کیجائے۔

اقول: ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتنا رہے اور اعتنا دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ دلیل ایمان و موجب رضائے رحمٰن عزجلالہ۔ قال اللّٰہ عزوجل وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ جو الٰہی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاروں سے ہے۔ وقال اللّٰہ تبارک وتعالٰی وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اوس کے لیے اوس کے رب کے یہاں بہتری ہے (۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلّا و مذہب کرنا ہے۔ کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا۔ جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ درمختار میں ہے جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد۔ یوں ہی مساجد کی آرائش اون کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدر اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث میں تھا لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصارٰی رواہ ابو داؤد عن ابن

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے ۔ لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا ۔ تبیین الحقائق میں ہے لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذہب ۔ ردالمحتار میں ہے قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص وماء الذہب ۔ (۳) یونہی مسجدوں کیلئے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے اون پر اطلاع کا سبب ہیں ۔ اگرچہ صدر اول میں نہ تھے بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا ابنوا المساجد واتخذوھا جماً رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ دوسری حدیث شریف میں ہے ابنوا مساجدکم جماً وابنوا مدائنکم مشرفۃ ۔ رواہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یعنی مسجدیں منڈی بناؤ ۔ اون میں کنگرے نہ رکھو ۔ مگر اب بالجبر مسلمانوں میں رائج ہے وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن ۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط منہ کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلک اولصرف المال فی غیر وجہہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا باس بہ ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنہم وکافرہم تشیید بیوتہم وتزیینہا ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلناہا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستھانۃ ۔ یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے ۔ کہ نمازی کا خیال بٹے گا اسلئے کہ مال بیجا خرچ ہوگا ۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اوس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اوس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ۔ ویسے ہی اون کے لیے فتوے نئے ہوئے ۔ کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی ۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہونگی ۔ کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں ۔ تو نگاہوں میں اون کی بے وقعتی ہوگی (۴) اسی قبیل سے ہے مزارات اولیائے کرام وعلماء قدست اسرارہم پر عمارات کی بنا کہ باوصف ممانعت صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیہ ۔ جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے ۔ سلفاً وخلفاً ائمہ کرام علمائے اعلام نے جائز رکھی ۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے ۔ قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ ۔ بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمایا کہ لوگ اون کی زیارت کریں اور اون میں راحت پائیں ۔

جواہر اخلاطی میں ہے ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان ۔ یعنی اگرچہ نو پیدا ہے ۔ پھر بھی بدعت حسنہ ہے ۔ اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں ۔ اور ہیں اچھی بدعت ۔ اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں ۔ یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے ۔ جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے ۔ جو اس وقت کرتے ہیں ۔ جیسے

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا لو رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں۔ تو انہیں مسجدوں سے منع فرمادیتے۔ اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرماہی دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے منع نہ کرو۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اُسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا۔ حاش للہ۔ ایسا نہ کہے گا مگر احمق۔ کج فہم یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالح کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تعیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اُس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے تزک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی۔ مسجدوں میں سونے کے کلس سونے چاندی کے نقش ونگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانے چادر ڈالنے۔ روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم یہ مختصر شرح ہے اس ارشاد امام ممدوح قدس سرہ کی۔ اور اسکی تفصیل بازغ التحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں۔ کما بیناہ فی فتاونا۔ اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت اُن سے بھی بہت اقدم امام اجل واعظم کا ارشاد بعونہٖ تعالیٰ عنقریب آتا ہے۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسرنہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین واجلہ معتمدین ووعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں۔ واللہ الموفق

(۱) امام ممدوح قدس سرہ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا۔ زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں، معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے۔" غلطی ظاہر فرمادی۔ کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزارات اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی۔ نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا۔ کہ مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے۔ عوام و فساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی۔ اقول آدمی اگر آیہ کریمہ ذلك ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین کی حکمت جلیلہ سے آگاہ ہو۔ جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور۔ تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

(۲) امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس سوال کا کہ بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔ جواب ارشاد فرمادیا کہ تعظیما للروح المشرقة علی تراب جسدہ الخ۔ یعنی اون کی روح کی تعظیم کیجاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمھاری دعا مستجاب ہو۔ (۳) امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس توہم وشبہہ کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیما للروح معاذ اللہ یہ اُن کی عبادت نہیں اون کی، روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ ہم نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ و

رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی الذین یتبعون الرسول النبی الامی الی قولہ عزوجل والذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی امی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی۔ تو جو اوس نبی پر ایمان لائیں۔ اور اوس کی تعظیم کریں اور اوس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں۔ وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی لئن اقمتم الصلٰوۃ واٰتیتم الزکٰوۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرض حسن دو۔ تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ۔ اور جھکا دو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے) کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔

(۴) امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ تعظیما لروحہ الی قولہ قدس سرہ والاعمال بالنیات۔ یعنی تعظیم خشت وگل نہیں۔ بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو۔ جو بلاشبہہ محمود ہے۔ اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے۔ گویا اپنے نور باطن سے ادراک فرمایا تھا۔ کہ زید وامثالہ کو یہ یہ شبہات عارض ہوں گے۔ سب کا جواب ان دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ۔ (۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبدا یعنی از راہ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں۔ تقرب یعنی تعبد ہے " گویا اوس کے خیال میں تقرب وتعبد شے واحد یعنی ایک ہی چیز ہے۔ یہ محض باطل ہے۔ بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے۔ تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت۔ اور تعظیم سے تقرب اعم ہے۔ کہ بنائے رباط وارسال ہدایا، تقرب ہے تعظیم نہیں وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علی رد المحتار۔ (۶) اسے تقرب بوجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اوس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم وافترا ہے۔ درمختار میں منیۃ المفتی وذخیرہ وشرح وہبانیہ سے ہے انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الادمی بھذا النحر۔ رد المحتار میں ہے۔ ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم۔ (۷) طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں۔ گو پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں۔ ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا۔ خدا معاف کرنے والا ہے" سبحٰن اللہ! صالح بھی ہیں۔ اہل اللہ بھی ہیں۔ اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں۔ اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا۔ (۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعا شرک ہوا۔ اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ پھر اس جملہ کا کیا محل رہا۔ کہ "خدا معاف کرنے والا ہے" (۹) جب ہزارہا بندگان صالحین واہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام اون کے سر تھوپا جاتا ہے۔ اور نہ صرف ظن بلکہ اوس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور۔ سالہا سال سے اس پر مستقل فتوٰے مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ طوالع النور مکتوب۔ پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی۔ فقیر کے یہاں

علاوہ ردّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی ودیگر مشاغل کثیرہ ودینیہ کے کار فتوٰی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر ودیگر بلاد وامصار جملہ اقطار ہندوستان وبنگال وپنجاب وملیبار وبرہما واراکان وچین وغزنی وامریکا وافریقہ حتی کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء بے تحریر جواب رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا۔ ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو۔ یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعبد غیر کا خیال بندھ گیا اُس کا بھیجنا تخیل ہوا ہو۔ بہرحال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی۔ ہاں ہاں کھلی کھلی رعایت واغماز اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی ناقص کتاب مسمّی بہ "ایضاح الحق" میں زمان ومکان وجہت سے اللہ عزوجل کو منزہ ماننا اور اُسکا دیدار بلاکیف وجہت ومحاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے۔ جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اُسکا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت وگمراہی وفی النار ہے۔ اور اہل سنت کے تمام ائمہ سلف وخلف معاذ اللہ سب بدعتی وگمراہ تھے۔ ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا۔ اور حسب دستور مسائل کو دیکر عمرو بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا۔ اس پر عالیجناب شیخ الکل گنگوہ جناب مولوی گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا الجواب: یہ شخص اہلسنت والجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ وکلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالٰی جل شانہ زمان ومکان وجہت سے پاک ہے۔ اور دیدار اُس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی

اور اس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب وعزیز الرحمٰن صاحب وغیرہما نے مہریں کیں۔ اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق، کی جوتیں جڑیں۔ علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی الجواب صحیح اشرف علی عنہ۔ جب حضرات یہ فتوٰی دے چکے۔ اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا۔ اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور اُن کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام وکلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو وہ شریعت کا حکم اب بھی مانوگے۔ یا طائفہ کے پیرجی کو خدا کی حکومت سے باہر جانوگے۔ ۲۰ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہوکر شائع ہوا۔ تین برس ہونے آئے ہیں سب صاحب ساکت وخاموش در خواب خرگوش۔ مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں۔ اپنے منہ تو امام الطائفہ پر حکم کفر کریں۔ تو کیونکر؟ اب وہ فتوٰی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہوگیا۔ کہ اُگلے تو اندھا۔ نگلے تو کوڑھی۔ چار ناچار سکوت کی اوڑھی۔ اسے حق پوشی کہتے ہیں۔ اسے ناحق کوشی کہتے ہیں۔ اسے پیرجی پرستی کہتے ہیں، اسے بادۂ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں۔ بلا سے ہو، جواب نہ دیتے۔ دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا، بددین، ملحد، زندیق، لکھ چکے۔ اب تو اُس کی غلامی چھوڑیں۔ اُسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں۔ مگر حاشا ۔ چھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔ اب تک وہ ویسا ہی چنیں وچناں۔ ویسا ہی امام، یہ اُس کے ویسے ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف۔ یہ کونسا دین ہے۔ کون سی دیانت ہے اور اس پر ادعائے ایمان وامانت ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم۔ مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی سخت سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں۔ کیوں چاہ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں، عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ اون کے کرتک دیکھیں۔ اور پھر اون کے جبہ و دستار کے دام میں پھنسیں۔ گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات، ناقابلِ التفات کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چرالے یا دغا سے دبالے۔ ہمیشہ کو نظروں سے گرجائے۔ چور دغا باز نام قرار پائے۔ اور معاذ اللہ اگر کسی شہرہ بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اوس کی تشہیر حد سے زائد ہو۔ دس پانچ روپے کا جرم یوں ناقابلِ تلافی اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی بڑی خیانت، سب قابلِ معافی، معافی کیسی خطا ہی نہیں۔ وضوئے تمیز تجمی ٹوٹا ہی نہیں۔ یہ کیا ظلم ہے۔ کیا بے پروائی ہے۔ کیسی آنکھوں پر پہلی چھائی ہے۔ مسلمانو! آج آنکھ کھولو۔ ورنہ پیشی فردا کے لیے مستعد ہولو ؎

بروزِ حشر شود ہمچو صبح معلومت کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے۔ اوسے ملاحظہ کیجیے کہ حق واضح ہو اور خیانت و حق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے۔ جن صاحب کو انکار ہو۔ گنتے گنتے بھول گئے۔ پھر گن لو۔ جناب مولوی تھانوی صاحب سے اب ان سوالوں کے جواب دلوالو۔ بہادری تو جب ہے کہ ان کے منھ کی مہر کھلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں۔ کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں۔ حق گوئی و حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے۔ کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر و الحاد کا حکم مرقوم تھا۔ اب کہ قائل معلوم ہوا وہ حکم کس لیے معدوم ہوا۔ کیا کوئی نئی شریعت آگئی۔ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جماگئی۔ جس نے شریعت مصطفویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام جی کی قبراہ لکم بنآۃ فی النار سے بھردی۔ اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے۔ کیوں نہیں وہ حکم کفر و الحاد بولے بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں۔ زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ اون کو انصاف و حق جوئی سے دلچسپی ہے۔ وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے۔ اے رب توفیق دے۔ ہدایت طریق دے۔ آمین آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالیے۔ درمختار کا حوالہ محض غلط ہے (۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہ اپنی طرف سے بڑھالیا (۱۲) بزازیہ کی عبارت سے "داتلاف مال" کم کردیا۔ جس سے علت منع ظاہر ہوتی۔ کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے (۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں الٰی رأس القبور تھا اوسے الی المقابر بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے (۱۴) ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فی اللیالی الاول کا لفظ اڑادیا۔ عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے اخراج الشموع الی رأس القبور فی اللیالی الاول بدعۃ کذا فی السراجیہ یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لیجانا بدعت ہے۔ ایسا ہی فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔ فتاوٰی سراجیہ دیکھیے۔ اوس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے۔ اوس کے بعد اتنا زائد ہے ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہاں قبور عوام ہی کا ذکر ہے۔ کہ اعراس طیبہ یا مزارات اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادت خاصہ کا بیان

ہو ورنہ بیابانی یا دل کی تخصیص ہو جاتی۔ اب طرح یہاں جبال میں رواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر دبا دیتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے۔ اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی اگر وہاں اس جبال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھر سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں۔ اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ اور اس کا پتہ یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے۔ اور بیشک اس خیال سے جلانا نہ فقط اسراف و تضییع مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو بلکہ بدعت عقیدہ ہوئی۔ کہ قبر کے اندر ان چراغوں سے روشنی و اموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا۔ ولہذا امام صفار نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا۔ والاحتمال یقطع الاستدلال۔

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ قبور عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے۔ نہ کوئی سامان روشنی۔ گھر ہی سے چراغ لیجانا پڑتا ہے۔ بخلاف مزارات طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لیجانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ تو ذکر قبور عوام ہی کا ہے اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغان مزارات طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہو گیا۔ جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے کما فی الطبقات الکبریٰ وکشف الظنون (۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تتخذون علیہم مساجد کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا۔ حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں۔ مثلاً تتخذون مصانع النعمت علیہم مساجد یذکر فیہا اسم اللہ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔ سورۂ کہف میں یوں ہے قال الذین غلبوا علٰی امرھم لنتخذن علیہم مسجدا۔ پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انوکھی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں۔ اون کے صفحے بنا لیتے ہیں۔ اون کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں اور اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اوس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ یہ فعل مشائخ قدیم سے چلا آتا ہے۔ اگرچہ کہیں تو اونہیں مشائخ زمانہ لکھا۔ کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور۔ جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں۔ مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغان قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں"۔ اور اس کا جواب دہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں" زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے۔ مگر افسوس جب وہ صالحین ہیں۔ اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ اونہیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے افعال کو دین میں سند و حجت بتاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے یتمسک بافعال اھل الدین کذا فی جواھر الفتاوٰی (تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے۔) (۱۸) سرکار اعظم حضور پر نور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہٖ وبارک وسلم میں وہ جلیل وجمیل روشنی، وہ جانفزا، دلکشا روشنی، وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک و احتشام سے ہوتی ہے اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے نہ کہ مزار اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وآلہٖ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی۔ اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا۔ جہاں

دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل۔ وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزارہا روپے کے شیشہ آلات اور اُن کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے کب جائز ہو۔ وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے۔ اُسی کی درباۂ مسجد بھی سنئے۔ اُس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے۔ قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لوصرف الی سراج المسجد یجوز لکن لالی سراج واحد (فی رمضان وغیرہ) اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں۔ مگر صرف ایک چراغ رمضان ہو یا غیر رمضان (۱۹) زید صاحب کو چاہیئے۔ ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں۔ وہاں اُن کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گردمطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتیں۔ اور سرکار اعظم میں وہ نظر آئے گا۔ جس سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی۔ کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ۔ نہیں نہیں۔ بالیقین وہ تجمل روضہ پر انوار حضور سید الابرار صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ہیں۔ جسے ہر مجذوالابصار اولیں ادراک کر لیتا ہے۔ میرے دل سے اُن لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان و تجمل روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شان محبوبیت کھلتی ہے۔ اوس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے۔ اور کاشانہ محبوب کے یہ ساز و سامان ہیں۔ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ دیکھیے نگاہ ظاہر پر اوس شان و شکوہ کا کیسا اثر پڑا۔ کہ اوس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشاللہ ع حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را۔ اللّٰھم ارزقنا الایمان الکامل وامتنا علیہ بجاہ حبیبک وعروس مملکتک صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ المبارک وسلم آمین

۲۰۔ مسجد میں روشنی خشت و گل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی۔ بلکہ نمازیوں کے واسطے۔ بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصور ہے کہ اصل بنائے مسجد انہیں کے لیے ہے۔ ولہٰذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے۔ یا رات کے سب حصوں میں اونکی آمد و رفت مسجد میں رہتی ہو۔ اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو۔ یا واقف نے خود اس کی تصریح کر دی ہو۔ ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کر دینے کا حکم ہے۔ کہ اب اسراف وتضییع مال ہے۔ فتاوٰی خانیہ وفتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں لاباس بان یترک سراج المسجد فی المسجد الی ثلث اللیل ولا یترک اکثر من ذلک الا اذا شرط الواقف ذلک اوکان ذلک معتادا فی ذلک الموضع سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے۔ لووقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل او نصفہ اذا احتیج الیہ للصلوۃ فیہ اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں نماز عشا کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا۔ لوگوں کو باہر کر کے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفا میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ ہجری میں فرمائی۔ پھر اوس کے خلاصہ خلاصۃ الوفا میں فرماتے ہیں۔ یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الآخرۃ بفوانیس ستۃ رتبھا شیخ الخدام شبل الدولۃ کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبلہ بشعل من السعف نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لیے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں اور پہلے کھجور کی شاخیں روشن کر کے اون کے ساتھ دورہ ہوتا تھا۔ نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ حسنہ بدخواہان ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی

کی عظیم حکایت دال ہے۔ جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف ۹۱۱ھ ہجری۔ اور اوس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری۔ و کتاب تاریخ المدینۃ للامام الجلیل ابی محمد عبد اللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے۔ اور ان سب سے پہلے خادم روضۂ مطہرہ نے امام ابو عبد اللہ قرطبی کے سامنے اوسے روایت کیا۔ اوسکی اصل خود امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابو سعید مولی ابی اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا الا اخرجہ الا رجلا قائما یصلی۔ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرما دیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔ باآنہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے۔ اور فقہائے کرام نے اوس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وجیز بزازیہ کتاب الوقف فصل رابع ملاحظہ کیجئے یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لا کل اللیل الا اذا جرت العادۃ بذالک کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشا تک نہ کہ تمام شب۔ مگر جب کہ اسکی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کیلیے ہے۔ اور ہم عنقریب کلام ائمہ سے اسکی تصریح نقل کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

۲۱۔ زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کیلیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہان بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ قبر شریف درحقیقت روپوش ہے بھلا پھر روشنی اوس کے لیے کیسے ہو سکتی ہے۔ گویا جو شے نظر آئے اوس سے اعتنا اوسکی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو اون کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عبّاد صنم کی تائید نہ کرے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟ (۲۲) حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اوس پر وہ ہزار ہا روپے کی طیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کیلیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے (۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزارات اولیائے کرام عمومًا جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصًا ایام اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں۔ تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیم قبور کے لیے نہیں ہو سکتی۔ (۲۴) دوسری بات یہ کہ یہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعل سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اسلیے جائز ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصاری مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطان اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوتی۔ حدیث میں ہے السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کا سایہ ہے جو اوسکی عزت کرے اللہ تعالٰی اوسکو عزت دے اور جو اوسکی توہین کرے اللہ تعالٰی اوسے ذلت دے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم لاجرم یہ اپنی طرف سے عدم جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے۔ یہ ضرورت اوس کے ذکر کی طرف داعی ہوئی۔ اگرچہ اب بھی شرع مطہر کی روش سے دور ہے۔ کہ اوس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ نہ کہ محض اخباری گپیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ بینک سود دینے

کیلئے ہے یا معاذ اللہ سود لینے کے لیے۔ سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں۔ کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے۔ وہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ بہرحال یہ حاصل دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں۔ اور جو فاسق کیطرف سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرائے کی کلیت سے ظاہر۔ قرآن کریم پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔ (۲۵) سلطان اسلام سے فارغ ہو کر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے۔ الحمد للہ کہ کلیہ نہ کہا۔ ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں۔ اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم میں۔ اور وہ بھی کار خیر موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ و اجلال حرمات اللہ جان کر۔ باایں ہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعل عوام سے (۲۶) خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ کے سند نہیں۔ قرون ثلثہ کی تخصیص کا تصفیہ بار رسائل ردّ وہابیہ میں جابجا رد ہو چکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا۔ یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں: مراد نفی والعیاد اہل شر و فساد است از ساحت عزت این بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ در در جمیع ازمان و دہور پیدا است۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا۔ بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ امام قرطبی اسکی شرح میں فرماتے ہیں فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی زماننا۔ اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں ان کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے (۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کردیا۔ قرون ثلثہ کا استثنار بھی اڑ گیا۔ اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین ہیں۔ ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے۔ تو مجھ کو کد نہ ہوگی" اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مالابد و ارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے۔ نہ حدیث، نہ اجماع۔ نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی (۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰی و فتاوٰی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں۔ یہ چھٹی حجت ہوئی۔

(۲۹) اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کے سو برس سے رائج ہے۔ جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی۔ اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد۔ اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اوس کے جواز کا روشن فتوے دیا۔ نہ فقط فتوے بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ وللہ الحمد۔ عالم مدینہ طیبہ امام اجل سید ابو الحسن علی نور الدین بن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہٗ، معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰے نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم تصنیف ۸۹۳ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۰ روضہ اقدس کے تزک واحتشام و شیشہ آلات وسامان روشنی کے

بیان میں وضع فرمائی۔ اور فصل ۱۲ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی۔ اس فصل مسجد میں فرمایا بصحن المسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشهورة وما علمت اول من احدثها وبالمسجد سلاسل كثيرة للقناديل عملت بعد الحريق والمرتب للوقود منها يزيد وينقص لما لا يخفى۔ مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں۔ اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتش زدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے اور اوس فصل روضۂ انور میں فرمایا اما معاليق الحجرة الشريفة التي تعلق حولها من قناديل الذهب والفضة ونحوهما ولم اقف على ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال في سقف المسجد الذي بين القبلة والحجرة على رأس الزوار اذا وقفوا معلق نيف واربعون قنديلا كبارا وصغارا من الفضة المنقوشة والساذجة وفيها اثنان من بلور وواحد من ذهب وقمر من فضة مغموس في الذهب وهذه تنفذ من البلدان من الملوك وارباب الحشمة انتهى۔ وعمل من ذكر مستمر بذلك لم تزل هذه القناديل في زيادة ومن احسن ما رأيت من معاليق الحجرة قنديل من فولاذ كبير احسن التكوين مخرما ملفتا بذهب يضيئ اذا اسرج فيه وعليه مكتوب ان الناصر محمد بن قلاوون علقه بيده هناك۔ حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی۔ سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور اون کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الدرۃ الثمینیہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں۔ اون کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے۔ سونے میں مغرق۔ اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و اُمرا حاضر کیا کرتے ہیں انتہی۔ اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی۔ اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اوس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ کہ اوس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اوس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر محمد بن قلاوون نے اوسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی۔ ملتقطاً۔

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ منورہ کی لیے ہی ہے اور یہ کہ کتنی کثیر و شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنیے۔ علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفہ ۳ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۳ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چاویش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں۔ اور ایک حجرہ مزار اطہر میں حجرۂ انور کے مقابل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔ جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بیگ زادہ مع جملہ اعیان و اکابر حرم محترم میں جلوہ گر ہوئے۔ فرماتے ہیں وکافة العلماء والفقهاء والموالی یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء و فقہاء و سردار

گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظمار کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ ادھر وہ طواف میں ہیں اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت و شریف کے لیے آواز بلند دعا کررہا ہے۔ اور تمام حاضرین دعا و آمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف و رکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے۔ اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء و فقہاء و اُمراء و عظمار نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں وکان یوما مشہودا و وقتا مبارکا میمونا مسعودا وہ دن بزرگ اور تمام اعیان مکہ کی حاضری کا تھا۔ اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔ پھر محمد جاویش باقی قندیل لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ واعیانھا وعلماؤھا وصلحاؤھا۔ اون کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد و علماء و صلحاء سب جمع ہوئے وعمل موکب عظیم فی الحرم الشریف النبوی حرم کریم میں محفل عظیم منعقد کیگئی وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنھا افضل الصلوۃ والسلام وعلق ذلک القندیل تجاہ وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ سونے کی قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں آویزاں کیگئی وقرئت الفواتح وحصل الدعاء۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں پر رکھتے ہیں۔ وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللّٰہ تعالٰی سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰباءہ السلاطین العظام یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل اون کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے سلطان مرادخان نے اس کی پہل کی۔ کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔ اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مرادخاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے۔ اور اوسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عبارات سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنیے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اوس جائز روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد۔ بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالٰی نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس کا نام تنزل السکینۃ علی قنادیل مدینۃ رکھا۔ اور اس کتاب میں اون کا جائز ہونا اور اون کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا۔ اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں الامام المجمع علی جلالتہ واجتھادہ وہ امام کہ ان کی جلالت شان و قابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔ صلاح صفدی نے کہا الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ وعندی انھم یظلمونہ وماھو عندی الا مثل سفین الثوری لوگ کہتے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر میں۔ جو اجلۂ اکابر تبع تابعین سے تھے۔ وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اوس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے غالباً اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسول خدا کا ارشاد بتایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ یہ سخت بیباکی و جرأت ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اوسکی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے۔ باذام کو ائمہ فن نے ضعیف بتایا۔ تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے باذام بالذال المعجمۃ ویقال آخرہ نون ابوصالح مولی ام ہانی ضعیف مدلس۔ (۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اوسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد بنانے میں بیشک احادیث متعددہ وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اوس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں بتاتے ہیں ما ذکرناہ فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذلک فھو عندنا حدیث حسن (۳۲) حدیث مانعین کے تین جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علی ہے۔ اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علی کے معنی حقیقی یہی ہیں اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ موجہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔ تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اوس کے معنے ظاہر سے پھیرا جائے۔ مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا۔ اور تاویل بھی کیسی ضعیف۔ اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذ اللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ۔ اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ علامہ علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں۔ المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا۔ دیکھو اوس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذ اللہ مضحکہ بنایا (۳۳) کریمہ لنتخذن علیھم مسجدا۔ میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے۔ بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن۔ بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سوء فہم ہے۔ وہ جو کہ کہا تھا گویا اسکے یہ معنی ہیں "اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے" وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنی صحیح نہ ہونا ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہوا۔ یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں۔ اُن سے پھیرنے والا کون اور مجاز کے لئے قرینہ کیا (۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ پر میں نہیں کہ علی بمعنی عند ہو۔ جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو۔ قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جہال کسی مریض وغیرہ کیلئے چوراہے میں رکھتے ہیں اوسے اُتارا کہتے ہیں۔ کہ اوسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں۔ اور نذور کہ مزارات طیبہ کے حضور لاتے ہیں اوسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ مقبولوں کے حضور پیش کرتے ہیں یہ اُتار چڑھاؤ باعتبار رتبہ ہے نہ باعتبار جہت تحت وفوق۔ اور نہ سہی۔ اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اوس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اوسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے۔ (۳۵) ملّا علی قاری نے جو اس حدیث میں علٰے کو معنی حقیقی پر لیا۔ زید صاحب اوس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ وجہ ممانعت یعنی مشابہت یہود و نصاریٰ معنی مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی۔ اس بنیاد پر معنی حقیقی لیے۔ یعنی معنی حقیقی ہی لینا محتاج وجہ خارجی ہے اگر خارج

سے کوئی وجہ اُس کی نہ لے تو معنی حقیقی نہ لیں گے۔ اس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے۔ علی قاری کی عبارت دیکھیے قید علیہا ان یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لاباس بہ۔ ملاحظہ ہو لفظ "علٰے" سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں۔ یا برابر میں حرج نہ ہونے سے "علٰے" کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔ (۳۶) علی قاری جب یہاں دربارۂ "مسجد علٰی" کو معنی حقیقی پر لے چکے۔ جو آپ کو بھی مسلم ہے اور یہاں ایک ہی لفظ "علٰی" ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔ اب اگر دربارۂ قبور علٰی کو معنی مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے لاجرم دربار قبور بھی علٰی کو معنی حقیقی ہی پر رکھیں گے۔ تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا اون کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ اون پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا۔ (۳۷) علی قاری نے دربارۂ سرج قبور، جو تین اور ممانعت نقل کرکے لکھا کذا قال بعض علمائنا۔ قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہاء نے اوسی وجہ اول پر اقتصار فرمایا کہ اسراف و اتلاف مال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپکی مستند بزازیہ میں مصرح تھی جسے آپ نے حذف کر دیا۔ اور اوپر روشن ہو لیا کہ یہ وجہ صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر سرراہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی رہی وجہ ایہام تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی۔ خصوصاً قبور فساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں۔ کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" فاسق فاجر کی قبر پر کریں۔ تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں۔ بخلاف مزارات کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت و گل کی تعظیم نہیں۔ بلکہ اون کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا کہ تعظیما لروحہ المشرقۃ الخ تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃً تعظیم معظمین ہے کس نے منع کی۔ اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے ثم ینهض فیتوجہ الی قبرہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فہو اھیب واعظم للحرمۃ ویقف کما یقف فی الصلٰوۃ اھ قدر الحاجۃ۔ یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو۔ اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے۔ اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ منسک متوسط اور اوس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ فیحرص علی ملازمۃ المسجد وادامۃ النظر الی الحجرۃ الشریفۃ ان تیسر والقبۃ المنیفۃ ان تعسر مع المہابۃ والخضوع والخشیۃ والخشوع ظاہرًا وباطنًا فانہ عبادۃ کالنظر الی الکعبۃ الشریفۃ یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے۔ اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اوس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ بھی عبادت ہے۔ جیسے کعبۂ معظمہ پر نظر۔ علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰے حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں ومنہا ان لا یستدبر القبر الشریف یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔ سید اقدس سرہ نے خلاصۃ الوفا میں فرمایا فی الصلٰوۃ ولا فی غیرہا۔ نہ نماز میں اُدھر پیٹھ کرے نہ نماز غیر میں۔ پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا اذا اردت صلٰوۃ فلا تجعل حجرتہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وراء ظہرک ولا بین یدیک والادب معہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا۔ تو جیسا تو اوس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزار اطہر کے حضور کر۔ یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشادات ائمہ اگر جمع کیے جائیں تو ایک دفتر ہو۔ اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی۔ جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں جمال جہان آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔ در منظم امام ابو القاسم محمد لولوی سبتی میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلے علی روح محمد فی الارواح وعلی جسدہ فی الاجساد وعلی قبرہ فی القبور رأنی فی منامہ ومن رأنی فی منامہ رأنی یوم القیامۃ ومن رأنی یوم القیامۃ شفعت لہ ومن شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہ علی النار۔ جو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے۔ مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ میں اسکی شفاعت فرماؤں گا۔ اور جسکی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوض کریم سے پیے گا۔ اور اللہ عزوجل اوس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا اللھم ارزقنا بجاھہ عندک آمین۔ علماء فرماتے ہیں یعنی یوں درود شریف پڑھو۔ اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح اللھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللھم صل علی قبر سیدنا محمد فی القبور۔ قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ اور درود وہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالے۔ اقول اوس کی غایت ایک تفاول ہے۔ وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو۔ تو یہ اوس حدیث کی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالے یصب علیہ من فوق رؤسہم الحمیم حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص۔ رد المحتار نہر الفائق میں ہے افادان الحار افضل سواء کان علیہ وسخ اولا اور بفرض تسلیم اوس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں، کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اوس کے گرد یا منارہ یا احاطہ کی دیواروں پر۔ علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ تصریح فرمائی کہ یہ اوس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے۔ ورنہ بالائے قبر اوس میں حرج نہیں۔ یہ خود آگ ہے۔ اوس میں بالائے قبر بھی حرج ہے۔ مگر حول میں حرج مسلم نہیں۔ درمختار میں ہے یسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک بدلائع میں ہے لانہ ممامستہ النار فیکرہ ان یجعل علی المیت تفاولاً۔ حلیہ میں ہے۔ قال امام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقہ لا یکرہ (۳۹) یہ کتنی نادانی کا اعتراض ہے کہ علی معنی حقیقی پر لیں۔ تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہوجائے۔ دربارۂ مسجد تو آپ کو بھی مسلم کہ علی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہوجائے۔ کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفر اللہ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرت چراغان کا ذکر روشنی روضۂ انور میں گزرا۔ اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل

روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں جگا چوندہ سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح نقل فرماتے ہیں۔ حکی ابو علی الرودباری رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیہا الف سراج فقال لہ رجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکل ما اوقدتہ لغیر اللہ فاطفئہ فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منہا فانقطع۔ یعنی امام اجل عارف اکمل سید الاولیاء حضرت سیدنا امام ابو علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں، ۳۲۲ھ میں وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں اون کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمہم بالطریقۃ) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی۔ اوس میں ہزار ہا چراغ روشن کئے کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا۔ صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا ہو۔ وہ گل کر دیجیے۔ معترض اندر گئے۔ ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہوگئے و للہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علت منع بتاتے ہیں اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا۔ بلکہ کچھ زائد یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزارات محبوبان الٰہ۔ ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو۔ یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں۔ اور اگر اون کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو۔ اب نہ اسراف ہے کہ نیت محمودہ موجود ہے نہ تعظیم قبر۔ بلکہ تعظیم روح محبوب۔ اور وہ شرعاً بلا شبہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی۔ و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اوسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیم روح ولی۔ محض جرأت و بدگمانی و حرام بنص قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر کل اولٰئک کان عنہ مسئولا وقال اللہ تبارک وتعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا۔ اور امام سمہودی فرماتے ہیں لیس القصد تعظیم بقعۃ القبر بعینہا بل من حل فیہا بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں۔ اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجہہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ۔ ثم قال ہل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے اون کی گردن مبارک پکڑ کر کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس پر ان صاحب نے اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں میں سنگ و گل کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ دین پر نہ روؤ جب اوسکا اہل اوس پر والی ہو۔ ہاں اوس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔ یہ صحابی سیدنا ابو ایوب

انصاری تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ تو تعظیم قبر و روح مطہر میں فرق نہ کرنا مردان کی جہالت ہے۔ اور اوسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہونچی۔ اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔ اور اہلسنت کو اونکی میراث ملی۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد بات اہم یہ ہے کہ زید صاحب جنہیں تو بہت کچھ حق مانیں۔ ہدایت کے شکر گزار ہوں۔ یہ کہ تحریر زید کا اس کا سخت شنیع ستم فظیع پر ہوا۔ کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بات قریب میں نقصو کے قابل ہے موسٰی بدین خود۔ عیسٰی بدین خود" زید نے دو فریق بنائے۔ ایک کو حق پر بتایا۔ اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنیوالا وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اوس پر مثال وہ ڈھال دی۔ کہ موسٰی بدین خود و عیسٰی بدین خود اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ! جو حاصل نکلے اوسکی قہر خباثت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت و گستاخی و بدزبانی و دریدہ دہنی ہے۔ توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ وبارک وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از بنگال ضلع سلہٹ موضع شو بید پور مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب۔ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم ہے، دوئم بوقت دفن میت کے دعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کر کے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میت مسلم کو پہونچانا جائز ہے۔ کفارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے۔ بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں۔ یعنی ایک بار فقیر کو دیدیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک کہ اولٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے۔ کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا۔ **جواب سوال دوئم**: کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع وما لم یمنع لا یمنع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں۔ کس کو کھانا چاہیئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا اصلی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اوس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں۔ پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں، حاجت برآری کیلیے۔ اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور اون کے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے

آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اوس بزرگ پر تصرف اور قوت اوس کے روکنے کی ہے یا نہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے اون کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے۔ اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں پر تو رنڈیاں گاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں۔ اون کے نیچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا اور اونکی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ اوس کا کیا جواب (۲) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی سی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں (۳) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے کو حاضر ہو کر دیا چاہنے کے لیے عمارت بنا دے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں (۵) قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا۔ یا قبرستان کی حفاظت کیلیے اوس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید و قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں (۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اوس قبہ سے لگا کر اوس گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ (۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں (۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قل کرائے۔ فاتحہ پڑھوائے آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور اسکا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے۔ یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب

(۱) مردے کا کھانا صرف فقرا کیلیے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات (۲) عورتوں کو مقابر اولیا و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے۔ اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دار تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناخدا ترس لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے۔ کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں۔ مگر عورتیں ناخواندہ مہمان (۲) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اوسے بجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نور اون کے ساتھ فرما دیا۔ کما فی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار (۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے (۵) حفاظت کیلیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں (۶) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں (۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور (۸) جائز ہے اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالے اعلم

مسئلہ ۱۳۶ :

از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد۔ ۲ جمادی الآخر ۳۲ھ

(۱) مردہ کے ساتھ کھانا لیجانا حلال ہے یا حرام (۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز (۳) اور قبر سے چالیس قدم جا کر دعا مانگنا

الجواب

(۱) مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہیئے۔ اور ساتھ لیجانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اوسے بدعت لکھا ہے و ھو تعالے اعلم (۲)

قبر میں گلاب وقت دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم (۲) دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں عالم اہلسنت، ناصر ملت، اس بارے میں کہ میت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنت ہے یا نہیں۔ (۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں (۳) نماز جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کرکے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں (۴) جو شخص اسکو ناجائز سمجھ کر اعلان کردیا کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کوئی صاحب اسکی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو۔ پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں (۵) میت کی روح پر ثواب رسانی کیلئے قرآن شریف ومیلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت وممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا۔ یا نہیں معلوم ہوتا۔ اور زندہ کو مردہ کے قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں۔ اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں (۲) زید قبر پر کسی عزیز کے روز جاتا تھا۔ پھر جانا بند کردیا۔ یہ دریافت طلب ہے کہ اس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں۔

الجواب

(۱) قبر پر جو کوئی جائے مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہونچتا ہے۔ اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اسکے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے۔ جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں۔ وقد فصلناھا فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا۔ بیشک اعزہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اون کا انتظار رہتا ہے۔ وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ زیارت قبور کی نشست وبرخاست کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے۔ زیارت قبر میت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو۔ اور اوسکی پائنتی کی طرف سے جائے۔ کہ اوسکی نگاہ کے سامنے ہو سرہانے سے نہ آئے کہ اوسے سر اوٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام وایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے یا ولی کا مزار ہے تو اوس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰: از موضع شرشدی۔ ڈاکخانہ زنینی۔ ضلع نواکھالی۔ مرسلہ سید حمید الدین صاحب۔ ۹ر شعبان ۱۳۳۰ھ

مافول علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ: ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہوا۔ اوس کے وارث نے بایں نیت اس قبر کی چھت بنوا دیا ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ تصنیف و نشستہ ہو قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کر سکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کر سکیں۔ اسمیں نہ چراغ جلایا جاتا ہے نہ چاندنی تانا گیا ہے۔ نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدم بوسی کی اجازت ہے۔ اہل قبر و متصل زمین خام ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ بلا شبہ جائز ہے۔ اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے۔ اور اوسمیں زائروں اور تلاوت کرنیوالوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں۔ یہ قبر پر چراغ نہیں۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے قد اباح السلف البناء علیٰ قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از شہر محلہ کالکھ ٹولہ۔ مرسلہ عبد الرحیم خاں۔ مورخہ ۲۰ر ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری۔ ایک شوہر دار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا۔ اور اوس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ان باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسی عورت کے گھر جا رہا۔ پھر بیمار ہو کر واپس آیا اور مر گیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کر کے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی اوس کے برابر دفن کر دیا۔ اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوا دیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اوس قبر پر بہت کثرت سے اگربتی چڑھانا شروع کر دیا۔ اور مسجد میں کوڑہ وغیرہ ہو اون کو کچھ مطلب نہیں۔ لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا۔ اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے اور بعض جاہل لوگ سے قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی بس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادریں اور مٹھائی چڑھانے لگے۔ اور قبر کو تعظیم کیساتھ بوسہ دینا شروع ہو گیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو اون کے والدین پہنچا دیں۔ ایسی حالت میں قبر کو پوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے۔ اور مسجد میں جھاڑو کوڑہ دینے والے اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے پوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے۔ تکریم قبور کو وہابیہ پوجنا کہتے ہیں۔ اور وہابیہ خود شیطان کو پوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے یہ اہتمام کرنا۔ اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب یہ ضرور مکر و زور ہے۔ حدیث میں فرمایا من غشنا فلیس منا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲: از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنس مسئولہ حاجی عبد اللہ حاجی یعقوب۔ ۲۶ر رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نماز فجر افضل یا بعد نماز عصر یا مغرب۔ اور بعد مغرب زیارت

کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زیارت ہروقت جائز ہے مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہئے اور زیارت کا افضل وقت روزِ جمعہ بعد نمازِ صبح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: از گوالیار مرسلہ مولوی محمد احسن صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست۔

الجواب

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: از نصیر آباد تعلقہ جل گاؤں ضلع خاندیس مرسلہ بسم اللہ منشی ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت قبور میں عورتوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ دیگر کسی کے بزرگوں کے پاس سے پشت در پشت کسی اولیاء اللہ کی مجاوری اور خدمت گزاری ہوتی ہے۔ تو فاتحہ دینا اس قبر پر یا صندل چڑھانا، غلاف چڑھانا، مجاور مرد لوگ موجود ہوکر عورت کو جائز ہے۔ اس مزار پر ہمیشہ مرد مجاور رہا کرتے ہیں۔ وہ عورت مجاوروں کے خاندان سے ہے مگر نہایت بدچلن ہے۔ اس عورت کو کیا اختیار ہے۔

الجواب

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے لعن اللہ زائرات القبور۔ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ مجاور مردوں کو ہونا چاہئے۔ عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے، یہ سخت بد ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے۔ نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا۔ جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی۔ اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵: از پٹنہ مرسلہ ابو المساکین مولوی ضیاء الدین ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں۔ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں۔ کما فی البحر الرائق۔ مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ **اقول:** قبور اقرباء پر خصوصاً بحالِ قرب عہد ممات تجدید حزن لازمِ نساء ہے اور مزاراتِ اولیائے کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے، ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری وخاکبوسی آستانِ عرش نشان سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور

۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۳۶: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۰ صفر ۱۳۲۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا۔ اون کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دو رجسٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا۔ میں اوس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص و مزامیر و سرود میں جو آجکل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اسکی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر اونھیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام۔ مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی۔ جس پر یہ جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور، مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب۔ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام محبتکم۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہو، تو تجلی کو آپ کے دیکھا۔ حضرت مولانا مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔ یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے۔ نماز فجر و عشا میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی و حقیقت قرآن کیلئے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآن عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا، کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں۔ اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی۔ بلکہ انتظام فیض رسانی یہ ہوا کہ لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین وان ربک ھو یحشرھم انہ حکیم علیم اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کیا خیر الصفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر الصفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی۔ اس کو بندہ مانتا ہے۔ فیض حقیقت محمدی و حقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جاویں۔ اور مرشد طریقت مرتعش اور

شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر اون کو توجہ حقیقت محمدی اور حقیقت قرآن کی دیوے اُس پر حکم حرمت لگانا غلط اور فیض محمدی کا مقابلہ اور مورد یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم بنناہے۔ شیخ طریقت تو انا عرضنا الامانۃ الآیۃ میں جو امانت ہے اوس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر رکھتا ہے۔ اور یہ اوس امانت کی چور اوکھیرتا ہے۔ یہ فیض چور اوکھاڑنے والے کو بے وقار کر کے اکھیڑ دیوے گا محمدی المشرب سنت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی۔ اول مرید کر کے۔ یہ بھی عورتوں کو مرید کر کے توجہ دیتا ہے۔ طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیبہ کے ذکر کی ہوگی۔ اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیب کی بتائی جاوے گی۔ ضرب الا اللہ قلب پر مارنا سکھایا جاوے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیب کی سکھاتا ہے اور مرشد طریقت اونچ نیچ سمجھاتے ہیں۔ پردہ میں ایک عورت نہیں محلہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھی ہیں۔ یہاں خلوت اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے جلوت میں فیض ربانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دیجاتی ہے۔ بریلی میں حاضری کا کبھی بار موقع ہوا ہے۔ وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ وہاں سنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے۔ غربا و مساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی و میانہ کا حکم دیا ہے یدنین علیھن من جلابیبھن اور قل للمومنین یغضوا من ابصارھم وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن اور ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ صفہ حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجھن علی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر امر الاخرۃ وللاعتبار ممن مضی وللتزھد فی الدنیا یہ حکم مصر کی بغایا مغنیہ والا لکا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ صفہ ۳ میں ہے بعضھن یغنین باصوات عالیۃ مطربۃ ومنھن صنف بغایا احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالی کی ہے۔ مکان بہت پر فضا ہے اور تالاب سنگین ہے وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑا بیچنے والی قوم کی عورتیں لنگا ساڑی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں۔ اور اون کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں اوس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں۔ حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں۔ رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں اون پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ المستملی کے صفحہ ۵۹۹ میں واما یکون فی زماننا فالتحریم لما فی خروجھن من الفساد آہ اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں اون کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے۔ اون کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان۔ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کتے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے۔ اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی۔ دونوں بریانیوں پر حکم حرمت اور حکم حلت غلط۔ اور کتے کی بریانی پر حکم حرمت اور بکری کی بریانی پر حکم حلت صحیح دونوں کا حکم جدا جدا کو بیان کرنا پڑے گا۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون ام نجعل المتقین کالفجار اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں زنا کیا اور قدرت الٰہیہ نے دونوں کو مسخ کر دیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آوے تو کیا اوس خبیث کی خباثت

کو دیکھ کر اور اوسی سے استناد کر کے عورتوں کے حج و زیارت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے عدم جواز کا فتویٰ جاری کر دیا جاوے گا ہرگز نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے۔ اوس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں۔ ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں۔ برقع اوڑھ کر آتی ہیں۔ اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں۔ اب یہ عورتیں نور اللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں۔ یہ فیض رسانی حقیقت محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ العزیز کرتے ہیں۔ اور اس فیض میں وہ قوت ہے کہ اکثر کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلا لیتے ہیں۔ یہ جگہ مقام قوالی سے دور ہے اور نماز فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں۔ اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں۔ اور یہ عورتیں نیکبخت پردہ نشین برقع اوڑھ کر آنے والی ہیں۔ آپ نے اسکو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اسکو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کر سکتا ہے۔ اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کر سکتا ہے اب ان عورتوں پر حکم حرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں فاحشات مغنیات اور رنڈیں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیب کا ختم پڑھنے والی۔ ذکر خفی مراقبہ۔ فیض حقیقت محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوق اولیاء و خیر خواہی اولیاء و خیر خواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین۔ یہ کہاں ہوئی۔ اولیاء فیض حقیقت محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں۔ وہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں۔ اور مفتی اون پر حکم عدم جواز لگا دیں۔ اس صورت میں فیض حقیقت محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں۔ ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں۔ مگر آپ کا قدم صراط مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہیے۔ ہدہد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے احطت بمالم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین اول تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی ردمیں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے۔ طبیعت پریشان ہے۔ یہ قلم اس وقت بیرانہ سمجھئے۔ آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں۔ اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا۔ مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف۔ نسائی جز ۱ صفحہ ۲۸۵ میں ہے۔ ایں دلالت دارد بر جواز زیارت مر نساء را۔ امام نووی شرح مسلم کی جز ۱ صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور الخ۔ فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص۲۶۲ میں ہے اختلف فی النساء فقیل دخلت فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ۔ اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی۔ قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارت قبور اولیاء کو جانا حرام اور فیض الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالا کر جانا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح شرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھایئے۔ آپ میرے مربی اور قبلہ و کعبہ حاجات ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ کو صحت کلیہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمال پور مسجد کانچ۔ مورخہ ۵ ا ربیع الاول شریف۔ اور مصطفیٰ میاں کو پاس بٹھا کر اس کا جواب اون سے لکھوا کر میری تسلی کر دیجئے۔ میں غلط سمجھا ہوں تو صحیح سمجھایئے۔ اور وہ فتوےٰ جو تحفہ حنفیہ میں عدم جواز زیارت قبور نساء کے بارے میں ہے۔ اوسکی نقل بھی کروا کر روانہ فرمایئے۔ اوسکے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی رجسٹری ۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوادیا تھا۔ آجتک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لیجاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے۔ اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کرچکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ منافقوں کو تہدید وترہیب اور مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی۔ اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی۔ یہانتک حکم فرمایا کہ برکت جماعت ودعاء مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں۔ مصلے سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں۔ جس کے پاس چادر نہ ہو ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لیلے۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدٰنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا اور یہ صرف عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ یہ حدیث[1] صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر وجوب کیلیے ہے اور نہی تحریم کے لیے۔ اور فیض وبرکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اسکو بندہ مانتا ہے۔ درمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ یکرہ حضورھن الجماعۃ ولجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان اسی طرح اور کتب معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت وجمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو۔ اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیح عقائد واعمال ہے کہ توجہ شیخت سے ہزار درجہ اہم واعظم اور اسکی اصل مقدم ہے اس کا فیض بے توجہ شیخت بھی عظیم مفید ودافع ہر ضرر شدید ہے۔ اور یہ نہو تو توجہ شیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے۔ کیا امام اعظم وامام ابویوسف وامام محمد وسائر ائمہ مابعد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ معاذ اللہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم میں داخل مانا جائیگا۔ حاشا یہ البائے قلوب ہیں۔ مصالح شرع جانتے ہیں (۲) صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں ام المومنین

---

[1] غالباً انہ لم یصرح فیہ باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبدالرزاق واحمد وقیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ عفی لہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی پہلے جوان عورتوں کو پھر بڑھیوں کو بھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں۔ اب صالحات ہیں یا جب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یا جب فیوض و برکات نہ تھے۔ اب ہیں۔ یا جب کم تھے اب زائد ہیں۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یاتی عام الا والذی بعدہ شر منہ بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لیگئیں۔ فرمایا اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج پھر فرمایا فاحتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا واما العجائز فمنعھن ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الخروج فی الظھر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی کراھۃ حضورھن فی الصلوات کلھا لظھور الفساد اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے۔ وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ المراۃ عورۃ واقرب ما تکون الی اللہ فی قعر بیتھا فاذا خرجت استشرفھا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے۔ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے۔ اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب ان خیر کے زمانوں ان عظیم فیوض وبرکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے حضور مساجد وشرکت جماعات سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی۔ وہ بھی کاہے کی۔ زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعاً موکد نہیں۔ اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو جہّال نا ترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے مناقضت ہے۔ شرع مطہر کا قاعدہ ہے کہ جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اھم من جلب المصالح جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم وصاحبین ومن بعدھم نے روک دیا۔ اور عورتوں کی نسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں۔ فاسقات نہ آئیں۔ بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے۔ کیا انہوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں افمن کان

مومنا کمن کان فاسقا۔ ام نجعل المتقین کالفجار ہ تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے۔ اس مصلحت قلیل سے روکنا کیونکر نہ لازم ہوگا۔ اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی (۳) اصلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کیلئے سب کی زبان کشادہ اللہ محق و مبطل نامعلوم مہندا۔ اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں خصوصًا ہوا لگ کر خصوصًا عورتوں کے دل کہ تقلب کیلئے بہت آلہ ولہذا اودیدک والجنۃ دفقا بالقواریر۔ ارشاد ہوا۔ مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے۔ جب قسم کھائے۔ جلف اُٹھائے نہ کہ جب خالی وعدوں پر امید دلائے وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا۔ بالخصوص اب کہ قطعًا فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو تحصیل اور اس کی رسی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ الفائز بھذا مع التلاحۃ اقل قلیل فلا یبنی الفقیہ اعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبۃ وانھا لا کذب ما یکون اذا حلفت اذا دعت سادات ثلٰثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں وھو وجیہ فینص علی الکراھۃ ویترک التقیید بالتوفیق معنی شرح ملتقی میں ہے اما من کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد شرح لباب میں ہے لو کانت الائمۃ فی زماننا وتحقق لھم شاننا لصرحوا بالحرمۃ (۴) زیارت قبور پہلے مطلقًا ممنوع تھی۔ پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللہ الزائرات القبور سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی۔ مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضور مساجد جمعہ وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا۔ جب زمانہ فساد آیا۔ ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہوگئی۔ تو اس سے قطعًا بدرجہا اولٰی اسی غنیہ کے اسی ص ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیر ذلک وان یکون فی زماننا التحریم الخ اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطرین پہلے امام ابوعمر سے ہے ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعۃ عنھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا اھ۔ حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے۔ جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہ حکم ہے۔ اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰی نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جواز اور اُسکی تصحیح تک کتب میں مصرح اور بنظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقًا جیسے جوار حرم و دخول زنان بحمام ونفقہ طالب علم ولعب شطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارات گزریں۔ درمختار میں دربارۂ دوم ہے فی زماننا الاشبہ فی الکراھۃ کافی وجامع الرموز وردالمحتار میں دربارہ اخیر ہے ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین (۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے۔ نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا۔ دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دنبے بکرے کی ہوں اور ان میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ ان میں تحری کر کے جس کی طرف

حلت کا خیال بھی۔ اُسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے نعتبر الغلبۃ فی اوان طاھرۃ ونجسۃ ومیتۃ وذکیۃ فان الاغلب طاھر تحری وبالعکس والسواء لا۔ ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرت حرام سے اُس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سن چکے کہ فساد و صلاح قلب مضمر و تمیز متعذر نامیسر و رمنتقی کی عبارت ابھی گزری پھر غلبہ فساد متیقن تو قطعًا مطلقًا حکم ممانعت متعین۔ جیسے وہ مثال ہزار بریانیاں سب حرام ہوئیں۔ حالانکہ اُن میں یقینًا دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے (۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اُسمیں نہ زنان مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ و دلالہ کی تخصیص۔ اُس میں تو صنف فساد زناں تو بیان کیں جن میں دو یہ ہیں اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شرعیت کے خلاف اور بتایا کہ اُم المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض اُمور حادثہ ہوئے کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب اُن کا ہزارواں حصہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے جہاں انھوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص۔ اور اسکی علت خوف فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع۔ یہی بعینہ نص ہدایہ[1] ہے یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے۔ جیسے زنان مصر اُن کے لیے حرام بدرجہ اولٰی بتایا ہے کہ جب خوف فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقًا حکم حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارت عینی یہ ہے قال صاحب الھدایۃ یکرہ لھن حضور الجماعات قال الشارح یعنی الشواب فیھن وقولہ الجماعات یتناول الجمع والاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لھن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام فعلی ھذا قولھم یکرہ مرادھم یحرم لا سیما فی ھذا الزمان لشیوع الفساد فی اھلہ۔ پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا۔ کما تقدم۔ عنایہ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضور مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات و تابعیات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر و اہل فساد تھیں۔ حاشا ہرگز نہیں۔ یاللعجب اگر صحابہ و تابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا۔ اور متقین و فجار کا فرق نہ کیا۔ حاشا ثم حاشا ہم۔ تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے۔ صرف فاسقات سے خاص نہیں اور اُن کا خصوصا ذکر فرما کر زنان مصر کے حضا گننا اسلیے ہے کہ اُن پر بدرجہ اولٰی حرام ہے۔ نہ کہ فقط فتنے اُٹھانے والیوں کو ممانعت ہے۔ یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلالہ کو (۸) اسی لئے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا۔ کہ حکم یا بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصًا زنان مصر اور اسکی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص۔ اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہذا کرمانی پھر عسقلانی۔ پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروح بخاری میں اسی طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کر کے کہا قلت الذی

---

[1] اقول لا بل ھو نفس نص الھدایۃ کما سمعت۔ ۱۲ منہ غفرلہ

یقول علیہ ماقلنا او لم یحدث الفساد فی الکل۔ ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلٰی باذنہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا۔ کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔ (۹) عبارت غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب انہیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھیے سب کو ہے یا زنان فتنہ گر کو۔ اس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے یعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بقولہا لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ھذا عن نساء زمانہا فما ظنک بنساء زماننا دیکھیے اسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لما فی خروجھن فی الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اسی سے منع کل مستفاد نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔ (۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تحفہ یہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسأل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسأل عن مقدار مایلحقہا من اللعن فیہا واعلم انہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفہا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنہا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ ؎۔ یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے۔ یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے۔ سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے۔ اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو استفتاء کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا۔ اس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا، آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں۔

۱۱۔ یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی تقسیم بنانے۔ ان کے صلاح وفساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اسی معنے پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا، ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا۔ پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں آئیں۔ قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔ اسی پر غنیہ کی اس عبارت میں فرمایا کہ یہ اس وقت تھا جب حاضری مسجد

اُنھیں جائز تھی۔ اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمائی۔ پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین بہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں اُن کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں۔ اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انھوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا انا للّٰہ فسد الناس ہم اللہ کے لیے ہیں۔ لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُنھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اُسکی طرف سے اندیشہ نہ بھی فاسق مردوں کی طرف سے اُسپر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنۃ۔ دونوں کو شامل ہے عورت سے خوف ہوا عورت پر خوف ہو۔ اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ لاباس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء قال یخرجن فی الصلوات کلھا لانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبۃ الیھا و لہ ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیر ان الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزینۃ ایضا لغلبۃ الفساق ولیلا وان کان النص یبیحہ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارھم وتعرضھم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات۔ اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سو صفحہ پہلے دیکھیے فیہ (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للزوج) ان یاذن لھا ولایمنعھم مما فیہ منفعتھا وذلک اذا لم یخف الفتنۃ الیھا ولابھا وقد کان ھو الاغلب فی ذلک الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفساد فیہ فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا یدل علی ھذا اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کردیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے۔ ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصًا زنانِ مصر اور انکی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے۔ نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ الا یہ مسلک شافعیوں کا ہے (ابھی) امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں یہ شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا قلت الذی یقول علیہ ما قلنا ولم یحدث الفساد فی الکل جلد چہارم میں ابوعمر ابن عبدالبر سے دیکھیے اما الشواب فلا تؤمن من الفتنۃ علیھن وبھن حیث خرجن ولاشیئ للمرأۃ احسن من لزوم قعر بیتھا۔ الحمد للہ اب تو وضوح حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء کرام نے خروجِ زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ مروج النجا لخروج النساء میں ہے اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے[12]

لاتخرج الا الحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لافیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین نوازل امام فقیہ ابو اللیث وفتاوی خلاصۃ فتح القدیر وغیرہا میں ہے یجوز للزوج ان یأذن لہا بالخروج الی سبعۃ مواضع زیارۃ الابوین وعیادتہما وتعزیتہما او احدہما وزیارۃ المحارم فان کانت قابلۃ او غاسلۃ او کان لہا علی اٰخر حق او کان لاٰخر علیہا حق تخرج بالاذن ولغیر الاذن والحج علی ھذا وفیما عدا ذلک من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ لایأذن لہا لو اذن وخرجت کانا عاصیین۔ ملاحظہ ہو ان میں کہیں زیارت قبور کا بھی استثنار کیا۔ کیا یہ استثنار کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔ (۱۳) اقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک جلیل ودقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزین نفس زیارت قبر لکھتے ہیں۔ کہ اسکی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی۔ زیارت قبور کیلئے خروج نسار نہیں کہتے۔ عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارت قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں۔ ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں۔ اور اُن کے خروج میں خوف فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے اسی طرف جاتے ہیں۔ تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اسکی زیارت کرلی۔ بشرطیکہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکا ونوحہ وافراط وتفریط ادب وغیرہا منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحت رخصت پر استناد فرمایا اُن کا مفاد اسی قدر ہے حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا کانت تزور قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبر اخیہا عبد الرحمٰن بحر الرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاوٰی وکشف الغطار وسراجیہ ودرمختار وفتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں ہاں اُن مسائل پر رد ہیں جسمیں مطلق کہا تھا زنان را زیارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست۔ لاجرم وہی درمختار جس میں تھا لاباس بزیارۃ القبور للنساء اُسی میں ہے ویکرہ خروجہن تحریما اور یہی بحر الرائق جس میں تھا الاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لہما اُسی میں ہے لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نہاھن عن ذلک وقال انصرفن مأزورات غیر ماجورات۔ اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اُس کے لیے اون کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا خروج نہ ہو اس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اُنکی بھی روکنا ہے۔ ردالمحتار ومنحۃ الخالق میں ہے ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت بہ عادتھن فلایجوز وعلیہ حمل حدیث لعن اللّٰہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارۃ قبور الصالحین فلاباس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعۃ فی المسجد اھ زاد فی ردالمحتار وھو توفیق حسن اھ وکتبت علیہ **اقول** قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا فکذلک فی زیارۃ القبور بل اولی (۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ جبکہ خارج

سے کوئی فتنہ نہ ہو۔ نہ اوسے یہاں سے علاقہ (۵) مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا صحیح نہیں۔ ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں تمامی ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت للتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۷: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۴ ربیع الاول ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

گناہ ہے کہ بلا وجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہوجائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ کرہ لکم ثلثا۔ اللہ تعالٰی تین باتیں تمہارے لیے ناپسند رکھتا ہے قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت رواہ الشیخان وغیرھما اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہام کفار ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: موضع سرنیا۔ ضلع بریلی۔ مرسلہ شیخ امیر علی قادری۔ ۲۹ ربیع الآخر ۲۶ھ

(۱) کوئی سنی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہوجائے اوسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو۔ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ بھی کیا جاوے گا۔ (۲) بعد نہلانے کے میت کے پانی یا دوا یا پاخانہ منہ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائے گا یا جگہ پاک کی جائیگی (۳) میت نہلاتے وقت کس طرف سر پیر ہونا بہتر ہے۔

الجواب

(۱) غسل ایک دیا جائے گا۔ اور میت کے ناک اور مونھ میں پانی نہیں ڈالتے (۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست نکلے تو دھو دی جائے۔ (۳) جدھر ہو اوس کے لیے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از موضع سیسونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں ۱۰ محرم ۲۹ھ

اکثر دیہات میں میت کو نہلانے کے واسطے جو گھڑا بدھنا صرف میں لیا جاتا ہے اوس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں۔ اور بعض جگہ بعد غسل میت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں۔ اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آوے تو اچھا ہے۔ امید کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافق شرع ہے اوس سے مطلع کیا جاوے۔

الجواب

قبر کے پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں۔ اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو۔ ورنہ پاک کرکے دیے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہیے یا پیش از دفن بھی جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو۔ کما فی الجوھرۃ وغیرھا اور قبل دفن بھی بلاکراہت جائز ہے فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذن بجنازۃ فاتی اھلہا فعزاھم کتب اللہ تعالٰی قیراطا فان تبعہا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیہا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنہا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میت کے پاس جاکر اُن کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اوس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالٰی دو قیراط اجر لکھے۔ پھر اُس پر نماز پڑھے تو تین قیراط۔ پھر دفن میں حاضر ہو تو چار۔ اور ہر قیراط کوہ احد کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میت کا کھانا نہیں چاہیے۔ اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مرجائے تو اوس کا بھی کھانا جائز ہے یا نہیں اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہوں تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہیے۔ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور اون کی دعوت کیجاتی ہے اوس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے۔ اور بغیر دعوت کے جمعراتوں چالیسویں چھ ماہی برسی میں جو بھاجی کی طرح اختیار کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اسکے مستحق ہیں۔ اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کر دی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں۔ اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں۔ اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲:

لوگوں میں رسم ہے کہ میت کو دفن کرکے اوس کے مکان میں آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو۔ پھر کچھ پڑھتے ہیں، اور ہاتھ اٹھاتے

ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصال ثواب سے اموات کی اعانت اور اون کیلئے دعائے مغفرت اور پسماندوں کو تسکین و تعزیت سب باتیں شرعاً محمود و روا۔ فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجر صاحبہا عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عزی ثکلیٰ کسی بردا فی الجنۃ وابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من مومن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ تعالیٰ من حلل الکرامۃ یوم القیامۃ علامہ ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں التعزیۃ مستحب قد ندب الیہا الشارع فی غیر ما حدیث ومن ذلک ما روی ابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن الی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء لہ بجزیل الثواب علی مصابہ بمیتہ بالرحمۃ والمغفرۃ وقد نبہنا الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ہذا المقصود فی غیر ما حدیث الخ اھ ملخصا اور میاں اسحٰق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اوٹھانا مطلقاً دعا کے آداب سے ہے تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے مسئلہ در تعزیت میت رفتن و ہر دو دست برداشتہ سورۂ فاتحہ خواندن جائز است یا نہ۔ جواب: رفتن برائے تعزیت میت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است وہمچنیں دعائے خیر برائے اہل میت۔ و دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است۔ زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقا ثابت شدہ پس درین وقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی ملخصا۔ اور تعزیت بعد دفن کے اولیٰ ہے۔ فی الجوہرۃ ثم رد المحتار ہی بعد الدفن افضل منہا قبلہ الخ ومثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح اور قبر کے پاس مکروہ ہے۔ فی الدر المختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر طحطاوی میں ہے لیشہد لما اخرج ابن شاہین عن ابراہیم التعزیۃ عند القبر بدعۃ انتہی۔ مدخل ابن الحاج میں ہے موضع التعزیۃ علی تمام الادب اذا رجع ولی المیت الی بیتہ۔ اور پہلے ہی دن ہونا بہتر و افضل ہے۔ فی رد المحتار اولہا افضلہا الخ یعنی ایام تعزیت اور تعزیت کیلئے اولیائے میت کے مکان پر جانا بھی سنت سے ثابت روی ابوداؤد والنسائی فی حدیث قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسیدتنا البتول الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما اخرجک من بیتک یا فاطمۃ قالت اتیت اہل ہذا البیت فترحمت الیہم وعزیتہم بمیتہم وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اہلہا فعزاہم کتب اللہ لہ قیراطا الحدیث وللنسائی عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ کان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس یجلس الیہ نفر من اصحابہ فیہم رجل لہ ابن صغیر ففقدہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ما لی لا اری فلانا قالوا یا رسول اللہ بنیہ الذی رأیتہ ہلک فلقیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسألہ عن بنیہ فاخبرہ انہ ہلک فعزاہ علیہ الحدیث اھ ملخصا اور مولوی اسحٰق کا قول پہلے مذکور ہوا۔ کہ رفتن برائے تعزیت میت جائز ست۔ اور تین روز تک اولیائے میت کو بھی رخصت و اجازت ہے کہ بے ارتکاب منکرات و اتباع رسوم کفار اپنے مکان میں تعزیت کیلئے بیٹھیں تاکہ لوگ اون کے پاس آئیں اھ

اور رسم تعزیت بجالائیں فی الدر المختار لاباس بتعزیۃ اھلہ وترغیبھم فی الصبر وباتخاذ طعام لھم وبالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا الخ حاشیہ طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے قال فی شرح السید ولاباس بالجلوس لھا الی ثلثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت انتھی نہر الفائق میں تجنیس سے منقول لاباس بالجلوس لھا ثلثۃ ایام وکونہ علی باب الدار مع فرش بسط علی قوارع الطریق من اقبح القبائح انتھی۔ عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا لاباس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی المسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم انتہی بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی کہ زید وجعفر وابن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خبر شہادت سن کر مغموم ومحزون مسجد میں تشریف رکھی۔ صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے کما ذکرہ العلامۃ زین فی البحر الرائق اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اس امر سے منع نہ فرمایا، واخرج الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لما جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ وجعفر وابن رواحۃ جلس یعرف فیہ الحزن الحدیث شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں جلس نشست آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی در مسجد برائے عزائے ایشاں انتہی۔ پس اب محل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا جس کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہ ہو۔ صرف اتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اوس کے مکان پر جاتے ہیں۔ اور بعد فاتحہ اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ اس کے لیے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت وایصال ثواب دو امر محمود وشرعی اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے ہی دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو۔ اور اس کے لئے مکان میت پر جانا بھی جائز ہوا۔ تو اسی وقت جاکر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر سرے سے اوس کے مکان پر جانا ہی روا نہ ہوتا تو بیشک محل منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جاکر پھر وہاں جائیں۔ کوئی دلیل شرع اس پر قائم نہیں۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے۔ اور صحابہ کرام حاضر رکاب سعادت تھے میت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی بلانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اون کے مکان پر تشریف لے گئے فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئ بالطعام الحدیث ملخصا اگر دفن سے پلٹ کر مکان میت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا۔ مگر ہوا کہ جہال نے اس رسم شرعی میں بہت رسوم جاہلیت واختراعات بیہودہ کو دخل دیا۔ مثلاً گانے باجے شمعین قندیلیں عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے ریاو ناموری کے اسباب میت کی تعریف میں حد سے غلو۔ تعزیت کے وقت اولٹی وہ باتیں جو غم والم کو زیادہ کریں اور میت کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں۔ کما بیّنہ بعد ذلک العلامۃ الشامی حیث یقول یحصل عند ذلک غالبًا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لاتوجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان۔ اجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذلک مما ھو مشاھد فی ھذا الزمان وما کان کذلک

فلاشك فی حرمته معہذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے۔ کما
فی الھندیة عن معراج الدرایة عن خزانة الفتاوی الجلوس للمصیبة ثلثة ایام رخصة وترکہ احسن
لہذا بہت علمائے متاخرین نے میت کے گھر اس ہجوم و اجتماع کو پسند نہ فرمایا۔ اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں
اولیائے میت اپنے کام میں مشغول ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف۔ کما فی مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی ۱
قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبة حتی یاتی الیہ من یعزی بل
اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغلوا بامورھم وصاحب المیت بامرہ **بالجملہ** قول فیصل جس سے اختلاف زائل اور
توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعا و ایصال ثواب بیشک محمود و مندوب اور وقت دعا ہاتھ اُٹھانا بھی جائز اور اگر کوئی شخص
اولیائے میت کے مکان پر جاکر تعزیت کرائے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس
ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اوسی وقت اگر ہو یا کبھی مکان میت پر ہو یا کہیں اور بہر طور جائز و مباح ہے جبکہ منکرات شرعیہ
سے خالی ہو۔ مگر اوس کا نہ کرنا افضل ہے۔ نہ یہ کہ مطلقاً حرام و گناہ۔ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔ سبحانک ھذا بھتان
عظیم **قلت** وبھذا اتفق الکلمات من قول قوم لاباس بہ وقوم اٰخرین انہ یکرہ ویکون ما ثبت بالحدیث
المذکور بیانا للجواز فاتقن ھذا التحریر الفرید فانہ ان شاء اللّٰہ التحقیق والوسیط وان خالف زعم الفریقین
من اھل الافراط والتفریط واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۱۴۳: از شہر بھڑوچ۔ لال بازار جنیار واڑ۔ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں۔ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت مکان میں موجود ہے اسکو دفن نہیں کیا۔ اس کے پہلے اہل میت کے لوگوں
کو کھانا درست ہے یا نہیں۔ احمد سعید کا کہنا کہ درست ہے اور کوئی بُرا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے
کھانا حرام ہے۔ بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب

کھانا حرام نہیں۔ غفلت حرام ہے۔ اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان۔ مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوسۂ قبر کا کیا حکم ہے۔ (۲) قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ (۳)
قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب

۱۔ بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن
قبر والدین را نقل کردہ و گفتہ درین صورت لاباس است و شیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے قدح بجرح آں

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے مسح نکند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را کشف الغطاء میں ہے کذا فی عامۃ الکتب۔ مدارج النبوۃ میں ہے در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است واللہ تعالٰی اعلم (۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذٰلک مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء مگر اسے مطلقًا شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے (۳) ایک بالشت یا کچھ زائد فی الدر المختار یسنم قدر شبر فی رد المحتار او اکثر شیئًا قلیلا بدائع۔ زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدارا وما فوقہ قلیلا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور۔ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمہ طیب کا ذکر احباب اہلسنت درمیانی آواز سے کرتے ہیں۔ اسے بعض مکروہ تحریمی و تنزیہی کہتے ہیں۔ ان کی تردید میں علمائے اہلسنت نے چار رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں۔ اور وہ اہل حق کے پاس موجود ہیں الحمد للہ علی ذٰلک۔ اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنت کو ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی کے اشعار پڑھنے کی اپنے مریدوں کو وصیت کی۔ مقامات مظہریہ ص۱۵ میں ہے بیفرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیش جنازہ ما و کلمہ طیب و آیت شریفہ بے ادبی ست این دو بیت بخوانید ؎ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ٭ شیئًا للہ از جمال روئے تو ٭ دست بکشا جانب زنبیل ما ٭ آفرین بردست و بر بہلوئے تو۔ من ہم میگویم پیش جنازہ من ہمیں اشعار بخوانید۔ وفدت علی الکریم بغیر زاد ٭ من الحسنات والقلب السلیم ٭ فحمل الزاد اقبح کل شیئ ٭ اذا کان الوفود علی الکریم ٭ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں ضمیمہ مقامات مظہریہ کے ص۲۹ میں مولانا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎ فانا النبی اعلی المارب والمنی ٭ اعنی لقاہ المرشد المفضال ٭ من نور الآفاق بعد ظلامھا ٭ وھدی جمیع الخلق بعد ضلال ٭ اعنی غلام علی القوم الذی ٭ من لحظہ یحیی الرمیم البالی ٭ اور یہ مولانا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں۔ اسکا ثبوت رد المحتار ج۲ ص۲۵۲ کی اس عبارت سے ہے۔ وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی۔ علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے۔ ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں۔ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی رد المحتار ج۱ ص۹۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں: (قولہ کما کرہ الخ) قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل وھو یمشی معہا استغفروا لہ غفر اللہ لکم اہ قلت واذا کان

ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنك بالغناء الحادث فی ھذا الزمان۔ اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی و حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہما نے جو فارسی و عربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اون کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدم کراہت و جواز اون اشعار کی کیا وجہ ہے۔ اور غنا، حادث کی کراہت کی کیا وجہ ہے۔ دونوں کا حکم بیان فرمائیں۔ اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اردو کے بھی ایک حضرت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ ان اشعار کو پڑھیں یا نہیں ؎ یا پنجتن بچا جب جان تن سے نکلے ؛ نکلے تو یا محمد کہہ کر جان سے نکلے ؛ آوے گا میرا پیارا باجے گی دھن کی مُرلی ؛ جب وہ مرا سنوریا جوبن کے بن سے نکلے ؛ میرے مریض دل کی اُمید ہے تو یہ ہے ؛ زانو پہ اُس کے سر ہو اور جان تن سے نکلے ؛ نکلے جنازہ میرا اُس یار کی گلی سے ؛ تو کلمۂ شہادت سب کے دہن سے نکلے ؛ کیا لایا تھا سکندر کیا لے گیا کیا ؛ تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے ؛

الجواب

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادات ہے اقم الصلوۃ لذکری وہ ہر حال میں مطلوب یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم اھ۔ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ بالتعمیم او سکی تکثیر کا حکم واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون ذکر کیلئے انحار کثیرہ ہیں قلبی و لسانی و خفی و جلی و تلاوت و ثناء و درود و دعا و عبادات و طاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحا سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین ولہذا یہاں اوسے ذکر لسانی پر ترجیح دیگئی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی۔ و ذکر اللہ اکبر اس تفکر کیلئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ ولہذا فقہا نے ینبغی ان یطیل الصمت فرمایا۔ صدر اول میں غالبا یہی معمول تھا۔ یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون۔ ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا۔ اور پھر اوس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہوتا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا تھا اوس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمت مطلق۔ کہ سانس کے سوا اصلا آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدر اول کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا صمت محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا۔ اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا۔ کہ ان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ **اقول** اسمیں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قول خیر عدم قول مطلق سے قطعا افضل ہے۔ ولہذا ارشاد ہوا ان لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ۔ اگر شرائع نے اوسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت مطہرہ نے اوسے منسوخ فرما دیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد مبن مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ محل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا۔ اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لیے مخل مقصود ہونے لگا۔ تحصیل اصل مقصود کیلئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں۔ جہر سے اہل تفکر کا ذہن نہ بٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۂ ناس غالبا اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے النادر مستثنی ولا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔ اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی۔ کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے ذاکرین

زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرنا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرب و قرت قرب ذکر بھی متاثر نہ ہوں گے جہل و سوئے ظن ہے تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و تنقیص مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں ینبغی لعالم الحارۃ او شیخ الفقہاء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ اٰداب المشی معہا من عدم اللغو فیہا وذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر اورجع من التجارۃ ونحو ذالک فان ذکر الدنیا فی ذالک المحل مالہ محل وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انہم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرہم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاؤا اوباللہ اعجب من عمی قلبہ من ینکر مثل ھذا ورباعہ عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المومنین کلمۃ طیبۃ فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیہا منہم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش والبرش فنسأل اللہ العافیۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے ولایمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العہود لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اوقراءۃ احد القراٰن امامہا ونحو ذالک فمن حرم ذلک فہو قاصی عن فہم الشریعۃ لانہ ماکل ما لم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلام خلاف الاولی. فقط واعلم انہ لو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتہدین فی جمیع ما استحسنوا من المحاسن ولاذ اثل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لہم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من یعمل بہا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدہم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبہم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منہم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغوا ولی من حدیث انباء الدنیا فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ومابلغنا فی ذلک شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ منہیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القراٰن فی الرکوع فافہم وشیئ سکت عنہ الشارع اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخر الزمان بالجملہ بجائے صمت اٰمّا جہر بالذکر تحصیل مقصود کیلئے بدلی ذریعہ مصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود جاہل وہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے مطلوب ذکر ہے جب خموشی

ہیں اور اب جہر بالذکر ہیں۔ خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کیلئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے۔ جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولٰی کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع وفی رد المحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولٰی ولیس ببعید حلبۃ وبحرا ھ اقول ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع تزول الکراھۃ وبتحققہ یحصل الاستحباب ۱

واللہ تعالٰی اعلم۔ تو یہاں کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کیلئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہ ہو۔ اور اب وہ ذریعہ بھی نہ رہا بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کیلئے عرض عریض ہے۔ ذکر موت وذکر قبر وذکر آخرت وذکر انبیاء وذکر اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سب ذکر الٰہی ہیں۔ ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سیدنا حسان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اون شعروں کو پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سننا ثابت ہے۔ اگر یہ اشعار ذکر الٰہی نہ ہوتے مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصلوٰۃ اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کیلئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے۔ لاجرم اشعار حمد ونعت وثناء ودعا ووعظ وپند ذکر الٰہی ہیں۔ اور غنا وہ کہ ان سے جدا ہو کہ غنا کو آیہ کریمہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد ونعت ودعا ووعظ ہرگز لہو الحدیث نہیں۔ ولہذا بحر ودر منتقی ورد المحتار میں ہے مانقل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع الشعر لم یدل علی اباحۃ الغناء ویجوز حملہ علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمۃ والوعظ ۲ تو ثابت ہوا کہ قول علامہ شامی فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان خود بشہادت علامہ شامی اون اشعار کے بارے میں ہے جو حکمت ووعظ پر مشتمل نہ ہوں۔ جیسے میت کا مرثیہ یا اوس کی تعریف۔ مدح بافراط یا اشعار مہیج حزن ومزیل صبر وداعی نوحہ گری وگریباں دری کہ یہ بلاشبہہ حکمت ووعظ سے خالی۔ بلکہ اوس کے خلاف اور اپنے اختلاف احوال پر حرام مکروہ وگرداں ہیں۔ بخلاف اون اشعار فارسی وعربی مذکورۂ سوال کا کہ ذکر الٰہی سے جدا نہیں۔ البتہ اشعار اردو میں حاجت ترمیم وتبدیل ہے۔ شعر اول میں نام پاک لیکر ندا ہے اور صحیح یہ کہ یہ جائز نہیں بلکہ اوصاف کریمہ کے ساتھ ہو مثلاً یا رسول یا حبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل وبے معنی اور حیثیت شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جہال سنوریا سے ذات اقدس مراد رکھتے ہیں اس وقت قریب بہ کلمۂ کفر ہوجائیگا تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں۔ ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶: از سنجان۔ مرسلہ علی محمد عیلیے برادرس۔ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

۱۔ قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا جلانا جائز ہے یا نہیں۔ ۳

الجواب

(۱) قبر کے پاس تلاوت یاد پر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو اور قبر پر نہ بیٹھے نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہونچنا ہو۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کیلئے جانا حرام ہے۔ بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے تلاوت کرے، درمختار میں ہے یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطء قبر ترکہ لا یکرہ الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن ردالمحتار میں ہے یؤخذ من ذلک (ای من انہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ) ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ اگربتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے ان سقف القبر حق المیت ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷: از شاہجہان پور محلہ رنگی چوپال مسئولہ سلامت اللہ رضوی۔ ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہو مگر اس یوم عاشورہ سے پہلے کی ہو) اس پر ہمیشہ عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے۔ یہ قول زید کیسا ہے۔ اور عمر کا سوال ہے کہ یوم عاشورہ کے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ اور بعد دفن میت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اور اگر مرور زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو۔ اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہو جانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ بعلل فی الدر وغیرہ ان لا یذہب الاثر فیمتھن۔ اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہو سکتا ہے جب حاجت ہو۔ اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ "الحجۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ"

۱۳ ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۸: سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سالیانہ کہ در بلاد ہندوستان مروج ست اور بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہ گویند

واقوال چند بر درستی اوست وطائفہ کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند وہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آن را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار وحرام دانستہ گویند این طریقہ در زمانۂ نبوی واصحاب کبار مصطفوی وتابعین واتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا

الجواب

قول تفصیل وسخن مجمل درین باب آنست کہ ایصال ثواب وہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوۃ من ملک الجبار در ترغیب وتصویب ایں کار وارد شد۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ۔ وامام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور وفاضل علامہ علی قاری در مسالک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مضل مبتدعان زمانہ را کہ خون پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت وتخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند وپیش از خویش با اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند آنہم بشہادت احادیث کثیرہ وجزم وتصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات البدنیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہردو را عام ہمین ست مذہب ائمہ حنفیہ وبرین اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المنصور باز اجماع این ہردو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند وثواب ہردو بمسلمانان رسانند نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے با دیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلاۃ نہ شرع بانکار این جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرماید اذ المجموع الاحاد حسن این مجموع المجموع وشہر انست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا تمام تحصیل ایں اصل انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ارشاد فرمودہ اند وایں معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ وخود معلم اول طائفہ نافیین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبیہا ایں اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است در صراط مستقیم چناں راہ اعتراف تسلیم پیماید "ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا است اھ" وشک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید "ہر عبادتیکہ از مسلمانان ادا شود وثواب آں بروح کسے از گزشتگان برسانند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر ومستحسن است الخ" ودست برداشتن از آداب مطلق دعاست در حصن حصین فرماید آداب الدعاء منہا بسط الیدین ت م س ورفعہما یعنی ہردو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعاست وازائمہ وعلمائے ما ہیچ گوئی خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید "دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ حدیث شریف

رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد و لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ" ببینید باآنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت امابدلیل اطلاق استظہار جواز کرد ودر فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و بمجرد عدم ورود خصوصیات، را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں بحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ، روشن تر گفتہ ام و علمائے سنت بارہا ایں بدعیان را تاخانہ رسانیدہ و برخاک مذلت نشاندہ اند۔ حاجت تفصیل و تطویل نیست، اما آنچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید "ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثال آں و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است۔ گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ" ارباب طائفہ امام خودشاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہ ہارا عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی و خلاف طائفہ راہ می پوئی۔ باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون ایں امام قبائش را کار بجان و کار بااستخواں رسانیدہ است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وکلام معلم ثانی حالا گزشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ ندانست۔

اکنوں آمدیم برنقل چند اقوال دیگر از کبار و عمائد و اساتذہ و مشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں دانند کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ زبان کشودن و طعام فاتحہ و شیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشانند و کدام بار وزرہا نشانند۔ شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خودشاں شاہ عبدالرحیم نقل کنند "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آنحضرت طعام پختہ شود۔ قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم الخ" و در الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردند الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرأیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتہجا بشاشا۔ شاہ صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند "برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالٰی سوال نمایند۔ ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشند اھ" لفظ شیرینی و فاتحہ ہر روز از یاد مرواد شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند "ازینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں" شاہ صاحب مزبور در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند "اگر ملیدہ و شیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز ست و طعام نذر اللہ اغنیاء راخوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن دراں جائز ست" شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند "حضرت[1] ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و

[1] یعنی والد و مرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲

در شب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند وی گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر م دم منقطع شد وملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی بر سر وگفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید بہماں ساعت این طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم وآرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تا تناول کند۔ مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند "حضرت امیر وذریہ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ، وچنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است" ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر مخالف برقے ست خاطف یا ریحے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت وازمخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع امت را صراحۃً گمراہ ومشرک گفتند یا نہ وخود اینچنیں امور را تجویز وتحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام ومرید مرید ایشان ست در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زبان "جناب ہدایت مآب قدوۃ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء وسند الاولیاء حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز" معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں القاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وملاذ گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتاید از یں رو بر ہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ۔ بینوا توجروا۔

باز مطلب عنان تابیم بمولوی خرم علے بلہوری سلم ثالث طائفہ حادث در نصیحۃ المسلمین گوید "حاضری حضرت عباس کی۔ صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بو علی قلندر کی۔ توشہ شاہ عبدالحق کا۔ اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ ملخصاً" خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود۔ او را ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست" ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتنی است کہ بسیارے از منکریں ایں راہم مناط انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام وقرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خوانند نہ کہ خواندہ خورانند کہ عبث وباطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بردل نگاشتنی کہ بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام ومردار دانند وامام الطائفہ طعام وگوشت گاؤ نذر اولیاء ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بوے نیت نباشد وپیدی گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند تاہم در حلت جانور سخنے نیست تکلیف کہ نذر اولیاء بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور دار اقت دم اثرے نبود ہمیں قرأت قرآنے وتصدق طعامے بمیان آید ہمہ در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ "اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است

وہمچنین ست حکم گوشت ، مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد بر آمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمین قصد گاؤ را نذر کند نیز روا است چرا کہ مقصودش گوشت ست۔ و ہمچنین اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقدی و جنس میدہند روا است و گوشت آں حلال است"۔ بہمدرد السنت اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کنند روا است۔ ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد و جنس و طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالٰی بارواح مطہرۂ ایشان میرساند پس احوال ایشاں در حالت حیات و بعد ممات برابر است"۔ باز می گوید"۔ اگر نذر کند کہ بشرط بر آمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ واگر قبیح ست فعلش حرام است و حیوان حلال"۔ ایں یازدہ قول ست بعدد ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ وسہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والھدایۃ الی سواء الطریق۔

سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم و چہلم و سر سال و ششماہ۔ اقول وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونہ است شرعی و عادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نبندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایام نحر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش از آں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مراحرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ درین ست در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را و عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیر ست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعیین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعیین چارہ نیست۔ ایں ہم تعینات بر بنائے اطلاق علٰی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از ینہا یکے را بر بنائے مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیدا است کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصا پس ہیچ جا بیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع بر آرند۔ عبارت معلم ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی وا اینک معلم اول و امام معول طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بسبب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد الی ان قال در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ بحوث عنہا می نماید ہماں است متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بدلیلے ندارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست" و بس الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف و قاعدۂ شریف را تحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ و ارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت معین مرجحے حال بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہبے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت عیاں ست و علی الثانی کم ازاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد

ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل و عبادت را کہ یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است دیگرے پس از نماز عشا صد بار درود و اگر این توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی ندانند زنہار از شرع معاتب نشوند جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہا کتب این فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیزہا ازین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت شرعی نشانے ندارد۔ مہمات خود از تعیین ایام و اوقات چہ گوئی آنجا تودہا است از اعمال و اشغال و طرق و ہیآت محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے و خبرے پیدا نبود و ایناں را باحداث و ابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گوید صحبتنا و تعلمنا الاداب الطریقۃ متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الادب ولا تلک الاشغال۔ مولوی خرم علی در ترجمہ این عبارت گفت "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک۔ اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصاً۔" ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ "حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ" ہم دران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد "مولنا حاشیے میں فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیآت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں۔ مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ" باز خود می گوید "یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔" امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید "محققان از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود اھ ملخصاً۔" ودر حال پیر خود گوید۔ "در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ این کتاب مستطاب بران محتوی گردیدہ فرمودند" سبحان اللہ ایناں کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ از انہا خبرے نداشتند ضال و مبتدع نباشند۔ بلکہ ہمچنان امام و مقتدا و عرفا و علماء مانند دیگراں برہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را جمع نمودند و فعل آنہا را از جملہ اوقات جائز فی الشرع وقتے معین گردانند۔ معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف این تحکم بیجا را چہ گفتہ آید۔ مگر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں وہاں ایہا الطالب حق ایناں را در طغیان و عدوان ایشان بگذار۔ و رو بآثار و احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم ازین قبیل سنت انچہ در حدیث آمد۔ کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم زیارت شہدائے احد را سر سال مقرر فرمودند کما سیاتی و آمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما و روزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ مشاورۂ دینی را صبح و شام کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰے عنہا

وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وطلب علم را دوشنبہ کما عند ابی الشیخ ابن حیان والدیلمی بسند صالح عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل وعلما بدایت درس را روز چہارشنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ہکذا کان یفعل ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاحب شرعۃ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اہل العلم این ہمہ از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ من الملک الجواد آن باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ این روز بر بندہ داری وامت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنند روز دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نبود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر این تعیین نمود۔ حاش للہ۔ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد وتعیین یوم طالبان خیر را بآسانی جمع وفراہم سازد۔ ہمبریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے ازانہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعلم برکت در بکور پنجشنبہ درجائے اہتمام در بدایت چارشنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم۔ ودر بعض دیگر ہمیں ترجیح امادی ست کہ مصلحت در وے کم از تذکیر وتیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم وچہلم وشش ماہ وسر سال کہ بعضے ازانہا مصلحتے خاص دارد وبعض آخر بقصد آسانی ویاد دہانی معتاد ومعہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب وپدر علم وجد طریقت بود شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد۔ وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند اھ ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران وپدران خود شاں باہتمام تمام بجامی آوردند ومیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم وفاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشیرینی تجویز وتقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری وساری ست۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بمحال شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکاری برند برشاہ صاحب زبان مطاعن وخطاب کشود ودرقم نمود بکسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستندی۔ عرس بزرگاں خود برخود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی در انجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد می کنند اھ ملخصاً۔ شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ این طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں باہدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں میباشد از دار العمل بدار الثواب

والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع برو احسان نماید. باز تعیین
سرِ سال والتزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردند ان
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام
علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت چوں بر
درہ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد ومی فرمود سلام باد بشما بہ شکیبائی شما پس چہ نیکوست سرائے آخرت. و امام ابن
جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس
کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابو بکر وعمر وعثمٰن یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
سر ہر سال بر خاک شہدا قدم رنجہ می فرمود ومی گفت سلام علیکم الآیہ وبعدہ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں میکردند
رضی اللہ تعالٰی عنہم. ودر تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء
راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون. یعنی حضور اقدس
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد وآیہ مذکورہ می خواند وہمچناں حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین
بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعیینات عادیہ است کہ زینہار جائے طعن وملامت نیست. اینقدر را حرام وبدعت شنیعہ
گفتن جہلے است صریح وخطائے قبیح. شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن
انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند. "سوال: تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی
عنہ وتوشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک وہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد. جواب: فاتحہ وطعام بلاشبہ از مستحبات
ست وتخصیص کہ فعل مختص است باختیار او ست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف وعادت اند کہ بمصالح خاصہ
ومناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ ورفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ" ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدم علت
وجود مقصودیت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود. امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی
عنہا راوی است حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لک ولا علیک روزہائے روز شنبہ نہ مر ترا است نہ
بر تو. علماء در شرحش فرمایند لا لک فیہ مزید ثواب ولا علیک فیہ ملام ولا عتاب. نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے
ملامتے وعتابے. روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نباید مضر ہم نباشد، وھو المراد. آرے ہر جاکہ این تعیین عادی را توقیت
شرعی داند وگمان برد کہ ایصال ثواب در غیر این ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب این ایام از ایام دیگر اتم ست وافر
بلاشبہ غلط کار وجاہل ودرین خاطی ومبطل ست. اما این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد ونہ موجب عذاب قطعی ووعید
حتمی گردد. چنانکہ امام الطائفہ در تفویت الایمان اعتقاد دارد واین جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بتر ست آں از جہلے
وجہ لطفے بیش نیست. واین ضلال بعید واعتزال شدید ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید. اینجا نیز حصہ امام الطائفہ در سفہ

وسخافت وحمق وجزافت پیداست یقال لہ ھو لیس منّا. یعلم کمن لا یعلم، اینہاں آنچہ عوام جہلہ درباب ایصال ثواب اموات مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا وسمعہ وتفاخر وجمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا نشستہ ہر یکے قرآن مجید خوانند ولاغیہ استماع از دست دہند این ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذور است۔ علما را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آنکہ باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند۔ ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ از ایں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد۔ ودر ادائے نماز تحریص وترغیب اینست سخن مجمل وقول فیصل کہ خواص آنسو وبعضے عوام این سو ہر دو را گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق اینست واز حق نشاید گذشت واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد وآلہ وصحبہ الامجاد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۴۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہونچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اسمیں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے صیام السبت لا لک ولا علیک اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اسمیں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اسمیں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچیگا اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اُسکا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دیدیتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے لہذا پہلے کھانا دے اُسکے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ناجائز وناروا ہے۔ آیا قول اُسکا صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور بلا ریب جائز ومستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بکثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قراءت کا جمع خود ان کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کما حیث قال۔ ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد

اگر میسر باشد بہتر است ورنہ صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا ست" اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے فقط اسکا نیت کر لینا پہنچانا جائز اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت۔ انہ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد یعنی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی۔ انہوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادرِ سعد کے لئے ہے۔ اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہوجانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو کیا صرف اُس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اُس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا، حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادرِ سعد کو پہنچے گا۔ اور سب کا ایصال منظور تھا۔ تو قبل تحقق ایصال ثواب ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ثواب عمل قبل عمل عطا فرمایا۔ اور فقیر نے انہیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم وزاد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد علی نیتہ مالا یعطیہ بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اُس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ وذلک ان النیۃ لاریاء فیہا والعمل یخالطہ الریاء ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں: "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود اور اذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست" ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" کیسی "خورانیدہ فاتحہ بخواند" کہا ہوتا۔ اقول بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے۔ اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اُس کی نیت کرتے ہی حاصل۔ اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں قرأت قرآن واطعام طعام۔ طریقہ مروجہ میں ثواب پہنچانے کی دعا اُس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی۔ اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا۔ تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ دس ثواب قرأت کے اور ایک نیت اطعام کا کیا انہیں میت کو نہیں پہنچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب۔ وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرتا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے "طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست" کیا دعا کرنے کے لئے بھی اُس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے۔ مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے۔ اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اُس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اُس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا و رسول کسی چیز کو

ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جبتک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اُس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفسِ فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔

ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از بجنور۔ مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر پٹواری اسکول ضلع بجنور۔ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین وحفظ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفات شیخ پر قرآن شریف اور درود وکلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب کرتا ہے۔ اور بامید فیضان وحل مشکلات شیخ کی قبر پر جاکر بیٹھتا ہے۔ اور بوساطۃ اس سے استمداد کرتا ہے تو یہ ایصال ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں۔ اور تا ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معین مثلاً روز وفات جبکہ اُسکا التزام بنظر تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو۔ نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ یہ تعیین شرعاً ضروریا وصول ثواب اسی میں محصور یونہی عرس مشائخ کہ منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائل بارگاہ ونوّاب حضرت احیائے معنی واموات صورت قدست اسرارہم سے استعانت واستمداد جبکہ بطور توسل وتوسط وطلب شفاعت ہو۔ نہ معاذ اللہ بظن خبیث استقلال وقدرت ذاتیہ جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوئے ظن مقبول۔ یہ سب اُمور شرعاً جائز وروا ومباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے متعدد مسائل ورسائل مندرجہ فتاوائے فقیر مسمی بہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور دربارۂ استعانت خاص ایک رسالہ مسمی بہ برکات الامداد لاھل الاستمداد تالیف کیا۔ اون کے بعد تفصیل تازہ کی حاجت نہیں۔ اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میت کے متصل یعنی اوس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اوسی کا نام ہے بلکہ گردا کچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں۔ یہانتک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہد نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا۔ جبکہ نیچے کچے چونے کی تہ ہو۔ اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میت ممنوع ومکروہ مگر جبکہ بضرورت نرمی وتری زمین ہو۔ تو اسمیں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے۔ یسوی اللبن علیہ والقصب لاالاٰجر المطبوخ والخشب لوحولہ اما فوقہ فلایکرہ ابن ملک وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کرھوا الاٰجر والواح الخشب وقال الامام التمرتاشی ھذا ان کان حول المیت وان کان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخارا لایکرہ الاٰجر فی بلدتنا للمساس الحاجۃ لضعف الاراضی خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے یکرہ الاجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک لاباس بہ ویستحب اللبن والقصب حامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے وقد نص اسمٰعیل الزاھد بالاٰجر خلف اللبن علی اللحد واوصی بہ نافع ومسوط پھر غنیہ میں ہے اختار المشائخ

فی دیارنا لرخاوۃ الاراضی فیتعذر اللحد فیھا حتی اجازوا الاجر ودفوف الخشب والتابوت ولوکان من حدید بحر الرائق میں ہے قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النزو الرخاوۃ فان کان فلاباس بھما کاتخاذ تابوت من حدید لھذا نیز بحر وحاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ اما لوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع کائی پھر غرر ودرر میں ہے یسوی اللبن والقصب لا الخشب والاجر وجوز فی ارض رخوۃ شرح نقایہ برجندی میں ہے انما یکرہ الاجر فی اللحد ان کان یلی المیت اما فی ما وراء ذلک فلاباس بہ کذا فی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ مجمع الانہر میں ہے یکرہ الاجر والخشب انما کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر۔ کشف الغطاء میں ہے۔ الان در دیارنا نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ دراشال این دیار باین علت خشب پختہ وچوب وگرفتن تابوت راکہ از آہن باشد۔ اوسی میں ہے۔ در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشتہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند در زمین خشت پختہ اگر بنہند مکروہ نباشد از برائے نرمی زمین پس ہر جا کہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ ومانند آن از چوب ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعل زید لغرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں وانا اقول بالفرض کراہت ہی مانیے تو مسئلہ خصوصاً ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زنہار حد تفسیق تک بھی نہیں پہونچ سکتا کہ اوسکی اقتدا کو مکروہ ہی کہا جائے۔ ذکر عدم جواز یہ محض جہل بعید وتعصب شدید ہے۔ معہذا نصوص سابقہ سے واضح ہوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے۔ اصل سنت کچی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے۔ لکڑی کے تختے اڑلنے عام طور پر ان بلاد میں حضرات معترضین بھی استعمال کررہے ہیں یا نے اور اپنے مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۵۲: از عثمان پور ڈاکخانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خانصاحب۔ ۷ ربیع الاول شریف ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی یا اور کسی ذریعہ سے ایصال ثواب کرے تو اوس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہونچے گا یا نہیں۔ اور ایصال ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آجکل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں۔ اوسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ قال اللہ تعالٰی وما لھم فی الاخرۃ من خلاق اونھیں ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کیطرف جانا ہے۔ کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہراتا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیے اونھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں۔ جبکہ اون سے دینی محبت یا اونکی بدعت کو سہل وآسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو۔ ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی اونھیں کا شمار ہوگا۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خانصاحب سر رشتہ دار۔ بتاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ کپڑے جوتی وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے۔ مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے اور بعض وقت داخل اسراف ہوگا اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از رامپور لپا گول بازار مالک متوسط۔ مرسلہ محمد سلیم خان کتب فروش۔ ۱۹ جمادی الآخری ۱۳۳۱ھ

ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہونچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہونچے۔ آپ حیات النبی ہیں۔ فقط

الجواب

روح زندہ کیلئے بھی ہے۔ بلکہ روح ہی سے زندگی ہے۔ اور درود شریف کے صیغوں میں ہے اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں عوام اوس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی۔ اون کی موت ایک آن کیلئے تصدیق وعدہ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت کیواسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ مجالس خیر میں تشریف لیجاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلایش کے جاری ہیں۔ کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵: از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی۔ دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہل ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ ایصال ثواب ہے کافر کیطرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہونچانا کیا معنی؟ کافر اصلا اہل ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی۔ ۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہیے یا نہیں کہ چراغ میں گھی ڈالکر جلاکر کھانا۔ یا علیحدہ کے اوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ و قرآن خوانی اور درود خوانی کیلئے اگر چراغ قریب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبو آتی ہے۔ گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا۔ اور کورے دیا جلائیں تو وہ گھی پئے گا اور بیکار جائے گا۔ لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پئے بھی تو اوسکی روٹی پک سکتی ہے تو اوسمیں حرج نہیں مگر یہ عادت کرلینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کیلئے گھی جلائیں، وہی اسراف و حرام ہے اور وہ صورت جواز ہم نے لکھی اوسمیں بھی وہ چراغ کھانے کے اوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷

از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ۔ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری البوالحسینی۔ ۲۹ صفر ۱۳۰۷ھ

اگر مردہ کو اوس کا خویش و اقارب خواب میں دیکھے تھا۔ یا اوسکو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں۔ یا وہ چیز جو اوسنے خواب میں طلب کی ہے وہ اوس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اوسکی طرف سے دیجائے۔ اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی۔ وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸

مرزا باقی بیگ رام پوری۔ ۱۶ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اون پر تقسیم ہوگا یا سبکو اس پورے فعل کا ثواب ملے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرم عمیم و فضل عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے۔ اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیا و اموات کیلئے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوٰی دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔ وسعت فضل الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل اھ۔ اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اوسکا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کیلئے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا۔ اور اُسے اون سب کے برابر اجر ملے گا۔ فی ردالمحتار عن التاتارخانیہ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ دارقطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے

یں من مرّ علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اوسکا ثواب اموات کو بخشے۔ بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔ رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیم ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب ان پر ٹکڑے ہوکر بٹ جائیگا۔ حیث قال لو اھدیٰ الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ اھ۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ فتوائے علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا اس قول ابن قیم پر بچند وجہ مرجح ہے **اولاً**۔ ابن قیم بد مذہب ہے۔ تو اوسکا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں **ثانیاً** وہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوے والعمل بما علیہ الاکثر **ثالثاً** وھو الطراز المعلم ثواب واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے۔ جسے آدمی بنظر ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے۔ عالم شہود میں یونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پوری نہ ملے گی۔ ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اوسی ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کرکے تقسیم کا حکم دیدیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو۔ بخلاف اوس حکم کمال کے کہ اگر کروروں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سند شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعت اہل فتوے نے جبتک شرع مطہر سے دلیل نہ پائی۔ ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اوس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اوسکی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ ھو وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرأی اھ ملخصا۔ یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے۔ بلکہ علمائے مابعد سے ہیں۔ بایں ہمہ علامہ خفاجی نے اون کے قول مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا۔ کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح مانحن فیہ میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ علماء کا وہ فتوےٰ بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہونا چاہئے۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہ نے خاص اس باب میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں **حدیث اول** امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنھما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورھما شیئ۔ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اون کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالےٰ اوس کیلئے دوزخ سے آزادی لکھے۔ اور ان دونوں کیلئے پورے حج کا اجر ہو۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ اگر ثواب بنصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہوجانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہوجائے ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے۔ یہ خلاف عقل ظاہر تھا۔ تو اسی کا افادہ ضرور مفید واہم ہے۔ **حدیث دوم**۔ طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی۔ حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقۃ تطوعا ان یجعلھا عن والدیہ

اذا کانا مسلمین فیکون لوالدیہ اجرھا ولہ مثل اجورھما بعد ان لاینقص من اجورھما شیئ یعنی جب تم میں کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اوس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انہیں اس کا ثواب پہونچے گا۔ اور اسے اون دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو حدیث سوم گویا نص صریح ہے جس نے بحمدہ تعالیٰ اس امید کمال کو قوی کر دیا۔ اور متولیٰ علماء کی تاکید اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابو عبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں حضور اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما واستبشرت ارواحھما وکتب عند اللہ برا۔ جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے۔ اور اون کی روحیں خوش ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکوکار لکھا جائے۔ یہ لفظ دارقطنی کے ہیں اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے: من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنھما وبشرت ارواحھما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔ جس کے ماں باپ بے حج کیے مر گئے ہوں یہ اون کی طرف سے حج کرے وہ ان دونوں کا حج ہو جائے اور اون کی روحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ حج ایک عبادت واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں۔ نہ وہ کل سے مستغنی ہو۔ بلکہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت۔ یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو حج کہ اون دونوں کی طرف سے کافی ہو ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پورا حج واقع ہو۔ گر فقہ میں مبین و مبرہن ہو لیا۔ کہ یہ اجزا بمعنی اسقاط فرض نہیں۔ تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدث جلیل امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں۔ لا اعلم احدا قال بظاہرہ من الاجزاء عنھما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ للاصل فرضا وللغیر نفلا اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العلمین ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۹: از بندر کراچی محلہ جمعدار گل محمد مکرانی۔ مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی۔ ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام و مفتیان عظام رحمکم ربکم۔ اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خوانند یا دیگر اعمال حسنہ کردہ ثواب آن بموتی ببخشند۔ شرعاً میرسد یا نہ۔ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب صاحباً حسبۃً للہ تعالیٰ۔ جواب این مسئلہ بعبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالہ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے اعلام آنجا مثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد۔ چراکہ در باب این مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین بریں قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ از علمائے کرام بریلی دہند۔ باید کہ جانبین تسلیم نمایند۔

الجواب

اللھم لک الحمد صل علی المصطفٰی وآلہ الامجاد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ ہمچو اعتاق و صدقہ و ہبہ مال کہ اصلا ازو صورت نہ بندد) جواز صبی عاقل ادا شود در قول جمہور و مذہب صحیح و منصور ثواب ہم آن از آن او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات

الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لابویہ لقولہ تعالٰی وان لیس للانسان الا ما سعٰی ہذا قول عامۃ مشائخنا علامہ زین العابدین وابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابہا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم وکذا جمیع حسناتہ۔ باز علمائے ما اصولاً و فروعاً تصریحات جلیلہ دارند کہ انسان را میرسد کہ ثواب اعمال خویش ازاں غیرے کند کما نص علیہ فی الہدایۃ وشروحہا والملتقی والدر وخزانۃ المفتیین والہندیۃ وغیرہا من کتب المذہب علمائے کرام این سخن را ہمچناں مرسل ومطلق گزاشتہ اند و ہیچ بوئے از تخصیص وتقیید ندادہ۔ پس آنچنانکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض وتناول عملیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد، و بر ارسال غیر بر دخول حضور پر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء استدلال کردہ اند۔ ہمچناں اطلاق انسان بر دخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح بر استثنائے آناں قائم شود و خود آں برہان کجا و کدام فی رد المحتار فی البحر بحثا ان اطلاقہم شامل للفریضۃ اھ وفیہ عند ان الظاہر انہ لافرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر اولنفسہ ثم یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامہم اھ وفیہ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ اھ۔ نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور تواں کرد آنست کہ نزد اصحاب مذہب حنیفہ رحمہم اللہ بالطاف الخفیہ ایں کار ہبۂ ثواب واہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست اقول وباللہ التوفیق۔ صبی عاقل از ہر گونہ تبرع مجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمنزلہ الحاق او بجماد واحجار است۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتداء السلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید۔ حالانکہ این نیز از باب تبرع است تا آنکہ در حدیث اورا صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ ہمچناں با برادر خود بکشادہ روی سخن فرمودن وباظہار بشاشت دنداں سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ ہمچناں راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادک الرجل فی ارض الضلال صدقۃ ہمچناں کر را سخن شنوانیدن الخطیب فی جامع عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ ہمچناں کہ با یکے جماعت نیافت اقتدا نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ہذا فیصلی معہ۔ ہمچناں انواع بر کثیر روا فراست و در آنہا بر روئے صبیان مسلمین دراز نیست تازیانے یا امر لیئہ او نباشد ازیں ہمہ گذر۔ وبالاتر شنو تا میرسد کہ پسر خود یا پسران ماذون ہر کرا خواہی بے حاجت باذن کسے

وبحو را از ولی رسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی. یا متاع خود را فروختن یا کالائے بجائے تو خریدن فرمائی بے آنکہ نام ایشاں درمیان باشد ایں خود خبر تبرع چیست۔ اما روا داشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح عبارات را سود انگاشتند۔ در جامع الصغار فی وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا ببیع عبدہ او وکلہ بان یشتری لہ فباع واشتری جاز اذا کان یعقل ذلک ولا عہدۃ علی الصبی وانما العہدۃ علی الآمر وکذلک لو وکل صبیا بالخصومۃ فانہ یجوز بعد ان یکون الصبی بحیث یعقل ما یقول وما یقال وھذہ المسئلۃ فی الحاصل علی وجہین اما ان یکون صبیہ او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز الا بتا اکمل وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ فی التجارۃ لایتامل ولیہ وان کان محجورا علیہ یتامل ولیہ فان اذن ولیہ جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی الغیر بغیر اذن الولی لایجوز وباذنہ یجوز قالوا وھذہ المسئلۃ روایۃ ان للاب ان یعیر ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ وعن لہ ان یعیر مال ولدہ بعض المتاخرین قالوا لہ ذلک وعامتہم علی انہ لیس لہ ذلک ثم ان محمدا رحمہ اللہ تعالٰی جوز بیع الصبی المحجور علیہ وشراءہ لغیرہ ولم یجوز بیعہ وشراءہ لنفسہ لان بیعہ وشراءہ لنفسہ متردد بین النفع والضرر ولما بیعہ وشراءہ لغیرہ علی وجہ لایلزمہ العہدۃ نفع محض لان فیہ تصحیح عبارتہ والصبی العاقل من اھل التصرفات النافعۃ المحضۃ کقبول الھبۃ وغیر ذلک وانما لایلزمہ العہدۃ لان فیہ ضرر الصغیر الخ ایں مثال در فصل سی وچہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست۔ فالعبادۃ الاولی اتم فائدۃ واعظم عائدۃ پس بوضوح پیوست کہ صبی اگرچہ محجور است از تبرع بے ضرر محجور نیست ھذہ کبری ولنبین الصغری چوں بتوفیقہ تعالٰی برہمانی نقد وصریح در ما نحن فیہ نظری کنیم ہبہ ثواب واہدائے او مسلمانے را بحمد اللہ تعالٰی نفع بے ضرری یا بیم ایں نہ ہمچو ہبہ مال ست کہ چوں بکسے دہی از خود گم کنی۔ تا از دست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگرے رسد پیش تو نماند ایں جا بسعت فضل وکمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تو نزد تو ماند۔ وہم بموہوب لہ برسد بلکہ بایں کار خود ثواب تودہ بالا شود۔ پس ایں نفع بمقصور وتجارۃ لن تبور است در حدیث (۱) است کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من حج عن میت فللذی حج عنہ مثل اجرہ ہر کہ از جانب مردہ حج کند مر او را مثل ثواب آں میت باشد۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۲ کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلہا عن ابویہ فیکون لہما اجرہا فلا ینقص من اجرہ شیئ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ او را از مادر وپدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد واز ثواب ایں کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث ۳ دوی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۴ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات ہر کہ بگورستان گذرد وسورۂ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیث ۵ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنہما الحدیث۔

چوں کسے از والدین خود پیش حج کند ہم او قبول کردہ شود وہم ایشان رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست۔ کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابہما علیہ فکتب لہ حجۃ مستقلۃ ولہما کذالک حدیث ۶ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج ہرکہ از پدر یا مادر خود حج کرد پس بدرستے کہ حج از و ادا کرد وخودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت اھ ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل الیہ ولم ینعدم من عندہ وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من حجہ عن نفسہ الخ وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ الخ **بالجملہ** اہدائے ثواب ہمچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نکاہد۔ وچراغ دیگر روشنائی یابد۔ وشک نیست از صبی ازہمچو تبرع زنہار محجور نیست بلکہ چراغ افروختن نیز لغیر او نتواں شد کہ اینجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود واینجا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد وآں درہم ہم بموہوب لہ رسد وہم بدست صبی برقرار ماند وسکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را ازہمچو تصرف باز داشتے۔ حاش للہ۔ حجر برائے نظر ودفع ضرر است نہ بہر دفع نفع والحاق بحجر این است درین مسئلہ طریق نظر **تم اقول** وباللہ التوفیق۔ ہمانا از کلمات علماء نص جزئیہ برآریم علمائے ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر برہماں اصل کلی مبنی ست کہ انسان را میرسد کہ ثواب عملش از آں دیگرے کند۔ فی الہدایۃ باب الحج عن الغیر۔ الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمزہ لہا وفی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ اھ وفی الھندیۃ عن الغایۃ کالہدایۃ مع زیادۃ مفیدۃ وفی ملتقی الابحر اول الباب الانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ فی جمیع العبادات اھ قال فی شرحہ مجمع الانہر ھذا وقع فی معرض العلۃ لما قبلہ اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است۔ ورنہ ایں تفریع راچہ محل بودے۔ حالا باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد۔ یانہ در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد در تنویر الابصار است یشترط اھلیۃ المامور لصحۃ الافعال در حاشیہ علامہ طحطاوی است عبر بالصحۃ دون الوجوب لیعم المراھق فانہ اھل للصحۃ دون الوجوب در درمختار است فجاز حج الصرورۃ والمرأۃ والعبد والمراھق وغیرھم اولی لعدم الخلاف اھ ملخصا ودر ردالمحتار است الشرط ھو الاھلیۃ دون الذکورۃ والحریۃ والبلوغ اھ ملخصا وہم دراں از لباب در تعداد شرائط آورد التاسع عشر تمییز المامور فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز ولا یصح احجاج المراھق ہم دراں ست ھذہ الشرائط کلہا فی الحج الفرض واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منہا الا الاسلام والعقل والتمییز ہمچناں در مناسک علامہ سندی ست

ودر ہندیہ از غایۃ السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان یکون ما لما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا بالغا اھ اقول المراد بالعاقل ما یقابل للعتوۃ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل شرط صحۃ جمیع العبادات والکلام ھٰھنا فی الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل ان لایکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسألۃ لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف وقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا بحول اللہ تعالٰی فیما علقنا علی طرتہ بما لامزید علیہ ولاحتجنا الی الاطالۃ بایرادہ ھنا باز بر ظاہر الروایۃ مؤید بنصوص صراح احادیث صحاح کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ ایں معنی در ایں کار ما موفور تراست کہ ہاں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے واز اں اولے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست وذلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما دونہما عند قبلی منہ ومنہما کما اسلفنا پس از حجر اہدائے ثواب مانع کیست وحاجز چیست۔ سخن اینجا دراز است ودریں الحال بارما بہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علی جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد وآلہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۰: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شویدپور۔ مرسلہ مولوی نور الدین صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رسانی کیلئے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز وروزہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان سب صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم اور عدم وصیت کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کہ اُس کا ثواب میّت مسلم کو پہنچانا جائز ہے۔ کفارے کے عوض میں قرآن مجید جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل وبیہودہ ہے بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں۔ اس قدر کا کفارہ ادا ہوا۔ فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک اُلٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوانا۔

مسئلہ ۱۶۱: از موضع گہرکھالی۔ تھانہ منگنڈو بازار ھابخورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب۔ مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۱۰ جمادی الاخرٰی ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقت صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح وتہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں۔ برتقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصال ثواب کی کیا ضرورت۔ بنا برعلیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔ اب قول فیصل کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے جبکہ میت کی تجہیز وتکفین میں اسکے باعث تاخیر نہو. اور اسکا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہو جائے۔ اسکے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہو جاویں. اب یہ نفع بلاضرر اور اوس حدیث صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یہ خیال کہ جب وہ بحکم حدیث انشاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اوس مسلم کی موت روز جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو ایصال ثواب کی کیا حاجت محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصال ثواب جس طرح منع عذاب یا رفع عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفع درجات وزیادت حسنات میں اور حق سبحانہٗ وتعالٰی کا فضل اور اوسکی زیادت وبرکت سے کوئی غنی نہیں قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی وزیادۃ سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو مولٰی جل وعلا نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسیں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام چادر میں بھرنے لگے رب عزوجل نے ندا فرمائی یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری اے ایوب جو تمہارے پیش نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہ کیا تھا۔ عرض کی بلٰی وعزتک ولکن لا غنی لی عن برکتک ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم۔ مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔ رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں. تو اسکی دینی برکت سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے۔ صلحاء تو صلحا خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پرنور نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایصال ثواب زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سے اب تک معمول ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہ الصّلوٰۃ والسلام قطعًا معصوم ہیں۔ تو موت جمعہ یا صلاح کیا مانع ہو سکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ عن ابن عمر کان یعتمر عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق رحمہ اللہ تعالٰی وھو فی طبقتہ الجنید قدس سرہٗ عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحی عنہ مثل ذلک فنقلہ عن الامام ابن حجر المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی ورأیت نحو ذلک بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر عن شرح الطیبۃ النویری رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذلک نوع شکر واسداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال. واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از کانپور محلہ بوچڑخانہ۔ مسجد رنگیان۔ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن حبشانی۔ طالب علم مدرسۂ فیض عام ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ۔

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مردہ کا نام لے کر فاتحہ بخشنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

إل. وقد حققناه فی البارقة الشارقة علی مارقة المشارقة فی المسلك المتقسط للملا علی القاری وعنه نقل فی رد المحتار یقرء ماتیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللّٰھم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیھم اھ ملخصا وفی الشامیة ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاۃ او صوما او صدقة او غیرھا کذا فی الھدایة الخ واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از شہر کہنہ محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں۔ اوّل یہ کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا۔ اور اسکا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا۔ اون روحوں میں تقسیم ہوجاوے گا یعنی فی ارواح دو دو پارے پہنچیگی۔ یا فی ارواح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے۔ تیسرے یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اسکی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں۔ اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جاوے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبیٰ میں کیا بدل حاصل ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے اُمید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا۔ ردالمحتار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحة ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعة الفضل اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوی فقیر میں ہے۔ نتیجہ ملنا اللہ سبحانہ وتعالٰی کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا ورحمت ملتی ہے۔ اور اوسکی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دُعا کرے کہ الٰہی یہ جو میں نے پڑھا اسکا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا۔ اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے یقرء ماتیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللّٰھم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیھم محیط وتتارخانیہ وشامی میں ہے الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء واولیاء ومومنین ومومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنیوالے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے۔ اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسه والاٰخر عن امته وزاد ابن ماجة ذبح احدھما عن امته لمن شھد له بالتوحید وشھد له بالبلاغ وذبح الاٰخر عن محمد واٰل محمد ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قوله عند التضحیة اللّٰھم لك ومنك عن محمد وامته بحرالرائق میں ہے لافرق بین ان یکون المجعول له میتا او حیا

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منھا وسنجزی الشٰکرین جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اوسے اسمیں سے دینگے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اوسے اوسمیں سے عطا فرمائیں گے۔ اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔ اور فرماتا ہے عزوجل من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا مذموما مدحورا ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا۔ جو دنیا چاہے ہم اوسمیں سے جتنا چاہیں جس کے لئے چاہیں یہاں دیدیں۔ پھر اوسکے لئے جہنم رکھیں۔ اوس میں بیٹھے مذمت ہوتا دھکے دیا جاتا اور جو آخرت چاہے اوسکی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان۔ تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے

مسئلہ ۱۶۴: از جالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خانصاحب ۔۶ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر بعد سلام کے اوسی جگہ پر جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی ہے، میت کے لیے دعا مغفرت کی جاتی ہے۔ اور بعض لوگ پیشتر دعا کے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا۔ اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کر رہے ہیں اس کے عدم جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں۔ منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے واذا فرغ من الصلٰوۃ لایقوم بالدعاء سراجیہ قدوری کے حاشیہ پر ہے الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ مکروہ کذا فی القنیۃ برجندی لایقوم بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرۃ لان اکثرھا دعاء بزازیہ ظھیر اول برحاشیہ عالمگیری۔ جواب مدلل بدلائل تو یہ سوال کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتبرہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرماویں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا۔ بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے۔ فقیر نے جواب میں کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا۔ اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلٰوۃ الجنائز" لکھا۔ جسمیں تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہیہ کو بعون عزوجل ذروۂ علیا تک پہونچایا۔ اور بفضلہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کردکھایا۔ کہ میت کیلئے دعا قبل نماز جنازہ وبعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین قبل وبعد نماز دونوں وقت میت کیلیے دعا فرمانا اور اُسکا حکم دینا ثابت ہے۔ فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کیلیے ہے۔ اور وہی عبارات مذکورہ وغیرہ مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا۔ مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ صرف دعا کیلئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ و تطویل کریں۔ یہ ممنوع ہے۔ اکثر عبارات اوسیطرف ناظر ہیں

دوسرے یہ کہ بعد نماز اوسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے، امام و مقتدی وہیں کھڑے دعا کریں۔ یہ نامناسب ہے کہ نماز پر تشبیہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اوسی طرف ناظر ہیں۔ ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ خاص دعا کی غرض سے درنگ و تعوق کریں، نہ بعد نماز ایسے انداز میں ہو۔ بلکہ صفیں توڑ کر دعا قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعا طویل اصلا مضائقہ نہیں رکھتے۔ نہ کلمات علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ لمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اوسی رسالہ اور اوس کے پہلے کے فتوی میں ملیگی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا "فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۵:

(۱) قبور شہداء یا اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے چاہئے یانہیں (۲) جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار شریف کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یانہیں۔ اور اگر ہے تو کسکی ہے۔ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصاری یا عورت یہود یا نصاری یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا۔ یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے؛ چاہئے یانہیں۔

الجواب

(۱) قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیاء کرام و شہداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انھیں ایصال ثواب مندوب و ثواب اور مالیدہ و شیرینی خصوصیات عرفیہ میں ہیں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ اور قبر پر لیجانے کی ضرورت نہ اوسمیں معصیت۔ ہاں اوسے شرعا لازم جانے۔ یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے۔ تو یہ اعتقاد فاسد ہے۔ اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصا اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اسکی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجانے اسکو قبر پر نہ رکھے۔ یہ ممنوع ہے (۲) جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔ اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔ کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔ قال اللہ تعالیٰ ولاتقم علیٰ قبرہ وقال تعالیٰ ومالھم فی الاخرۃ من خلاق وقال تعالیٰ ان اللہ حرمھما علی الکفرین۔

تو جو امر سنت وحرام یا مستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از شہر محلہ گلاب نگر ۱۹ رجب ۱۳۲۰ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اوسکی اصل کیا ہے۔ اور کس شے پر ادا کیا جانا افضل ہے۔ جس شے پر پڑھا جاوے وہ شے اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے۔ اوس کا جو رواج ہے اوس سے جناب خوب واقف ہیں اوسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا حکم احادیث کثیرہ میں آیا ہے۔ اور خاص سورۂ تبارک الذی شریف کی تخصیص۔ اسلئے کہ میت مردے

اوسے عذاب قبر سے بچانیوالی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں۔ محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو۔ اوسمیں زیادہ ثواب ہے۔ ایام تحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر بموافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا، کیا جاتا ہے۔ کھانا ہو یا کپڑے یا دام دینا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں پھر ہمسایوں، پھر یتیم بیوہ مسکین مسلمانان اہل شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: از کارا ڈاک خانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصال ثواب کیا جائے۔ تو ہر ایک کو پورا پورا پہنچیگا۔ اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الرحمۃ اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک تو ایصال ثواب قرأت اور اوس کے ساتھ تقسیم ثواب مقروا اور دوسرے وصول مثل ثواب۔ چونکہ عند الشافعیہ عبارات بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہونچتا۔ اسلئے علامہ ابن حجر نے اول جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا۔ اور فقط شق ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جسکی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر ان الفاظ فرماتے ہیں۔ والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی اللہ عقبھا اذا لدعا عقبھا ارجی القبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقرأۃ لاحصول ثوابھا لہ ولھذا اختاروا فی الدعا اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب۔ غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مقروکے قائل ہیں۔ تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے۔ جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو لائق بسعۃ الرحمہ فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے۔ کہ قائلین وصول ثواب قرأت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے۔ اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق لسعۃ الرحمہ فرمانا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ لعدم الفرق بینھما۔ اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے۔ زید یا بکر۔ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عبارت فتاوی ابن حجر کی رحمۃ اللہ تعالٰی کا مطلب بہت صاف ہے جسے بکر نے بالکل تحویل کر دیا۔ امام ابن حجر کی سے ایک سوال ہے۔ جسمیں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب اون پر تقسیم ہوگا یا ہر میت کو کامل ثواب ملے گا۔ مثل کا لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا۔ شق اول میں بھی اون کے طور پر ملحوظ ہے ولھذا ثوابھا نہ کہا لکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف ومعہود ہے۔ کہ مثل ثواب قاری ہے۔ آیا اموات پر تقسیم ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے۔ اور اوسمیں مقصود بالاستفادہ تقسیم وتکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جسکا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچیگا اور یہی وسعت رحمت الہیہ کے لائق ہے

نہ یہ کہ دو سوال تھے۔ پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے۔ امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا
یوں ہوتا تو تقسیم اور کل منہم فضول تھا۔ کہ حنفیہ و شافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعت اموات کیلئے قراءت سے خاص نہیں ایک
میت کیلئے قراءت میں بھی یہی ہے۔ کہ ہمارے نزدیک نفس ثواب پہنچتا ہے اور اون کے نزدیک اوسکا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس خلل
پر متنبہ فرماتے۔ پھر جواب یوں نہ ہوتا۔ کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتویٰ دیا۔ بلکہ یوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے۔ پھر نفس و مثل میں
سعۂ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھو اللائق بسعۃ الرحمۃ فرمارہے ہیں۔ بکر کا استدلال کہ ابن حجر کے قول ثانی کو اخذ عجیب ہے۔
شق اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وہ اون کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے [illegible]
تقسیم ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا پہنچیگا۔ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے۔ تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہوئے۔ شق اول
میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں تحقیق امر اور ہے جو شبہ کو راساً ختم کردے۔ جب نظر علماء اہل ظاہر
پر شئ واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے۔ یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تقسیم میں تو صریح منع ہے)
تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میت کو پہونچے قاری کے پاس نہ رہے۔ ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا۔
حالانکہ احادیث و حنفیہ و سائر علماء کرام خلاف پر تصریح فرما ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ۔ پھر رد المحتار میں ہے الافضل لمن
یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ تو جب وہی
ثواب اوس کے پاس بھی رہا اور دوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لا ینقص من اجرہ شیئ۔ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا
تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین و آخرین مؤمنین و مؤمنات کے ہاں ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ
ہے جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں ان للروح
شانا اخر فیکون فی الرفیق الاعلی وھو متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبہ رد علیہ السلام وھی
فی مکانہا ہناک وھذا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام رواہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا
جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ
وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وھو فی مستقرہ من السموات وھذا یحتمل ما
تنزل منہا الی سماء الدنیا ودنوہ عشیۃ عرفۃ ونحوہ فہو منزہ عن الحرکۃ والانتقال وانما یاتی الغلط ہھنا من
قیاس الغائب علی الشاہد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعہد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن
ان یکون فی غیرہ وھذا غلط محض فثبت بہذا انہ لا منافاۃ بین کون الروح فی علیین والجنۃ والسماء وان
لہا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ہذا لکون الشاہد الدنیوی لیس فیہ ما یشابہ
بہذا امور البرزخ والاخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا اھ مختصراً حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں
فرماتے ہیں۔ شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالیٰ از اہل ولان مصر ست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بودہ یکے از اصحاب وے را در روز عرفہ

در عرفات دید و یکے دیگر در ہماں روز در خانہ خویش دیدہ تمام روز باوے بود چوں آں دو شخص بہم رسیدند و ہر یک آنچہ دیدہ بود ذکر باہم گفتند میان ایشان نزاع شد یکے گفت وے در روز عرفہ در عرفات بود۔ بر صدق آں سوگند بطلاق خورد۔ و دیگرے گفت تمام آں روز در خانہ خود بود۔ وے نیز سوگند بطلاق خورد۔ پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند۔ شیخ گفت ہر دو راست می گویند۔ زن ہیچکدام طلاق نشدہ است۔ یکے از اکابر گوید من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہر یک موجب حنث دیگرے است۔ چوں سوگند ہیچکس حانث نشدہ باشد و دراں مجلس کہ من آن پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند۔ شیخ اشارت بمہ کرد۔ درین مسئلہ سخن گویند۔ ہر کسے چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی و کافی نہ گفت۔ دراں اثنا جواب بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد جواب آں بگو۔ من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد۔ ممکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد۔ پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور در عرفات دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد و آنکہ در بعضے دیگر ازاں صورت در خانہ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد و سوگند ہیچکس حانث نشود۔ و شیخ مفرح فرمود کہ جواب ہمیں است کہ تو گفتی رضی اللہ تعالٰی عنہ ونفعنا بہ۔ حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔ مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را قدس اللہ تعالٰی روحہ در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودہ اید ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔ بعد از نماز پیشیں از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد و سوار می شد و میرفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو این را بر تمثیل محل ممکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندین جا حاضر شدہ است۔ لا واللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر حاضر شدہ بود۔ ایں خود در شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات این موحد خود در اقصائے عالم حاضر است۔ خواہ علویات خواہ سفلیات۔ جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ و آخرت کو اپنے مشہودات دنیا ہی پر قیاس کرے اوس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے۔ کہ قاری کا ثواب تو اوسکے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبۂ قاری ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری۔ بہرحال وہ استبعاد جس کی بناپر تقسیم ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا۔ بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرأ الاخلاص احدی عشر ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات رواہ الطبرانی والدار قطنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اُس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔ باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پورا ثواب پہنچنے کی توضیح ہمارے فتاوی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از بہیڑی ضلع بریلی۔ جناب ریاض الدین صاحب خلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام گنج ۱ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر تمام اہل قبر کی ارواح کو ثواب بخشتا ہے۔ پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جدا جدا ثواب بخشتا ہے۔ تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے سے اوس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں۔ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں۔ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بلاشبہ اس صورت میں جس جس کے لئے جدا فاتحہ پڑھے گا اوسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی۔ اور والدین واعزہ کی قبر پر جدا جدا جانے سے انس حاصل ہوگا۔ جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اسکی خاص تعظیم ہے۔ جو ایک عام بات میں شامل کر دینے سے نہیں ہوسکتی۔ زید کا یہ فعل بہت حسن ہے۔ مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اوس تک قدیم راستہ ہو۔ اگر قبروں پر ہو کر جانا پڑے تو اجازت نہیں۔ سرراہ دور کھڑے ہو کر ایک قبر کی طرف متوجہ ہو کر ایصال ثواب کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) زید غلط کہتا ہے وہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے۔ کہ ایک چیز دوسرے کو دیدیں۔ تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے اونکی روحیں شاد ہوں۔ اور یہ اون کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے۔ اور دونوں کو پورے حج کا ثواب ملے۔ اور اوس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو۔ اسکی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا۔ بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹: از بنارس تھانہ بھیلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ۔ مرسلہ حافظ عبدالرحمن رفوگر۔ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون چیز پڑھا کریں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط حافظ صاحب کرم فرما سلمکم۔ مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو۔ اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار۔ الحمد شریف ایکبار۔ آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورۂ اخلاص سات بار۔ پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اوتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اوسے میری طرف سے اس بندۂ

مقبول کو نذر پہنچائے۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کیلئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از موضع سرنیا ضلع بریلی تحصیل بریلی۔ مسئولہ عبدالکریم صاحب۔ ۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند ورومال سرمہ کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پر میت کے فاتحہ دلانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا۔ اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اوس پر چادر رکھتے ہیں۔ کچھ پکاکر فاتحہ دیتے ہیں اور اُس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں۔ اور جریس یعنی چاولوں میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور حلوا روٹی بہ جریس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات وعرفہ تک اس میت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفے شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے۔ اور برادری کو دعوت فاتحہ میت میں شامل نہ کریں۔ تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کیلئے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لئے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں۔ اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میت کی فاتحہ دلاکر مسکین کو دینا۔ اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا۔ چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہوسکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں۔ اور اوس طرح روح نکالنا محض جہالت وحماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر چاول مساکین کو تقسیم کرنا خوب ہے۔ مگر برادری میں موت کیلئے نہ بانٹا جائے۔ عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں۔ شامل نہیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے۔ پھر شامل کا یہ غلط وجہالت ہے۔ میت کی دعوت برادری کیلئے منع ہے۔ اون کا برا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہوں اوسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از کرتپور ضلع بجنور۔ مرسلہ طفیل احمد صاحب بجڑ ابونی۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیت ایصال ثواب بروح مرگان تقسیم کیا جاتا ہے اوسکو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ عام اموات مومنین کیلئے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اوس میں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے ارواح کیلئے ہدیہ کیا جائے کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں۔ برکت وعدم برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصرف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کیلئے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب

طعام تین قسم ہے۔ ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں۔ یہ ناجائز و ممنوع ہے لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔ اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کیلئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے۔ فقراء اس کیلئے احق ہیں۔ اغنیاء کو نہ چاہیئے۔ تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء کیا جاتا ہے۔ اور فقراء و اغنیاء سبکو بطور تبرک دیا جاتا ہے۔ یہ سب کو بلا تکلف روا ہے۔ اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔ برکت والوں کیطرف جو چیز نسبت کیجاتی ہے اوسمیں برکت آجاتی ہے۔ مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں مصیب ہیں۔ ائمہ دین نے بسند صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نذر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہوا تھا۔ حالت وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اوس سے لگ گیا۔ فوراً رب العزت جل وعلا نے اون کا حال و ولایت سلب فرمالیا۔ نسئال اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۲: ازالہ آباد۔ مسئولہ محمود مستری صاحب ۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اوسکو آگے رکھ کر، پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز۔ بموافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں۔ کس کا طریقہ ہے یا سنت ہے۔ فقط۔

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کیلئے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے۔ اور اوس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے۔ اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادت خیر ہے اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے افضل الصدقۃ الماء۔ سب سے بہتر صدقہ پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا۔ ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے۔ اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم یوہیں گیارھویں شریف جائز ہے۔ اور باعث برکات اور وسیلۂ مجربۂ قضاء حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جبکہ اوسے شرعاً واجب نہ جانے کما بیناہ فی فتاونا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم السبت لا لک ولا علیک واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳: از شہر علی گڑھ محلہ مار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۲ ربیع الاول ۳۲ھ

مردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلا دیں۔ یا کپڑا خیرات کریں۔ تو اوسکا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور وہ کس صورت میں مردہ کو پہنچتا ہے۔ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے۔ فقط

الجواب

مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اوسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں۔ تحفہ بھیجنے سے اوسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں۔ بینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۴ ربیع الاول ۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسین شریف اور ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ۔ تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہو سکتا ہے۔ پڑھ کر بخشتا ہے۔ اور دعا اسکے واسطے مغفرت کے کرتا ہے۔ وہ اسکو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور یہ دعا اور اسکا پڑھنا اسکی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں، اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمایئے۔ تاکہ اسکے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط۔

الجواب

ثواب پہنچتا ہے۔ اور مغفرت باختیار خدا ہے۔ قل ھو اللہ شریف گیارہ بار کردے اور سورۂ ملک شامل کرے کہ وہ بالخصوص عذاب قبر سے بچانے کو اکسیر اعظم ہے۔ اس کا نام واقیہ مانعہ منجیہ ہے۔ حفاظت کرنے والی۔ عذاب دفع کرنے والی۔ نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۵: از منڈی ہلدوانی۔ ضلع نینی تال۔ مرسلہ حفیظ احمد مستری۔ ۲۵ ربیع الآخر ۳۲ھ

ہندو میت کے ثواب کیلئے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دیوے تو اوس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے انی نھیت عن زبد المشرکین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۶: از مرادآباد۔ مدرسہ اہلسنت بازار دیوان۔ مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی۔ بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ۔

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر۔ اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا

(۲) اکثر مساجد بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لئے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاء موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہیئے یا باہر۔ یا بالکل ممانعت کردیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جاکے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارت قبور بھی سنت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے، رحمت الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اوس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے۔ یونہی اگر کچی ہے

اور اوسکی مٹی جمی ہوئی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے۔ تو اوس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنت ہے (۲) بھیجنا جائز ہے اور جب کہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لئے بھیجیں تو سب کو کھانا جائز ہے اور اگر خاص مساکین کے لئے بھیجیں تو اغنیاء کو ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں۔ بلکہ مسجد سے باہر کھائیں اسی کی تاکید کیجائے۔ اور بھیجنے سے ممانعت نہ کیجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۷: از باگ ضلع ابجھرہ۔ ریاست گوالیار۔ مکان منشی اوصاف علی صاحب۔ مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ۔ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ۔

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اوس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنت سے ہے یا کیا (۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگان دین سے ہوں یا عام مسلمان پکوایا جائے تو اوس کھانے کو اغنیاء کھا سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے (۲) اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸: از تڑپول سولول۔ ڈاکخانہ ہرول۔ ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ۔ مرسلہ عبدالحکیم صاحب۔ ۱۰ جمادی الآخرۃ ۱۳۳۹ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اوسکی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کر کے ہر سال میلہ لگاتا ہے ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں۔ بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے عہدہ دار مسلمان یا ہندو کو دعوت دیکر لاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے۔ اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول چھی، مرغ مرغی وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ اور اوس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے۔ اوس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا۔ اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے۔ مونچھ ڈاڑھی سے زیادہ رکھتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا چھڑا رکھتا ہے۔ اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اوسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اسلئے دور رہنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اوس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہئے نہ کہ مجمع میں۔ بے جا اور تماشے کا میلہ کرنا۔ اور فونو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اوسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹: از چمن سرائے سنبھل۔ مرسلہ احمد خاں صاحب۔ ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کہ عشرہ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو، روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف۔ قل ھو اللہ شریف۔ درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذر اللہ و نذر رسول میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اوسکا ثواب بروح پاک جناب امامین و جمیع شہدائے دشت کربلا پہنچا تا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حق محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں۔ اور شریعت میں شرائط اور صفات محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگان دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالیمقام کا نعوذ باللہ مثل سے پیشاب ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں (۲) تیجہ دسواں۔ چہلم۔ ششماہی۔ برسی۔ جائز ہے یا نہیں۔ اور روحین ان ایام میں آتی ہیں یا نہیں۔ اور اپنے عزیزوں کا اون کو علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور کھانا اون کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے۔ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروح اموات تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا۔ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں۔ اگر محتاج ایسے نہ ملیں۔ جن پر شرائط محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے۔ اور کہاں صرف کرے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی ہیں یا نہیں۔ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں (۳) قبر اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصال ثواب کرنا۔ یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؛

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعث اجر و برکات ہے۔ اور عشرہ محرم شریف اوسکے لئے زیادہ مناسب۔ اور جبکہ وہ منت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اوسکا کھانا جائز ہے۔ وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں۔ مگر اوسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اسکے فاتحہ نہیں ہو سکتی یا ثواب کم ملے گا۔ غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصال ثواب کا وقت جس میں دعا کیجاتی ہے کہ الٰہی یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اسوقت ہاتھ اٹھانا چاہیئے کہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ ہاتھ اوٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورہ فاتحہ شریف خود دعا ہے۔ یونہیں درود شریف۔ حدیث میں فرمایا افضل الدعاء الحمد للہ۔ اور قل ھو اللہ شریف ذکر حمد الٰہی ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں کل دعا ذکر۔ اور کل ذکر دعاء۔ تو وہ بھی دعا ہے۔ اس نیت سے اون کے پڑھتے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اوٹھائے۔ تو ضرور بیجا ہے۔ اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے۔ بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ایصال ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیئے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اوسے نذر کیا جائے۔ ہاں نذر رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اوسے عرف میں نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہوں کو نذر دیجاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقیہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین حال سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہ میں فرماتے ہیں۔ "از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے

ہی آور دنذر جو مالک نصاب نہ ہو شرعًا اوسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربت نیاز کی نسبت وہ ناپاک لفظ
لکھے وہ جو ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلا مسلمان نہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا
ناجائز و گناہ۔ (۲) تیجہ۔ دسواں۔ چہلم وغیرہ جائز ہیں۔ جبکہ اللہ کے لئے کریں۔ اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہونا
اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو
کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے ما اطعمك ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة وما
اطعمت نفسك فهو لك صدقة۔ ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی جو ثواب تو نے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا
غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اوسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اوسی کا۔ اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب
پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اوسکی دعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج شریعت ثابت ہوں)
خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ایصال ثواب کیلئے حکم بھی دیا۔ اور صحابہ نے
ایصال ثواب کیا۔ اور آجتک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث
میں ہے صوم يوم السبت لا لك ولا عليك (۳) مزار اولیاء اللہ پر نفع رسانی زائرین۔ حاضرین کیلئے شامیانہ کھڑا کرنا۔ یونہی ان
کے نفع کو چراغ جلانا۔ اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو۔ اور شیرینی پر ایصال ثواب۔ یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت
نہیں نہ اوسمیں حرج جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ : از پوسٹ فراش گنج۔ ضلع نواکھالی۔ ملک بنگالہ۔ ۱۰ رجمادی الاولی ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اوس پر اُجرت دینا اور لینا جائز ہے
یا نہیں۔ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانیوالے کیلئے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ثواب رسانی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ اور چالیس درہم اُجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۸۱ : از رائے بریلی مدرسہ رحمانیہ۔ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب۔ ۱۷ رشعبان ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوقت ایصال ثواب فلاں ابن فلاں کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اوس کا
نام لے لینا کافی ہوگا۔ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اوس سے لاعلمی ہے تو ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائیگا
(۲) بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھاتی بھیجا جاتا ہے اوسکو اہل میت کے اعزا، قریب یا اعزا، پڑوسی خواہ مرد ہوں یا
عورت جو بعض مصروف تجہیز و تکفین رہتے ہیں۔ اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں۔ مگر عرفًا معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی
اہل میت اوسکے شریک حال رہتے ہیں۔ اوس کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام۔ (۳) بروز
سوم۔ دہم۔ چہلم۔ ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرض ایصال ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوسمیں بقدر ضرورت اضافہ کرکے علاوہ

مساکین کے دیگر اعزہ واحباب کو کھلایا اور اہل برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بصورت جواز کتب فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا التقریب للسرور لا للحزن بصورت عدم جواز کھانا اس کا مکروہ ہوگا یا حرام۔

الجواب

(۱) ایصال ثواب بذریعہ دعا ہے۔ اور دعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے۔ ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔ (۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور لوگ اس میں کھائیں۔ وبیان ذٰلک فی فتاوانا (۳) ایصال ثواب سنت ہے۔ اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعت قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعت قبیحہ ہوا۔ کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔ قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: از جب والا ضلع بجنور۔ تحصیل دھامپور۔ مرسلہ منظور صاحب۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کا تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا۔ اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلاد مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ اور یہ تعینات عرفیہ ہیں۔ ان میں اصلاً حرج نہیں۔ جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوم یوم السبت لا لک ولا علیک میرے فتاوٰی و رسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالامال ہیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا۔ وہابیہ کا کوئی افتراء آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳: از الہ آباد۔ مدرسہ سبحانیہ۔ دار الطلباء۔ مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب۔ ۱۱ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے۔ لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا۔ اس پر بلاشبہ جنت مقام دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام۔ اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ تو یہ تقول علی اللہ ہوا۔ اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا۔ قال تعالیٰ اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۴: ازاودے پور میواڑ۔ محلہ بھاوت دوڑی۔ مرسلہ شیخ محمد رحیم بخش نعلبند۔ ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی۔ حضرت مولٰنا دام اقبالہٗ۔

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیر خیرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں۔ (۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لئے رکھا ہے۔ اور انہیں اناج بھی ڈالا۔ اور مرحومہ کے نام پر کتے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچا یا نہیں۔ (۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لئے رکھا ہے اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں (۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھول چڑھانا اور اگربتی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی اسکو ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ (۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا (۶) ربیع الآخر کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ چاند رات کی صبح کو انتقال ہوا۔ اور دو بجے دفن ہوئی۔ اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لئے بٹھا رکھا۔ اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں (۷) مرحومہ کو شروع ماہ کا حمل تھا۔ خون جاری ہو کر انتقال ہوا۔ اور کفن پر بھی خون کا داغ تھا۔ گو میت کو غسل دے دیا تھا۔ مگر وقت دفن بھی خون کا داغ نظر آیا۔ اسکی نسبت کیا حکم ہے۔ (۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں۔ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں۔ اور کسی روز خواب میں بنگلے بغیچے میں بیٹھے ہوئے خوش و خرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لئے کہنا اور مجھ سے اپنا حال ظاہر کرنا۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ملتا۔

الجواب

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ لاحول شریف ۴۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جاوے نہ اوسکو تکلیف دیجائے۔ پرندوں کیلئے پانی رکھنا دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا۔ مسکین کو کپڑا دینا۔ میلاد شریف پڑھوانا۔ یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق پر رکھ کر میت کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور اوس سے کہتے ہیں کہ اسے گہری گور والے۔ یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کیلئے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے۔ جبتک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچیگا۔ اور کیسا ثواب پہنچیگا ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا میں نہیں فرماتا الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک الگ حرف ہے۔ لام الگ حرف ہے۔ میم الگ حرف ہے۔ میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے۔ وہ جبتک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے۔ اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اگربتی

جلانا۔ اگر تلاوت قرآن کے وقت تعلیم قرآن عظیم کے لئے ہو، یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں۔ اون کی ترویح کے لئے ہو تو مستحسن ہے ورنہ فضول و تضییع مال۔ میت کو اوس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبر مسلم پر جو زیارت کیلئے جاتا ہے میت اوسے دیکھتا ہے اور اسکی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اوسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے۔ کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اوس سے جمعہ مل سکے حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا المرأۃ تموت بجمع شہید۔ خواب بہت اچھا ہے۔ ان شاء اللہ اون کے لئے دلیل مغفرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از بنارس کچی باغ۔ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بلائے جاتے ہیں۔ اور اون کی دعوت دیجاتی ہے۔ کیا ان اغنیاء کو بعد قرآن خوانی دعوت طعام تہلیل جائز ہے۔ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور۔ اغنیاء کا اسمیں کچھ حق نہیں اور اگر نظر المعہود عرفا کالمشروط لفظاً وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اون کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے۔ تو آپ ہی حرام ہے۔ کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از مراد آباد۔ محلہ اصالت پورہ۔ مسئولہ کارو علی صاحب۔ ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پر بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں۔ و نیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کیجائے۔ حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر۔ اوسکی رحمت اترتی ہے۔ اور مردہ کا دل بہلتا ہے۔ مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میت کی توہین و ایذا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: از لکھنؤ۔ محلہ فرنگی محل۔ احاطہ حیدرجان طوائف۔ بر دوکان ہیزم سوختنی۔ مسئولہ زین العابدین۔ ۲۱ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڈھ کے قرب و جوار میں یہ رسم قدیم میت کے ایصال ثواب کے واسطے جاری تھی۔ کہ ورثائے میت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اُجرت بصورت نقد و پارچہ اور ناشتے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبند سے تعلیم پاکر اسی ضلع میں آئے ہیں اور ہم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصال ثواب کو ممنوع و ناجائز کہتے اور فعل عبث قرار دیتے ہیں۔ پس علمائے اہلسنت و جماعت سے استدعا ہے کہ طریقہ مروجہ ایصال ثواب عند الشرع جائز

جائز و درست ہے یا ممنوع۔ اور میت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر جو اون کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اون کی کوئی بات نہ سنی جائے نہ اون کی کسی بات پر عمل کیا جائے۔ جبتک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ اون سے دور بھاگو اور اُنہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالدیں اور اون کا بتایا ہوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اوس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں۔ یا اون کے اور مسائل بھی صحیح ہونگے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جسکی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کی یہ بات صحیح ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نبی ہیں۔ کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہوسکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الکذوب قد یصدق۔ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ میت کو قرآن خوانی و طعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے۔ جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لئے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اوس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اوس کے وقت کے مقابل ہے۔ نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: از شہر محلہ بہاری پور۔ مسئولہ عبدالجبار صاحب۔ ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارت قبور و ختم تہلیل کرکے جس میں ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ (۲) بلا تعین اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دیدیا جائے وہ بھی حرام ہے یا نہ۔ اور اُجرت یا شبہہ اُجرت میں داخل ہے یا نہ المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے۔ اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اوسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔ (۲) جبکہ عادات و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ دے گا اور اوسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اُجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کردے تو مشروط نہیں رہے گا۔ مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔ یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اوسکے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دیدیں تو اُجرت میں داخل نہ ہوگا۔ لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹: از ایرایاں۔ محلہ سادات۔ ضلع فتحپور۔ مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب۔ ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

ا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوم ودہم وچہلم میت کے کھانا جو پکتا ہے اسکو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میت کے گھر کا نہ کھائے۔ بعد کو جائز ہے۔ یہ تفریق صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو وجہ ابہ الفرق ارشاد ہو (۲) مقولہ طعام المیت یمیت القلب مستند قول ہے۔ اگر مستند ہیں تو اسکے کیا معنی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے۔ کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے انہا بدعۃ مستقبحۃ لانہا شرعت فی السرور لافی الشرور۔ تین دن تک اوسکا محمول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے (۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں اون کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر وطاعت الٰہی کے لئے حیات وچستی اوسمیں نہیں رہتی۔ کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں۔ اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل۔ اور اوسکی لذت میں شاغل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ : از پیلی بھیت۔ محلہ پکریا۔ متصل ستی ڈاکخانہ۔ مسئولہ ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی۔ ۲۷ صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے۔ اوسمیں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کیجائے جب تیس دن مہینے کے پورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں۔ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں۔ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے۔ اور اسمیں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتدبہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ : از شہر بانار بانس منڈی۔ معرفت عبدالحکیم طالب علم، مدرسہ منظر الاسلام۔ ۲۷ محرم الحرام ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اوسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور گیارھویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب۔ اگر سنت ہے تو زائد ہے یا موکدہ۔ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگی۔ آیا سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا سنت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں۔ اور ایسے ہی تیجہ کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور بغیر لائے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں اور چند سورہ جو مروجہ ہیں اون کے علاوہ اور کوئی سورہ شریفہ پڑھ کر فاتحہ ونیاز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل بلوجہ جلی

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں۔ مگر وہابی یا رافضی اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے۔ اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب ہے سنّت ہے اور سنّت سے مراد سنّت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور یہ سنّت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ۔ یہ ہم لوگ۔ کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعًا واجب نہیں جانتا۔ اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے۔ اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اوسے شرعًا واجب نہ جانے۔ مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر پیر کو نفل روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا۔ یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں۔ اور سر پر رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں۔ مگر وہابیہ بھی التزامًا سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں۔ کیا یہ شرعًا فرض واجب ہے۔ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اوسکے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں۔ ایصال ثواب میں کوئی سورہ شرعًا معین نہیں۔ اور بلا اعتقاد وجوب معین کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲: از شہر کوٹہ راجپوتانہ۔ محلہ لارڈپورہ۔ معرفت گانس بہرو۔ مسئولہ الٰہی بخش صاحب۔
۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ۔

حضور مولانا صاحب واقعات کو بغور ملاحظہ فرماویں۔ مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پر فاتحہ وایصال ثواب کو بلائے گئے۔ چند عورتیں تقیں۔ گھر کا دروازہ بند کر کے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملان جی نے کہا کہ پردہ کر کے یا کپڑے سے بند کر کے دلانا، یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے۔ خیر کپڑا ڈال دو۔ مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کر کے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا۔ پردہ کر دیا گیا۔ ملاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تھی۔ اب بیوی کی پڑھو۔ اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا۔ ملاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلاف قاعدہ اور خلاف اُصول شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا۔ میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے۔ میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملاں جی کو بہت سخت وسست کہا اور لعن طعن کی۔ انہوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگان دین ایصال ثواب کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ بات ہونا چاہیئے۔ نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو۔ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملاں جی پر ناراض ہوئے۔ یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتون جنت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں۔ اور چند قیدیں لگاتی ہیں۔ کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھاویں۔ کیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا۔ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

۳۔ حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا اڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے۔ یا ویسے ہی لغو ہے۔ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحق لعن ہے۔ جیسا ہو بیا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

۴۔ یہاں پر اکثر شب برات یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دیدو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

۱۔ فاتحہ و ایصال ثواب کیلئے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ اوس پیش امام کی غلطی تھی۔ اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں۔ اونھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں۔ اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے (۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں (۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اوس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اوس پر لعن سخت حرام ہے۔ ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔ (۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز۔ اور جدا جدا دلائیں تو جائز۔ جیسے حیات دنیا میں لاجناح علیکم ان تاکلوا جمیعا واشتاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر محلہ ذخیرہ۔ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر جنگی۔ ۱۷ ربیع الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو اون کو کیا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔ ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دیدیتے ہیں! وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیئے یا نہیں۔ کیا یہ گناہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چیزیں غنی نہ لے۔ فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اوس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو اسکا دینا گناہ گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لیلئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴: از بھیرہ ضلع شاہ پور۔ ملک پنجاب۔ ملتانی دروازہ۔ مسئولہ فضل حق صاحب چشتی۔ ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء المتقدرین کنز الہدایہ والیقین۔ شیخ الاسلام والمسلمین مولانا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے۔ چاول یا حلوا وغیرہ۔ اور کن کن لوگوں میں بانٹی چاہیئے۔ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیئے یا نہیں۔ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اسمیں سے حصّہ دینا چاہیئے یا نہیں۔ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہوئی مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصّہ پھینکا نہ جائے۔ جیسے زردہ، یا حلوہ یا خشکہ۔ یا وہ پلاؤ جسمیں سے ہڈیاں علٰحدہ کر لی گئی ہوں بانٹنے کا اختیار ہے جس سنّی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سیّد ہو۔ اور خود بھی تبرکًا کھائے تو حرج نہیں شاہ عبد العزیز صاحب نے فتاوی میں لکھا ہے نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منّت مانی ہو تو اوسمیں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سیّد کو دے سکتا ہے وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصًا وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیت سے پکائیں اوسمیں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کیلئے پکائی ہے تو صرف انھیں کو دیں۔ اور سب کے لئے۔ تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں۔ جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جسکی بدمذہبی حدکفر تک نہ پہونچے جیسے تفضیلیہ اوسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سنّی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے لایاکل طعامك الا تقی۔ تیرا کھانا نہ کھائے۔ مگر پرہیزگار۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از بغداد شریف۔ آمر وکار ٹرینک کور۔ مسئولہ علی رضا خان فترستری۔ ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرعًا سے جائز ہے یا نہیں۔ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما له جعل ثوابها لغیرہ وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة رد المحتار میں ہے سواء کانت صلاۃ اوصوما اوصدقة اوقراءۃ اور جس طرح مدارس، اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اون کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے۔ یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دیجاتی ہے۔ جسمیں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ نبی صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللّٰہ ورسول نے منع نہ فرمایا۔ دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گڑھے گا۔ ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولهم عذاب الیم۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶: از شفاخانہ فریدپور۔ ڈاک خانہ خاص۔ اسٹیشن بہیرپور۔ ضلع بریلی۔ مسئولہ عظیم اللّٰہ کمپاونڈر ۸ رمضان ۱۳۲۹ھ۔

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیے۔ آیا اُسکو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیے یا سمجھنا چاہیے کہ یہ کھانا اللہ تعالٰی کے لیے کرتا ہوں۔ اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے یا مجھ کو اُن کا اچھا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے۔ کھانے کے اوپر فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز۔ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اُس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا۔ کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دیدو۔ دوسری جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ تیسری جگہ مدار میاں صاحب کی۔ بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۴) امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیے۔ اور کیا نیت ہونا چاہیے۔

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کیلئے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے۔ بلکہ قطعًا ثواب ہی مراد، اور اُن کی رضا جوئی اور اون سے حسن جزا اور نیک دعا کی طلب۔ ان میں سے کوئی بات شرعًا ممنوع نہیں۔ (۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے۔ قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصال ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔ (۳) فاتحہ یعنی ایصال ثواب ہے۔ اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنی ہے۔ وہ ثواب سے پاک و منزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو کیوں ناجائز کردیا (۴) نیت ایصال ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اوس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں۔ شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی یہ شربت ترویح روح پاک حضرت امام کیلئے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا۔ اور ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل پھر مسلمانوں کو پلائیں۔ اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی۔ مسئولہ حکیم محمد حسن۔ ۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چنے فقراء ہی کھائیں۔ غنی کو نہ چاہیے۔ بچہ ہو یا بڑا۔ غنی بچوں کو اُن کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸: از سہسوان ضلع بدایوں۔ مسئولہ سید پرورش علی صاحب۔ یکم ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورۂ اخلاص و فاتحہ و معوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے۔ یا اللہ ان آیات کا ثواب روح مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ تابعین اور اولیائے اُمت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں، اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہونچے یا پہنچا دے۔ اسکی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں ان سب کی روح کو پہنچا دے۔ اوسے تمام مومنین و مومنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزا پور۔ مرسلہ منشی آدم۔ غرۂ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات وارادوا رثہ ان یطعموا طعاما المسلمین ھل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔

الجواب

لا ینبغی لھم ان یجیبوا لانھا ان کانت ضیافۃ فالضیافۃ فی الموت من النیاحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ بسند صحیح عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ وان کانت بزعمہ صدقۃ مع انہ لا صدقۃ من کافر ولا لکافر ففیہ ازدراء بالمسلمین لانہ یعد نفسہ الخبیثۃ متفضلۃ علیھم بالتصدق وایا ھم اکلی صدقتہ والید العلیا خیر من الید السفلی ولا ینبغی لید کافرۃ ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی ھذا ما ظھر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۰: از کلی ناگر۔ پرگنہ پورن پور۔ ضلع پیلی بھیت۔ مکان علن خاں نمبردار۔ مرسلہ اکبر علی شاہ۔ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں۔ اور جو برادر یا غیر ہوں۔ اون سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کیجائے یا نہیں۔ اور کھانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں۔ ولہذا اوسے فاتحہ کا کھانا۔ چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں "وارد است کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی می برد و صدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید۔ ازیں است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند" اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے۔ اور عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی صورت ثواب ہے۔

حضور پر نور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی کل ذات کبد حرّی اجر۔ ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی جس ذی روح کو کھانا

کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنہم۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فیما یاکل ابن اٰدم اجر وفیما یاکل السبع اجر والطیر اجر۔ جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے۔ جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما اطعمت زوجتک فھو لک صدقۃ وما اطعمت ولدک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ وما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ یعنی جب کہ نیت محمود اور ثواب مقصود ہو۔ اخرجہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے صرح فی الذخیرۃ بان التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر۔ درمختار میں ہے۔ الصدقۃ لارجوع فیھا ولو علی غنی لان المقصود فیھا الثواب اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ مجمع بحارالانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے۔ الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعھا کذلک فانھا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلاخلاف اور مدار کار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات تو جو کھانا فاتحہ کیلئے پکایا گیا۔ بلاتے وقت اُسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا۔ جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام کرکے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب۔ معہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم وموجب ثواب ہے۔ اگرچہ وہ اغنیاء ہوں وقد عرف ذلک فی الشرع بحیث لایخفی الاعلٰی جاھل۔ اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی عمل ہو اُس کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں کما تبین ذلک فی کتب اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں الاصل ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا کالحج وقراءۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتٰی وجمیع انواع البر والعبادۃ کالزکوٰۃ والصدقۃ والعشور والکفارات ونحوھا اوبدنیۃ کالصوم والصلوٰۃ والاعتکاف وقراءۃ القراٰن والذکر والدعاء اومرکبۃ منھما کالحج والجھاد وفی البدائع جعل الجھاد من البدنیات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولھذا لایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ما عملہ من ذلک الی اٰخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا اھ ونقلنا عبارۃ الشرح بطولھا لما فیھا من الفوائد۔ یوں بھی اس نیت محمود میں کچھ خلل نہیں، اگرچہ افضل وہی تھا کہ

صرف فقرا پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر۔ پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمانداری کی نیت سے پکائے جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں، تو اوسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اُس کا قبول کرنا چاہیئے۔ کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ غمی۔ ولہذا علما فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ جس طرح میت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے پان چھالیا کا اہتمام میت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ و ایصال ثواب کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی دعوت و مہمانداری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں۔ کما بیناہ ذلک فی فتاوٰنا۔

یونہیں چہلم یا برسی یا ششماہی پر جو کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں۔ وہ بھی بے اصل ہے۔ جس سے احتراز چاہیئے۔ ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔ آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار پزند و درمیان برادران بخش کنند چیز سے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند اھ ھکذا انقل عنہ شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔ خصوصاً جب اُس کے ساتھ ریا و تفاخر مقصود ہو۔ کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلا کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے نھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یوکل یعنی المتباری ای المتعارضین بالضیافۃ فخرا وریاء لا انہ للریاء لا للہ۔ یعنی جو کھانے تفاخر و ریا کیلئے پکائے جاتے ہیں۔ اون کے کھانے سے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما باسناد صحیح۔ مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کیلیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور مسلمان پر بدگمانی حرام ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لا وکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب ومن افرط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از کرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ۔ مرسلہ حبیب اللہ۔ ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ہو اللہ پڑھنا منع ہے۔ اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے لہٰذا اُمیدوار ہوں کہ کلام الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا۔ اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے۔

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے۔ وہ مسلمان میت کو نفع پہونچاتا ہے۔ اور فرض کے بعد کوئی چیز مولےٰ تعالےٰ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔ حدیث میں ہے من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع دوسری حدیث میں ہے احب الاعمال الی المولیٰ تعالیٰ ادخال السرور فی قلب المسلم جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے۔ وہ کذاب ہیں شرع مطہر پر افترا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے اون کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے

ان پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۰۲: ۱۳ ر شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے۔ بعد اس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں۔ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے۔ اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہ گار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں: "مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصًا آب وبعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ ودعا۔ ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ۔ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یانہ"۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء فصل ششم میں فرماتے ہیں: "در غرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ وروز عید وروز عاشورہ وشب برات پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندا می کنند ہر یکے باواز بلند اندوہ گین اے اہل واولاد من ونزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ"۔ اسی میں ہے "شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شرح الصدور احادیث ششتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست"۔ "اکثرے" کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں۔ تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقًا اسکی طرف نسبت کرنا کہ "این روایت را تضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافتراء ہے یا جہل واجتراء۔ اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا مرتبہ کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا۔ جہل شدید وسفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکام حلال وحرام میں، حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل

الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کریہ سب مسائل ادنٰی طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بین و مبرہن ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ رابعہ اور اُن سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے جیسا کہ ان کتب کے ادنٰی مطالعہ سے واضح و مبین ہے۔ ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویفسح فیھا۔ بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کردیا گیا۔ تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذا مات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء۔ جب مسلمان مرتا ہے اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما باہم ملے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں کہا نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔ ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ اُنھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین۔ بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی، قال بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت۔ مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔ رجح ابن البران ارواح الشھداء فی الجنۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت۔ امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا۔ راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر۔ جہاں چاہے آتی جاتی ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت۔ بیشک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں۔

"ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہر جاکہ خواہند می روند"۔ خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم بعض علمائے محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتیں اور پھیلتی ہیں، پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوٰی امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحموا فی غربتنا الخ بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز و شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ۔ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برات ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔ اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال و حرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء زیر ثنائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندًا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اُسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے۔ کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہا ضلال حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں۔ تو وہ حدیثیں بھی اُن کے دھرم میں مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد یہی اجوبہ انحو کر طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے۔ سخت جہالت فاحشہ ہے۔ **اقول**۔ اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اُسے نفیاً و

اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہو نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے۔ جسمیں احادیث بخاری و مسلم بھی جبتک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں۔ تو اولاً سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤخورد و دریا برد ہو جائیں۔ حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے۔ لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا اس بحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھیے رثائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے۔ جسمیں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیاً: علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل و فضل۔ عمل تو غیر قطعیات سب باطل و مہمل۔ ثالثاً۔ وہ تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔

رابعاً۔ عقائد و اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے۔ کہ احکام حلال و حرام میں کیا اعتقاد حلت و حرمت نہیں لگا ہوا ہے۔ اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود۔ اور جب حلال و حرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں۔

خامساً: بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً۔ اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انھوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کر دیں۔ جبتک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے۔ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔

سابعاً: ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھیے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اُس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں۔ اور وہیں وہیں اوسی موقع میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل و بے سند حکایت سے سند لایا۔ کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرما دیا تھا کہ "این سخن اصلے ندارد۔ و روایت بداں صحیح نشدہ است۔"

غرض محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جبتک حدیث قطعی نہ ہو۔ بخاری و مسلم بھی مردود۔ اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سر و پا حکایت مقبول و محمود۔ اور پھر دعوی ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے اس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم ویقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے۔ اور اگر دعائے نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے۔ بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم۔ آنے کے بارے میں تو اتنی کتب وعلماء کی عبارات اتنی روایات ہیں بھی نفی وانکار کے لیے کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے۔ تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا۔ اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔ ولکن الوھابیۃ لایعقلون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط

رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان۔ علمہ البیان۔ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما وقرآن۔ وجعلہ مظھر الصفات الرحمٰن۔ ولم یجعلہ معدا وما بقناء الابدان۔ والصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان۔ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان۔ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان۔ سیدنا ومولانا محمد الناقد حکمہ فی عوالم الامکان۔ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان۔ الحی المنعم فی القبر المکرم بفضل المنان۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شھادۃ یحیی بھا وجہ الدیان۔ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ شھادۃ توردنا موارد الرضوان۔ فصلی اللہ وسلم وبارک وانعم علی ھذا الحبیب القریب الملتقی البعید المرتقی الرفیع المکان۔ وعلی آلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان۔ وعلینا معھم وبھم ولھم یا جلیل الاحسان۔ وجمیل الامتنان۔ آمین آمین الٰہ الحق آمین۔

امابعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں۔ تنقیح مسئلہ علم وسماع موتٰی، وطلب دعا بمشاہد اولیاء میں جنھیں افقر العباد الوری عبدالمصطفٰے احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا۔ اور بلحاظ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات سے مسمّٰی کیا۔ اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ نے چند کلمے مسمّٰی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال جمع کیے تھے۔ ان کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماع موتٰی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف وکرامات پائندہ، اور ان کے فیض بدستور جاری، اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت واری۔ والحمدللہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل ط

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق واظہار ادعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا۔ صورت سوال یہ تھی (مسئلہ ۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا۔ اس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدہ درگاہ کبریائی آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں۔ بطفیل رسول[1] مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ ودرود شریف پڑھا۔ اور پیشتر میں پڑھا۔ یوں مزار گاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں زیادہ والسلام۔ فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزین بمہر ودستخط جناب تھا۔ جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی درجہ شائبہ شرک قرار دیا۔ اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ وامتناع سے کام لیا۔ تحریر شریف یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اسمیں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے۔ جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگان اہل قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اموات

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور بعبارت صور محال۔ اگرچہ بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ زیادتی ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر اور بجز اختیار پروردگار عالم ہے۔ بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اسکی دعا کو سن لیں جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک۔ اور ادنے درجہ شائبہ و شبہہ شرک تو ضرور ہوا۔ جس سے احتراز و اجتناب لازم وواجب۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے۔ سورہ یوسف میں وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور حدیث شریف میں ہے من حلف بغیر اللہ فقد اشرک اور اس حرمت کا سبب سوائے اسکے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ جو معنًا شرک ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافات محدثہ میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصدًا احتراز فرماتے ہیں۔ بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ ظلم کرا دن یعنی قسم ملا قولوں کر طرز ارشاد فریقین کے متضاد پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعا۔ واجنبیت دلیل و بے تعلقی دعوے اگرچہ حضرات نجدیہ کا قدیمی دستور۔ مگر فضیلت سے نہایت دور فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم ماثور۔ میرا قصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ و تنقیح بازغ سے کام لوں۔ اور تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ

---

[1] عجیب لطیفہ غیبی اقول وباللہ التوفیق۔ ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق ان کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جن نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کر دی میں عرض کروں۔ جب زیادت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عمومًا ہر میت کو حاصل کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے۔ تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ۔ بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہیے اور بیشک ایسا ہے اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصد آخر میں اسکی بعض تصریحیں آئیں گی۔ زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

[2] مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۲ مقال ۱۴ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے اوس وہابیت کا کام تمام کر دیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اوس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے۔ مولوی صاحب کے لفظ بیان ایسے واقع ہوئے جو اقرار و انکار دونوں کا پہلو دیں خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساغت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں۔ نہ آپ کے کلام کی اصلاح کر سکتا ہے مکا سترے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ منہ

براہین اثبات کا حصر وافی ہو۔ ازاحت شبہات کا احاطہ کافی ہو۔ مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے متزلزل اور اکثر اوہام جو ادھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہبا ء منثورا تو مجھے بہت کچھ بیت مؤنت وکمی مشقت ہوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں۔ مگر آرش تحریر کے بچھاکنا روا احادیث و آثار علمائے قدیم وحدیث وبتدے بحث اصل مدعا۔ یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا۔ اور بعد وصال ان کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں۔ انھیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محول رکھوں۔ باایں ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اوس پر سعا اون کے اصل مذہب[1] کے چار سو وجہ سے وارد گیر۔ واللہ المعین وبہ استعین

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

اور اس میں دو نوع ہیں۔ نوع اوّل۔ اعتراضات مقصودہ میں۔ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں لہذا انھیں کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی۔ برتقدیر اوّل۔ کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو۔ اگر کہیے نہ توان اللہ علٰی کل شیئ قدیر کا کیا جواب۔ اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں۔ برتقدیر ثانی آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔ برتقدیر ثالث، عادت اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ۔ درصورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عائق برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے۔ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں۔ حتی کہ کفار بھی، احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی۔ اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو۔ اور ماسوا کہ دعوے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اوّل رد کہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ درشق ثالث اوسکا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بین الفساد وبعبارۃ اخرٰی

[1] اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی نصرت مراد ہے۔ کہ حیثیت جادہے۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اوضح واجلی۔ جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادت ادراک عطا ہوئی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں، تو باذن اللہ دعا ئے زائر سُن سکتے ہیں، میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی قادر ہے یانہیں کہ یہ قوت اونھیں ہر وقت کے لیے بخشے، برتقدیر انکار سخت مشکل،[1] فعیینا بالخلق الاوّل۔ درصورت اقرار میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں۔ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہیے گا اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی۔ اوس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا۔ اور جس کی حقیقت شرک نہیں اوسکا گویا شائبہ کیونکر ہوا۔

سوال (۳) کیا آدمی اوسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ باقی کو حرام سمجھے یا صرف اُمید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ درصورت اولٰی واجب کہ نماز و روزہ اور تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اوسکے اعمال قطعاً مقبول۔ درصورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک ہونا مسلّم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ دعائے زائر سُن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت اُمید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں۔ پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے۔ اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حال خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یانہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا، یونہی[2] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی۔ اور اگر فرمائیے نہ تو جبکہ سائل بلاحصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں۔ آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی و قدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں۔ یا نہیں۔ برتقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ و شبہہ شرک ضرور ہو۔ حالانکہ بہت اکابر علماء و اولیاء نے وقت حاجت اوس پر اقدام فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خزاز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان و جلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر ہنگام فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے۔ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے اُستاد حضرت ابوحفص حداد و حضرت ابراہیم ادہم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول۔ نقل کل ذلك العلامۃ المناوی فی التیسیر[3] کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذ اللہ یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا۔ برتقدیر ثانی

---

[1] اگر تسلیم تحقیقی سے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت ان کر پھر اوس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیے۔ ۱۲ منہ

[2] تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و خبر مطلق نہ فقط اوتنا سمیع و بصیر مطلق۔ ۱۲ منہ

[3] تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یأکل الجمر ۱۲ منہ

زائر بیچارہ بلا حصول علم سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجیے سن لے۔ اسقدر سے اوسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک پہونچی ہے اور فرمائیے: تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق بنانا کیونکر سمجھا گیا۔

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود و امکنہ دنیا بدرجہ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اوس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار و ابن عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ان ﷲ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلہا) قائم علٰی قبری (زاد الی یوم القیٰمۃ) فما من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیہا۔ بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں: ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہما (زاد المناوی فی ای موضع کان)۔ یعنی اللہ تعالٰی نے اوس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اوسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اکثروا الصلاۃ علی فان ﷲ تعالٰی وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذٰلک الملک یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ۔ مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰی نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے۔ جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے۔ اللّٰھم صل وبارک علٰی ھذا الحبیب المجتبٰی ذا الشفیع المرتجٰی وعلٰی اٰلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلاۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔

جاں میدہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما میرود

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضران مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں، یہ بندۂ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں

نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرماسکتا ہے۔ نہ اسکی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذراسی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے، ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ۔

سوال (۷) کیا بات سننے کے لئے صورت دیکھنی بھی ضرور ورنہ عجب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق ملکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا۔ عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار ہو رؤیت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق علی الاول ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لئے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللّٰہ۔

سوال (۹) اون اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اوسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے۔

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو، جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحت استدلال انھیں امور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ میں مقامات متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ ایک ہی آیت فرمادیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور فرلور ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال (۱۱) سورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اوسکا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں۔ مولوی اسمٰعیل سے سنیے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ یعنی اکثر لوگ جو دعوائے ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" انتہی۔ خدارا اس میں مزارات اولیاء پر جانے یا اون سے کلام وخطاب کرنے کا کونسا حرف ہے۔ استغفراللّٰہ! نام کو بو بھی نہیں۔ تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اوس آیت نے جناب کا کونسا دعوٰے ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے توسیط عقول حق ہے۔ ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اوس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزوجل پر افترا۔ فان الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اور اللہ تعالٰی پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ از انجملہ ہے، سورۂ انعام میں ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون۔ یا نصرانی کہے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے۔ سورۂ عنکبوت میں وما یجحد باٰیٰتنا الا الظلمون ارشاد فرمایئے کیا ان

تقریروں سے اون کی استدلال تام ہوگئی۔ اور اون کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیے حاش للہ، واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلان وبہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو اون کے مرجع ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور بہت اچھی طرح پیش ہوسکتی ہے۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل ومورد سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے امید رکھتے ہیں۔ اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صنف آخر من ھذا النوع

یہاں اون اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں۔ بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشان فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشان رود وازانجا انجذاب دریوزہ کند اقول اولاً۔ جناب کے نزدیک مزارات اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ افسوس وہاں تو اون سے دعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا۔ یہاں خود اون سے بھیک مانگی جاتی ہے ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یوہیں معقول کہ وہ اسکی غرض سنے اور اسکی طرف توجہ کرے۔ ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائر وبجیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے، بےحصول علم مرتکب سوال کا ہے اوس نے گویا اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا۔ یا نہیں۔ اور شاہ صاحب یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں۔ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا ثالثاً؛ اونھوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی۔ پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرائی ہے۔ اب تو اطلاق کا پانی سرے اونچا ہوگیا۔

سوال (۱۳) اونھیں شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ؎

آنانکہ زراہ ناس بہی جستند | با لجۂ انوار قدم بنہادستند
فیض قدس از ہمت ایشان مجو | دروازۂ فیض قدس ایشان بستند

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اسکی شرح یوں کی۔ یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد۔ اقول کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلاحصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں۔ اس سے یہی بہتر کہ

کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنف نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد و کبرائے منکرین سے ہیں۔ شفاء العلیل میں کہتے ہیں۔ مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے۔ گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کہے یاروح اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے۔ یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اوس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو۔ اسکی دل پر آہ ملخصا۔ اقول اوّلاً اس ندائے یاروح کا حکم ارشاد ہو۔ ثانیًا یہ سائلان فیض جو بتقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب جا با بلاحصول علم قبور کے سامنے یاروح یاروح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علے الاطلاق مان کر اور مان و مترجم بتا جتا کر مشرک ہوئے یا نہیں۔

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیارت ادراک منی لکھی ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا مینمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود ازانہا می طلبند و می یابند۔ کیسے زیارت ادراک مسلم۔ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بحیز اخیتلد پروردگار عالم ہے۔ پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اون لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے۔ کیوں کر صحیح و مقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو ابو الحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے، اور اون کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے۔ اھ نقلہ البلہوری فی شفاء العلیل۔ ثانیًا۔ ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اون سے مانگتے اور پاتے ہیں، ملحوظ خاطر رہیں۔ کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ۔ کہا سچ اگرچہ برا مانیں ناواقف

ع۔ الناس اعداء لما جہلواہ غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

سوال (۱۶) اوسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اوسکے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں۔ از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست۔ اقول۔ انتفاع تک خیر تھی کہ بے قصد منتفع بھی ممکن استفادہ نے غضب کر دیا۔ کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ۔ پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا۔ کہ بندگان خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔ ثانیًا۔ لفظ جاری ست پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں۔ مگر مسلمانوں میں جاری ہونا۔ اور جو مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اون کی نسبت منقول ہند و عرب و ولایت میں ایسا جامع کتاب

سنت نہیں۔ بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے۔ اھ ملخصاً مترجماً۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔ نسبت بآنجناب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد۔ و فقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد۔

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں۔ یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

فروغ چشم آگاہی امیرالمومنین حیدر
زانگشت ید اللّٰہی امیرالمومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند۔ اھ۔ اقول اولاً۔ جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکلکشائی کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اونھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں۔ یا میری طرف توجہ سے التفات فرمائیں گے۔ ثانیاً۔ یونہیں جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مرتکب عرض و توجہ ہو کر انہوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا۔ اور حضرت کے طور پر وہ بڑا لقب پایا یا نہیں۔ ثالثاً۔ مزار پر جا کر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ہیں اون کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔ رابعاً۔ اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اون جہال کے وہم کا جو نیاز کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بنا پر فاتحہ فاتحۂ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔ خامساً۔ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کیلیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباع شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راساً مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے۔ وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد۔ شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا "اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے۔ اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے"۔ اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ اودھر سے بے طلب آیا ہو۔ بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل: می فرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین اتفاق افتد پیدا شد۔ آنجا میرفتم و بقبر ایشان متوجہ میشدم الخ۔ یارب جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتار شرک ہوئے یہ کہ اونھیں کے خوشہ چین اونھیں کے نام لیوا اون کے مداح اون کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔ ع وحسن نبات الارض من کرم البذر

صنف آخر من ھذا النوع

اس میں وہ سوالات مذکور ہونگے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک[1] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی۔ ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلمات علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ اس حرمت کا سبب سوا اسکے نہیں الخ

سوال ۲۱۔ اعتقاد نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت آیا لغۃً اوسکے معنے سے یہ امر مفہوم یا عقلًا خواہ عرفًا لازم وملزوم۔ کہ آدمی اوسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے کما رواہ النسائی وغیرہ اُس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ بینوا توجروا۔

سوال (۲۲) غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقًا شرک ہے یا خاص اوس صورت میں کہ اوسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ برتقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید۔ پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے اٰباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے اون میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔ اور فرماتا ہے وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہونچا سکینگے بے حکم خدا کے۔ صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔ امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شق اللہ علیہ جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰی اوسے نقصان پہونچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا۔ اللہ تعالٰی اوسے مشقت میں ڈالے گا۔ حاکم کی حدیث میں ہے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا بلٰی یا امیر المومنین یضر وینفع۔ کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہونچائے گا۔ الحدیث۔ برتقدیر ثانی۔ واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں۔ اور ہرگز اون کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ

---

[1] ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ

کے اس قول کے کیا معنی ہیں ؎ لعمری، وما عمری علی بھین : لقد نطقت بطلا علی الاقارع اور جناب کے نزدیک اوس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہا پیشوایان دین رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی۔ کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) غیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہرہ میں بنائے تحریم ہوئی، حالانکہ اوس کے دل کا حال خدا جانے۔ اب اون کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رسان بلکہ مالک نفع و ضرر بتائیں۔ اور وہ بھی کسے اوس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور یہ سون خران بے عقل نے اوسے پوجا ہو۔ وہ کون فرعون بے عون۔ نسئال اللہ عن حال الصون۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع و ضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل است ﷺ وجہ شایان تعظیم نیست۔

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع و ضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اوسے یونہیں فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دعا منگوانے ہیں تو وہ اعتقاد نفع و ضرر نکالا۔ جو معنیً شرک۔ حالانکہ وہ خود اون سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر (۱) اون کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اون سے بھیک مانگنا (۲) یا روح یا روح پکار کر اون کے فیض کا منتظر رہنا (۳) اپنی مشکلوں کا اون سے حل چاہنا (۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اون کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنعت سابق میں منقول ہوئے اون میں کتنا اعتقاد نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے اور (۵) لفظ انتفاع و استمداد تو خود بمعنی نفع یافتن و فائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقاد نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں انصاف کیجیے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری و حاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے اگر سبب ظاہری و مظہر عون باری جانا تو خالص حق اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہ کیطرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہم استقلال سے اوس کا اجتماع محال کما لا یخفی علٰی اولی النھٰی۔ بااینہمہ اگر یہ شرک ہے تو اوس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہرائیں ؎ ضاق عن وصفکم نطاق البیان۔

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہوئی تو اوس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اوسی طرح کے نفع و ضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنًا شرک ہے (۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دعا چاہی۔ جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا لاتنسنا یا اخی من دعائك اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا۔ رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

احمد وابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسانا۔ بھائی اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا۔ اور بھول نہ جانا۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے استغفروا لاخیکم واسئلوا له التثبیت فانه الاٰن یسأل اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اوس سے سوال ہوگا۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ۔ جب تو حاجی سے ملے سلام ومصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اُس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے (۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا فمن لقیہ منکم فلیأمرہ فلیستغفر لہ تم میں جو اُسے پائے اپنے لیے اوس سے دعائے بخشش کرائے اخرجہ مسلم والبیہقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا اون سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والا ہے۔ اخرجہ الخطیب وابن عساکر (۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اون سے دعا چاہی۔ اخرجہ ابن سعد والحاکم وابو عوانۃ والرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیۃ کلہم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ (۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق وامیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی اخرجہ ابن عساکر (۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح بطریق ابو معٰویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالك الدار رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں۔ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[1] الی قبر النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانہم قد ہلکوا فاتاہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہم انہم سیسقون الحدیث۔ یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور بیکسان صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ اپنی اُمت کے لئے اللہ تعالٰی سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اون صحابی کے خواب میں تشریف لائے۔ اور

---

[1] نص علی صحبۃ الامام القسطلانی فی المواہب ۱۲ منہ

[2] ہو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواہب۔

ارشاد فرمایا۔ عمر کے پاس جا کر ادسے سلام پہونچا۔ اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں۔ رواہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ مسائل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اُس کے حکم میں احیا و اموات و انس و جن و ملائک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں۔ کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امور شرک میں حیات و موت سے تفرقہ۔ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوۂ قدیمہ ہے۔ دائرۂ عقل و شرع دونوں سے خروج کیا زندے خدا کے شرک ہو سکتے ہیں۔ صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر خدا کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسیکی حلال نہیں۔ یونہیں اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا۔ بلکہ یقیناً احیاء سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی۔ کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مردے سب ایک سے۔ ولہذا شیخ شیوخ علمائے ہند مولٰنا و برکتنا سیدی شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا: اگر این معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود۔ توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و این ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین عزیز یہ نکتہ بہت بکار آمد ہے۔ اور اکثر اوہام و شبہات کا رد۔ فاحفظ تحفظ وتحظی من الرشد بادنی حظ۔

نوع دوم۔ مخالفات مولوی صاحب و ہم مذہبان مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہ عدیدہ و اصول و فروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گو نہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب اون مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں۔ نہیں۔ بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہو گئیں۔ کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھیے تو یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب و مسنون ہے یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق۔ مگر صاحب مأتہ مسائل کے بالکل خلاف۔ اونھوں نے جو قسم زیارت شرعاً بلا کراہت جائز مانی اوس میں مزارات عالیہ حضرات اولیاء اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال: دریں قسم زیارت کردن مقبرہ ولی و غیر ولی و شہید و غیر شہید و صالح و فاسق و غنی و فقیر برابر است۔ پھر اوس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اولٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا۔ بلکہ از زیارت قبور اغنیاء و ملوک زیادہ تر عبرت حاصل میگردد

مطلب یہ کہ جس[1] فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے، وہ مزارات اولیا میں ہرگز ایسا نہیں جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے، تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں وہ آنے زیادہ پائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقت زیارت قبور، درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن و حدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں۔ یا قرون ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں۔ ورنہ مذہب واستان درکنار اُصول طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا۔ اور اوسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں، تو اصول طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بناپر آپ کو حکم بدعت دینا تھا۔ یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں۔ جبتک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں۔ نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع و مشہور۔ تو اُصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا نہ مندوب و مسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مأۃ مسائل میں لکھتے ہیں۔ اذان دادن بعد از دفن بدعت و مکروہ است زیراکہ معہود از سنت نیست و آنچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ می باشد۔ وعبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر و

---

[1] اقول، وباللہ التوفیق۔ ان مردعاقل محرر مأۃ مسائل سے پوچھا چاہیئے کہ اگر تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اگر قبور احد و بقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لیگئے ہوتے۔ تاکہ اُمت کو اعتیاد انفع و انفس کی طرف ارشاد فرمائے یا نہ سہی برابر ہی سہی کم ہی سہی۔ کبھی ہی سہی ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنا کی وجہ خنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کیلئے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اور سکا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیا تم واو فر اوسیکو دانستہ ترک فرمائیں نہ وہ صحابۂ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن و طبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحا کا اہتمام و اعتبار کھیں۔ نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم ہر امر میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اسی میں منحصر ہونا قطعاً باطل و مدفوع خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کردینگی کہ صاحب مأۃ مسائل نسی ما قدمت یداہ اللہ سبحانہ وتعالے اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالے

والبحر الرائق والنہر الفائق والفتاوی العالمگیری۔ اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحب ماتہ مسائل نے لکھا اعلیٰ کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقت زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب مدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ اتنا باعلی فرمادیا کہ اموات کو فی نفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ اگر خود انہیں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیواریت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیز اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا مانا مُعلم ثانی سنکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا۔ سماعت موتی سوائے سلام جائز است۔ جواب دیا ثابت نیز کیا آدمی اُسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جبتک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کہ ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو۔ جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہ بناتے، بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں۔ اور اُن کے لئے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لئے حکم شرعی کیا ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے۔ تو قطعًا مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں۔ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے۔ آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمد للہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انک لا تسمع الموتی کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں نہ ہرگز اوس سے یہ معنی مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔ اولاً آیہ کریمہ یقینًا عام ہیں اگر اوس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعًا سلب کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشاد ربانی کے خلاف بعض اموات کے لئے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ ثانیًا۔ اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا۔ کہ نفس موت منافی سماع ہے۔ نہ یہ کہ موتی کو اصل قوت حاصل، اور عدم ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔ لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اوسمیں نفی سماع کا اصلا ذکر نہیں۔ کما ھو الحق الناصع اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اسکے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اوسکی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ فاقول وباللہ استعین

جواب اول۔ آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اوسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اوسکی آیہ کریمہ انک لا تہدی من احببت ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ یعنی لوگوں کا

یا نبی کی طرف سے نہیں۔ خدا کی طرف سے ہے۔ یوں ہی یہاں بھی ارشاد ہوا ان اللہ یسمع من یشاء وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمھاری طرف سے نہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔ الآیۃ من قبیل انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

جواب دوم۔ نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمع قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں کہ حقیقتاً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اوسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے۔ نہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۃ کریمہ انک لاتسمع الموتی۔ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فھم مسلمون ٭ تم نہیں سناتے مگر اونھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرماں بردار ہیں۔ اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے۔ پھر اوس سے کیا کام الآن وقد عصیت قبل تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا السماع المنفی فی الایۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ۔ سماع موتی کلام الخلق حق قد ٭ جائت بہ عندنا الاثار فی الکتب ٭ وآیۃ النفی معناھا سماع ھدی ٭ لایقبلون ولایصغون للادب۔ امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۂ فاطر فرمایا شبھہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم۔ مولانا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع ٭ جواب سوم۔ مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے۔ موتی سے۔ موتی کون ہیں؟ ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔ جسکی تصریحات بعونہ تعالٰی تمہید و فصل اول و دوم نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔ امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح۔ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور۔ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اوسکی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے۔ پھر اون کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں۔ کما سمعت وللہ الحمد اور ابھی ائمہ علماء کے جواب

اور بھی ہیں۔ وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید
مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا۔ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال راِطلاق
شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل۔ کما لایخفی۔ اور آپ نے بھی یوہیں بر سبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی
اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور المحق سے تو بیشک موافق مگر
طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے۔ ورنہ سائل ودیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلق جائز
سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاق فتوےٰ کے ذمہ رہے گا۔ فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے۔ اگر
نگاہ انصاف مبذول ہو تو چودہ سطروں پر پینتیس کیا کم ہیں۔ واللہ الہادی۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

اگرچہ حیات وادراک وسماع والصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب
کو ایک مجلد عظیم ودفتر ضخیم درکار اور خود ادن کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں۔ مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں
پر اقتصار اور مثل مقصد اول اوس میں بھی دو نوع پر انقسام گفتار۔

نوع اوّل: بعد موت بقائے روح وصفات وافعال روح میں۔ یہاں وہ حدیثیں مذکور ہونگی جن سے ثابت کہ روح
فنا نہیں ہوتی۔ اور اوسکے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا، پھرنا۔ سب بدستور رہتے ہیں۔
بلکہ اوسکی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں۔ حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی۔ یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں
زبان سے لیتے تھے۔ اب بغیر ادن کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یادآوری سہی۔ ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ
بیشمار احادیث وآثار سب حجت کافیہ ودلائل شافیہ جن میں (۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا (۲) روح کا پس از مرگ
آسمانوں پر جانا (۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا (۴) فرشتوں کو دیکھنا (۵) اون کی باتیں سننا (۶) اون سے
باتیں کرنا (۷) اپنے منازل جنت کا پیش نظر رہنا (۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا (۹) بدہمسایوں سے ایذا اوٹھانا (۱۰)
ملائکہ کا اون کے پاس تحفے لانا (۱۱) اون کی مزاج پرسی کو آنا (۱۲) اون کا منتظر صدقات رہنا (۱۳) قبر کا اون سے بزبان فصیح
باتیں کرنا (۱۴) اون کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا (۱۵) زندوں کے اعمال اونہیں سنائے جانا (۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا۔
برائیوں پر غم کرنا (۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا (۱۸) اون کے ملنے کا مشتاق رہنا (۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا (۲۰)
ہر گونہ کلام کے دفتر کھلنا (۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا (۲۲) اگلے اموات کا مردۂ نو کے استقبال کو آنا
(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا اون سے مل کر شاد ہونا (۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں ودوستوں کے حال پوچھنا

(۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا (۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا (۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا (۲۸) اون کی صحبت سے اُنس وفرحت یا معاذ اللہ خوف ووحشت پانا (۲۹) عالم دین کا علم شریعت (۳۰) اہلسنّت کا مذہب سنّت (۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اوس سرور وفرحت (۳۲) تالی قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت ودلکشا رکھنا (۳۳) دشمنان عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال پر ایمان لانا۔ (۳۴) نیک بندوں کا خدمت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔ (۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا (۳۶) حج کرنا لبیک کہنا (۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا (۳۸) بلکہ ملائکہ کا اونھیں تمام وکمال قرآن عظیم حفظ کرانا (۳۹) اپنے رب جل جلالہٗ سے باتیں کرنا (۴۰) رب تبارک وتعالٰی کا اون سے کلام جانفزا فرمانا (۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اون کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا (۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا (۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت اون کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح وشام اون کے اہل وعیال کی خبریں اونھیں پہونچانا (۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا جنت کی دائیاں مقرر ہونا مدت رضاعت تمام فرمانا (۴۵) نیکوں کا شوق قیامت میں جلدی کرنا (۴۶) بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا (۴۷) مقتولان راہ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا (۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اوڑتے پھرنا (۴۹) جنت کے پھل پانی کھانا پینا (۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا

اللّٰھم ارزقنا۔

اوران کے سوا بہت سے اُمور وارد ہوئے۔ جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام سیر وغیرہا صفات واحوال حیات پر برہان ساطع۔ بلکہ تمام آیات واحادیث عذاب قبر ونعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع۔ جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتٰی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں وہ صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں اُرواح کا بعد انتقال، اہل دنیا کو دیکھنا۔ اون سے باتیں کرنا۔ اون کی باتیں سننا اور اسی قسم کے اُمور متعلقہ بدنیا مذکور ہیا۔ اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لاعموم لھا۔ اگرچہ دقیق النظر کو اون سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ مع ہذا پھر اون میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت۔ لہذا صرف اونھیں بعض اُمور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں۔ جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں۔ اوّلاً جب بعد فراق بدن اون کا علم وادراک وسمع وبصر ثابت ہوا تو یہ بعینہ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے۔ کہ اوسی وقت سے نام میت اون پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اسمیں دخل نہیں۔ تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔ ثانیاً جب اون سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور اون آلات جبالیہ سے مستغنی تو اوس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہوسکتی ہے کہ جس پر جنابہ مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب

دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ روح پاک اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ یہ تودۂ خاک۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما[1] سے راوی اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا راوی والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انہ فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے۔ اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اوس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قیدخانہ میں تھا اب اوس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور با فراغت چلتا پھرتا ہے۔ ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر فاذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء دنیا مسلمان کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے جب مسلمان مرتا ہے اوسکی راہ کھول دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ماشبھت خروج المؤمن من الدنیا الا مثل خروج الصبی من بطن امہ من ذلک الغم والظلمۃ الی روح الدنیا یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اوس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اوس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔ اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے، جو رحم مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجیے۔ وہی نسبت چاہیے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس اور علم پرواز پنجرے میں پرندکی پرفشانی کتنی۔ ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اوس وقت اوسکی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یا ویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمعہ صعق۔ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اوسے اپنی گردنوں پر اوٹھاتے ہیں۔ اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اوسکی

[1] صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ

[2] فائدہ: اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے اخرجہما ابن ابی الدنیا۔ ۱۲ منہ

کہاں لیے جاتے ہو ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے، مگر آدمی کہ وہ سنے تو بیہوش ہوجائے۔ اقول اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہونگے، جب تک کہ اوس میں محذور نہ ہو۔ لہذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمد اللہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرمادیا کہ ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل وتشکیک باقی نہ رہا، وللہ الحمد۔

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اذا وضع المیت علی سریرہ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث (۵) امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ بیشک مردہ پہچانتا ہے اوسے جو اوسکو غسل دے اور جو اوٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اوتارے۔

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بشر بروح وریحان وجنۃ النعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اوسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل۔ اور اگر آب گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطا الا تکلم بکلام یسمعہ ما شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا تلعبن بکم کما لعبت بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القیمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی۔ جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں۔ ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنہیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اوٹھانے والو، تمہیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا۔ اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی۔ اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لئے چھوڑ چلا۔ اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا۔ اور حساب لے گا۔ تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی حبانؓ بن ابی حیلہ نے فرمایا بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

لہ: تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے۔ کتاب الادب المفرد میں۔ ۱۲ منہ

قال ان الشہید اذا استشہد انزل اللہ تعالٰی جسدا کاحسن جسد ثم یقال لروحہ ادخلی فیہ فینظر الی جسدہ الاول ما یفعل بہ ویتکلم فیظن انہم یسمعون کلامہ وینظر الیہم فیظن انہم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہ ۔ مجھے حدیث پہونچی کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا شہید کیلئے ایک جسم نہایت خوبصورت یعنی اجسام مثالیہ سے اوترتا ہے اور اوسکی روح کو کہتے ہیں اوسمیں داخل ہو۔ پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اوس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اوسکی باتیں سن رہے ہیں۔ اور آپ جو اونہیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اوسے دیکھ رہے ہیں۔ یہانتک کہ حورعین سے اوسکی بیبیاں آکر اوسے لیجاتی ہیں۔

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی ان سلمان الفارسی و عبد اللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال او تلقی الاحیاء الاموات قال نعم اما المؤمنون فان ارواحہم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت سلمان فارسی و عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰے عنہما نے ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دوسرے صاحب نے پوچھا کیا زندے اور مردے بھی آپس ملتے ہیں۔ فرمایا ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ اور اونھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔ مغیرہ بن عبد الرحمن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[1] فارسی تھے۔ رضی اللہ تعالٰے عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اون سے راوی قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلک اخبرتک الحدیث یعنی سلمان فارسی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دوں گا۔

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابو ہریرہ[2] رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ کہ اونھوں نے فرمایا لا یقبض المؤمن حتی یری البشری فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا وھی تسمع صوتہ الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع الی سریرہ قال ما ابطأ ما تمشون الحدیث مسلمان کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس وجن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے ندا کرتی ہے، مجھے لیچلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے۔ کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[3] رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی کہ فرماتیں ان المیت اذا وضع علی

---

[1] صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جنکی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ [2] صحابی جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جنکی عام شہرت انکی تعریف سے غنی ۱۲ منہ
[3] یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیبیاں ہیں پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ عابدہ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ

سریرہ فانہ ینادی یا اھلاہ ویا جیراناہ ویا حملۃ سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی الحدیث۔ بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے۔ پکارتا ہے اے گھر والو اے ہمسایو۔ اے جنازہ اوٹھانے والو دیکھو دنیا تمھیں دھوکہ نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ اذا مات المیت فملك قابض نفسہ فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسلہ وعند حملہ حتی یوصلہ الی قبرہ۔ جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اوسکی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے۔ نہلاتے اوٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فرشتہ اوسے قبر تک پہونچا دیتا ہے۔

حدیث (۱۳) وہی عمرو[2] بن دینار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی ما من میت یموت الا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم۔ ہر مردہ جانتا ہے کہ اوس کے بعد اوس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے لوگ اوسے نہلاتے ہیں، کفناتے ہیں اور وہ اونھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم اونھیں سے راوی ما من میت یموت الا روحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك۔ ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے۔ کیونکر غسل دیتے ہیں۔ کس طرح کفن پہناتے ہیں۔ کیسے لیکر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا برا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاذ ہیں۔ امام اجل بکر[3] بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ کہ اونھوں نے فرمایا بلغنی انہ ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملك الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری ما یصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل۔ مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اوسکی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اوسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اوس کے گھر والے کیا کرتے ہیں۔ وہ اون سے بول نہیں سکتا کہ اونھیں شور وفریاد سے منع کرے اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۲۵ مذکور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[4] علیہ الرحمۃ المنان سے راوی۔ ان المیت لیعرف کل شیئ حتی انہ لیناشد باللہ غاسلہ الا خففت علی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك۔ بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اوس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے

---

[1] تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علاء مکہ معظمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ [2] یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں۔ علمائے مکہ معظمہ ورجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ [3] تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں۔ رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔ [4] تبع تابعین ومجتہدان کوفہ ورجال صحاح ستہ سے ہیں۔ امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ۔

تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالیٰ لے سے راوی الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع مایقال لک الحدیث۔ روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، کہ اوسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی الدنیا سے راوی مامن میت یموت الا ورُوحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ۔ الحدیث۔ جو مردہ مرتا ہے اوسکی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبداللہ بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیلہ الی المقابر۔ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمۃ المسرورین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ آمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وعلی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

نوع دوم۔ احادیث سمع وادراک اہل قبور میں اور اسمیں چند فصلیں ہیں۔

فصل اوّل۔ اصحاب قبور سے حیا کرتے ہیں۔ حدیث (۲۰) اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اوسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر فو اللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر میں اوس مکان جنت نشان میں جہاں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے، یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلے اللہ تعالیٰ علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہما وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ فرمائیے اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا۔ تو اس شرم کے کیا معنی تھے۔ اور دفن فاروق سے پہلے اوس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔

لے یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں۔ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ ۔ ع تبع تابعین وعلمائے کمہ ورواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ ع تابعی جلیل القدر کما مر۔ ۱۲ منہ

اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ منہ

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ و حاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظھرانیہ والناس ینظرون. یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کر لوگ دیکھتے جائیں۔ مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے اُنکے پاس بیٹھنے. بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان اُمور سے جی بہلنا کیسا؟ **حدیث (۲۲)** شفاء السقام امام سبکی و ارشاد العین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی۔ آنس مایکون المیّت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔ قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اُس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اوس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اوٹھے، مردہ اوس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔ جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اوس کا گوشت تقسیم ہو۔ یہاں تک کہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم۔ احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ افعال و احوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذاء یابی محض بے معنی۔ **حدیث (۲۵)** امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لا تؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا فرمایا لا تؤذہ اسے تکلیف نہ پہنچا۔ حاکم و طبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا یا صاحب القبر انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک (او قبر والے قبر سے اوتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے، نہ وہ تجھے۔) مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔ روایت مناسبہ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[1] بصری سے راوی۔ میں ملک

---

[1] تابعی، ثقہ، فاضل رجال صحاح ستہ ہیں۔ ۱۲ منہ

شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اوترا۔ وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے لقد اذیتنی منذ اللیلۃ۔ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔ **روایت دوم**۔ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمٰن نہدی سے وہ ابن مینا[1] تابعی سے راوی۔ میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد اذیتنی اوٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا، مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

روایت سوم: حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ[2] رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی۔ اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میری قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن حبان و دارقطنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا واللفظ لاحمد کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا مردے کی ہڈی توڑنی اور اوسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔ بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم اور زائد یعنی درد دہ پہنچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی المقاصد الحسنۃ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابو عمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلا کر رونے یا اوس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچا اور اوس کا قرض جلد ادا کرو۔ اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو) یعنی قبور کفار و اہل بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (۲۸) امام احمد ابوالربیع سے راوی کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لما اسکتہ یا اباعبدالرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا۔ کسی کے چلّانے کی آواز سنی۔ آدمی بھیج کر اوسے خاموش کرا دیا۔ میں نے عرض کی اے ابو عبدالرحمٰن آپ نے اوسے کیوں چپ کرایا۔ فرمایا اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات یعنی انھوں نے ایک جنازے

---

[1] اجلۂ اکابر تابعین سے ہیں، زمانۂ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عالم رجال صحاح ستہ سے۔ ۱۲ منہ

[2] تابعی ثقۂ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے غیر انہ عندخ فی التعلیقات ۱۲ منہ

میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ۔ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی۔ اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔ تنبیہ۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا المیت یعذب ببکاء الحی علیہ زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔ جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ اور ابو یعلی نے ابوبکر صدیق و ابوہریرہ اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اوسکے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا۔ امام ابن جریر کا یہی قول ہے۔ اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا۔ پھر اوسکی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں۔ ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر از انجا کہ علماء کو اوسکے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر و استیعاب۔ لہٰذا اونھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالےٰ اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اوسے تکلیف پہنچانی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی۔ کسی نے اوس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے۔ یونہیں مردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج سے اون کے والد علاء[1] رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اون سے فرمایا یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتہا فانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ذلك۔ اے میرے بیٹے جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں "چوں دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بیندازید برمن خاک را یعنی اندک اندک اندازید واین اشارت است بآں کہ میّت احساس می کند و دردناک می شود بآنچہ دردناک می شود بآں زندہ۔"

فصل چہارم میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اون کا سلام سنتے اور اونھیں جواب دیتے ہیں۔ **حدیث (۳۳)** امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار و التمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

[1] تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ ہیں دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ۔

راوی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پہ گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔ امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں۔ اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواہب۔ اسی طرح امام ابو عمر و سید علامہ سمہودی[1] نے اسکی تصحیح فرمائی۔ ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب۔ امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ہریرۃ ایضا انتہی۔ قلت و ستسمع ذلک۔

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا و بیہقی وصابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام۔ جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اوسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اوسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اوسے جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے راوی قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فہل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم قال قل السلام علیکم یا اہل القبور من المسلمین و المومنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا۔ یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالے عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اون پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا۔ یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو۔ اہل اسلام اور اہل ایمان سے۔ تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالے تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالے عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ ای جوابا یسمعہ الحی والا فہم یردون حیث لا یسمع۔ یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں۔ جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔ اقول یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں اور اسکی نظیر وہ ہے جو حدیث ۵ امیں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا۔ کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے۔ مگر بول نہیں سکتی۔ کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیا کو سنا نہیں سکتے۔ ورنہ

---

[1] سمہودی گوید کہ احادیث در ہمین معنی بسیار است و این معنی در آحادیث و عموم مومنین متحقق۔ ۱۲ منہ

صحیح حدیثوں میں اوس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔ تنبیہ دوم۔ فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں صدہا بندگان خدا نے اموات کا کلام و سلام سنا ہے۔ جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔ تنبیہ سوم بس نافع وہم۔ اقول وباللہ التوفیق ما طرفہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا۔ اور اموات کے لیے سلام احیاء کا سننا مسلم رکھا۔ اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۲ ہو کے ہیں باطل مان لیں، کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ تمنا فیلین بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ اور عبارت پنجم میں صریحاً لفظ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایکسا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں اون سب استنادوں کو دفعتاً سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق آپ نے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری و سیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری و سیوطی کی سنیے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا اون کی تحقیقات قاہرہ و تصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ و اعتساف ہوتے ہیں۔ اودھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور اون پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا۔ اُن کا جواب سلام دینا اون سے اُنس حاصل کرنا اور اُن کے سوا صدہا اُمور جو ثابت و مذکور وہ کس جی سے مانیے گا۔ یا وہاں پھر افالف بعض الحدیث وکاف ببعض کی ٹھہرے گی۔ علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السّلام علیکم نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمہارے خلف ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں، فرمایا ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے۔ ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں کلام بھی سنیں جواب بھی دیں۔ اور پھر پتھر کے پتھر انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے ؎

ماسمیعیم و بصیریم و خوشیم ‏ ‏ ‏ با شما نامحرماں ما خامشیم

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور اون کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ۔ قسم اوسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا۔ جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷) بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔ حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی اللّٰھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھؤلاء شھداء وانہ من زارھم وسلم علیھم الی یوم القیٰمۃ ردوا علیہ الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دینگے تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہدا کو گئی۔ میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا۔ جواب سنا اور آواز آئی واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ سوار ہوئی اور واپس آئی۔

روایت دوم مناسب اور امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی۔ مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے۔ جمعہ کا روز تھا۔ صبح ہو چکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا۔ جب مقابر کے پاس پہونچے اُنہوں نے بآواز کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار جواب آیا وعلیک السلام یا ابا عبداللہ باپ نے میری طرف پھر کر دیکھا اور کہا اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا۔ میں نے کہا نہ۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا۔ اور کلام مذکور کا اعادہ کیا۔ دوبارہ ویسا ہی جواب ملا۔ سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

روایت سوم۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں اونہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی۔ ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اُس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا جواب آیا اور اسکے ساتھ یہ فرمایا۔ من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنھار جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اوسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[۱] سے راوی۔ قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اوس سے پہلے اور ایک دن اوس سے بعد۔ تنبیہ۔ اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں اون کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت وشناسائی اونھیں ان روزوں میں ہوتی ہے۔ اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں۔ ابھی سن چکے کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام اون کا علم

---

[۱] یہ تابعی ہیں۔ ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ

وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں

حدیث (۴۰) بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: واللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ **حدیث (۴۱)** احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین۔ بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اوسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی وطبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ اون کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا باسناد حسن اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا رجالہ ثقات۔

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردویہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ قسم اوس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اوسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جسمیں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فانہ یسمع خفق نعالھم ونفض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین۔ بیشک وہ یقیناً تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اوسکی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی وابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنہا وانصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم الحدیث ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اوسکے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا اب وہ تمھاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیس ۴۰ سے ۴۵ تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آج تک کوئی جواب معقول ان سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اون کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول وضع فی القبر سے تخصیص کریں۔ یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اوس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں۔ پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عند الانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولا طائل ہے **اوّلاً** یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اوسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے **ثانیاً** مقدمہ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فوراً وقت سوال نہ مل سکتی تھی۔ یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔ یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاہر است و دلیلی نیست بر آن وظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصلست میت را در قبر و زندہ گردانیدن میت، در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔

وثالثاً کما اقول سلمنا کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضروری تھا۔ مگر حاجت اوسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی۔ کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب کی یہی توجیہ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مارے سے مردے کو تکلیف یا ایذا[1] نہیں ہوتی۔ اوسکا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یوہیں چاہیے تھا کہ اوس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو نہ اصوات خارجیہ کے واسطے۔

ورابعاً کما اقول۔ ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس وقت میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی۔ حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہذا حالت حیات سے متقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنٰی ہے اور اب انکار سماع موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا، کما لا یخفٰی۔ اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائیگا۔ اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لا کر سماع میت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس وقت خاص ہی میں سہی تو اب حکم ارشاد ہو۔ اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اوس سے استمداد و طلب دعا کرے تو ابھی وہ بر بنائے انکار یعنی عدم سماع مستحق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقت خاص ہی میں اجازت دیدیجیے۔

وخامساً کما اقول ایضاً۔ موت کو تمام حواس و ادراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ

---

[1] تنبیہ۔ یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم۔ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

اگر پتھر ہونا ٹھہرا۔ تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا، سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے۔ اون حدیثوں سے جو فصل اول و دوم و سوم میں گزریں۔ جن سے ثابت کہ اموات علیہ اپنے زائروں کو پہچانتی۔ اور اون سے انس حاصل کرتی اور اون کے سلام کا جواب دیتی اور اون کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں۔ الی غیر ذالک من الامور المذکورۃ۔ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تغییر بھی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئیگی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتًا اون حضرات منکرین سے ہے جو عبارات علماء کے یہ معنی سمجھے۔ ورنہ فقیر کے نزدیک اون کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدۂ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں اون عبارات کو یاد کریں گے اوسوقت ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اوسکی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد وباللہ سبحٰنہ وتعالیٰ التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم ولکن لایجیبون۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں، پھر فرمایا تم نے پایا، جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا۔ یعنی عذاب کسی نے عرض کی حضور مردوں کو پکارتے ہیں۔ ارشاد فرمایا تم کچھ اون سے زیادہ سننے والے نہیں، پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا روح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اون کی لاشیں گریں، پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کوئیں میں بھر دیے گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ اور نام بنام اون کفار لئام کو اون کا اور اون کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا ورسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ۔ حضور اون جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں اوسے کچھ تم اون سے زیادہ نہیں سنتے مگر اونھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یونہیں صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور اوس میں یہ ہے کہ، نبی صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم تین دن بعد اوس کوئیں پر تشریف لے گئے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں فرمایا والذی نفسہ بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم ولکنہم لایقدرون ان یجیبوا قسم اوس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں اوسکے سننے میں تم اور وہ برابر ہو۔ مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۹) یوں ہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اما البخاری فساقہ بطولہ واما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یسمعون کما تسمعون ولکن لایجیبون، جیسا تم سنتے ہو، ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ۔ ان چھ حدیثوں سے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا۔ یا یہ امر صرف اون کفار کے لیے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا۔ حالانکہ اون کی تخصیص پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہو سکے۔ اور اوس سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا۔ حالانکہ نفس حدیث اوسکے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اون کا سننا ارشاد فرمایا، نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع۔ اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند۔ باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری و ارشاد الساری و عمدۃ القاری شروح صحیح بخاری۔ و مرقاۃ و لمعات۔ و اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہو چکی ہیں۔ جنکی تفصیل موجب تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں۔ تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وہ فرمائی جائے۔ جس میں اون کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برائی سمجھ لیں۔ اوسکے بعد ان شاء اللہ تعالٰی فقیر بعلی وۃ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہیں۔ اور شاید اون میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بہا النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر علی قبرہا فقال ما ہذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیہا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول اللہ تسمع قال ما انتم باسمع منہا فذکر انہا اجابتہ ان اقم المسجد۔ یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اون کا انتقال ہو گیا۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی، حضور اون کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو

مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی۔ پھر اون بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ سنتی ہے۔ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا اوس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔

حدیث (۵۳۱) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیر وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علیہ فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ ولا یجیب ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکن لاتشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقراٰن اماما فان منکرا ونکیرا یاخذ کل واحد منہما بید صاحبہ ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من لقن حجتہ الحدیث جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کر چکو۔ تم میں کوئی اسکے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ[1] کہکر پکارے کہ بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یوہیں ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اوسکے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اوس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا۔ گواہی اسکی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوسکے بندے اور اوس کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ نکیر و کمیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اوسکے پاس جسے لوگ اوسکی حجت سکھا چکے۔

فائدہ۔ امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اعتضد بشواھد وبعمل اھل الشام قدیما۔ یعنی اس دو وجہ سے قوت ہے۔ ایک تو احادیث اوسکے مؤید دوسرے زمانہ سلف سے علمائے شام اُسپر عمل کرتے آئے۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اوسکی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اوسکی تقریر فرمائی۔ اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا۔ اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور

---

[1] یعنی اوسے اوسکی ماں کی طرف نسبت کر کے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔ خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ

بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ و تابعین سے ہے۔ حضرت ابو امامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی۔ کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور۔ قلت بل والطبرانی ایضا علی ماساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اون کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اون سے پہلے ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے اعتضد بشواھد یرتقی بھا الٰی درجۃ الحسن (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اُسنے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۵۴ تا ۵۶۔ امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و اُستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد بن سعد[1] وضمرہ بن حبیب[2] و حکیم بن عمیر[3] سے راوی۔ ان سب نے فرمایا اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اوسکی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا جائے اے فلاں کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام۔ اور میرے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من ھذا الفصل

فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتے کی تصریح فرمائی۔ یونہی اون میں اکثر نے ثابت کردکھایا کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ و گفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جنہیں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسند صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا ما

---

[1] تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ۔ [2] تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[3] تابعی صدوق رجال ابوداؤد و ابن ماجہ سے ۱۲ منہ

[4] فائدہ۔ یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ

مررت بقبر کافر فالا بشرتہ بالنار۔ یعنی نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا، جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اوسے آگ کا مژدہ دیا۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال۔ اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا۔ ولہذا عمر بھر اوسپر عمل فرمایا۔ قبصی۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن و دیارکم قد سکنت و اموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ۔ یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں، کہ تمھاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمھارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمھارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا اے عمر بن الخطاب، ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کیے تھے۔ یہاں پائے۔ اور جو راہ خدا میں دیا تھا اوس کا نفع اوٹھایا، اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی، اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی طالب فنادی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین خبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابہ میت فقد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخیر بالقیح والصدید وما قدمناہ ربحناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال۔ یعنی ہم مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، حضرت مولا نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا! تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں، میں نے آواز سنی۔ کسی نے حضرت مولٰی کو جواب سلام دے کر عرض کی یا امیر المومنین آپ بتایئے، ہمارے بعد کیا گزرا امیر المومنین کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے فرمایا۔ تمھاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے۔ اور تمھارے مال سو وہ بٹ گئے۔ اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اوٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا۔ اوس میں تمھارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے۔ ایک مردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا اوسکا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا اوسکا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبحٰن من تفرد بالبقاء و قہر عبادہ بالموت سبحان الحی الذی لایموت ابدًا وھو الغفور الرحیم۔

تنبیہ۔ جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لیے قرار [illegible] فی مائۃ مسائل محالتبا اونہوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی۔ ورنہ اوسکے لفظ اول سے آخر تک صاف [illegible] ہے کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر دیکھیے کہ جناب مولانے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کیے۔ بلکہ [illegible] اون سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کیسے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنی تھے۔ پھر اون کی درخواست پر حضرت نے اخبار دنیا ارشاد فرما کر اونھیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اونہوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے؟ واللہ الموفق۔

حدیث (۴۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اوس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشا باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اوس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی۔ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون۔ ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے۔ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اوسیوقت اونکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اوٹھا کر اوسکے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا خیر ہے۔ کہا بتادے ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر، وہ آیت کونسی ہے۔ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی، مردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔

آگے لفظ حدیث یوں ہیں فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیھما ربی فی الجنۃ مرتین۔ یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلان جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اوس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دیا اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دوبار عطا فرمائی۔

نسئال اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ وصلی اللہ تعالٰی علی نبی الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ واصحاب السنۃ اٰمین اٰمین اٰمین۔

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنصیص و تلمیح و تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں، حضرات عالیہ صحابہ کرام و تابعین فخام و اتباع اعلام و مجتہدین اسلام و سلف و خلف علمائے عظام سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتہم یوم الدین آمین۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اگر بقدر قدرت اُن کے حصر و استقصار کا ارادہ کرے سو جزء کا مجلد سے مجلدے گزرے لہذا اولاً صرف ستّر ائمہ دین و علمائے کاملین کے اسمائے طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع واکثر۔ پھر دس نام اون عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا لدیہم ادھی وامر والحمد للہ العلی الاکبر۔

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم (۲) امیر المومنین علی مرتضٰی (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) حضرت سلمان فارسی (۵) عمرو بن عاص (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) ابوہریرہ (۹) عقبہ بن عامر (۱۰) ابوامامہ باہلی (۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث صینا مررت وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اور میں اون کے سوا اون صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک ہوتے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ یا حضور کی زبان پاک سے سنا مثل عبداللہ بن عباس و انس بن مالک و ابو رزین و براء بن عازب و ابوطلحہ و عمارہ بن حزم و ابوسعید خدری و عبداللہ بن سیلان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کر اون کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں۔ نہ مقام تمام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو اونہیں کی اقتصار جن کے خود اقوال و افعال دلیل مسئلہ ہیں۔ وباللہ تعالٰی التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلٰی (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن اللجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی

ومن تبع تابعین لطف اللہ بہم یوم الدین (۲۴) عالم قریش سیدنا ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدہم (۲۷) عالم اہل بیت رسالت حضرت امام

علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر الجلیل (۳۰) امام فقیہ عابد و زاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی (۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) امام عارف باللہ اجلیل فقیہ زاہد (۳۹) امام محدث محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام ربانی سیدنا علاء الدولہ سمنانی (۴۱) امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خاں و صاحب خلاصہ (۴۲) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام امام فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی (۴۴) امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام فخر الدین محمد رازی شافعی (۴۶) امام سعد الدین تفتازانی مصنف و شارح مقاصد (۴۷) امام ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحب فتاوٰی خبازیہ (۵۰) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ محمود بن محمد لولوی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات (۵۳) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (۵۵) امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) امام محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام ابوعبداللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) امام علامہ سید الحفاظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام (۶۴) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد (۶۵) امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور و بدور سافرہ و انیس الغریب و زہر الربٰی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی ولی اللہ احمد زروق (۶۹) سید عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) امام احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ (۷۱) محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام محمد عبدری مکی مالکی (۷۳) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) علامہ نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفا

فی اخبار دار المصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم (۷۶) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی شافعی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی اُستاذ محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ اُستاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فی الہند مولٰنا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات و جذب القلوب و مدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحر العلوم ملک العلماء مولٰنا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برد اللہ تعالٰے مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان ائمہ سلف و علمائے خلف سے صرف انہیں اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع و ادراک و علم و شعور اہل قبور کے نصوص ظاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر و استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ و براری واسعہ و جبال شاہقہ و بحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال

لہ قولہ۔ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے۔ اقول۔ اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء و مشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو پونے دو سو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں سو ائمہ سلف و خلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس ہوئے۔ آگے چلئے۔ من الصحابۃ والتابعین واتباعہم۔ (۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکلکشا صلے اللہ تعالٰے علٰی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم دائما ابدا (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابوقلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن عمیر (۱۲۰) عبداللہ بن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن (بقیہ آئندہ)

اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما و تیسر حالت حاضرہ ہیں فتلك مائة کاملة فیہم وفاء لقلوب جاقلة سو اولئك سادالی فجئنی بمثلہم، اذا جمعتنا یا جریر المجامع۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاہراً، تمام الکلام بمسلک الالزام، اب اونھیں لیجیے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) اون کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳)

(بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) (۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبری و احکام صغری (۱۲۳) امام ابوعمرو بن الصلاح محدث (۱۲۴) امام قاضی مجد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمٰن بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار و اختیار (۱۳۵) صاحب مطالب المومنین (۱۳۶) صاحب خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحب کنز العباد ہر سہ از ستند ان حنکلین طائفہ (۱۳۸) علامہ جہوری صاحب تصانیف کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داودی شارح منہج (۱۴۱) علامہ جلبی محشی صاحب درمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ (۱۴۵) مولنا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولنا محمد بن حسین کتبی حنفی مکی (۱۴۸) مولنا حسین بن ابراہیم مالکی مکی (۱۴۹) حضرت مولنا شیخ الحرم احمد زینی دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ در رد وہابیہ وغیرہا تصانیف علیہ (۱۵۰) مولنا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اون کے والد ماجد محمد عمری مدنی (۱۵۵) حضرت سیدی ابویزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیدی ابوعلی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیدی ابوسعید خراز (۱۵۹) حضرت استاذ امام ابوالقاسم قشیری (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلی اکبرآبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولانا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط المستقیم جنکی ملفوظات قرار دیگئی یہ مجموعہ پونے دو سو ہوا من بعضہم صریح البیان ومنہم افادۃ البرہان ومن بعضہم التقریر والاذعان وبعضہم لیس الخبر کالبیان والحمد للہ فی کل حین وآن اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر استیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تام قدرت قاصرہ و وسعت کاغذ سے ورا آخر نوع اول مقصد سوم میں ارشاد ان علمائے مذکور ہوگا کہ علم وسیع ولیہ ہوتی پر تمام اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے تو جتنے جسقدر ائمہ اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کتنے لاکھ ہے والحمد للہ رب العٰلمین اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہی جنکے دو ایک ظاہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر بمقام تحقیق و مرام توضیح و نظام تطبیق اور موافق و مباین جمہور کی تفریق سے

وہ محض غافل یا اغوائے عوام کو تغافل کرتے ہیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

اون کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴)، اون کے برادر نامور مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵)، اون کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں صاحب (۶)، اون کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۷)، مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸)، اون کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشھادتین (۱۰)، ان سب سے قوی مجتہد لوی میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی الی المنھج السوی وھو المستعان علی کل غوی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی۔

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین مقصد احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح[1] محدثین میں انھیں بھی شامل، معہذا امور قبور واحوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[2] موقوف بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے۔ اور اوسکی وجہ اقوال باب سے مناسبت جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب کیجیے، پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اول کے دوسو اور اہل صنف دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع درخانہ اگر کس است یکحرف بس است۔

تنبیہ: عدت قول جدت مقول یا تعدد منقول سے ہے۔ ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورت اخیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعث طول۔ لہٰذا انھیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مہم

نوع اول اقوال علماء سلف وخلف میں۔ ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔ تمہید اسمیں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں (۱) ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی۔ امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہٗ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا معاذاللہ ھذا من قول اھل البدع۔ خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔ (۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارۂ فوائد غسل میت فرماتے ہیں۔ اذا اعتنی المولٰی بتطھیر جسد یلقی فی التراب تنبہ العبد الی تطھیر ماھو باق

---

[1] علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں، الحدیث اعم من ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلہم وتقریرہم۔

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی اپنی ارجوزہ مسمی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں کہ ان السوال للانام ؛ فی بار وارد فی سبعۃ ایام ؛ کذا رواہ احمد بن حنبل ؛ فی الزھد عن طاوس الحبر العلی ؛ وحکمہ الرفع کما قد قالوا ؛ اذ لیس للرای فیہ مجال ؛ ولیس للقیاس فی ذا الباب ؛ من مدخل عند ذوی الالباب ؛ وانما التسلیم فیہ اللائق ؛ والانقیاد حیث انبا الصادق۔ ۱۲ منہ

وھو النفس فانہ لا یفنی عند اھل السنۃ والجماعۃ یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولٰی تبارک وتعالٰی نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائے گا۔ تو متنبہ ہوگا کہ اوسکی تطہیر اور بھی ضرور ہے۔ جو باقی رہنے والا[1] ہے یعنی روح کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔ (۳) امام[2] عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالیجاتی ہیں (۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔ (۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں لوکان المراد حیات الروح فقط لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المومنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یحسن لقولہ تعالٰی ولکن لا تشعرون معنی یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی۔ تو اسمیں اُس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مردے کو حاصل ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیات شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں۔ یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اول۔ موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلاجانا ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ جماد ہوجانا۔ **قول (۱)** امام ابونعیم حلیہ میں بلال بن سعد رحمۃ اللہ تعالٰی سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے یا اھل الخلود ویا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دار الی دار اے ہمیشگی والو۔ اے بقاوالو تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام وہمیشگی کے لیے بنے ہو۔ ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔ **قول (۲)** شرح الصدور میں ہے قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار علما نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست ونابود ہوجاتے۔ بلکہ وہ تو یہی روح وبدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب وجدائی ہوجانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے تنبیہ، تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا۔ جاتارہا۔ اور اسی طرح حجاب وجدائی ہوجانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں۔ ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا۔ موت عدم محض نیست چنانکہ دہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از جائے بجائے واز دارے بدارے۔ **قول (۴)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقاء

---

[1] نقلہ فی شرح الصدور عن المالیہ ۱۲ منہ

[2] تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ سلمہ

زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔ **قول (۵)** مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا لافرق لہم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولٰکن ینتقلون من دار الی دار اولیاء کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلا فرق نہیں اسی لئے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لیجاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اسکی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور کہا یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار اے ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ سے راوی۔ میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا۔ جب کفن کھولا اور اون کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اون کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا یا ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی اے ابو علی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی فرمایا بلٰی انا حی وکل محب للّٰہ حی لانصرنک بجاھی غدا میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملیگی اوس سے میں تیری مدد کروں گا۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی۔ میرا ایک مرید جوان مرگیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جان پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔ **روایت چہارم۔** وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ سے راوی۔ میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں۔ یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔ **روایت پنجم۔** جناب ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی۔ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ حضرت یہ اشرفیاں لیں۔ آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا۔ پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اوتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا موت کے بعد زندگی کہا انا حی وکل محب اللّٰہ حی میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے اس قسم کے صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

سے بذہ والارقیہ بعد باثل ذلک فی شرح الصدور ۱۲ منہ۔

فصل دوم موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اور اسکے علوم و افعال بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں پھر جمادیت کیسی اور اثبات تحسیس اور ادراک ذمہ مخص۔ **قول (۶)** امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفۃ و غیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لا یعتد بہ اھ ملتقطا یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے۔ بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں۔ اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں ہیں۔

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے فیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ و علیہ جمھور الصحابۃ والتابعین و بہ نطقت الایات والسنن۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اسکے سوا اور چیز ہیں۔ موت کے بعد اپنے اوسی ہوش اور ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے۔ اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔ **قول (۸)** امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں۔ لا تظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لا یھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضا حتی تظن انک اذا عدمت عدمت صفتک یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی۔ نہ وہ نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔ **قول (۹-۱۰)** امام نسفی عمدۃ الاعتقاد پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ الروح لا یتغیر بالموت مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا (**قول (۱۱)** علامہ توربشتی فرماتے ہیں الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقۃ البدن فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے لمعات لمعات[1]

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن۔ موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔ **قول (۱۳)** اوسی میں ہے ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت۔ بیشک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔ **قول (۱۴)** شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن و حدیث لکھ کر کہا فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت و ناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں: یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیر حدیث دوم گزری۔ **قول (۱۵)** مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے۔ عند المعتزلۃ وغیرھم البنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک

---

[1] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا تصعد و تنزل و تتصل و تنفصل و تذہب و تجیئ و تتحرک و تسکن و علی ذلک اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں ۱۲ منہ

فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی وھو الظاھر من قواعد الاسلام معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہلسنّت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے **قول (۱۶)** لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے سببیۃ الحواس للاحساس والادراک عادیۃ کما تقرر فی المذھب اما العلم فبالروح وھو باق ابدا لتقضی حواس کا سبب احساس وادراک ہونا امر عادی ہے جیسا کہ مذہب اہلسنّت میں ثابت ہوچکا اور علم تو روح سے ہے وہ باقی ہے۔ **قول (۱۷)** امام سیوطی فرماتے ہیں ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح یبقی بعد موت البدن وخالف فیہ الفلاسفۃ دلیلنا ما تقدم من الاٰیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا الخ تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض اعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے **قول (۱۸)** ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلۃ والروافض محتجین بان المیت جماد لاحیاۃ لہ ولا ادراک لہ بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوگئے یہ حجت لاکر کہ مردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک **قول (۱۹)** کشف الغطاء شاہ مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است **قول (۲۰)** اسی میں ہے فرقے نیست در ارواح کاملان در حین حیات وبعد از ممات مگر بترقی کمال

فصل سوم

ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل **قول (۲۱)** امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں ؎ یعرف من یغسلہ ویحمل ٭ ویلبس الاکفان ومن ینزل۔ مردہ اپنے نہلانے والے اٹھانے والے کفن پہنانے والے قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے **قول (۲۲)** تا (۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور[۲۳] امام قسطلانی مواہب اور[۲۴] علامہ زرقانی شرح میں تقریباً فرماتے ہیں۔ واللفظ لاحماء من اتصل الی عالم البرزخ من المومنین یعلم احوال الاحیاء غالبا وقد وقع کثیر من ذلک کما ھو مسطور فی مظنۃ ذلک من الکتب جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے **قول (۲۵)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کند بر وجود علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکر دین

فصل چہارم

اموات سے حیا کرنے میں **قول (۲۶)** ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی وہ ایک مقبرہ پر گزرے پیشاب کی حاجت سخت تھی کسی نے کہا یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجئے فرمایا سبحان اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء سبحان اللہ خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی زندوں سے **قول (۲۷)** جب سیدنا امام شافعی مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما و عن اتباعہما نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لا یقول بہ میں

امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں. حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان ونحوہ العلامہ ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولھا واعادہ فی اخرھا عن بعض شراح منھاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شھاب الدین شارح المنھاج بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا سبب دریافت ہوا جواب دیا ادب مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا استحیی ان اخالف مذھب الامام فی حضورہ مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے مذہب کے خلاف کروں ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر واخفا یا رفع و ترک یا مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فارق تھا. للہ انصاف اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا (**قول** ۲۸ تا ۳۱)

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے اسی طرح اس بقیع پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے سلام چلا جانا مروت و ادب سے بعید ہے مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا شیخ محقق نے جذب القلوب میں بعض دیگر علماء سے اس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں مسلک متقسط میں ہے ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا الخ تاریخ مدینہ میں ہے متاخرین علما اختلاف کردہ اند کہ ابتدا بزیارت کہ کنند طائفہ برانند کہ ابتدا بزیارت حضرت عباس کنند وہر کہ با وے در یک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل و اقرب است و از پیش ایشان در گزشتن و بزیارت دیگران متوجہ شدن نوعے از جفا و سوء ادب باشد الخ اسی میں ہے محصل کلام بعضے از علما آن ست کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ و عمن معہ و بعد ازاں ہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا ادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وی گزشتن و جائے دیگر رفتن از عالم مروت و حفظ طریقہ ادب بغایت دور است قال بعضھم وھو مقصد صالح لایضرہ معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف الخ

فصل پنجم افعال احیاء سے تاذی اموات میں **قول** ۳۲ تا ۳۴ مراقی الفلاح میں فرمایا اخبرنی شیخی العلامۃ محمد

بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی باھم یتاذون بخفق النعال مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے علامہ طحطاوی[۳۴] نے اس پر تقریر فرمائی **قول** (۳۵) حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اُسے ایذائے ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وی از جہت تضمن وی اہانت و استخفاف را بوی واللہ اعلم **قول** (۳۶ و ۳۷) عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی[۳۵] حدیقہ میں فرماتے ہیں معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستھانة فتاذی بذلك اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔ **قول** (۳۸ و ۳۹) حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہما میں ہے مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں ۱ **قول** بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے **قول** (۴۰ و ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا از ینجا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد بتمام انچہ متالم می گردد بدان حی و لازم این ست کہ متلذذ گردد بتمام انچہ متلذذ می شود بداں زندہ۔

تذئیل مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں درمختار میں ہے حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اُسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب و عذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا ردالمحتار میں ہے اوردالمحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتالم مع انہ ورد انہ یتالم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی ادم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والا لزم ان لا ینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ انتھی ۲ **قول** تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی فی القول ۱۹ اور خود عذاب و ثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم

ملاقات احیاء و ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے **قول** (۴۲) امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا عو یا فتونی ان انی المقابر جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں **قول** (۴۳) امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسام زیارت

میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی **قول** (۴۴) جذب القلوب میں فرمایا زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقتیست کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار ست
قول (۴۵ و ۴۶) فتاوائے قاضی خان پھر فتاوی عالمگیری میں ہے ان قرأ القراٰن عند القبور نوی بذٰلک ان یؤنسہ صوت القراٰن فانہ یقرء مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے **قول** (۴۷ تا ۴۹) ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا ان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الاٰثار بیشک اللہ تعالٰی کے ذکر سے مردے کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے **قول** (۵۰ تا ۵۸) امام قاضی خان فتاوائے خانیہ شرنبلالی نور الایضاح و مراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر علامہ ابو السعود وفاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً اور شامی حاشیہ در میں استناداً اور خزانۃ الروایات میں فتاوی کبرٰی سے اور امام بزازی فتاوی بزازیہ اور شیخ الاسلام کشف الغطا میں اور ان کے سوا اور علما فرماتے ہیں واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیونس المیت چوب وگیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے علامہ شامی نے اسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا اس بنا پر مطلقاً کراہت ہے اگرچہ خودرو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے **تنبیہ** فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات گزشتہ سے دو جلیل فائدے حاصل اولاً نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اس کی بقا تک ہر شجر و حجر زبان قال سے اس رب اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کہ ان میں صرف زبان حال ہے جیسا کہ ظاہر جینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لایخفی اور آیہ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ خود اس پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا ولٰکن لاتفقہون تسبیحہم تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے ہیں ؎ ہر گیاہے کہ از زمیں روید ٭ وحدہ لاشریک لہ گوید۔ اور خود مذہب اہلسنت مقرر ہو چکا کہ تمام ذرات عالم کے لیے ایک نوع علم و ادراک و سمع و بصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن و احادیث کے صدہا نصوص ناطق ہیں اگر جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالٰی پانسو سے کم نہ ہوں گے ان سب کو بلاوجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذہب اہل السنۃ وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار ونشہد لہ مکاشفۃ اہل المشاہدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقد ان شہادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد من النصوص یحمل علی ظاہرہ مالم یصرف عنہ صارف ولاصارف ھنا کما لایخفی ملتقطا ۱۲

[2] فقیر نے اپنے فتاوی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق

بقیہ بر صفحہ ۲۸۵

مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا **ثانیاً** اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز و صاف و قوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جیسے اکثر احیا نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی **قول (۵۹ تا ۶۲)** مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے وضع الورود والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا **فائدہ** مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا

فصل ہفتم

وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں **قول (۶۳ و ۶۴)** مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری منسک متقسط شرح منسک متوسط پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں من اداب الزیارۃ ماقالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علما نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا) تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا **قول (۶۵)** مدخل میں فرمایا کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلاۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتہی ونور اللہ لا یحجبہ شیئ ھذا فی حق الاحیاء من المومنین فکیف من کان منھم فی الدار الاخرۃ اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیا پر علم و شعور ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں **قول (۶۶)** شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی نقل فرماتے ہیں درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشان نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران را می شناسند وسلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا **قول (۶۷)** انیس الغریب میں فرمایا ع ویعرفون من اتاھم زائرا جو زیارت کو آتا ہے مُردے اُسے پہچانتے ہیں **قول (۶۸)** تیسیر میں ہے الشعور باق حتی

۱؎ مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما صید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابوالشیخ نے روایت کی ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان کے پاس ایک کلاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم و کامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ما صید صید ولا عضدت عضاہ ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے ۱۲ منہ

بعد الدفن حتی انہ یعرف زائرہ شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے **قول (۶۹)** لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز جمعہ علم وادراک بیشتر ازانچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر۔ شرح سفر السعادۃ میں بتفصیل وسنح تر فرمایا کہ خاصیت سیم آنکہ روز جمعہ ارواح مومنان بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی وتعلق واتصال روحانی نظیر وشبیہ اتصالی کہ ببدن دارد وزائران راکہ نزدیک قبر می آیند می شناسد وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست ازجہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت ازنزدیک بیشتر وقوی تر باشد از شناخت دور ودر بعض روایات آمدکہ این شناخت دراول روز بیشتر است از آخر آن ولہذا زیارت قبور درین وقت مستحب تراست وعادت درحرمین شریفین ہمین است **قول** ولاعطر بعد العروس **قول (۷۰ و ۷۱)** شیخ وشیخ الاسلام نے فرمایا واللفظ للشیخ فی جامع البرکات تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بزائران واحوال ایشاں ثابت است واین امریست مقرر دردین **قول (۷۲)** تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ نقل فرمایا ہذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا اذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ہذا ہو المعقول عند جمیع الامم یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے **قول (۷۳ و ۷۴)** اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا درین حدیث دلیلی واضح ست برحیات میت وعلم وی وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان ومراعات ادب بقدر مراتب ایشان چنانکہ درحالت حیات ایشان۔ پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے ہل ہذا الا اثبات العلم والادراک یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے

فصل ہشتم

وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے اور اُن کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں[1] **قول (۷۵ تا ۷۸)** امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب الدین طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں: امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا فقال لی یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ہذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ (انھوں نے فرمایا اے محب الدین آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں، میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں) **تنبیہ** اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے

---

[1] تنبیہ جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ

کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا **تذییل** امام یافعی امام سیوطی اعنی امام اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابر میں پر ان کا گزر ہوا بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے کسی نے سبب پوچھا فرمایا میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رویا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا قد شفعناک فیھم ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل میں بھی انھیں میں ہوں میں فلانی گائن ہوں میں نے کہا وانت معھم تو بھی ان کے ساتھ ہے اس پر مجھے ہنسی آئی اللھم اجعلنا ممن رحمتہ احیاء و امواتا آمین **قول (۷۹)** زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا ان للروح شانا اٰخر فتکون فی الرفیق الاعلٰی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبھا رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناک الی ان قال انما یاتی الغلط ھٰھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض روح کی شان جدا ہے باآنکہ ملاء اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے **قول (۸۰)** علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں رد السلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملتہ ومن غیر الانبیاء والشھداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن من الرد مع کون ارواحھم لیست فی اجسادھم وسواء الجمعۃ وغیرھا علی الاصح لکن لامانع من ان الاتصال فی الجمعۃ والیومین المکتنفین بہ اقوٰی من الاتصال فی غیرھا من الایام اھ ملخصا انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال اقوٰی ہے **قول (۸۱ و ۸۲)** شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا الاحادیث والاٰثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لاتوقیت فی ذٰلک احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے اس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت[1] کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں **قول (۸۳)**

[1] وفیہ امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا ویسلموا ردا علی المسلم فی ای یوم قالہ ابن القیم مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم تصریح کی

بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقین موتی فرمایا عند اھل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لانہ یجیب علی ماجاءت به الاٰثار۔ اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم اولیا کی کرامتیں اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں **قول** (۸۴) امام نووی نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزاراتِ[1] اولیا کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں وستقف علی ذٰلک ان شاء اللہ تعالٰی **قول** (۸۵ و ۸۶) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا تفسیر کردہ است بیضاوی آیۂ کریمہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا الاٰیۃ بصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان ونشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت و سیاحت میکنند دراں پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف وقوت از مدبرات **قول** (۸۷) علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضاً ومن زعم خلاف ذٰلک فھو جاھل متعصب ولنا رسالۃ فی خصوص اثبات الکرامۃ بعد موت الولی اھ ملخصاً اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے **قول** (۸۸ و ۸۹) شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محققی الحنفیۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم الی ان قال قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃ علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنحصر لان منھا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً وامواتاً الی یوم القیامۃ علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف ہے تو اولیا کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں تمام علمائے اسلام یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیائے زندہ ومُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا **قول** (۹۰) اُسی میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں **قول** (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجا لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت وعبرت

[1] ف زیارت گاہی از جہت انتفاع اہل قبور بود چنانچہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب

محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔ **قول (۹۳)** جامع البرکات میں ارشاد فرمایا

اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد۔ **قول (۹۴)** کشف الغطا میں ہے ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بسبب قرب و مکانت و منزلت از رب العزۃ کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چون ہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر از آن۔ **قول (۹۵ و ۹۶)** شرح مشکوٰۃ میں فرمایا یکے از مشائخ[1] عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما و دو کس[2] دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است۔

فصل دہم

الحمد للہ برزخ میں بھی اُن کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔ **قول (۹۷)** امام اجل عبد الوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتی یجاوزوا الصراط تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہوجائیں۔ اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں فرمایا قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سؤال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی راٰہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک قال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاھم الامام مالک فقال مثل ھذا یحتاج الی سؤال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم اوتاد الارض وارکان الدین وامناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ہم نے کتاب الاجوبہ عن الائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء و صوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں جب حساب لیا جاتا ہے جب عمل تُلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انھیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہوگئے اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول و سختی کے وقت

[1] یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما رواہ عنہ الامام نور الدین ابو الحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسندہ ۱۲ منہ

[2] یعنی شیخ عقیل منبجی و حضرت شیخ ابن قیس حرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہم فی البہجۃ ۱۲ منہ

دُنیا و آخرت میں اپنے پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ؎

حسبی من الخیرات ما اعددتہ ؛ یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن ؛ دین النبی محمد خیر الورٰی ؛ ثم اعتقادی مذھب النعمٰن ؛ وارادتی وعقیدتی ومحبتی ؛ للشیخ عبد القادر الجیلانی ؛ ؎

وہ بخاک رضا شدم گفتم ؛ کہ تو چونی کہ ماچنان شدہ ایم ؛ ہمہ روز از غمت بفکر فضول ؛ ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم ؛ خبری گو بما ز تلخی مرگ ؛ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم ؛ قادریت بکام ما کردند ؛ سنیت را گدائے میکدہ ایم ؛ شیر بودیم و شہد افزودند ؛ ما سراپا حلاوت آمدہ ایم ؛

تنبیہ نبیہ ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا پہلے اہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو تو بہ کہاں وہ اور کہاں اتباع بلکہ بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں بہت مجسمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن سے خوش ہوں گے کلّا واللہ ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہی جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین یوہیں نجد کے حنبلی ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعان قرن طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حُبلی و جُنفی ہیں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم [۱۳۰۲] کی شرح مجیر معظم [۱۳۰۲] میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی اما ہوس کار اینکہ نزد ایشان اتباع ہوائے نفس کمال التصوف و در احکام شرع تغافلے تعرف مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و داہی ریاضت این راہ روزہا دارند اما بر گردن و نمازہا گزارند بمعنی ترک کردن و نہ آنکہ از نہا باکی دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابی ندارند و خود از نہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند من و خدا اے من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی سایہ ما دور باد از ما دور الخ اھ ملخصاً معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواح گزشتگان مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ اُن پر نظر فرمائیں سنت الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں اللہ تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواہ البخاری جب ان کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا ع گر بر تو حرام است حرامت باد سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں شفاعتی یوم القیمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اہلہا میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اُس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے

۱؎ حَبال بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ ۲؎ جنف بفتحتین میل و جور ۱۲ منہ

اہل سے نہ ہوگا رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم و بضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللھم آمین **قول** (۹۸ تا ۱۰۰) امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق[۹۹] پھر شیخ الاسلام[۱۰۰] فرماتے ہیں واللفظ لشرح المشکوۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ می شود دوی در حیات استمداد کردہ میشود بوی بعد از وفات **قول** (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ[۱۰۲] نے شرح مشکوۃ میں فرمایا صالحان را مدد بلیغ است زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشان **قول** (۱۰۳) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتٰی کی تحقیق کرکے فرمایا ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے **قول** (۱۰۴ و ۱۰۵) ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے **قول** (۱۰۶) امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں ان کان المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ یبدؤ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشروع لہ۔ ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجھم ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الاخرۃ اکثر فمن اراد حاجتہ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالٰی وخلقہ وقد تقرر فی الشرع وعلم ما للہ تعالٰی بھم من الاعتناء وذلک کثیر مشھور وما زال الناس من العلماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورھم ویجدون برکۃ ذلک حسا و معنی اھ ملخصًا یعنی اگر صاحب مزار اُن لوگوں میں سے ہے جن سے اُمید برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے پہلے حضور اقدس سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل اور ان کی تکرار وکثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چنا اور فضیلت وکرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچا یونہی بعد انتقال اُن سے زیادہ پہنچائے گا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات[لہ] پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اُس کی مخلوق میں اور بیشک شرع میں مقرر ومعلوم ہوچکا کہ اللہ تعالٰی کو اُن پر کیسی عنایت ہے

لہ قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آں جناب واستفاضہ خیرات وبرکات از ایشان نماید موجب مزید خیر وزیادت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب

اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں **قول** (۱۰۷ تا ۱۰۹) اشعہ میں فرمایا سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت روزی شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امداد حی قویست یا امداد میت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیراکہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست (قال) و نقل درین معنی ازین طائفہ بیشتر ازان است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف این باشد و رد کند این را اھ **قول** (۱۱۰) اُسی میں ہے بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند **قول** (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ سے ناقل چون می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را نیز ازین دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض می شود و اگر بر عکس بود بر عکس شود **قول** (۱۱۳ و ۱۱۴) مولنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل درویشی از شیخ سوال کرد کہ چون بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگی ہماں باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکی آنکہ چون بزیارت کسی می رود چندانکہ میرود توجہ او زیادہ می شود چون بسر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او میشود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر دہد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکیست اما بآن موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصا **قول** (۱۱۵ و ۱۱۶) سیدی جمال مکی کے فتاوی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم انبیا و رسل و اولیا و صالحین بعد رحلت بھی فریادرسی فرماتے ہیں

فصل یازدہم تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے

قول (۱۱۷) امام عزالدین بن عبد السلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں انا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرک لما کان فیہ فائدۃ حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ **قول** (۱۱۸) امام ابو عمر ابن عبد البر نے فرمایا احادیث زیارۃ القبور والسلام علیھا وخطابھم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلک اھ ملخصا زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں **قول** (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول لقد شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں **قول** (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ سماع موتی نقل کرکے فرماتے ہیں ھو الظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث

سلام اہل قبور یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں **قول (۱۲۱)** علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے ذلك ان السلام علی من لا یشعر محال کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں **قول (۱۲۲)** شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں خطاب با کسیکہ نہ شنود ونہ فہمد معقول نیست و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت **قول (۱۲۳)** مولانا علی قاری شرح اللباب میں دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنّت ہے فوت ہوجائے

فصل دوازدہم اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب کلام میں **قول (۱۲۴ تا ۱۲۷)** منسک متوسط[124] ومنسک متقسط[125] واختیار[126] شرح مختار و فتاوی عالمگیری میں ہے واللفظ للاخیرین خانہ انسط کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل الجزاء عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنھاجہ خیر مسلك وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاھلہ حتی اتاك الیقین آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزا و عوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ و طریقہ پر چلے آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو آراستگی دی آپ نے صلہ رحم فرمایا آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت الاسلام والمسلمین حیا و میتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام کنت للمسلمین اماما مرضیا وھادیا مھدیا جمعت شملھم واغنیت فقیرھم وجبرت کسیرھم اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو) کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام ومسلمین کی رعایت فرمائی آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنما راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کردیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی **قول (۱۲۸ تا ۱۳۰)** امام خطابی نے دربارہ تلقین فرمایا لاباس بہ اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ تعالٰی وعرض الاعتقاد علی المیت (الی قولہ) وکل ذلك حسن اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں نقلہ القاری[129] فی المرقاۃ بعینہ اسی طرح ذیل مجمع البحار[130] میں مذکور وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الی یوم النشور

فصل سیزدہم بعد دفن میت کو تلقین اور اُسے عقائد اسلام یاد دلانے میں۔ یہ فصل فصل دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے اسلام اور قسم کا خطاب ہے کلام ہے کما لایخفی، میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائل تلقین ہیں الا من شاء اللہ **قول** (۱۳۱ تا ۱۳۳) امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں، امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا ان ھذا (ای منع التلقین) علی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث (ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ) محمول علی حقیقۃ لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ماجاءت بہ الاٰثار وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ **قول** (۱۳۴ و ۱۳۵) درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے انہ مشروع عند اھل السنۃ بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے **قول** (۱۳۶) نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کیف لا یفعل وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہل سنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے **قول** (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا لا یؤمر بہ ولا ینھی عنہ تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں نقلہ فی النہایۃ وغیرھا حلیہ[۱۳۷] میں اسے نقل کرکے فرمایا ظاھرہ انہ یباح اس قول سے ظاہر اباحت ہے **قول** (۱۳۹) امام فقیہ النفس قاضی خان نے فرمایا ان کان التلقین لا ینفع لا یضر ایضا فیجوز تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہوگی اثرہ المذکور ان اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے **قول** (۱۴۰ تا ۱۴۳) صاحب عباب فرماتے ہیں انی سمعت استاذی قاضی خان یحکی عن الامام ظھیر الدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز میں نے اپنے استاذ قاضی خان کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض[۱۴۲] ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی کہ میں نے انھیں تلقین کی پس جواز ثابت ہوا نقلہ فی شرح النقایۃ اسی طرح صاحب[۱۴۳] حقائق نے بتصریح[۱] اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی صاحب عباب سے نقل کیا کما فی الحلیۃ امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں ینبغی ان فعلہ لاجر علی ترکہ یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے) پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد وعمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما بسطناہ فی المقصد الثانی **قول** (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع

---

[۱] یعنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ بعد ما دفن ۱۲ منہ

بھی اور وقت دفن بھی نقلہ فی الھندیہ[143] **قول** (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے اتفق کثیر علی التلقین بہت علماء کا تلقین
پر اتفاق ہے **قول** (۱۴۷) نور الایضاح میں ہے تلقینہ فی القبر مشروع مُردے کو تلقین کرنا مشروع ہے
قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[144] والمزید سے ناقل التلقین بعد الموت
فعلہ بعض مشائخنا ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے **قول** (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز
جواہر[145] سے منقول سئل القاضی مجد[146] الکرمانی عنہ فقال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی
ذلك حدیثان قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور
اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں **قول** (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول کیف لایفعل
مع انہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع للمیت تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میت کا فائدہ
ہے **قول** (۱۵۴) کشف الغطا میں ہے بالجملہ بمقتضائے مذہب اہلسنت وجماعت تلقین مناسب پھر امام صفار کا
ارشاد کہ سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی کند ونمی گوید بآن پس او بر مذہب
اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است و روح در قبر معاد نمی شود' نقل کرکے فرمایا' وآنچہ در کافی گفتہ کہ اگر مسلمان
مردہ است محتاج نیست بہ سوے وے بعد از موت و گرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے
تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی
استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وی تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ می شود از وے الی آخرہ **قول** (۱۵۵
و ۱۵۶) علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارہ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر
دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل دلیل اختیار و تعویل ہے علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا
ھوالمرجح اذھوالمحلی بالتعلیل ولہذا علامہ شامی افندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں ظاھر استدلالہ
للاول اختیارہ یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور
خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز واستحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایہ ہونا نقل
کرکے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انھوں نے حدیث
تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بحث "تائید فرمائی پھر غنیہ سے لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع
نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہلسنت
کہا اُسے مقرر ومسلم رکھا واللہ تعالٰی اعلم **نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالہ اوہام** میں **اقول** وباللہ التوفیق
وبہ الوصول الی ذری التحقیق طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے
ہیں حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین

نے ادراک وسمع موتی مانا اور یہاں اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی تلقین میت پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو۔ حاشا وکلا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل و فہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سنے پھر اس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون و دیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلماء استحباب خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے انھوں نے بلاشبہہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ زنہار نہ مخالف، کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میت کو سمع وفہم بھی نہیں جانتا کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو جیسا کہ حلیہ میں ہے نص الشیخ عزالدین بن عبدالسلام علی انہ بدعۃ دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۷۱ میں گزرا کہ مردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا یونہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ ان کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مردہ باایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دیگا قال اللہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ اور جو عیاذاً باللہ دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والمراد بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجاز علی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا انا نقول لا فائدۃ فی التلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین اھ ببعض تلخیص اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میت کا قوی ہوگا ڈھارس بندھے گی وحشت گھٹے گی قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے ثبات مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا کما مر فی المقصد الاول شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقا ممنوع (بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسؤال فی القبر اھ موضحاً

بحاشیۃ الطحطاوی علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میت کا فائدہ ہے کہ ذکرِ خدا سے اُس کا جی بہلے گا **فقیر** کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعاودوا تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل ومعطل رہ جائے کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔ غرض جب واضح وبیّن کہ تلقین بے فہم وسماع میت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک ومنع اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے کہا تو یہ تھا کہ یہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس پر فلاں بات مبنی کی اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نہ مانی کیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الہادی **فائدہ جمیلہ** تنقیح مسئلہ تلقین میں **اقول** وباللہ تعالٰی استعین نفس بحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لا یلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت وعدم جواز کے لیے متعین نہیں آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں اور علماء نے اس کے معنی عدم وجوب لیے اشباہ میں ہے سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لاواجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبا اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی فی حواشی الدر فتاوی حجہ میں فرمایا عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب وقول محمد علی الجواز والاستحباب فیحمل بھما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکر کما قال ابوحنیفۃ ولکن لایجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سنوح نعمۃ اوذکر نعمۃ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد الاستحباب اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی وقبلہ الحلبی فی الغنیۃ اسی ذخیرہ میں فرمایا لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استادہ درمختار میں اسے نقل کرکے کہا ای لایسن نہر میں کہا لیس مافی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمہا بل فی الاستنان وعدمہ یونہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق منقول علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت فتاوٰی خلاصہ میں ہے لایعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولاسنۃ لکنہ مباح اسی طرح عامہ کتب میں مثل ہدایہ ووقایہ ونقایہ وبدائع ومنیہ وملتقی وتنویر وجوہرہ وغیرہ فاتحہ و

وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی ذکر کیا پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں رہی کراہت و ممانعت وہ کسی کا مذہب نہیں کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ و مجتبٰی و بحر و نہر و حاشیہ درر للعلامۃ الشرنبلالی و شرح علائی و حواشی شامی و طحطاوی وغیرہا سے واضح علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا لاتسن بین الفاتحۃ والسورۃ محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا پھر فرمایا ولاتکرہ اتفاقا طحطاوی نے فرمایا بل لاخلاف فی انہ لوسمّی لکان حسنا نہر و بحرالرائق میں ہے الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ان سمّی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ الخ پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے یہ امام علام صرف دو واسطے سے شاگرد صاحبین ہیں امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف رح و عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد یہ بالیقین اعرف بمذہب امام و معنی ظاہر الروایۃ پھر اس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے اور واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال و تخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہوجاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا سے اگر سورت رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی صاحب ولوالجیہ و خلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کردیا گویا یہی مذہب ہے حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق رد المحتار میں کہا ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن لہ مع ظھورہ من القنیۃ اس کا مبنی اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح و امام ضیا و امام ابن حجر و ابن امیر الحاج و صاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن و قوی کہا پھر سیدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد و ضمرہ و حکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں بااین ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہو تقلید[1] صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول قلت للامام ابی حنیفۃ

---

[1] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شیئ من السنۃ انتھی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ ۱۲ منہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیہ فقال نعم فقلت لہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیہ فقال نعم وکذلك کنت ادع رأیی لرأی عثمان وعلی وسائر الصحابۃ ماعدا اباھریرۃ وانس بن مالك وسمرۃ بن جندب میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کی بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایك رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے اُن کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے فرمایا ہاں میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا فرمایا ہاں اور یوہیں میں اپنی رائے عثمان غنی وعلی مرتضٰی وباقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترك کردوں گا سوا ابوہریرہ وانس ابن مالك وسمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ایك صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتلوم الی اٰخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابۃ خلافہ فیکون اجماعا۔ بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی تو نفع ظاہر ہاں یہ رہ گیا کہ فہم وسماع موتی کا انکار کیجئے یہ بے شك اصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا ولہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیاتی نقلہ ان شاء اللہ تعالٰی لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید وشمس الائمہ وظہیر کبیر وفقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایات مذہب پر آگاہ تھے اور قطعًا اُس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشك اُس میں احیاء واموات مسلمین کا نفع ہے ذکر خدا ہے رغم اعدا ہے پھر وجہ انکار کیا ہے تنزل درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ ولاینھی عنہ باقی عدم جواز یا ممانعت حاشا للہ محض بے نجت ومن ادعی فعلیہ البیان ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں

یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایك حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی وباللہ التوفیق

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی[۱۵۹] فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل قیل للرضا رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مؤمن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرؤ الی اللہ تعالٰی من عدو محمد وآل محمد من الجن والانس یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایك کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں فرمایا قبر سے نزدیك ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت میں آپ سے

شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علٰی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین **قول** (۱۶۰ و ۱۶۱) سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلًا ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء وندائھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لا ینکرہ الامکابر او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام وسئل شیخ الاسلام الشہاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذٰلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصّہ الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم الخ اھ ملخصًا مجھ سے سوال ہوا اُس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ۔ یا علی یا شیخ عبدالقادر مثلًا آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں میں نے جواب دیا ہاں اولیا سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشئے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلًا یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیا واولیا سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیا ومرسلین واولیا وعلمائے صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔ **قول** (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں قولھم یا شیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ اھ ملخصًا لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے **قول** (۱۶۳) سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علما واولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں ؎ انا لمریدی جامع لشتاتہ ؛ اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ ؛ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ ؛ فناد بیا زروق آت بسرعتہ میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق میں فورًا آموجود ہوں گا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ درحق او بشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است وبا وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیر افتادہ بے شمار تصانیف کے بعد لکھا بالجملہ مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است واو از محققان صوفیاست کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند وبشاگردی او اجلہ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ وشمس الدین لقانی الخ پھر کہا واورا قصیدہ ایست بطور

قصیدۂ جیلانیہ کہ بعضے ابیات اوایں ست اور وہی دو بیت مذکور نقل کیں **قول** (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجات سے ناقل الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے **قول** (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[166] وشرح لباب[167] واختیار[168] وفتاوی[169] ہندیہ میں ہے واللفظ للاولین فانہ اتم بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۂ سلام وذکر مآثر اسلام عرض کرے جزاکما اللہ من ذلک م ارفقتہ فی جنتہ وایانا معکما برحمتہ انہ ارحم الراحمین وجزاکما اللہ عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیشفع لنا الی ربنا اللہ تعالٰی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلا کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں یارو ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں) اسی طرح مدخل[170] میں ہے یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقدمھما بین یدیہ شفیعین فی حاجتہ یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کرے۔ **قول** (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا لیت شعری چہ می خواہند ایشان باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر آنند آں را آنچہ ما می فہمیم ازاں ایں ست کہ داعی دعا کند خدا را وتوسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را کہ ای بندۂ خدا وولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز وایں مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر است ومذکورست در کتب ورسائل ایشاں ومشہورست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب ایں زمان فرقۂ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا وعبدۂ اصنام می دانند ومی گویند آنچہ می گویند اھ ملتقطا اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا انما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد

من الاولیاء ویقولون مایقولون وماھم علی ذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون (ہم نے اس مقام کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یوہیں اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں) اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا ووروود نص قطعی درو حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آن کافی ست **قول (۱۷۲)** شیخ الاسلام جنہیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار اور ان کی کتاب کشف الغطاپر جابجا اعتماد واعتبار کیا اسی کشف الغطا میں فرماتے ہیں انکار استمداد از اولیاء وجہی نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکلیہ وآن خلاف منصوص است وبرین تقدیر زیارت قبور بقبور ہم لغو وبعیبی گردد واین امری دیگر است کہ تمامہ اخبار وآثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر ہمین کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی توسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آن بندہ را کہ اے بندۂ خدا وولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا ودروے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط **قول (۱۷۳)** سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں یاتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم ویجزم الاجابۃ ببرکتھم فانھم باب اللّٰہ المفتوح وجرت سنتہ سبحانہ وتعالٰی فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم زائر ان کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالٰی کے درکشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ رب العالمین

فصل یازدہم بقیہ تصریحات سماع اموات

میں **قول (۱۷۴ تا ۱۷۸)** امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل اور دفی حیاۃ الانبیاء دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیح صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کرکے فرمایا وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللّٰہ تعالٰی وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے) فصل دل میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا اما الاد اکا

کما نعلمہ والسماع فلا شك ان ذٰلك ثابت لسائر الموتی فکیف بالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ (بے ادراکات جیسے علم وسماع یہ تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیا تو انبیا ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام) امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اُس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی امام زین الدین مراغی نے تحقیق النصرہ[1] پھر امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں **قول** (۱۷۹) امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا کان المقصود بھذا کلہ تحقیق السماع ونحوہ من الاعراض بعد الموت فانہ قد یقال ان ھذہ الاعراض مشروطۃ بالحیاۃ فکیف تحصل بعد الموت وھذا خیال ضعیف لانا لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وھو اما الروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا اومتصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الیہ اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اُس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے **قول** (۱۸۰) علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ اُنھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا جمیع این احادیث دلالت دارد برآنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراض است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند ولیکن حیات ایشان درمرتبہ کمتر از حیات شہداست وحیات انبیا صلوات اللہ تعالٰی علیہم کامل تر از حیات شہداست **قول** (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذٰلك تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالٰی واذا قریٔ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولا یبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القرأۃ والاستماع معاً یہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سُنا اور اسی لیے اُس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرات واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے **اقول** ثواب قرات پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا

[1] یونہیں شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ

باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اُس کی ترجیح وتقیح کی منھم السیوطی فی انیس الغریب تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب ہے (**قول ۱۸۳**) مرقات میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں پھر فرمایا یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں (**قول ۱۸۴**) علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل سماع موتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں (**قول ۱۸۵**) ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں انکار التلقین بناء علی ماقیل ان المیت لایسمع مذہب باطل اس بنا پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے (**قول ۱۸۶**) زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین اوالجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرؤ وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ مایشابہ ھذا وامور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ رُوح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے سنے نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتی حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے (**قول ۱۸۷ تا ۱۸۹**) علامہ عبد الرؤف تیسیر میں قائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل واللفظ للمناوی النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور اُن کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (**قول ۱۹۰**) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئ الاشھد لہ یوم القیامۃ محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیرھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اُس کی اذان سنتے ہیں سب روزِ قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (**قول ۱۹۱ تا ۱۹۸**) امام اسمٰعیل[۱۹۱] پھر امام بیہقی[۱۹۲] پھر امام سہیلی[۱۹۳] پھر امام قسطلانی[۱۹۴] پھر امام علامہ شامی[۱۹۵] پھر علامہ زرقانی

نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشروحھا وغیر ذلک من اسفار العلماء مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا امام کرمانی امام عسقلانی امام عینی امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی امام سیوطی علامہ حلبی ملی قاری شیخ محقق وغیرہم علماء نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجاکہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دور آئندہ پر محول رکھا ہے لہذا اُن کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق (**قول ۱۹۹**) جذب القلوب شریف میں ہے تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم سماع مرسائر اموات را (**قول ۲۰۰**) جامع البرکات میں فرمایا سمہودی می گوید کہ تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات راز آحاد بشر انتہی والحمد للہ رب العالمین **فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ** نے جن **سو ائمہ وعلما** کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ **دو سو** شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہوا۔

تنبیہ ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر پھر فقیر غفر لہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پر نور سید عالم حی باقی روح مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات عالی وعلم عظیم وسمع جلیل وبصر کریم میں وارد اُنھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے اولاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا ارباب طائفہ کہ ارواح موتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ ملعونہ سے اُنھیں بھی احتراز ہو اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اُس کا جواب اللہ کا عذاب والعیاذ باللہ رب العالمین ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث لا ونعم میں بطور خود شامل کرے ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے ثالثاً وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے العظمۃ للہ اُس کا پوچھنا ہی کیا ہے آخر انھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے اسی سرکار ابد قرار نے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولای الغوث الاعظم والحمد للہ رب العالمین

نوع دوم

اقوال اکبری وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظران کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سردست **سو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق

فصل اول

مقال (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلك الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے مقال

(۲) اُسی میں ہے اذا مات هذا البائع لا يفقد هو ولا براعته بل كل ذلك بحاله جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اُس کا کمال بلکہ سب بدستور اُسی حال پر رہتے ہیں **مقال** (۳) اُسی میں ہے کل من مات من الکمل یتخیل الی العامة انه فقد من العالم وکلا واللہ ما فقد بل تجوهر وقوی جب کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہردار قوی ہوگیا **مقال** (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں چون آدمی میرد روح را اصلا تغیری نمی شود چنانچہ عاقل قوی بود حالا ہم ست وشعور وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر اھ ملخصاً۔ **مقال** (۵) تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں چون روح از بدن جدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوای نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور وادراک وحسے وحرکتی وغضبے ودفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلی وبدنی کار می کنند ومصدر افعال حیوانی ونفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند **مقال** (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیرومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷۵ میں انھیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور مقبول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقی وقت کہتے رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد می کند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواح ایشان از زمین وآسمان وبہشت ہرجا کہ خواہند می روند وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمودہ ارواح مومنین ہرجا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجساد ایشان را قوت ارواح می دہد در قبور نماز می خوانند وذکر می کنند وقرآن می خوانند اھ ملخصاً **مقال** (۷) تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء واولیاء علٰی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض زمین آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں لکھتے ہیں تعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستان برقبر مطلع ومستانس می شوند زیرا کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آن در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہا ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے **مقال** (۸) مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے پانچویں قسم مہربانی اور انس کے لیے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کہے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے وعزاہ للامام النووی **مقال** (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چاروں طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں اذا اتت

القبر یلعنھا روح المیت اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی روح اُسے لعنت کرتی ہے اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جبا دیت موتی کا خاتمہ کردیا کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت اور اُس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک زائرہ پر لعنت کرتا ہے **مقال** (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں یکبار قصیدہ در مدح ایشان گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند بالاتر انیم مالائق نیستم **مقال** (۱۱) اُسی میں حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا یکبار قصیدہ بجناب ایشان عرض نمودم **مقال** (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشیٔ فیض الروح الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام الخ جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک دوسری اُٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اُس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے **مقال** (۱۳) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا ہے

وصل دوم

بقائے تصرفات و کرامات اولیا بعد الوصال میں **مقال** (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں در اولیائے امت و اصحاب طرق اقوی کسیکہ بعدہ تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ و در آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند و لہذا گفتہ اند کہ ایشان در قبور خود مثل احیا تصرف می کنند **مقال** (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملٰئکۃ وصار منھم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن اٰدم جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہوکر ملٰئکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اُس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک و قریب ہوتے ہیں کہ اُن پر افاضہ خیر فرمائیں **مقال** (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے بعض خواص اولیا را کہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند درین حالت یعنی بحالت عالم برزخ) تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد۔ یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادت ادراک گوارا کی تھی **مقال** (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعض ارواح کاملان بعد ترک تعلق اجساد آنہا درین نشأۃ تصرفے باقی است الخ **مقال** (۱۸) میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت

جناب مولی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں در سلطنت سلاطین ولایت مراہنت ایشان را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست **مقال (۱۹)** اُسی میں شوکت وعظمت جناب مرتضوی گھٹا کر کہا شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت اہست و جلال مذکور سست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور ریاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات ومشغول بکار پردازی است اگرچہ شوکت ظاہریہ وکثرت اتباع در حق این مصاحب بہ نسبت آن امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن در عزت ووجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ آن امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا از اتباع آن مصاحب است زیراکہ مشورت وتدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است اھ ملخصاً **مقال (۲۰)** مظاہر الحق میں ہے تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ اُن کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں وعزاہ للامام النووی

وصل سوم بعد وصال اولیا کے فیض وامداد میں **مقال (۲۱ تا ۳۱)** شاہ ولی اللہ[22] ومولوی خرم علی[23] نے کہا منظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو عزیزی میں فرمایا ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا می یابند دونوں شاہ صاحبوں[25و26] پھر مولوی خرم علی[27] نے کہا اویسیت قوی وصحیح ہے روحی فیض ہے روحانیت سے تربیت ہے عزیزی[28] میں لکھا ہے از اولیا مدفونین انتفاع جاری است مرزا مظہر[29] صاحب مولی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر قصیدہ عرض نمودم نوازشہا فرمودند شاہ ولی اللہ[30] ومولوی خرم علی[31] نے کہا شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے **مقال (۳۲)** مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ثابت است ومرشدا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشان اند بمقتضائے بشریت غشاوۂ بر نسبت باطنی عارض می شود خود بخود در رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشان رفع کدورت می شود **مقال (۳۳ تا ۳۶)** اُسی میں[33] ہے التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشان بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل این طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست پھر[34] کہا عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا وقت خواب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشان می شود درین باب حکایات بسیار است تحریر آن باطالت میرساند پھر[35] کہا سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیاری فرمایند پھر کہا[36] ہمچنین شیخ جلال پانی پتی التفاتہا می نمایند **مقال (۳۷)** قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگارے می فرمایند ودشمنان را ہلاک می نمایند وازارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد **مقال (۳۸ تا ۴۵)** یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرکے کہ فیوض وبرکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل می شود اول بر یک شخص نازل می شود وازان شخص قسمت شدہ بہر یکے از اولیائے

عصر موافق مرتبہ وبحسب استعداد می رسد وبہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد وکسی از مردان خدا بے وسیلہ او درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباء ونقباء وجمیع اقسام اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی را امام وقطب الارشاد بالاصالہ نیز خوانند واین منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ مقرر بود پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا ذکر کرکے کہتے ہیں بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی این منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود پھر کہا چون حضرت غوث الثقلین پیدا شد این منصب مبارک بوی متعلق شد وتا ظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد پھر کہا چون امام محمد مہدی ظاہر شود این منصب عالی تا انقراض زمان بوی مفوض باشد اخیر میں کہا استنباط این مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد اھ ملخصا اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب شیخ مجدد الف ثانی سے ہے جیسا کہ جلد سوم مکتوب ۱۲۳ میں مفصلا مذکور اُن کے کلام میں اس قدر امر او زائد ہے کہ بعد از ایشان (یعنی حضرت مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی) بہر یکی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصار این بزرگواران وہمچنین بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض وہدایت می رسد بتوسط این بزرگواران بودہ ملاذ وملجائے ہمہ ایشان بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ آہ ملخصا اور انھوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب عالی کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ مجدد الف درین مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت شیخ این معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور **مقال** (۴۶ تا ۵۸) شاہ ولی اللہ اتباہ میں اور اُن کے بارہ اساتذہ ومشائخ کہ عرب وہند وغیرہما بلاد کے علماء واولیا ہیں۔ حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے اور ع تجدہ عونا لك فی النوائب کو حق جانتے وسیاتی نقلہ فی الوصل الاٰتی انشاء اللہ تعالٰی **مقال** (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ این مناسبت بہ نسبت ارواح انبیا باشد یا اولیائے امت یا ملائکہ و بسا است کہ مناسبت بروحی حاصل شدہ بجہت آنکہ فضائل وی استماع کردہ محبتے خاص بہم رسانید وآن محبت سبب کشادہ شدن راہی گردد میان روح واین کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وی یا جد وے باشد درو ے ہمت ارشاد منتسبان خود متمکن شدہ الخ انتہی ملتقطا **مقال** (۶۰) اُسی میں ہے از ثمرات این نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آن جماعت است در منام وفائدہ از ایشان یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آن جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وی بآن صورت منسوب شدن۔ **مقال** (۶۱) اُسی میں ہے امروز اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود وازانجا فیض بردارد غالبا بیرون نیست از آنکہ این معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یا بہ نسبت حضرت

غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وآنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آن اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد و بر قبر وے بسیار می رود و این معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ است وآن بزرگ راہمت قویہ بودہ است در تربیت منتسبان خود وآن ہمت ہنوز در روح باقی است واین معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است **مقال (۶۲)** حجۃ البالغہ میں ہے قد استفاض من الشرع ان ﷲ تعالٰی عباد اھم افاضل الملئکۃ وانھم یکونون سفراء بین ﷲ وبین عبادہ وانھم یلھمون فی قلوب بنی اٰدم خیرا وان لھم اجتماعات کیف یشاء ﷲ وحیث شاء ﷲ یعبرعنھم باعتبار ذلک بالملاء الاعلٰی وان الارواح افاضل الاٰدمیین دخولا فیھم ولحوقا بھم کما قال ﷲ تعالٰی یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی والملاء الاعلٰی ثلثۃ اقسام قسم ھم نفوس انسانیۃ مازالت تعمل اعمالا منجیۃ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم اھ ملخصا یعنی بیشک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اُس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القا کرتے ہیں اور اُن کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے اُنھیں ملاءِ اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی اُن میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے اطمینان والی جان پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آمیزی جنت میں اور ملاءِ اعلٰی کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کیے گئے **مقال (۶۳)** عزیزی میں فرمایا در دفن کردن چون اجزائے بدن تمامہ یکجامی باشد علاقہ روح بابدن از راہ نظر عنایت بحال می ماند وتوجہ روح بزائرین ومتانسین ومستفیدین بسہولت می شود **مقال (۶۴)** میاں اسمٰعیل صراط المستقیم میں لکھ گئے حضرت مرتضوی رایک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت است وآن تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشان ووساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است **مقال (۶۵)** اُسی میں ہے حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود **مقال (۶۶)** مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے **سوال** شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلٰوۃ والسلام وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست **جواب** ہر فیض شرعی کہ ثبوت

باخبار متواترہ باشد منکر آن کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت آن باخبار مشہورہ باشد منکر آن ضال باشد و ہر فیضے کہ ثبوت آن بخبر واحد باشد منکر آن بسبب ترک قبول گنہگار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصا ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا اُن کی دیانت وہابیت سے انکار اور اخفائے حق و تلبیس باباطل کا اقرار کیا جائے مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی دینی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشان رفتہ بود در اثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشان ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند تنبیہ لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یوہیں غریب نواز بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہے سے متعصبان طائفہ چڑھتے ہیں مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں دو سال کہ بیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبد القادر قدس سرہ متوجہ شید ذوقی این راہ از آنجا پیدا کرد مقال (۶۹) اسی میں حضرت سید ابو العلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند و از آنجناب دل ربائیہا یافتند و فیضہا گرفتند مقال (۷۰ و ۷۱) اسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کیا می فرمودند کہ بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم در آن محل تعلیم فرمودند مقال (۷۲) اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشان تپ و لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبی بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آن نداشت و کسے حاضر نبود ایشان متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شدند مقال (۷۳ تا ۷۵) قول الجمیل میں ہے تادب شیخنا عبد الرحیم مع روح الائمۃ الشیخ عبد القادر الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الجشتی وانہ رأھم واخذ منہم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منہم علی حدتہا مما فاض منہم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین یعنی ہمارے مرشد شیخ عبد الرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور اُن سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائض ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ اُن سب حضرات اور ان سے راضی ہوا مولوی خرم علی صاحب نے اگر رأھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا اپنی طرف بڑھا دیا جب بر کلام شاہ ولی اللہ بیرا صلا دلیل نہیں مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشنا اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں از حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کردہ و دیگرے طریقہ نقشبندیہ

اختیار نمود ایشان فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندان خود را ہمراہ بردند وحضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را باخود بردند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم **مقال (۷۸)** اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشان گردیدہ وتاقریب یک ماہ فی الجملہ تنازعی درمابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشان ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازین ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشان بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشان جلوہ گر شدند وتاقریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشان توجہ قوی وتاثیر زوری می فرمودند تا اینکہ درہمان یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشان گردید **مقال (۷۹)** اُسی میں ہے روزے حضرت ایشان بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشان مراقب نشستند درین اثنا بروح پرفتوح ایشان ملاقات تحقق شد وآنجناب بر حضرت ایشان توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آن توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ تحقق شد

وصل چہارم

اصل مسئلہ مسؤلہ سائل

یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت اُن کی ندائیں **مقال (۸۰ تا ۸۸)** شاہ[80] ولی اللہ نے ہمعات میں کہا بزیارت قبر ایشان رود وازانجا انجذاب دریوزہ کند[81] ہامعی میں کہا ع فیض قدس ازہمت ایشان میجو ید[82] پھر[83] مولوی خرم علی کہتے ہیں بیت سے قریب ہو پھر کہے یا روح[84] عزیزی میں فرمایا اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازآنہا می نمایند اور فرمایا[86] ارباب حاجات حل مشکلات خود ازآنہا می طلبند اُسی[87] میں ہے از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است مرزا صاحب نے مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا در عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے شاہ عبدالعزیز[88] صاحب نے سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است پھر اُن سے نقل کیا مصیبت میں یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا یہ اُسی مقصد میں گزرا **مقال (۸۹)** مرزا صاحب کے وصایا میں ہے بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن الخ **مقال (۹۰ تا ۱۰۲)** شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں این فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ وایشان بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند پھر کہا والیضاً فقیر در سفر حج چون بہ لاہور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشان اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ یہ شیخ ابوطاہر[91] کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث وپیر سلسلہ ہیں مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کیے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحاق کو پہنچی اور اُن[92] شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ اُسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[93] کردی والد شیخ

ابوطاہر مدنی رحمہ اللہ کے استاد شیخ محمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا اور اُن شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولانا وجیہ الدین علوی ان سب علما و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے نادِ علی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند وآن این است نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا مصیبت کے وقت مددگار جاننا ہنگام غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا **یا علی یا علی** کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے مدتوں اُن کی خدمت گاری و کفش برداری کی داد دیتے اُنھیں شیخ ثقہ عادل بتاتے اُن کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغا حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندوں میں تمہارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل انا للہ وانا الیہ راجعون پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل مشرکوں کی اولاد مشرک ہی پیر مشرک ہی استاد آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے مشرکوں کی گود مشرکوں کی بغل مشرکوں کا دودھ مشرکوں کا عمل مشرکوں میں پلے مشرکوں میں بڑھے مشرکوں سے سیکھے مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا مشرک نانا عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین مسلمان دیکھیں کہ **یا علی یا علی** کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں اور نہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کرد کہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؎ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین **مقال (۱۰۳)** اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود و بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً

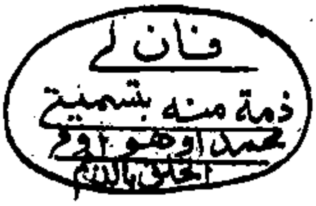
للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ **مقال (۱۰۴)** شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال تحکم ہم تن بصبر دادند وسکوت کردہ می نشستند سندھ وہند وترک وچین نیز مثل ایران وخراسان یا علی یا علی می گفتند الخ **مقال (۱۰۵)** رسالۂ فیض عام مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے طریق استمداد از ایشان آنست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے کار فلان درجناب الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا وشفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد یہ خاص صورت مسؤلہ کا جواب ہے واللہ الھادی الی سبیل الصواب **الحمد للہ** کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ ہوگئے اس کی وجہ یہ کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں ادھر نوع اول میں دو سو قول اب یہ ایک سو پانچ **مقال** مل کر چار سو کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ تعالیٰ کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے والحمد للہ رب العالمین

خاتمہ رسالہ میں دربارہ سماع موتیٰ علمائے عرب کا فتوی

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہوجائیں **اقول** تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں ہمیں کیوں نہ تصفیہ ہوجائے طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے رسالۂ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر حق واضح ہوجائے تسلیم واجب ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریر جواب میں استمداد واستعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے اور اگر اوروں ہی پر رکھنا اصلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا لا محالہ خود احد الفریقین ہے بھوپالیوں کو مثلاً مصطفےٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولانا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل مبتدع مبطل ٹھہرایا فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے واللہ الھادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم وعدم سماع موتیٰ کا ادعا واعتقاد رکھتے ہیں فرمایا ھذہ الادعاء افتراء قبیح وھذا الاعتقاد اعتداء صریح فان العلماء المحققین من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم قد اثبتوا اطلاع الانسان فی البرزخ وسماعہ لسلام الزائر وکلامہ ومعرفتہ والانس بہ بالاحادیث الصحیحۃ والاٰثار الصریحۃ وتلک المسئلۃ مع دلائلھا مصرحۃ فی المرقاۃ شرح المشکوۃ

لعلی القاری الحنفی وشرح الصدور للحافظ السیوطی وشفاء السقام للامام السبکی وغیرھا من الکتب المشہورۃ لجمہور المحققین حتی اشار والیہ فی کتب العقائد المشہورۃ فقد صرح فی المقاصد وشرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الآلات وعندنا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام وھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار الخ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لھا الادراکات ولھا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا والاحادیث والآثار شاھدۃ لذلک لاینکرھا بعد العلم بھا الا مکابر معاند الخ یعنی وہابیہ کا یہ ادعا افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے حنفیہ و شافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام و کلام سنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری حنفی و شرح الصدور حافظ سیوطی شافعی و شفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اُس کی طرف اشارہ کیا مقاصد و شرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں احادیث و آثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بوجھ کر انکار نہ کرے گا مگر باطل کوش دشمن حق اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ



لاکلام فیہ ولا شك یعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی

قلش امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ عفی عنہ بمنہ آمین

شرح دستخط حضرت مولٰنا و شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ



لایلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام بالمسجد المکی

الحرام الراجی لطف ربه الخفی جمال بن عبد الله شیخ عمر الحنفی لطف الله تعالٰی بهما

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکۂ مبارکہ

لاریب فیه ولا شك یعتریه (عبدہ حسین) کتبه الفقیر حسین بن ابراهیم مفتی المالکیة بمکة المشرفة المحمیة

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکۂ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت هذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برهان لطیف فرأیته قد نص علی عقائد اهل الحق المؤیدین و ابطل عقائد اهل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اُسے پایا کہ اہلِ حق وار باب تایید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے رقمه بقلمه المرتجی من ربه الغفران احمد (احمد دحلان) بن زین دحلان

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی هذا المؤلف فرأیت مؤلفه قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا

کتبه الفقیر الی الله تعالٰی محمد بن محمد (مہر صاف نخواندہ شد) الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی هذه الرسالة وجدتها کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیها الا من اختل عقله وقبحت سیرته فی جمیع الاحوال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اُسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ براں پایا نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر وہ جس کی مت گئی اور عادت بد ہوتی ہر زمانہ میں

(المتوکل علی الله العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم) من خدام طلبة العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی هذا المجموع فالفیته مهند اسل علی من شق عصا الجماعة معرضا عن السنة میں اس تالیف

رائف ہوا تو اُسے ایک تیغ ہندی پایا کھینچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا اشارہ بر قمہ الی الشیخ الاجل لورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینہ المنورہ متع اللہ المسلمین ببقائہ اٰمین

عبدالجبار

ترجمہ دستخط حضرت مولٰنا السیّد ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کہ طالعت بعدما اطلعت ردود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ الرسالۃ

میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ وگمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا قالہ

بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی　　ابراہیم بن محمد خیار　　السید ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی

الحمد للہ علی حصول المسئول وبلوغ الکلام بغایۃ المامول فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر رسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوۃ والسلام وعلٰی آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا والحمد اولا واٰخرا وباطنا وظاہرا وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارک وسلم تسلیما کثیرا نسئل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفرلنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشرنا فی زمرۃ الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین انہ سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للہ رب العلمین

تمت وبالخیر عمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل جمیل وتسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا ومصلیا ومسلما

اگرچہ یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہٰذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کردیا جائے۔ فائدہ اولٰی

اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں دیکھو (قول ۱۱/۱۵) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے قول ۱۲/۱۸ کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے ندا لائے (قول ۱۳/۱۹) کہ میت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۱۴/۲۵) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر (قول ۵/۱۹۹ و ۱۰/۲۰۰) کہ علم و سمع و بصر موتی پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے، پر ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ (فائدہ ثانیہ) اہل قبور کے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اُن کا کلام سنتے سلام لیتے جواب دیتے ہیں یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں نہ کسی وقت کی خصوصیت ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے دیکھو (قول ۱/۲۲ و ۲/۹ و ۳۰/۲۸ و ۲۷/۱۸ و ۵/۸۲ وحاشیہ قول ۶/۱۸) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم وسوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (فائدہ ثالثہ) ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جہاں چاہیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں دیکھو (حدیث ۱/۲ و ۲/۹ و قول ۴/۱۳ و مقال ۲/۴) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۲ و ۶/۱۲) ناتوان بیماروں کو پانی پلاتے کپڑا اوڑھاتے ہیں (مقال ۷/۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۸/۱۵) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۲۳) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۹۷) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما تھے پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی وترقی کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اُسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی[1] العبارۃ علی الحاشیۃ پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح القسط روح القدس روح الارواح صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت قد اطہر سے خروج لازم ہوا اور چاہیے کہ اس وقت روضۂ انور خالی رہ جائے محض حماقت اولاً فہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبروں میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہے جیسے علمائے کرام

[1] ہذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح منہا جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ الی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السماوات و فی الحدیث فی رویۃ جبریل رفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اطرف بصری الی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک ۱۲۔

یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں مفصلاً ذکر کیا ثالثاً یہ اعتراض بعینہ اُن احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل وتعصب جو نہ کرائے وہی غنیمت ہے چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر واختیار کو شہدا وغیر شہدا عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے یہ فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں منسلک والحمد للہ رب العالمین (فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دُور ونزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جن کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۱/۵۰) کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۴۹) کہ قبر سے نزدیکی توجہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول ۳/۴۸ و ۴/۴۹) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی ہے جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کے لاکھ کے کرور منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلے اللہ تعالٰی علی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۵/۱۱۴ و ۶/۱۱۴) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۸ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۱۲) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب وبعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانین رسالت حضرت[۱۱] امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب وبلا وحضرت[۱۲] امام حسن مثنی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائران مزار اقدس سے فرمایا انتم ومن فی الاندلس سواء تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ سوال ۶ میں حدیث گذری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل

---

[۱] مقام علیین بالائے ہفت آسمان است وپائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہی وبالائے آن متصل بپایۂ عرش مجید وارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء در آن مستقر می مانند وعوام صلحا را بعد نوسیانیدن ورسیدن نامہائے اعمال بحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زمزم قرار می دہند وتعلقے بقبر نیز این ارواح رامی باشد آخر عبارت تک کہ مقال یہیں گذری ۱۲ از تفسیر عزیزی۔

پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ **سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی** میں ذکر کی وباللہ التوفیق (فائدہ خامسہ) و ہنداان کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں اور اسی لیے اُن سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضور مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضور مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۴۳ و ۲/۱۴۳) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائما خبرگیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۳/۹) خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے یا زروق[1] کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۴۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دیکھو (مقال ۶/۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو دیکھو (سوال ۹/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۸/۱ و مقال ۳/۳۴) گھر بیٹھے قصائد سُناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۹/۸ و مقال ۱/۱۰) حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کیا جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگان خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر اُن سب کو وہ فیض حضرات ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہم عطا فرماتے ہیں دیکھو (مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۲۱/۴۶) سلطنتیں و امارتیں کس ملک و شہر میں نہیں ہوتیں پھر اُن سب میں حضرت مولٰی مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۲۳/۲ و ۲۴/۱۴) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اوڑھا کر غائب ہوگئے دیکھو (مقال ۲۵/۲) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی دیکھو

---

[1] فائدہ جلیلہ علامہ[1] زیادی پھر علامہ[2] اجہوری پھر علامہ[3] داؤدی پھر علامہ[4] شامی فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اُس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ولیقرأ الفاتحۃ ویہدی ثوابہا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یہدی ثواب ذٰلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالٰی یرد علی من قال ذٰلک ضالتہ ببرکتہ اجہوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنہج للداودی رحمۃ اللہ تعالٰی انتہٰی

(مقال ۲۶/۷۲ و ۲۷/۷۲) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی دیکھو مقال ۲۷/۸۲) ۵ امداد یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا دیکھو ۲۹/۱۲۰ و ۳۰/۱۲۱ و ۳۱/۱۲۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع واللہ الہادی الی صراط مستقیم **تنبیہ** یہ مواضع امید سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس مصرحوں تیرہ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ کر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل و علا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسی باب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العالمین

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ اقتصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں، میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گراہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہونچنے والا مجیب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہو گیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا دیکھو (مقال ۸ و ۳۸ و ۷) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضا ان کے جد امجد اور مرزا جان جاناں ان کے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا دیکھو (مقال ۱۶ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۶ و ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا بعضی از اولیاء مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہ **تنبیہ** ذرا یہ مسجود خلائق کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا طالبان نافہم دانند کہ مانیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق

والدین مجتبیٰ کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا دیکھو (مقال ۷۹) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مأتہ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا ولایت وکرامت حضرت غوث اعظم قدس سرہ غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بنا پر تمام ائمہ وعمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام نے ذروہ منتہٰی لیا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہئے کہ اس مختصر رسالے کے مقصد سوم نے علما کے تین سو پانچ[۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو اکیاون[۱۵۱] علم وسمع وبصر موتی کے متعلق خاص اور پانچ[۵] میں یہ کہ اولیا کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ان ایک سو چھپن[۱۵۶] پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخل اصل ایمان ہے باقی کتنے رہے ایک سو انچاس[۱۴۹] اور تین قول ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے یہ پھر ایک سو باون[۱۵۲] ہوگئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر

اسباب میں کہ	اقوال ائمہ علمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیا بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	۱۵۲
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور دیکھتے سنتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	
وقت حاجت ان سے استعانت روا اور ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا	۱۶	۲۶	۴۲	
ازواج طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک یکسان	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چھپن[۱۵۶] بدعت تھے یہ ایک سو باون[۱۵۲] آپ کے مذہب میں خالص شرک اور ان کے قائل ائمہ و افاضل عیاذاً باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی کہو) تو الحمد للہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی رب قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے اور محبوبان خدا و ائمہ ہدیٰ کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرائے ان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے

اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا دانستہ یا نادانستہ رو بروان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں اب ان کی نسبت تصریحا استفسار اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب اسی بات پر ائمہ ہدی تو پناہم بخدا جنیں و چناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان کیا ان کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ وہیں یا انھوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے کہ ان کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں مالکم کیف تحکمون ہ اللہ اذن لکم ہذا ام علی اللہ تفترون ام لکم کتب فیہ تدرسون ہ ان لکم فیہ لما تخیرون ہ اور اگر شاید بات کی پچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑی سے شاد مرکہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی ء گو مشت خاک ماہم بربا د رفتہ باشد۔ غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز این کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاہلین ہ ہاں عوام اہل سنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرون ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیا ہوگا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعوی بجا کلا و رب العرش الاعلیٰ قل جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و الہ و صحبہ اجمعین سبحانک اللہم و بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک والحمد للہ رب العلمین

تذییل اہم اجل و اعظم

رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین

۱۳ ھ ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہم لک الحمد و بک استعین صل و سلم و بارک علی الامان الامین المبارک الیمین حبیبک و الہ و صحبہ اجمعین ما بر بار و حنث حانث فی یمین عائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں حضرات منکرین کی غایت سعی و تمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں مایہ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و مستخلص

وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار حتی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہلسنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوسکے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق و تنقیح میں بھی کلمات چند نافع وسودمند گزارش کرے کہ باذنہ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت مخالف منصف کو رشاد وندامت مکابر متعسف کو وبال وغرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصود رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا **اصل مسئلہ** ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفًا مراد ومفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا قال اللہ تعالٰی جعل لکم الارض فراشا وقال اللہ تعالٰی وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا وقال اللہ تعالٰی وجعلنا السماء سقفا محفوظا یوں ہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعًا یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفًا شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفًا اُس کی موت کے بعد سلام وکلام کو غیر شامل اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعًا کلام نہیں محض باطل اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یوہیں یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہوجائے گا یوہیں اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی بحرالرائق وردالمحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے لوسلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان لایقصدہ فیدین ولوسلم من الصلٰوۃ وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ لاھو الصحیح لان السلام فی الصلٰوۃ من وجہ ولوسبح للسھو اوفتح علیہ القراءۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلٰوۃ یحنث اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی

کچھ بھی صدہا خود انھیں کتب مستندہ کی عبارتیں سینے کافی میں ہے الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا (الٰی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بما ھو غرضہ الاترٰی ان من حلف ان لایستضیئ بالسراج او لایجلس علی البساط فاستضاء بالشمس اوجلس علی الارض لایحنث وان سمی فی القراٰن الشمس سراجا والارض بساطا وکذا لو حلف ان لایدخل بیتا لایحنث بدخول الکعبة والمسجد والبیعة والکنیسة الخ اسی فتح القدیر میں ہے الاصل ان الایمان مبنیة علی العرف عندنا لاعلی الحقیقة اللغویة کما نقل عن الشافعی ولاعلی الاستعمال القراٰنی کما عند مالک ولاعلی النیة مطلقا کما عند احمد اسی کفایہ میں ہے الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة حقیق بان یراد وعند مالک علی معانی کلام القراٰن لانہ علی اصح اللغات وافصحہا ولنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بغرضہ اُسی میں ہے رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنی الایمان علی العرف اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہ نقل کرکے لکھا کذا فی الکفایة وقد ذکر فخر الاسلام فی اصولہ ان جملة ماترک بہ الحقیقة خمسة انواع وعد من جملتہا استعمال العرف الغالب اسی عینی شرح کنز میں ہے الایمان عندنا مبنیة علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقة وعند مالک علی معانی کلام القراٰن بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں یمینہ لاینعقد الا علی الحی لان المتعارف ھو الکلام معہ یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اُس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں ھذا منھم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلایلزم منہ نفی حقیقة السماع کما قالوا فیمن حلف لایاکل اللحم فاکل السمک مع انہ تعالٰی سماہ لحما طریا یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اُسے تروتازہ گوشت فرمایا۔ اسی طرح شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ اگر کسی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد اورا بعد مردن او حانث نمی گردد اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں مبنائے ایمان برعرف و عادت است نہ برحقیقت اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتٰی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ وتاویل و وجہ ودلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنّت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں پھر جن

بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اُس کا کسا ہی کیا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہرہ باہرہ زاہرہ ظاہرہ تصریحات سب اٹھا کر طاقِ نسیاں پر رکھ دیں صحابہ و تابعین و ائمہ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کرلیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اس برزخی حال پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے اقوال علماء میں اجماع اہل سنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سُن کر اختراعِ انکار کی چھاتی دہلتی ہے چار ناچار انھیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی ہے کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ و نقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے طعن تشنیع کے رنگ نکھرتے مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذٰلک مبلغھم من العلم طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں اب نہ عمل بالحدیث کی آن نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم پر ایمان، بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اُسی سے کام ہے ان حضرات کی عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارہ صدقات ارشاد فرمائے کہ ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ارشادات حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں ورنہ خفا حدیث کی طرف سے رو در قفا اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول کون سنتا ہے کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا اُن کے کلمات میں بھی دع ما کدر پر عمل رہا طرفہ تریہ کہ اُن کی خود عبارتوں میں عقل و دانش و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہ انصاف و ترک اعتساف ادھر آئے کہ بعونہ تعالٰی رفع حجاب و دفع اضطراب و تنقیح جواب و توضیح صواب کے دریا لہراتے پائے **فاقول** بحول اللہ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدمات مفید لائق تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید **مقدمہ اولٰی** فصول سابقہ میں ثابت ہولیا کہ اہلسنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں موت سے روحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے کتب عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع اور ان کی شروح وغیرہا اُس کی تصریحات سے مالامال ہیں یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شئی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یسئلونک عن الروح اس پر ۱۲ حجج قاہرہ کا قائم کرنا پڑا مگر

ؔ۱ ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیاتِ روح بھی ثابت ۱۲ منہ

قرآن وحدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہوسکے اور اب تو بحمد اللہ تعالٰی یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جانا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات وایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتادیتا ہے کہ وہ روح کو باقی وبرقرار مانتا ہے تو موت حقیقتًا صفت بدن ہے نہ وصف روح ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالٰی بل احیاء عند ربہم فرمایا فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیہ ادراکہ وتألمہ والتذاذہ پھر بھی مجازًا روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے حدیث میں ہے اللّٰھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی باللہ المؤمنۃ اللّٰھم ادخل علیہم روحا منك وسلاما منّا علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں (الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں یعنی الارواح التی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لاتفنی علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذ الارواح لاتفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلك اعنی والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشہداء ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو جن کے بدن فنا ہوگئے تم پر سلام ہو ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں ولہذا دوسرے فقرے میں اُس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہدا اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے فیہ ان الاموات یسمعون اذ لایخاطب الا من یسمع یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مُردے سنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔ احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کررہی ہیں کہ بدن وروح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک ومبرّا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مُردے کو نہلاتا کفناتا اُٹھاتا دفناتا ہے مُردہ اُسے پہچانتا ہے پر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ روح پر اور پہچاننا کام روح کا ہے اور جب اپنے علم وادراک پر باقی ہے تو اُسے موت کہاں موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں موت میں کیونکر رہتی یونہی حدیث ۶ و ۷ واحادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہا سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی مفاد ومؤدی ہیں کما لایخفی لاجرم شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا موت بمعنی عدم حس وحرکت وعدم ادراک وشعور جسد را روی دہد وروح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست وشعورے وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر پس ارواح را مطلقا خواہ روح

شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر و فاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفت بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات کہ بسبب تعلق روح باوی از وی ظاہر می شدند حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن از ترقی باز می ماند دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست او می روند لہذا او را نیز در شرع حکم بموت می فرمایند اما دریں امور فقط اما شہیدان راہ خدا را در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائما در ترقی و تمتعات جسمانیہ نیز از ایشان موقوف نہ شدہ الخ اھ مختصرًا اسی میں ہے جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیرفتن آں از محالات است ولہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد یعنی جان کہ آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست وانچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جان می کند محض مجاز است نہایت کار موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم باخرد والا جان را فنا متصور نیست و اثبات عالم برزخ و امکان حشر و نشر مبنی بر ہمیں مسئلہ است الخ بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو جہل و تعطل و معرض فساد و ملحق بالجماد کردے موت مجازی کہ روح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک و مبرا ہے وللہ الحمد والحجۃ السامیہ مقدمہ ثانیہ ہر عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفت جان پاک ہے نہ وصف مشت خاک قال اللہ عزوجل ما کذب الفؤاد ما رأی علی القول المختار ان المراد الرؤیۃ بحاسۃ البصر تفسیر کبیر میں ہے ان الانسان شیئ واحد وذلک الشیئ ہو المبتلی بالتکالیف الالٰہیۃ والامور الربانیۃ ہو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن لیس کذلک ولیس عضو من اعضاء البدن کذلک فالنفس شیئ مغائر لجملۃ البدن مغائر لاجزاء البدن وہو موصوف بکل ہذہ الصفات اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد وثبت ان ذلک الشیئ ہو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر والمشتہی والغاضب وہو الموصوف بجمیع الادراکات لجمیع وہو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ پھر فرمایا لما کانت النفس شیئا واحدا امتنع کون النفس عبارۃ عن البدن وکذا القوۃ السامعۃ وسائر القوی فانا نعلم بالضرورۃ انہ لیس فی البدن جزء واحد ہو بعینہ موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد موصوف بجملۃ ہذہ الادراکات وثبت بالبداہۃ ان البدن وشیئا من اجزاء البدن لیس کذلک ولنقرر ہذا البرہان بعبارۃ اخری فنقول نعلم بالضرورۃ انا اذا ابصرنا شیئا عرفناہ واذا عرفناہ اشتہیناہ واذا اشتہیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منہ فوجب القطع بان الذی ابصر ہو الذی عرف ہو الذی اشتہی ہو الذی حرک الی اٰخر ما اطال و اطاب ہذا مختصر ملتقطا تفسیر عزیزی میں ہے جزو اعظم جان است و شعور و ادراک و تلذذ و تألم خاصہ اوست آہ ملخصا اقول اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم قرآن عظیم و اجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے

قال اللہ تعالیٰ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعًا بصیرًا اور عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اٰذان یسمعون بھا افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بجائے استعانت آئی ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ وتعیھا اذن واعیۃ معالم میں ہے قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت مدارک میں ہے قال قتادۃ اذن عقلت عن اللہ تعالیٰ وانتفعت بما سمعت یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قولہ تعالیٰ قل اذن خیر لکم نعمائے جنت کی حدیث میں ہے مالا عین رأت ولا اذن سمعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے ابصر عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی تفسیر کبیر میں ہے التحقیق ان الانسان ھو جوھر وھو الفعال وھو الدراک وھو المؤمن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء اٰلات وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الاٰلۃ فی الظاھر وفی الحقیقۃ یضاف الی ذٰلک الجوھر۔ مقدمہ ثالثہ جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہوا کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفہانی وشرح المواقف للسید الجرجانی ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اُس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں جن کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکورین مسطور تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال کسی امر میں ہرگز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے ہاں بدن ضرور محتاج ہے وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں عذاب القبر محلہ الروح والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ وکذا القول فی التنعیم اور اس پر شرع مطہر سے نصوص کثیرہ شہیرہ متواترہ دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما لا یخفی اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے فقہ اکبر میں ہے لیس السؤال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منہ قول من قال انہ للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحۃ ترد القولین اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اُسے لذت

خواہ الم کا ایصال بداہۃً محال لاجرم وقت سوال وغیرہ بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں اگرچہ ہم اس کی کیفیت نہ جانیں امام اجل ابو البرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں عذاب القبر للکافر ولبعض العصاۃ من المؤمنین والانعام لاھل الطاعۃ باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق اس کی شرح منح الروض میں ہے (اعادۃ الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضھا مجتمعۃ او متفرقۃ (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیۃ فلا ینافی ان السؤال بعد اعادۃ الروح وکمال الحال اسی میں ہے اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الخ امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذھا البصر وان اللہ علی ذلک لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والا فلا یتصور من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہوچکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں لنا اٰیات احدھا قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا فھو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیۃ قولہ تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالٰی ذکر الموتۃ مرتین وھما لاتتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین ما یحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری ما یحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر شرح الصدور میں بدائع سے ہے نقلت عن خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لابد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا وما فیھا منقطع فلا بد ان یلحقھم الفناء والبلاء ولا یعرف مقدار مدۃ ذلک، پھر فرمایا قلت ودلیل ھذا ما اخرجہ ھناد بن السری فی الزھد عن مجاھد قال للکفار ھجعۃ یجدون فیھا طعم النوم حتی یوم القیامۃ فاذا صیح باھل القبور یقول الکافر یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبہ ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون مقدمہ رابعہ سمع وبصر لغۃً وعرفاً ادراک الوان واشکال واصوات بجارحہ چشم وگوش کا نام ہے قاموس میں ہے السمع حس الاذن

اُس میں ہے البصر محرکۃ حس العین اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے البصر
حاسۃ الرؤیۃ مصباح المنیر میں ہے البصر نور الذی تدرک بہ الجارحۃ اُسی میں ہے رویت الشیئ رؤیۃ بصریۃ
بحاسۃ البصر اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا انما یحصل الادراک السمعی بوصول الہواء الی الصماخ
اور شارح نے مباحث نظریہ میں ذکر کیا الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثۃ مواجہتہ[1] المبصر وتقلیب الحدقۃ
نحوہ طلبا للرؤیۃ[2] وازالۃ الغشاوۃ المانعۃ من الابصار اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح وآلات ادراک تام جزئیات
مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرک بالفتح میں صوت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک
بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔ روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ اور اُس کی
صفات اعراض سے پاک ہیں اور مولٰی عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ مصباح میں ہے
سمع اللہ قولک علمہ مجمع البحار میں ہے البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ والبصر
فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات منح الروض میں ہے السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات
والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرک ادراکا تاما لاعلی طریق التخیل والتوھم ولا علی طریق تاثیر حاسۃ
ووصول ہواء اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ کما علم
بالضرورۃ من التجربۃ المقابلۃ اوما فی حکمھا نحو المرئی فی المرأۃ وانھا مستحیلۃ فی حق اللہ تعالٰی لتنزھہ
عن المکان والجھۃ والجواب منع الاشتراط امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا ماقالوا من اشتراط
المقابلۃ وغیرہ یبطل برؤیۃ اللہ تعالٰی ایانا روح لاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفارق کا از قبیل دوم
کل ذلک علی الاغلب والاقرب بما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء والمفارق بالاٰلات الباقیۃ
الدائمۃ کما فی الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ومعنی المفارقۃ فیھم طریان نفراق آنی تحقیقا للوعد
الربانی اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتٰی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رویت جنت ونار ونعیم وعذاب وسماع وکلام
ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر وعیاں وسیاق تفصیل عنقریب ان شاء

---

[1] ای المبصر نفسہ او شبحہ المنطبع فی نحو مرأۃ علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فمقابلۃ المبصر حاصلۃ فی الوجھین لاجل الانعکاس
اقول ودلیل تمسک الفقہاء الی القول بالانطباع ہوان یقولوا کون الابصار بہ وذلک بانھم صرحوا ان الرجل اذا رأی فرج امرأۃ وھی فی الماء
تثبت حرمۃ المصاہرۃ ولو رأی فرجھا فی الماء لا منہ وھی خارجۃ لم تثبت لانہ علی الاول رأی فرجھا وعلی الثانی انما رأی شبحہ لا نفسہ کما فی الخانیۃ وغیرہا
فلو قالوا بالانعکاس لکان رأی نفس الفرج فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علیہ ثم رأیت المحقق نبہ علیہ فی فتح القدیر وللہ الحمد ۱۲ منہ

[2] اقول قید الطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرؤیۃ طلبہا والمراد بالازالۃ العدم اصلیا او طاریا بفعل الرائی او غیرہ ۱۲ منہ

القریب اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی و مرئی و سامع و مسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صورِ جزئیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع و بصر بدن کی طرف مضاف ہوں کما بیّنا ہ فی المقدمۃ الثانیۃ خواہ بروجہ اثبات اور یہ ظاہر ہے خواہ بہ ضمن سلب جہاں سلب مقصر ناستمر ہے لتضمنہ الاثبات کما لا یخفی مقدمہ خامسہ قرآن و احادیث نصوص شرعیہ و محاورات عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح و جسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں قال اللہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ہ ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین الٰی قولہ سبحانہ فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ہ وقال عزوجل واذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون ہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین ہ وقال تبارک اسمہ انا خلقنٰھم من طین لازب وقال جل جلالہ یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الٰی اجل مسمّی ۱؎ الآیۃ پر ظاہر کہ کھنکناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی پھر پانی کے قطرے پھر خون کی بوند پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اُس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال[1] واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی وقال عز مجدہ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا وقال تعالٰی شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلٰی قٰدرین علٰی ان نسوی بنانہ بل یرید الانسان لیفجر امامہ یسئل ایان یوم القیٰمۃ الٰی قولہ جل ذکرہ یقول الانسان یومئذ این المفر الٰی قولہ جلت عظمتہ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علٰی نفسہ بصیرۃ ہ ولو القٰی معاذیرہ ہ واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم و جہل و حسبان و ارادہ و سوال و کلام و اعلام و معرفت و معذرت یہ سب صفات و افعال روح سے ہیں یوہیں فجور بھی قال عز جدہ ونفس وما سوٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے ہوئے اُس کے لیے مذکور قال عز شانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا ہ مرد و زن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف و آزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا و بینا وقال تعالٰی ذکرہ اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ الآیۃ ہ رویت و علم شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی پھر خصومت و مثل زنی و نسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی یہی سب محاورات عرفِ عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع ہر عاقل جانتا ہے کہ اس ایک ہی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک ہی انسان ہے نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن ولہٰذا اُس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد

[1] خصوصا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ

مقال اور ثالث خود انہیں امام جلیل و دیگر اجلۂ اکابر کا ارشاد جمیل تفسیر کبیر میں ہے اما القائلون بان الانسان عبارۃ
عن هذه البنية المخصوصة وعن هذا الجسم المحسوس فهم جمهور المتكلمين وهذا القول عندنا باطل (و
ذكر عليه حججا الى ان قال) الحجة الخامسة ان الانسان قد يكون حيا حال ما يكون البدن ميتا والدليل قوله
تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء فهذا النص صريح في ان اولئك المقتولين احياء
والحس يدل على ان هذا الجسد ميت الحجة السادسة قوله تعالى النار يعرضون عليها وقوله اغرقوا فادخلوا
نارا وقوله عليه الصلوة والسلام القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار كل هذه النصوص يدل
على ان الانسان يبقى بعد موت الجسد الحجة السابعة قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حمل الميت على نعشه
رفرف روحه فوق النعش ويقول يا اهلي ويا ولدي (الحديث) النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صرح بان حال
ما يكون الجسد على النعش بقي هناك شيئ ينادي ويقول جمعت المال من حله وغير حله ومعلوم ان الذي
كان الاهل اهلا له وكان جامعا للمال وبقي في رقبته الوبال ليس الا ذلك الانسان فهذا تصريح بان في الوقت
الذي كان الجسد ميتا كان الانسان حيا باقيا فاهما الحجة الثامنة قوله تعالى يايتها النفس المطمئنة ارجعي الى
ربك راضية مرضية والخطاب انما هو حال الموت فدل ان الذي يرجع الى الله بعد موت الجسد يكون حيا
راضيا وليس الا الانسان فدل ان الانسان بقي حيا بعد موت الجسد الحجة العاشرة جميع فرق الدنيا من الهند
والروم والعرب والعجم وجميع ارباب الملل والنحل من اليهود والنصارى والمجوس والمسلمين يتصدقون
عن موتاهم ويدعون لهم بالخير ويذهبون الى زياراتهم ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احياء لكان
التصدق والدعاء والزيارة عبثا فيدل ان فطرتهم الاصلية شاهدة بان الانسان لا يموت بل يموت الجسد
والحجة السابعة عشرة ان الانسان يجب ان يكون عالما والعلم لا يحصل الا في القلب فيلزم ان يكون الانسان
عبارة عن الشيئ الموجود في القلب او شيئ له تعلق بالقلب اھ ملتقطا مختصرا امام الطریقہ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ
اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں لیس فی العلوم اصعب تصورا من هذه
المسألة فان الارواح ظاهرة بحكم الاصل والاجسام وقواها كذلك ظاهرة بما فطرت عليه من تسبيح خالقها
وتوحيده ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق به التكاليف وظهر منه الطاعات والمخالفات
اھ امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے
نقل فرماتے ہیں الانسان عند اهل البصائر هذا المجموع من الجسد والروح بما فيه من المعاني امام فخرالدین رازی
تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفة فاذا هو خصيم مبين فرماتے ہیں اعلم ان
الانسان مركب من بدن ونفس فقوله تعالى خلق الانسان من نطفة اشارة الى الاستدلال ببدنه على

وجود الصانع الحکیم وقولہ تعالٰی فاذا ھو خصیم مبین اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم الخ **اقول** وباللہ التوفیق آیات کریمہ قرآن عظیم ومحاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہ اولیں ذہن میں منتقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید وعمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں اُس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک نفسِ حقیقت انسانی میں داخل وجزء حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے نحو ہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شئی مدرک عاقل حاکم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالٰی ہے اور یہ صفات اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شئے غیر ہو اور اُس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کیے جاتے ہوں اس تنبیہ واضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں مجرد وتحفہ بمعنی بشرط لاشئی مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں اگرچہ تو لابشرط اور یہ بھی مقبول نہیں کہ روح وبدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں اور قول اول تو اصلاً قابل قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں یوہیں یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد مرتبہ بشرط شئے ہے نہ ترکب نفسِ حقیقت نہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاورات عامہ خواہ بدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شئے ثالث ہے لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاہر بما فیہ من المعانی فما کان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی الحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مرارا کثیرۃ ان الانسان ھو الروح رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنے انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اُس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے نہ بالتبع تو بفضل اللہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار ومنصور وہی قول اخیر بایں معنی وتفسیر ہے اور قول ثانی بھی اُس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان روح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اُسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا نہ اُن عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر کرو تو اُس کا اُسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور وتہنا امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بارہا روح ہی کی انسان ہونے پر تجمیل وتنقیح فرمائی خود ہی انسان کے روح وبدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ درحقیقت آدمی عبارت ازان است وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی تفصیل این اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان وبدن جزو اعظم جان است کہ تبدل وتغیر دران راہ نمی یابد وبدن بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار درو راہ می یابد اھ مختصراً پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے ایک تعلق دنیوی بحال بیداری دوسرا بحال خواب

کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق تیسرا برزخی چوتھا اُخروی وجعلہا فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسۃ حیث قال للروح بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغایرۃ الاوّل فی بطن الام الثانی بعد الولادۃ الثالث فی حال النوم فلہا بہ تعلق من وجہ ومفارقۃ من وجہ الرابع فی البرزخ فانہا وان کانت قد فارقتہ بالموت فانہا لم تفارقہ فراقا کلیا بحیث لم یبق لہا الیہ التفات الخامس تعلقہا بہ یوم البعث وھو اکمل انواع التعلقات ولا نسبۃ لما قبلہ الیہ اذ لایقبل البدن معہ موتا ولا نوما ولا فسادا اھ وتبعہ القاری فی منح الروض **اقول** الکلام فی الانواع المتغایرۃ ولا یظہر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادۃ فان کلیہما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف لاناقض بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذلک تعلق التدبیر والاخروی فلا نقص فیہ اصلا فیتحصل التقسیم ھکذا التعلق اما متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لایقبل الفراق فاخروی والا فدنیوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی والا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین الاتہ وجوارحہ فی الاعمال والادراک مثل المولود قلت لایستعملہا المولود من ساعتہ کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشدہ ولا کمثلہ الشیخ الہرم ثم الفانی فلیجعل عامۃ ذلک تعلقات متغایرۃ فافہم ان میں جس طرح اعلٰی واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں یونہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذاللہ تعذیب جو کچھ ہے اُسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مؤمن ومطیع یا معاذاللہ کافر وعاصی تھا نہ یہ کہ طاعت وایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کفر وعصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاء حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی طرح کا ہو اما ما قال الامام ابوطاہر بعد ما اسلفنا نقلہ من انہ اذا بطلت صورۃ جسدہ بالموت وزالت عنہ المعانی بقبض روحہ لایسمی انسانا فاذا جمعت ھذہ الاشیاء الیہ بالاعادۃ ثانیا کان ھو ذلک الانسان بعینہ الا تری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا وجثۃ ولا یسمی انسانا وکذلک الروح المجرد لایسمی انسانا الخ **فاقول** لیس یرید رحمہ اللہ تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الی حین البعث لیس بانسان ومعاذاللہ ان یریدہ وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لایکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا ومعلوم قطعا ان الانسان ھو الذی کان اٰمن وکفر واحسن وفجر وبدیہی ان غیر الانسان غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص واللہ تعالٰی یقول

عنہم یویلنا من بعثنا من مرقدنا فافادان المبعوثین فی الحشر ہم الراقدون فی القبور ومعلوم ان المثوبین فی العقبٰی ہم الکائنون فی الدنیا فالانسان ہو ہو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیۃ ولم ینسلخ عن حقیقتہ وقال تعالٰی النار یعرضون علیہا فانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فہم المعروضون علی النار لاغیرہم و قال تعالٰی قتل الانسان ما اکفرہ الی قولہ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ فالاقبار بعد الاماتۃ وقد رجع الکنایۃ فیہ الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسانا وبالجملۃ فہی الدلائل علی ہذہ کثیرۃ لامطمع فی احاطتہا وانما اردنا التنبیہ علی ان الانسان لیس بمعزل اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا ابطلت صورتہ بالموت وزالت عنہ المعانی لخروج الروح عنہ لایسمی ذلک الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبلہ عرفا لمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث ہو مجرد لایسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا ہکذا ینبغی ان یفہم ہذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام۔ یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان وروح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام[1] مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا جانتے ہیں تو وجہ یہ کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح وبدن شے واحد ہیں بلکہ روح خفی ونظری ہے اور بدن محسوس ومرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اُسے اپنے رنگ میں رنگ لیا جس طرح دہکتے کوئلے کو اُس کے ہر ذرّے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق کردیا اب اُسے آگ ہی کہا جاتا ہے یونہیں جسم کو انا الانسان کا دعوٰی پہنچتا ہے ہم سنتا دیکھتا بولتا چلتا پھرتا کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک وفاعل روح ہے اور بدن آلہ لہذا بدن پر اطلاق انسان پر حقیقت[2] عرفیہ قرار پایا اور وہی تمام صفات وافعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم

---

[1] بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بہذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقلہ الامام السیوطی فی الاتقان وقال وقد استخرجت بفکری آیات ذکرت منہا الاولی اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرجہ ابن مردویہ من طریق الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما و الضمیر لہ مرادا بہ قیام الساعۃ او العذاب والثانیۃ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین المراد بہ آدم ثم اعاد الضمیر علیہ مرادا بہ ولدہ فقال ثم جعلنٰہ نطفۃ قال وہی اظہرہا والثالثۃ لاتسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ثم قال قد سألہا قوم من قبلکم ای اشیاء اٰخر انتہی ملخصا کلام الامام السیوطی اقول وقد استخرجت مثالین آخرین الاول قولہ عزوجل احصنت فرجہا فنفخنا فیہ الفرج فرج المرأۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیہ المحققون والآخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیہا تفسیر قولہ عزوجل وسیجنبہا الاتقی ۱۲ منہ

[2] عرف تو عرف اس شدت اختلاط وعدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کرتے ہیں حیوان ناطق حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی حساس ہے اور ناطق ومدرک روح بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں بھی اغلاط ہے جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومرید روح ۱۲ منہ

مطابقت عرف پر اُترا قال تعالٰی انہ لحق مثل ما انکم تنطقون اب نہ تجوز ہے نہ استخدام نظیر اُس کی رأیت زیدًا ہے۔ زید را دیدم۔ زید کو دیکھا حالانکہ زید اگرچہ اُس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں مرئی صرف رنگ وسطح بالائی ہے اور وہ قطعًا نہ روح زید ہے نہ بدن مگر شدت اتصال کے باعث اُسے رویت زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز ومخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ وسطح کو یوں ہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعًا کاذب سمجھا جائے گا لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع ومشبع لکھ کر فرماتے ہیں اعلم ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاھدات مصرون علی ھذا القول جازمون بھذا المذھب واحتج المنکرون بقولہ تعالٰی من ای شیئ خلقہ من نطفۃ ھذا تصریح بان الانسان مخلوق من النطفۃ وانہ یموت ویدخل القبر ولو لم یکن عبارۃ عن الجثۃ لم تکن الاحوال المذکورۃ صحیحۃ والجواب انہ لما کان الانسان فی العرف والظاھر عبارۃ عن ھذہ الجثۃ اطلق علیہ اسم الانسان فی العرف اھ مختصرا **اقول** و ھذا الجواب احسن مما قدم قبلہ حیث قال فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین قلنا کلمۃ من اصلھا لابتداء الغایۃ کقولک خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ہ یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من ھذہ السلالۃ ونحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ اھ **قلت** وقد یستانس لہ بقولہ تعالٰی وبدأ خلق الانسان من طین ہ فافھم بالجملہ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ تعلق برزخی دوم حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے اور اگر غرابت فن سے قطع نظر کرکے اُن کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق مقدمہ سادسہ **اقول** صفات بدن دو قسم ہیں اصلیہ کہ خود بدن کے لیے حاصل اور تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم وسمع وبصر وارادہ وفاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا عرف میں اگرچہ انسان نام بدن ٹھہرا مگر صفات تبعیہ کی اُس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو شرعًا عرفًا لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفًا امر وحدانی کر دیا تھا جب وہ مسلوب ہوا کشف حجاب ہوا صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہوکر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودہ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں نظیر اُس کی وہی صحبت آتش وانگشت ہے کوئلا کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم وسُرخ وروشن جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اُس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا اور برکران ہوئی وہی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفا

انسان خواہ بلفظ انسان و بشر و آدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام و ضمائر و اسمائے اشارہ سے اُس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور اگر صفات اصلیہ پر مقصور ہو جیسے اُٹھانا بٹھانا نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن اُن کا صالح ہے اور اگر صفات تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب، اعلام و افہام و کلام تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر اُن کے بدن اُن کا صالح نہیں بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو شامل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی میں محمول بنے بلکہ یہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اُسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اُسی سے دہی دہکتا ہوا کوئلا مُراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اُسی میں ہے اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلا اس کے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلا اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاھر جدًا بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں اُس ضابطے کے جو علما نے یہاں ارشاد فرمایا اور تنویر الابصار و درمختار و شرح کنز وغیرہا میں مذکور ہوا کہ ماشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین وما اختص بحالۃ الحیاۃ تقید بہا مقدمہ سابعہ **اقول** مناظرات میں وقت و اطالت کی راہ باقی ہے بیشتر اصل مقصد و مورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے فریقین اُس کے پابند رہیں یہ تو معلوم کہ اہل باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر اس میں باذن اللہ تعالیٰ تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے اس مسئلہ دائرۂ سماع موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام کلام وہ انھیں کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انھیں کے پٹھوں کو قرع کرے اسی طریقے پر سماع ہو یونہیں رویت عامۂ اموات میں ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انھیں آنکھوں سے دیکھیں انھیں سے خروج شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعویٰ اس کو اس پر توقف۔ آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ دیکھتا سنتا ہے یونہیں برسوں کا جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک و غبار ہو کر مٹی میں مل گیا جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہیں ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اُس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا اُن کی باتیں سنتا اُس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا اُن پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے جو سلام و کلام مدفون امروزہ کے لیے شرع مطہر میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ سلام تم پر اے ایمان والو اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہمیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن صحابی اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ جہاں کسی کافر کی قبر پر گذرو اُسے دوزخ جانے کا مژدہ دو تو ارشاد اقدس میں کوئی تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر اُن صحابی نے کاربندی کی غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مُردے زندوں کی طرح صورت

صوت کا ادراک کرتے ہیں اور اوپر روشن ہوچکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواح موتٰی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر۔ فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانب جسم عود کرے۔ آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت ونار وملائکہ وثواب وعذاب کو دیکھتے ان کی بات سنتے سمجھتے قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلات جسمانیہ پر غیر مقصور، قال المولٰی تبارک وتعالٰی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم القیامۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ان ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو وتروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھذہ مأوکم حتی تقوم الساعۃ۔ فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح شام دو وقت آگ پر لے جائی جاتی ہیں جہنم دکھا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات احدکم عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ یونہی اموات کی باہم ملاقاتیں آپس کی گفتگو قبر کا ان سے باتیں کرنا ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا احیا کے اعمال انھیں سنائے جانا اپنے حسنات وسیئات اور گاہ گاہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے وہ ان چیزوں آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب سوال ۱۹ میں تسلیم کیا کہ مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انھیں سے کلام۔ یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا اب جانب منکرین نظر کیجئے ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن تو جھگڑا ہی کیا ہے ابھی اتفاق ہوگیا اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں گوش وگوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں گو بے واسطہ چشم۔ انھیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ حجب درمیان زائر ومزور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور ابصار صور محال۔ یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال۔ الحمد للہ المعین المتعال وصلی

تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پر علامت مق لکھ کر شمارہ مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاددہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق **جواب اول** ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہل سنت ہیں حق انھیں میں منحصر ہے اور اس کے معنی[مق] یہ کہ ارواح مردگان (کہ ان پر بھی اطلاق[مقا] مردہ و میت کیا جاتا ہے اور خود وہ اور ان کے ادراکات باقی و مستمر و بحال نا تغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراح اہلسنت فلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ مردے نہیں سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں ان کا فضل و کمال ظاہر و باہر ہے اور ان کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقتہً[مقا] وہی مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت[مقبا] و توسط و تادیۂ صوت کے لائق نہیں دونوں کلام صراحۃً سچے ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف نہ کوئی حرف مفید مخالف۔ بحمد اللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا مخالف عبارات علمائے مستدل اور ان کے منکر سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لئے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں[1] موجود مثلاً

دلیل ۱ اول جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحین سماع موتی کے باب میں موجود اور بتصریح علماء حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف و نزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہ ائمہ کا کلام غلط و باطل ٹھہرے مطرود و مردود اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح و صریح اور تخالف مفقود تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہ خلاف بند و مسدود **دلیل ۲** خلاف و تطبیق درکنار ثقات علماء اثبات سماع موتی پر اجماع اہلسنت نقل فرماچکے کیا معاذ اللہ انھیں جزاف وکذب کی طرف نسبت کرسکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار و ناقابل شمار کہ ان کے خلاف کو لاشے ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قول مشائخ نسبت اشباح **دلیل ۳** جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متوافرہ سماع موتی پر بے تخصیص و تقیید وقت ایسی ناطق جن میں فری انصاف ودین کو مجال تاویل و تبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ ان کا کلام مخالف احادیث سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلاۃ والسلام ٹھہرائے اور وہ بھی کس سخت جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب و برزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا لابلاء لا یحتمل وعناء لا یرام رہا شہابی قنوجی رفوخواہ مائۃ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ آنچہ از ملا علی قاری وشیخ عبدالحق آوردہ ہمہ از شرح صدور نقل می کنند و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است وایں احادیث قابل اعتماد نیستند **اقول اوّلاً** شدت تعصب نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا ان پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا کیا علی قاری وشیخ محقق نے ان سے استناد نہ کیا یا آپ نے ان کے کلاموں کا جواب دے لیا شرم شرم شرم۔ ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا وہ دیا کہ عقل وحیا دیانت سب کو جواب دیا آخر کلام میں اسے بھی سن لیجئے **ثانیاً** یہاں ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی

[1] کہ بتالوں مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ

تصحیحیں کہیں زیادہ علم نہ تھا تو اپنے ہی خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی ھذہ المسائل کلہا ذکرھا السیوطی فی کتابہ شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے شیخ محقق کی عبارت منقول تھی باجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اند باخبار و احادیث کہ دلالت می کنند بر وجود علم مر موتی را بہ دنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آں را جاہل باخبار و منکر دین ثالثًا کیا مولانا قاری اور شیخ محقق نے احادیث سلام و حدیث ترمذی عن ام المؤمنین در بارۂ خطاب بہ میت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل رابعًا کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص یہ ایسا ہے اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل بے حاصل خامسًا احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصانیف امام ممدوح میں مذکور ہوتی ہیں یوہیں عامہ ائمہ کی تالیفات میں اور خود یہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ وقرۃ العینین و ازالۃ الخفاء و تفسیر عزیزی و تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ تو وہ بھرے ہیں سادسًا لطف یہ کہ خود انھیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتی میں خود انھیں احادیث سے استناد کیا اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ تفصیل آں دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید سابعًا یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصح درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھیے کہ بعونہ تعالٰی آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں مکابرۂ قنوجی اب وہ جواب سنئے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا یہی شگوفہ طبقۂ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں علاوہ بریں از تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در در منثور کردہ صریح عدم سماع موتی مستفاد است پھر وہ تفسیر بحوالہ ابو سہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری[1] بطریق عبدالقدوس عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیب بدر پر اُن کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے فانزل اللہ تعالٰی انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اُتاریں پھر خود اس روایت کے نسبت کہا نص است برآنکہ موتی را سماع نیست **اقول اولًا** صحاح جلیلہ مشہورۂ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی اور ایک کتاب میں رطب و یابس مقبول و مردود جوڑ کے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی ثانیًا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم قسم ہے اُس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اسے تم اُن سے کچھ زیادہ نہیں سنتے اور تو ان آیتوں کو اُس کے

[1] درنسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنین است و صحیح الجنید نیشاپوری است فلیتنبہ ۱۲ منہ

خلاف پر اُترنا ملے کیا معاذاللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اُترا ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی ام المومنین نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم و سہو نسبت فرمایا تو نے تو اُمرا ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذاللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا **ثالثًا** لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں نمل، ملائکہ، روم تینوں سکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر بعد ہجرت کے بعد ہے کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں **رابعًا** دیکھیے سباق و سیاق آیات صراحۃً کلام کفار احیا میں ہے کہ سخن حق نہیں سنتے نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں سورۂ روم میں فرماتا ہے ولئن ارسلنا ریحا فرأوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون فانک لاتسمع الموتٰی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ہ وما انت بھادی العمی عن ضلٰلتھم ان تسمع الا من یؤمن باٰیتنا فھم مسلمون بعینہٖ اسی طرح انک لاتسمع سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے سورۂ فاطر میں فرمایا انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہٖ والی اللہ المصیر وما یستوی الاعمٰی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سُنیں گے **خامسًا** قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعے میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی انک لاتسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لاتسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانک لاتسمع آخر تک سناتے لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جُدا نہیں ہوسکتی اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اُتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا **سادسًا** ظاہر حس و عقل بالبداہۃ جسم میت کے معطل و بےحس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعًا امور غیبیہ سے ہے۔ اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذاللہ اُس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں یا تو اولاعیاذا باللہ حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگادیا تھا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذاللہ خلاف واقع آئی پھر اس کا رد اُترا تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو **سابعًا** اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعًا یقینًا حتمًا جزمًا آیات مذکورہ آیت کریمہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی کے باب سے ہیں جن میں معاذاللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی قسم پر رد و انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مُردہ تمہارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سُنایا بلکہ خدا نے سُنایا ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یہ اُسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جب کہ آتے ہی

گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم خوار ذلیل والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجیے۔ کلام مشائخ دربارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد واسانید میں یہ تین امور بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انھیں علمائے کرام کے کلام ودیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام ونقض ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول توقبول واجب اور عدول مخذول مثلاً دلیل ۴۔ بحث دیکھیے کلام کی کہ ایمان کی اور باجماع حنفیہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم اُن کا مبنی عرف اور عرف مقصد میں انسان وزید وآن وتوسب کا مورد بدن تو قسم اُسی پر صادق اور یہ تمام وادوری وچالشگری اُسی سے متعلق دلیل ۵۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر اُن کا کلام موت میں ہے اور میت مقال نہیں مگر بدن خود امام کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا الروح لایموت لکنہ زال عن قالب فلان واللہ تعالٰی قادر علی اعادتہ یعنی روح میت نہیں وہ توصرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے دلیل ۶۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ حس میت میں اُن کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں جسے فہم نہیں جسے درد نہیں پہونچتا جو بحس ہے کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے واللفظ للرمز الکلام للافھام فلا یتحقق فی المیت فتح القدیر میں ہے والموت ینافیہ اسی تخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے من قال ان ضربتك فعبدی حر فھو علی الضرب فی الحیاۃ فلومات ثم ضرب لایحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم متصل بالبدن والایلام لایتحقق فی المیت اسی فتح القدیر میں ہے لایتحقق فی المیّت لانہ لایحس اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لایتصور تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کررہے ہیں کہ وہی ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک بہ خلاف روح کہ اُس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرماچکے الروح لایتغیر بالموت دلیل ۷۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں تألم نہیں تو عذاب قبر کیا تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذاب قبر کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہونچنے کے قابل ہوجاتا ہے اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح اُسی میں کافی سے[1] ہے عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل یوضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ

---

[1] لطیفہ مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے حیات کاملہ قول بعض ومرجوح ہے کہ اُسے عامہ کی طرف نسبت کرکے اُسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادہ حیات اور اُس کی دلیل لکھ کر انھیں سے وہ دونوں قول حیات خفیفہ وحیات کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ بعینہٖ اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲ منہ

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وعلٰی ھذا عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی لان عندہ لا یعذب المیت من غیر حیاۃ اور بالیقین یہ شانِ بدن ہی کی ہے کہ اُسے موت عارض ہوتی اور اُس کا حس وادراک باطل کرتی پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اُس کی حیات مستمرہ ہے امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں لانہ لایحس ولذا کان الحق لان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالالم حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لایتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذھا البصر وان اللہ علٰی ذٰلک لقدیر الخ وقد تقدم تماما فی المقدمۃ الثالثۃ اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کیسے میت کہہ رہے تھے کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم ماناکس کے اجزا متفرق ہوگئے کس کے اجزا اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزا مٹی میں مل گئے کیا وہ روح پاک ہے حاشا یہی بدن تودہ خاک ہے تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردہ حقیقی میں علماء کا کلام ہے اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے وللہ الحجۃ السامیۃ **دلیل ۸** انھیں کتب میں کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا فان قلت بعد فراغ الملکین من السؤال ما یکون قلت ان کان سعیدا فروحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علٰی صخرۃ فی الارض السابعۃ یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔ تو قبر میں نہیں مگر بدن اُسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے اور اسی سے یہ علماء نفی سماع **دلیل ۹**۔ نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دلیل لائے اور ان شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ اُم المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت ومقر **دلیل ۱۰**۔ انھیں کتب میں اسی بحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے ایک متقید بحیات دوسرے شامل حیات وممات فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں یا عورت سے کہا اگر تجھ سے صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد وزن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اُٹھاؤں یا چھوؤں یا بٹھاؤں تو موت وحیات دونوں کو شامل ہوں گی یہاں تک کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس نے اُسے غسل میت دیا اُس کا جنازہ اُٹھایا اُسے ہاتھ لگایا کفن پہنایا تو حانث ہوگا کافی میں عبارت منقولہ ائمہ مسائل کے چند سطر بعد ہے بخلاف ان غسلتک اوحملتک اومسستک والبستک فانھا لاتتقید بالحیاۃ لان الغسل یراد بہ التنظیف والتطہیر وذا یتحقق فی المیت الا تری انہ یجب غسل المیت تطہیرا لہ فکیف یتاتی فیہ ولو صلی علی المیت قبل الغسل لم یجز وبعدہ یجوز ومن صلی حامل میت لم یغسل لم یجز ولو کان غسل اجاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حمل میتا فلیتوضأ والمس للتعظیم او للشفقۃ فیتحقق بعد الموت والالباس للتعظیم والمیت محل لھا —— دیکھئے وہی کان ہے وہی خطاب ہے اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان

---

[1] رجل من المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ

معلوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے جب بدن مقصود نہیں تو اُسے نہلانا اٹھانا چھونا پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اول میں ضرب وجماع وبوسہ کیا غیر بدن سے تعلق رہیں لمحق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اُس سے الگ کردینا کس قدر دور انکار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتک میں تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورۂ عرف خلق سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل وجمیل جو بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد کلام میں فہم بوسے میں لذت جماع میں قضائے شہوت درکار ہے اور یہ امور بدن کے اُن صفات پر مقصور کہ بہ تبعیت روح اُسے حاصل ہوتی ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفات اصلیۂ بدن کے طالب ہیں تو اُن میں حیات وموت یکساں **دلیل ۱۱** ان ائمہ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بمالایرضی بہ القائل ہے اُن کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سنیے **شاہد (۱)** امام اجل ابو البرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں (۲) خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی فہم وادراک کے قابل نہ رہی یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا وائے جہالت **شاہد (۳)** یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت قبور میں اموات پر سلام اور اُن سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے اور اُسے سنت بتاتے ہیں فتح القدیر میں ہے یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ بل اولٰی وکل مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی **شاہد (۴)** یوہیں جب نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق اُن سے علاوہ سلام خطاب وکلام تعلیم بھی کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہۂ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں عرض کرے پھر اُن کے مواجہہ سے اتنا ہٹے کہ فاروق کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں گزارش کرے اگر معاذ اللہ یہ سلام وکلام محض از قبیل اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی ہٹ دھرم بے انصاف کی کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا اسی فتح القدیر میں ہے ثم یتاخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا ثم یتاخر کذلک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لان راسہ من الصدیق

کرأس الصدیق من النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول السلام علیك یا امیر المؤمنین عمر الفاروق الذی اعز اللّٰہ بہ الاسلام جزاك اللّٰہ من امۃ محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا شاہد (۵) چلئے کہاں کو انھیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف نوبت الحاد سنیئے کہ سارے انکاری مذہب پر مُردنی چھا جائے اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجیل کا پتھراؤ آئے اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ وما عن ابی اللیث یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابوحنیفۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من قبل القبلۃ وتجعل ظھرك الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھك ثم تقول السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ الا ان یحمل علی نوع ما من الاستقبال وذلك انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ وقالوا فی زیارۃ القبور مطلقا الاولی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ فانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ ناظرا الی جھۃ قدمیہ اذا کان علی جنبیہ فعلی ھذا تکون القبلۃ عن یسار الواقف من جھۃ قدمیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بخلاف ما اذا کان من جھۃ وجھہ الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لا کل الاستقبال یکون استدبارہ القبلۃ اکثر من اخذہ الی جھتھا فیصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال الخ یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضہ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اُس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پشت اور قبر انور کی طرف مونھ کرے پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہئے میت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مُردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اُس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا زیادہ رُخ جانب قبر ہوگا اور یک گونہ جانب قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علما ہیں جو میت کو پتھر بے حس بے ادراک بتا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے سر باندھئے اللہ تعالٰی توفیق انصاف بخشے آمین شاہد (۶) یہی امام علی

شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بریئ عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست لہ حاجۃ الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانہ ان لا یضرہ خلل البدن وتلتذ بما یلائمہ ویتألم بما ینافیہ والدلیل علی ذلك قولہ تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وضع المیت علی نعشہ ترفرف روحہ فوق نعشہ ویقول یا اھلی ویا ولدی۔ روح ایك جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے کھانے پینے سے بے نیاز گھلنے بڑھنے سے بری ہے اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں ایسا جوہر عالم آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے تو اُس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے جو بات موافق ہو اُس سے لذت پائے جو مخالف ہو اُس سے درد کھنچے اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز نہیں مردہ نہ جانو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پرافشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھروالو اے میرے بچو۔ للہ انصاف اگر روح بعد موت معطل ہو اور اُس کا فہم و ادراك مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہو تاکہ اُسے بدن کی حاجت نہیں خلل بدن سے کچھ مضرت نہیں بھلا روح تو بیکار وجماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے یہ نعش پر جلوہ افگن ونوازن کون ہے (۷) یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں حکی عن طائفۃ ان معناہ انہ یعذب بسماع بکاء اھلہ علیہ ویرق لھم قال والی ھذا ذھب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وھو اولی الاقوال واحتجوا بحدیث فیہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زجر امرأۃ من البکاء علی ابنھا وقال ان احدکم اذا بکی استعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لاتعذبوا اخوانکم یعنی امام ممدوح نے ایك جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مُردے پر جو روتے ہیں مردے کو اُن کا رونا سُن کر صدمہ ہوتا ہے اور اُن کے لیے اُس کا دل کڑھتا ہے امام محمد نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے اور اس پر ایك حدیث سے دلیل لائے کہ ایك بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں منع کیا اور فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اُس کے رونے پر مُردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔ یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرماچکے ہیں اما تصور البکاء من المیت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان احدکم اذا بکی استعبر لہ صویحبہ والمراد بصویحبہ المیت یعنی میت کا رونا متصور ہے کہ ایك حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ للہ انصاف یہی علماء ہیں جو ارواح موتٰی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں فائدہ: یہ ابی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وطبرانی نے اُن سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک کرو اور مرے پیچھے ایذا دو فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم لیبکی فیستعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا موتاکم قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مردہ رونے لگتا ہے تو اے خدا کے بندو اپنی اموات کو عذاب نہ کرو (شاہد ۸)۔ علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں قول دُرر الایلام لا یتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافھام والموت ینافیہ پر تقریر کی اور نحو و فرمایا الاصل فیہ ان کل فعل یلذ ویولم ویغم ویقع علی الحیاۃ دون الممات اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد کہ ہمارے حضرت استاذ سُن چکے کہ مُردوں کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے (۹) قول ۵۱ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردہ کا جی بہلتا ہے تنبیہ فتاوائے قاضی خاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت و گیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا اُس کا ذہن قطعاً اسی طرف جائے گا کہ اُس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اُس پر اطلاع ضرور اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علما صراحۃً سماع موتی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامۂ احیا کو حاصل نہیں کما نبھنا علیہ سالفا تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں پھر کہا باید دید کہ این عبارت را از سماعت موتی چہ مناسبت محض نافہمی وجہالت ہے ہاں بحمد اللہ تعالٰی اس تذئیل جلیل نے شمس و امس کی طرح روشن کر دیا کہ اُس کے مقتدا اصحاب مائۃ مسائل کا اُن عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں ان وہابی جدید کا اسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور مورد نزاع سے محض بیگانہ تھا و للہ الحمد شاہد ۱ تا ۱۲ یوہیں سید علامہ ابوالسعود ازہری صاحب فتح اللہ المعین و سید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی محشیان دُر نے درباۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میت کو انس ملنا ذکر فرمایا کما تقدم (۱۳ و ۱۴) سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اُس سے میت کا جی بہلتا ہے دیکھو قول ۴۷ و ۴۹ (۱۵ و ۱۶) یوہیں دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مُردے کو بھی ایذا ہوتی ہے دیکھو قول ۳۸ و ۳۹ (۱۷) علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے دیکھو قول ۴۳ (۱۸ تا ۲۰) علامہ حلبی محشی دُر بھی اس تقریر میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہ فرمایا کہ میت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے دیکھو تذییل زیر قول ۴۰ (۲۱) قول ۲۷ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی (۲۲) قول ۴۴ میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اُس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائنتی سے آئے کہ میت کے پیش نظر ہوگا (۲۳) تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داؤدی و اجہوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے (۲۴) علامہ طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا حدیث

صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اُسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے حیث قال واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مامن احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام (۲۵) انہیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے جواب دیتے اُن سے انس پاتے ہیں پھر فرمایا اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت نہ کسی وقت کی قید خدارا انصاف یہ علماء سماع روح کے منکر ہوں گے حاش للہ حاش للہ ولکن الوہابیۃ قوم یعتدون پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعًا یقینًا وہ ارواح موتٰی کے لیے سمع وبصر وعلم وفہم مانتے اور بدن مردہ کو جب تک مردہ ہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عبارات علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین دلیل ۱۲ اگر یہ کلام مشائخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو مثلاً اولًا حدیث ۸۳ سے ۸۹ تک انہیں بارہ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال وقلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل وبے دلیل کما سمعت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا یردہ ان الاختصاص لایصح الا بدلیل وھو مفقود فیھما بل السؤال والجواب ینافیانہ ثانیًا یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عمومًا ومطلقًا اموات کے علم وسمع وبصر و ادراک ومعرفت میں وارد ہیں اُن سے کیا جواب ہوگا مرقاۃ میں ہے مع ان ما ورد من السلام علی الموتٰی یرد علی التخصیص باول احوال الدفن ثالثًا بہت اچھا جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل یہاں تک کہ کلام لایعقل حکم لایعقل آتی تفہیم السائل بھی معترف وقائل حیث قال در وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند اُس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع وفہم سب کچھ حاصل جس طرح انہیں امام ابن الہمام نے دربارہ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ الا انہ علی ھذا ینبغی التلقین بعد الموت لانہ یکون حین ارجاع الروح یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل وناپسند کرتے ہیں بخلاف اُس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا فاقول وباللہ التوفیق تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نا متصور لاجرم یہ قسم حالت حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اُس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ عذاب قبر اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اُس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر ادراک الم دی جاتی ہے ورنہ موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اُس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں احادیث کثیرہ کہ سمع وبصر وفہم وادراک و معرفت اموات پر ناطق ہیں ضرور صادق ہیں اُن میں مراد ارواح موتٰی ہیں کہ ادراک حقیقۃً روح ہی کا کام ہے اور اسے موت نہیں تو موت بدن سے اُس میں تغیر آسکے البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں قطع نظر اس سے کہ لفظ میت بدن میں حقیقت اُن میں صراحۃً اذا وضع فی قبرہ ارشاد ہوا اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرض سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میت کے اور احادیث قلیب اگرچہ

حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اُس سے سوال نہیں امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا ھو الارجح ولا اقول سواہ اھ نقلہ فی ردالمحتار شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے فرماتے ہیں وفی حدیث ابی ھریرۃ عند الطبرانی من طریق حماد وابی عمر الضریر ما یصرح بذٰلک اور اگر سوال انہیں بھی تو اس کا وقت ابتدائے وضع و دفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کوآں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے صحیح مسلم کی روایت حدیث ۴۳ میں گزری اور صحیح بخاری شریف میں ہے عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی واتبعہ اصحابہ وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء ابائھم یافلان بن فلان ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یارسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوشِ بدن ہی سے سُنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقینا معلوم اور بے عودِ حیات سماع جسم خالی قطعا معدوم تو اُن کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عودِ زندگی ماننے سے چارہ نہیں اور بظاہر کہ یہ امر عموماً نہیں ہوتا ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادت حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہوا کہ روح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے لہذا قتادہ نے کہا اللہ تعالٰی نے اُن کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لیے اعادۂ حیات فرماکر سنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماع جسمانی میں نص ہیں اُن میں تخصیص وقت یا بعض اموات خود بدلیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ راساً غیر وارد کہ سماع روح تو آپ ہی خود ثابت ولازم ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ ہر چند مبنی ایمان برعرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی وحقیقی ہر دوست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ تقیید بعرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر وتوجیہ کردن دیگر وقائع کہ برسماع موتی دال ست نمی بود ملخصا ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ محض نافہمی وجہل واضح ہے فاقول اوّلاً یہاں عرفی وحقیقی متغایر نہیں ہے اوپر واضح ہوچکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے اور وہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں محل یمین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ الفاظ

تو انھیں بھی خالی ہونا تھا ثانیاً مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے اُن کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے ثالثاً توجیہ عذاب قبر کی بھی ایسی ہی تھی۔ ذی ہوش کو نافع و مضر میں تمیز کی لیاقت نہیں مگر تفہیم المسائل کے مقابل آنا ضروری ہے ما ذا اخاف علیہ یا مغرور فی المنطق وحتی ھلکت فلیت المھمل لم ینطق؛ عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اُسے ملاحظہ کیجئے اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے رابعاً کاش اس بطور خویش جاد شوندہ بیاد ناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اُس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھتا کانوں سنتا اُس وقت کھلتا کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں اقول ہاں یوں نہیں کہ یہ یمین متعلق مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات اور ادراکات تو مستمرہ ہیں ضرور حنث ہوتا فان العرض وان کان لا یبقی زمانین لکنہ ما دام مستمرا یتجدد الامثال یعد شیئا واحدا باطباق اللغۃ والعرف والشرع بخلاف بدن کہ اُس کی حیات زائل ہو کر اب حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیات اولیٰ کی غیر ہے تو جس حیات سے یمین متعلق تھی منقطع ہوچکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لا یمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیما لہ روح۔ **تنبیہ جلیل** الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ اُن عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگل قبر کو محل فنا قابل التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کے لیے وقت اعادۂ روح الیہ خفق نعال پائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں یوں ہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماع اصوات کی راہ کھلی تو ظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر بحالِ نا متغیر ہے اُس کا سماع عادۃً دائم رہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود ایسا ہی کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمداللہ تعالیٰ صراحۃً اُن کا رد ہیں اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی وقوت وہمی نے کہ

در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ ابر عدم سماع موتی است و در آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدین وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال وجواب این وقت موتی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس این طائفہ ہم منکر سماع موتی است ودر وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند درین صورت از عبارت فتح القدیر معلوم می شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار سماع موتی است

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا ہے تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میت جس کے لیے فقہا سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عود روح کس میں ہوتا ہے پھر یہ پوچھئے کہ اے ذی ہوش

وہ روح جس کے ادنٰی عود سے یہ مشت خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہو جاتا ہے وہ خود کہ حجاب و حائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے کیوں نہ بالاتفاق دائمًا شنوا و بینا ہوگی اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ہ ہوا کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کچھ حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷ کہ روح کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنوئیں میں آسمان بریں کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذٰلک اقوال کثیرہ مذکورہ۔ دیکھو ظالم حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کے لیے جسم شرط مانیے یہ اوپر واضح ہو چکا کہ اس کے کون قائل ہیں معتزلہ وغیرہم لیا ہے گے تم جانو اور تمہارا کام یہی بحمداللہ تقریر و تفسیر و تحریر و تنویر اس کلام حضرات مشائخ کی جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہل حق سے الجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل و معضل سمجھتے۔ اہل بدعت اپنی سپر و پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر اپنی ٹوپیاں اچھالتے اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدۂ صادقہ پاکر سلاح معارضہ و مناقضہ سنبھالتے اب بعون عزیز مقتدر عزجلالہ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہلسنت کے مطابق اور مذہب مخالف کا رد و عکس ہے بحمداللہ تعالٰی اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوے قصر عدم کے کس گوشے میں گئے موافق نہ صرف موافق ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہ تعالٰی اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے **فائدہ (۱)** کلام مشائخ بحمداللہ تعالٰی ہرگز عقیدۂ اہلسنت کے مخالف نہیں **فائدہ (۲)** نہ عیاذًا باللہ کسی حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف **فائدہ (۳)** نہ تصریحات ائمہ میں اصلًا تعارض **فائدہ (۴)** نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقض **فائدہ (۵)** نہ وہ اس مسئلہ میں اپنے ہی اصل مقرر یعنی بنا علی العرف سے جدا چلے بلکہ اسی جڑ سے یہ پودے کھلے **فائدہ (۶)** نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے نہ ان کی اس دلیل پر نہا کوئی نقض وارد نہ تفریع و تاصیل پر کچھ الزام عائد غرض ہر باب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص و تصریحات اور احادیث و آثار کے عالی ارشادات بحمداللہ تعالٰی سب متفق و منتظم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب و ملتئم۔ اور اس تقریر معقول مستنیر و مصقول واجب القبول کو نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہو کر ان کے مقابل اتنی ہی ضرر حاصل اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض و باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل پھر کیا کسی استناد کے قابل وھٰذا مما لا یرضاہ عاقل اب بحمداللہ تعالٰی مہر نیمروز وماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں و درخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کے افکار غامضہ دقیقہ ایسے ہی عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اس کے مرقاۃ مدارج و معالی معارج تک وصول میں تامل رہیں جیسا کہ خادم ابواب و فصول فقہ و اصول پر آشکار و مبین یہ بحمداللہ تعالٰی حق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے حق حقیق بقبول و تصدیق ہرگز متجاوز نہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق الحمدللہ اگر اس تمام کتاب میں ان مقدمات سبعہ کی تمہید و تزیین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر و تبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضل عظیم حضرت کریم عم نوالہ اسی قدر شافی و کافی و مغنی و وافی تھا ذٰلک فضل اللہ علینا وعلی الناس ولٰکن اکثر الناس لا یشکرون ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی

والدیّ وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین والحمد للہ رب العالمین

الحمدللہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلا حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں دلائل نے بفضلہ تعالٰی الیقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مرادِ مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے ارخائے عنان سے مطلبیں دیجئے مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے لہذا جانشگری کو کچھ اور بھی امتداد سہی اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباللہ التوفیق

تنبیہ اول **اقول** بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور اُن کے مأخذ حسبِ اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے یونہیں مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ اُن سنگ سارین کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں ولہذا وہ سفہا عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سُن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ ودرمختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے قول ۱۴۵ ہر کہ تلقین نمی کند ونمیگوید بآن او بر مذہب اعتزال است کہ گوید میت جماد محض است ولہذا امام ابن الہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے یہ اُن جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہلسنت کہ منع میں شریک ہوئے اُن کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما مرعن سلطان العلماء یا اُن کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت ولہذا امام نسفی نے مسئلہ میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اُسے عدم فائدہ سے استناد کیا جیسا کہ قول ۱۴۵ دکتہ جلیلہ میں گزرا ولہذا ملک العلماء بحرالعلوم عبدالعلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا اُس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں المیت لافائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ والتلقین لغو وان مات کافرا فلایفید التلقین لانہ لاینفعہ الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لایسمع فھذا باطل **فائدہ** امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے اینٹوں پتھروں کو یونہیں آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع ونفی قبول ذکر فرمائی زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم زیر کریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون ولا بہ ینتفعون شبھوا بالموتی زیر کریمہ روم وھولاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع وافترا کے ماہر کامل صاف لکھ دیا

در تفسیر مدارک تحت آیہ کریمہ والذین کذبوا بآیٰتنا صم وبکم لم نرید المعنی انھم فی حال کفرھم کذٰلک لانھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فلھذا شبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتہی اھ مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں لطف یہ کہ اُس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک عبارت مدارک تھی حالانکہ صاحب مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی اور وہ بھی اپنے کسی ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے مگر نابینائی جو چاہے کرائے۔ **تنبیہ دوم** اقول بحمد اللہ تعالٰی واضح ہوچکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعوٰی نہ ہمارا کوئی مسئلہ اُس پر موقوف تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیب قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی اور شہادت عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات ہے اس تلذذ وتنعم وتالم کے لیے لازم جانی ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ دلائل قاہرہ اس پر قائم ہوچکے کہ روح باقی ومستقر بحال وناتغیر سمع وبصر اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی مطلع ہوگی اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی اذیت پائے گی فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہوچکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی رہا یہ کہ اس سے اُسے اذیت ودرد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں یعنی جس طرح عالم حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اُسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اُس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا آیا بعد فراق بھی مثل عذاب الٰہی والعیاذ باللہ تعالٰی تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اُس میں درد منتفی اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے ولہٰذا کافی میں فرمایا المیت لایتألم بضرب بنی اٰدم وانما ذٰلک مما یتفرد بہ اللّٰہ تعالٰی اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اخرج ابن سعد عن خالد بن معدان قال لما انھزمت الروم یوم اجنادین انتھوا الی موضع لایعبرہ الا انسان انسان فجعلت الروم تقاتل علیہ فتقدم ھشام بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ فقاتلھم حتی قتل ووقع علی تلک الثلمۃ فسدھا فلما انتھی المسلمون الیھا ھابوا ان یوطئوہ الخیل فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأہ ھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ھذہ الاٰثار لاتدل علی ان الارواح لاتتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجساد لاتشعر بما ینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اٰخر یصل الی المیت بمشیئۃ اللہ تعالٰی وقدرتہ اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں حدیث ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الاثم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے، علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظمہ حیا فی التألم والتاذی جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد

حدیث یہ ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنی درد و ایذا میں ایسی ہی ہے جیسے زندہ کی امام ابوعمر ابن عبدالبر و شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں سید علامہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی محشیان دُر کے اقوال اُسی کے بعد مذکور ہوئے حدیث ۴۲ میں بروایت صحیح مسلم شریف انھیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گزرا اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی وصیت حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ این قول شارت است بآنکہ میت احساس می کند و دردناک می شود بانچہ دردناک می شود بآن زندہ حدیث ۱۹ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ انہ لیناشد باللہ غاسلہ الاخففت علی مردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اُس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے فرمایا علام تنصون میتکم کس جرم پر اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابوحنیفۃ و عبدالرزاق فی مصنفہ و اللفظ لہ قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انھا رأت امرۃ یکدون رأسھا بمشط فقالت علام تنصون میتکم و رواہ محمد ابوعبید القاسم بن سلام و ابراھیم الحربی فی کتابیھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انھا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانئے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچے گا حیات معادہ سے اور حلف بھا حیات موجودہ عند الحلف پر کماقد منا تحقیقہ عن الفتح! ورنہ مانئے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے آلیت بدن ہونا نہ ہونا یکساں ولہذا امام اجل سیوطی نے آں کہ اثبات سماع موتی میں تحقیقات باہرہ و قاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام و افضل الصلوۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام و الہ وصحبہ الی یوم القیام **جواب دوم** مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلات جسمانیہ نہیں یوں بھی مطلب حاصل اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے مرور فرمایا شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں درین جا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاسہ سمع می باشد و سمع بجزابی بدن خراب شد بگوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید و علم بروح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات و مسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار و سمع چنانچہ بعض متکلمان سمع و بصر الٰہی تعالٰی را بعلم مسموعات و مبصرات تاویل کردہ اند الخ **اقول** وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازین کہ آلات جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں ولہذا اللہ عزوجل کو سمیع مانتے ہیں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں اس لیے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کردے اور اگر سمع کے لیے یہ معنی نہ بھی مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علی سبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے

سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یوں ہیں تاویل کیا اور مقدمۂ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو ان کا مسلک یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالٰی نہ ہمیں دعوٰی سمع سے تنزل کی حاجت نہ روح مفارق یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہوسکے کہ ناچار تاویل وتمحل کریں خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے **فاقول** جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں مضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح وواضح ہو پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا اکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلٰتکم معروضۃ علی اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارے درود مجھ پر عرض کی جائے گی صحابہ نے گزارش کی یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت یا رسول اللہ یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدار قطنی والحاکم والبیھقی فی الدعوات الکبیر وابونعیم وصححہ الاربعۃ السابقون علی الاخیرین وابن دحیۃ وغیرھم وحسنہ عبدالغنی والمنذری اسی طرح دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملئکۃ وان احدا لم یصل علی الاعرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضور ملائکہ کا ہے رحمت کے فرشتے اُس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہے اُس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں قلت وبعد الموت میں نے عرض کی اور بعد انتقال اقدس کے فرمایا ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بےشک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ[1] حدیث ہے فنبی اللہ حی یرزق تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی اُس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے اسی لئے وہ سوال عرض کیے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دے صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا دریں ہر دو حدیث دلیل ست برآنکہ موتی را سماع نیست وبرآنکہ این امر مستقر بود نزد صحابہ زیرا کہ ایشان برعرض وسماع درود بعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت[2] جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل وجسد ایشان نیز باقی ست لہذا محل استبعاد سماع وعرض نیست **اقول اوّلاً** اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لیے

---

[1] اور وہ ہکذا الان نرد القطعۃ محتملۃ الادراج فاثبتہا علی وجہ تحمل الوجہین وہذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبہ وللہ الحمد [2] اقول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا استفادہ تو ہمیں مسلم اور تمھیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انھیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس پر سکوت تقریر و تسلیم بتانا ہے ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد و بقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو وہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مُردہ مانتے یا ادراک روح کے لیے بقائے بدن شرط جانتے فصول سابقہ و نیز مباحث قریبہ میں بار بار بہ تکرار واضح ہوچکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت و ضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں قول ۱۵ میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے اسی طرح عامہ کتب عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔ افسوس کہ اپنی بدمذہبی نباہنے کے لیے معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد و مظہر اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُن پر ساکت و مقر بتاؤ اور دل میں خوف خدا نہ لاؤ **ثانیًا** کیا خوب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہوں وہ صراحۃً کلام اقدس کے معنے بتاچکا کہ از آنجا کہ انبیا کے اجسام باقی ہیں لہذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ادراک روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ خدا بدمذہبی کی بلا سے بچائے **ثالثًا** طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود اور خود اس کے ترجمے میں لکھا گفت ابو درداء گفتم بطریق استفہام و استبعاد کہ پس از موت نیز عرض میکنند ۔۔ راس می کنند کا مرجع تو بولے مگر اذہان صحابہ میں فنا و خرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب و استبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ النار یعرضون علیہا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ و تنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی اُن کے کان بے خبر تھے ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اُسی کو وہ مقتضائے موت عارض ہوتی ہے جو مطلقًا منافی شعور ہے تن مُردہ جب تک مُردہ ہے نہ ملک کی بات سُن سکتا ہے نہ بشر کی اور وقت سوال وغیرہ عود سماع بعود حیات ہے اس کا بھی استمرار ضرور نہیں تو برقیاس عامہ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال وراس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا الحمد للہ اتنی حقیقت تھی آپکے اُس نئے ناز کی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر باز کی کہ چون از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد لہذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد لا ستا دالله اس شرط و جزا کے ربط کو تو دیکھئے یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کو لاحل سمجھ رہے ہو اگر واقعی اعتراض اُٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی آپ کے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع تلق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو۔ **فائدہ جلیلہ** جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اُس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہوچکا اور اُم المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں اور یہ ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصًا وما انت

بمسمع من فی القبور اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم لہٰذا اُم المومنین نے اُسے منافی آیات خیال فرماکر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی اُن کی روحیں جانتی ہیں راوی کو یسمعون یاد رہا کہ اُن کے جسم سنتے ہیں پر ظاہر کہ علم صفت خاصہ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعۂ آلات بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور یہ وقت اُن کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات اسماع اجسام منافی آیات ہوا علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصل ارشاد اُم المومنین صلی اللہ تعالٰی علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے اور اسی بنا پر مشائخ کرام نے کہ قطعاً در بارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے اُس سے استناد کیا کما قدمنا اور یہ اصلاً ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمع جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور نہ انکار منکرین اُس پر مقصور۔ رہا ادراک روح کا انکار حاشا نہ وکلام ام المومنین سے مستفاد نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ اُن کی مراد تو منکرین کا اُس سے استناد محض رجماً بالغیب وخرطالقتاد بلکہ اُس کے ضلالات وبطلان اور ان کے بطالت وضلالات پر خود ارشادات صحیحہ صریحہ ام المومنین احسن الاشہاد الاوّل تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں پھر انکار سمع روح کے کیا معنے اور حدیث علامہ تفصعون میتکم ابھی گذری کہ میت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا کاہے پر اُس کے بال کھینچتے ہو اس سے قطع نظر کیجیے تو حدیث جلیل صحیح بسند کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئی جس میں ام المومنین قسم کھاکر فرماتی ہیں واللہ جب سے امیر المومنین عمر دفن ہوئے میں اُن کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزارات طیبہ پر حاضر نہ ہوئی قطعاً لاجواب ہے جب اُم المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل امور دنیویہ بھی جانتی ہیں پھر انکار سماع ظاہر الامتناع بلکہ محل قرب میں حال سماع حال ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اس کے شرائط اُس کے شرائط سے ازید ہیں شاہد میں معہود ومشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل جب اُم المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سننا کیونکر نہ مانیں گی معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا تیسری حدیث جلیل ام المومنین منقول بنقل ائمہ اجلۂ ثقات وعدول رجال بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسی بن یونس (ثقۃ مامون من رجال الستۃ کما فی التقریب) عن ابن جریج عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما بالحبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر فقالت ؎ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ ؛ من الدھر حتی قیل لن یتصدعا ؛ فلما تفرقنا کانی ومالکا ؛ لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ؛ ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شھدتک ما زرتک یعنی حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا اُن کی نعش مبارک مکہ معظمہ لائے جنت المعلٰی میں دفن ہوئے جب اُم المومنین مکہ معظمہ آئیں تو اُن کے مزار مبارک پر گئیں دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہ عرب

وعراق وجزیرہ منقول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح دکہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یک جا رہے تھے ——————— ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جُدا ہوئے گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے۔ پھر اپنے برادر مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مخاطب ہوکر یہ باتیں کہیں خدا کی قسم اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنت ہے نعش کو دُور لے جانا نہ چاہیے اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک سماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنی تھے کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جاتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون رواہ مسلم ولفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا وایاکم متواعدون غدا ومواکلون ولابن ماجۃ من وجہ اٰخر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری میعاد کل کے دن ہے ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسا کیے ہیں تم ہم سے پہلے پہنچ لیے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یارسول اللہ جب میں مدفونان بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو ان سے کیا کہوں حکم ہوا تھا سلام کرکے یوں کہو کہ ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں مسلم والنسائی وغیرہما عنہا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لہم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المومنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ بالجملہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر از انجا کہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رد کی طرف سبیل نہیں جمہور علماء نے اس مسئلہ میں ان کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے اُن خبیثوں کے ناپاک جسم پھول پھٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سُنا کہ اللہ عزوجل نے اُن کی زیادت حسرت کے لیے اُن خالی جسموں کو اُس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سُنانا اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہوا نہ وہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے وصف موتی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میت جب تک میّت ہے اُسے سُنا نہیں سکتے اور بعد اعادہ روح اب وہ میت ہی نہیں تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا **اقول** یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب و منزہ ہے اور اب ام المومنین پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہوا اور اب خود اُم المومنین رضی اللہ تعالٰی

عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسندِ حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما انتم باسمع لما اقول منھم تم میرا فرمایا کچھ اُن سے زیادہ نہیں سنتے (جبھی علمائے بشرط محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی واثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی اُم المومنین اُن لفظوں پر انکار نہیں کرتیں انہیں تو خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھے یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح ہے میں بحمد اللہ تعالیٰ بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول اُم المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولانا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلاً استناد کیا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں فان قلت ماوجہ ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وھما متعارضان فی ترجمۃ عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اھل القلیب کلامہ وتوبیخہ لھم دل ادراکھم کلامہ بحاسۃ السمع علی جواز ادراکھم الم العذاب ببقیۃ الحواس بل ذکرھما فی ھذہ الترجمۃ ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبۃ اھل القلیب کانت وقت المسألۃ ووقتھا وقت اعادۃ الروح الی الجسد وان حدیث عائشۃ محمول علی غیر وقت المسألۃ فبھذا یتفق الخبران یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہیں دونوں اس عذاب قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب اُنھوں نے حس گوش سے کلام سُن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اُس وقت بدن میں روح آجاتی ہے اور ام المومنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہو جائیں گی۔ دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سارا کلام ونقض و ابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اُسی میں ہے قلت ھذا من عائشۃ یدل علی انھا ردت روایۃ ابن عمر المذکورۃ ولکن الجمھور خالفوھا فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقۃ من رواہ غیرہ یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اُم المومنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس باب میں ام المومنین کا

ـــــــــــــــــــ

[1] امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر فان ام المومنین لما وھمت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم فی حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ وشمت وھمہ فیہ بوھمہ فی حدیث القلیب قال العینی وجہ المشابھۃ بینھما حمل ابن عمر علی الظاھر والمراد منھما ای من الحدیثین غیر الظاھر کما بینت الاظھر من کلامھا رضی اللہ تعالیٰ عنھا ھو المسلک الاول واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

خلاف کیا اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی کما ورصحابہ نے بھی اُس کے موافق روایت کی اُسی میں ہے سامعین باٰذان سمعہم کما ھو قول الجمھور یعنی اُن لاشوں نے وہ ارشاد اقدس اپنے جسمانی کان سے سُنا جمہور کا قول یہی ہے

جواب سوم جامع الجوابین **اقول** قول مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا چار معنی کو محتمل کہ میت حقیقی بدن ہے اور روح بھی مقترن اطلاق کرتے اور زید عرفی بدن ہے اور روح متعلق بالبدن بھی اُس کے معنی بہرحال موضوع میں بدن وروح دو احتمال ہوئے یونہی سماع عرفی سمع آلات بدن ہے اور اُس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار ۱؎ بدن مردہ کو سمع آلات نہیں ۲؎ بدن مُردہ کو ادراک اصوات نہیں ۳؎ روح مردہ کو سمع آلات نہیں ۴؎ روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں پہلے تینوں معنی حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنی ہوتے ایک موافق ایک مخالف تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہوسکتا نہ کہ تین احتمالات صحیحہ چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بنادینا کیسی جہالت واضحہ ہے۔ **جواب چہارم** مذہب حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدہ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق **فضل الرسول** قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا **اقول** کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبتنی تھا صغری یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں اور کبری مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہ حق ہے یا ہم پر اُس کی تسلیم واجب ہے، تقدیر اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی بہرحال اس کا ثبوت کچھ نہیں اگلے تین جواب اُن کے صغری کی نازبرداری میں تھے یعنے کلام مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرے مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ واصرار وعناد واستکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ وعقیدہ اہلسنت وکلمات ائمہ کرام وخود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گڑھو کہ ارواح موتی کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہل سنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں، درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اُس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا نقل ذلک عنہ لان الزمخشری من مشائخ المذھب وھو حجۃ فی النقل یہ مسئلہ اُس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اُس کی نقل پر اعتماد ہے پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا فنسبہ الی اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ الی المعتزلۃ اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف اور کلام امام صفار سے صاف صریح تقریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے جوہرہ ودرمختار کی

عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ اکثر مشائخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں یہ سند واضح بہ تفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی باانیہمہ صاحب تقسیم المسائل نے بوضہ زوری سے کہا "انا اکثر مشائخنا کہ ابن ہمام مشائخ را نسبت بجو کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستبعد ست در کلام کدامی اہلسنت چنین واقع نشدہ وابن ہمام را معتزلی قرار دادن کار معترض است و آن مسئلہ کہ خلاف عقیدہ حنفیہ اہلسنت باشد دران ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ این قول علمائے حنفیہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہل سنت و مراد بودن ازاں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ این توضیح معترض تسلیم درآید" **اقول** اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل ہے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد وخلاف ظاہر ہے یہ کہنا اُس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یہ تو علامہ معترض نے یوہیں بے سند فرمادیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مُراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہولیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف استبعاد و مخالفت ظاہر سے دفع نہیں ہوسکتا ہر ادنیٰ خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق تو اُس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت کما لایخفی علی اہل العلم ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں "وانکار تلقین را نسبت بمعتزلہ بعض علمائے شافعیہ کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ در برجندی نوشتہ ولایلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن وزعم بعض اصحابہ انہ مذہب اہل السنۃ والاول مذہب المعتزلۃ وایشاں انکار تلقین را مطلقا نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار خصوصیت این وجہ کہ سماع موتی رانیست کما زعم المعترض" **اقول اولاً** اس نابینائی کی کچھ حد ہے بھلا جوہرہ و درمختار و کشف الغطاء وغیرہا تصانیف حنفیہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تھیں تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص الادلہ نوشتہ "وینبغی ان یلقن المیت علی مذہب الامام الاعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علی مذہب الاعتزال" یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہئے جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابویوسف و امام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں **ثانیاً** شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی و منافی ہے کہ عبارت برجندی سے نہ حنفیہ بھی نکال لیا خود سرکار اسی تقسیم کے ص۸ پر فرماتے ہیں "از تخصیص شی بذکر نفی ماعداہ لازم نیاید در توضیح نوشتہ تخصیص الشیئ باسمہ لایدل علی نفی الحکم عما عداہ" کا انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا اس سے کب لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض ان کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو ٹال دیگا قاعدۂ اجماعیہ عقل و نقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا دوسرا فرماتا لکھا تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اُس نے نہ دیکھا لہذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علی من لم یعلم نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ

شاید نے کہا اسنداً الجمہور چلئے ہے اب حس و مشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد لا یسمع ولا یفہم ہو جاتا ہے۔ ثانیاً طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تفہیم المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار باین خصوص منسوب بمعتزلہ ہے، اے ذی ہوش حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے اور امام ابن ہمام اس کا مبنی بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے لہٰذا تلقین کے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا۔ ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت[1] بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنی وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے تفہیم میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا انکار بلا اثبات ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت باین خصوص کا دعوی سمجھ لیا یہ فہم سقیم اور ادعائے تفہیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہذا **و انا اقول** وباللہ التوفیق سب اپنی آن سے درگزرے تو اپنے لائق ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً **حجت اولیٰ** کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات۔ اور یہ مشائخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وہ مردہ ہے بے حس ہے فہم وادراک کے قابل نہیں یہ کہ ہزار بار سن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہلسنت پاک و منزہ ہیں یہ معتزلہ و غیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں مذہب بعض معتزلہ آن است کہ اگر میت جماد است او را ان حیات و ادراک نیست۔ اور اس میں فرمایا بعض معتزلہ کہ از آیہ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال می کردند تفتیشی در ہمیں شرح بجواب ایشان نوشتہ کہ عدم استماع مستلزم عدم ادراک نیست افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی ص ۱۳ پر یہ انکی بھی بلوا گئی ہرچند بعضے گویند کہ شہدا را ہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر این قول مختار اہل تحقیق نیست انچہ تحقیق است این است کہ حیات انبیا بسلامت جسد و روح ہر دو ست و حیات شہدا صرف بقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز باین معنی نو ست زیرا کہ ارواح مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر و فاسق باین معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات بسبب تعلق روح با وے از وے ظاہر می شدند و حالا نمی شوند کذا فی تفسیر العزیزی و بعضی گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہدا را ہم حیات مثل انبیا بجسد است چنانچہ در تفسیر روضۃ الجنان تحت آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد علماء در تفسیر آیت و احوال شہدا خلاف کردند عبداللہ ابن عباس و حسن بصری گفتند ایشان زندہ اند ارواحہم و اجسادہم بامداد و شبانگاہ رزق بایشان می رسد و ایشان خرم اند بانچہ خدا بایشان می دہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من قولہ تعالیٰ یرزقون فرحین بما اتاہم اللہ من

[1] اقول سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود مذہب امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انہیں بربنائے جمادیت موتی انکار تلقین لازم ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے لہٰذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد کو بزمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایہ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدم فائدہ یا عدم ثبوت کے رنگ میں توجیہ دیا اسی بنا اب انکار دو طرف منقسم ہو گیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی وغیرہ سے گزرا فاعلمہ فعسی ان لا تجاوز الواقع عنہ ۱۲ منہ

فضلہ و بعضے دیگر گفتند ارواح ایشان زندہ باشد و روزی برایشان عرض می کنند بامداد و شبانگاہ چنانکہ بر ارواح آل فرعون آتش عرضہ می کنند فی قولہ تعالٰی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا و علمائے محققان بیشتر بر قول اول اند انتہی کیوں ملاجی اب نسبت کی خبر کہیے جب اہلسنت کے نزدیک ہر فاسق و کافر کی روح زندہ ہے موت صرف بدن کے لیے ہے اُسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں تو اب سماع موتی میں کیا مجال مقال رہی جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی اب یہ کلام مشائخ جس میں موت و بےفہمی و بےحسی کی تصریحیں ہیں روح پر محمول ہو کر مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہو تا کیا واضح و منجلی والحمد للہ العظیم العلی اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرماگئے جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھودی اس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس و حضرت امام حسن بصری و اکثر علمائے محققین شہدا کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں اور اسی کو ظاہر آیہ کریمہ سے مؤید کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے کہاں ارشاد الٰہی میں یرزقون روزی دیئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں ع شربت بنمایند و چشیدن نگزارند اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیئے شہدا ہی کے لیے سماع ثابت مانیئے انھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو جسم و روح سب کچھ زندہ ہے کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے ص۸۸ پر لکھ چکے ہو در سماع انبیاء علیہم السلام کلامی نیست کہ ایشان را حیات حاصل است نیز ص۸۹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل وجسد ایشان نیز باقی است لہذا محل استبعاد سماع و عرض نیست طرفہ کیف چراغی دیکھئے عبارت تو یہ نقل کی اور دعوی وہ نقل کیا کہ بعضی گویند تحقیق ہمین است خیر وہ بعض ہی سہی اب اُس اجماع کی خیر نہ رہی جو کمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا بالجملہ از کتاب و سنت و اجماع اُمت ثابت کہ موتی را سماع حاصل نیست مگر تم کیا شرماؤ ہزار رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۹۴ پر یہی جو لکھ گئے وآنکہ از عبارت مرقات سماع اموات سلام و کلام را در عرض اعمال اقارب برآنہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام و کلام سلام کلام زائران است نہ دیگراں سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ع وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں ؛ نکل کر گھر سے دو گھر ناترا امیدواروں میں۔ **حجت ثانیہ** پھر مشائخ نے جب وقت سوال سماع مانا تو اُس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئل تو اس عبارت کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی بےحس و بےادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی یہ صراحۃً بدن کو شرط ادراک ماننا ہے کہ تم بار شن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط ملیئے تو اپنی ہی بنا بگاڑیئے اپنے ہی پاؤں میں تیشہ ماریئے ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹلے بالوں کی کیا گنجائش ہے نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شرّاح اُسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے **اقول** ویسے ہی نقل کر لائے جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی اصل مذہب ہے جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاءالدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جلیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔ خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے

نقل کیا پھر فرمایا ھکذا تواردھا الشارحون شارحین یکے بعد دیگرے یونہیں لکھتے چلے آئے پھر فرمایا یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے پھر اُسے بیان کرکے فرمایا فھذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔ علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی پھر فرمایا وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبھوا لما اشتملت علیہ من الخطاء بتغییر الاحکام واللہ الموفق للصواب وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابہ فیاتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون لھا واصلھا لواحد مخطئ کما وقع فی ھذا الموضع ولا عیب بھذا علی المذھب لان مولٰنا محمد بن الحسن ضابط المذھب لم یذکر علی ھذا الوجہ وقد نبھنا علی مثل ذٰلک فی الفوائد الفقھیۃ فی قول قاضی خان وغیرہ ثم نبھت علی ان اصل ھذہ العبارۃ للناطفی اخطأ فیہ ثم تداولوھا یعنی مجھے تعجب ہے کیوں کر ان عبارتوں کو متون وشروح وفتاوی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہِ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اُسے ویسے ہی بلاتنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اُس کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی جیسا یہاں واقع ہوا اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محررِ مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح کے ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خان وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کردیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی اُن کے بعد مشائخ اُسے یونہیں لیتے نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت میں واقع ہوا جس میں تداول وتوارد ونقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوی نہ اُس پر بلکہ قطعاً اُس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اظہارِ نصوص ودلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہار حق وحفظ مذہب ودفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ بنی ھاشم معرض تصنیف میں لایا وللہ الحمد حمدا کثیرا علی ما وھب من جزیل العطایا مانحن فیہ میں اگر کلام مشائخ کے یہی معنی لو جس سے موت دبے اور ادراک کی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی۔ اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشائخ مذہب معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی پھر بعض مشائخ اہلسنت نے سہواً نقل کر دی پھر منقول درمنقول ہوتی چلی گئیں تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ نہ گئی اب متاخرین اکثر مشائخنا کہا ہی چاہیں یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل ۱۱ میں سن چکے یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد

وجوہ سے ظاہر ہیں اور للہ الحمد کیوں ملا تفہیمی صاحب اب اپنے اعذار باردہ واستبعادات کاسدہ دیکھیے کدھر گئے وباللہ التوفیق اور حقیقۃً یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزور زبان وزور وبہتان یہ معنی باطل گڑھو نہ اس جواب کی حاجت ہو انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر رو وہ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ اُن کا کلام حاشا کسی عقیدۂ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر روشن چکے وللہ الحمد جلیلہ لطیفہ رہی ملاجی کی پچھلی نزاکت کہ انکار سماع موتیٰ بطور یکہ ما میگوئیم مذہب معتزلہ فہیدن محض غلط است زیراکہ مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد است دراں حیات وادراک نیست پس تعذیب آں محال است واہلسنت گویند کہ ہر چند کہ در میت حیات نیست مگر جائز است کہ خدائے تعالیٰ دراں نوعی از حیات بقدر ادراک الم عذاب ولذت ونعم عند الایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملاجی کی خاطر کیجیے کلام کو چند عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجیے اور باذنہ تعالیٰ ازالۂ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجیے **فاقول** بحول اللہ اصول عائدہ اولیٰ نجدی صاحبو ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو اہل سنت کے یہاں تمہاری گزر نہیں وہ کہ وقت مقبلہ تنعیم وتعذیب اعادۂ حیات کاملہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں روح کے لیے کہ وہ تو اُن کے نزدیک مرتی ہی نہیں اگر تم لوگ صرف سماع جسم باسماع جسمانی بذریعہ آلات جسم کے منکر اور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور اُن کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے مگر یوں خلاف ہی کب باقی رہتا یہ تو خاص ہمارا مذہب وعین مراد چشم ماروشن دل ما شاد تھا مگر حاشا تم ہرگز اس کے قائل نہیں اس میں تمہارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کو ندا ہے کب بر آتا۔ کیوں ملاجی ذرا نگاہ رُوبرو کیا آپ ہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزور زبان بنانے کے لیے ایک گڑھی ہوئی **فرضی کتاب خیالی تصنیف** غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اُس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جیتی افترا اٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی علما[1] گڑھ لیتے فرضی[2] کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کر دینے کے پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق وتفہیم وغایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ **سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا** لکھا اور اس میں اکیسو ساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گرطمت کی ابتدا شاید سرکار سے نہ ہو تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اُس کے بادی ہوئے ہیں بہر حال یہ گندی لو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھاٹی سے ہو یا قنوج کی ذرا ایمان ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساختہ پر دُنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے کبھی اس کتاب کا نام ونشان بھی ہے کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے اللہ اللہ صدہا سال سے

---

[1] مثل ناصر فاکہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیا داری صاف کہہ دیا گو ناصر فاکہانی نباشد کلام در کلام است ۱۲ منہ

[2] مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملائی نہ آئی معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یا اس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام چاہئے۔ باحیا باش ہرچہ خواہی کن۔ ۱۲ منہ

مسئلہ سماع ومسئلہ استمداد زیر بحث رہے صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے اب گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا اور وہ بھی کس کتاب میں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا غرائب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مرکر جماد لایفہم ولایتکلم ہوگئے اہلسنت نے ان کی حیات میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرات یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں کہاں ہے نہیں۔ جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب اور کبھی کہا فی تحقیق المذاہب ہے عرض کی گئی آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا کہا مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا انہوں نے فرمایا میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے اقدس متدینوں کو عبارت بھی گڑھنی نہ آئی سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی اس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گڑھت ہے عبارت ۱؎ حاشیہ پر ہے ہر صاحب ذوق سلیم دیکھے اور داد انصاف دے بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالٰی نے ایک لئیم شئیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ نشاط السکین علی حلق البقر السمین لکھا اس میں اس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑائیں پھر ملا قنوجی کے اسے نقل کرکے انتہی کہہ کر عجب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا قال سلمہ اللہ تعالٰی ابھی سے انتہا کر دی اس کے بعد تو فرضی صاحب غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گڑھی ہے حیث قال بعد ما نقلتم حدثنا بذلک المخدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابو المفقود ان الخیالی ثنا موھوم بن معدوم اللیسی ح بنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع النهوری انا من ۲؎ لایثق بہ الا النجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من بنی ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلک فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھد وان الذی یحدثکم بھذا کذاب مبین ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق بیشک یہ پچھلا فقرہ اس نے سچ کہا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم آہ کلامہ سلمہ ربہ اچھا یہ سب جانے دو اگر سچے ہو تو کہہ دو کہ ہاں مردے احیا کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوش بدن بلکہ قوت روح سے کیا اسے تم کہہ سکتے ہو ہرگز نہ کہو گے اب پردہ کھل گیا اور صاف ادراک روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعوٰی پر کلام مشائخ ڈھالا اور زندہ و موت میں ادراک وجہ حسی کا سارا تنزل روح پر لا ڈالا۔ تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً ۳؎ مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں تم قائل عذاب اس تفرقے سے بحمد اللہ ان کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں

۱؎ در غرائب فی تحقیق المذاہب برای الامام ابوحنیفۃ من یاتی القبور باہل الصلاح یسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اہل القبور ہل لکم من خبر وہل عندکم من اثر انی اتیتکم وناویتکم من شھور ولیس سؤالی منکم الا الدعاء فہل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفۃ بقول مخاطبتہ لہم فقال ہل اجابوا لک فقال لا فقال لہ سحقا لک تربت یداک کیف تکلم اجسادا لایستطیعون جوابا ولایملکون شیئا ولایسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور انتہی ۱۲ تفہیم المسائل ص۹ جو لفظ سرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یوں ہی ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطا ہیں بلکہ خود مصنف تفہیم و وضاع اول کی۔ اس لیے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی اور تفہیم ص۵ میں ہے احتمال غلطی کاتب ہم نے نسخہ صحیح نامہ تھا لہذا کتاب مطبوعہ میں غلطی یا کسی لفظ کا تغیر ممکن نہ کہ وہ آمد یعنی مانس کو یتعلق و یتعوذ و یذکر و یحدث و یشافہ و یجادر وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کے رنگ میں کر دیتا ۱۲ منہ۔ ۲؎ ہذا وان کان سہوا لکن لایضر لانہ فی المتابعات فقد رواہ من الضلالی موہوم بن معدوم کما سمعت مغنی عن المفقود وآخرون ۱۲ غوائب فی شرح الغرائب ۱۲ منہ۔ ۳؎ وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲ منہ

دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ضرور سولی دیئے گئے یہود عنود نے انہیں قتل کیا تو اُس سے یہی کہا جائیگا کہ تیرا یہ قول مذہب نصارٰی کا ہے کیا وہ اُس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہب نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہب نصارٰی یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کے لیے سولی دیئے گئے معاذ اللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہر چند سولی دیئے گئے مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرق کے سبب اُس کا وہ قول مذہب نصارٰی ہونے سے خارج ہو جائیگا عائدہ ثانیہ دکھا الاولٰی بعبارۃ اخصر میت میں حیات نہیں اس سے مراد روح ہے یا بدن اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ اور اگر روح تو تم یہی مان کر اہل سنت سے خارج ہوئے اور اُن کی طرف اُن کی نسبت کر کے کذاب و مفتری ہوئے اہلسنت ہرگز روح کو بے حیات نہیں مانتے اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں **اقول** مگر اس کا اثر ادراکات روح پر اصلاً نہیں کما مرّ مراراً خود ملاجی کی عبارت بیہوشی سطر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو منافی و منافی ادراک ہے اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بنا رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا یہی اعتزال ہے اگر کہیے معتزلہ تو روح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں۔ ولہذا عذاب قبر محال جانتے ہیں اور یہاں مراد وہ موت ہے جیسے صرف ادراک صور و اصوات دنیاوی کے منافی ہو نہ برزخیہ سے **اقول** اولاً یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو جیسا کہ کلام مشائخ میں مصرح ہے پھر اُسے ادراک بعض دون بعض سے خاص کر دینا جہل قبیح ہے موت کہ منافی ادراک ہے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کی نہیں خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی نہ سمجھ کر نقل کیا در مدارک نوشتہ توفیھا اماتتھا وھو ان یسلب ما ھی بہ[1] حیۃ حساسۃ درّاکۃ پھر لکھا امام راغب در مفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ کیوں حضرت جب احساس و ادراک کی قوت زائل ہو گئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کا ہے سے ہو گا یارب یہ موت کون سی کہ آدمی کی شنوا آدمی سے بہری آدمی کی بینا آدمی سے اندھی ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع[2] عقلا شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہیں شرط متحقق ہو گا نہ منافی منافی سے ملتصق ثانیاً یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم و سمع و بصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدت سفاہت مقابل اہلسنت کیا تھا کہ در شرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر میت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است ذی ہوش کو اتنی نہ سوجھی کہ اہل سنت نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا وہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں مگر ہاں اب آپ نے روح کو میت بھی مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکات برزخیہ بھی

---

[1] صحیح ہم چنان است ودر تفہیم المسائل این را ہی بجنسہ ساختہ ودر غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلطاست ۱۲ منہ

[2] ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اہل المعقول وھم ھٰذہ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

میت کہے یہ عین مذہب صالحیہ ہے وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب قبر ہوئے ہیں اُسی تحکمی الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل سوم میں گذری کہ صالحی کے نزدیک میت باوصف موت معذب ہوتا ہے نیز اُسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذ الحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت العلم نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحی فرماتے ہیں وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لا حس لہ فکیف یتصور تعذیبہ اگر کہیے ہم یہ ادراکات بعود حیات مانتے ہیں بخلاف صالحی **اقول** ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عود حیات سے پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف ثابت ہوا۔ کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے اب عام معتزلہ میں جا ملے اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اُٹھ گیا روح میت بحال ممات بے عود حیات صاحب ادراکات تھی اب معتزلہ صالحیہ میں جا ملے۔ مفر کدھر۔ کیا یوں کروگے کہ کسی سے پالا پڑا تھا ہاں مفر اس میں ہے کہ ان سب اقوال والحاث کو دربارہ بدن مانیے اور روح کو ان تمام بردوات سے پاک وصاف جانیے بدن ہی کو مشائخ مُردہ و بے فہم کہتے اور اُسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں اب ٹھکانے سے آگئے مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول واللہ المستعان علی کل متکبر جہول **ثالثاً** صریح جھوٹے ہو کلام مشائخ میں نشان تخصیص مفقود بلکہ اس کے بطلان پر تنصیص موجود کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہہ عذاب قبر وارد نہ کیا کیا عود حیات سے اس کا جواب نہ دیا کیا خود ملا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ مقصود شاں نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دو ست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ تقیید عرف اگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر نبود فقط ھذا الاتوجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ لفظاً ثابت کر وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امور برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفت اعتزال سے نا معزول ہوا **فائدہ ثالثہ** بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دنیویہ میں عذر باطل حجاب حائل خشت وگل بود ملا تفہیمی صاحب کا عذر طراق اشتغال و استغراق کہ ص۱۲،۱۱ میں لکھا ارواح طیبہ مجردہ از ابدان بہ جہت اشتغال عبادت رب حقیقی و استغراق بہ کیفیت آن التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند محض مہمل و ناروا و پادر ہوا ہے **اقول** جب تم لوگ کلام مشائخ سے استدلال و اس کے اس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذار باردہ کی کیا گنجائش **اوّلاً** مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک و اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حاسہ و دراکہ مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل **ثانیاً** وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انھیں امور خارجہ سے خاص **ثالثاً** حائل و حجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں **رابعاً** پردہ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن صرف تا عدم انکشاف اور کلام عام بلا خلاف **خامساً** تمھارے حاجب حائل کا پردہ تو اسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا اور ملا تفہیمی نے در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند کا مژدہ دیا **سادساً** عبادت سے اشتغال و اس کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانیے گا یوں کہیے کہ منعم ہے تو لذت نعمت یا معاذ اللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے میں کہتا ہوں اس لذت یا الم کی حالت میں

تنبیہ اقول بقائے روح و ادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب نا کافی سمجھ کر ہیں مگا بھی مانیے تو یہ دعوے ایسے نصوص قواطع و اجماع ساطع سے ثابت

سماع محال ہے یا ممکن بر تقدیر اوّل دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اوّل نوع اوّل سوال اولیٰ کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی
ممکن کی جانبین وجود و عدم یکساں اور برزخ غیب اور غیب پر رجمًا بالغیب حکم لگانا ضلالت و عیب اٰمام الحرمین امام ارشاد میں ارشاد فرماتے
ہیں لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع شرح عقائد نسفی میں ہے القطعنا بامتناعا ھی ممکنات فلا طریق
الی الجزم باحد جانبیھا فکان من فضل اللہ و رحمتہ ارسال الرسل لبیان ذٰلک تفسیر کبیر میں ہے کل ماجاز وجودہ و عدمہ
عقلا ولم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل و بیکار ہو کر رہ گیا اور خرع
سطر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ و تالم مانع سماع ہیں اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان و خسران ظاہر ہو جائے
ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھلائیے عبث ذنا تمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے سابعًا اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمہاری ہوسات باطلہ
خواہ جہال فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ
نہیں کر سکتا تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہو تا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے حالانکہ یہ قطعًا
باطل ہے تو یہیں مقدم۔ غرض استغراق کو امور برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے ثامنًا العظمۃ للہ والعزۃ
الی اللہ وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنیٰ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر جس کا صدمہ ہزار ضرب تیغ سے سخت تر بلکہ ملک الموت
کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر وہ نئی جگہ وہ نری تنہائی وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی اس پر وہ نکیرین کا اچانک آمادہ سخت
ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں کالا رنگ نیلی آنکھیں دیگوں کے برابر بڑی ابرق کی
طرح شعلہ زن سانس جیسے آگ کی لپیٹ بیل کی سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ بال، قد و قامت جسم و جسامت
بلا قیامت کہ ایک شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ ہاتھوں میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن و انس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں
نہ اٹھا سکیں وہ گرج کڑک کی ہولناک آوازیں وہ دانتوں سے زمین چیرتے ظاہر ہونا پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا
آتے ہی جھنجوڑ ڈالنا مہلت نہ دینا کڑکتی جھڑکتی آوازوں میں امتحان لینا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل
وسلم علی نبی الرحمۃ واٰلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی
حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفےٰ اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کہ
ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمہیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مانعہ
مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسئال فلما سمع صریر

جن شی موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں آخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب و ادراکات امور برزخیہ مانتے ہیں اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہے ساتھ
ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالغرض نظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعوی سماع ہے۔
اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم و سوم میں روشن ہو گیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوی پر تو منع کے معنی ہی نہیں خصوصًا
بعد اقامت دلیل لاجرم یہ اعذار الغصب منصب استدلال جن کا ذہاب بہ قانون مناظرہ وظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ

سلہ ابن ابی الدنیا عن الضحاک بن مزاحم مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ سلہ الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالک عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والاٰثار

السبتیین اصغی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القہما لئلا تؤذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبداللہ الترمذی یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جوتوں کی پہچل اُس نے سنی ادھر کان لگائے جواب میں دیر ہوئی قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اتار ڈال کہ مُردے کو ایذا نہ پہونچے یہ حدیث امام ابو عبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ اور پھر وہ سننا بھی کاہے سے گوش سر جس کا ادراک بہ نسبت ادراکِ روح بہت قاصر و مقصور تو بداہۃً ثابت کہ احوال برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دُور اور عادات معہودۂ دار دنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور عائدۂ رابعہ ادراکات روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں علی الاول صریح اعتزال وعلی الثانی تعلقات بدنیہ کی کمی بیشی سے اُس کے ادراکات میں تفاوت کس لیے توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملّا تفہیمی نے اہلسنت سے نقل کیا کہ ادراک الم ولذت کے لیے وقت تنعیم و تعذیب (جسے وقت ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نفسیوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیات آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر کہ فقرۂ اخیرہ مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عودِ حیات اسی کے لیے ہوتا ہے اور اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام و ایلام و سوال کو روح کے لیے عودِ حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکات جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت کیفیت بدن کی طرف آئل مگر اہل سنت کے نزدیک ادراکات روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذّت والم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق پھر اس سے ادراکات روح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلاف بدن کہ اُس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفاوت تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا لہٰذا ممکن کہ تعذیب و تنعیم کے لیے تعلق کے مدارج متوسطہ سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم

ابن ابی اسامۃ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ١٢ ابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ١٢ حدیث عن الترمذی وعنہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (٢) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ١٢ حدیث اول (٣) ابن المبارک فی الزہد وابن ابی شیبۃ والآجری والبیہقی عن ابی الدرداء من قولہ ١٢ (حدیث) (٤) الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ١٢ (٨) (حدیث ٧ و ٥) ابو یعلی وابن ابی الدنیا عن النبی (٦) وابوداؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر عن امیر المؤمنین عمر (٧) وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرہ (٨) ہنّاد وابونعیم والآجری والبیہقی عن عطاء ابن یسار مرسلا کلہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ١٢ حدیث پنجم ١٢ حدیث چہارم و پنجم ١٢ دوم و ششم و ہفتم ١٢ حدیث سوم ١٢ حدیث پنجم ١٢ حدیث ششم و ہفتم ١٢ حدیث پنجم ١٢ حدیث دوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم ١٢ حدیث دوم و ششم و ہفتم ١٢ حدیث دوم و ششم (حدیث ٩) احمد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابن ابی الدنیا عن جابر (١٠) وابن ابی عاصم وابن مردویہ والبیہقی بوجہ آخر عنہ (١١) والآجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ١٢ منہ

آلہ کار قرار پائے اُس کے ذریعہ سے سماع و ابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال و کلام کے لیے اس سے اعلٰی درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور یہ وہی ہاکہ یہ شب[1] امور روح و جسم دونوں سے متعلق ہیں تنعیم و تعذیب میں مشارکت بدن کو صرف اُسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب غرض کلام اہلسنت بدن پر محمول کیجئے اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت محنت رائگاں اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں۔ **بالجملہ** بحمد اللہ تعالٰی توفیق الٰہی رفیق اہلسنت اور خذلان و حرمان نصیب اہل بدعت ہے جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے اُنھیں کے مونھ پر پلٹا کھاتے ہیں علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وہ اُنھیں کے دشمن قاتل و رد اہلسنت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمد للہ اب ملاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ میگوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔ ملاجی اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس[1] علق کے شکم زاد بول آپ ہی کے مونھ پر پلٹ دیں کہ بیچارہ قنوجی عیارہ پختہ جنوں خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور و کر بل خشت و حجر بلکہ از انہم بتر شدہ است متصور انیکہ من ہرچہ خواہم نگاشت عامۂ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ مامردمان رعایت این بیچارہ کرنہادیم باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وی ظاہر کردیم پس این معاملہ طشت از بام شد والحمد للہ رب العالمین وقیل بعد اللقوم الظالمین۔

جواب پنجم فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنت ہی ہیں مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں صاحب مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلق باخبار ہے سائل نے سوال کیا تھا سماعت موتی کلام احیا در شرع جائز است یا گناہ کدام گناہ آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ حاصل تحکیہ کلام سائل آنست کہ در ہر جامی پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ درین مقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز و گناہ در افعال و اعمال می شود و این متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یا نہ اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہے ہی نہیں تو حنفیت و شافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اُسے تعلق یعنی چہ متعلق باخبار ہے اخبار و احادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے غرض تمہید یہ اٹھا کر برخلاف نصوص صریحہ احادیث صحیحہ جواب یوں دیا پس جواب این است کہ نزد اکثر حنفیہ سماعت موتی ثابت نیست اور پھر اُس میں بھی تصریحات جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ چنانکہ از کافی و فتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃ و اشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود محض بیجا و بے محل واقع ہوا اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں اشارہ فرمایا حیث قال و در حقیقت این مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز درین جا اقرار نمودہ

اقول صدر کلام میں واضح ہوچکا کہ یہ کلام ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں استدلال مسئلۂ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم مگر ع ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مکانے دارد۔ موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اُسی کی حد تک محدود و معقول تحقیق حلال و حرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی اور صحت و ضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی طب علما فرماتے ہیں شرح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو

---

[1] ارقام نجومیہ میں ۱۳۰۸ کو قلع کہتے ہیں جس کا عکس علق ۱۲ منہ

مسئلہ خلاف کتب فروع ہو معتمد نہیں بلکہ فرمایا ہو۔ مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقاوم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے وقد بینا کل ذٰلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء تو جو فرق مراتب نہ کرکے خلط بحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں اُن کا پتہ تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں اللہ کو ایک رسول کو سچا جنت ونار کو موجود سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جانتے ہیں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض اُن کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماع امت وسواد اعظم اہلسنت کا اتباع ہے اس لیے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سواد اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشبہہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میت نہیں روح بے ادراک نہیں روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے برخلاف ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر حمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا سُنّت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنیے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماع موتٰی ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر بھی موم ہوجائے اجماع مانگیے تو اس کی نقول اوپر منقول سواد اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار یارب پھر خلاف کی طرف راہ کدھر بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کتب فقہ میں نہ پائے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جدا ہیں کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے اُس کے بیان کو کتب فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انھیں مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور مگر محققین محتاطین تارکین افراط وتفریط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں زنہار اُن پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے وہی درمختار جس میں ہے اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ الخ تھا اُسی میں ہے الفاظہ تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیئ منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت فی نفسی ان لا افتی بشیئ منہا یعنی الفاظ کفر کتب فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اس کے ساتھ ہی یہ کہ اُن میں سے کسی کی بنا پر فتوٰی کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں سب مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے بحرالرائق میں فرمایا میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ اُن میں سے کسی پر فتوٰی کا نہ دوں تنویر الابصار میں ہے لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے ردالمحتار میں ہے قال الخیر الرملی اقول ولو کانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علی ذٰلک اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعًا علیہ یعنی علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی ومدقق علائی دربارۂ تقلید جیسا تصلب شدید بحق وسدید رکھنے والے ہیں اُن کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودرمختار وفتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے

کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوائے مشائخ میں عمل نہ کریں گے ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوگیا آگے کفر واسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام وہاں تحقیق ہوچکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شیئ کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رک نہیں سکتا لہذا اتمام فتاوے ونقول سے قطع نظر کرکے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمایا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت عدم ثبوت کی بحث ہے کیونکر کتاب وسنت واجماع امت وسواد اعظم سادات ملت سے منقطع ہو کر مرہون نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا وھذا ھو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق **جواب ششم اقول** سب جانے دو یہ بھی مانا کہ یہ قول مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہ قابل قبول ومتابعت ہے اب اس سے زیادہ تو تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں کسی دلیل کا فی نفسہ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات اور اس سے ثبوت اور اتمام حجت ہوجانا اور مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول حدیث صحیح آحاد حجت شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول وعلی ہذا القیاس ولہذا حدیث کی صحت حدیثی وصحت فقہی میں زمین وآسمان کا فرق ہے جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ **الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی**[1] میں ہے ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشادات جلیلہ ہماری طرف ہیں جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلہ ائمہ ومشائخ علمائے حنفیہ بھی ہیں تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے پچاس سے زائد ائمہ وعلمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب فقہاء النفس عمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات دکھائے جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی وامام عینی وامام ابن الہمام شامل ودھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے اب دو راہیں ہیں تطبیق وترجیح ان میں **تطبیق** ہی اولٰی واول وبتصریح علماء حتی الوسع اُسی پر معول اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لیے ہے اور انکار سماع بدن پر محمول اس کی تقریر اور اس کے منافع وفوائد کی تذکیر جواب اول میں مفصلاً تحریر پاؤ اور اگر توفیق توفیق نہ ملے تو بہت خوب باب ترجیح کھلے۔ یوں بھی باذنہ تعالٰی میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا **اوّلاً** ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں کتنی حدیثوں میں سن چکے کہ ان المیت لیسمع بیشک مردہ سنتا ہے یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیت لایسمع مردہ نہیں سنتا اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ کما فی الغنیۃ ورد المحتار، **ثانیاً** روح کی موت سبب ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف ومعارض ہے **ثالثاً** اجماع اہلسنت کے مناقض ہے **رابعاً** خود ان کا کلام مضطرب ومتناقض ہے **خامساً**

[1] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا لہذا تاریخی لقب اعز النکات بجواب سوال ارکات ہے یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اس مشہور مغالطہ کے رد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیا ہے جب حدیث صحیح ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طلب جواب یہاں بھیجا وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالٰی یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲ منہ

بوجوہ قاہرہ مجروح درمجروح ہے سادساً حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں سابعاً اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص ومجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف عدول باجماع علماء مردود و مخذول ثامناً تم خود مان چکے کہ مردے زائروں کا سلام سنتے ہیں دیکھئے مسائل جواب سوال ۱۹ پھر ثبوت سماع موتی میں کیا محل کلام رہا جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا بھی ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشائخ کا صرف نقیض ومبطل تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل تاسعاً بحث ایک امر کے وجود وعدم نفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت اور مثبت مقدم عاشراً اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے افعال منکرہ سے حیا کریں گے اور پتھر جانا تو بیباک ہوں گے یوں بھی انکار سماع میں ضرر واندیشہ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع وخیر ہے ختم اللہ تعالٰی لنا علی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین وہ تین جواب اُن کے صغرٰی پر عائد تھے یہ تین اُن کے کبرٰی پر وارد اور وارد پر گذارش ہو چکا کہ یہ امر غائے عنان ہے حق تحقیق وتحقیق حق جواب اول سے عیاں ہے والحمد للہ رب العالمین فقیر نے اس مسئلہ میں وکلام اُم المومنین کے متعلق بحث کو زیر حدیث ۴۵ و حدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محول رکھا تھا مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم ناصر سنن کاسر فتن محب دین متین صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحث نفیس وجلیل واہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدہ بڑھائے گئے خیال تھا کہ ایک دو جز لکھ دیا جائے گا جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا طبیعت علیل ذہن کلیل مدت معالجات طویل جس کے سبب قوت ضعف معاذ اللہ تاحد تعطیل باایں ہمہ نام فرصت معدوم وقلیل روزانہ امصار واقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عز جلالہ سے در فیوض باز ہوا بحمد اللہ تعالٰی وہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ عطا فرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بدرجہا وراتھے لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقل کیا اور بہ لحاظ تاریخ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین [۱۳۱۶] لقب دیا جو انصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی بدل صادق شہادت دے گا کہ مسئلہ میں آج حل ہوا جسے مخالف موافق موافق مخالف سمجھا کرتے تھے اُس کا عقدہ اب منحل ہوا جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود انھیں کو ذلیل بنائیں گے جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب انھیں کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہ تعالٰی تفہیم المسائل کی ساری بالا خوانیاں بھی نیچی پڑیں صبح سنت مشرق حق سے چمکی باطل کی ظلمتیں ہوا بن کر اڑیں یہ سب بحمد اللہ تعالٰی ادنٰی تصدق کفش برداری اعلحضرت سید العلماء المحققین سند الفضلاء المدققین حامی السنن ماحی الفتن حجۃ الخلف بقیۃ السلف علم علماء العالم سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی وکمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین سنام الاولیاء الواصلین بدر الطریقۃ بحر الحقیقۃ صدر الشریعۃ اقوی الذریعۃ سیدی ومولائی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہما وعنّا بہم

نورھا ونور قبورھا وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنہ برھما امین الٰہ الحق اٰمین ہے و الحمد للہ رب العالمین ہو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں ملتمس کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصال ثواب فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمرالدین صاحب ممدوح کو کہ اس تعنیہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق شریف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبان دین وسنن حاجی اسحٰق آدم صاحب صباغ پلبندری وحاجی ابوحاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظہما اللہ تعالٰی عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل مولنا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ اللہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے دعائے عفو وعافیت وخیر وبرکات دنیا وآخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لیے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثل تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین الحمدللہ آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر واہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویؤمن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیاٰتنا ویصلی ویسلم ویبارک علٰی سیدنا الکریم النبی الملکین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین کان ذلک لیوم ھو اول نصف الاٰخر من اخر الثلث الاول من اول النصف الاٰخر من العشر الثانیۃ من المائۃ الرابعۃ من الالف الثانی من ھجرۃ سید المرسلین مولی الاٰمال ومولی الامانی صلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وذریتہ وحزبہ وعیالہ قدر حسنہ وجمالہ وجودہ ونوالہ اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العالمین سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین ہ والحمد للہ رب العٰلمین ہ

تمّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی حبیبہ الکریم

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ

از بکاجبی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خاں ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

جناب عالی فیض بخش فیض رساں اسید گاہ جاویداں بندہ سے ایک مولوی امرتسر سے آئے ہیں وہ کسی بات کا جھگڑا کیا تھا تو بندہ نے کہا کہ نماز کا اللہ نے بہت بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے اور زکوٰۃ بھی بہت بار ذکر کیا ہے مگر روزہ کا ایک بار ذکر کیا ہے جناب عالی یہ صحیح ہے یا نہیں اور عشر کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع نماز وزکوٰۃ کی فرضیت وفضیلت ومسائل تینوں قسم کا ذکر قرآن مجید میں بہت جگہ ہے یہانتک کہ مناقب بزازی وبحرالرائق ونہر الفائق ومنح الغفار ودرمختار وفتح المعین وغیرہا میں واقع ہوا کہ علاوہ اُن مواقع کے جن میں نماز وزکوٰۃ کا ذکر جدا جدا ہے دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن عظیم میں بیاسی جگہ آیا ہے مگر علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی سادات کرام محشیان درمختار فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کا ذکر ساتھ ساتھ بتیس جگہ فرمایا ہے علامہ حلبی کے اُستاد نے وہ سب اضلع گنا دیے درمختار میں ہے قرنھا بالصلوۃ فی اثنین وثمانین موضعا شرح مسکین وحاشیہ سید ازہری میں ہے قرن الزکوۃ فی ای من القران اثنین وثمانین موضعا اھ ملخصا طحطاوی و ردالمحتار میں ہے واللفظ لہ قولہ فی اثنین وثمانین موضعا تبع فیہ صاحب النھر والمنح وتبعا صاحب البحر معزیا الی المناقب البزازیۃ وصوابہ اثنین وثلثین کما عدھا شیخنا السید اھ حلبی بزیادۃ اور فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے ہاں عبارۃً واشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے کقولہ تعالٰی فی سورۃ الاحزاب ان المسلمین والمسلمت (الٰی قولہ تعالٰی) والصائمین والصائمات (الٰی ان قال تعالٰی) اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ۝ وقولہ تعالٰی فی سورۃ التوبۃ التائبون العٰبدون الحامدون السائحون الاٰیۃ وقولہ تعالٰی فی سورۃ التحریم تائبات عابدات سائحات السائح ھو الصائم عشر کا ذکر بھی قرآن عظیم میں ہے قال تعالٰی فی سورۃ الانعام واٰتوا حقہ یوم حصادہ کھیتی کٹنے کے دن اُس کا حق ادا کرو اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے قالہ ابن

ابن عباس وطاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم کما فی المعالم وغیرھا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲

مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند مسلمانوں نے ایک صاحب کا کچھ ماہوار نقد بطور چندہ مد زکوٰۃ میں سے اور طعام شبانہ روز مقرر کر دیا اور کوئی کام خدمت یا بدل وغیرہ اُن کے ذمہ نہیں کیا غرض ان لوگوں کی ایک مسلمان بزرگ ومسکین کے ساتھ سلوک کرنا تھا اور ایسے شخص کا اپنے محلہ ومسجد میں رہنا موجب خیر وبرکت سمجھا اسی طور پر عرصہ قریب چار سال کے گذرا کہ یہ لوگ موافق اپنے وعدے اور نیت کے خواہ وہ بزرگ اپنے وطن کو گئے یا یہاں رہے دیتے اور ادا کرتے رہے مگر بعض نے اُن میں عذر کیا اور کہا ہم ایام غیر حاضری کا نہ دیں گے تو اس صورت میں زکوٰۃ ان لوگوں کی ادا ہوئی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے بے اُس کے ادا نہیں ہوتی فی الاشباہ اما الزکوٰۃ فلا یصح اداءھا الا بالنیۃ اور نیت میں اخلاص شرط ہے بغیر اُس کے نیت مہمل فی مجمع الانھر الزکوٰۃ عبادۃ فلا بدّ فیھا من الاخلاص اور اخلاص کے یہ معنی کہ زکوٰۃ صرف بہ نیت زکوٰۃ وادائے فرض وبجا آوری حکم الٰہی دی جائے اس کے ساتھ اور کوئی امر منافی زکوٰۃ مقصود نہ ہو تنویر الابصار میں ہے الزکوٰۃ تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالٰی درمختار میں ہے للہ تعالٰی بیان لاشتراط النیۃ ردالمحتار میں ہے متعلق بتملیک ای لاجل امتثال امرہ تعالٰی پھر اس میں اعتبار صرف نیت کا ہے اگرچہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے مثلاً دل میں زکوٰۃ کا ارادہ کیا اور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ کر دیا صحیح مذہب پر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی شامی میں ہے لا اعتبار للتسمیۃ فلو سماھا ھبۃ او قرضا تجزیہ فی الاصح پھر نیت بھی صرف دینے والے کی ہے لینے والا کچھ سمجھ کر لے اُس کا علم اصلا معتبر نہیں فی غمز العیون العبرۃ لنیۃ الدافع لا لعلم المدفوع الیہ ولہذا اگر عید کے دن اپنے رشتہ داروں کو جنہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کچھ روپیہ عیدی کا نام کرکے دیا اور انھوں نے عیدی ہی سمجھ کر لیا اور اس کے دل میں یہ نیت تھی کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں بلاشبہ ادا ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی ڈالی لایا یا رمضان مبارک میں سحری کو جگانے والا عید کا انعام لینے آیا یا کسی شخص نے دوست کے آنے یا اور کسی خوشی کا مژدہ سُنایا اُس نے دل میں زکوٰۃ کا قصد کرکے ان لوگوں کو کچھ دیا یہ دینا بھی زکوٰۃ ہی ٹھہرے گا اگرچہ اُن کے ظاہر میں ڈالی لانے یا سحری کو جگانے یا خوشخبری سُنانے کا انعام تھا اور انھوں نے اپنی دانست میں یہی جان کر لیا خلاصۃ الفتاوٰی وخزانۃ المفتین وظہیریہ معتبرات میں ہے لو دفع الی صبیان اقاربہم دراھم فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ الزکوٰۃ او دفع الی من یبشرہ بقدوم صدیق او بخبر یسرہ او یھدی الیہ الباکورۃ او الطبال یعنی سحرخواں بنیۃ

الزکوۃ جائز کیونکہ زکوۃ صدقہ ہے اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہوجاتی ہے مثلاً زکوۃ دی اور یہ شرط کرلی کہ یہاں رہے گا تو دوں گا ورنہ نہ دوں گا یا اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو یہ روپیہ فلاں کام میں صرف کرے اس کی مسجد بنادے یا کفن اموات میں اٹھادے تو قطعاً زکوۃ ادا ہوجائے گی اور یہ شرطیں سب باطل و مہمل ٹھہریں گی فی مصارف الزکوۃ من الدرالمختار لا الی بناء مسجد او کفن میت والحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم اھ ملخصاً

قولہ (والظاھر نعم) البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد اھ ردالمحتار۔ ہم جب صریح شرط باوجود خلوص نیت اداے زکوۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو لفظاً ہر معنی شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے بدرجہ اولیٰ باعث خلل نہ ہوگا **اقول** وقد ظھر ھذا من مسائل البشیر والطبال وھدی الباکورۃ فانہ انما یحمل الناس علی الدفع الیھم افعالھم ھذہ ولو لم یفعلوا فلربما لم یدفع الیھم شیئ ومن ذلک مسئلۃ دفع العیدی بنیۃ الزکوۃ الی خدامہ من الرجال والنساء حیث یقع عن الزکوۃ کما فی المعراج وغیرہ مع العلم بانہ لولم یخدموہ لما اعطاھم وبالجملۃ فھذہ العلائق تکون بواعث للناس علی تخصیصھم بصرف الزکوۃ فدوران العطاء معھا وجودا وعدما لایعین معنی التعویض وانما المرجع النیۃ فاذا خلصت اجزأت جب یہ امر ذہن نشین ہولیے تو جواب مسئلہ بحمدہ تعالیٰ واضح ہوگیا اگر وہ دینے والے خاص بقصد معاوضہ و بطور اجرت دیتے یا نیت زکوۃ کے ساتھ یہ نیت بھی ملالیتے تو بیشک زکوۃ ادا نہ ہوتی اما علی الاول فلعدم النیۃ واما علی الثانی فلعدم الاخلاص ولایکون کنیۃ الحمیۃ مع نیۃ الصوم حیث تجزی لانھا نیۃ لازم لانیۃ مناف کما افادہ المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ولا کذلک ما ھنا فان التعویض یباین التصدق اور جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ انہوں نے محض بہ نیت زکوۃ دیا اور اسے زکوۃ ہی خیال کیا معاوضہ و اجرت کا اصلاً لحاظ نہ تھا تو بیشک زکوۃ ادا ہوگئی اگرچہ وہ شخص جسے زکوۃ دی گئی اپنے علم میں کچھ جانتا ہو اگرچہ انہوں نے اس سے صاف کہہ بھی دیا ہو کہ یہاں رہوگے تو دیں گے ورنہ نہ دیں گے اگرچہ وہ عمل بھی اسی کے مطابق کریں یعنی ایام حاضری میں دیں غیر حاضری میں نہ دیں کہ جب نیت میں صرف زکوۃ کا خالص قصد ہے تو ان میں کوئی امر اس کا نافی و منافی نہیں کما حققنا فالافتاء ھٰھنا بعدم الاجزاء بناء علی مخالفۃ علم المدفوع الیہ کما وقع عن بعض المدعین علو الکعب فی العلوم الدینیۃ (وھو الگنگوہی ۱۲) ناش عن قلۃ التدبر او سوء الفھم واللہ المستعان علی ازالۃ الوھم والحمد للہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳

مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں قحط میں بعضے آدمی مد زکوۃ میں بھوکوں کو غلہ کھانا وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ میں روپے وغیرہ کے عوض بازار کے بھاؤ سے اس قیمت کا غلہ محتاج کو دے کر بہ نیت زکوۃ مالک کردینا جائز و کافی ہے زکوۃ ادا ہوجائے گی مگر جس قدر چیز محتاج کی ملک میں گئی بازار کے بھاؤ سے جو قیمت اس کی ہے وہی مجرا ہوگی بالائی خرچ محسوب نہ ہوں گے مثلاً آج کل سکا

کا نرخ نو سیر ہے تو من بھر کا مول لے کر محتاجوں کو بانٹی تو صرف چالیس روپیہ زکوٰۃ میں ہوں گے اُس پر جو نکہ داری یا باربرداری دی ہے حساب میں دلگائی جائے گی یا گاؤں سے منگا کر تقسیم کی تو کرایہ گھاٹ چونگی وضع نہ کریں گے یا غلہ پکا کر دیا تو پکوائی کی اُجرت لکڑیوں کی قیمت مجرا دیں گے اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو وہی محسوب ہوگی لان رکنھا التملیک من فقیر مسلم لوجہ اللہ تعالٰی من دون عوض درمختار میں ہے اطعم ناویا الزکوۃ یجزیہ اذا دفع الیہ المطعوم کما لوکساہ عالمگیری میں ہے ما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اسی میں ہے الخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ اگر کسی شخص نے عوض اُس زر زکوٰۃ کے جو اُس کے ذمہ واجب ہے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا کپڑے بنا دیئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عوض زرِ زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا انہیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ تملیک یعنی مدعو اُس طعام کو ملک نہیں کرتا صرف اسی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو اختیار نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں یا ایک خوان والے دوسرے خوان والوں کو اپنے پاس سے کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں فی الدر المختار لو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لایجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لوکساہ انتہی قولہ کما لوکساہ ای کما یجزیہ اھ طحطاوی عن الحلبی وفی الحاشیۃ الطحطاویۃ ایضا فی باب الصدقۃ لایکفی فیھا الاطعام الا بطریق التملیک ولو اطعمہ عندہ ناویا الزکوۃ لایکفی انتہی ہاں اگر صاحب زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر تصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی فان العبرۃ للتملیک ولا مدخل فیہ لاکلہ فی بیت المزکی او ارسالہ الی بیوت المستحقین وما ذکرہ الطحطاوی محمول علی الدعوۃ المعروفۃ فانھا المتبادرۃ منہ وانھا لاتکون الا علی سبیل الاباحۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵

مرسلہ مولوی عبدالواحد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنّت وجماعت بریلی ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زکاۃ کا روپیہ نکالا اور اُس روپیہ سے غلہ خریدا اور تمام محتاجوں کو جمع کرکے اور کھانا پکوا کر کھلوا دیا تو آیا زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی کہ نہیں کیا ضروری ہے کہ جو روپیہ نکالا وہی بعینہ دیوے۔

الجواب

کھانا جمع کرکے کھلا دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی لانہ اباحۃ ورکنھا التملیک نہ بعینہ روپیہ دینا ضرور بلکہ اگر اُس کا اناج یا کپڑا خرید کر محتاجوں کو

دیدیتا یا کھانا پکا کر اُن کے گھر بھیجدیتا یا اسے انھیں تقسیم کردیتا تو بازار کے بھاؤ سے جو اُس کی قیمت ہوتی اُس قدر زکوٰۃ ادا ہوجاتی پکوائی وغیرہ اجرت میں جو صرف ہوا وہ محسوب نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خاں محمد صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قحط سالی میں مسلمان لوگ چندہ کرکے روپیہ جمع کرکے گندم چھ روپیہ کے بھاؤ سے ایک من خرید کرکے چار روپیہ کے بھاؤ سے مسلمان غریب لوگوں کو دیتا اور جو دو روپیہ کا نقصان ہوتا ہے وہ مال زکوٰۃ سے ادا ہوجائے گا یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو کس صورت سے ادا ہوئے مہربانی فرماکر جلدی عنایت فرماویں بہت ضروری ہے یہاں پر بالکل بارش نہیں ہوا ہے اور غریب مسلمان لوگوں کو بہت ضرورت ہے اس مسئلہ کا سوال بنا کر جواب لکھ روانہ کردینا۔

الجواب

زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہوسکتی فان البیع یباین الصدقۃ والمحاباۃ لیست فی القدر الزائد المتروک من التملیک فی شیئ فانك لم تملکہ حتی تملکہ بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھ ہی روپے من اُن کے ہاتھ بیچیں اور فی من دو روپے اُن کو زکوٰۃ میں اپنے پاس سے دیں اور قیمت میں چھ روپے اُن سے وصول کریں اُن کے دو روپے زکوٰۃ میں محسوب ہوں گے اور اُن کو من بھر گیہوں پر چار ہی روپے اپنے پاس سے دینے پڑے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ

پانچ چار آدمی بزاز کے یہاں کپڑا خرید نے گئے اُن میں سے ایک نے کوئی کپڑا چرا لیا بعد معلوم ہونے کے دوکاندار نے اُس کو معاف کردیا اور نیت صدقہ یا زکوٰۃ کی کی تو یہ نیت اُس کی صحیح ہوگی یا نہیں اور یہ کپڑا صدقہ یا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ کپڑا ہنوز موجود ہے تو نہ وہ صدقہ میں محسوب ہوگا نہ زکوٰۃ میں نہ اُس کی معافی ہوگی فان الابراء عن الاعیان باطل ہاں اگر اُسے ہبہ کردیا تو ہبہ ہوجائے گا اور اگر ہبہ کرنے سے زکوٰۃ یا صدقہ کی نیت کی اور وہ شخص اُس کا مصرف ہو تو زکوٰۃ وصدقہ ادا ہوجائیں گے اور اگر وہ کپڑا اُس نے تلف کردیا یہاں تک کہ اُس کا اُس پر تاوان لازم آیا اور اُس نے وہ تاوان معاف کردیا تو معافی صحیح ہے اور نیت محمود ہو تو اجر پائے گا اور یہ خود ایک صدقہ نفل ہے مگر اُس میں زکوٰۃ کی نیت صحیح نہیں ہاں اس سے اُتنے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جتنا تاوان اُس پر واجب تھا مگر یہ اُس کے دیگر اموال کی زکوٰۃ ہوسکے یہ نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید نے اپنے برادر حقیقی یا بہنوئی یا بہن یا کسی دوست کو اپنی ضمانت سے مبلغ پچاس روپیہ سودی

قرض دلادے اب وہ روپیہ اصل وسود ملکر سو روپیہ ہوگئے زید نے وہ روپیہ اپنی زکوۃ کے روپے سے ادا کر دئے مگر شخص مذکور سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ زکوۃ کا ہم نے تمھارے قرضہ میں دیا کیونکہ اگر اُس سے کہا جائے گا تو وہ شخص بوجہ برادری کے زکوۃ لینا پسند نہیں کرتا ہے اس صورت میں زید زکوۃ سے ادا ہوگیا یا نہیں۔ (۲) زید نے مبلغ ہزار روپیہ کا رس خریدا اور وہ روپیہ بموجب رواج کھنڈسالیوں کے بانیوں کو دیدیا وقت وصول رس کے پانچ سو روپیہ کا رس وصول ہوا اور باقی روپیہ کے سال آئندہ پر وصول ہونے کی اُمید رہی اب زید پر زکوۃ پانچ سو روپیہ کی چاہئے یا ہزار کی اور اس بقیہ روپے کا یہ انتظام کیا کہ کچھ روپیہ اور دے کر دستاویز تحریر کرالی اور اس دستاویز کا روپیہ بشرط پیدا وار اس تحریر دستاویز سے دس ماہ بعد وصول ہوگا ورنہ سال آئندہ پر کیا قرضہ دستاویز پر زکوۃ چاہئے یا نہیں (۳) کچھ قرضہ زید کا اس طور ہے کہ زید نے دستاویز تحریر کرا کے روپیہ قرض دیا منجملہ اُس کے کچھ روپیہ وصول ہوا اور کچھ باقی رہا اس بقیہ کی نہ دستاویز ہے اور نہ کوئی شی ایسی اُس شخص کے پاس ہے کہ جس سے وہ قرضہ اپنا ادا کرے اور اگر ہے تو بغرض بدنیتی اُس شے کو دوسرے کے نام کر دیا اب زید کو صرف اُمید ہی اُمید وصول کی ہے لہٰذا اُس روپے پر زکوۃ دی جائے یا نہیں (۴) زید نے پانچ سو روپیہ لیے اور ہزار قرض لے کر دکان کی منجملہ پندرہ سو روپیہ کے ہزار روپیہ کا مال دوکان میں ہے اور پانچ سو روپیہ قرضہ میں ہیں۔ اس صورت میں زکوۃ دی جاوے یا نہیں اور دی جائے تو کس قدر کی

الجواب

اگر زید نے وہ روپیہ اپنے اُس عزیز کو دل میں نیت زکوۃ کر کے دیا تو زکوۃ ادا ہوگئی خواہ کسی خرچ میں صرف کرے اور اگر بطور خود بلا اجازت اس کے قرضہ میں دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم (۲) زکوۃ کل روپیہ کی واجب ہوگی مگر مقدار قرضہ کے ابھی ادا کرنا لازم نہیں بعد وصول ادا کر سکتا ہے (۳) جبکہ اس کے پاس ثبوت نہیں اور نہ وہ ادا پر آمادہ اور نہ اُس کے پاس جائداد تو اُس قرضہ کی زکوۃ لازم نہیں (۴) منجملہ پندرہ سو کے کسی قدر کے زکوۃ فی الحال واجب الادا نہیں جبکہ وہ وہی مال رکھتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تجلّی المشکوۃ لانارۃ اسئلۃ الزّکوۃ

۱۳

مسئلہ

از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی۔ مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم

۱۳ جمادی الاولی سنہ ۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین۔ ان مسائل میں

مسئلہ اولٰی زکوۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زکوۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ وجوب ادا ہو جاتا خواہ یوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج کا مالک ہوئے

سال تمام نہ ہوا یا یوں کہ سال گزشتہ کی دے چکا ہے اور سال رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک کہ تمام سال نہ ہو بلاشبہ تفریق وتدریج کا اختیار کامل رکھتا ہے جس میں اصلا کوئی نقصان نہیں کہ حولان حول سے پہلے زکوۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ تو ابھی شرعاً اُس سے تقاضا ہی نہیں فرمایا تو یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا یہ پیشگی دینا تبرع ہے ولاجبر علی المتبرع وھذا ظاھر جدا۔ اور اگر سال گزرگیا اور زکوۃ واجب الادا ہوچکی تو اب تفریق وتدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام وکمال زرِ واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح ومعتمد ومفتٰی بہ پر ادائے زکوۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعث گناہ۔ ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی تصریح ثابت رواہ الفقیہ ابوجعفر عن الامام الاعظم وذکرہ ابویوسف فی الامالی کما فی الخلاصۃ وفی منتقی الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالٰی علی ما نقل القہستانی عن المحیط انہ علی الفور عندھما وعن محمد لاتقبل شہادۃ من اخرہ فھذا ظاھر فی انہ ھو المذھب المروی عن الشیخین فی ظاھر الروایۃ۔ فتح القدیر میں ہے یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشہید فی المنتقی وھو عین ماذکرہ الفقیہ ابوجعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یکرہ ان یؤخرھا من غیر عذر فان کراھۃ التحریم ھی المحمل عند اطلاق اسمہا عندھم وکذا عن ابی یوسف وعن محمد ترد شہادتہ بتاخیر الزکوۃ لان الزکوۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلثۃ وجوب فوریۃ الزکوۃ اھ ملخصا۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے ھل یأثم بتاخیر الزکوۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یاثم وھکذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکوۃ من غیر عذر لاتقبل شہادتہ وروی ھشام عن ابی یوسف لایاثم اھ ملخصا قلت فقد قدم التاثیم وما یقدمہ فھو الراجح الاظھر الاشھر عندہ کما نص علیہ بنفسہ ویکون ھو المعتمد کما صرح بہ الطحطاوی والشامی وغیرھما وکذا قدمہ فی الھدایۃ والکافی۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے یجب علی الفور عند تمام الحول حتی یاثم بتاخیرھا من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یاثم عند الموت والاول اصح کذا فی التھذیب۔ جواہر اخلاطی میں ہے یجب الزکوۃ علی الفور حتی یاثم بتاخیرہ بلاعذر وقیل علی التراخی والاول اصح اھ ملخصا۔ مجمع الانہر میں ہے قال محمد لاتقبل شہادۃ من لم یؤد زکاتہ وھذا یدل علی الفور کما قال الکرخی وعلیہ الفتوی۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے (وقیل فوری) ای واجب علی الفور (وعلیہ الفتوی) کما فی شرح الوھبانیۃ (فیاثم بتاخیرھا) بلاعذر (وترد شہادتہ) لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح اھ **اقول** فاذا کان ھذا ھو قضیۃ الدلیل والالصق بمقصد الشرع الجلیل وھو الاحوط فی الدین والادفع لکید الشیاطین والانفع لفقراء المسلمین وقد جزم بہ المولی فقیہ النفس قاضی الامۃ وصححہ من صححہ من کبار الائمۃ وقد ثبت عن ساداتنا الثلثۃ مالکی الائمۃ وقد نص کثیرون ان علیہ الفتوی ومعلوم ان ھذا اللفظ اکد واقوی فعلیہ فلیکن التعویل والاعتماد وان حکی التراخی ایضا عن الثلثۃ الامجاد وصححہ الباقانی والتاتارخانی **بل** قال المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ما ذکر ابن شجاع من اصحابنا ان الزکوۃ علی التراخی یجب حملہ علی ان المراد

بالنظر الی دلیل الافتراض ای دلیل الافتراض لایوجبها وھو لاینفی وجود دلیل الایجاب اھ قال العلامۃ السید احمد المصری فی حاشیۃ الدرالمختار واختار الکمال ان الزکوٰۃ فریضۃ وفوریتھا واجبۃ ویصلح ھذا توفیقا بین القولین اھ

قلت وکان ظھر لی التوفیق بان من قال بالتراخی فمرادہ ان وقتہ العمر فتکون اداء متی ادی وان اثم بالتاخیر ومن قال بالفور ای ادائہ یاثم بالتاخیر وان لم یصر بہ قضاء ولا بدع فی ذلک فان الحج فوری علی الراجح مع الاجماع علی انہ لو تراخی کان اداء ونظیرہ سجدۃ التلاوۃ وجوبھا فوری عند ابی یوسف ومتراخ عند محمد وھو المختار کما فی النھر والامداد والدرالمختار واذا اداھا بعد مدۃ کان مؤدیا اتفاقا لاقاضیا کما فی النھر الفائق وغیرہ **اقول** لکن یخدش التوفیقین ما قدمنا عن الخانیۃ حیث فرض المسئلۃ فی التاثیم ونص روایۃ ھشام عن ابی یوسف لایاثم فلابد من ابقاء الخلاف وترجیح الراجح او یقال ان ھشاما انما سمع التراخی فنقل ھو او من روی عنہ بالمعنی علی ما فھم ولعل فیہ بعد الیعرف وینکر فلینتدبر واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اُس کی ادامیں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے یہی منقول ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے کما عن الفتح والخانیۃ ومجمع الانھر ومثلہ فی خزانۃ المفتین وفی شرح النقایۃ عن المحیط وفی جواھر الاخلاطی وبہ جزم فی التنویر والدر کما سمعت ونقل الامام الخاصی وصاحب المضمرات شرح القدوری والطحطاوی والشامی وغیرھم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللّٰہ تعالٰی **اقول** وقول من قال ترد شھادتہ یؤیدنا کما لایخفی ومن قال لا فقولہ لایخالفنا اذلیس کل ما یترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ مما یرد بہ الشھادۃ کما لیس یخاف علی من طالع کتاب الشھادۃ اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کل کی تاخیر نہ ہوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے لان الایجاب الفوری انما ھو للکل لاالبعض وھذا ظاھر جدا **ثم** فی معنی الفور ھھنا بحث للعلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قولہ فیاثم بتاخیرھا الخ ظاھرہ الاثم بالتاخیر ولو قل کیوم او یومین لانھم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لایؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم اھ فتامل اھ **اقول** لایخفی ان ھذا القول المعتمد منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور وعدم التاخیر وانما معناہ کما نصوا علیہ وافدتموہ ھو الاتیان فی اول اوقات الامکان فالتقیید بعدم التاخیر عاما تغییر لاتفسیر ویظھر لی ان قضیۃ الدلیل ایضا تخالفہ فان العلماء کالامام فقیہ النفس والامام المحقق علی الاطلاق والامام حسین بن محمد السمعانی صاحب خزانۃ المفتین والعلامۃ برھان الدین ابی بکر بن ابراھیم الحسینی صاحب جواھر الاخلاطی وغیرھم رحمھم اللّٰہ تعالٰی ذکروا تعلیل تفرقۃ محمد بایجاب الزکوٰۃ علی الفور والحج متراخیا بان الزکوٰۃ حق الفقراء فیاثم بتاخیر حقھم بخلاف الحج فانہ خالص حق المولٰی سبحانہ وتعالٰی وانت تعلم ان حق العبد بعد وجوب الاداء والتمکن منہ لایتاخر اصلا الاتری ان الاجل اذا حل فمطل الغنی ظلم وان قل وکذا ما حقق المولی المحقق حیث اطلق من ان مع النص قرینۃ الفور وھو الشرع لدفع حاجۃ الفقراء وھی معجلۃ

یدل علی الفور الحقیقی ولا یتفاوت التسویف بایام واعوام فی عدم حصول المقصود علی وجہ التمام لاجرم ان قال فی مجمع الانہر بعد ذکر الفتوی علی فوریۃ الزکوۃ معنی یجب علی الفور انہ یجب تعجیل الفعل فی اول اوقات الامکان اھ وقد نمت نص الخانیۃ اذ قال حل یاثم بتاخیر الزکوۃ بعد التمکن الخ وقال فی خزانۃ المفتین یاثم بتاخیر الزکوۃ بعد التمکن ومن اخر من غیر عذر لاتقبل شہادتہ لان الزکوۃ حق الفقراء فیاثم بتاخیر حقہم اھ ملخصا فہذہ نصوص صراح وما فی المنتقی ملہوم ثم انہ ہو الذی یقتضیہ الدلیل فحق ان یکون علیہ التعویل نعم لاعجز وفی تقییدہ رد الشہادۃ بمرور المدۃ فان دلیل الفور ظنی والثابت بہ الوجوب فترکہ صغیرۃ لاترد بہ الشہادۃ الا بعد الاصرار ولا بد لذلک من مرور مدۃ کما افادہ البحر فی مسئلۃ تاخیر الحج واللہ تعالٰی اعلم۔ پھر بعد وجوب اداء تدریج کی صورت ظاہر ہے کہ مذہب صحیح پر ترک فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں وقال تعالٰی سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وقال تعالٰی فاستبقوا الخیرات ظاہر ہے کہ وقت موت معلوم نہیں ممکن کہ پیش از اداء آجائے تو بالاجماع گنہگار ہوگا فان کل موسع یتضیق عند الموت کما نصوا علیہ ولذا صرح القائلون بتراخی الوجوب انہ یاثم عند الموت کما قدمنا۔ اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل کما لایخفی علی خادم الفقہ۔ اور مالی وجانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کیسے ہے فان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ممکن کہ بہکا دے اور آج جو قصد اداء ہے کل یہ بھی نہ رہے سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک قبائے نفیس بتوائی طہارت خانے میں تشریف لے گئے وہاں خیال آیا کہ اسے راہ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی قریب دیوار حاضر ہوا حضور نے قبائے معلی اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی فرمایا کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ یہ اُن کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالٰی علی ابیہم الکریم الاکرم وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ پھر ہم کہ بحرِ دستِ شیطان ہیں کس امید پر بےخوف ومطلق العنان ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج پر حامل ہوتی ہیں کبھی یہ خیال کہ اہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجتمند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں۔ کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مال زکوٰۃ اُن کے لیے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا جنھیں یہ خیال ہوں اُن کے لیے راہ یہی ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہ مبارک رمضان میں اُن پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان [illegible] کے لیے شوال [illegible] سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسب رائے ومصلحت دیتے رہیں کہ اس میں اُن کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم وممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ثانیہ

زید کے پاس زیور ہے وہ اُس کی زکوٰۃ دیتا ہے آیا وہ کل زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زر زکوٰۃ زیادہ کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ نے سونے چاندی کی نصاب پر کہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وہ روپیہ اشرفی ہو یا گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شے حولان حول قمری کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں مقرر فرمایا ہے۔ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کی ساڑھے باون تولے پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصاب مذکور کے پانچویں حصے تک نہ پہنچے معاف ہے اس پر کچھ واجب نہیں ھذا ھو مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو الصحیح کما فی التحفۃ ثم مجمع الانھر جب خمس کامل ہو جائے اس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حصہ فرض ہوگا یونہی ایک خمس سے دوسرے تک عفو اور ہر خمس کامل پر اس کا ربع عشر مثلاً ایک شخص کے پاس ۷ تولہ ۶ ماشہ سونا ہے اس پر ۲ ماشہ سونا زکوٰۃ میں دینا ہے اور اگر ۱ تولے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولے ہے جب بھی وہی ۲ ماشہ ۱ سرخ واجب ہے یہ رتی کم ۱ تولہ معاف ہے ہاں اگر پورا ۱ تولہ ۶ ماشہ ہے کہ خمس نصاب ہے اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر یعنی ۳ سرخ اور واجب ہوگا کل ۹ تولہ پر ۲ ماشہ ۵ سرخ ہے پھر ۱ تولہ پورے ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا جب ۱۰ تولہ ۶ ماشہ کامل ہو وہی ۳ سرخ اور بڑھ کر ۲ ماشہ ۳ سرخ واجب الادا ہوگا وعلی ہذا القیاس اسی طرح جس کے پاس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے اس پر ۱ تولہ ۳ ماشہ چاندی واجب ہے اور جب تک ۱۰ تولہ چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے یہی واجب رہے گا جب ۶۳ تولہ کامل ہو جائے تو اس ۱۰ تولہ کا ربع یعنی ۳ ماشہ ۱ سرخ اور زائد ہو کر ۱ تولہ ۶ ماشہ ۱ سرخ دینے ہوں گے پھر ۷۳ تولہ ۶ ماشہ کے قریب تک یہی دینا ہے جب ۷۳ تولے ہوں تو وہی ۱ کا ربع اضافہ ہو کر ۱ تولہ ۹ ماشہ ۱ سرخ کا وجوب ہوگا وعلیہ قس درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل والمعتبر وزنھما اداءً ووجوبًا لا قیمتھما واللازم فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ربع عشر وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درھما درھم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا مازاد بحسابہ وھی مسئلۃ الکسور اھ ملخصًا

پھر جو شخص مالک نصاب ہے اور ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعہ ہبہ یا میراث یا شرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گزرنا اس سب پر حولان حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ ان کی کوئی چیز ہو اور مال تجارت بھی انہیں کی جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکوٰۃ یونہی آتی ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انہیں کی نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر وسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دو بار زکوٰۃ نہ لازم آئے پھر ملانے کے بعد مجموع پر وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو ۳۰ تولے سونے کا مالک ہوا اور اس کے سوا جنس زر وسیم سے اور کوئی چیز اس کی ملک نہیں تو اس پر ۹ ماشہ سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو واجب الادا ہوگا ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ۱۰ تولہ اور یکم ذی الحجہ کو ۲ تولہ سونا اسے اور ملا کہ اب کل ۴۲ تولے ہوگیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموع کی زکوٰۃ ۹ ماشہ ۷½ سرخ سونا واجب الادا ہوگا گویا اس سب پر سال گزر گیا اگرچہ واقع میں اس ایک تولے کو ہنوز چھ مہینے اور اس دو تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے اور اگر اس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۴۰ تولہ تھا تو بھی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے اسی طرح اگر تین تولہ سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۱۰ ذی الحجہ کو اس نے اپنی

زمین یا غلے یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مال تجارت خریدا جس کی قیمت ۳۰ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے ابھی دس ہی دن گزرے مگر مجموع ۳۳ تولے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوٰۃ ادا کردی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں ان نئی بکریوں کے لیے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں سے ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل ہیں جس کی زکوٰۃ اس سال کی بابت ادا ہو چکی اب اگر انھیں نصاب شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دوبار زکوٰۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے المستفاد ولو بھبۃ او ارث او شراء او میراث او وصیۃ اھ ش وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ (مالم یمنع منہ مانع وھو الثنی المنفی بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ثنی فی الصدقۃ اھ ش) فیزکیہ بحول الاصل ولو ادی زکوٰۃ نقد ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم الی سائمۃ عندہ من جنس السائمۃ التی اشتراھا بذلک النقد المزکی ای لا یزکیھا عند تمام حول السائمۃ الاصلیۃ عند الامام لما مع المذکور اھ ش) اھ بالتلخیص وفی ش ایضا اجد النقدین یضم الی الاٰخر وعروض التجارۃ الی النقدین لجنسیۃ باعتبار قیمتھا بحر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اگر آئندہ زیور کم ہوجائے تو کس حساب سے کمی کی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو ۲ ماشہ سونا کہ اُس پر واجب ہوا وہ صرف ۷۔۵ تولے کے مقابل ہے نہ پورے آٹھ تولے کے کہ یہ چھ ماشہ جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے یوہیں اگر ۱۰ تولہ کا مالک ہو تو زکوٰۃ صرف ۹ تولہ یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے الزکوٰۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلک بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ اھ ملخصا درمختار میں ہے لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اُسی قدر مال کم ہوجائے جتنا عفو تھا مثلاً مثال اول میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلاً قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اُسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مثل لہ فی الملتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اُس سے زائد کا ہوا جیسے امثلہ مذکورہ میں دو تولے یا یوں کہ ابتداءً مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۱۵۰ تولے سونا کہ اس میں سے رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد بر تقدیر اول دو حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام پر رقم نصاب ہائے پیشیں پھر پوری ہوگئی یا نہیں اگر پوری ہوگئی تو یہ نقصان بھی اصلاً نقصان نہ ٹھہرے گا اور اُس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو پندرہ تولہ سونے کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہوگیا یا صرف کردیا یا کسی کو دے ڈالا اور

اگرچہ بہت خفیف باقی رہا پھر جب قدر کم ہوگیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پورے پندرہ تولہ یعنی دو نصاب کامل کی زکوۃ دینی ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے یونہیں اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ ماشے مل گیا تو وہی زکوۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یونہیں بعد ہلاک اس کا عود ورکار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوۃ کا وجوب بحالت استمرار ہوتا اسی قدر پوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ بچھوڑا رہے سب بالکل فنا نہ ہوجائے ورنہ ملک اول سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس دن ملک جدید ہوگی اس دن سے حساب کیا جائے گا مثلاً یکم محرم کو مالک نصاب ہوا صفر میں سب مال سفر کر گیا ربیع الاول میں پھر ہاتھ آگیا تو اسی مہینے سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہا درمختار میں ہے شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول ردالمحتار میں ہے فان وجد منہ شیئا قبل الحول ولو بیوم ضمہ وزکی الکل اسی میں ہے قولہ ہلک کلہ ای فی اثناء الحول حتی لو استفاد فیہ غیرہ استانف لہ حولا جدیدا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حساب نصاب بلحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولان حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوۃ رأساً ساقط وذٰلک لان الحول شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیئ والا وجب فیما دار علیہ الحول حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لازکوۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول اخرجہ ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا حاشیہ شامی میں ہے لو استہلکہ قبل تمام الحول فلا زکوۃ علیہ لعدم الشرط بر تقدیر ثانی یعنی جبکہ مال پر سال گزر گیا اور زکوۃ واجب الادا ہوچکی اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہوگیا یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اس رقم سے کچھ اتلاف کیا صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلانیت زکوۃ کسی فقیر محتاج کو دیدیا اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع وتلف ہوگیا مثلاً چوری ہوگئی یا زر وزیور کسی کو قرض ودرعایت دے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مرگیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے اب صورت اولٰی یعنی استہلاک میں جس قدر زکوۃ سال تمام پر واجب ہوئی تھی اس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کر دے اور بالکل نادار محض ہوجائے تاہم قرض زکوۃ بدستور ہے سراجیہ ونہایہ وغیرہما میں ہے لو استہلک النصاب لایسقط نہر الفائق وحاشیہ طحطاوی میں ہے لو وہب النصاب لغنی بعد الوجوب ضمن الواجب وھو مختار الروایتین محیط سرخسی وعالمگیریہ میں ہے فی روایۃ الجامع یضمن قدر الزکوۃ وھو الاصح اور صورت ثانیہ یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے یعنی زکوۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوۃ لازم آئے گی درمختار میں ہے اذا نوی نذراً او واجباً اٰخر یصح ویضمن الزکوۃ اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق کر دے تو بالاتفاق زکوۃ ساقط ہوگئی۔ ہندیہ میں ہے من تصدق بجمیع نصابہ ولا ینوی الزکوۃ

سقط فرضاعنه وهذا استحسان كذا فی الزاهدی ولا فرق بين ان ينوی النفل او لم تحضره النية اور اگر بعض تصدق کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اس کی زکاۃ ساقط اور باقی کی لازم مثلاً دو سو درم پر حولان حول ہوگیا اور زکوٰۃ کے پانچ درم واجب ہولیے اب اس نے سو درم فقیر کو دیدیئے تو ان سو کی زکوٰۃ یعنی ڈھائی درم ساقط ہوگئی صرف ڈھائی دین رہے وهو رواية عن صاحب المذهب رضی اللہ تعالٰی عنه كما فی الزاهدی والعناية وغيرهما وعن الامام ابی يوسف ايضا كما فی القهستانی عن الخزانة **قلت** وبه جزم القدوری[1] فی مختصره والسمعانی[2] فی خزانة المفتين عن شرح الطحاوی[3] وبها قال الاكمل روى ان الامام مع محمد فی هذه المسئلة قال الطحطاوی[4] عن ابی السعود عن شيخه ان هذا كالتصريح بالحجية اھ وقد نص فی القهستانی[5] والهندية[6] اثرين عن الزاهدی[7] انه الاشبه مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکوٰۃ سے کچھ نہ گھٹے گا تو صورت مذکورہ میں اگرچہ سو روپیہ خیرات کردے زکوٰۃ کے پانچوں درم بدستور واجب رہے یہ مذہب زیادہ قوی و مقبول و شایان قبول ہے **اقول** فقد اعتمده عامة المتون كالوقاية[1] والنقاية[2] والكنز[3] والاصلاح[4] والملتقى[5] والتنوير[6] وغيرها حتى لم يتعرض كثير منهم لخلافه اصلا واقرهم عليه الشروح كذخيرة[7] العقبى والبرجندی[8] وتبيين[9] الحقائق والايضاح[10] ومجمع الانهر[11] والدر المختار[12] وغيرها وقدمه قاضی خان[13] وابراهيم الحلبی فی متنه وهما لا يقدمان الا الاظهر الاشهر الارجح كما نصا عليه فی خطب الكتابين وكذا قدمه فی الخلاصة[14] ومعلوم ان التقديم يشعر بالاختيار كما فی كتاب الشركة من العناية والنهر والدر المختار واخر دليله فی الهداية[15] وهو لا يؤخر الا دليل ما هو المختار عنده ليكون جوابا عن دليل ما تقدم واقره على هذا الاشارة المحقق فی الفتح[16] وكذا ذكر الزيلعی فی التبيين دليل القولين وشيد دليل ابی يوسف واجاب عن دليل محمد ونسب فی الايضاح والملتقى والدر المختار الخلاف لمحمد وهو تضعيف له كما عرف من محاوراتهم واقر الدر على ذلك الشامی[17] وقوّاه ببعض ما ذكرنا هنا وهو صنيع الملتقى وتقديم قاضی خان وتاخير الهداية فقد ترجح هذا **اولاً** بتظافر عامة المتون عليه **وثانياً** بجلالة شان من اعتمده واقره كالامام[1] فقيه النفس الذی قالوا فيه انه لا يعدل عن تصحيحه والامام[2] المحقق صاحب الهداية وعصريهما الامام[3] صاحب الخلاصة والامام[4] النسفی صاحب الكنز فالامام[5] برهان الدين محمود وحفيده الامام[6] صدر الشريعة والامام[7] المحقق حيث اطلق والامام[8] الفخر الزيلعی والعلامة[9] ابن كمال الوزير وهم جميعا من ائمة الاجتهاد بوجه اقر لهم بذلك علماء معتمدون ولا كذلك من عددنا فی القول الاول الا القدوری وشارح الطحاوی اما السمعانی فلم ار من اعترف له بذلك وابو السعود هذا ليس هو الامام المحقق علامة الوجود خاتمة المجتهدين محمد افندی مفتی الديار الرومية فانه متقدم على صاحب البحر المقدم على الشرنبلالی السابق على السيد ابی السعود هذا المتكلم على كتب الشرنبلالی تحشيا وتعليقا فتصحيح هؤلاء الجلة ولو التزاما لايقادمه قول المجرد المطرح ان غيره اشبه ثم ما فيهم وفی من تبعهم من اعاظم المتاخرين من الكثرة كما علمت يقضی بترجيحه فانما العمل بما عليه الاكثر كما فی العقود الدرية وغيرها **وثالثاً** بقوة دليله كما يظهر بمراجعة التبيين وغيره **ورابعاً**

ان فرض التساوی القولین من جھة الترجیح فیترجح ھذا بما ھو قول ابی یوسف کما عرف ذلک فی رسم المفتی **وخامسًا** بانہ الاحوط فان فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین **وسادسًا** بانہ الانفع للفقراء اھ وقد علمت ان العلماء وبذلک اعتنوا عظیما فی الزکوۃ والاوقاف ھذا ما ظھر لی فانظر ماذا تری واللہ تعالٰی اعلم۔ رہی **صورت ثالثہ** یعنی ہلاک اُس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اربعہ متناسبہ اُتنے کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اُتنے کی زکوٰۃ باقی مثلاً دوسو بیس (۲۲۰) درم خرچی کا مالک تھا حولانِ حول کے بعد ۵ درم واجب الادا ہوئے ابھی نہ دیئے تھے کہ ۴۰ درم ہلاک ہوگئے تو اب نیم درم ساقط اور ۴½ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوٰۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے نصاب میں سے صرف ۲۰ گھٹے وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصہ یعنی آدھا درم ساقط ہوگا باقی باقی یا یوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۴۰ ہلاک ہوئے ہیں ان کا $\frac{1}{40}$ نیم درم ہے اُسی قدر ساقط ہوگیا یا یوں خیال کرلیا کہ ایک سو اسی باقی ہیں ان کا $\frac{1}{40}$ ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا تینوں کا حاصل ایک ہے اور اگر صورت مذکورہ میں ۲۱ درم ضائع ہوئے ہیں تو زکوٰۃ سے درم کا صرف بیسواں حصہ کہ کل واجب کا نصف عشر عشر یعنی $\frac{1}{200}$ ہے ساقط ہوگا باقی ۴ $\frac{19}{20}$ واجب کہ نصاب سے فقط ایک درم ہلاک ہوا ہے یہ نصاب کا $\frac{1}{200}$ تھا وعلٰی ہذا اگر ۱۹۲ تلف ہوئے تو درم کا فقط $\frac{1}{5}$ دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصّہ نصاب باقی ہے وعلٰی ہذا القیاس درمختار میں ہے لاشیئ فی عفو ولا فی ھالک بعد وجوبھا لتعلقھا بالعین لا بالذمۃ وان ھلک بعضہ سقط حظہ ویصرف الھالک الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم بخلاف المستھلک لوجود التعدی والتوی بعد القرض والاعارۃ ھلاک اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے والتوی ھھنا ان یجحد ولا بینۃ علیہ او یموت المستقرض لا عن ترکۃ اُسی میں ہے من الاستھلاک ما لو ابرأ مدیونہ الموسر بخلاف المعسر اھ **اقول** وما اشار الیہ فی الدر من الترتیب فی الصرف الی النصب فھو مذھب سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خلافا للامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فانہ یصرف الھالک بعد العفو الی جمیع النصب شائعا ولکنی لم ارید ذکرہ ھھنا لان الکلام فی الذھب والفضۃ وفیھما لاثمرۃ لھذا لعدم تفاوت نصبھما فی الواجب اصلا فانہ ربع العشر علی الاطلاق وانما تظھر فی السوائم لما لاختلاف الواجب فیھا باختلاف النصب فقد یکون شاۃ وتارۃ بنت مخاض واخری بنت لبون وھکذا فمن ملک ستۃ وثلثین من الابل فھلک احدی عشرۃ فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الثانی $\frac{25}{36}$ بنت لبون ای خمسۃ وعشرون جزءا من ستۃ وثلثین جزءا من اجزاء بنت لبون واما لانعدام المثلیۃ فیتصور تفاوت الحساب کمن ملک مائتی شاۃ وشاۃ فالواجب ثلث شیاہ ھلکت منھا ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفا للھلاک الی اقرب النصب و عند ابی یوسف $\frac{121}{201}$ ثلث شیاہ ای مائۃ واحد وعشرون جزءا من مائتی اجزاء وجزء من ثلث شیاہ ولا یجب ان یکون ھذا کمثل شاتین ویظھر ذلک عند التقویم فان دفع القیمۃ جائز فی الزکوۃ قطعا فلنفرض ان شاۃ بسبعۃ وستین قرشا فقیمۃ الواجب عند الامام ۱۳۴ قرشا وعند ابی یوسف ۱۲۱ وھکذا اما ھھنا فالتعیین والشیوع سواء بلا تفاوت اصلا فان من ملک مثلا ۴۸ مثقالا من ذھب فالواجب مثقال وقیراطان لان کل مثقال عشرون قیراطا فاذا ھلک

۲۴ مثقالا اثلاثا وبقی ۲ فالواجب علی طریقۃ الامام نصف مثقال وعلی طریقۃ ابی یوسف ۱/۲ ای خمسۃ اجزاء من احد عشر جزءً من اجزاء مثقال وقیراطین فاذا جمعنا حصل ۲۲ قیراطا لخصتہما المذکورۃ عشرۃ قراریط وذلک اسدس مثقال وکذا اذا ملک ۱۰ تولجات من ذہب وہو نصاب بانوخسان فالواجب ۵ ماشہ ۳ ۱/۲ سرخ فاذا ملک ۲۰ تولجات مثلا بلی نصابان فالواجب علی طریقۃ الامام ۴ ماشہ ۲ سرخ وعلی طریقۃ ابی یوسف ۱/۲ من الواجب الاول فاذا جعلنا الکل سرخا من حبۃ کانت ۲۰۰ سرخا ناخذ منہا ۱/۲ یحصل ۱۸۰ خمسا وہو ۴ ماشہ ۴ سرخ سواء بسواء وان شککت فانظر الی ہذا العمل ۲/۱۸ (۳۶) ۲۱۶ / ۶ (۳۶) ۲۰۰ ثم اعلم ان ابراء المدیون الغنی ایضا قد یکون ہلاکا وذلک اذا کان الدین ضیعا وہو الذی لیس فی مقابلۃ شیئ مال کالمہر والدیۃ وبدل الخلع وتمام الکلام علیہ فی رد المحتار واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ رابعہ

سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ علمائے رامپور نے جواز کا فتوٰی دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرامِ قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ہاشم وبنی عبد المطلب وہم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبد المطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصًا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے شذوذ شاذ وماء زخر ورد معتمدہ وفتاوٰی مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پُرنور سیّد السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد۔ اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی الامام الطحاوی والحاکم وابو نعیم وابن سعد فی الطبقات وابو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال ورُوی عنہ الطحاوی حدیثًا اٰخر والطبرانی حدیثًا ثالثا حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابو نعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی حدیثان اٰخران حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی حدیث اٰخر حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی

حدیث ۱ حضرت ابورافع[۱۵] مولی رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم روی عنہ احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی و ابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز[۱۶] یا کیسان مولی رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت[۱۷] بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ روی عنہ اسحق بن راھویہ وابویعلے الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابولیلی[۱۸] رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ابوعمیرہ[۱۹] رشید بن مالک رضی اللہ تعالی تعالی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ[۲۰] بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما۔ حضرت[۲۱] عبدالرحمن بن علقمہ رضی اللہ تعالی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمن[۲۲] بن ابی عقیل رضی اللہ تعالی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المؤمنین[۲۳] صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالی عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المؤمنین[۲۴] ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ[۲۵] رضی اللہ تعالی عنہا روی عنہا احمد والبخاری ومسلم اور بیشک اس تحریم کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت وکرامت ونظافت وطہارت کہ زکوۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضی عند الطحاوی رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین اسی طرح عامہ علماء مثل امام[۱] ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار اور امام شمس الائمہ[۲] سرخسی محیط اور امام صدر[۳] شہید شرح جامع صغیر اور امام[۴] برہان الدین فرغانی ہدایہ اور امام حافظ[۵] الدین نسفی کافی اور امام فخرالدین[۶] زیلعی تبیین اور امام سمعانی[۷] خزانۃ المفتین اور علامہ[۸] یوسف چلپی ذخیرۃ العقبی اور محقق غزی[۹] منح الغفار اور مدقق علائی[۱۰] درمختار اور فاضل رومی[۱۱] مجمع الانہر اور سید حموی[۱۲] غمز العیون اور ان کے غیر ان کے غیر اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائما ابدا بقائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام ابوالحسن[۱] کرخی و امام ابوبکر[۲] جصاص و امام حسام[۳] الدین عمر صدر شہید و امام[۴] علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ و امام طاہر[۵] بخاری صاحب خلاصہ و امام سغناقی[۶] صاحب نہایہ و امام نسفی[۷] صاحب کافی و امام زیلعی[۸] شارح کنز و امام حسین[۹] بن محمد صاحب خزانہ و امام ہمام[۱۰] محمد بن الہمام صاحب فتح و علامہ اتقانی[۱۱] صاحب غایۃ البیان و علامہ برجندی[۱۲] شارح نقایہ و علامہ زین[۱۳] بن نجیم صاحب اشباہ وبحر و علامہ عمر[۱۴] بن نجیم صاحب نہر و علامہ ابراہیم[۱۵] حلبی صاحب ملتقی و علامہ محمد[۱۶] حصکفی صاحب درمختار و مصنف[۱۷] اختیار شرح مختار و فتاوی ہندیہ[۱۸] وغیرہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیاء کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں۔ تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبھۃ بدلیل سقوط الزکوۃ عن ارباب الاموال فلایحل للعامل الہاشمی تنزیھا لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازیہ الہاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقھم اھ ملخصا محیط وبحر و درر وغیرہا میں ہے زکوۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیاء کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولی ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب ھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا احق بمکاسبہ فی ابیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ

شبهة وقوع الملك لمولاه الهاشمی والشبهة معتبرة لكرامته بخلاف الغنی كما مر فی العامل فلذا قید بقوله فی حق بنی هاشم اھ بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں اُن کا منشار غلطاً ایک مقدوح و مرجوح و مجروح و مطروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ بسبب حرمت مال غنیمت سے خمس خمس ملتا تھا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوٰۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً رجیح نہ درایۃً نجیح ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان ہوئی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے فتاوٰی یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ھ مندرجہ مجموعۂ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں بحمداللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کر دی اور اُسی میں شمارہ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جن میں سترہ خود کلام امام ممدوح کی شہادات ہیں بلکہ وہ بلاشبہہ اُسی مذہب حق وظاہرالروایۃ کو بہذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بہذا ناخذ سے متصل صاف صریح اصرح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام موالی پر بھی زکوٰۃ حرام فرماتے ہیں ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں سبحان اللہ جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں کی حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر اُنھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوٰی فقیر کی طرف رجوع کرے اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلٰثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع اور دلیل ودرایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب وضائع اور فتوائے امام طحاوی یقیناً جانب ظاہرالروایۃ راجع تو اُس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود وجرح شرع مطہر جزماً مانع۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح وترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو باینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے۔ درمختار میں ہے قال فی الخانیة وعلیه الفتوٰی لکن المتون علی الاول فعلیه المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں مذیل بفتوٰی ہوں بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها علما فرماتے ہیں جو کچھ ظاہرالروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔ ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ماخالف ظاهر الروایة لیس مذهبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوٰی ہو اور اُس جانب کچھ نہیں تو اُدھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے۔ کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تعویل یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں لایعدل عن درایة ماوافقها روایة کما فی الغنیة

شرح المنیۃ ورد المحتار وغیرہا اس تنکیر روایۃ پر نظر کیجئے اور اٰخن فیہ کی حالت دیکھئے جب روایت کی موافقت مانع عدول قواہی بالروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا الیقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ سُن رہے ہیں ہم نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون و شروح و فتاوی اپنے تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] وہدایہ[2] ووافی[3] وکنز[4] ووقایہ[5] ونقایہ[6] واصلاح[7] وملتقی[8] وتنویر[9] وبدایہ[10] وکافی[11] وشرح وقایہ[12] والیضاح[13] واشباہ[14] ودرمختار[15] وطریقہ[16] محمدیہ وحدیقہ[17] ندیہ وخانیہ[18] وخلاصہ[19] وخزانۃ المفتین[20] وجواہر اخلاطی[21] وعالمگیری[22] وغیرہا میں اُس روایت کا نام تک نہ زبان پر نہ لائے اور مطلقہ نطلبقہ منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے گئے کیا وہ اس روایت خادمہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابل التفات نہ سمجھے اور بیشک وہ اسی قابل تھی۔ یہ بائیس[22] عبارتیں اور ستائیس[27] حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمد اللہ اِس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوۃ یقیناً حرام نہ انھیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُن کے دیئے زکوۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں اور اُس کے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حیلہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُر آشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو اقول بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو اُن کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماوا نہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انھیں کے صدقے میں انھیں کی سرکار سے عطا ہوا ہے جو عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابن عساکر امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اھل بیتی یدًا کافاتہ علیھا یوم القیامۃ جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اُس کا صلہ اُسے عطا فرماؤں گا۔ خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقینی جو شخص اولاد عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اُس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرمادیں ایک نگاہ لطف ان کی جملہ مہمات دوجہان کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں صلے سے اعلٰی وانفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا لقینی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمایا بحمد اللہ روز قیامت وعدۂ وصال ودیدار محبوب ذی الجلال کا مژدہ سناتا ہے۔ مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق۔ اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے

تو بحمداللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوٰۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا ذخیرہ وہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتاً من زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بھا علی فقیر من اھل المیت ثم ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیت ثواب التکفین وکذٰلک فی جمیع ابواب البرکعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بقدر زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا **اقول** ویظھرلی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعاً لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورھم شیئاً فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدرالمختار حیلۃ التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضاً لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا ط قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لومرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ فھذا عین ما بحثت وللہ الحمد مگر اس میں دقت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوٰۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لا تفسدان بالشرط الفاسد **اھ** فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوٰۃ سے بیس۲۰ روپے سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس۲۰ روپے کو بیچیں گے یہ روپے تمہیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا جانے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپے بہ نیت زکوٰۃ اُسے دے جب وہ قابض ہوجائے اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی دے دیگا کہ سرے سے اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی اُمید ہی نہ تھی کہ وہ گرہ سے جاتا سمجھے اُسے تو صرف اُس کپڑے یا غلے کی اُمید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپے کر لبطور خود نذر سید یا بنائے مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے یعلی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ

واخذ ھالکونہ ظفر بجنس حقہ اھ اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلا تکلف روا ہو اور کپڑے غلے کی تخصیص اس لیے کی کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر عاقد جانب صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوانا بل حققنا فیھا ان لا دلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضًا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زرِ زکوٰۃ پر اس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائے کثیر المال خنکر لغت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خورد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ نسألہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویجمل اٰمالنا والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ خامسہ

زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی[1] ہو نہ اپنا[2] شوہر نہ اپنی[3] عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو اپنی[4] اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ[5] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذًا باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ اپنا[6] یا ان پانچوں قسم[7] میں کسی کا مملوک[8] اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی غنی[9] کا غلام غیر مکاتب نہ مرد غنی[10] کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی[11] کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر وغنی[12] پہلے ہی خارج ہو چکے یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے ہیں اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذٰلک فی فتاوانا اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول وفروع و زوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلۂ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ ان سولہ سے نہ ہوں ازانجا کہ انھیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا لہٰذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ

رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں[1] بالجملہ مدار کار حاجت مندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکات جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرا وغیرہ بنانا ان سے زکوۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اُس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلہ رابعہ میں گزرے هذا کله ملخص ما استقر علیه الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرها من معتبرات الاسفار وقد لخصناه بتوفیق الله احسن تلخیص لعله لا یوجد من غیرنا ولله الحمد فمن شك فی شیئ من هذا فلیراجع الاصول التی سمینا او لم نسم نعم لا باس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولده من الزنا الخ وفیه تحت قوله او بینهما زوجیة ولو مبانة ای فی العدة ولو بثلاث نهر عن معراج الدرایة اھ وفیه تحت قوله و لا الی مملوك المزكی ولو مكاتبا وكذا مملوك من بینه و بینه قرابة ولاد او زوجیة لما قال فی البحر والفتح الخ وفیه تحت قوله بخلاف طفل الغنیة فیجوز ای ولو لم یكن له اب بحر عن القنیة اھ وفیه وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته تاترخانیه اھ ملخصا وفیه من كتاب الوصایا تحت قوله الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیده قول الهندیة عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیه الزكوة ولا یكون كفوا للهاشمیة ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیه قال فی الفتح ایضا ولا یحل له ای لابن السبیل ان یاخذ اكثر من حاجته قلت هذا بخلاف الفقیر فانه یحل له ان یاخذ اكثر من حاجته وبهذا فارق ابن السبیل كما افاده فی الذخیرة اھ وفیه تحت قوله ومنه ما لو كان ماله مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقة یجوز له اخذ الزكوة قدر كفایته الی حلول الاجل نهر عن الخانیة اھ وفیه تحت قوله او علی غائب ای ولو كان حالا لعدم تمكنه من اخذه ط اھ وفیه تحت قوله او معسر او جاحد ولو له بینة فی الاصح فیجوز له الاخذ فی اصح الاقاویل لانه بمنزلة ابن السبیل ولو موسرا معترفا لا یجوز كما فی الخانیة اھ وفیه تحت قوله وفی سبیل الله وهو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبة العلم وفسره فی البدائع بجمیع القرب قال فی النهر والخلف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف كلهم سوی العامل یعطون بشرط الفقر الخ وفیه تحت قوله وبهذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم

[1] اگر دین مؤجل ہے خواہ ابتداءً یا یوں کہ جو اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے ۱۲ منہ

یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذٰلک ولا وجہ تقییدہ با لعقیر الی اٰخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ سادسہ

میرے کل زیور طلائی سادے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہ نکال کر اسّی۸۰ تولے ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولہ اس صورت میں جو سالانہ زکوۃ ہو اُس سے مشرح مطلع کیا جاؤں اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آئندہ جس قدر اور بنے اُس پر زکوۃ بڑھالی جائے بینوا توجروا۔

الجواب

سونے چاندی کی نصاب اور اُن پر واجب و عفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرحاً گزرا اور زیادت ونقصان کے تمام احکام بتفصیل تام مسئلہ ثانیہ وثالثہ میں مبیّن ہوئے، وہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زروسیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اوپر نہ گزرا لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ بعض ضوابط ضروریہ اور ذکر کرکے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہم و دیگر ناظرین مستفعین سے اس کے صلے میں دعائے عفو وعافیت دارین کی تمنا رکھتا ہے فاقول وباللہ التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب پہونچے تو بنفسہ وجوب زکوۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دوسری شے کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہو وہ بھی نصاب وسبب ایجاب ہے ہاں جو خمس سے کم ہے وہ اپنی نوع میں مثلاً چاندی یا سونا سونے میں موجب زکوۃ نہیں ہوسکتا کہ شرع مطہر نے اُسے عفو رکھا ہے کما قدمنا فی المسئلۃ الثانیۃ اسی طرح جو مال نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہ سببیت وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دوسری نوع بھی ہو یعنی زروسیم مختلط ہوں تو از آنجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وہ دونوں میں یکساں تو اس حیثیت سے ذہب وفضہ جنس واحد ہیں لہذا ہمارے نزدیک جو ایک نوع میں موجب زکوۃ نہ ہوسکتا تھا خواہ اس لیے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لیے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کرکے ملادیں گے کہ شاید اب اُس کا موجب زکوۃ ہونا ظاہر ہو پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوۃ بڑھے گی (بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب نہ تھی اس کے ملنے سے نصاب ہوگئی یا اگلی نصاب پر نصاب خمس کی تکمیل ہوگئی) تو اُسی قدر زکوۃ بڑھادیں گے اور اب اگر کچھ عفو بچا تو وہ حقیقۃً عفو ہوگا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہوجائے گا کہ یہ اصلاً موجب زکوۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے تضم قیمۃ العروض الی الذھب والفضۃ حتی یتم النصاب ویضم الذھب الی الفضۃ للمجانسۃ من حیث الثمنیۃ ومن ھذا الوجہ صار سببا ثم یضم بالقیمۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح القدیر میں ہے النقد ان یضم احدھما الی الاٰخر فی تکمیل النصاب عندنا تبیین الحقائق میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ فیکمل بہ النصاب لان الکل جنس واحد خلاصہ میں ہے اصل ھذا ان الذھب یضم الی الفضۃ فی تکمیل النصاب عندنا وھذا استحسان نقایہ میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ لاتمام النصاب ان عبارات ائمہ وتقریر فقیر سے واضح ہوا کہ یہ ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے نصاب کہ

بنفسہٖ کامل ہے محتاجِ ضم نہیں کہ خود سبب مستقل ہے تو شرع مطہر اُس کے سبب ایک مقدار واجب فرماچکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیلِ نصاب نہیں تقلیلِ نصاب ہوا یوں کہیے کہ اس ضم سے مقصود تکمیل واجب ہے نہ تبدیل واجب لہذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب و فضہ کی کامل نصابوں میں حکمِ ضم نہیں بلکہ نصابِ ذہب پر جدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصابِ فضہ پر جدا ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوع زکوٰۃ میں دوں اور دوسری قیمت لگا کر ضم کرلے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقرا کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد زیادہ رائج ہے دوسرا کم تو جو رائج تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں لو کان کل منھما نصابا تاما بلا زیادۃ لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاتہ فلو ضم حتی یؤدی کلہ من الذھب او الفضۃ فلا باس بہ عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجا والا یؤدی من کل منھما ربع عشرہ۔ اس نفیس تقریر سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ اگر ایک جانب نصاب تام بلاعفو ہے اور دوسری طرف نصاب سے کم تو یہاں یہی طریقۂ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اُس نصاب سے تقویم کرکے ملادیں یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کرکے غیر نصاب سے ملائیں مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلاعفو ہے اور دوسری جانب نصاب مع عفو تو صرف اُس عفو کو اُس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاجِ تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ نصاب مثلاً ۷۔ یا ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جس میں ۷۔ تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷۔ تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ مجموع ۶۰ تولے کو یونہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفووں کو باہم ملائیں گے دونوں طرف کی نصابیں الگ نکال لیں گے۔ ہندیہ میں ہے لو فضل من النصابین اقل من اربعۃ مثاقیل واقل من اربعین درھما فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درھما او اربعۃ مثاقیل ذھب کذا فی المضمرات۔

پس ثابت ہوا کہ قابلِ ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں۔ پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقۂ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیت ضم رکھتے ہیں اس میں کثرت وقلت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل و کثیر دونوں احتیاج تکمیل میں یکساں ردالمحتار میں ہے لافرق بین ضم الاقل الی الاکثر وعکسہ بلکہ حکم یہ ہوگا کہ جو تقویم فقیروں کے لیے انفع ہو اسے اختیار کریں اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقرا کا نفع زیادہ ہے تو وہی طریقہ برتیں اور چاندی کو سونا ٹھہرانے میں تو یہی ٹھہرائیں اور دونوں صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ درمختار میں ہے لو بلغ احدھما نصابا دون الاٰخر تعین ما یبلغ بہ ولو بلغ باحدھما نصابا وخمسا وبالاٰخر اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اھ وفی ردالمحتار عن النھر عن الفتح تتعین ما یبلغ نصابا دون ما لایبلغ فان بلغ بکل منھما واحدھما اروج تعین التقویم بالاروج اھ وفی شرح النقایۃ للقہستانی وان تساویا فالمالک مخیر۔

جب یہ امور ممہد ہولیے تمام صورتوں کے احکام معلوم ہوگئے کہ اختلاط زر وسیم انھیں تین حال میں منحصر یا کسی کی طرف کوئی مقدار قابلِ ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو اس کا حکم اول ہی گزرا کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جدا واجب ہوگی اور ایک

ہی نوع سے دینا چاہئے تو نفع فقرا کا لحاظ واجب یا تیسرے صرف ایک طرف مقدار قابل ضم ہوگی یہ یوں ہی ہوگا کہ ایک نصاب بلا عفو ہو اور دوسرا برا سِ غیر نصاب یا نصاب مع العفو تو اس کی دو صورتیں نکلیں ان کا ضابطہ بھی معلوم ہو چکا کہ خامی سی قابل ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے یا چوتھے دونوں طرف مقدار قابل ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور ایک میں عفو یا دونوں میں عفو تو اس کی تین صورتیں ہوئیں ضابطہ بھی مذکور ہوا کہ جو مقداریں دونوں طرف قابل ضم ہیں انھیں کو آپس میں ملائیں گے اور نفع فقرا کا لحاظ رکھیں گے یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کریں گے اور مالیت برابر ہو تو جس نقد کا رواج زیادہ ہے اُسے لیں گے اور قدر و رواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے **جدول** اختلاطات زر و سیم مع اشارۂ احکام۔

فضہ / ذہب	نصاب سے کم	نصاب[1] بے عفو	نصاب با عفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ انفع ملائیں
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جدا زکوۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ انفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب با عفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بہ لحاظ انفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بہ لحاظ انفع ملائیں

ہر چند اس بیان و جدول نے مسئلہ واضح کر دیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمین کے لیے ان دونوں ضابطوں میں ایضاح امثلہ کی بیشک ضرورت لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر بہ جانب تفصیل عنان گرداں کرتا ہے و باللہ التوفیق **شرح ضابطۂ اولے** چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دوسرا نصاب نہ ہو خواہ کُلاً یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضاً یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو اس غیر نصاب کل یا بعض کو اُس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے مثلاً چاندی کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے چاندی سے تو ضابطۂ اولی کی دو صورتیں بعد بسط چار ہو گئیں

[1] اس مثلث نہ خانۂ احکام کا خانۂ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلاً حکم ضم نہیں اور اس کے چاروں خانۂ آتشی بادی آبی خاکی متعلق ضابطۂ اولی اور باقی چاروں خانے کہ چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطۂ ثانیہ ۱۲ منہ

جیسا کہ سطالعہ جدول سے واضح ہوا ہوگا اب ہم بعد ضم دیکھیں گے کچھ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں اگر ابتدا بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح
موجب زکوٰۃ نہ ہوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ یہ غیر نصاب جو اپنی نوع میں نا موجب زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل
موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ۔ تو یہ تین حالتیں ہوئیں جنھیں ان چار میں ضرب دیجئے
بارہ صورتیں نکلیں۔ اب ہر ایک کی مثال لیجئے اور حساب کے لیے فرض کیجئے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس ۲۴ تولے چاندی ہے اور تولہ بھر
چاندی کی چار رتی سونا **مثال ۱** ایک شخص کے پاس ۵۲ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشہ سونا ہے تو چاندی نصاب تام بلا عفو ہے اور سونا کلاً
غیر نصاب لہٰذا سونے کو چاندی کرکے چاندی سے ملایا یعنی بلحاظ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہوئی نرخ مذکور پر یہ سونا ۱۰ تولے
چاندی کا ہوا تو گویا ۵۲ تولے چاندی ۵ ماشہ سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۳ تولے چاندی کا مالک ہے یہ چاندی کی ایک نصاب کامل
اور ایک نصاب خمس پوری ہوئی جس پر عفو کچھ نہ بچا **مثال ۲** اسی صورت میں ۱۰ ماشے سونا فرض کیجئے جس کے ۲۰ تولے چاندی تو گویا ۷۲
تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصاب خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو بچی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہوا یعنی سونے
کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بوجہ عدم نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھل گیا کہ اس میں صرف ۵۷ ماشے سونا جس کی ۹ تولے چاندی
ہوئی عفو ہے باقی پر زکوٰۃ واجب **مثال ۳** صورت مسطورہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانیے تو کل عفو رہے گا کہ اس کی دس ہی تولے چاندی ہوئی
اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو ہے اور چاندی میں خمس ۱۰ تولے ہے **مثال ۴** اسی صورت میں ۷ تولے ۱۰ ماشے سونا
لیجئے تو ۷ تولے سونا تو نصاب کامل ہے اس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کریں گے اور ایک نصاب اور ایک نصاب
خمس نصاب سیم کی زکوٰۃ واجب پائیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا **مثال ۵** اسی صورت میں اگر ۸ تولے ۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی
۱۰ ماشے سونا عفو رہے گا **مثال ۶** ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا ہے تو نصاب زر سے جتنا زیادہ ہے یعنی ۵ ماشے سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی
زکوٰۃ نہیں بڑھاتا ان چھ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلا عفو تھی اور سونا قابل ضم پہلی تین میں راسًا نصاب سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب وہ
مثال لیجئے کہ سونا نصاب تام بلا عفو اور چاندی انھیں دو وجہوں پر قابل ضم **مثال ۷** ایک شخص ۷ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کا مالک ہے تو
چاندی کلاً غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمت سونا کیا تو ۱ تولے ہوا یہ پوری نصاب خمس ہے تو سونے کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس
ہوئی اور عفو اصلاً نہ بچا **مثال ۸** اسی صورت میں چاندی ۵۰ تولے رکھئے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے سونے کی نصاب خمس ہوگئی ۱۴ تولے کا
۷ ماشے سونا ہوا کہ خمس سے کم ہے وہ عفو رہا **مثال ۹** اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض کیجئے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولے سونا ہوا
تو بعد ضم بھی کچھ نہ بڑھا **مثال ۱۰ و ۱۱ و ۱۲**۔ اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنی رہیں جن میں سونا نصاب بے عفو ہوا اور چاندی نصاب
با عفو جس کے عفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی عفو رہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے کچھ عفو بچے یا بالکل زکوٰۃ واجب کرے یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال
عادی نظر آتی ہیں کہ نصاب سیم میں عفو وہی ہوتا ہے جو خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ وہی واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے تو ان صورتوں کا وقوع
جب ہی ہوگا کہ ۱۰ تولے سے کم چاندی ۱۰ تولے سونے کے برابر یا اس سے بھی زائد ہو مگر یہ عادۃً ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی
تولہ بھر سونے کی قیمت کو بھی نہیں پہنچتی تو بادی النظر میں یہاں صرف صورت اولیٰ ہی قابل وقوع ہے یعنی عفو سیم کو نصاب ذہب سے جب ملایئے

عفو ہی رہے مگر ایک نفیس و شریف و جلیل و لطیف قاعدہ معلوم کرنے سے کھل جائے گا کہ دو صورتیں بھی قابل وقوع ہیں اُس باعظمت قاعدے کا جاننا نہ صرف انھیں صورتوں کے لیے ضرور ہے بلکہ جو اہل زکوۃ زر وسیم دونوں قسم کے مالک ہوں اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرض عین ہے کہ اس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی و زیاں واقع ہوتے ہیں لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوۃ ادا کرچکے اور واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے وہ ضروری **قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ** یہ ہے کہ اگرچہ زر وسیم کی قیمت و وزن باہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم درمیان ہو مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صناعی کے سبب پچاس روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولہ سونے کی قیمت پچیس ۲۵ ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو دہلی کی سادہ کاریوں میں یہ بات خوب واضح ہوتی ہے یوہیں جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن سے گھٹ جاتی ہے کما لایخفی مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوباً و اداءً ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ قیمت کا مثلاً کسی کے پاس صرف ۶ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷½ تولے تک پہنچتا یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے اُس پر زکوۃ واجب نہیں کہ وزن ۷½ تولے کامل نہ ہوا یا ۷½ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت میں ۷ تولے سونے سے بھی کم ہے اُس پر زکوۃ واجب کہ وزن نصاب پورا ہے یا ایک شخص کے پاس ۷½ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۰ تولے سونے کی قیمت ہے اس پر صرف ۲¼ ماشہ سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ ۳ ماشہ کہ قیمت کا $\frac{1}{40}$ ہے یا ۱۰ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷½ تولے کے برابر ہے تو باعتبار وزن ۳ ماشہ سونا دینا ہوگا نہ بلحاظ قیمت ۲¼ ماشہ دینے سے نہ چھوٹے گا یہ تو وجوباً اعتبار وزن ہوا اور اداءً کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۲ ماشہ سونا واجب الادا تھا اس نے اس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کندن کہ قیمت میں ۲½ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآنہ ہوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہوا اور ہارا سونا ۲½ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہوگیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہ عزوجل ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ درمختار میں ہے المعتبر وزنھما اداءً و وجوبًا لا قیمتھا۔ ردالمحتار میں ہے یعنی یعتبر فی الوجوب ان یبلغ وزنھما نصابا نھر حتی لو کان لہ ابریق ذھب او فضۃ وزنہ عشرۃ مثاقیل او مائۃ درھم وقیمتہ لصیاغتہ عشرون او مائتان لم یجب فیہ شیئ اجماعًا قہستانی۔ اسی میں ہے لو لہ ابریق فضۃ وزنہ مائۃ وقیمتہ بصیاغتہ مائتان لاتجب الزکوۃ باعتبار القیمۃ لان الجودۃ والصنعۃ فی اموال الربا لاقیمۃ لھا عند انفرادھا ولا عند المقابلۃ بجنسھا۔ اُسی میں ہے یعتبر ان یکون المؤدی قدر الواجب وزنا فلو ادی من خمسۃ جیدۃ خمسۃ زیوفا قیمتھا اربعۃ جیدۃ جاز وکرہ ولو اربعۃ قیمتھا خمسۃ ردیئۃ لم یجز اھ ملخصا۔ مگر جب ان میں ایک کو دوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے یا سونے کو چاندی سے جیسا کہ ضم کی صورتوں میں دیکھتے آئے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت و صنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پاتی ہے مثلاً بارہ ۱۲ تولے چاندی کا وزنی گہنا ہے اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر اب اُس کی قیمت سونے سے لگائے گا تو بلحاظ قیمت پورا تولہ بھر سونا ہوگا نہ بلحاظ وزن ۶ ماشہ۔ لہذا جس کے پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چار سو روپے کا قیمتی ہو جس پر ۵ تولے چاندی واجب وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دے گا ادا ہوجائے گا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہرگز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے عدم اعتبار الجودۃ انما ھو عند المقابلۃ بالجنس اما عند المقابلۃ بخلافہ فتعتبر اتفاقا۔ اُسی میں ہے

ولو کان له ابریق فضة وزنه مائتان وقیمته ثلث مائة ان ادی خمسة من عینه او من غیرہ جاز واجمعوا انه لو ادی من خلاف جنسه اعتبرت القیمة حتی لو ادی من الذهب ما تبلغ قیمته خمسة دراهم من غیر الاناء لم یجز فی قولهم لتقوم الجودة عند المقابلة بخلاف الجنس کذا فی المعراج بحر اھ ملخصًا جب یہ قاعدہ معلوم ہولیا تو اب اُن دو صورتوں کی مثالیں بھی واضح ہوگئیں مثلاً ایک شخص کے پاس ۴۰ تولے سونا اور ۶۱ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صناعی چوگنی قیمت کا ہے اس میں ۵۲ تولے چاندی تو نصاب کامل ہوگئی ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے اسے بلحاظ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بسبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱۰ تولے سونا ہوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب و خمس نصاب زر کی زکوٰۃ واجب ہوئی اور عفو کچھ نہ بچا اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۶ ماشے چاندی کی قیمت ہوا عفو رہے گا کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم شرح ضابطہ ثانیہ ملاحظہ جدول سے یہ بھی کھلا ہوگا کہ دونوں جانب مقدار قابل ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عند البسط چار ہوگئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ حال سے خالی نہیں (۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلا زکوٰۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابل ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابل ضم سونے کو چاندی کسی طرح یہ مقدار موجب زکوٰۃ نہ ہو اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے چاندی کو سونا کیجئے تو کُل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہوا اور سونے کو چاندی تو کُل چاندی ۴۴ تولے نہ اتنا سونا موجب زکوٰۃ نہ اتنی چاندی (۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے مثلاً ۱۰ تولے چاندی ۵ تولے سونا ہے سونے کو چاندی کیا تو کل چاندی ۱۳۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس اور ۴ تولے عفو ہے اور چاندی کو سونا کیا تو کل ۵ تولے ۸ ماشے سونا ہوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا لہذا اب کو چاندی ہی ٹھہرائیں گے (۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے مثلاً ۷ تولے ۱ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے ۷ تولے سونا تو نصاب کامل ہوکر الگ ہوگیا بچا ۱ ماشہ سونا اُدھر وہ عفو ہے اور ادھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے انھیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے اب اگر ماشے بھر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو کُل چاندی ۵۰ ۲/۱ تولے آتی ہے یہ نصاب بھی نہ ہوئی اور چاندی کو سونا کرتے ہیں تو یہ کُل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱ تولہ نصاب خمس ہوکر موجب زکوٰۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا۔ (۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقرا کے لیے انفع ہو مثلاً ۷ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کہ سونا کیجئے تو ۸ تولے ۹ ماشے ہوا۔ ۷ تولے پر زکوٰۃ اور ۱ تولہ عفو تو صرف ۲۱/۴ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴ تولہ چاندی اور چاندی کیجئے تو ۱۲۱ تولے ہوئی کہ پوری چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۳ تولے چاندی واجب تو چاندی کرنے میں فقرا کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی (۵) سونا انفع ہو جیسے ۷ تولے سونا ۸۴ تولے چاندی کہ چاندی کیجئے تو چار نصاب کامل کے بعد ۲ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵ تولے چاندی دینی ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵ سُرخ سونا اور سونا کیجئے تو پورا ۱۰ تولے ہوا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵ ۳/۵ سُرخ سونا واجب تو سونا کرنے میں فقرا کو ۳/۵ سُرخ سونا زیادہ جائے گا (۶) دونوں یکساں ہوں مثلاً فرض کیجئے تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۱ تولے چاندی ہے اور یہ شخص ۴۲ تولے چاندی ۵ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۷ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۲۱/۴ ماشے سونا قیمتی ۳ تولہ ۱ ماشے ۲ سُرخ چاندی کا

واجب ہوا اور سونے کو چاندی کیجئے تو ۱۰۷ تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشہ ۲ سرخ چاندی قیمتی ۷ ماشہ سونے کی واجب ہوئی ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں کا رواج میں یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا اس ضابطہ کی چار صورتوں میں ان چھ حالتوں کو ضرب دیجئے تو چوبیس ہوتی ہیں جن کے احکام کی پوری تفصیل موجب تطویل ور جبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے وضوح مسئلہ بحمد اللہ اپنے منتہی کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں اب بحمد اللہ یہ دستور العمل کامل ومکمل ہوگیا کہ عالم میں کوئی اختلاط زر وسیم ان ۴۰ صورتوں سے خارج نہیں ہوسکتا ایک صورت دونوں جانب کمالِ نصاب بلاعفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطہ اولیٰ اور ۲۴ ضابطہ ثانیہ کی اور دو صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا مالک ہو یا صرف سونے کا ان کے احکام مسئلہ ثانیہ میں واضح ہوچکے اُنتالیس ہوئیں چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود ظاہر اب یہ مسائل بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کے بیان احکام کو کافی ووافی ہوگئے انھیں سے آئندہ کی زیادت ونقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر ہو کر انھیں سینتیس صورتوں سے ایک میں رہے گا غایت یہ کہ تبدیل صورت ہوجائے مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطہ اولیٰ کی صورت یکم پر تھا اب بڑھ کر ضابطہ ثانیہ یا اولیٰ کی دوم یا اور الصور پر ہوگیا وعلیٰ ہذا القیاس۔ یوہیں گھٹ کر ۴۰ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں۔ زیادت ونقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں یہ مسئلہ ثانیہ وثالثہ سے دیکھ لیجئے۔ اُمید کرتا ہوں کہ یہ شرح والفلاح من الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصہ خاصہ ہو والحمد للہ رب العٰلمین **اب صورت جزئیہ مسئول عنہا کا حکم** نکالنا کتنی بات ہے ۶۸ تولے ۲ ماشے سونا اور ۳۴۱ تولے چاندی اول ہر ایک کی نصابیں الگ نکال لیجئے ۶۸ تولے ۲ ماشہ میں سونے کی ۹ نصابیں کامل ہوئیں جن پر ایک تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ سونا واجب ہوا اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنی نصاب میں عفو ہے ۳۴۱ تولے میں ۳۱۵ تولے کی چھ نصابیں کامل جن پر ۷ تولے ۱۰ ماشے ۴ سرخ چاندی واجب اور ۲۱ تولے کی دو نصاب خمس ہوئیں جن پر ۶ ماشہ ۲ ۲/۵ سرخ واجب ان کا مجموعہ ۸ تولے ۴ ماشے ۶ ۲/۵ سرخ ہوا اور مال میں ۵ تولے چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے اب یہ صورت ضابطہ ثانیہ کی ہوئی کہ دونوں جانب ایک قسم عفو قابل ضم موجود ہے اس میں اُن چھ حالتوں کی جانچ باقی رہی چاندی کو سونا کیجئے تو ۵ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۱۰ ماشے سونے کی قیمت پہنچے جو اُس ۸ ماشہ سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱۰ تولہ سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے اب سونے کو چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاؤ سے[1] ۸ ماشہ سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے تو وہ اس ۵ تولے چاندی سے مل کر ۲۱ تولے چاندی سے کچھ زائد ہوگا یہ دو نصاب خمس اور حاصل ہوئیں جن پر ۶ ماشے ۲ ۲/۵ سرخ چاندی اور بڑھی تو یوں ہیں کریں گے اور ۶۸ تولے سونے ۳۴۱ تولے چاندی پر ۱ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ سونا اور ۸ تولے ۱۱ ماشے ۴/۵ سرخ چاندی واجب آئیں گے ۴/۵ سرخ کے معنی رتی کے چار خمس جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہئے یہ عام بھاؤ کے اعتبار سے ہے اور اگر بوجہ صنعت نقش مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اُس کا حساب مالک کو معلوم ہوگا اُس کے لیے وہ قاعدہ ضروریہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے۔ غرض للہ الحمد والمنہ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے بتوفیق المولی سبحانہ وتعالیٰ ان مسائل کو ایسی شرح وتکمیل بسیط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے اُمید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے گا وہ ہزار ہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیان فقاہت وتحدیث بلکہ امامت کو نقد

[1] نرخ: اختلاف اسعار سے مختلف ہوتا ہے اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۶ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصف خمس فضہ میں ایک خمس کم ہوجائے گا جس کے سبب مقدار واجب ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ

حدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا کم علم آدمی جو ان تحریرات فقیر کو بنہج احسن سمجھ لے گا ان شاء اللہ تعالٰی بے تکلف صحیح وصاف ادا کرے گا مگر حاشا ہرگز اُردو عبارت جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالٰی اس باب میں خود عالم کامل ہو جائے۔ واستغفر واللہ العظیم الاعظم مما جری علی لسان القلم وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولانا محمد ن النبی الاکرم وآلہ وصحبہ وبارك وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ سابعہ

صحیح تعداد زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں غایت یہ کہ ایک جزء واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہب ارجح پر گناہ سہی زکوٰۃ مؤدی کی نفی صحت تو نہیں والامر بین غنی عن التبیین پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعاً ادا ہوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اُس پر دین ہوا کیا حتی کہ اگر کسی نصاب سے معارض ہو جائے گا تو اُسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی تشریح اس کی یہ ہے کہ دَین عبد (یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اگرچہ دَین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو جیسے دین زکوٰۃ جس کا حق مطالبہ بادشاہِ اسلام اعزاللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے ایسا دین جس قدر ہوگا اتنا مال مشغول بحاجت اصلیہ قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو مثلاً ہزار روپے پر حولان حول ہوا اور اُس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نوسو دین ہے تو اصلاً نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ درمختار میں ہے لازکوۃ علی مدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اُسی میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جھۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوۃ وخراج اوللعبد الخ ردالمحتار میں ہے المطالب ھنا السلطان تقدیرا لان الطلب لہ فی زکوۃ السوائم وکذا فی غیرھا لم یبطل حقہ عن الاخذ اھ ملخصا والیضاح فیہ یوں ہیں دوسو چالیس درم شرعی کہ ایک نصاب کامل وایک خمس ہے (دوسو درم کی ۵۲ ۱/۲ تولے چاندی ہوئی اور چالیس کی ۱۰ ۱/۲ تولے) ان پر چھ درم شرعی زکوٰۃ کے واجب اگر مالک جہلاً یا سہواً یا عمداً ہر سال پانچ درم دیتا گیا[1] تو سال اول ایک درم زکوٰۃ کا اُس پر دین رہا دوسرے سال وہ گویا دوسو اُنتالیس[239] ہی درم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درم مشغول بہ دین ہے تو نصاب خمس کہ دوسو کے بعد چالیس کامل تھی جاتی رہی اور اس سال صرف دوسو درم کی زکوٰۃ یعنی پانچ ہی واجب ہوئے پس وہ جب تک ایک درم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اُس کی حاجت سے فارغ ایک درم اور جمع نہ ہو جائے جب تک اُس پر یہی پانچ درم واجب ہوا کریں گے البتہ ادائے دین زکوٰۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر صورت مذکورہ

[1] یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہوئی نہ زائد ۱۲ منہ

یں فرض کیجئے کہ وہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سال اول اُس پر پانچ درم زکوٰۃ کے دین ہے سال دوم میں گویا صرف دوسو پینتیس ۲۳۵ جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہوئے اور دیا ایک ہی تو اب چار اور قرض ہو کر نو درم دین ہوگئے۔ تیسرے سال تیرہ چوتھے میں سترہ یونہی ہر سال دین زکوٰۃ چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب ہر سال پانچ پانچ ہوتے رہیں گے کہ دوسو سے دوسو اُنتالیس تک پانچ ہی درم ہیں جب سال دہم میں اکتالیس درم دین ہوجائیں گے تو گیارھویں سال اُس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم ہیں سال یازدہم بھی اگر اُس نے ایک درم حسب دستور دے دیا تو پھر پانچ درم واجب ہوجائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درم ہے اور دوسو پورے جمع قرار پائے وعلی ہذا القیاس۔ غرض سنین ماضیہ میں کم دینے والا اس تفتیش حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اُس کے ذمّے نکلے فی الفور ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے لوکان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکیہ فیھما لازکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴

از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ عرصہ تین سال سے زیور طلائی ونقرئی کی حسب تفصیل ذیل اور نقد روپے کی عرصہ تین سال سے مالک ہے اس کے علاوہ اثاث البیت ضروری خرچ کا بھی رکھتی ہے اور روپیہ مذکور میں سے چار روپے ماہوار عرصہ تین سال سے متواتر خرچ ہوتا رہا ہے اب مسماۃ مذکورہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہے کس طرح سے ادا کرے بیان فرمائیے زیور طلائی ۴ تولہ ۲ ماشہ ۳ سرخ زیور نقرئی ۱۰ نقد روپیہ صمامہ

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم وبیش نہ ہوا تو ہر سال جو سونے کا نرخ تھا اُس سے ۴ تولہ ۲ ماشہ ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصّہ پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصّہ واجب آئے گا اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی آئی مال موجود میں سے اُتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائے گا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہوگئے کم کرلیے جائیں گے یوں تین سال کا مجموعی حساب کرکے جس قدر زکوٰۃ فرض نکلے سب فوراً فوراً ادا کردی ہوگی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں دقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگالے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵

از دردھ ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ صاحب دوکاندار ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ پورا نصاب کتنا ہوتا ہے جیسا علمی خطبہ کے اندر تحریر کرچکے ہیں وہ ٹھیک ہے ان کا قول ہے کہ ساڑھے ۷ تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو دونوں میں سے ایک چیز ہو وہ اہل زکوٰۃ اہل نصاب ہوگیا علمائے دین کو غور کرنا چاہیے کہ ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور گھر میں چار چھ آدمی کھانے والے اور خرچ کرنے والے ہیں تو وہ شخص اہل نصاب اہل زکوٰۃ ہوگیا دوسری گذارش یہ ہے کہ مالابدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ کارروائی سے زیادہ ہو سال بھر اس پر گذر جائے یعنی حاجت سے زائد ہو تو جس قدر ایک شخص کے پاس پچاس روپے کا کپڑا تجارت کا ہے اسی سے اس کی اوقات بسری ہوتی ہے ساٹھ روپیہ کا زیور ہر وقت کے پہننے کا ہے اور دس روپے اس کے پاس نقد ہیں اور گھر میں کھانے کو کل ایک مہینے کا ہے اور پچانوے روپے کا مہر عورت کا ہے یعنی قرضدار ہے وہ مالک نصاب کا ہوگیا یا نہیں حضور ہم لوگوں کا آپ پر یقین کامل ہے جب تک کوئی حکم حضور کے یہاں سے نہ ملے گا ہم کچھ نہیں کرسکتے اور ایک تحریر پیشتر حضور کی خدمت میں روانہ کرچکا ہوں اس کا کوئی جواب نہیں ملا حضور کو غور کرنا چاہیے یہاں پر جو مولوی کبھی کچھ بتاتے ہیں کبھی کچھ شرع کے اندر رخنہ بازی ہے ہم لوگوں کا یقین آپ پر ہے آپ جیسا لکھیں گے ویسا ہم مانیں گے آپ کے خلاف نہیں کرسکتے ایک مسئلہ کو چار جگہ دریافت کرو علیحدہ علیحدہ راہ ہوگی اس کی کیا وجہ ہے رائے کا اتفاق کیوں نہیں ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے کوئی مطلب ٹھیک نہیں ملتا ہم لوگوں پر عنایت فرمائیے اور دلی مراد پوری کیجئے۔

الجواب

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گذر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کردے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا نرا ضعف ایمان ہے مولٰی تعالٰی قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو ترقی وافزونی دیتا رہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے یہ خیال کہ اس وقت اگر سو روپیہ میں سے ڈھائی روپیہ کم ماننے میں اٹھادیں گے تو آئندہ بال بچے کیا کھائیں گے محض شیطانی وسوسہ ہے زکوٰۃ سے اگر برکت بھی ملتی تو ڈھائی روپیہ سو میں سے کم ہوجاتا رزق نہ چھینتا آئندہ سال اگر مال بڑھ گیا کہ سال بھر کا بال بچوں سب کا خرچ ہوا اور وہ سو روپیہ بدستور رکھے رہے جب تو اس وسوسہ کا جھوٹ ہونا علانیہ ظاہر ہوجائے گا اور اگر ان میں سے کھانے پینے کی حاجت پڑی یہاں تک کہ نصاب سے کم رہ گیا تو اب آپ سے کوئی زکوٰۃ نہ مانگے گا مگر بال بچوں کی فکر اگلے سال کے لیے کیا ہوگی وہ جو جمع تھے کھانے پینے میں اٹھ گئے اور اب زکوٰۃ بھی نہیں جس کے سر الزام دھر دو گے کیونکر جیو گے ایسی کمزوریاں شیطان سکھاتا ہے عورت کا مہر جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوتا ہے اور عمر بھر ادا کا خیال تک نہیں آتا اسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنانا چاہیے وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم ۴۴ برس ہوئے جو میں ۱۳ تولے ۶ ماشے سونے اور ۵ بھر چاندی کے مالک ہوئی چاندی تو دس برس تک بدستور رہی گیارھویں سال خرچ ہوگئی اور سونا دو برس تک اُسی قدر رہ کر تیسرے سال پانچ تولہ خرچ ہوگیا کہ سال تمام میں صرف ۸ تولہ ۶ ماشہ تھا پانچویں سال ڈھائی تولہ اور خرچ ہوا کہ سال تمام میں صرف ۶ تولہ تھا اور وہی بیالیس برس تک رہا پھر وہ بھی اپنی دختر کو ہبہ کر دیا جن برسوں تک ۵ چاندی میرے پاس تھی بلکہ اُس کے بعد بھی سونے کا بھاؤ ۲۰ تولہ رہا اور چاندی روپیہ کی روپیہ بھر اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاہر ہے کہ سال اول میں سونا بقدر نصاب بلکہ زائد ہوا اور چاندی النصاب تک بھی نہ پہنچی تو اُسی کو سونے سے قیمۃً ضم کریں گے اُس وقت کے نرخ سے ۵ کا تین تولہ ا ماشہ ۴ سرخ سونا ہوا تو گویا اُس سال ۱۶ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ سونا تھا جس میں ۱۵ تولے دو نصاب کامل ہیں ان پر واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ سونا اور ڈیڑھ تولہ نصاب خمس ہے جس پر واجب ۳ ۳/۵ سرخ کل واجب ۴ ماشہ ۷ ۳/۵ سرخ باقی ایک ماشہ ۴ سرخ عفو رہا سال دوم بعد اخراج دین زکوٰۃ گویا ۱۶ تولے ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ سونا تھا جس میں دو نصاب کامل کا واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ باقی ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ عفو مجموع واجبین ۹ ماشہ ۲ ۳/۵ سرخ سال سوم صرف ۸ تولے ۶ ماشہ سونا تھا کہ بعد ضم نقرہ ۱۱ تولہ ۷ ماشہ ۴ سرخ ہوا اس سے مجموع واجبین منہا کیا تو ۱۰ تولے ۱۰ ماشہ ۱ ۲/۵ سرخ سونا بچا کہ ایک نصاب کامل ہے واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ اور دو خمس واجب ۱ ۲/۵ سرخ کل واجب ۳ ماشہ ۱ ۲/۵ سرخ باقی ۱۰ تولے سے جو زائد تھا عفو ہوا کل واجبات ایک تولہ ۴ ۳/۵ سرخ سال چہارم بھی اُتنا ہی سونا یعنی گیارہ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ تھا بعد اخراج واجبات ۱۰ تولے ۶ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ بچا کہ اس پر بھی وہی نصاب کامل و دو نصاب خمس کا ۳ ماشہ ۱ ۲/۵ سرخ واجب ہوا زیادہ کی رتیاں عفو ہیں کل واجبات ایک تولہ ۳ ماشہ ۱ سرخ سال پنجم صرف ۶ تولے سونا تھا کہ بعد اخراج واجبات ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ رہا یہ بھی نصاب نہیں اور اُدھر چاندی بھی نصاب نہیں اب اگر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو اس کی قیمت پوری ۱۰۰ ہو کر ۱۰۵ کی چاندی ٹھہرتی ہے جس میں دو نصاب کامل ۱۰۵ ایک نصاب خمس لعہ ۳ ۲ ۲/۵ پائی کل ۱۰۵ ۳ ۲/۵ پائی باقی ۹ ۳/۵ پائی عفو اور اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۵ کا ۳ تولہ ایک ماشہ ۴ سرخ سونا مل کر کل سونا ۷ تولہ ۹ ماشہ ۶ سرخ قرار پاتا ہے جس میں صرف ایک نصاب کامل باقی ۳ ماشہ ۶ سرخ سونا عفو ہے تو ظاہر ہے کہ ۵ اُس عفو سے کہیں زیادہ ہے تو اس صورت میں نفع فقراء چاندی ہی کرنے میں ہے لہٰذا وہی کریں گے اور ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ چاندی واجب مانیں گے سال ششم سونا وہی ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ ہے مگر چاندی بوجہ دین سال پنجم گھٹ گئی ۵ کی چاندی کا وزن ۴۶ تولہ ۱۰ ماشہ ۴ سرخ ہے جس سے واجب سال پنجم گھٹا کر ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی بچی کل کو چاندی کرتے ہیں تو سونے کے ۱۰۵ روپیہ کے ۷۰ تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ چاندی مل کر کل چاندی ۱۱۴ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ ہوتی ہے جس میں ۱۰۵ تولے کے صرف دو نصاب کامل باقی ۹ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ چاندی عفو رہے گی اور کل کو سونا کرتے ہیں تو ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی کا سونا ۲ تولہ ۱۱ ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ ملا کر کل سونا ۷ تولہ ۷ ماشہ ۳ ۳/۵ سرخ ہوا جس میں ۷ ۱/۲ تولہ نصاب کامل ہوا صرف ایک ماشہ

۳ ۱۳/۲۵ سرخ عفو بچا پر ظاہر ہے کہ یہ عفو عفو سیم سے بہت کم ہے لہذا اس سال سونا ہی کریں گے اور ۲ ماشہ ۴ سرخ طلا واجب مانیں گے کل واجبات ذہب ایک تولہ ۹ ماشہ فضہ ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ **سال ہفتم** چاندی تو وہی ۳۲۴ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ رہی مگر سونا صرف ۴ تولہ ۹ ماشہ رہا کہ واجب سال ششم نکل گیا جس کا ۷۴ تولہ ۹ ماشہ چاندی تو چاندی کرنے میں کل فضہ ۱۱۱ تولے ۵ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ جس میں وہی دو نصاب کامل نکل کر ۹ تولہ ۵ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ عفو ہوگی اور سونا کرنے میں کل ذہب ۴ تولہ ۵ ماشہ ۱ ۱۳/۲۵ سرخ ہوتا ہے کہ نصاب سے بھی گھٹ کر سب عفو ہوا جاتا ہے لہذا اس سال سب چاندی ہی کریں گے اور وہی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب مانیں گے اب کل واجبات ذہب بھی ایک تولہ ۹ ماشہ اور فضہ ۵ تولے ۹ ماشہ ۲ ۲/۵ سرخ **سال ہشتم** سونا وہی ۴ تولہ ۹ ماشہ اور چاندی ۱۴۱ تولہ ایک ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ رہی کہ واجب سال ہفتم خارج ہوگیا ظاہر ہے کہ اب کبھی سونا نہیں کرسکتے کہ جب سال ہفتم چاندی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ اس سے زائد تھی وہ اس سونے میں مل کر تو نصاب ذہب نہ بنا تی تھی اب اتنی گھٹ کر کس طرح نصاب بنا سکے گی لہذا اس سونے کے وہی ۷۴ تولہ ۹ ماشہ چاندی ملاکر کل چاندی ۲۱۵ تولے ۱۰ ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ مانی اس میں بھی ۱۰۵ تولے پر وہی ۲ تولے ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب ہوئی باقی معاف وہی کل واجبات ذہب ایک تولہ ۹ ماشہ فضہ ۸ تولے ۷ ماشہ ۷ ۳/۵ سرخ **سال نہم** واجب سال ہشتم گھٹ کر مع سیم ذہب کل چاندی ۲۱۰ تولہ ۱۱ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ بچی جس پر تولوں کے ۷ تولے کی کسریں عفو ہوکر واجب مذکور لازم آیا کل واجبات ذہب بدستور فضہ ۱۱ تولہ ۶ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال دہم** واجب سال نہم گھٹ کر کل چاندی ۲۰۸ تولے ۹ ماشہ ۱/۵ سرخ بچی اب دوسری نصاب کامل نہ رہی بلکہ صرف ایک نصاب کامل اور چار نصاب خمس ہیں جن پر واجب ۲ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ کل واجبات ذہب بدستور۔ فضہ ۱۴ تولے ۲ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال یازدہم** میں چاندی نہ رہی اور سونا کہ باقی رہا قابل نصاب نہیں لہذا اس سال کے بعد آج تک کچھ واجب نہ ہوا اور کل مطالبہ سونا ڈیڑھ تولہ چاندی ۱۴ تولے ۲ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ لازم آیا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱

از منتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ اکھگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکان منتی گنج ۲۲ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ زید کی بیوی ہندہ صاحب نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے۔ جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکہ سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوۃ کی کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر اُسکے اس عصیان پر مواخذ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درانحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں ادائے زکوۃ کا مکلف شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے۔

الجواب

زیور کہ ملک زن ہے اس کی زکوۃ ذمہ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال لاتزر وازرۃ وزر اخری ہاں اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ وتاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مردوزن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے قوا انفسکم واھلیکم نارا اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کردیا اس پر بھی یہی حکم ہے اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا

اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو جبکہ اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل من الحاجۃ الاصلیۃ ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸

ازرسالہ عبدالصبور صاحب سوداگر ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

ایک شخص نے ایک ہزار روپے کسی روزگار میں لگائے بعد سال ختم ہونے کے اس کے پاس مال دو سو روپیہ کا رہا اور قرض میں پانچ سو روپیہ رہا اور نقد میں چار سو روپیہ مع منافع ایک سو کے رہا آیا کل گیارہ سو روپیہ کی زکاۃ نکالی جائے یا کس قدر کی۔

الجواب

سال تمام پر کل گیارہ سو کی زکاۃ واجب ہے مگر چار سو نقد اور دو سو کا مال ان کی زکاۃ فی الحال واجب الادا ہے اور پانچسو کہ قرض میں پھیلا ہوا ہے جب اس میں سے بقدر گیارہ روپیہ تین آنے ۲ پائی کے وصول ہوتا جائے اس کا چالیسواں حصّہ ادا کرتا رہے اور اگر فی الحال سب کی زکوٰۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹

مسئولہ از شہر منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۱۰ ذی الحجہ ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکاۃ کے ہے بیّنوا توجروا

الجواب

سونے کے عوض سونا چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصّہ دیا جائے گا ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکاۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت کا نرخ لیا جائے گا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس تخمیناً ۲۵ تولے چھ ماشہ زیور طلائی موجود ہے اور علاوہ اس کے تخمیناً ۱۵ تولے زیور نقرئی و ۲ تولے زیور طلائی بالعوض مبلغ صـــہ روپیہ کی رہن ہے اور عـــہ روپیہ نقد بھی موجود ہیں اور مال تجارت میں کہ جو فروخت سے باقی رہ گیا ہے وہ تخمیناً مالغتہ کا ہے تو اس میں زکوٰۃ کس طور سے ادا کی جائے گی۔

الجواب

اتنا زیور رہن ہیں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اتنا زیور دوسرے شخص کا اس کے پاس صـــہ پر رہن ہے دوسرے یہ کہ اتنا زیور اس کا

دوسرے کے پاس ۲۰۰ پر رہن ہے پہلی صورت میں وہ زیور اس کا نہیں اس کی زکوٰۃ اس پر نہیں ہوسکتی بلکہ اُن چھپن پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے اس راہن کو قرض دیئے، یہ اور اس تقدیر پر اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوا دو ماشے سونا ۵۲ تولے چاندی اور ۵۶ روپیہ اور ۱۱۱ روپے کا مال تجارت ۲ ماشے سونا ہونے کی نصاب نہیں اسے بھی چاندی میں شامل کیا جائے گا اگر ۱۱۱ تولے کا ہے تو چار روپیہ اس کے پڑیں گے اور باون تولے ۲ ماشے وزن کے ۵۶ ہوئے تو کل مال ۲۲۳ بھر چاندی ہوا جس میں چار نصاب کامل ۲۱۰ ہیں اور چار خمس نصاب ۸۴ و ۳ پائی اس پر واجب چھ تولے تین ماشے ۴ رتی چاندی ہوگی باقی عفو ہے دوسری صورت میں وہ زیور اسی کا ہے مگر اس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں جب تک وہ قبضہ مرتہن میں ہے اس تقدیر پر فی الحال اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوا ۲ ماشے سونا ۵۲ تولے اور ۲ ماشہ چاندی اور ۱۱۱ نقد و مال تجارت جس میں سے ۵۶ دین کے نکل کر ایک سو روپیہ بارہ آنہ رہے سونا چار روپے کا ہو تو کل ۱۵۷ ہوئے جس میں دو نصاب کامل ۱۰۵ ہیں اور چار خمس نصاب ۴۲ پائی اس پر واجب ۳ تولے ۸ ماشے ۴ رتی چاندی ہوگی باقی عفو ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے زکوٰۃ کے واسطے چاندی کا نصاب کس قدر روپیہ یا کس قدر وزن ہے اور ایسے ہی سونے کا کس قدر ہے، رائی کھیت میں چند دنوں سے ایک عالم واعظ وارد ہیں انھوں نے وعظ میں فرمایا کہ پانچ کم دو سو پر زکوٰۃ فرض نہیں جس وقت دو سو روپے پورے ہوجائیں اور ایک سال ان پر گزر جائے اس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہوگی اور روپیہ رائج الوقت گورنمنٹ انگلشیہ کا جس کا وزن سوا گیارہ ماشے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب چاندی کی نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکہ رائجہ سے چھپن روپے ہوئے اور سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا ۷/۱۰ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا کشف الغطا میں ہے مثقال بیست قیراط و قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے اب حساب سے واضح ہوسکتا ہے کہ دو سو درم نصاب فضہ کے ۵۲ تولے ۶ ماشے اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ۷ تولے ۶ ماشے ہوئے اور یہاں کا روپیہ کہ ۱۱ ماشہ ہے اس سے ۵۶ روپیہ دو سو درم کی برابر ہوئے یہی وزن بیین متون مذہب عامہ شروح وفتاوی میں ہے ردالمحتار میں فرمایا علیہ الجم الغفیر والجمھور الکثیر واطباق کتب المتقدمین والمتاخرین تو اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں العقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں کہا **قول** ویظھر للعبد الضعیف انہ الاوجہ فان الشرع المطھر انما اعتبر النصاب بتحدید الغنی یوجب الزکوٰۃ والغنی بالمالیۃ النامیۃ دون العدد فمن ملک مائۃ ساوت مائتی درھم فقد ساوی الغنی الشرعی فی الموجب ارأیت لو تعورف فی بلد درھم یساوی فی الوزن مائتی درھم ولم توجب علیہ الا بعد ما یملک مائتین من ھذا کان حاصلہ ان من ملک فی

العرب مثلاھذا القدرمن الفضۃ کان غنیا قد انعقد علیہ النصاب ومن ملک فی ذٰلک البلد قریبا من اثنی امثال تلک الفضۃ یکون فقیرا لایخاطب بالزکاۃ بل یحل لہ اخذ الزکاۃ فیؤل الی ان من ملک قدر ربیۃ یامر الشرع بان یعطی من ربیتہ لمن یملک مائتی ربیۃ الا واحدۃ مسد الخلتہ فانہ لقلۃ مالہ فقیر وھذا غنی ھذا مما لایقبلہ العقل فافھم واللہ اعلم ما کتبتہ۔

از اٹاوہ کچہری کلکٹری مرسلہ مولوی وصی علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

مسئلہ ۲۲

ماقولکم یرحمکم اللہ تعالٰی فی ماتین المسئالتین (۱) زید اس وقت آٹھ تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۱۱۰ تولے چھ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے (۲) عمرو ۱۶ تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۲۱۵ تولے تین ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے دونوں کو کس قدر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ المستفتی عبد الودود بموجب ضوابط مندرجہ تحفہ حنفیہ میں نے اس کو یوں نکالا ہے (۱) آٹھ تولے چھ ماشے جس میں سے ۷½ تولہ نصاب ہونے کے بعد خمس ۱½ تولہ تک نہیں پہونچا لہٰذا دو ماشے دو رتی واجب الادا زکوٰۃ ہوئی اور ایک تولہ عفو ہوا اور ۱۱۰ تولہ چھ ماشے میں ایک نصاب چاندی ۵۲ تولے اور دو خمس ۲۱ تولے کل ۷۳ تولے پر ایک تولہ دس ماشہ ⅘ رتی واجب الادا اور چھ تولے چاندی عفو ہوئی اب دونوں عفو ملحاظ انفع للفقراء ایک تولہ سونے کی ۳۷ تولے چھ ماشے چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے مع۸ روپے کے اور مع کی چاندی مع۸ پس مع۸ چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے مع روپے کے اور مع کی چاندی مع پس مع چاندی ہیں ۶ تولہ چاندی جو عفو تھی ملائی گئی تو ۴۳ تولہ ۶ ماشہ ہوئی جس میں چھ ماشے کم چار خمس میں (ل) پورے چار خمس کا ربع عشر ۱۲ ماشہ ۴ ⅘ سرخ لیے جو ایک تولہ ۱۰ ماشہ ⅘ واجب پر بڑھا تو دو تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ⅕ سرخ واجب الادا ہوا (ب) اگر تین نصاب خمس ۳۱½ تولہ اضافہ کیا جائے تو نو ماشہ ۲ ⅗ اضافہ ہوا اور دس تولے بطور عفو ہوگا اور دو تولے سات ماشے چار رتی واجب ہوگا اگر یہ حساب صحیح ہے تو کون سا اختیار کیا جائے (الف یا ب) (۲) عمرو والے معاملہ میں اسی طریقہ سے ۱۶½ تولہ سونے میں دو نصاب ۱۵ تولے اور ایک خمس ۱½ تولہ ہے تو دو نصاب کے ۴ ماشے ۴ سرخ اور خمس کا ۳ ⅗ کل ۴ ماشے ۷ ⅗ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اور عفو کچھ نہیں اور ۲۱۵ تولہ ۳ ماشہ چاندی میں چار نصاب ۲۱۰ تولے اور تین خمس ۳۱½ تولے مجرا ہوکر نو تولے نو ماشے عفو رہتا ہے اور چار نصاب کے ۵ تولے ۳ ماشہ اور تین خمس کا ربع عشر ۹ ماشہ ۳ ⅗ سرخ ملکر ۶ تولے ۳ ⅗ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اب ایک جانب عفو نہیں اور دوسری جانب ہے اس صورت میں ۹ تولے ۹ ماشہ عفو کو چھوڑ دیا جائے یا اس کو سونا کیا جائے اگر سونا کیا جائے تو اس کے خمس کا ربع عشر کر ۲ ماشہ ۷ ⅗ سرخ اضافہ کیا جائے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ عمرو کا حساب صحیح ہے مگر نو تولے نو ماشے چاندی جبکہ سونا کرنے سے ۱½ تولہ سونے کی قدر نہ ہو تو اسے نصاب ذہب میں ملانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ صورت مذکورہ میں وہ مطلقا عفو رہے گی ہاں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے اس مقدار تک پہنچ جائے یا بڑھ جائے تو جتنے خمس نصاب ذہب اس سے پیدا ہوں گے ان کا ربع عشر زکوٰۃ ذہب پر زیادہ کرلیا جائے گا باقی جو خمس کامل سے کم رہا چھوڑ دیا جائے گا حساب زکوٰۃ زید میں تین سہو واقع

ہے (۱) تولہ بھر سونا کہ اپنی نوع میں عفو تھا جبکہ نرخ حال سے پچیس روپیہ کا ہے تو اُسے پچیس ہمارے روپیہ بھر چاندی قرار دیں گے جس کی تیئس تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے نہ یہ کہ تولہ بھر سونے کی قیمت عہ روپے لے کر پھران عہ روپے کی چاندی خریدیں اور ۳۰.۷ تولے چاندی قرار دیں قیمت سکہ ہی سے لگائی جاتی ہے نہ کہ پتھر یا اینٹ سے فتح القدیر میں ہے التقویم فی حق اللہ تعالٰی یعتبر بالتقویم فی حق العباد متی قومنا المغصوب او المستھلک تقوم بالنقد الغالب کذا ھذا فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے یقوم بالمضروبۃ کذا فی التبیین پس مقدار مذکور چھ تولے عفو سیم میں ملانے سے اونتیس[۲۹] تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی جس میں صرف دو خمس ہیں جن پر ۲ ماشے ۴ ۴/۵ سرخ اور واجب ہوکر کل واجب ذمہ زید سونا دو ماشے ۶ سرخ چاندی دو تولے چار ماشے ۲ ۴/۵ سرخ (۲) پچیس روپوں کے بھر ۳۰.۷ تولے چاندی اگر کی جائے تو چھ تولے عفو سے مل کر ۳۶.۷ تولے ہوتی نہ کہ ۴۱۔ یہ لغزش قلم تھی (۳) اگر بالفرض ۳۰.۷ تولے اور ملاتے اور حاصل جمع ۴۱.۷ ہی تولے ہوتا تو حساب ب متعین تھا الف کی طرف کوئی راہ نہ تھی کہ جو خمس سے چاول بھر بھی کم ہے وہ خمس کامل ہرگز نہ مانا جائے گا یہ ہمیشہ یاد رکھائے اور فائدہ اولٰی خوب سمجھ لیا جائے کہ نقیر کا ضابطہ جو تحفہ حنفیہ میں چھپا اُس میں اس کی صاف تصریح کی گئی تھی اس کا جاننا اُس کے ضوابط کے اجرا پر معین ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) زکوٰۃ زیور طلائی ونقرئی پر کس حساب سے دی جائے آیا قیمت خرید پر یا جو قیمت اُس کی خرید کرنے سے ملتی ہے (۲) زر نقد پر زکوٰۃ عہ سیکڑہ ہے یا اُس سے کم وبیش (۳) زکوٰۃ کن کن اشیا پر واجب ہے (۴) صدقہ فطر و زکوٰۃ والدین کی جانب سے اولاد اور اولاد کی جانب سے والدین جبکہ خورد ونوش یکجا ہو دے سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو قیمت ہو اُس کا لحاظ ہوگا اگر مختلف جنس سے زکوٰۃ دینا چاہیں مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی ورنہ سونے چاندی کی خود اپنی جنس سے زکوٰۃ دیں تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کچھ لحاظ نہیں (۲) صاحبین کا یہی مذہب ہے اور اس میں فقیر کا نفع زیادہ ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے (۳) سونا چاندی اور مال تجارت اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور (۴) خورد ونوش یکجا ہو یا ان میں دوسرے کی طرف سے کوئی فرض و واجب مالی ادا کرنے کے لیے اُس کی اجازت کی حاجت ہے اگر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر یا اس کی زکوٰۃ ماں باپ نے اپنے مال سے ادا کردی یا ماں باپ کی طرف سے اولاد نے اور اصل جس پر حکم ہے اُس کی اجازت نہ ہوئی تو ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۴

ایک شخص کے پاس گیارہ تولے سونا اور دو سیر چاندی ہے تو اس کو کس قدر زکوٰۃ دینا چاہئے یعنی ان دونوں کی مقدار تحریر فرمائیے کہ اس قدر سونے کی زکوٰۃ کے روپے ہوئے اور اس قدر چاندی کی زکوٰۃ کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ایک بات کھئے چاندی کا ٹھیک وزن کتنا ہے صاحبین علیہما الرضوان کے مذہب پر تو حساب سب آتا ہے تین ماشے دو رتی ۳ ۱/۵ چاول بھر سونا اور پانچ روپے بھر چاندی تھے اگر امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب پر چاہیں تو جس دن سال تمام ہوا اُس دن وہ سونا اور چاندی جو اُس کے پاس ہیں بازار کے بھاؤ میں کس نرخ کے تھے اُس کے معلوم ہونے پر حساب موقوف ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵

مسئولہ مولوی سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کا سگر

زید بشوق زیارت حرمین طیبین کچھ پس انداز کرتا جاتا ہے اس طرح پر اب وہ صاحب نصاب عرصہ سال ڈیڑھ سال سے ہو گیا تو اس کو صدقہ فطر و زکوٰۃ و قربانی عید الضحٰی کرنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب اُس پر زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ و قربانی واجب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶

از خواجہ قطب ۲۷ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اٹھارہ اشرفیاں جے پوری وزنی ۱۷ تولہ ماشہ اور چار اشرفیاں انگریزی وزنی ۳ تولہ ۷ ماشہ جملہ ۲۲ اشرفیاں وزنی ۲۰ تولہ ۲ ماشہ ہیں اور پچیس سال سے اُس نے زکوٰۃ نہ دی اور ان کے سوا اور کوئی مال زکوٰۃ نہ اُس کے پاس تھا نہ ہے تو اس صورت میں اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نو تولے سات ماشے ایک رتی چار چاول سونا اور ایک چاول کے چار خمس ۴/۵ تفصیل یہ ہے کہ نصاب ذہب سات تولہ چھ ماشہ ہے واجب دو ماشے دو سرخ اور خمس نصاب ایک تولہ چھ ماشہ واجب ۳ ۳/۵ سرخ خمس نصاب سے زائد جو بچے معاف ہے ہر سال گذشتہ کی زکاۃ سال آئندہ دین ہو کر اُس قدر مال کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ اگر دیون زکوٰۃ جمع ہوتے ہوتے باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو اب کچھ تازہ واجب نہ ہوگا واجب مجموع سنین گذشتہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ سال اخیر میں بعد منہائی دیون زکوٰۃ باقی ہے اُسے اصل مال سے اول سے تفریق کرکے باقی میں اس سال آخیر کا واجب جوڑ دیں حاصل جمع برسوں کا مجموعہ واجبات ہوگا۔

طریقہ استخراج اس جدول سے واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم

سال	باقی				[illegible]	واجب		[illegible]	واجب			کل واجب سال		
	تولہ	ماشہ	سرخ	خمس جمع		ماشہ	سرخ		ماشہ	سرخ	خمس	ماشہ	سرخ	خمس
۱	۲۱	۲	۰	۰	۲	۴	۴	۴	۱	۶	۲	۶	۳	۲
۲	۲۰	۷	۵	۳	۰	۰	۰	۳	۱	۲	۴	۵	۶	۴
۳	۲۰	۱	۶	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۶	۴
۴	۱۹	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۶	۴
۵	۱۹	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۲	۰	۷	۱	۵	۳	۱
۶	۱۸	۸	۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۳	۱
۷	۱۸	۳	۲	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۳	۱
۸	۱۷	۹	۷	۳	۰	۰	۰	۱	۰	۳	۳	۴	۷	۳
۹	۱۷	۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۰	۱۷	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۱	۱۶	۷	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۲	۱۶	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۳	۱۵	۹	۵	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۴	۱۵	۵	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۵	۱۵	۰	۵	۱	۰	۰	۰	۴	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۶	۱۴	۸	۱	۱	۱	۲	۲	۴	۱	۶	۲	۴	۰	۲
۱۷	۱۴	۴	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۱۸	۱۴	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۱۹	۱۳	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۲۰	۱۳	۳	۷	۳	۰	۰	۰	۳	۱	۲	۴	۳	۴	۴
۲۱	۱۳	۰	۲	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۲	۱۲	۸	۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۳	۱۲	۵	۱	۱	۰	۰	۰	۰	//	//	۰	۳	۴	۴
۲۴	۱۲	۱	۴	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۵	۱۱	۹	۷	۳	۰	۰	۰	۲	۰	۷	۱	۳	۱	۱
												۱ تولہ ۷	۱	۳

مسئلہ ۲۷ ع ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ، فضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ بینک یا ڈاک خانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کی نسبت زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب : روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو مطلقاً اس پر زکوٰۃ واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸ ع ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) میں نے مبلغ سو روپے سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وہ پورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کرکے قبضہ میں لیا جائے اُس وقت زکوٰۃ دی جائے اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکوٰۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت ۔ (۲) میں نے مبلغ دو سو روپے کے پرامیسری نوٹ ڈاک خانہ سے خریدے اب اگر مجھ کو روپے کی خواہ کسی قدر

سخت ضرورت ہو تو فوراً وصول نہیں ہوسکتا بلکہ تاوقتیکہ کوئی خریدار طیران پرامیسری نوٹ کا پیدا نہ ہو تب تک وہ روپیہ مجھ کو وصول نہیں ہوسکتا خواہ دو روز میں خریدار پیدا ہوجائے یا سال بھر میں پیدا ہو تو اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں۔ الجواب (۱) وہ جب تک بنک میں ہے اپنے قبضہ میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اُس پر زکوۃ واجب ہوگی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اُس میں سے گیارہ روپیہ سوا تین آنے کی قدر وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنی برس رہا ہے سب برسوں کی زکوۃ واجب ہوگی ہاں ہر سال اگلی برسوں کی زکوۃ کی قدر اُس پر دین سمجھ کر اتنا زکوۃ سے جدا کرے گا مثلاً دو سو روپیہ جمع ہیں تو پہلی سال دو سو پر پانچ روپیہ تقریباً واجب ہوئے دوسرے سال پانچ روپیہ سال گذشتہ کی زکاۃ کے اُس پر دین ہیں لہذا اس سال ایک سو پچانوے (۱۹۵) پر زکوۃ واجب ہوگی تقریباً چار روپے چودہ آنے تیسرے سال اُس پر دو سال کی زکوۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہو کر ایک سو نوے روپے دو آنہ پر زکوۃ واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس واللہ تعالٰی اعلم

(۲) پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دیدیا جاتا ہے جس پر وہ یہ نوٹ دیتی ہے اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے نہ اس کا وارث نہ اس کا کوئی قائمقام ہاں گورنمنٹ اس روپے پر چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں لہذا اُن پر گورنمنٹ سود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی معاوضہ تمام ہوگیا اور یہاں قرض ہے سود جاری رہا اور جب ان نوٹوں کا روپیہ قرض رہا اور وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا اور قرض مردہ پر زکوۃ نہیں نہ ان نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقتاً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وہ جائز نہیں تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اُس کے لیے خبیث ہوگا اور اُس پر فرض ہوگا کہ جس سے لیا تھا اُسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے تو زکوۃ نہ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں نہ اس روپیہ پر جو انھیں بیچ کر لے کہ یہ تمام وکمال خبیث ہے نہ اُس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا درمختار میں ہے الاصل فیہ حدیث علی لازکوۃ فی مال الضمار وھو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱

از مقام درو ضلع نینی تال مسئولہ عبداللہ دوکاندار صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس ساٹھ روپے نقد ہیں اور پچاس روپے کا اُس کی عورت کا زیور ہر وقت کے پہننے کا اور پچاس روپے کی دوکانداری کرتا ہے کل یہی اسباب ہے اور اس میں پچانوے روپے مہر عورت کا قرض ہے اور جو دوکان کرتا ہے وہ ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے کاشتکار کے ہل جوتنے کے بیل اور ایک گھوڑا پچیس روپے کی قیمت کا ہے دوکانداری کا سوت لادنے کے واسطے اس حالت میں اول مال پر زکوۃ ہونی چاہئے یا نہیں جیسا کہ شرع شریف کا حکم ہو عمل کیا جائے اور سال بھر کے کھانے کا اناج بھی اس کے گھر میں نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آجکل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوگا مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر

دین ہے ایسا مہر مانع وجوب زکوۃ نہیں ہوتا سال تمام پر اس کے پاس اگر یہ ساڑھے روپے بچے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی زکوۃ کی نصاب چھپن روپیہ ہے اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سو دس پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر وہ مال تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہوگا ایکسو ساڑھے پر ہوگی غرض ان تینوں مالوں میں سے سال تمام پر اگر چھپن روپے کی قدر ہوگا تو زکوۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر زیور عورت کی ملک ہے تو اس کی زکوۃ اُس پر واجب ہوگی جبکہ وہ خود یا اس کی ملک کا اور سونا چاندی ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی ہو ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

از نینی تال کاشی پور مسئولہ ڈاکٹر اشتیاق علی ۱۰ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

متعلق زکوۃ پارسال میرے پاس ایکسو پچاس روپے رمضان میں جمع تھے اور زکوۃ میں نے ایک سو پچاس روپے پر دی تھی دو ماہ بعد دو سو ہوگئے اور چھ ماہ بعد دو سو پچاس ہوگئے اور اب رمضان میں پورے تین سو ہوگئے اور میں ہر سال رمضان میں زکوۃ نکالا کرتا ہوں تو اب مجھ کو تین سو روپے پر دینا ہوگی یا صرف ایک سو پچاس پر کیونکہ ایک سو پچاس کے بعد جو روپے بڑھے ہیں ان کو پورا ایک سال نہیں گذرا ہے

الجواب

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی زکوۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے یا چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اِن پورے دس ہزار ایک سو پر زکوۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی زکوۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے، چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲

از شہر بریلی محلہ جبولی مسئولہ حافظ علی شاہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے اب اس روپیہ کی زید پر زکوۃ دینا واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرور واجب ہے مگر اُس حالت میں کہ ہر نابالغہ کا حصہ جدا کرکے یہ کہہ دے کہ میں نے اُسے اُس کا مالک کیا اُس کی زکوۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی بعد بلوغ اگر شرائط زکوۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصہ جدا کرکے اُسے مالک کردے اور اس کے

قبضے میں دیدے اگرچہ پھر اُس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے اس حصّہ کی زکوٰۃ حسبِ شرائط اُس بالغہ پر ہوگی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳

از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی فاروقی ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے (۲) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے (۳) جس روپیہ سے زکوٰۃ پہلے سال میں دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس میں سے پچھلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے زکوٰۃ دینا ہوگی بینوا توجروا

الجواب

(۱) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ کہ اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اُس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے (۲) زکوٰۃ ہر نصاب و خمس نصاب پر چالیسواں حصّہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے (۳) دس برس رکھا ہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اُس قدر کا مدیون ہے تو اُتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اُس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اُس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴

مسئولہ شمس الدین احمد از فرخ آباد ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

وہ زیور جو کسی نے اپنے بچوں یعنی لڑکیوں کو بنوا دیا اور ان کی ملک میں کر دیا اور وہ بچے ابھی نابالغ ہیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہی نہیں یعنی اپنی بی بی کے زیور اور نقد کی زکوٰۃ دیتے وقت بچوں کا زیور حساب میں شامل کرے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جو زیور بچوں کو ہبہ کر دیا اُس کی زکوٰۃ نہ اُس پر نہ بچوں پر اس پر اس لیے نہیں کہ یہ مالک نہیں اُن پر اس لیے نہیں کہ وہ بالغ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵

۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) جو لڑکیاں نا کتخدا ہیں اور نابالغ ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونی چاہئے یا نہیں۔ (۲) میں نے لڑکی کی شادی کی ضرورت سے اپنا زیور رہن کیا شوہر اُس وقت میں بیکار تھے باقی زیور جو میرے پاس تھا اُس کی زکوٰۃ تو میں ادا کرتی رہی جو رہن تھا اُس کی زکات نہ دی سات آٹھ برس رہن رہا اب میں نے چھڑایا تو اُس سات آٹھ برس کی زکوٰۃ چاہئے یا نہیں۔ (۳) شوہر نے

جس وقت قرض لیا تھا تو زیور میرا بطور رہن کے رکھ دیا تھا میری والدہ کے پاس تو اور تھوڑا زیور جو اُس وقت میں بھی رہن نہ رکھا تھا جب سے اب تک میرے پاس ہے اور زکوۃ جب سے نہیں دی گئی قرضہ کا خیال کرکے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انہیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگرچہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہوئے پر ان کے جہیز میں بانٹ دیں گے جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اُسی کی ملک ہے اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدر نصاب ہے اُسی مالک پر اس کی زکوۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کردیا گیا تو اس کی زکات کسی پر نہیں، ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ اُن کی ملک نہیں اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں جب جوان ہوں گی اُس وقت سے اُن پر احکام زکوۃ وغیرہ کے جاری ہوں گے۔ (۲) ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے بحرالرائق میں ہے اطلق الملک فانصرف الی الکامل وھو المملوک رقبۃ ویدا فلا یجب علی المشتری فیما اشتری للتجارۃ قبل القبض کذا فی غایۃ البیان ولا یلزم علیہ ابن السبیل لان ید نائبہ کیدہ کذا فی معراج الدرایۃ ومن موانع الوجوب الرھن اذا کان فی ید المرتھن لعدم ملک الید بخلاف العشر حیث یجب فیہ کذا فی العنایۃ اھ مختصرا درمختار میں ہے ولا فی مرھون بعد قبضہ طحطاوی میں ہے ای لا علی المرتھن لعدم الملک ولا علی الراھن لعدم الید واذا استردہ الراھن لا یزکی عن السنین الماضیۃ وھو معنی قول الشارح بعد قبضہ ویدل علیہ قول البحر ومن موانع الوجوب الرھن اھ حلبی وظاھرہ ولو کان الرھن ازید من الدین اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

(۳) اظہار سائلہ سے واضح ہوا کہ یہ زیور بغرض رہن اُس نے خود اپنے شوہر کو دیا اور اُس نے اس کی اجازت سے رہن کیا تھا تو یہ رہن بھی رہن بالحق تھا تو ظاہر یہاں بھی یہی ہے کہ اُس مدت کی زکوۃ واجب نہ ہو لعدم الملک الکامل فانہ لیس مملوکا یدا الا ان قبض المرتھن قبض استیفاء کما فی الھدایۃ اور بعد تعلق حق مذکور کے کچھ ضرور نہیں کہ وہ دین خود اسی پر ہو لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے اُس کے دین کی ضمانت کرلے تو بقدار دین اس کا مال مشغول سمجھا جائے گا کہ دائن کو حق استیفا اس سے حاصل ہے اگرچہ دین اصالۃً اس پر نہیں درمختار میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جھۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ الخ ردالمحتار میں ہے قال فی المحیط لو استقرض الفا فکفل عنہ عشرۃ ولکل الف فی بیتہ وحال الحول فلا زکوۃ علی واحد منھم لشغلہ بدین الکفالۃ لان لہ ان یاخذ من ایھم شاء بحر الخ ہدایہ میں ہے لو کانت العاریۃ عبدا فاعتقہ المعیر جاز لقیام ملک الرقبۃ ثم المرتھن بالخیار ان شاء ضمن المعیر قیمتہ لان الحق قد تعلق برقبتہ برضاہ وقد اتلفہ بالاعتاق الخ ہاں جو زیور رہن نہ تھا اور جب سے پاس ہے اگر وہ خود یا اور مال زکوۃ سے مل کر نصاب تھا تو جب تک نصاب پوری رہی اُس مدت کی زکوۃ واجب ہے اور قرضہ کا خیال باطل خیال ہے کہ قرض شوہر پر تھا اور زیور عورت کا، زکوۃ عورت پر ہے نہ شوہر پر البتہ یہ زکوۃ جو چڑھتی گئی ہر سال اس کا حساب لگانے سے جس سال اُسے مجرا کرکے مال بقدر نصاب نہ رہے اُس سال کی زکاۃ واجب نہ ہوگی مثلاً زیور وغیرہ اموال زکوۃ ملاکر پہلے سال دو سو درم کا

مال تھا اُس سال پانچ درم زکوۃ کے واجب ہوئے دوسری سال یہ پانچ درم کہ زکاۃ کا قرضہ ذمہ پر ہے مجرا کرکے گویا دوسو پانچ درم کا مال نصاب پھر پانچ واجب ہوئے تیسری سال اُس دس درم زکوۃ کے مجرا کرکے گویا دوسو کا مال نصاب بھی پانچ واجب ہوئے چوتھی سال پندرہ مجرا کرکے پانچ کم دوسو کا مال رہا یہ نصاب نہیں اب زکوۃ نہیں وہی پندرہ ہی واجب الادا رہے مگر یہ کہ ختم سال پر اور کہیں سے پانچ درم مل گئے ہوں کہ دوسو درم پورے ہوکر پھر پانچ درم لازم آئیں گے اور بیس واجب ہوجائیں گے یہی حساب ہر سال میں خیال کرلینا لازم ہے دوسو درم شریعت میں چھپّن روپے کے ہیں اور پانچ درم کا ایک روپیہ سوا چھ آنے ایک دھیلا اور پیسہ کا دسواں حصہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳

از فرید پور شرقی مرسلہ منشی محمد علی صاحب نائب ناظر تحصیل فرید پورہ رجب سنہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کے پاس چار سو روپیہ علاوہ خرچ روز مرہ کے اس تفصیل سے ہیں کہ دوسو روپیہ بابت خرید مکان مسکونہ کے مالک مکان کو دے چکا ہے اور دوسو روپے نقد رکھے ہیں اب زید کو زکاۃ ادا کرنا چار سو روپے پر چاہئے یا دوسو پر جو اس کے پاس نقد رکھے ہیں کیا اور کس حساب سے اُس کو ادا کرنا چاہئے مثلاً اگر اسی مہینہ جمادی الثانی سے اُس کے پاس دوسو روپے نقد جمع ہوگئے تو اب زید کو کس مہینہ میں اور کس قدر ادا کرنا چاہئے اور بر صورت نہ ادا کرنے کے کیا مواخذہ اُس کے ذمہ ہوگا امید کہ اللہ تعالٰی جواب بالتفصیل مرحمت فرمایا جائے تا عام فہم ہوکر سب کو فائدہ دارین عطا فرمائے۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہوئی وعدہ خرید فروخت درمیان آیا ہے اور اسی بنا پر زید نے مالک مکان کو دوسو روپے پیشگی دے دیئے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کرلے یہ صورت قرض کی ہوئی ثمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی امانت کہہ نہیں سکتے کہ خرچ کی اجازت دی لاجرم قرض ہے فی لسان الحکام والعقود الدریہ وغیرھا دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک تو دوسو کہ اُس کے پاس رکھے ہیں اور دوسو جو مالک مکان کو دیئے ہیں چاروں سو اسی کی ملک ہیں اور مال زکوۃ ہیں زکوۃ کی نصاب اِن روپوں سے چھپّن روپے ہے جس تاریخ یہ شخص چھپّن روپے یا زائد کا مالک ہوا اُسی تاریخ سے مالک نصاب سمجھا گیا جب ہی سے سال زکوۃ کا حساب ہوگا سال کے اندر جو مال اور ملتا گیا اُسی کے ساتھ ملتا رہے گا سال تمام پر دیکھیں گے سب خرچوں سے بچ کر جو اگلے اصلیہ سے فاضل کتنا روپیہ اُس کی ملک میں ہے خواہ اس کے اپنے پاس رکھا ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا کسی کو قرض دے دیا ہو اُس قدر پر زکوۃ واجب آئے گی اور جو سال تمام ہونے سے پہلے صرف ہوگیا وہ حساب زکوۃ میں محسوب نہ ہوگا مثلاً یکم محرم سنہ ۱۳۰۵ھ کو چھپّن روپیہ کا مالک ہوا تھا ربیع الاول میں سو اور ملے جمادی الآخر میں دوسو اور ملے یہ دوسو مالک مکان کو قرض دے دیئے تو اُس پر اسی یکم محرم سے سال چل رہا ہے اور ابھی کہ سال تمام نہ ہوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر پر زکوۃ واجب ہوگی اب اگر یکم محرم سنہ ۱۳۰۶ھ کے آنے سے پہلے مکان کی بیع واقع ہوگئی اور وہ دوسو کہ قرض دیئے تھے سال تمام سے پہلے قیمت مکان میں محسوب ہوگئے تو یہ دوسو حساب زکوۃ سے خارج ہوگئے کہ ان پر سال نہ گزرا اسی طرح اگر بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس لے لیا اور سال تمام سے پہلے کُل یا بعض خرچ ہوگیا تو اُس سے بھی تعلق

نہ رہا تمامی سال پر جو باقی رہ ہے اُسے دیکھیں گے کہ ۵۶ روپیہ یا ۵۶ سے زائد ہے تو اُس پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر سال تمام پر ۵۶ سے بھی کم ہے تو کچھ نہیں کہ اگرچہ ابتداءً بھی نصاب بلکہ نصاب سے زائد کا مالک تھا مگر سال نہ گزرنے پایا کہ نصاب سے کم ہوگیا تو وجوبِ زکوٰۃ کا محل نہ رہا اور اگر سال تمام تک یعنی جب سے یہ شخص مالکِ نصاب ہوا سال پورا ہونے تک نہ بیع ٹھہری نہ روپیہ واپس ہوا بلکہ مالکِ مکان پر قرض ہی رہا تو اب اس پر کہ خود نصاب بلکہ چند نصابیں ہیں اور اس کے سوا اور جو نقد اُس وقت موجود ہو غرض جس قدر روپیہ یا سونا یا چاندی حاجاتِ اصلیہ سے فاضل ملک میں ہے خواہ شروع سال زکوٰۃ سے تھا خواہ بیچ میں ملا اُس سب پر زکوٰۃ واجب ہوئی جو نقد ہے اُس پر تو وجوب کے ساتھ وجوبِ ادا ہوگیا فی الحال دی جائے اور جو قرض ہے اُس پر ہنوز وجوبِ ادا نہیں وصول پانے پر ہوگا خواہ روپیہ ہی وصول ہو یوں کہ بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس ملے خواہ بیع ہوکر قیمت میں مجرا ہوجائے کہ یہ بھی وصول پالینا ہے پھر از انجا کہ قرض دینِ قوی ہے اور صورتِ مسئولہ میں ابتدائے نصاب مالِ نقد سے ہے کہ اُسی پر سال زکوٰۃ شروع ہوا اس سالِ تمام پر یا اُس کے بعد جو رقم قرض سے وصول ہوگی اُسے دیکھا جائے گا کہ خمس نصاب یعنی ۵۶ کے پانچویں حصے لعہ ۲ ۲/۵ پائی سے کم ہے یا نہیں اگر کم ہے اور کوئی مالِ نقد نہ اس وقت موجود نہ سالِ رواں کے ختم پر ایسا ملا جو اس رقم وصولی سے مل کر خمس نصاب ہوجاتا تو اس کی زکوٰۃ دینی اصلاً واجب نہ ہوگی نہ سال گذشتہ کے لیے نہ رواں کے لیے اور اگر ایسا مال نقد پایا جائے تو اُسے اُس کے ساتھ ملا دیں گے پھر اگر عین سال تمام کے وقت وصول ہوا تو خود رقم وصول ورنہ سال تمام رواں پر جو باقی ہوگا اُس پر یہ حکم لگائیں گے کہ ہر خمس نصاب پر اُس کا چالیسواں حصہ واجب الادا اور خمس سے کم پر کچھ نہیں اور اگر رقم وصولی مذکور خمس نصاب سے کم نہیں تو جس قدر برس اُس پر حالتِ دین میں گذرے ہوں اُن سب کی زکوٰۃ دینی آئے گی جب تک زکات نکالتے نکالتے خمس نصاب سے کم نہ رہ جائے پھر بہر حال جس قدر خمس سے کم رہے گا اُس کا وہی حکم ہے کہ اور مال نقد ہو تو اُس کے ساتھ ملا کر سال تمام رواں پر حکم دیکھا جائے گا ورنہ کچھ نہیں سب صورتوں کی مثال لیجئے مثلاً ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو تین سو درم شرعی کا مالک ہوا اس وقت سے سال زکوٰۃ شروع ہوگیا سب روپے وسطِ سال میں کسی کو قرض دے دئے خاص سالِ تمام کے دن اُن سے اُنتالیس درم شرعی وصول ہوئے اور آج کچھ نقد اس کی ملک میں نہیں تو ان ۳۹ درم پر بھی کچھ دینا نہ آئے گا کہ یہ خمس نصاب یعنی چالیس درم سے کم ہیں اور اگر سال تمام سے پہلے مثلاً ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کو یا شروع سال میں مالکیت دن کے بارہ بجے ہوئی تھی اب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کو بارہ بجے سے ایک لحظہ پہلے اُنتالیس ۳۹ درم کہیں اور سے مل گئے اور اُسی وقت ایک درم اس قرض میں سے وصول ہوا تو اسے ان اُنتالیس ۳۹ درم میں ملا دیں گے اب یہ چالیس درم ہوگئے کہ خمس کامل ہے تو ایک درم دینا واجب آیا اور اگر اسی صورت میں مثلاً قرض میں سے بھی اُنتالیس درم وصول ہوئے کہ نقد موجود سے مل کر اٹھہتر ۷۸ درم ہوگئے تو بھی ایک ہی درم کہ ایک خمس کامل یعنی چالیس درم کی زکاۃ ہے واجب الادا ہوگا باقی اڑتیس درم زائد کہ خمس سے کم ہیں سال تمام آئندہ کے انتظار میں رہیں گے اور اگر سرے سے فرض کیجئے کہ شروع سال زکوٰۃ کو پانچ سال کامل گزر گئے اُس وقت تک کچھ نہ ملا اس کے بعد چوالیس درم قرض سے وصول ہوئے اور ان کے سوا اور کچھ نقد نہیں تو اس رقم میں صرف ایک خمس نصاب ہے اوپر کے چار درم زیادہ ہیں یہ خمس پانچ برس تک قرض میں تھا تو ہر سال کی بابت ایک درم دینا واجب ہوا پانچ درم زکوٰۃ دے اور اگر اسی صورت میں تینتالیس ۴۳ درم وصول ہوئے تو چار ہی درم زکوٰۃ دینی واجب ہوگی کہ جب بابت سال اول ایک درم زکوٰۃ کا ان ۴۳ پر ڈالا تو سال دوم کے لیے ۴۲ رہے ان پر ایک درم اس

سال کا ڈالا سوم کے لیے لعہ رہے چہارم کے لیے لعہ تو یہ چار درم تو واجب الادا ہوئے پنجم کے لیے صرف لعہ بچا رہ گئے کہ خمس سے کم ہیں ان پر کچھ نہیں اسی طرح اگر لعہ وصول ہوتے تو تین ہی درم دینے آتے اور لعہ تو دو اور لعہ تو ایک ہی اور لعہ سے زیادہ پانچ ہی دینے ہوں گے جب تک پورے اسّی تک نہ پہنچیں اسّی پر چھ لازم آئیں گے پہلے سال دو خمس کے دو درم اب سال دوم پر اٹھتر رہ گئے کہ ایک ہی خمس کامل ہے تو باقی چار سال میں ایک ہی ایک لازم آیا یونہی بیاسی وصول ہوں تو سات دے گا کہ دو سال تک دو خمس کامل رہے چوراسی پر آٹھ چھیاسی پر نو اٹھاسی اور اس سے زیادہ سب پر دس جب تک ایک سو بیس کامل نہ ہوں پھر ایک سو بیس پر گیارہ وعلیٰ ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہے کہ کچھ نقد نہ ہو ورنہ اس کے ساتھ ملا کر حساب لگائیں گے مثلاً انتالیس وصول ہونے پر چار درم لازم آتے تھے اگر نقد ایک درم بھی موجود ہے تو پورے پانچ آئیں گے کہ اس کے ساتھ مل کر چالیس ہوگئے اور چالیس پر پانچ لازم تھے وقس علیٰ ہذا پھر بہر صورت جو فاضل بچا وہ سال تمام آئندہ کا انتظار کرے گا یہ ہے جو کلمات علماء سے فہم فقیر میں آیا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ باحکامہ علیم تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے الدیون تجب زکوتہا اذا تم نصابا بنفسہ او بما عندہ مما یتم بہ وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من القوی کقرض فکلما قبض اربعین یلزمہ درہم وعند قبض مائتین من متوسط وفی البدائع قال الکرخی ہذا اذا لم یکن لہ مال سوی الدین والا فما قبض منہ فھو بمنزلۃ المستفاد فیضم الی ما عندہ وکذلک فی المحیط اھ ملتقطا نیز ردالمحتار میں ہے ذکر فی المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درہم دین حال علیہا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولا شیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اسی میں محیط سے ہے لو کان الف علی معسر فاشتری منہ بہا دینارا ثم وھبہ منہ فعلیہ زکاۃ الالف لانہ صار قابضا لہا بالدینار اھ شرح نقایہ قہستانی میں ہے یضم الحادث ولو قبیل اٰخر الحول لانہ قبل وقت الوجوب اھ ادا نہ کرنی کی حالت میں جو مواخذہ زکوۃ نہ دینے پر ہے اس کا سزاوار ہوگا معاذ اللہ وہ نہ ہلکا ہے نہ قابل برداشت اس کے بارے میں کچھ آیات واحادیث فقیر کے رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ ۱۳۰۹ میں مذکور ہوئیں ان میں بعض کا خلاصہ یہ کہ جس سونے چاندی کی زکوۃ نہ دی جائے روز قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے ان کی پیشانیاں کروٹیں پیٹھیں داغی جائیں گی ان کے سر پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا گدی توڑ کر پیشانی سے ابھرے گا جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے گی روز قیامت پرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ ہاتھ سے روکے گا وہ ہاتھ چبا لے گا پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا اس کا منہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال میں ہوں تیرا خزانہ پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی رخصت جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ میں ہوئی اور اُس وقت وہ جہیز کی مالک ہوئی اس سے پہلے مالک نہ تھی اس وقت اس کی ملک میں زیور طلائی لعہ تولہ تھا اور زیور نقرئی ماعہ روپیہ بھر اس قدر آخیر عمر تک اُس کے پاس رہا تین سال دس ماہ تیئیس دن کے بعد ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ میں ہندہ نے انتقال کیا اُس وقت اس کے پاس چار عدد طلائی اور تھے ایک سات تولہ گیارہ ماشہ کا جس کی دس ماہ پیش از مرگ مالک ہوئی دوسرا دو تولے کا کہ موت سے ڈیڑھ سال پہلے ملا تھا تیسرا چار تولے کا دو سال پہلے چوتھا پانچ تولے کا تین سال پہلے اس صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کس قدر ہوئی بینوا توجروا

الجواب

ہندہ پر تین سال زکوٰۃ واجب ہوئی کہ چوتھے سال میں ایک ماہ سات روز باقی تھے کہ اُس نے وفات پائی مال کہ وقت رخصت ملا اس پر تینوں برس کی زکوٰۃ ہے یونہی چوتھا عدد پانچ تولے کا جب مرگ سے تین سال پہلے ملا تو رخصت کے دس ماہ ۲۳ دن بعد بالجملہ پہلے سال تمام سے پہلے پایا تو وہ بھی مال اول میں شامل ہوا اور تینوں سال کی زکوٰۃ اُس پر آئی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تیسرے عدد پر دو سال اخیر کی زکاۃ ہے اور دوسرے پر ایک ہی برس کی اور پہلے پر اصلا نہیں تو سونے میں حاصل ملک ہندہ باعتبار ہر سال یہ ہوا سال اول [illegible] دوم [illegible] سوم [illegible] صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ اسی قدر مال کی مالک تھی اور زکوٰۃ تینوں سال نہ دی تو ہر پہلی زکوٰۃ کا دین سال مابعد کے مال سے مجرا ہوتا رہا واجب سال اول طلائی ۱۱ ماشہ ۲ سرخ نقرہ تین روپیہ بھر اور تین ماشے تین سرخ مال سال دوم سے استثنا کیا تو سال دوم طلا [illegible] ۲ سرخ رہا واجب ۱۱ ماشہ ۶ سرخ ۵ [illegible] چاول اور نقرہ [illegible] رہا واجب تین روپے بھر ۲ ۹ ماشہ ۲ سرخ ۳ [illegible] چاول سال سوم طلا واجب دو سال ایک تولہ ۱۱ ماشہ ایک سرخ ۵ [illegible] چاول نقرہ واجب دو سال سے روپے بھر ۵ ماشہ ۶ سرخ ۳ [illegible] چاول منہا کرکے باقی طلا [illegible] ۳ سرخ ۲ [illegible] چاول واجب ایک تولہ ۲ سرخ [illegible] چاول ماعہ روپیہ بھر ۵ ماشہ ۲ سرخ ۳ [illegible] واجب تین روپیہ بھر ایک ماشہ ۳ سرخ ۲ [illegible] چاول جمیع واجب سہ سالہ طلا ۲ تولے ۱۱ ماشہ ۳ سرخ ۵ [illegible] چاول یعنی دو تولے گیارہ ماشے تین رتی پانچ چاول اور ایک چاول کے سو حصوں سے [illegible] حصے نقرہ لعہ تولہ، ماشہ ۲ سرخ ۷ [illegible] یعنی نو روپیہ بھر اور ساتھے ۔ادو رتی ۷ چاول اور چاول کے دو حصوں سے ستاون حصے یہ سب مذہب صاحبین پر ہے اور مذہب امام پر کچھ کمی خفیف ہو جائے گی سائل اس پر راضی نہ ہو اور تخفیف ہی چاہے تو ضرور ہے کہ تینوں برس ہر سال تمام کے صحیح تاریخ پر سونے اور چاندی کا صحیح نرخ بازار دریافت کرکے بتائیے نیز یہ کہ کس کس عدد کی قیمت بوجہ صنعت اپنے وزن سے کس کس قدر زائد ہے بے اس کے حساب ناممکن ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶

از بنگالہ ضلع سلہٹ پرگنہ بیجواڑہ موضع ناران گولہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک سو روپے کا زکوٰۃ دے کر مدفون کیا پھر دوسرے سال میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا نہیں بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

فقط

الجواب

ہر برس مزد رہے جب تک کل مال زکوٰۃ جو اُس کی ملک ہے حقیقۃً یا حکماً نصاب یعنی ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی یعنی انگریزی چھپن روپے سے کم نہ ہوجائے حقیقۃً کم ہوجانا یہ کہ زکوٰۃ وغیرہ میں صرف کرتے کرتے خواہ کسی اور طور سے گھٹ جائے اور حکماً یہ کہ ہر برس زکاۃ واجب ہوتی رہی اور ادا نہ کی کہ ہر سال زکاۃ کا دین اس پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ مال زکوٰۃ قدر نصاب نہ رہا مثلاً صرف یہی سو روپے اُس کے پاس مال زکوٰۃ تھی اور یہی رہی اور مال زیادہ نہ ہوا تو اب پہلے سال تمام پر بربنائے مذہب صاحبین ڈھائی روپے واجب ہوئے مگر اس نے ادا نہ کی دوسرے سال تمام پر مال زکوٰۃ صرف ستانوے روپے آٹھ آنہ رہا کہ دو۲ روپیہ آٹھ آنے دین زکاۃ سال گذشتہ میں مشغول ہیں اس سال دو روپے سات آنے واجب ہوئے تیسرے سال تمام پر دو سال گذشتہ کا دین زکاۃ چار روپے پندرہ آنے مستثنیٰ ہوکر فقط پچانوے روپے ایک آنہ پر زکاۃ آئی کہ دو روپیہ چھ آنے اور ایک پیسہ کی چاندی کا دسواں حصہ ہوا وعلی ہذا القیاس جب گھٹتے گھٹتے چھپن روپے سے کم رہ جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ فی الدرالمختار سبب افتراضھا ملک نصاب حولی فارغ عن دین لہ مطالب من جھۃ العباد کزکاۃ وخراج اھ ملخصا وفی الھندیۃ رجل لہ الف درھم لامال لہ غیرھا استاجر بھا دارا عشر سنین لکل سنۃ مائۃ فدفع الالف ولم یسکنھا حتی مضت السنون والدار فی ید الاٰجر فالسنۃ الاولی عن تسع مائۃ وفی الثانیۃ عن ثمانی مائۃ الا زکوۃ السنۃ الاولی ثم یسقط لکل سنۃ زکاۃ مائۃ اخری وما وجب علیہ بالسنین الماضیۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱

۹ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مال تجارت پر ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کردی پھر دوسرے سال اُس پر زکوٰۃ دینا نہ چاہئے بلکہ اُس کے نفع پر زکوٰۃ دینا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

مال تجارت جب تک خود یا دوسرے مال زکوٰۃ سے مل کر قدر نصاب اور حاجت اصلیہ مثل دین زکوٰۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا ہر سال اُس پر تازہ زکوٰۃ واجب ہوگی زید کا بیان محض غلط ہے تشہد بہ الکتب قاطبۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲

مسئولہ محمد صبور سوداگر میز کرسی بریلی متصل کردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تجارت کے آغاز کے وقت یہ قرار دیا کہ جو منافع ہوگا اس کا سولھواں حصہ اللہ نام صرف کرے گا قبل معلوم ہونے منافع کے اُس نے ہر موقع کار خیر میں صرف کرنا شروع کیا وقت کرنے حساب کے منافع کی تعداد کا سولھواں حصہ کم نکلا اُس صرف سے جو وہ کار خیر میں صرف کرچکا یہ فاضل روپیہ بمد زکوٰۃ داخل ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) ایک شخص حق الحق کے ساتھ ایک تجارت میں شریک ہے قبل حاصل ہونے منافع کے اس تجارت سے بتدریج اپنے صرف کے واسطے لیتا رہا وقت معلوم ہونے منافع کے وہ روپیہ بذریعہ تجارت کا تھا جو منافع رکھے تا مزید اور قرضہ میں داخل کیا اس حالت

میں اس منافع کی زکوٰۃ اس کے ذمہ عائد ہے یا نہیں (۳) ایک شخص نے وقت شروع کرنے تجارت کے دیگر شخص سے جو اس کی تجارت میں شرکت روپے کے ساتھ دینا چاہتا تھا ظاہر کیا کہ میں وقت جانچ کے (معلوم کرنا منافع کا) پہلے زکوٰۃ نکال دیتا ہوں بعدہ منافع تقسیم کیا جاتا ہے اس دیگر شخص نے اس بات کو پسند کیا اور روپیہ کے ساتھ منافع میں برابر کا شریک ہوا اس بات کے ظاہر کرنے سے کیا اس کے ذمہ اس کے روپیہ کی بھی زکوٰۃ عائد ہوگی یا صرف منافع کی رقم رہی جو طرفین کے حصہ سے خرچ میں داخل ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ بہ نیت زکوٰۃ وہ دینا نہ تھا تو جو زائد دیا گیا زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوسکتا ہاں آئندہ سال کے اس سولھویں حصہ میں مجرا ہوسکتا ہے جو اس نے اللہ عزوجل کے لیے دینا ٹھہرا رکھا ہے مثلاً اس وقت دس روپیہ زیادہ پہنچے اور آئندہ سال منافع کا سولھواں حصہ سو روپے ہو تو اُسے اختیار ہے کہ یہ دس اُس میں محسوب کرکے نوے روپے دے (۲) نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) دوسرے کی زکوٰۃ اس کے ذمہ عائد نہیں ہوسکتی ہے ایک پر اس کے حصہ کی زکوٰۃ لازم ہے اور زکوٰۃ صرف منافع مال تجارت پر نہیں ہوتی جس طرح مکان زمین دکان کے صرف منافع پر ہوتی ہے یہاں ایسا نہیں بلکہ کل مال تجارت پر لازم ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴

از محلہ چاہ بائی مسئولہ حافظ محمد صادق مختار عام منشی رحیم داد خاں صاحب تحصیلدار ۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مالک جائداد زمینداری وغیرہ کا اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مالگذاری ونیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے لہذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی کس وقت اس کو ادا کرنا چاہیے بینوا توجروا

الجواب

ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے نہ اس کے اوقات آمدنی پر لحاظ بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے کے جس تاریخ جس گھنٹے منٹ پر ۵۶ روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اس کے پاس نصاب باقی رہا وہی مہینہ تاریخ منٹ اس کے لیے زکوٰۃ کا سال ہے آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اس عربی مہینہ کی اس تاریخ منٹ پر اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵

از شہر بریلی اسٹیشن ریلوے سی آر کے آر نعمت حسین درایور تاریخ ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ تخمیناً بیس سال سے ریلوے کمپنی کے یہاں ملازم ہے اور ریلوے اپنے قاعدہ کے موافق منجملہ دیگر ملازمان کے زید کی تنخواہ ماہواری سے ایک آنہ چار پائی فی روپیہ بطور ضمانت مجرا کرلیتی

ہے اور بعد چھ ماہ کے اُس روپے کو کسی دوسری تجارت وغیرہ میں لگا دیتی ہے و صورت نفع و نقصان کے روپے کی کمی بیشی کرکے ششماہی رسید دے دیتی ہے ابتداءً ایسا ایک روپیہ دو آنہ مجرا ہوتا تھا جوں جوں تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی اُس میں بھی اضافہ ہوتا گیا چنانچہ اب مبلغ تین روپے ماہوار مجرا کیا جاتا ہے اور اب اصل تعداد مبلغ پانسو کی ہوگئی ہے اور کل تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی ہے جس وقت زید ملازمت سے علیحدہ ہوگا اس وقت اس کو اور اس کے ورثا کو وصول ہوگا بشرطیکہ میعاد ملازمت اچھے طریقہ پر ختم ہوجائے اور کوئی قصور وغیرہ واقع نہ ہو مگر مبلغ پانچ سو روپے جو اصلی ہے اُس میں کسی طرح اندیشہ نہیں ہے سوا اس کے کہ درمیان ملازمت کے روپے کا وصول ہونا ناممکن ہے جب تک ملازمت سے ستوفی نہ ہو از روئے شریعت مطہرہ اس روپے پر زکوۃ دینی فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس وقت سے دی جائے گی اصلی تعداد پر دی جائے گی یا کل روپے پر اور نصاب زکوۃ کس قدر اور اُس پر مقدار زکوۃ کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا مع اور زر زکاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپے تک پہنچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اُس پر سال گزرا اُس وقت سے اُس پر زکوۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکوۃ واجب ہوتی رہی ہاں اگلے سال کی جتنی زکوۃ واجب ہوئی ہے اس سال جمع میں سے اُتنا کم کرلیں گے کہ اُتنا اُس پر اللہ عزوجل کا دین ہے باقی مع جدید مقدار سال حال پر زکوۃ آئے گی تیسرے سال کی جمع میں سے دو برس گذشتہ کی زکوۃ واجب شدہ مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوۃ مذکور مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوۃ مذکور مجرا اور امسال کا اضافہ شامل ہوگا اخیر تک یوہیں کریں گے تجارت میں وہ روپیہ اگر اس کی اجازت سے لگایا جاتا تو اُس کا منافع شامل ہوگا اس طور پر زکوۃ سال بسال واجب ہوا کرے گی مگر اس روپیہ کی زکاۃ ادا کرنی اُس وقت لازم ہوگی جب وہ وصول ہوگا اور جو اضافہ کمپنی سود کے طریقہ پر کرتی ہے اُس پر کبھی زکاۃ نہ ہوگی نہ وہ اس کی ملک ہے نہ اسے سود کی نیت سے کسی طرح جائز ہے ہاں بعد ختم اگر کمپنی بطور خود اس کو وہ اضافہ دے اور کمپنی میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو تو یہ اُس اضافہ کو اس نیت سے لے سکتا ہے کہ ایک غیر مسلم جماعت ایک مال بخوشی دیتی ہے یوں مال مباح جمع کرسکتا ہے سود کی نیت نہ ہو واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۴۲۶

مرسلہ اللہ مہر از کوسی کلاں ضلع متھرا ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا کہ خفیہ طور سے بینوا توجروا۔

الجواب

زکاۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے اور اگر کوئی صاحب عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اُسے خفیہ ہی دینا بہتر ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۴۷

ازبیلی پور ڈاک خانہ دزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغا علی خاں صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا منافع پر۔

الجواب

تجارت کی نہ لاگت پر زکوٰۃ ہے نہ صرف منافع پر بلکہ سال تمام کے وقت جو زرِ منافع ہے اور باقی مال تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اُس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸

مسئولہ حافظ محمود حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

زید نے بکر کو کچھ دیا اور کہا اس کو مساکین کو جہاں مناسب سمجھو دے دیجیو اگر زید خود اُس کا مصرف ہو لیے اوپر اس کو صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جس کے مالک نے اُسے اذن مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو دو تو اُسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے جبکہ یہ اس کا مصرف ہو، ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے تو اُسے اپنے نفس پر صرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی زوجہ یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وہ مصرف ہیں، درمختار میں ہے للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹

از اندور سیا گنج مرسلہ طاہر محمد عبدالغنی صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں (۱) اگر چند اشخاص دولتمندان کئی ہزار روپے زکوٰۃ کا جمع کرکے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقداران زکوٰۃ کو حسب ضرورت اُن کے دیا جائے (۲) وہ لوگ جن کی سپردگی میں مال زکوٰۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں (۳) ایک ایسا شخص کہ جس کے نزدیک اپنا ذاتی مکان ہے اور اُس مکان کی سالانہ آمدنی سو روپے تھی مگر بوجہ عیالدار ہونے کے اُن کا خرچ تین سو روپے سالانہ ہے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ کے مال سے امداد دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱و۲) ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کردیں اُس سے تجارت کرنا اُن کو حرام ہے جب تک اذن جملہ مالکان نہ ہو اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوٰۃ کا پورا سال ہوچکا ہو تو زکوٰۃ روکیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں

سال تمام پر زکوٰۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے ہاں جب اس نے پیشگی دیا ہوا بھی سال تمام اُس پر ہے یا ہو وہ سال تمام آنے تک ٹھہر سکتا ہے پھر اگر یوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سال آیندہ کی زکاۃ کی نیت سے تجارت میں لگا دیئے کہ اُن سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقرا کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے وفیہ حدیث من زرع شعیر اجرۃ الاجیر وحصل منہ اموالاً فلما جاء الاجیر سلم کلھا الیہ ففرج اللّٰہ بہ عنہ وھم اصحاب الرقیم رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو وہ نقصان فقرا پر نہیں ڈال سکتا اُن کو سال تمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے (۳) ہاں وہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ اُن کی حاجت سکونت کا مکان ہزار روپے کا ہو یا کرائے پر چلانے کو مکان سے ہزار روپے سالانہ آتا ہو اور اُس کا ضروری مصارف ونفقہ اہل وعیال سے اتنا نہ بچتا ہو کہ وہ اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ چھپن روپے کے مال کا مالک ہو عالمگیریہ میں ہے لو کان لہ حوانیت اودار غلۃ تساوی ثلثۃ الاف درھم وغلتھا لا تکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکاۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی ولو کان لہ ضیعۃ تساوی ثلثۃ الاف ولا تخرج ما یکفی لہ ولعیالہ اختلفوا فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ھکذا فی فتاوی قاضی خان واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۰

مرسلہ محمد قاسم صاحب از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلوں میں (۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجات سے زیادہ صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خرید کیے آیا اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں ان کی قیمت کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے یا جو کرایہ آتا ہے اُن کے اوپر ہے (۲) جو صاحب مکان کی زینت کے لیے تانبے پیتل چینی وغیرہ کے برتن خرید کرکے مکان کو سجاتا ہے اور کبھی وہ برتن استعمال میں بھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اُس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو (۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں زکوٰۃ صرف تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکہ ہو یا پتر ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور تیسرے تجارت کا مال باقی کسی چیز پر نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۱

۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ از بدایوں خانہ اسسٹنٹ کمشنر ضلع

ایک شخص کے پاس مال زکوٰۃ کے قابل ہے اُس نے سال گزشتہ کے بعد کچھ روپیہ مسلمان محتاج کو دیا لیکن اُس نے زکوٰۃ کی نیت بوقت دینے کے نہ کی نہ اُس کے دل میں یہ خیال آیا کہ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں بعد کو خیال آیا تو یہ دیا ہوا روپیہ زکوٰۃ میں داخل ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ مال محتاج کو دینا خاص بہ نیت زکوٰۃ الگ کر رکھا تھا یعنی اس نیت سے جُدا کرکے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوٰۃ میں دیں گے تو جس وقت اُس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اگرچہ دیتے وقت زکوٰۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا تو وہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلے یہ صحیح ہوجائے گی اور اگر اُسکے پاس نہ رہا تو اب نیت نہیں کرسکتا یہ مال خیرات نفل میں گیا زکوٰۃ جُدا ادا کرے درمختار میں ہے شرط صحۃ اداھا نیۃ مقارنۃ للاداء ولوکانت المقارنۃ حکما کما لودفع بلانیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولایخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷

ازمونگیر محلہ پورن بازار مرسلہ شیخ امداد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ قرض و دین میں لوگوں پر پھیلا ہوا اور وہ زر وصولی ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اگر واجب ہوگی تو فی الحال یا بعد وصول اور کتنے وصول پر واجب ہوگی اور اس پر سال تمام کب سے لیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دین تین قسم ہے اول قوی یعنی قرض جسے عرف میں دست گرداں کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ مثلاً اس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خریدا وہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدار پر آیا دین قوی ہے یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی تھی اب اُسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا یہ کرایہ اگر اُس پر دین ہوگا تو دین قوی ہوگا دوم متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا اثاث البیت یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا یوہیں اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب قوی پر وہ بھی دین متوسط ہے سوم ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا یا مکان دکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوٰۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھی اُس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہوا اُس میں ملالیا جائے گا اور اُسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور اگر ایسی نصاب نہ تھی تو جس دن سے وصول ہوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں اور دوم قسم سابق میں بحالت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اُس کا ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے سے نصاب کامل ۵۶ روپیہ ہے اور اُس کا خمس دس روپے ۲ ؎ ۲ پائی پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال گزشتہ کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصول رقم پر ڈالی جائے گی مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درم شرعی دین قوی تھے پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہوئے تو صرف ایک درم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے

کہ سال اول کی بابت ان چالیس درم سے ایک درم دینا آیا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی کچھ نہیں اور اگر تین سو درم دین متوسط تھے تو جب تک ساٹھ درم وصول نہ ہوں کچھ ادا واجب الادا نہیں اور جب دو سو درم اگر پانچ برس بعد وصول ہوئے تھے تو اکیس درم دینے ہوں گے سال اول کے پانچ درم اب سال دوم میں ۱۹۵ رہ گئے تو ۳۵ کہ خمس سے کم تھے معفو ہو کر ۱۶۰ درم کے چار درم سال سوم میں ۱۹۱ سے اب بھی چار درم چہارم میں ۱۸۷ سے پنجم میں ۱۸۳ سے ان پر بھی چار چار کل اکیس درم واجب الادا ہوئے یہ ہے جب یہ دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پوری نصاب وصول ہوتی جائے گی اسی حساب سے اُتنے کی زکوۃ سنین گذشتہ کی زکاۃ واجب الادا ہوتی جائے گی اگر کل وصول ہوگا کل کی، جب دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اُس سے پہلے اس کی کسی جنس کی نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اُس کا لاحق ہوا وہ اسی مال موجود میں ملا کر اُس کے سال سے حساب ہوگا مثلاً یکم محرم کو دو سو درم کا مالک ہوا یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اُس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ یکم رجب سے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے الدین عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا بنفسہ او بما عندہ مما یتم بہ) وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط) لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درھما من القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین یلزمہ درھم وعند قبض مائتین منہ لبدل مال لغیر تجارۃ وھو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ و یعتبر مامضی من الحول قبل القبض فی الاصح ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ من ضعیف وھو بدل غیر مال کمھر وبدل خلع الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف (الاولی ان یقول مایضم الدین الضعیف الیہ والحاصل انہ اذا قبض منہ شیئا وعندہ نصاب یضم المقبوض الی النصاب ویزکیہ بحولہ ولایشترط لہ حول بعد القبض) اھ ملخصاً مزیدا من رد المحتار اقول والاولی فی رسم الضعیف مالیس بدل مال لیشتمل ما لیس بدلا اصلا کالدین الموصی بہ فی رد المحتار عن المحیط اما الدین الموصی بہ فلا یکون نصابا قبل القبض لان الموصی لہ ملکہ ابتداء من غیر عوض ولاقائما مقام الموصی فی الملک فصار کما لو ملک بھبۃ اھ ھذا وفی الخانیۃ والفتح والبحر والنقایۃ قاضی خان اذا آجر دارہ او عبدہ بمائتی درھم لاتجب الزکوۃ مالم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فان کانت الدار والعبد للتجارۃ وقبض اربعین درھما بعد الحول کان علیہ درھم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرۃ دار التجارۃ وعبد التجارۃ بمنزلۃ ثمن مال التجارۃ فی الصحیح من الروایۃ اھ قلت فتقدم علی روایتی انھا من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی المحیط وکذلک کون الموروث من المتوسط ھو الترجیح وان جزم فی الھندیۃ عن الزاھدی انہ من الضعیف فقد مرضھا فی الخانیۃ واخروھکذا اشار الی تضعیفہ فی الفتح والبحر فرد المختار عن المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درھم دین حال علیہا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولاشیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اھ وفی الھندیۃ عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ الخ وفی رد المحتار اذا

کانت الالف من دین قوی کبدل عروض تجارۃ فان ابتداء الحول ھو حول الاصل لامن حین البیع ولامن حین القبض فاذا قبض منہ نصابا او اربعین درھما زکاھا لما مضی بانیا علی حول الاصل فلو ملک اعراضا للتجارۃ ثم بعد نصف الحول باعہ ثم بعد حول ونصف قبض ثمنہ فقد تم علیہ حولان فیزکیھما وقت القبض بلاخلاف اھ اقول وانما خص الکلام بالقوی لان اصلہ من اموال الزکوۃ بخلاف المتوسط فلاحول لاصلہ فلو لم یکن لہ قبلہ نصاب من جنسہ لایبتدء الحول الا من حین البیع لانہ بہ صار مال الزکوۃ کما نقلہ ھھنا عن المحیط ولیس یرید ان فی الوسیط لایبتدء الا من وقت البیع وان وجد قبلہ نصاب یجانسہ تحت حولان الحول فانہ خلاف مسئلۃ المستفاد المتفق علیھا عند علمائنا المصرح بھا فی جمیع کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی فافھم وتثبت واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲

۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ سوال پنجم

جب قرضہ کے ادا کی شکل نہ ہوئی تو شوہر نے والدہ کو رقعہ لکھ دیا اور وہ زیور ان سے واپس لے کر فروخت کر ڈالا اور روپیہ تجارت میں لگایا بیچنا مجھے منظور نہ تھا مگر مجبوری تھی کہ روزگار نہ تھا شوہر کی بیکاری تھی قرضہ بھی ادا نہ ہوا اور وہ تجارت بھی نقصان ہو کر چھوٹ گئی مالک تجارت شوہر ہی سمجھے جاتے تھے اُس کی آمد گھر میں سب بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوتی تھی تجارت چھٹنے کے بعد جو روپیہ بچا وہ سب گھر کے خرچوں میں صرف ہوا کبھی یہ ذکر درمیان نہ آیا کہ میرے زیور کا روپیہ ہے کیونکہ معاملہ ایک سمجھا جاتا تھا اب وہ روپیہ بھی نہیں اور نہ شوہر کے روزگار کا ٹھیک ہے اور قرضہ بدستور ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زیور تمھاری اجازت سے بیچ کر شوہر نے اپنی تجارت میں لگایا اگرچہ وہ اجازت اسی مجبوری سے تھی کہ شوہر کی بیکاری ہے تو اُس کی قیمت شوہر پر قرض رہی اور اگر بے تمھاری اجازت کے بطور خود بیچ ڈالا اگرچہ تم نے سکوت کیا تو حکم غصب میں تھا بہرحال سال بسال اُس کی زکوۃ تم پر واجب ہوتی رہی اور واجب ہوا کرے گی جب تک نصاب باقی رہے مگر اس زکوۃ کا دینا تم پر واجب نہ ہوگا جب تک شوہر اُس میں سے بقدر گیارہ روپے سوا تین آنہ کچھ کوڑیاں کم کے یعنی ادا نہ کرے یعنی لعہ ۳ ر۲ پائی جس وقت اس قدر اس میں سے تمھارے قبضہ میں آئے گا اُس وقت اس مقدار کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہوگا اور اگر کچھ قبضہ میں نہ آئے گا تو اس زکوۃ کا ادا کرنا واجب نہ ہوگا قال الشامی فی مسئلۃ المغصوب قال ح والظاھر علی القول بالوجوب ان حکمہ کالدین القوی اھ ای فتجب عند قبض اربعین درھما اور اگر تم نے وہ زیور انھیں دے ہی دیا تھا اُس کی قیمت کبھی لینے کا خیال نہ تھا تو تم پر اُس کی زکوۃ واجب ہی نہیں کہ ایسی حالت میں تمھیں استحقاق واپسی نہ رہا جبکہ کسی قرینہ سے شوہر کو مالک کر دینا سمجھا گیا ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا روپیہ اگر قرض میں پھیلا ہو تو اس کی زکوۃ اس کے ذمہ فرض ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اُس کی بھی زکوۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہوا اُس وقت ادا واجب ہو گی جتنے برس گذرے ہوں سب کا حساب لگا کر دو، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵

۸ ارشوال ۱۳۱۲ھ

(۱) شوہر میرا قرضدار ہے اور میرے پاس زیور ہے زکوۃ کے لائق اور میرا شوہر کا معاملہ ایک ہے اور میرے پاس جو کچھ روپیہ تھا تو شوہر کے قرضہ میں دے دیا یہ سمجھ کر کہ میرا اور اُن کا معاملہ واحد ہے بلکہ شوہر کو معلوم بھی بعد کو ہوا اب میرا نہ شوہر پر تقاضا ہے نہ یہ گفتگو ہوئی کہ میں نے معاف کر دیا بلکہ اپنا اُن کا معاملہ ایک سمجھ کر قرضہ میں دے دیا اب جو زیور ہے وہ قرضہ سے بہت کم ہے لیکن زکوۃ کے لائق ہے اس صورت میں زکوۃ دینی فرض ہے یا نہیں اور خرچ بال بچوں کا بہت ہے آمد بہت کم ہے اگر زکوۃ فرض ہو تو کچھ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوۃ بھی ادا ہو جائے اور خرچ کو تکلیف نہ ہو (۲) جو روپیہ میری والدہ کے پاس سے مجھ کو ملا تھا میں نے شوہر کے قرضہ میں دے دیا یا گھر میں بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوا زکوۃ کا حال معلوم نہ تھا کہ مجھ پر فرض ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عزوجل کے حکم میں وہ جُدا جُدا ہیں جب تمہارے پاس زیور زکوۃ کے قابل ہے اور قرض تم پر نہیں شوہر پر ہے تو تم پر زکوۃ ضرور واجب ہے اور ہر سال تمام پر زیور کے سوا جو روپیہ یا اور زکوۃ کی کوئی چیز تمہاری اپنی مِلک میں تھی اُس پر بھی زکوۃ واجب ہوئی جو روپے تم نے بغیر شوہر کے کہے بطور خود اُن کے قرضہ میں دے دیا وہ تمہارا احسان سمجھا جائے گا اُس کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہو سکتا بال بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے تمہارے ذمہ نہیں زکوۃ دینے سے خرچ کی تکلیف نہ سمجھو بلکہ اُس کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالٰی برکت و فراغت دیتا ہے قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالٰی سچا اور اُس کا وعدہ سچا والسلام۔

(۲) اگر روپیہ تم نے شوہر کو دیا کہ اس سے اپنا قرض ادا کر لو اور اُسے دے ڈالنا مقصود نہ تھا تو وہ روپیہ تمہارا شوہر پر قرض ہے فی العقود الدریۃ عن لسان الحکام دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک اس صورت میں تو وہی حکم ہے کہ اُس کی زکوۃ تم پر سال بسال واجب جب تک نصاب باقی رہے مگر یہ زکوۃ دینی اسی وقت لازم ہو گی جب شوہر سے بقدر للعہ ۱۱ کے وصول پاؤ گی اُس وقت اس زکوۃ میں سے ساڑھے چار آنے دینے واجب ہوں گے کچھ کوڑیاں کم یعنی ۱۹/۴ پائی اور اگر شوہر کو دے ڈالا یا بطور خود بغیر شوہر کی درخواست کے اُن کے قرضہ میں دیدیا تو یہ روپیہ اور نیز وہ جو بچوں کے خرچ میں صرف ہوا ان میں یہ دیکھا جائے گا کہ زکوۃ کا سال تمام ہونے سے پہلے یہ روپیہ دے ڈالا اور صرف ہو گیا جب تو کچھ نہیں اور اگر بعد زکوۃ واجب ہونے کے دے دیا اور اٹھ گیا تو جب تک باقی تھا اُتنی مدت کی زکاۃ واجب رہی جب سے دے ڈالا یا خرچ ہو گیا زکوۃ لازم نہ ہوئی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷

۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

عورت پر مہر کی زکوۃ کون سی صورت سے واجب ہوگی مثلاً مہر غیر معجل ہے یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں عورت نے معاف کردیا یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں شوہر نے ادا نہ کیا عورت پر جب بھی کیا زکوۃ واجب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معجل مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بالیقین وقت ادا باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبل موت و طلاق نہیں کرسکتی اس پر زکوۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ ۱۳۰۹

مسئلہ ۵۸

از پیلی بھیت مرسلہ عبدالرزاق خاں ۔ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے روپیہ کی زکاۃ تو نہیں دیتا ہے مگر روپیہ مصرف خیر میں صرف کرتا ہے یعنی ہرروز فقرا کو زرنقد و غلہ تقسیم کرتا ہے اور ایک مسجد بنوائی ہے اور ایک گاؤں اس روپیہ سے خرید کر واسطے خیرات کے ہبہ کردیا ہے اور تاحیات خود زر توفیر اس کا صرف کرتا ہے مصرف خیر میں۔ اب ایک اور شخص یہ کہتا ہے کہ جس روپیہ کی زکاۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ سے کسی قسم کی خیرات جائز نہیں ہے ہرروز کی خیرات اور بنوانا مسجد کا اور گاؤں کا ہبہ کرنا سب اکارت ہے۔ فلہذا فتوی طلب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ کو مصرف خیر میں صرف کرنا جیسا کہ بالا مذکور ہے درست ہے یا نہیں اور اگر نہیں درست ہے تو اس موضع کو سب ہبہ واپس لے کر دوبارہ اس قصد سے ہبہ کرے کہ اس موضع کی توفیر جو ہر سال وصول ہوا کرے گی بالعوض اس زر زکوۃ کے جو اس کے ذمہ زمانہ ماضیہ کی دین سے صرف ہوا کرے۔ بینوا توجروا۔

المکلف: عبدالرزاق خاں ولد نتھو خاں کھنڈساری ساکن کالی بھیت محلہ اشرف خاں

الجواب

زکوۃ اعظم فروض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے ولہذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہوجائے گا پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوٰۃ مال کا ہے حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما خالطت الصدقۃ او قال الزکوۃ مالا الا افسدتہ زکوۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کردے گا رواہ البزار والبیہقی عن ام المؤمنین

الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا **حدیث دوم:** حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکٰوۃ خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما **تیسری حدیث** میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ادی زکٰوۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی بیشک اللہ تعالٰی نے اس مال کا شر اس سے دُور فرمادیا اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما **چوتھی حدیث** میں ہے حضور اعلٰی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں حصنوا اموالکم بالزکٰوۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن الحسن و الطبرانی والبیھقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اے عزیز ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا۔ ہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اُسے زمین میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملادیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہوجائے گا تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسا ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا وہ فرماتا ہے زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہان کا زیان مول لیتا ہے **حدیث ۱:** میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکٰوۃ اموالکم تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو رواہ البزار عن علقمۃ **حدیث ۲:** حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان یؤمن باللہ ورسولہ فلیؤد زکٰوۃ مالہ جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما **حدیث ۳:** حضور پُرنور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر وسیم کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہوجائیں گی پھر انہیں تپا کر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہوچکے اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی تعالٰی فرماتا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھٰذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۵ اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں بشارت دے دُکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چرکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی وپشت وپہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سُن لیجئے۔ **حدیث ۴:** سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کے سرپستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں

ہر سچے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ زکوٰۃ دو

گے کہ سینہ توڑکر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس اور فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ پیٹھ توڑکر کروٹ سے نکلے گا اور گدّی توڑکر پیشانی سے رواہ مسلم اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سُن رکھیے۔ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جُدا داغ دے گا رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ اے عزیز کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یوں ہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدّت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے۔ ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کرکے بدن پر رکھ دیکھ پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ کہاں یہ ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت کہاں یہ ہلکا سا چہکا کہاں وہ ہڈیاں توڑکر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالٰی مسلمان کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ حدیث مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہوکر پڑے گا پھر سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ جس چیز میں بخل کررہے ہیں قریب ہے کہ طوق بناکر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں جب دیکھے گا کہ اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے کہے گا میں تیرا وہ بے زکاتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کیے ہی جارہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمۃ وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیا کے ہاتھوں سُن لو ایسے تونگروں سے اللہ تعالٰی سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا رواہ الطبرانی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبانِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ ابن خزیمۃ واحمد وابو یعلی وابن حبان حدیث مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا رواہ الاصبہانی حدیث کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھ

سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے کہ اے رب ہمارے انھوں نے ہمارے وہ حقوق جو تو نے ہمارے لیے ان پر فرض کیے تھے ظلماً نہ دیے اللہ عزوجل فرمائے گا مجھے قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ تمھیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انھیں دور رکھوں گا۔ رواہ الطبرانی وابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث ۹: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے عرقی لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہڑ اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھاس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کی یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالٰی نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔ رواہ البزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث ۱۰: دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی عرض کی نہ۔ فرمایا کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالٰی تمھیں آگ کے کنگن پہنائے عرض کی نہ۔ فرمایا تو زکوٰۃ دو۔ رواہ الترمذی والدارقطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حدیث ۱۱: ایک بی بی چاندی کے چھلے پہنے تھیں فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی انھوں نے کچھ انکار سا کیا فرمایا تو یہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔ رواہ ابوداؤد والدارقطنی عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ حدیث ۱۲: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث ۱۳: فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق نہیں ادا کرتا۔ رواہ ابن خزیمۃ وحبان فی صحیحیہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے نہ دینے والے کو ہزارہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہی نہیں۔ نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کی ترک کا عذاب گردن پر موجود اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے۔ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمیندار مالگزاری تو بند کرلے اور تحفہ میں ڈالیاں بھیجا کرے۔ دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈ ساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں۔ کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اُس کی نادہندگی پر جو آزار انھیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا سبحان اللہ جب ایک کھنڈ ساری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا لاجرم محمد بن المبارک بن الصباح اپنے جزء الملا اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی سنن اور ابو نعیم حلیۃ الاولیا اور ہناد فوائد اور ابن جریر تہذیب الآثار میں عبدالرحمٰن بن سابط و زید و زبید پسران حارث و مجاہد سے راوی لما حضر ابابکر ن الموت دعا عمر فقال اتق اللہ یاعمر واعلم ان لہ عملا بالنھار لا یقبلہ

باللیل وعملا باللیل لایقبلہ بالنھار واعلم انہ لایقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ الحدیث یعنی جب خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انھیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انھیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللہ الیمنی المدنی الشافعی فی الباب الثالث عشر من کتاب القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب وفی الباب التاسع عشر من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق وھو اول کتب کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء ورواہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی فی الجامع الکبیر فقال عن عبدالرحمٰن بن سابط وزید بن زبید بن الحارث ومجاھد قالوا لما حضر الخ حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائے ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمت گاری میں موجود رہے پھر حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولٰی علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب نہ وہ حاملہ ہے نہ بچہ والی۔ یعنی جب پورے دنوں پر اگر اسقاط ہوا تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے اُمید لگی تھی اب نہ حمل نہ بچہ نہ امید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں اسی کتاب مبارک میں حضور مولٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منہ واھین یعنی فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کی شرح میں فرمایا "کہ ترک آنچہ لازم وضروری ست واہتمام بآنچہ نہ ضروری است از فائدہ عقل وخرد دور است چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست" حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملۃ والدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں بلغنا ان اللہ لایقبل نافلۃ حتی یؤدی فریضۃ یقول اللہ تعالٰی مثلکم کمثل العبد السوء بدا بالھدیۃ قبل قضاء الدین ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمھاری اس بدبندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے خود حدیث میں ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ

وصیام رمضان وحج البیت چار چیزیں اللہ تعالٰی نے اسلام میں فرض کی ہیں کہ جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اُسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز۔ زکوۃ۔ روزہ رمضان۔ حج کعبہ رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند حسن عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امرنا باقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ ومن لم یزک فلاصلوۃ لہ ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح سبحان اللہ جب زکوۃ نہ دینے والے کی نماز روزے حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انھیں سے اصبہانی کی روایت میں یوں آیا کہ فرماتے ہیں من اقام الصلوۃ ولم یؤت الزکوۃ فلیس بمسلم ینفعہ عملہ جو نماز ادا کرے اور زکوۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔ الٰہی مسلمانوں کو ہدایت فرما آمین۔ بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی مسجد بنائی گاؤں وقف کیا یہ سب امور صحیح ولازم تو ہوگئے کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کر سکتا ہے نہ کیے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ اس گاؤں کی توفیر ادائے زکوۃ خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کر سکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہو جاتا ہے جس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا فی الدر المختار الوقف عندھما حبسھا علی ملك اللہ تعالٰی فیلزم فلایجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی مگر بااین ہمہ جب تک زکوۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امید ثواب قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہوگئی فرض اتر گیا پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہوگا یہی حال اس شخص کا ہے اے عزیز اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقرا کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں فقرہ سوجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ چلو اسے بھی دور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف ومسجد وخیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی اُمید پڑتی بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں اکارت جاتی محنتیں از سر نو ثمرہ لائیں یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہا سہا نام کو جو صورت بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں اشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجئے وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے آج تک کہ جتنی زکوۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اُسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولٰی جس نے جان عطا کی اعضا دیئے مال دیا کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور منہ اُجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو بشارت ہو نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے مسجد بنائی ہے ان سب کا بھی مقبولی کی اُمید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے، جب وہ زائل ہوگیا انھیں بھی باذن اللہ تعالٰی شرف قبول حاصل ہوگیا

چارہ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی برائی کا اختیار رکھتا ہے۔ مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہوسکے تو مال پاک کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرلے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لیے جمع رہے گا وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ وگمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا اور کم کیا تو بادِ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسہ کا۔ اگر بدین وجہ کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوٰۃ ہے یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو دِبیچ کا تاؤ ں تو یہی خیال کرلیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھری کیوں بندھ جاتی۔ پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے ایک تصدق کا ایک صلہ رحم کا تو جو اپنے گھر سے پیارے دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی بھتیجے بھانجے انھیں دیدیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا بس اتنا لحاظ کرلیجئے کہ نہ وہ غنی ہو نہ غنی باپ زندہ کے نابالغ بچے نہ ان سے علاقہ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ ان کی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہوا جاتا ہے تو دیئے بغیر تو چھٹکارا نہیں۔ خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں دنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی تاہم اگر یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر قبضہ دلائے پھر وہ ترس کھا کر بغیر اس کے جبر واکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کردیں تو سب کے لئے سراسر فائدہ ہے اس کے لیے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھوٹا اللہ تعالٰی کا قرض فرض ادا ہوا اور مال بھی حلال وپاکیزہ ہوکر واپس ملا جو رہا وہ اپنے جگرپاروں کے پاس رہا ان کے لیے یہ فائدہ ہیں کہ دنیا میں مال ملا عقبٰی میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کے ادائے زکوٰۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا پھر اگر ان پر پورا اطمینان ہو تو زکوٰۃ سالہاسال کا حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی اپنا کل مال بطور تصدق انھیں دے کر قبضہ دلادے پھر وہ جس قدر چاہیں اسے اپنی طرف سے ہبہ کردیں کتنی ہی زکوٰۃ اس پر تھی سب ادا ہوگئی اور سب مطلب برآئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی ودنیوی نفع پائے مولٰی عزوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یارب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم

مسئلہ ۹۵

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فریدپور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

زکوٰۃ کس ماہ میں دینا اولٰی ہے یا یہ کہ زیور اور روپیہ تو جب پورا سال گزر جائے۔

الجواب

جب سال تمام ہو فوراً فوراً پورا ادا کرے ہاں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے اس کے لیے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کی برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶

از بنارس مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۳۱۲ھ

ماقولکم ایہا العلماء دریں مسئلہ کہ زید پیشہ طبابت کرتا ہے اور کچھ گولیاں اُس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۲۰ گولیاں علی العموم بیمار کو

کو دیتا ہے لیکن لاگت اصل ۴ گولیاں کی ۴ پیسہ ہے جب مطلب ہیں کوئی غریب مصرف زکوۃ آجاتا ہے تو ۴ گولی مذکور الصدر جس کی قیمت اصلی ۴ پیسہ ہے دے کر ایک روپیہ ادائے زکوۃ میں شمار کرتا ہے اس صورت میں بموجب اس کے خیال کے ایک روپیہ زکوۃ میں سے ادا ہوگا یا ایک آنہ جو لاگت اصلی ہے بینوا توجروا

الجواب

ہرچند ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کو بیچے جبکہ اس میں کذب و فریب و مغالطہ نہ ہو مگر زکوۃ وغیرہا صدقات واجبہ میں جہاں واجب شی کی جگہ اس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظ قیمت جانین ہی دی جاسکتی ہے فی التبیین لو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع اھ وفی التتارخانیۃ عن التحفۃ الواجب فی الابل الا نوثۃ حتی لایجوز الذکور الا بطریق القیمۃ اھ وفی محیط الامام السرخسی فی صدقۃ الفطر ان دقیق الحنطۃ والشعیر وسویقھما مثلھما والخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ وھو الاصح اھ الکل فی الھندیۃ اور قیمت وہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شی کی ہو نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں اُن کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے فی ردالمحتار الفرق بین الثمن ما تراضی علیہ المتعاقدان سواء زاد علی القیمۃ اونقص والقیمۃ ما قوم بہ الشیئ بمنزلۃ المعیار من غیر زیادۃ ولا نقصان تو اُن گولیوں کی بہ لحاظ نرخ بازار جس قدر مالیت ہو اُسی قدر زکوۃ میں مجرا ہوں گے اُس سے زائد دین الٰہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اس کی سبیل یہ نہیں بلکہ یوں ہے کہ مصرف زکوۃ کو گولیاں ہبہ نہ دے اُس کے ہاتھ بیع کرلے اب بیع میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اُس کی رضامندی سے ٹھہرالے اگرچہ شی کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرطیکہ مشتری عاقل بالغ ہو اور اُسے سمجھادے کہ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبکدوش کردوں گا اب مثلاً ۴ گولیاں ایک روپیہ کو اُس کے ہاتھ بیچے وہ خریدلے اس کا ایک روپیہ اُس پر دین ہوگیا پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوۃ اُسے دے کر قبضہ کرادے پھر اپنے آتے ہیں اُس سے واپس لے اگر وہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنے میں وہ اُس کا مدیون ہے یوں اُسے چار گولیاں مُفت ملیں گی اور اس کی زکوۃ سے ایک روپیہ ادا ہوجائے گا فی الدرالمختار حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸

از بمبئی ۱۰۹ ہوٹل آئسکریم مسئولہ شیخ انام علی صاحب رضوی ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ زمین کسی زمیندار سے ٹھیکہ میں لی اس کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کیا میعاد ٹھیکہ کی مقرر نہیں یہ طے ہوا کہ جس وقت روپیہ واپس کریں گے زمین ٹھیکہ سے نکال لیں گے اور اس شخص نے زمین سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی اس روپیہ کی زکوۃ کا کیا حکم ہے اور کس طریقہ سے اس کی زکوۃ دی جائے (۲) اگر ایک شخص کے پاس دس بیگھہ زمین کاشتکاری کی ہے اور وہ پانچ بیگھہ زمین میں بارش سے غلہ اگاتا ہے اور پانچ بیگھہ زمین کو کوئیں یا دریائی پانی سے سینچ کر غلہ پیدا کرتا ہے اور غلہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے

کہ جو خاندان کے لیے کافی ہوتا ہے بچت نہیں اس صورت میں میں اس کے عشر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے (۳) اگر کسی شخص نے ایک دوکان میں دس ہزار روپیہ کا سامان یعنی میز کرسی اور برتن وغیرہ خرید کر گاہکوں کے استعمال کے لیے لگا دیا اور دوکان میں فروخت کی اشیاء روزانہ یا دوسرے تیسرے دن لاکر فروخت کرتا ہے تو اس دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور روزانہ جو آمدنی ہوتی ہے اس کو اپنے خرچ میں لاتا ہے

الجواب

(۱) یہ کوئی صورت ٹھیکہ کی نہیں ٹھیکہ میں نفع کے مقابل روپیہ ہوتا ہے نہ یہ کہ نفع لیا جائے اور واپسی زمین پر روپیہ واپس ہوجائے یہ صورت قرض کی ہے اور زمین رہن ہے اور اس سے نفع لینا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ اس روپے والے پر واجب اگرچہ واجب الادا اس وقت ہوگی جب وہ قرض بقدر نصاب یا خمس نصاب اس کو وصول ہو واللہ تعالٰی اعلم (۲) زکوٰۃ تو نہ غلہ پہ ہے نہ زمین پر اگر سونا یا چاندی تمام حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب ہو اور سال گزرے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر بہر حال واجب ہے مینھ کی پیداوار پر دسواں حصہ اور پانی دی ہوئی پر بیسواں واللہ تعالٰی اعلم (۳) جس دن وہ مالک نصاب ہوا تھا جب اس پر سال پورا گزرے گا اس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اس کے پاس تمام حاجات اصلیہ سے فارغ موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہوگیا ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از کانپور محلہ فیل خانہ کہنہ مسئولہ سید محمد آصف صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

حضور کے فتاوی جلد اول مطبوعہ کے صفحہ ۸۲ کے حاشیہ پر یہ عبارت ہے کہ جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ عزیز سے کون کون شخص مراد ہیں۔

الجواب

عزیزوں میں ذی رحم محرم مقدم ہیں پھر باقی ذی رحم ان سے پھیر کر اجنبی کو صدقہ نہ دے پھیرنے کے معنی کا صدق چاہئے مثلاً گداگروں کو جو ایک آدھ پیسہ یا روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا ہے کہ اپنے اعزا کو نہیں دے سکتا اور دے تو وہ نہ لیں گے وہ ان سے پھیر کر دینا نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ رسالہ ادرع التعسف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸

از گونڈہ محلہ درگاہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کتاب ظفر المبین مولفہ محی الدین غیر مقلد میں لکھا ہے کہ جناب قاضی ابو یوسف صاحب آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیا کرتے تھے تاکہ زکوٰۃ ساقط ہوجائے یہ بات کسی نے امام ابو حنیفہ صاحب سے نقل کی انھوں نے

فرمایا کہ یہ اُن کے فقہ کی بہت سے ہے اور درست فرمایا چنانچہ اس امر کو ایک عالم صاحب مقلد نے بھی تصدیق کیا بلکہ یہ کہا کہ اس معاملے کو امام بخاری صاحب نے بھی درج کتاب کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے اس کی تشریح و توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد صل وسلم علی سید انبیاءک وآلہ وصحبہ وما ثر اصفیائک اسألک حبک وحب احبائک وحسن الادب مع جمیع اولیائک واعوذ بک من غضبک وسخطک وسوء بلائک۔ اولاً صحیح بخاری شریف میں اول تا آخر کہیں اس حکایت کا پتہ نہیں کہ امام ابویوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص حال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کردے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور ہلاک کرکے مرجائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کردے تو جائز درروا اُن کی عبارت یہ ہے وقال بعض الناس فی عشرین ومائۃ بعیر حقتان فان اھلکھا متعمدا اووھبھا اواحتال فیھا فرارا من الزکوۃ فلا شیئ علیہ ثم کہا وقال بعض الناس فی رجل لہ ابل فخاف ان تجب علیہ الصدقۃ فباعھا بابل مثلھا اوبغنم او ببقر اوبدراھم فرارا من الصدقۃ بیوم واحتیالا فلاشیئ علیہ وھو یقول ان زکی ابلہ قبل ان یحول الحول بیوم اوبسنۃ جازت عنہ پھر کہا وقال بعض الناس اذا بلغت الابل عشرین ففیھا اربع شیاہ فان وھبھا قبل الحول اوباعھا فرارا واحتیالا لاسقاط الزکوۃ فلاشیئ علیہ وکذلک ان اتلفھا فمات فلاشیئ فی مالہ اس میں نہ اُس حکایت کا کہیں نشان نہ امام اعظم خواہ امام ابویوسف کا نام ایک مسئلہ میں بعض علماء کا صرف مذہب نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا کرے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا **ثانیاً** ہمارے کتب مذہب نے اس مسئلہ میں امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا اختلاف نقل کیا اور صاف لکھ دیا کہ فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا فعل جائز نہیں تنویر الابصار و درمختار و درر و غرر و جوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے والللفظ للاولین (تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتھا وفاقا) کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی (واما الحیلۃ لدفع ثبوتھا ابتداءً فعند ابی یوسف لاتکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ (وبضدہ) وھو الکراھۃ (فی الزکوۃ) والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ رد المحتار میں شرح درر البحار سے ہے ھذا تفصیل حسن غمز العیون میں ہے الفتوی علی عدم جواز الحیلۃ لاسقاط الزکوۃ وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی وھو المعتمد مجمع الانہر شرح الکنز للعینی سے ہے المختار عندی ان لاتکرہ فی الشفعۃ دون الزکوۃ وقایہ واصلاح والیضاح میں ہے واللفظ لھذین لاتکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوۃ عند ابی یوسف خلافا لمحمد ویفتی فی الاول بقول الاول وفی الثانی بقول الثانی امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب بھی یہی مذہب امام محمد ہے کہ ایسا فعل ممنوع و بد ہے غمز العیون میں تاتارخانیہ سے ہے کان

ذلک مکروہا عند الامام و محمد تو امام کی طرف وہ نسبت تصویب کہ اُنھوں نے فرمایا زا بو یوسف نے درست فرمایا) خود مذہب امام کے صریح خلاف ہے **ثالثاً** بلکہ خزانۃ المفتین میں فتاوٰی کبرٰی سے ہے الحیلۃ فی ابطال الشفعۃ بعد ثبوتہا یکرہ لانہ ابطال لحق واجب واما قبل الثبوت فلاباس بہ وھو المختار والحیلۃ فی منع وجوب الزکوۃ تکرہ بالاجماع یہاں سے ثابت کہ ہمارے تمام ائمہ کا اُس کے عدم جواز پر اجماع ہے حضرت امام ابو یوسف بھی مکروہ رکھتے ہیں ممنوع و ناجائز جانتے ہیں کہ مطلق کراہت کراہت تحریم کے لیے ہے خصوصاً نقل اجماع کہ یہاں ہمارے سب ائمہ کا مذہب متحد بتا رہی ہے اور شک نہیں کہ مذہب امام اعظم و امام محمد اس حیلہ کا ناجائز ہونا ہے عمز العیون کے لفظ سُن چکے کہ صاف عدم جواز کی تصریح ہے **اقول** اگر بتقا فرنقول خلاف بغرض توفیق اس روایت اجماع میں کراہت کو معنی اعم پر حمل کریں فربما تجیئ کذا کقولھم فی الصلوٰۃ کرہ کذا وکذا وسردھم فیہ المکروھات من المتعین تو حاصل یہ ہوگا کہ اس حیلہ کے کروہ و ناپسند ہونے پر ہمارے ائمہ کا اجماع ہے خلاف اس میں ہے کہ امام ابو یوسف مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور امام اعظم و امام محمد مکروہ تحریمی اور فقیر نے بچشم خود امام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی متواتر کتاب مستطاب الخراج میں یہ عبارت شریفہ مطالعہ کی (مطبع میری بولاق مصر ص۸۰) قال ابو یوسف رحمہ اللہ لایحل لرجل یؤمن باللہ والیوم الاٰخر منع الصدقۃ ولا اخراجھا من ملکہ الی ملک جماعۃ غیرہ لیفرقھا بذلک فتبطل الصدقۃ عنھا بان یصیر لکل واحد منھم من الابل والبقر والغنم مالایجب فیہ الصدقۃ ولایحتال فی ابطال الصدقۃ بوجہ ولاسبب بلغنا عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال مامانع الزکوۃ بمسلم ومن لم یؤدھا فلا صلوۃ لہ یعنی امام ابو یوسف فرماتے ہیں کسی شخص کو جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ زکوۃ نہ دے یا اپنی ملک سے دوسرے کی ملک میں دیدے جس سے ملک متفرق ہوجائے اور زکوۃ لازم نہ آئے کہ اب ہر ایک کے پاس نصاب سے کم ہے اور کسی طرح کسی صورت ابطال زکوۃ کا حیلہ نہ کرے ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا زکوۃ نہ دینے والا مسلمان نہیں اور جو زکوۃ نہ دے اُس کی نماز مردود ہے فتاوٰی کبرٰی وخزانۃ المفتین کی نقل اجماع عبارت اطلاق کی تائید کر رہی ہے اور اس کا اطلاق اُس اجماع کی امام ابو یوسف نے یہ کتاب مستطاب خلیفہ ہارون کے لیے تصنیف فرمائی ہے جبکہ امام خلافت ہارونی میں قاضی القضاۃ و قاضی الشرق والغرب تھے اُس میں کمال اعلان حق کے ساتھ خلیفہ کو وہ ہدایات فرمائی ہیں جو ایک اعلٰی درجے کی امام ربانی کے شایان شان تھیں کہ اللہ کے معاملہ میں سلطان و خلیفہ کسی کا خوف ولحاظ نہ کرے اور خلیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے ان ہدایات کو اسی طرح سُنا ہے جو ایک خدا پرست سلطان و امیر المومنین کے لائق ہے کہ نصائح ائمہ و علماء اگرچہ بظاہر تلخ ہوں گوش قبول سے سُنے اور اُن کے حضور فروتنی کرے یہ زمانہ امام کا آخر زمانہ تھا حاضرین مجلس مبارک سیدنا امام اعظم یا اُس کے بعد کا قریب زمانہ جس میں خلافیات ائمہ ثلثہ منقول ہوئی ہیں اُس سے متقدم تھا تو اس تقدیر پر نقل اجماع کو ظاہر سے پھیرنے کی حاجت نہیں تطبیق یوں ہوں گی کہ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی نے اس قول سے رجوع فرمائی اور ان کا آخر قول یہی ٹھہرا جو ان کے استاذ اعظم امام الائمہ اور شاگرد اکبر امام محمد کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ایک

امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو اب وہ اس کا قول نہ رہا نہ اُس سے اُس پر طعن روا ورنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر طعن کیا جائے کہ وہ ابتداء میں جواز متعہ کے مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے زمانہ خلافت میں اُن سے فرمایا کہ اپنے ہی اوپر آزما دیکھئے اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کروں آخر زمانہ میں اُس سے رجوع کی اور فرمایا اللہ عزوجل نے زوجہ وکنیز شرعی بس ان دو کو حلال فرمایا ہے فکل فرج سواھما حرام ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے رواہ الترمذی زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر طعن کیا جائے کہ وہ پہلے سود کی بعض صورتیں حلال بتاتے تھے یہاں تک کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ زید کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو انھوں نے جو حج وجہاد رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب کیا اللہ تعالٰی اُسے باطل فرمادے گا رواہ الدارقطنی **رابعاً** یہ حکایت کسی سند مستند سے ثابت نہیں اور بے سند مذکور ہونا طعن کے لیے کیا نفع دے سکتا ہے وہ بھی ایسی کتاب میں خصوصاً جس میں تو وہ حدیثیں خود رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کی نسبت ائمہ حدیث نے جزم کیا کہ باطل وموضوع ومکذوب ہیں ولکل فن رجال ولکل رجال مجال ویابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ ولکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات اور خود اُس کا مرتکب ہونا اور بات یہ اساطین دین الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے اور خود عزیمت پر عمل فرماتے سیدنا امام اعظم امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لاا حرم النبیذ الشدید دیانۃ ولا اشربہ مروءۃ اُن کے شاگرد محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں لو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ماشربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما افتیت بانہ حرام ذکرہ الامام البخاری فی الخلاصۃ **خامساً** امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ الشریف احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں فان قیل ھل یجوز لعن یزید لانہ قاتل الحسین او اٰمربہ قلنا ھذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان یقال انہ قتل او امر بہ مالم یثبت فضلا عن اللعنۃ لانہ لایجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابولؤلؤ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فان ذلک ثبت متواترا فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق **اقول** یہ مسئلہ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے حکایت کیا جاتا ہے آیا خطاء اجتہادی ہے یا اس کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ معاذ اللہ عمداً فریضۃ اللہ سے معاندت ہے بر تقدیر اول اس سے طعن کے کیا معنی مجتہد اپنی خطا پر ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے اور اگر عیاذاً باللہ شق ثانی فرض کی جائے تو فرض خود سے معاندت قطعاً کبیرہ ہے خصوصاً وہ بھی بر سبیل عادت جو (کہ دیا کرتے تھے) کا مفاد ہے خصوصاً اس زعم کے ساتھ کہ آخرت میں اس کا ضرر ہر گناہ سے زائد ہے تو معاذ اللہ اکبر الکبائر ہوا پھر کیونکر حلال ہو گیا کہ ایسے سخت کبیرہ شدیدہ نہ کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کو ایک مسلمان نہ صرف مسلمان بلکہ امام المسلمین کی طرف بلا تواتر نہ فقط بے تواتر بلکہ محض بلا سند صرف حکی کی بنا پر نسبت کردیا جائے سبحان اللہ یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز وحرام ہو کہ اس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اُس کا حکم دینا اُس خبیث سے متواتر نہیں اور سیدنا امام ابو یوسف

رحمہ اللہ سیہ کی طرف ایسی اشد شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تواتر چھوڑ اصلا کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں۔ فقد تمت الحجۃ بالحجۃ علی الحجۃ وطھربہ ذیل امام الحجۃ وللہ الحجۃ البالغۃ ولکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ولقد صدق امام دارالھجرۃ عالم المدینۃ سیدنا الامام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالٰی اذیقول کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الاصاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ھفوات بدرات ھما ندرات یبتغون الفتنۃ فی الدین وایذاء قلوب المسلمین واللہ المستعان علی الطاغین والمادۃ الباغین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سادساً مجرد استقباح واستبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں نہ احکام زہد احکام شرع پر حاکم نماز میں قلت خشوع کو اہل سلوک کیا کیا سخت وشنیع مذمتیں نہیں کرتے ایسی نماز کو باطل ومہمل وفاسد ومختل سمجھتے ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ رکن نماز ہے نہ فرض نہ شرط ما نحن فیہ کا محل اجتہاد نہ ہونا مخالف نے نہ بتایا نہ قیامت تک بتاسکے پھر اجتہاد مجتہد پر طعن کیا معنی۔ رہا فعل اگر بفرض غلط ایک آدھ بار وقوع بسند معتمد ثابت بھی ہوجائے تو کرنے اور کیا کرنے میں زمین آسمان کا بل ہے نہ کان یفعل تکرار میں نص کما بیناہ فی التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے عروض ضرورت یا امر اہم یا کچھ نہ سہی تو بیان جواز ہی کہ فلاں قولاً سے اکمل واتم اور (یہ اُن کی فقہ سے ہے) تصویب بایں معنی اس قدر کہ یہ اُن کا اجتہاد ہے جس کا حاصل صرف منع طعن ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عکرمہ کو جب انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شکایت کی کہ وتر کی ایک رکعت پڑھی جواب دیا دعہ فانہ فقیہ انھیں کچھ نہ کہو کہ وہ مجتہد ہیں رواہ البخاری ہاں دربارۂ تصویب وتصدیق یہ حکایت کتب میں منقول ہے کہ امام زین الملۃ والدین ابوبکر خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کسی شافعی المذہب نے امام ابویوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ابویوسف کی تجویز حق ہے یا فرمایا راست ہے شرح نقایہ میں ہے وقد ایدہ ماصح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء (وانہ زین الملۃ والدین ابوبکر التائبادی قدرای فی المنام ان شافعی المذھب قال فی مجلس النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ابایوسف جوز حیلۃ فی اسقاط الزکوٰۃ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ماجوزہ ابویوسف حق اوصدق سابعاً بعد وجوب منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی ہے یہاں کلام منع وجوب میں ہے یعنی وہ تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو امام ابویوسف فرماتے ہیں اس میں کون سے حکم خدا کی نافرمانی ہوئی اللہ عزوجل نے سال تمام ہونے پر زکوٰۃ فرض کی ہو بعد وجوب ادا نہ کرے بالاجماع عاصی ہے یہ کہاں فرض کیا ہے کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو جس طرح یہ فرض فرمایا ہے کہ جو زاد وراحلہ وقدرت رکھتا ہو حج کرے یہ کب فرض کیا ہے کہ زاد وراحلہ و استطاعت کے قابل مال جمع بھی کرو وہ ہیں ہرگز واجب کیا مستحب بھی نہیں کہ قدر نصاب مال جوڑ کر سال بھر رکھ چھوڑو تاکہ زکوٰۃ واجب ہو ائمہ دین کو تعلیم عمل کی طرف منسوب کرنا بدگمانی ہے جو عوام مسلمین پر بھی جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ امام ممدوح کا یہ قول بھی اس

لیے نہیں کہ لوگ اُسے دستاویز بنا کر زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقت ضرورت و حاجت پر محمول ہے مثلاً کسی پر حج فرض ہو گیا تھا مال چوری ہو گیا مصارف حج ونفقہ عیالی کے لیے ہزار درم کی ضرورت ہے اس سے کم میں نہ ہوگا محنت و کوشش سے جمع کیے آج قافلہ جانے کو ہے کل سال زکوٰۃ تمام ہوگا، اگر پچیس درم نکل جائیں گے مصارف میں کمی پڑے گی یہ ایسا حیلہ کرے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکوٰۃ اُس سے ہرگز ہرگز قطعاً نہ دی جائے گی اُس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض کی ادا پر اصلاً قدرت نہ دے گا یا اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ترک ادا و ارتکاب گناہ سے بچوں تو از قبیل من ابتلی ببلیتین اختار اھونہما ہوگا سراجیہ میں ہے اذا اراد ان یحتال لامتناع وجوب الزکاۃ لما انہ خاف ان لا یؤدی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق بہ ویسلم الیہ ثم یتوھب دیکھو تصریح ہے کہ یہ حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے نہ کہ معاذ اللہ گناہ میں پڑنے کے واسطے حیل شرعیہ کا جواز خود قرآن عظیم و احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجہ مقدسہ کو سَو کوڑے ماریں گے رب العزت عز جلالہ نے فرمایا وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی سو تیلیوں کی ایک جھاڑو بنا کر اُس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا ارشاد ہوا خذوا لہ عثکالا فیہ مائۃ شمراخ فاضربوہ بہ ضربۃ واحدۃ شاخہائے خرما کا ایک گچھا لے کر جس میں سو شاخیں ہوں اُس سے ایکبار مار دو رواہ احمد وابن ماجۃ وابوداؤد بمعناہ والبغوی فی شرح السنۃ الاولان عن ابی امامۃ بن سھل عن سعید بن سعد بن عبادۃ والثالث عن ابی امامۃ بن سھل عن بعض الصحابۃ من الانصار والرابع عن سعید بن سعد بن عبادۃ بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برجال الحدیث ھذا حدیث حسن الاسناد ورواہ الرویانی فی مسندہ فقال حدثنا محمد بن المثنی نا عثمن بن عمر نا فلیح عن سھل بن سعد ان ولیدۃ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلک فقال احبنی المقعد فسئل فاعترف فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لضعیف عن الجلد فامر بمائۃ عثکول وضربہ بھا ضربۃ واحدۃ اھ ھکذا وقع فیما رأیت انما المعروف ابن سھل سعید بن سعد وفی اخری لابن ماجۃ عن ابن سھل عن سعد بن عبادۃ واللہ تعالٰی اعلم خود صحیح بخاری شریف بلکہ صحیحین میں حضرت ابو سعید وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بنا کر بھیجا وہ عمدہ خرمے وہاں سے لائے فرمایا کیا خیبر کے سب خرمے ایسے ہی ہیں عرض کی نہیں یا رسول اللہ واللہ کہ ہم چھ سیر خرموں کے بدلے یہ خرمے تین سیر اور نو سیر شے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں فرمایا لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یا کچیل خرمے پہلے روپوں کے عوض بیچو پھر ان روپوں سے یہ عمدہ خرمے خرید لو اور ہر موزون کے بارے میں یہی حکم فرمایا نیز صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ برنی چھوہارے کہ عمدہ قسم ہیں خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے فرمایا یہ کہاں سے آئے

عرض کی ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے ان کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے فرمایا اوہ عین الربا عین الربا لاتفعل و لکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثم اشتربہ اف خاص سود ہے ایسا نہ کرو ہاں جب بدلنا چاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ کر پھر اُس سے اچھے چھوارے مول لے لو۔ یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں اب حیل واسع ہے اگر کلام کو وسعت دی جائے تطویل لازم آئے اہل انصاف کو اسی قدر بس ہے پھر جب اللہ و رسول اجازتیں دیں تعلیمیں فرمائیں تو ابو یوسف پر کیا الزام آسکتا ہے ہاں ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے لیے مقصد شنیع کا دروازہ نہ کھولے لہذا ممانعت فرمادی اور ائمہ فتوی نے اسی منع ہی پر فتوی دیا امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور یہ قول امام ابی یوسف پسند نہ کریں تو امام ابی یوسف کی شان جلیل کو کیا نقصان وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسروں کو مرضی نہ ہوئے یہ رد و قبول تو زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بلانکیر رائج و معمول ہے نہ بخاری کے اقوال مذکورہ میں کوئی کلمہ سخت نفرت کا ہے اُن سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ یہ قول انھیں مختار نہیں اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا ضرر دے سکتی ہے خصوصًا ائمہ حنفیہ لاسیما امام الائمہ امام اعلم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا صاحب تبۂ بالا مقبول معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلم کتب حدیث میں اُن کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسائید پر نظر کیجئے تو اُن میں گنجائش کلام تقریبًا شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں اور یہ بھی بحمد اللہ حنفیہ و شاگردان ابوحنیفہ و شاگردان شاگردان ابوحنیفہ مثل امام عبداللہ بن المبارک و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام فضیل بن عیاض و امام مسعر بن کدام و امام وکیع بن الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلی بن منصور رازی و امام یحیٰی بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے اُن کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور اُن کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ امام محمد کے وہ امام ابو یوسف کے وہ امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کار اجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے اللہ عزوجل نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا خدمت معانی ائمۂ مجتہدین خصوصًا امام الائمہ ابوحنیفہ کا حصّہ تھا محدث و مجتہد کی نسبت عطّار و طبیب کی مثل ہے عطار دوا شناس ہے اُس کی دُوکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالامال ہے مگر تشخیص مرض و معرفت علاج و طریق استعمال طبیب کا کام ہے عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے خصوصًا ملک الاطباء حذاق امام الائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں خود حضرت امام اجل سلیمٰن اعمش کہ اجلۂ تابعین و امام ائمہ محدثین سے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی

کے استاد ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے اُس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے امام اعمش نے ہمارے امام سے فتوٰی لیا ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے فرمایا اُن حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سنیں اور وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں امام اعمش نے کہا حسبك ما حدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین یعنی بس کیجئے میں نے جو حدیثیں آپ سے سو دن میں بیان کیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں اے مجتہدو تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور اے ابوحنیفہ تم نے دونوں کنارے گھیر لیے یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ ائمہ شافعیہ وغیرہم نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی یہ تو یہ خود ان سے بدرجہا اجل واعظم ان کے استاذ اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانسو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا حضرت امیر المومنین مولٰی علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابوہریرہ وانس بن مالك وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبداللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے استاذ جن کا پایہ رفیع میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے ہیں انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فرویناه للفقهاء من اذا علموا عمل ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو اُن پر مطلع ہوکر کارروائی کریں گے نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی سے فقہ حاصل فرماتے تو ابوحنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان وعظمت مکان سے آگاہ ہوجاتے امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین وائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند ؛ میل او اندر دلش انداختند ؛ اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب ومعیوب قرار پاتے فالی اللہ المشتكی وعلیه التكلان بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور پرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولٰنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار مگر معاویہ بھی ہمارے سردار طعن اُن پر بھی کار فجار جو معاویہ کی حمایت میں عیاذًا باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیرلے وہ ناصبی یزیدی اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت وخدمت ونسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی یہ روش آداب بحمد اللہ تعالٰی ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے نہ ہم بخاری وابن جوزی وعلی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع

امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطا فی الفہم معترض ہوئے انھیں ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبانِ خدا کے مدارس عالیہ تک دستِ ادراک نہ پہونچا و بس لاجرم اعتراض باطل و معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع و اقدس والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ واولیائہ وعلمائہ واھلہ وحزبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۲

ازمرزاپور بنگلہ نابالغ مرسلہ شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی

بنظر اشرف عالم المعی فاضل لوذعی مجدد مائۃ حاضرہ جناب مفتی صاحب زاداللہ فیوضہ۔ بعد سلام مسنون گذارش ہے مجھ پر عرصہ سے قرض تھا کیم رمضان ۱۳۳۲ھ کو اپنی دوکان بیع کرکے کل قرضہ دے دیا بے حد و بے شمار شکر ہے کہ اُس نے مجھے اُس بارِ عظیم سے اپنے فضل و کرم سے سبکدوش فرمایا بعد ادائے کل قرضہ دو ہزار دو سو پچانوے زائد علی الاحتیاج باقی رہے دوسری ماہ مبارک کو باستثال رب عزوجل قبل گزرنے حولان حول کے ان ۲۲۹۵ روپے علیحدہ کردیے ۵۷ باقی رہے ان ۲۲۹۵ روپے کی زکوٰۃ بحکم شریعت مطہرہ ۵۷ ہوئے بقیہ ۵۶ میں ایک کا اضافہ کرکے ۵۷ بہ نیت زکاۃ علیحدہ کردیے یہ طریقہ بحکم شریعت مطہرہ صحیح ہوا یا نہیں ۲۳ رمضان تک میں بریلی رہا جب تک زرِ زکاۃ طلبا و فقرار کو دیتا رہا ۳۷ باقی تھے کہ مجھے بضرورت ۲۴ کو مرزا پور آنا پڑا اب یہاں یہ بقیہ اہل حاجت کو دیا جائے تو خلاف حکم شرعی تو نہ ہوگا؟ میرے ایک سالے ہیں جو کٹرہ میران کہ ضلع تلہر میں منسوب ہیں قلیل آمدنی ہے اور کثیر الاولاد ہیں اگر اُن کو کچھ بھیجا جائے تو صلہ رحم بھی ہوگا مگر یہ ارشاد ہو کہ جس قدر اُن کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا جائے مثلاً پانچ روپے بھیجے اور ڈاک کا فیس ایک آنہ یا دو آنے ہوئے تو یہ پیسے انھیں ۵ سے دیے جائیں یا علیحدہ اپنے پاس سے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جس دن تاریخ وقت پر آدمی مالک نصاب ہوا جب تک نصاب رہے وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اُسی منٹ حولان حول ہوگا اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا اُسے بھی اسی سال میں شامل کرلیا جائے گا اور اسی حولان کو اُس کا حولان مانا جائے گا اگرچہ اسے ملے ہوئے ابھی ایک ہی منٹ ہوا حولان حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلاً تاخیر جائز نہیں جتنی دیر لگائے گا گنہگار ہوگا ہاں پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے سال تمام پر حساب کرے اس وقت جو واجب نکلے اگر پورا دے چکا بہتر اور کم گیا ہے تو باقی فوراً اب دے اور زیادہ پہنچ گیا تو اُسے آئندہ سال میں مجرا لے۔ آپ پر حولان حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہو اُسے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے سب زکاۃ میں شامل کیے جائیں گے وہ چھپن بھی جو بہ نیت زکاۃ علیحدہ رکھے اور ان سب کو ملا کر ۲۲۹۵ لیں گے ہاں اسے پہلے نصاب نہ ہوتا تو جس وقت یہ روپے ملے اُسی وقت سے شروع سال لیتے اور اس وقت آپ نے ۵۷ ادا کیے یا بیش وکم کا اعتبار نہ ہوتا سال تمام پر دیکھیے کہ کیا باقی ہے اُتنے کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا وہ مطالبہ ۵۷ نکلتا یا بیش وکم۔ بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیجیے حرج نہیں۔ سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں سوا دیگر

شہر کو وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی حولان حول نہ ہوا اس کے بعد نہیں جتنا روپیہ زکوٰۃ گیرندہ کو ملے گا اُتنا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا بھیجنے کی اُجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو شامل نہ کی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳

(۱) اگر زمیندار زمین بٹائی پر جو آیا خود کاشتکار سے کاشت کرائے اور نصف پیداوار کے مستحق ہوں تو دونوں پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟ (۲) فصل ربیع میں جس کھیت کو پانی نہ دیا اُس کا دسواں حصّہ۔ پانی دیئے ہوئے کا بیسواں اور فصل خریف میں دسواں کیوں کہ بارش کے پانی سے پیدائش ہے یوہیں صحیح ہے؟

الجواب

(۱) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشت کار پر ہے اس پر فتوٰی دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان ملکوں جہاں اجرت میں نقدی ٹھہری ہوتی ہے وہاں اسی پر فتوٰی ہونا چاہئے اور بٹائی میں حسب قول امام فقط زمیندار پر ہے (۲) جسے بارش یا نہر یا تالاب کا پانی دیا گیا اُس میں دسواں حصّہ ہے اور جسے چرسے یا ڈھکلی سے پانی دیا گیا اُس میں بیسواں حصّہ اور جسے مول کا پانی دیا گیا اُس میں بھی بیسواں حصّہ چاہئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ کاشت کار نے زکوٰۃ کھیت کی پیداوار میں سے دسواں حصّہ بلا پانی دیا ہوا اور بیسواں حصّہ پانی دیئے ہوئے میں سے دیا اگر کاشت کار کے بعد سال تمام کے اُسی پیداوار میں سے جس کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ دے چکا تھا بچ رہے تو زکوٰۃ چالیسواں حصّہ دینا ہوگا کہ نہیں۔

الجواب

کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں وہی عشر ہے اُس کے سوا سال تمام پر اور کوئی زکوٰۃ نہیں آتی زکوٰۃ صرف تین مالوں پر ہے سونا چاندی یا وہ مال جو تجارت کی نیت سے خریدا یا جنگل میں چرتے ہوئے جانور واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از در و ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زمین نہر عشری ہے یا خراجی اور جو روپیہ کہ انگریز زمینداروں سے بطور قسط لیتے ہیں وہ محسوب زکوٰۃ عشر ہے یا خراج۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زمین بہت صورتوں میں عشری ہوتی ہے بہت میں خراجی بعض میں نہ عشری نہ خراجی جن کی تفصیل کتب فقہ باب العشر والخراج میں مذکور ہندوستان ایک ملک وسیع ہے اُس کی مختلف زمینوں میں غالباً وہ سب یا اکثر صور متحقق تو اس کی زمین کو نہ مطلقاً عشری کہہ سکتے ہیں نہ مطلقاً خراجی العشر و خراج جو محاصل شرعیہ کے اقسام ہیں جن کے لیے شرع مطہر نے اصول و ضوابط و مواقع و مقادیر کی تقدیر فرمائی انگریز اپنی قسطیں لینے میں اُن اصول کے پابند نہیں بلکہ اُن کا قانون مالگذاری جُدا ہے کما لا یخفی

مسئلہ از لودھیانہ محلہ گرجہ نگر مرسلہ شیخ محمد مقبول صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

ماقول الفقہاء الحنفیۃ فی ان اراضی الہندیۃ التی فی ایدی المسلمین خراجیۃ ام عشریۃ۔ بینوا توجروا

الجواب

بل ارض کثیرا ما تکون عشریۃ کما فتح وقسم بیننا وما اسلم اھلہ طوعا قبل ان تظفر بہم وعشریۃ ما اشتراھا ذمی من مسلم فاخذھا مسلم بشفعۃ او ردت علی البائع لفساد البیع او بخیار شرط او رؤیۃ مطلقا او عیب بالقضاء وما احیاہ مسلم بقرب العشریات او لتساوی القرب الیہا والی الخراجیات علی قول ابی یوسف المفتی بہ او سقاہ بماء عشری وحدہ او مع خراجی علی قول الطرفین وکالاحیاء جعلہ دارہ بستانا او مزرعۃ وکثیرا ما تکون خراجیۃ کما فتح ومن بہ علی اھلہا او نقل الیہ کفار اخری او فتح صلحا وعشریۃ اشتراھا ذمی من مسلم وخراجیۃ اشتراھا مسلم وما احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ مطلقا او مسلم بقرب الخراجیات او سقاہ بماء خراجی صرفا علی القولین ومثلہ مسئلۃ الدار فی المسلم والذمی جمیعا وقد تکون لاعشریۃ ولاخراجیۃ کما فتحناہ وابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ او مات ملاکہا وآلت لبیت المال علی نزاع فی ھذا قال فی رد المحتار عن الدر المنتقی شرح الملتقی ھذا نوع ثالث یعنی لاعشریۃ ولاخراجیۃ من الاراضی تسمی ارض المملکۃ واراضی الحوز وھو ما مات اربابہ بلاوارث وآل لبیت المال او فتح عنوۃ وابقی للمسلمین الی یوم القیامۃ وحکمہ علی ما فی اثناء ثانیۃ انہ یجوز للامام دفعہ للزراع باحد طریقین اما باقامتہم مقام الملاک فی الزراعۃ واعطاء الخراج واما باجارتہا لہم بقدر الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا وفی حق الاکرۃ اجرۃ لاغیر لاعشر ولاخراج اھ باختصار وقال فی الدر المختار المشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلاعشر ولاخراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اھ قال الشامی لم یذکر فی البحر العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودھا الی بیت المال بموت ملاکہا فاذا اشتراھا انسان من الامام ملک ولاخراج لان الامام قد اخذ بدلہا للمسلمین وتمامہ فی التحفۃ المرضیۃ اھ نعم ذکر العشر فی تلک الرسالۃ فقال انہ لایجب ایضا لانہ لم یر فیہ نقلا قلت ولایخفی ما فیہ لانہم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول وبانہ یجب فیما لیس بعشری ولاخراجی کالمفاوز والجبال وبان الملک غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخارج ولان العشر یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملک الارض وعدمہ سواء کما فی البدائع ولایلزم من سقوط الخراج سقوط العشر علی انہ قد ینازع فی سقوط الخراج حیث کانت من ارض الخراج او سقیت بمائہ الخ ملتقطا وبواقی المسائل معروفۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وارض الہند علی سعتہا لایبعد ان یوجد فیہا تلک الصور کلہا او جلہا فالمصیر الی التبیین فای ارض

ثبتت فیہا صورۃ اجری علیہا حکمہا من کونہا خراجیۃ او عشریۃ اولا ولا سبیل الی الجزم بحکم واحد من دون تحقیق وما یتوہم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحہا عنوۃ سنۃ ثلث وتسعین کما فی الفتح والبنایۃ ولم یعلم قسمتہا بین المسلمین فوجب کونہا خراجیۃ فلیس بمغن ولا مجد کیف وان قاسما لم یفتتح منہا الا شیئا نزرا یسیرا من احدی نواصیہا مما یلی ملتان والافتتاح عنوۃ لایستلزم الخراجیۃ کما علمت وکما لم یعلم قسمتہا بینا کذلک لم یثبت المن بہا علی اہلہا فکیف یحکم بایجاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبہ الایمکن ان تکون الارض مما ابقی للمسلمین بل لعلہ الظاہر من صنیع السلاطین فاذن لاتکون فی اصل الوضع عشریۃ ولاخراجیۃ وما کان منہا بایدی الناس یتملکونہا ویتوارثونہا یحکم بانہا مملوکۃ لہم ویحمل علی ان منہا ما کان مواتا فاحییت ومنہا ما انتقل الیہم بوجہ صحیح من بیت المال وبعد ہذا لاتکون خراجیۃ قطعا لانہا لم تکن فی بدء امرہا منہا ولا یوضع الخراج علی مسلم بدأ وتکون عشریۃ علی ما حققہ فی ردالمحتار وفارغۃ الوظیفتین فی الصورۃ الثانیۃ علی ما فی التحفۃ المرضیۃ وغنیۃ ذوی الاحکام والدرالمختار قال ابن عابدین عدم ملک الزراع غیر معلوم لنا الا فی القری والمزارع الموقوفۃ او المعلوم کونہا لبیت المال اما غیرہا فرأہم یتوارثونہا ویبیعونہا جیلا بعد جیل فی الخیریۃ اذا ادعی واضع الید الذی تلقاہا شراء او ارثا او غیرہما من اسباب الملک انہا ملکہ فالقول لہ وعلی من یخاصمہ فی الملک البرہان اھ وقد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملک ولذا تصح الشہادۃ بانہ ملکہ وفی رسالۃ الخراج لابی یوسف لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الابحق ثابت معروف اھ والائمۃ اذا قالوا فی الکنائس المبنیۃ للکفر انہا کانت فی بریۃ فاتصلت بہا عمارۃ المصر فاولی ان یقولوا ببقاء تلک الاراضی بید من ہی تحت ایدیہم باحتمال انہا کانت مواتا فاحییت او انہا انتقلت الیہم بوجہ صحیح اھ ملتقطا الی اخرما اطال واطاب واوضح الصواب اما ما قال فی اخرہ والحاصل فی الاراضی الشامیۃ والمصریۃ ونحوہا ان ما علم منہا کونہ لبیت المال بوجہ شرعی فحکمہ ما ذکرہ الشارح عن الفتح (ای سقط الخراج والماخوذ اجرۃ) وما لم یعلم فہو ملک لاربابہ والماخوذ منہ خراج لااجرۃ لانہ خراجی فی اصل الوضع اھ فقد ابان ان الوجہ کونہا خراجیۃ فی بدء الامر لما قدم فی ہذا البیان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنویۃ خراجیۃ ترکت لاہلہا الذین قہروا علیہا اھ وقال قبلہ قال ابویوسف فی کتاب الخراج ان ترکہا الامام فی ایدی اہلہا الذین قہروا علیہا فہو حسن فان المسلمین افتتحوا ارض العراق والشام ومصر ولم یقسموا شیئا من ذلک بل وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علیہا الخراج ولیس فیہا خمس اھ فہذا ما قال انہ خراجی فی اصل الوضع اما ما نحن فیہ اذ لم یثبت

ذلك لایمکن جعلها خراجیة بالاحتمال وایجابه علی المسلمین الذین لیسوا من اهله بتصریح ذوی الکمال هذا ماظهر لی والله تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ثم رأیت فی الفتاوی العزیزیة نقل عن رسالة مولٰنا الشیخ الجلیل جلال التهانیسری قدس سرہ الشریف ما نصه بالعجمیة زمین ہندوستان درابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است زمینداران رامیش از تولیت وزراعت وحفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعارے بآں می کند وتغیر وتبدل زمینداری وعزل ونصب زمینداران واخراج بعضے ازآنہا واقرار بعضے وعطائے بعض آراضی بافغانان وبلوچان وسادات وقدوائیان بصیغۂ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع آراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت وبعقد مزارعت علی النصف اواقل منہ دردست زمینداران ۱ھ فهذا اصریح فیما استظهرناہ من ان الفاتحین لم یقسموها ولم یمنوا بها بل ابقوها ملکا للمسلمین والحکم فیه ما بیناہ وما ذکر رحمه الله تعالٰی فی سواد العراق فمختار الائمة الشافعیة کما بینه فی رد المحتار اما عندنا فمنون بها علی اهلها ولایضرنا الکلام فی التمثیل فعلی هذا ما بایدی المسلمین من الاراضی لاتجعل لاعشریة مالم یثبت فی شیئ منها کونها خراجیة بوجه شرعی والله سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۶: از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

افصح البیان فی مزارع ہندوستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مال گزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مال گزاری کے واجب ہے یا بلامنہائی اور بھی یہ کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بند وبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے زمیندار پر یا رعایا پر اور بصورت خراجی ہونے کے وہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائے گا یا اور کوئی دوسرا اور جب دوسرا ہوگا تو مال گزاری منہائے کرکے خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا اور بصورت عدم عشری وعدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہئے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمٰن الرحیم، الحمد لله والصلٰوة والسلام علی رسول الله

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو کما حققناہ بتوفیق الله تعالٰی فی فتاونا بما لایتجاوز الحق عنه بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے اما علی الاول فظاهر واما علی الثانی فکما حققه فی رد المحتار خلافا لما فی التحفة المرضیة ثم الشرنبلالیة ثم الدر المختار وما حققه بحث نفیس والدر انما عزاہ للشرنبلالی والشرنبلالی لصاحب التحفة عن العلامة صاحب البحر فالیه دار فیه الامر وهو رحمه الله تعالٰی وما فی التحفة لم یستند فیه النقل انما اعتمد عدم رؤیته نقلا بلزوم العشر فیه وانت تعلم ان عدم الرویة لیست رؤیة العدم ولاعدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقة

والعشر یجب فیما لیس بعشر ولاخراجی کالمفاوز والجبال **اقول** ومعنی کون ما فتحناہ فابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ من دون ان یعطیہا ملاکہا اوکفار اٰخرین اونقسمہا بین الغانمین وکذا اماامات ملاکہا فالت لبیت المال ان العشر والخراج انما یوجب حقا للمسلمین وھذہ قدکانت اوصارت لھم فلا وجہ لان یوجب شیئ لھم علیھم ففراغ الوظیفۃ لعدم من یوظف علیہ کارض خربۃ لم تزرع اصلا اما اذا وجدنا من نوجب علیہ فلامعنی للفراغ وقد نص المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اواخر باب زکوۃ الزروع فی تعلیل قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الذمی اذا اشتری عشریۃ من مسلم تصیر خراجیۃ مانصہ وجہ قول ابی حنیفۃ انہ تعذر العشر لان فیہ من معنی العبادۃ والارض لاتخلوا عن وظیفۃ مقررۃ فیھا شرعا اھ مختصرا فھذا بحمد اللہ نص فیما عولنا علیہ وللہ الحمد وبالجملۃ مالبیت المال فارغۃ مادامت لھا فاذا انتقلت لملک احد بوجہ صحیح کما ھو المحل فی الاراضی التی بایدی الناس یتوارثونھا ویتصرفون فیھا تصرف الملاک کما حققہ فی ردالمحتار وبینا فی فتاوٰنا فلامحید عن التوظیف الاتری ان الموات تکون لبیت المال وھو فارغ فاذا ھی تحیی باذن الامام فتصیر ذات وظیفۃ کذا ھذا اور عشر پوری پیداوار کا لیا جائے گا نہ صرف منافع خالص کا فی تنویر الابصار یجب العشر بلارفع مؤن الزرع فی الدرالمختار لتصریحھم بالعشر فی کل الخارج اھ **قلت** ومن یظلم لایظلم زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر صرف بقدر حصہ کا عشر آئے گا مثلاً مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سو من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں مثلاً سو روپیہ بیگھ پر اٹھائی تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں امام قاضی خاں نے قول اول کے اظہر ہونے کا اشارہ کیا وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومۃ النسفی والاسعاف واعتمدہ المتاخرون کالخیر الرملی و اسمٰعیل الحائک وحامد آفندی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتوی دیا اور وہ بھی بلفظ ناخذ کہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے وہ تصحیح التزامی تھی اور یہ صریح ہے فی الدرالمختار العشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما بالحصۃ فی ردالمحتار تحت قولہ وفی المزارعۃ الخ ما ذکرہ الشارح ھو قولھما اقتصر علیہ لما علمت ان الفتوی علی قولھما بصحۃ المزارعۃ لکن ما ذکرہ من التفصیل یخالفہ ما فی البحر والمجتبی والمعراج والسراج والحقائق والظھیریۃ وغیرھا من ان العشر علی رب الارض عندہ وعلیھما عندھما من غیر ذکر ھذا التفصیل وھو الظاھر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عندھما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینھما فیجب العشر علیھما الخ بالجملہ قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں

بلحاظ عشر ہرگز مقرر نہیں ہوتیں اگر پیداوار کا عشر اجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی میں کمی ہوگی اور گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی و مالگزاری انگریزی جدا رہے اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کرلیجئے کہ عشر و مالگزاری وجملہ مصارف دے کر تمہارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہرگز میسّر نہیں مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج والحرج مدفوع بالنص لایکلّف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا وھذا کما ذکر العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی اوقاف بلادہ انہ لاتفی الاجرۃ ولا اضعافھا بالعشر قال فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولھما فی ذلک لانھم فی زماننا یقدرون اجرۃ المثل بناء علی ان الاجرۃ سالمۃ لجھۃ الوقف ولا شیئ علیہ من عشر وغیرہ ولو اعتبر دفع العشر من جھۃ الوقف وان المستاجر لیس علیہ سوی الاجرۃ فان اجرۃ المثل تزید اضعافا کثیرۃ کما لایخفی فان امکن اخذ الاجرۃ کاملۃ یفتی بقول الامام والا فبقولھما لما یلزم علیہ من الضرر الواضح الذی لایقول بہ احد واللہ تعالٰی اعلم۔ ہاں وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہو جائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذن سلطان احیا کی۔ سلطان نے اُسے عطا کی اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیا کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کو کوئی تعلق نہیں نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وھذا ظاھر جلی لاخفاء بہ امرِ تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکر اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے **اقول** وباللہ التوفیق یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے جن بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں خواہ اُن خوارج اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ ہے جب اُتنے دنوں سلطنت نے ان کی حمایت سے جدا رہی اُس مدت کا خراج نہیں لے سکتی کنز میں ہے لو اخذ العشر والخراج والزکوٰۃ بغاۃ لم توخذ اخری ہدایہ بحر وغیرہا میں ہے لان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ تبیین وبحر وغنیہ ذوی الاحکام میں ہے اشتراط اخذھم الخراج ونحوہ وقع اتفاقا حتی لولم یاخذوا سنین وھو عندھم لم یوخذ منہ شیئ ایضا لما ذکرنا والحمایۃ میں ہے ویظھر لی ان اھل العرب لو غلبوا علی بلدۃ من بلادنا کذلک لتعلیلھم اصل المسئلۃ بان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ وفی البحر وغیرہ لو اسلم الحربی فی دار الحرب واقام فیھا سنین ثم خرج الینا لم یاخذ منہ الامام الزکوٰۃ لعدم الحمایۃ الخ اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اُس میں کچھ حق نہیں فی العنایۃ تحت مسئلۃ شراء ذمی عشریۃ من مسلم فی توجیہ روایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فھو کتعلق حق المقاتلۃ بالاراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخری مایصرف الی الفقراء ھو ما کان للہ تعالٰی بطریق العبادۃ ومال الکافر لیس کذلک فیصرف فی مصارف الخراج وفی الدر المختار عن ابن الشحنۃ فی نظم بیوت المال عہ وثالثھا خراج مع عشور

الی ان قال فمصرف الاولین اتی بنص الأ وثالثها جواء مقاتلونا الخ اھ وفی الفتح والعنایۃ وغیرھما قبیل باب الجزیۃ مصرف العشر الفقراء ومصرف الخراج المقاتلۃ اھ وقد اعترض فی الفتح فی المسألۃ الدائرۃ علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو مطالبہ کس کے لیے ہو ولہٰذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے کھیرے ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی تو مطالبہ عبث ہے فی الفتح قبیل باب المعادن من مر بطاب اشتراھا للتجارۃ کالبطیخ والقثاء ونحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانھا تفسد بالاستبقاء ولیس عند العامل فقراء فی البریۃ فیدفع لھم فاذا بقیت لیجدھم فسدت فیفوت المقصود اھ مختصرا بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکر اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے فی فتح القدیر کتاب السیر باب العشر میں ہے الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فما سقی بماحموہ وجب فیہ اھ عنایہ میں اسی جگہ ہے الخراج یجب جبرا للمقاتلۃ فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمتہ المقاتلۃ (الی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمۃ اھ اسی کے آواخر باب زکاۃ الزروع میں ہے الخراج یجب حقا للمقاتلۃ فیختص وجوبہ بما حوتہ المقاتلۃ یہ کلمات بظاہر سقوط خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم کہ نفس وجوب ثابت وقائم۔ مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو ان کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور شرعاً واجب ہے کزکاۃ الاموال الباطنۃ کما فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلۃ اسلام الحربی فی دار الحرب بعد العبارۃ المذکورۃ ولفیتہ بادائھا ان کان عالما بوجوبھا والا فلا زکوۃ علیہ لان الخطاب لم یبلغہ وھو شرط الوجوب اھ ولہٰذا صورت مذکورۂ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ وعشر لے کر ان کے مصارف میں صرف نہ کریں تو ارباب اموال پر ان کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا فی الدر المختار اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا ان صرف المأخوذ فی محلہ الاتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانھم مصارفہ درمنتقی پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اما الخراج فلا یفتون باعادتہ لانھم مصارفہ اذ اھل البغی یقاتلون اھل الحرب والخراج حق المقاتلۃ ہدایہ وبحر وغیرہا میں ہے افتوا بان یعیدوھا دون الخراج لانھم مصارف الخراج لکونھم مقاتلۃ والزکاۃ مصرفھا الفقراء ولا یصرفونھا الیھم تو ثابت ہوا کہ تسلط وحمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وہ خود بھی مصرف ہیں واضح کر دیا کہ اگر وہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم قومیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد وخرچ مساجد ووظیفہ امام ومؤذن وبنائے پل وسرا وتنخواہ مدرسین علم دین وخبرگیری طلبۂ علوم دین وخدمت علمائے اہل حق حامیان دین مشغولین درس ووعظ وافتاء فیہا

اور وہ سب داخل ہیں۔ فی ردالمحتار تحت قول ابن الشحنۃ المار الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب المعتبرۃ انہ یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطیر والجسور وکفایۃ العلماء والقضاء والعمال ورزق المقاتلۃ وذراریہم اھ ای ذراری الجمیع درمختار میں ہے مصرف الجزیۃ والخراج مصالحنا کسد ثغور وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشھود وقسمۃ ورقباء سواحل ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری من ذکر مسکین ہدایہ میں ہے الخراج یصرف فی مصالح المسلمین ویعطی قضاۃ المسلمین وعمالہم وعلماؤھم منہ ما یکفیھم لانہ مال بیت المال وھو معد لمصالح المسلمین وھؤلاء عملتھم فتح میں ہے زاد فی تجنیس المعلمین والمتعلمین وبھذا تدخل طلبۃ العلم اھ الکل مختصرا خود امام مذہب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں وسألت من ای وجہ تجری علی القضاۃ والعمال الارزاق فاجعل اعزاللہ امیرالمومنین بطاعتہ ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایۃ الارض او من خراج الارض والجزیۃ لانھم فی عمل المسلمین فیجری علیھم من بیت مالھم ویجری علی والی کل مدینۃ وقاضیھا بقدر ما یحتمل وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فاجر علیہ من بیت مالھم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقۃ شیئا الا والی الصدقۃ فانہ یجری علیہ منھا کما قال اللہ تبارک وتعالٰی والعاملین علیھا اور اگر بالفرض خاص لشکر اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بحمد اللہ تعالٰی وہ بھی جا بجا موجود اور اوپر معلوم ہوچکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاد کی حمایت کرنا شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب اور اشیائے سرلیۃ الفساد پر خراج کا قیاس نہیں ہوسکتا پھر وہاں بھی صرف مطالبہ منتفی ہے نہ وجوب خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اُس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اُس کے ادا کا حکم کرے گا فی ردالمحتار عن الشرنبلالیۃ صورۃ المسألۃ ان یشتری بنصاب قرب مضی الحول علیہ شیئا من ھذہ الخضراوات للتجارۃ فیتم علیہ الحول فمنعہ لا یاخذ الزکوۃ لکن یامر المالک باداءھا بنفسہ الخ ایجاب خراج میں لشکر اسلام کا حق اور اُس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظور نظر شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط وجوب ہونا لازم نہیں تصریحات ائمہ سے واضح ہولیا کہ خراج صرف اُنہیں کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامہ اہل اسلام اُس میں متساویۃ الاقدام ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں ان کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے بالجملہ ادھر سے کلیہ یعنی حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ اُدھر سے نہیں کہ حیث ما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ تاکہ اس کا عکس نقیض کیجیے کہ مالم توجد الحمایۃ لم توجب الجبایۃ فتح القدیر کی عبارت مذکور کا منشا اسی قدر ہے البتہ عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ قطعًا زائد بے حاجت محض بلکہ خلاف مقصود ہے وذلک لان محمدا رحمہ اللہ صرح فی الزیادات ان المسلم لا یبتدأ بتوظیف الخراج ثم وقع بینھم الخلاف فیما اذا احیا مسلم مواتا فقال ابو یوسف تعتبر حیزھا ای بایقرب منھا فان کانت من حیز ارض الخراج فخراجیۃ او ارض العشر فعشریۃ لان القرب من اسباب الترجیح وقال محمد ان کان یصل الیھا

ماء الانہار فخراجیۃ او ماء عین ونحوہ فعشریۃ کل ذلک فی الفتح وقد لزم من ھذا توظیف الخراج علی المسلم ابتداء
اذا سقاھا بماء الخراج علی ما نقل[1] وھو خلاف نقل الزیادات فاجیب[2] بتقیید ما فی الزیادات بما اذا لم یکن منہ صنیع
یدل علی ذلک وھو السقی بماء الخراج اما اذا وجد ذلک فھو دلالۃ التزامہ الخراج رضاہ بہ لان الخراج جزاء المقاتلۃ
علی حمایتھم فاسقی باحمود وجب فیہ ھذا انما فی الھدایۃ والفتح ولا حاجۃ فیہ الی تخصیص الخراج باحموہ اصلا
بحیث لم یوجد لم یجب انما الحاجۃ الی استتباع حمایتھم ایجاب الخراج بحیث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات
الوجوب لاجل ثبوت الحمایۃ لتکون الحمایۃ ملزومۃ والخراج لازما لانا نستدل بوضع المقدم علی وضع التالی واللازم
لایجب تساویہ اما اذا قلنا بان الخراج یختص بالحمایۃ کان المعنی ھو انتفاءہ بانتفاءھا فیکون اللازم ھو الحمایۃ فلا یصح
الاستدلال بوجودہ علی وجوب الخراج لان وضع التالی لاینتج وضع المقدم فظھر ان حدیث الخصوص لایوافق
المقصود فاذن التقریر الصحیح ما اشار الیہ فی الھدایۃ وبینہ فی الفتح والعم ایضاحہ فی زکوۃ الزروع کما نقلنا
نصہ اففاد المتنصیۃ پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعًا غلط و باطل ہے جو زمینیں ہم نے قہرًا خواہ صلحًا فتح کیں اور ان
کے اہل کو اُن پر برقرار رکھا یا قہرًا فتح کرکے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں، اُن پر یقینا خراج ہے اگرچہ انھیں آب عشری مثل باراں
وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا نحن نقطع
ان الارض التی اقر اھلھا علیھا لوکانت تسقی بعین او بماء السماء لم تکن الا خراجیۃ لان اھلھا کفار والکفار لو
انتقلت الیھم ارض عشریۃ ومعلوم ان العشریۃ قد تسقی بعین او بماء السماء لا تبقی علی العشریۃ بل تصیر
خراجیۃ فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف خلافا لمحمد فکیف یبتدأ الکافر بتوظیف العشر ثم کونھا عشریۃ عند
محمد اذا انتقلت الیہ کذلک انما فی الابتداء فھو ایضا یمنعہ بحرالرائق میں ہے وقد اطال المحقق فی فتح القدیر فی تقریرہ
ثم قال والحاصل ان التی فتحت عنوۃ ان اقر الکفار علیھا لایوظف علیھم الا الخراج ولو سقیت بماء
المطر .... وان قسمت بین المسلمین لایوظف الا العشر وان سقیت بماء الانہار امام محقق زیلعی نے
تبیین الحقائق میں فرمایا ان التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیہ الخراج من ای ماء سقی لان الکافر
لایبتدأ بالعشر فلا یاتی فیہ التفصیل فی حالۃ الابتداء اجماعا اسی طرح بحرالرائق و مجمع الانہر میں اس سے نقل کیا اور
مقرر رکھا ولہذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں اُن زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا ارض السواد خراجیۃ کے بعد فرمایا
وکذا کل ما فتح عنوۃ واقر اھلھا علیہ او صولحوا سوی مکۃ اور اصلا خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ انھیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں
ائمہ ثلٰثہ مذہب سے کسی کا خلاف ہو ضرور نقل کریں گے قال فی خطبتہ وصرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا الخ اسی طرح متن جلیل
کنز میں مطلق فرمایا ما فتح عنوۃ واقر اھلہ علیہ او فتح صلحا خراجیۃ اور خلاف کی طرف اصلا وصف التزام رمز ایما نہ کیا یونہی جو
زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ پانی عشری دیا ہو فتح القدیر و تبیین الحقائق و بحرالرائق وغیرہا میں ہے لو احیاھا

[1] نقلہ جماعۃ منھم الشیخ حسام الدین السغناقی فی النھایۃ ولیس کما ظنوا بل انما ھو انتقال ... الخراج بوظیفۃ ... وھو ... فیہ وظیفۃ الخراج ... بوظیفۃ ... وھذا ... ھم ... فتح ... الخراج ... سلطان ... ذلک ... الفتح ... الخ ... ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی۔

ذمی کانت خراجیۃ سواء سقیت عند محمد بماء السماء ونحوہ اولا وسواء کانت عند ابی یوسف من حیز ارض الخراج او العشر اھ فظہر ضعف ماانتحلہ فی العنایۃ تبعاللنہایۃ رکونا الی ظاھر نقل فی الھدایۃ علی خلاف نقل الروایۃ کمابینہ المحقق فی الفتح وﷲ ولی الھدایۃ والفتح۔ لاجرم خود عنایہ میں تصریح فرمائی کہ مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں ہدایہ میں فرمایا اما اذا کانت لمسلم دار خطۃ فجعلہا بستانا فعلیہ العشر معناہ اذا سقاھا بماء العشر واما اذا کانت تسقی بماء الخراج ففیہا الخراج لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء۔ اس پر عنایہ میں کہا معنی قولہ فی مثل ھذا الارض التی لم یتقرر امرہا علی عشر اوخراج وھو احتراز عما اذا کان لمسلم ارض تسقی بماء العشر وقد اشتراھا ذمی فان ماءھا عشری وفیہا الخراج۔ دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں مسئلہ جبائے ذمی وغیرہا کے متعلق تصریحات ابھی گزریں ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیا کی محقق علی الاطلاق نے یوں شرح فرمائی قولہ الوظیفۃ فی مثلہ ای فیما ھو ابتداء توظیف علی المسلم من ھذا ومن الارض التی احیاھا کل مالم یتقرر امرہ فی وظیفۃ کما فی النہایۃ فان الذمی لوجعل دار خطۃ بستانا او احیا ارضا مواتا او رضخت لہ لشہود القتال کان فیہا الخراج وان سقاھا بماء العشر عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی۔ خود ہدایہ میں فرمایا ان جعلہا ای المجوسی دارہ بستانا فعلیہ الخراج وان سقاھا بماء العشر لتعذر ایجاب العشر اذ فیہ معنی القربۃ فیتعین الخراج وھو عقوبۃ تلیق بحالہ اھ **اقول** وبہ ظہر سقوط ما فی العنایۃ علی ھذا القول من الھدایۃ مالفظہ لقائل ان یقول اما ان یکون الاعتبار للماء اوللحال من توضع علیہ الوظیفۃ فان کان الاول وجب علیہ العشر وان کان الثانی ناقض ھذا قولہ لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء ووجب علی المسلم العشر اذا سقی ارضہ بماء الخراج اھ وجہ السقوط ان الکلام ھھنا فی الذمی وما مر من دوران المؤنۃ مع الماء انما کان فیما فیہ ابتداء التوظیف علی المسلم فلامساغ للتناقض اصلا ولاحاجۃ الی تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار بالماء ولکن قبول المحل شرط وجوب الحکم والکافر لیس بمحل لایجاب العشر علیہ لکونہ عبادۃ الخ وکیف ما کان فمحصلہ ما حصل وھو بطلان تخصیص الخراج بالماء الخراجی اما مطلقا واما فیما لم یتقرر امرہا علی وظیفۃ نعم ھو صحیح عند صاحب المذھب فیما فیہ بدء التوظیف علی مسلم فقط۔ مگر مفتی بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو۔ تنویر میں ہے لواحیاہ مسلم اعتبر قربہ۔ ردالمحتار میں ہے ھذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احیاھا بماء الخراج فخراجیۃ والا فعشریۃ بحر وبالاول یفتی در منتقی۔ اس میں ہے وھو ما مشی علیہ المصنف اولا کالکنز وغیرہ وقدمہ فی متن الملتقی فافاد بترجیحہ علی قول محمد وقال ح وھو المختار کما فی الحموی علی الکنز عن متوح

فی ردالحصاری وعلیہ المتون معہذا اگر تخصیص مان بھی لیجیے تو لشکرِ اسلام کا یدِ قبضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اُس کی خراجیت کا مفید ہوچکا بقاءً بھی خراجیت بقاءِ ید پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقاء میں ہے الاتری ان الخراج یجب عقوبۃ علی الکفر ثم لایحتاج فی بقائہ حتی لو اسلموا لم یسقط الخراج عن اراضیھم کما نصوا علیہ قاطبۃ بالجملہ تک نظر کی جاتی ہے یہاں کی اُن زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہولیا بلاوجہ شرعی وجوبِ خراج کا اُٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سببِ وجوب بلاریب زمین نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج میں فرمایا سبب الحقین واحد وھو الارض النامیۃ الا انہ یعتبر فی العشر تحقیقا وفی الخراج تقدیرا ولھذا یضافان الی الارض فتح القدیر میں ہے قال الشافعی یجمع بینھما لان سبب العشر الارض النامیۃ بالخارج تحقیقا وسبب الخراج الارض النامیۃ بہ تقدیرا وقد تحقق سبب کل منھما ولا منافاۃ بین الحقین فیجبان ولنا ان تعدد الحکم واتحادہ بتعدد السبب واتحادہ وسبب کل من الخراج والعشر الارض النامیۃ ولھذا ایضا فان الیھا فیقال خراج الارض وعشر الارض والاضافۃ دلیل السببیۃ وکون الارض مع النماء التقدیری غیر الارض مع التحقیقی مخالفۃ اعتباریۃ لا حقیقیۃ فالارض النامیۃ ھی السبب فاذا اتحد السبب اتحد الحکم[1] ملتقطا ملخصا بعض وجوہ اور ذہن فقیر میں ہیں کہ بخوفِ اطالت ترک کیں وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ کتنے دیں اس کا جواب بیان سابق سے واضح ہولیا کہ اُس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس وطلبہ وعلما یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے خراج ذمہ مکلف پر واجب ہوتا ہے عنایہ میں ہے الخراج فی ذمۃ المالک والعشر فی الخارج فتح میں ہے العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ اور وہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک و دین ہے حتی لایحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل اداء خراجھا کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان مالا مشترکا وبلا ما حبس للخارج بالخراج کما فی الدر ای فی الخراج الموظف وقد قال فی الھدایۃ الرھن والکفالۃ جائزان فی الخراج لانہ دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمکن ترتیب موجب العقد علیہ فیھما اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادا یا ابرا صرف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کے ورثہ کو دیں گے وہ بھی نہ رہیں تو فقرا کو دے کر برأت ذمہ کریں گے خراج میں اصالۃ حق فقرا نہ ہونا ضرورۃً اُنھیں دیے جانے کے منافی نہیں کما فی سائر الدیون **کیا دیں** خراج دو قسم ہے خراجِ مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراجِ موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کردی جائے خواہ روپیہ مثلاً سالانہ دو روپے بیگہ یا اور کچھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا ظاہر یہ ہے کہ ان بلاد کا خراج موظف ہی تھا بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ میوہ ترکاری وغیرہ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے ہدایہ میں فرمایا وفی دیارنا وظفوا من الدراھم فی الاراضی کلھا وترک کذلک لان التقدیر یجب ان یکون بقدر الطاقۃ من ای شیئ کان تو ظاہرا یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہیے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت

اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدرالمختار والشامیۃ کتنا دیں اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ سلطنت اسلام میں سقی اللہ تعالٰی عہدہا کیا مقرر تھا جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو شرط سے اوّلاً خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اُس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اُس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہونچتا زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں ثانیاً اُتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں فی التنویر التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ اھ فی ردالمحتار لا یزاد علیہ فیما لم یوظف ولا فی خراج المقاسمۃ اھ فی الدرالمختار ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ فی التنویر وینقص مما وظف ان لم تطق اھ فی ردالمحتار قال فی النھر لا یزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قالہ الحدادی اھ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکرہ الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تطیق فلو کانت قلیلۃ الریع کثیرۃ المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ کما فی ارض العشر اھ مختصرا اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہر اخراج مقاسمہ و خراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں اُسی کا لحاظ رکھیں غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فلم یثبت فکان الاستقصار فیہ فراغ الذمۃ یقینا وکان الاحوط ھذا کلہ من اول الکلام الی ھنا مما اخذہ الفقیر تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی فان اصبت فمن اللہ وحدہ وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وظیفہ مقررۂ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور رطاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں کھیرے ککڑی بینگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گھنے باغوں پر جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے دس درہم ان کے ماورا میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک پھر ان اقسام میں حیثیت زمین و قدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اُس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انھیں کا خراج دے اگرچہ گیہوں بوئے ہوں اور گیہوں کے قابل ہے تو اُس کا خراج دے اگرچہ جو بوئے ہوں بہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے جس کی مقدار سولہ گرہ ہے ہر گرہ تین انگل پنتیس گز کا ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض اور صاع دو سو ستر تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دو سو اٹھاسی روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے ہار سے تین سیر ہوئے اور دس درہم کے ۱۲/ عہ و ۳/۴۸ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درم کے ۱۲/ ۱ ۱۳/۴۸ پائی

ایک درم کے ۴ ۱۹/۲۵ پائی یعنی پونے پانچ پائی سے کچھ زائد۔ فی الدر المختار وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لکل جریب ھو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسرٰی سبع قبضات صاعا من بر او شعیر والصحیح انہ ما یزرع فی تلك الارض کما فی الکافی شرنبلالیہ ومثلہ فی البحر) ودرھما من اجود النقود وزن سبعۃ کما فی الزکاۃ بحر) ولجریب الرطبۃ (وھی القثاء والخیار والبطیخ والباذنجان وما جری مجراہ) خمسۃ دراھم ولجریب الکرم او النخل متصلۃ قید فیھما ضعفھا ومالیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان فیھا اشجار متفرقۃ یمکن الزرع تحتھا طاقتہ وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف اھ مختصرا مزیدا ما بین الاھلۃ من رد المحتار وفی الدر لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وھذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یجری الظلمۃ فی رد المحتار عن العنایۃ رد بانہ کیف یجوز الکتمان ولو اخذوا کان فی موضعہ لکونہ واجبا واجیب بانا لو افتینا بذلك لادعی کل ظالم فی ارض لیس شانہ ذلك انھا قبل ھذا کانت تزرع الزعفران فیاخذ خراج ذلك وھو ظلم وعدوان اھ وفی لفظ الفتح قالوا لا یفتی بھذا لما فیہ من تسلط الظلمۃ علی اموال المسلمین فیدعی کل ظالم ان ارضہ تصلح لزراعۃ الزعفران ونحوہ وعلاجہ صعب اھ قلت والذی یؤدی بنفسہ ولا جابی کما فی بلادنا فلا یخشی ذلك فلذا عولت علی ما ھناك وفی الھدایۃ ان غلب علی ارض الخراج الماء وانقطع الماء عنھا او اصطلم الزرع آفۃ فلا خراج علیہ وان عطلھا صاحبھا فعلیہ الخراج ولا یتکرر الخراج فی سنۃ اھ بالالتقاط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۵: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ آم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصہ نکال کے فروخت کرسکتا ہے جس سے فروخت خبیث نہ ہو۔

الجواب

بہار اُس وقت بیچنی چاہئے جب پھل ظاہر ہوجائیں اور کسی کام کے قابل ہوں اس سے پہلے بیع جائز نہیں، اور اس وقت اُس میں عشر واجب ہوتا ہے جب پھل اس حد کو پہنچ جائیں کہ اب کچے اور ناتمام ہونے کے باعث اُن کے بگڑ جانے سوکھ جانے مارے جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں یہ حالت جس کی ملک میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے بائع کے پاس پھل ایسے ہوگئے تھے اس کے بعد بیچے تو عشر بائع پر ہے اور جو اس حالت تک پہنچنے سے پہلے کچے بیچ ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہنچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہ یہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوران حسب تفصیل ذیل پر جو کہ بغرض کاشتکاری ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال بھر زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ (تفصیل اہل مواشی)

بچہ گائے دو سال کے ۱۳ ۔ بچہ اندر ایک سال ۳ ۔ بھینس ۲ ۔ بھینس زائد از دو سال ۲ ۔ بچہ بھینس کم از ایک سال ۲ ۔ بھینسے ۶ ۔ کل ۶۷ راس۔

الجواب

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ نر خواہ مادہ خواہ دونوں مختلط جبکہ قدرِ نصاب ہوں (کہ اونٹ میں پانچ گائے بھینس میں تیس بھیڑ بکری میں چالیس ہے) اور بونے جوتنے لادنے کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجات اصلیہ سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوقیہ پرورش و فربہی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے ہوئے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو اِن پانچوں باتوں کے اجتماع سے اُن کی زکوٰۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکوٰۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حسابِ زکوٰۃ یہ ہے کہ تیس سے کم پر کچھ نہیں تیس پر ایک بچہ یکسالہ انتالیس تک یہی واجب رہیگا چالیس پر ایک بچہ دو سال کامل کا پھر انسٹھ تک یہی واجب رہیگا ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے اُنہتر تک دو بچے یکسالہ ستر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے اُناسی تک ایک بچہ یکسالہ اور ایک دو سالہ اسی پر کہ دو چالیس ہیں نواسی تک دو بچے دو سالہ نوے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے یکسالہ سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہیں ایک سو نو تک دو بچے یکسالہ اور ایک دو سالہ ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو انیس تک ایک بچہ یکسالہ دو دو سالہ ایک سو بیس پر کہ چاہے چار تیس سمجھ لو چاہے تین چالیس ایک سو انتیس تک چاہے چار بچے یکسالہ دے چاہے تین بچے دو سالہ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یکسالہ اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دہائیوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آئی جائیں گی سب معاف ہوں گی اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اُسی کا بچہ یکسالہ یا دو سالہ لیں گے اور برابر ہوں تو اُن میں جو قسم اعلٰی ہے اُس کا ادنٰی لیا جائے گا یا ادنٰی کا اعلٰی یونہی بھیڑ بکری مخلوط ہونے میں مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینس ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد بچے دونوں قسم کے ہیں کوئی زیادہ فربہ کوئی ہلکا کوئی متوسط تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو اُن یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا بھینس کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ لیا جائے گا اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اُس کے یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا گائے کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ دیا جائے گا تنویر الابصار و درمختار میں ہے (السائمۃ المکتفیۃ بالرعی اکثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوۃ کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوۃ التجارۃ (فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ) فلا زکوۃ للشک فی الموجب (نصاب البقر) والجاموس (ثلثون سائمۃ وفیہا تبیع ذو سنۃ) کاملۃ (او تبیعۃ) انثاہ (وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ) ولا شیئ فیما زاد الی ستین ففیہا ضعف ما فی ثلثین) وعلیہ الفتوی (ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلاث مسنات وھکذا (ولا شیئ فی عوامل وحمل) بفتحتین ولد الشاۃ (وفصیل) ولد الناقۃ (وعجول) بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولاد الصغار (الا تبعا لکبیر ولو واحدا (و) لا فی (عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال) اھ ملخصا ملتقطا ردالمحتار میں ہے

الجاموس نوع من البقر کما فی المغرب فھو مثل البقر فی الزکاۃ والاضحیۃ والربا ویکمل بہ نصاب البقر وتؤخذ الزکاۃ
من اغلبھما وعند الاستواء یؤخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی وعلی ھذا الحکم البخت والعراب والضان والمعز
ابن ملک اس میں ہے النصاب اذا کان ضأنا یؤخذ الواجب من الضان ولو معزا فمن المعز ولو منھما فمن الغالب ولو سواء
فمن ایھما شاء جوھرۃ ای فیعطی ادنی الاعلی او اعلی الادنی کما قدمنا عالمگیریہ میں ہے ادنی السن الذی یتعلق بہ وجوب
الزکاۃ فی الابل بنت مخاض وفی البقر تبیع وفی الغنم ثنی کذا فی شرح الطحاوی اھ ملتقطا درمختار میں ہے بنت مخاض
ھی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وتبیع ذو سنۃ کاملۃ والثنی من الضان والمعز ھو ما تمت لہ سنۃ اھ بالالتقاط
ہندیہ میں ہے السوائم تجب الزکاۃ فی ذکورھا واناثھا ومختلطھما وھی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل
والزیادۃ فی الثمن والسمن کذا فی محیط السرخسی جب یہ قواعد معلوم ہولیے حکم مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا۔ اٹھارہ بیل اور
دو بھینسے کہ کاشت کاری کے لیے ہیں ان پر کچھ نہیں اور ایک سال سے کم کے بچے اگرچہ خود محل وجوب نہیں مگر یکسالہ کے ساتھ مل کر ان پر
بھی وجوب ہوتا ہے تو سب جانور سینتالیس ہوئے جن پر ایک بچہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور از انجا کہ ان میں زیادہ
گائے ہیں تو یہ دوسالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بچھڑا ہو خواہ بچھیا اور از انجا کہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینتالیس میں اکیس گائے
ہیں اور دو بھینسیں پوری دو بچھیاں تو افضل یہ ہے کہ دو برس کامل کی بچھیا زکوۃ میں دے فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن
العتابیۃ الافضل فی البقر ان یؤدی من الذکر التبیع ومن الانثی التبیعۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاونی مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب مہتمم ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ زکوۃ کن کن مصارف میں
دینا جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مصرف زکوۃ ہر مسلمان حاجتمند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی
ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی
نواسا نواسی نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی و فرعی رشتے عیاذًا باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ
اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند
کہنے سے کافر وغنی پہلے ہی خارج ہوچکے یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا
جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے بعض جہلہ کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں
بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وقد اوضحنا ذلک فی فتاوٰینا اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ ہاشمی

ہو یا اپنے اور اپنے اصول وفروع وزوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زنِ غنی کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی چچا
پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انہیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ
کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اول سولہ سے نہ ہوں زائد انجاکہ انہیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا
وہم ہو لہٰذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کردیا اور نصاب کو پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو ایسے
مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے فارغ ہو مگر
یہ دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں
یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دَین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت
لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مُکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں بالجملہ مدار کار
حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب العلم یا مفتی مگر عامل
زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر
ہاشمی نہ ہو پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میّت کے کفن دفن
میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اُس کے وہی حیلے ہیں
جو ہمارے فتاوٰی میں مسطور ہیں هذا کله ملخص ما استقر علیه الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرها
من معتبرات الاسفار وقد لخصناه بتوفیق الله تعالٰی احسن تلخیص لعله لایوجد من غیرنا ولله الحمد فمن شاء فی شیئ
من هذا فلیراجع الاصول التی سمینا او لم نسم نعم لاباس ان نورد نصوص بعض مایکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار
شمل الاولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولده من الزنا اھ وفیه تحت قوله او بینهما زوجیة ولو مبانة ای فی العدة
ولو بثلٰث نهر عن معراج الدرایة اھ وفیه تحت قوله ولا الی مملوك المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوك من بینه وبینه قرابة
ولاد او زوجیة لما قال فی البحر والفتح الخ وفیه تحت قوله بخلاف طفل الغنیة فیجوز ای ولم یکن له اب بحر عن القنیة
اھ وفیه وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولٰی لانه صلة وصدقة
ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته تاتارخانیة اھ ملخصا وفیه من کتاب الوصایا تحت قوله الشرف من الام
فقط غیر معتبر یؤید قول الهندیة عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام فلا تحرم علیه
الزکٰوة ولایکون کفوًا للهاشمیة ولایدخل فی الوقف علی الاشراف له اھ وفیه وقال فی الفتح ایضا ولایحل له ای لابن السبیل
ان یاخذ اکثر من حاجته قلت وهذا بخلاف الفقیر فانه یحل له ان یاخذ اکثر من حاجته وبهذا فارق ابن السبیل کما
افاده فی الذخیرة اھ وفیه تحت قوله ومنه مالو کان ماله مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقة یجوز له اخذ الزکٰوة قدر کفایته
الی حلول الاجل نهر عن الخانیة اھ وفیه تحت قوله او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنه من اخذه ط اھ وفیه تحت

قولہ او معسرا ومجاھدا ولو لہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لایجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر اھ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد اھ قلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر الی اخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳: از شہر بہرائچ محلہ ناظر پورہ مسئولہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے متعلق طاہر پانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کمی سرمایہ کے بالآخر قرضدار ہوگیا لہٰذا اس صورت میں مال زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ کے ادا کرنے کے لیے مال زکوٰۃ لینا ترعاً جائز ہے کیونکہ منجملہ معارف مال زکوٰۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جس پر اتنا دین ہو کہ اسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجات اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اُس کی اولاد میں ہو نہ باہم زوج وزوجہ ہوں اُسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز بلکہ فقیر کو دینے سے افضل ہے فقیر کو چھپن روپے دفعۃً نہ دینا چاہئے اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں قال اللہ تعالٰی والغارمین درمختار میں ہے ومدیون لایملک نصابا فاضلا عن دینہ فی الظھیریۃ الدفع للمدیون اولی منہ للفقیر ردالمحتار میں ہے ونقل ط عن الحموی انہ یشترط ان لایکون ھاشمیا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ رشید احمد متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۷ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں (۱) یہ کہ اگر چچا چچی وچچازاد بھائی وبہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۲) یہ کہ ماموں ومامی ونانا ونانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں (۳) یہ کہ پھوپھا وپھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں (۴) یہ کہ اگر اپنی ہمشیرہ ہے اور اُس کی شادی کردی اور اُس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں (۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۶) یہ کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے لحاف میں روئی ڈلوا کر غریبوں کو تقسیم کردیں تو جائز ہے یا نہیں (۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۸) یہ کہ اگر ہنود کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۹) یہ کہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں (۱۰) یہ کہ ان روپیوں میں سے فقیروں کو تھوڑا تھوڑا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں (۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ کو صرف کیا جائے وہ برائے مہربانی تحریر کر دیجئے گا (۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو (۲) نانا نانی کو ناجائز باقی چاروں کو جائز (۳) ان سب کو دے سکتے ہیں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی (۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو (۵) ان کو بھی بشرائط مذکورہ جائز ہے (۶) ہاں روئی کی قیمت زکوٰۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوٰۃ دے مگر بھرائی کی اجرت زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی (۸) جائز ہے جبکہ غنی و ہاشمی نہ ہو (۸) بشرائط مذکورہ جائز ہے (۹) جبکہ اُسے اس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کرکے زکوٰۃ دے سکتا ہے (۱۰) جائز نہ ہوگا جوان تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کرلیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بیچاں ان کو دینا جائز نہیں (۱۱) محتاج فقیر ہونہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ یہ اُس کی اولاد جیسے ماں باپ. دادا دادی نانا نانی نہ اپنی زوجہ نہ عورت کا اپنا شوہر ایسے محتاج کو جوان سب کے سوا ہو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے وبس (۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی یونہی نیاز کی تقسیم تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں جو حصے خاص فقرا مصرف زکوٰۃ کو دے اُس کا شمار اُن کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵

از مراد آباد مسئولہ امیر حسن صاحب رضوی ۹ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے۔ بینوا توجروا

الجواب

صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر الٹھنی بھر اوپر دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے صاحب نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا اپنی طرف اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک میں ہیں بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحب نصاب ہیں آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶

میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائداد اُن کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے اُن کو آمدنی بھی پورے پورے طور سے نہیں ملتی زکوٰۃ اُن کو دینی چاہئے یا نہیں فقط۔

الجواب

ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دونا ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷

از حاجی عبدالکریم نور محمد جنرل مرچنٹ چوک ناگپور ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں۔

الجواب

طلبہ کہ صاحبِ نصاب نہ ہوں انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انہیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علم دین بطورِ دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۸: از شہر بریلی دفتر انجمن خادم المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکاۃ وخیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی وتمدنی نقطۂ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکاۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب

گداگری پیشہ تین قسم ہے ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انہیں سوال کرنا حرام اور انہیں دینا حرام اور اُن کے دیے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انہیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا تندرست کے لیے انہیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان مگر ان کے دیے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں انہیں بقدرِ حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انہیں دینا باعثِ اجرِ عظیم یہی ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۹: از ناگور مارواڑ از دوکان قادر بخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدیہ اسلامیہ ۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں لینا دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو نیچریوں وہابیوں قادیانیوں رافضیوں دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اس مال کو جدا رکھے اور خاص تملیکِ فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے نہ یہی ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس مد سے کھانا پکا کر ان کو کھلایا جائے کہ یہ صورت اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے اُن کو نقد روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنے کھانے کے لیے واپس دیں، یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ بوجہ اجرت بلکہ محض بطورِ امداد ہے اُن کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو ان کا مالک کردیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ کسی مصرفِ زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے تو تنخواہ مدرسین

وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۰: از حافظ محمد یار صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاوٰی عالمگیری ومشکوٰۃ شریف وغیرہ خرید کرکے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عام کو اُس سے فیض پہونچا اس وجہ سے کہ ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے اور کتابوں کی کارروائی بھی ہوجائے۔

الجواب

مال زکوٰۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے اُس کی تدبیر یوں ہوسکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہے روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کردے ایک اور حیلہ بھی ممکن ہے مثلاً سو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدنی ہیں اور اُس پر سو روپے زکوٰۃ کے آتے ہیں تو من دو من گیہوں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کرے اور اُسے سمجھادے کہ یہ قیمت تمہیں ہم ہی دیں گے جب وہ خرید لے تو اب اُسے سو روپے بہ نیت زکوٰۃ دیئے جائیں جب وہ قبضہ کرلے اب اُس سے اُس آتی ہوئی قیمت میں روپے لے لیے جائیں اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب اُن روپے سے کتابیں خرید کر وقف کردیں المسئلۃ منصوص علیہا فی الدر المختار ورد المحتار اتنا الاسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱: حاجی عیسٰی صاحب کاٹھیاواڑ ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں بلحاظ مصلیان بہت کم گنجائش ہے بایں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہٰذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوٰۃ یعنی زر زکوٰۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کرکے اس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کرکے شامل مسجد کردے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں بحر رآنکہ مسجد مذکور کے قرب وجوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ جو چندہ فراہم کرکے مکان مذکور کو خرید سکیں (۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمان عالم میں مفید ثابت ہوسکتی ہے اگر کوئی شخص زر زکوٰۃ سے چندہ فراہم کرکے کتاب مذکور بغرض رفاہ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگان اصحاب کا زر زکوٰۃ ادا ہوگا یا نہیں۔

الجواب

جبکہ اس نے فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اب وہ فقیر مسجد میں لگادے دونوں کے لیے اجر عظیم ہوگا درمختار میں ہے وحیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد بحرالرائق میں زیر قول متن لا الی بناء مسجد وتکفین میّت وقضاء دینہ وثمن رقیق یعتق فرمایا والحیلۃ فی الجواز فی ھذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف فی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب ھذہ الصرف کذا فی المحیط (۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجر عظیم اور ثواب جاری ہے جب تک وہ

کتاب باقی رہے گی اور نسلاً بعد نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ اُن سب کا اجر ایک چندہ دہندے کو اُس کی حیات میں اور اُس کی قبر میں پہنچتا رہے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ۔ رواہ البخاری فی اداب المفرد ومسلم فی الصحیح وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ مگر اولاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دیدے یا اُس سے دلوا دے جیسا کہ درمختار وبحرالرائق کی عبارت سے گزرا یا اور طریقے جو ائمہ نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے۔ درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اھ سب سے آسان یہ ہے کہ ایک دیندار شخص کے پاس سب زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اُس سے کہہ دیں کہ زرِ زکوٰۃ ہے طریقہ شرعیہ پر بعد تملیک فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لیے صرف کرو وہ ایسا ہی کرے سب کی زکوتیں بھی ادا ہوجائیں گی اور وہ دینی ضروری نافع کام بھی ہوجائے گا اور یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکان ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروفہ معہودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا درمختار میں ہے لوخلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء۔ ردالمحتار میں ہے قال فی التاترخانیۃ اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ اسی میں ہے ثم قال فی التاترخانیۃ او وجدت دلالۃ الاذن بالخلط کما جرت العادۃ الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱: مسئولہ امام الدین صاحب پیلی بھیتی از آگرہ محلہ نئی بستی گلی بدھو بیگ مکان حافظ سعید الدین سوداگر لٹھا ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی و شہنشاہ روم کے واسطے اہل اسلام نے اکثر چندہ جمع کیا ہے اگر زیور کی زکاۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہ روم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گولے بارود کی خریداری یا فوج کی بار برداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دواخانہ کی دواؤں میں دینا جائز نہیں نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو۔ عالمگیری میں ہے لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین۔ ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پس ماندوں کو یا اُن مجاہدوں کو جو سفر کرکے آئے گھر پر اموال رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پاس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے ثانی فقرا اور ثالث ابن السبیل اور یہ سب مصارف زکوٰۃ ہیں درمختار میں ہے۔ مصرف الزکوٰۃ فقیر وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وابن السبیل وھو کل من لہ مال لامعہ۔ یا یہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کرکے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دیدے اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہوسکتی ہے اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا۔ درمختار میں ہے حیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد۔ پھر صورت اولٰی میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے اگر ابھی اس کی زکوٰۃ کا سال تمام نہ ہوا یعنی پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجنا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے

جب بھی اس صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے درمختار میں ہے کرہ نقلہا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا کرہ خلاصہ مگر اطمینان ضروری ہے کہ ٹھکانے سے پہنچے بیچ میں خورد برد نہ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲: از دہرہ دون محلہ دھامان مسئولہ مختار حسین قادری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ حالت زار جو مظلومین میں ترک کی ہے مثلاً سمرنا اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کے دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں، اگر ہو گی تو روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہیے موجودہ طریقہ جو سیٹھ چھوٹانی بمبئی والا کر رہا ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وہ زکوٰۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکوٰۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد لٹے ہوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے تو جو لوگ اس میں زکوٰۃ دیتے ہیں ادا ہو گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکاۃ وغیر زکاۃ کا مسلم وغیر مسلم سب کے چندے خلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادائے زکوٰۃ نہیں رہتا فان الخلط استھلاک فتاوی عالمگیریہ میں ہے رجلان دفع کل منہما زکوۃ مالہ الی رجل لیؤدی عنہ فخلط مالہما ضمن الوکیل مال الدافعین وکانت الصدقۃ عنہ کذا فی فتاوی قاضی خاں درمختار میں ہے لو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک مستند متدین کے پاس جمع کریں اور وہ روپیہ لا لینے کی اجازت دیں اور اس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حد کفر تک پہنچے ہوئے کا مدعی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکاۃ شرعاً زکاۃ نہیں یہ خالص زکاۃ شرعی کا جمع کیا ہوا مال کہ مالکوں کے اذن سے خلط کیا گیا ان فقراء مظلومین کو پہنچا یا جائے ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ درمختار ہے قولہ ضمن وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ وینبغی بھذا العالم ان یسئل للفقراء شیئا وخلط یضمن قلت ومقتضاہ لووجد الوف فلا ضمان لوجود الاذن ینبغی دلالۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳: مسئولہ امیر حسین بنگالی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام اور اس کے دیے ادا نہ ہوگا اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام ہاں

وہ صدقات نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور اُن کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کا پانی سقایہ کا پانی نیاز کی شیرینی سرائے کا مکان پل پر سے گذرنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴
از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خورد مرسلہ الطاف علیخاں خورجہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوۃ و صدقہ مدرسین کو دینا جائز ہے یا نہیں تنخواہ میں دینا و طلبا جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب
تنخواہ مدرسین میں نہیں دے سکتے ہاں طلبہ کو تملیک کرسکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵
از کھیرہ بستی ضلع چودہ پور مسئولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یتیموں کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں بینوا توجروا۔

الجواب
یتیم بچہ کو خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ نہ مالدار نہ سیدہ وغیرہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو ہاں بھائی بھتیجا بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶
از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فریدپور ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

زرِ زکوۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب
کپڑا بنا کر اُن کو دے کر مالک کر دینا کھانا پکا کر اُن کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجودہ پر یہ سلا ہوا کپڑا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاؤ سے جتنے کا ہے اُس قدر زکوۃ میں مجرا ہوگا سلائی پکوائی وغیرہ مجرا نہ ملے گی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوۃ نہیں ہوسکتا لانھا تملیک وھذا اباحۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطے یتیموں کے خرید اجائے اُس کی بیع میں زکوۃ کا روپیہ دینا درست ہے یا نہیں اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہو مثلاً کہ معنومہ جو واقعہ جبولی میں کلکتہ والوں سے ہوا ہے اُس کے صرف میں زکوۃ کا روپیہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب
یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوۃ ہرگز ادا نہ ہوگی لانہ ان کان وقفا والزکوۃ تملیک فلا یجتمعان نہ کسی غنی کو صرف

مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہوسکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی لیس بمصرف نہ کسی فقیر کے مسکین کے دینی خواہ دنیوی مقدمہ میں وکیلوں مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن جب تک فقیر کو دے کر اس کے قبضہ کے بعد اس سے لے کر صرف نہ کیا جائے فان الصدقۃ لاتحصل الا بتملیک مصرفھا ولاتتم الا بقبضہ پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اُسے بہ نیت زکوٰۃ دے کر اس کا قبضہ کرادیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خریداری یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور خیر میں لگادے عالمگیریہ وغیرہا میں ہے فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۳ھ

سوال اول بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سوا اس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں اور وہ اتنی ہے کہ گزر بھی بمشکل ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی بھی دقت نہ ہو بیبیاں کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے لے اور پھر وہ دو آنے میں مول لیے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کرکے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ برائی تو نہیں یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہوگیا وہ ہوسکتا ہے کہ میں زکوٰۃ میں مجرا کرلوں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمہ ہے۔

الجواب

زیور خود مال ہے اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اس میں سے زکوٰۃ دینے کا ہرگز اختیار نہیں تمہارے خرچ کو جو کچھ تمہیں دیتے ہیں اُس میں سے زکوٰۃ دے سکتی ہو اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بچوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مال کا جو کچھ بچوں کے صرف میں اٹھ گیا زکوٰۃ میں مجرا نہیں ہوسکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں وہ طریقہ کہ زکوٰۃ کا مال بہ نیت زکوٰۃ کسی محتاج کو دے کر مالک کردیا جائے پھر اس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اس سے خرید لیں یہ حیلہ بضرورت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً کسی سید صاحب کو حاجت ہے مال زکوٰۃ انہیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس از زکوٰۃ سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا کرکے برضامندی مول لے کر سید صاحب کے نذر کردیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میت کے کفن میں لگادیا جائے کہ یہ سب نیتیں اللہ ہی کے لیے ہیں خرید کر اپنے یا اپنے بچوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ حیلہ نہیں کہ اس میں راہ خدا میں مال خرچ کرکے پھر جانا پایا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی آسان طریقہ جو یہاں ہوسکے یہ ہے کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور شوہر و زوجہ ان رشتوں کے سوا اپنے جو عزیز قریب حاجت مند مصرف زکوٰۃ ہیں اپنے مال کی زکوٰۃ انہیں دے جیسے بہن بھائی

بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ماموں خالہ چچا پھوپھی کہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے اور نفس پر بار بھی کم ہوگا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہوا آدمی اپنے ہی کام میں اٹھتا جانتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ انھیں زکوۃ جتا ہی کر دے بلکہ دل میں زکوۃ کی نیت ہو انھیں عیدی وغیرہ یا شادیوں کی رسوم خواہ کسی بات کا نام کرکے مالک کر دے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اس کے بچوں پر خرچ کی تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچوں کو ہبہ کر دیا تو زکوۃ میں کچھ خلل نہ آئے گا نہ مقصود شریعت کے خلاف ہوگا اور دونوں مطلب یعنی ادائے زکوۃ اور بچوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہو جائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲

۱۴ رجادی الآخر ۱۳۱۲ھ از موضع کہ جبی ڈاک علاقہ جانگل علاقہ پرپیوڑاکی ن کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد شیر صاحب

اپنی دختر یا حقیقی ہمشیرہ کو زکوۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرف زکوۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں فی الدرالمختار مصرف الزکاۃ والعشر فقیر الخ وفیہ لا یصرف الی من بینھما ولاد الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳

مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب ۱۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکاۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرو دار آدمی ہیں ورنہ کوئی ایسا آدمی ہو کہ میں اس آدمی کو دے دوں وہ اپنی طرف سے بھی والد کو دیدے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوۃ کا روپیہ دے سکتی ہوں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

باپ کو زکوۃ دینا کسی طرح جائز نہیں نہ اس کی دی زکوۃ ادا ہو سکے یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوۃ دے اور وہ اپنی طرف سے اس کے باپ کو دیں تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زر ثمن ادا کرنے کی تمھیں دقت نہ ہوگی ہم زکوۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا جب وہ بیع قبول کرے

گیہوں اس کو دیدے اب اس کے دس روپیہ بابت ثمن گندم اس پر قرض ہو گئے اس کے بعد اسے دس روپیہ زکوۃ میں دے کر قبضہ کرا دے زکوۃ ادا ہو گئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدید ہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس

حقہ فان ما نعہ شغہ للقاضی مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کے سب غنی اولاد پر لازم ہے بیٹا بیٹی سب پر برابر تو اگر تنہا یہی اُس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے اور اگر اور بھی ہیں تو حصہ رسد اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کرکے دو میں سے ایک کو ساقط نہ کرے اللہ عزوجل دلوں کی نیت جانتا ہے ہاں حقیقۃً قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہو سکیں واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: ۲ ربیع الثانی مرسلہ مولوی نیاز محمد خاں بدایونی وارد حال مالو کا پہ ملک پیراک ۱۳۲۲ھ

فطرہ کا پیسہ کون کون کام میں صرف ہو سکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جا سکتا ہے

الجواب

فطرہ کے مصارف بعینہٖ مصارف زکوٰۃ ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد نور مرسلہ جناب الطاف علی صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اُٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحب نصاب ہو اور زکوٰۃ وصدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

زید کی ماں اگر کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے یوہیں یتیم بہن کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو نہ اُس کے پاس کچھ مال ہو ان کو نہ دینے سے اس پر گناہ عظیم ہے حدیث میں فرمایا کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت رہی زکوٰۃ وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶: از کاٹھیاواڑ مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جیت پور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام وفضلائے عظام دامت علینا برکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت زکوٰۃ کا روپیہ کوئی مسلمان قبضہ کرکے جو خود بھی مستحق زکوٰۃ ہو توسیع مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کس صورت سے۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ دہندہ نے اگر زرِ زکوٰۃ کو مصرفِ زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کردی تو اب اُسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اُس کی تملیک سے ادا ہوگئی یوہیں اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ اسے دیا اور نا ذون مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوٰۃ ادا کر دو اس نے خود بہ نیت زکوٰۃ لے لیا اس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح وجائز ہے یوہیں اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ نکال کر رکھا تھا فقیر نے بلا اس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اس کا لینا جائز کر دیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر

فقیر نے بطور خود قبضہ کرلیا اور مالک نے اُسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا جائز کیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دے وہ یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی اگر اس نے دینے کا وکیل کیا تھا نہ لے لینے کا یونہی اگر اس نے خود لینے کی نیت نہ کی اور روپیہ ہی مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی اگرچہ اسے ماذون مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ از مقام ترسائی کاٹھیا واڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

فی زمانہ سیدوں کا کوئی پرسان حال نہیں فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچتی ہے ایسی صورت میں زکوۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سید کو زکوۃ لینا دینا حرام ہے اور اُسے دیے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں، ہو سکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا کسب کیوں نہیں کسب حلال کرتا، اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں، اور اگر لوگ بے پرواہی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور حد ضرورت میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸ از مرزاپور سول لائن بنگلہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے ایسی صورت میں بکر اس مال کو سید کو دے سکتا ہے یا نہیں اور وہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

الجواب

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہوگیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہوگیا فقد نص العلماء کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الصدقۃ علی الغنی ھبۃ اجروان کان دون اجر الصدقۃ علی الفقیر اور جب وہ مالک ہوگیا اور وہ اپنی طرف سے سید کو نذر کرے نہ بطور صدقہ و زکوۃ بلکہ بطور ہدیہ و تحفہ تو سید کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوۃ ہی دی گئی ہو قال علیہ الصلوۃ والسلام لک صدقۃ ولنا ھدیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹ مسئولہ محمد عمر جوان المعروف بہ قاری سکنہ موضع باسنی پرگنہ ناگور مارواڑ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارواڑ تحت حکومت ناگور میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی بہلا محتاجا

نو صد گھر مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہٖ سب صغیر وکبیر برنا و پیر صوم وصلوۃ کے اس حد تک پابند ہیں کہ سفر وحضر صحت وسقم رنج وراحت غرضکہ ہر حالت میں نماز گزار اور پابند صلوۃ ہیں قصبہ بھر میں شاذ ونادر کوئی ایسا بدبخت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو اما بوجہ نہ ہونے علم کے احکام شرعیہ ومسائل ضروریہ سے محض نابلد ہیں جہالت کی اس قدر گرم بازاری ہے کہ آبا واجداد کی رسوم کو کافی ووافی سمجھ کر مسائل شرعیہ سے (نہ بوجہ تعصب کے بلکہ بباعث نہ ہونے علم کے) یک لخت گریز ہے حق وباطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر حسن اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں افعال بد پر متنبہ ہونے کے بعد توبہ واستغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گو کی بات پر چنداں چون وچرا بھی نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ نرا کا نرا ہی علم سے معرا ہے کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح ودرستی کرسکے آخر قصبہ کے چند سربرآوردہ ودور اندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود ونفوس علمائے اسلام کے قصبہ میں آرہیں جو علاوہ وعظ گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید وتفسیر وحدیث وفقہ واصول ومعانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسب دلخواہ ممکن ہے آخر انھیں حضرات مذکور الصدر کی سعی بلیغ سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کردیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی بتدریج ترقی پر ہے اور اُمید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہوجائے گی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلبا صغار وکبار جو تخمیناً پانسو ہیں ان کی تعلیم کے لیے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں اور یہ انتظام بھی کرلیا گیا کہ جمیع طلبہ داخل مدرسہ کرکے مدرسین بھی مقرر کرلیے گئے مگر مصارف مدرسہ رقوم زکوۃ سے متعلق ہیں اب ہمیں تشویش ہے کہ زکوۃ کس حیلہ سے مصارف مدرسہ میں مثل مشاہرات مدرسین فرش وفروش وتیل وچراغ ونیز مثل اس کے ضروریات مدرسہ میں خرچ ہوسکتے ہیں آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے دیا اور حیلہ ہوسکتا ہے دیا امین کے مزید شرائط ہوں غرضکہ مذہب حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں رقوم زکوۃ جائز ہوسکتی ہوں۔ ضمیر آگاہا مسلمین بناہا اگر رقوم زکوۃ مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی حیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقوم کے اہل قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوۃ کے اخراجات مدرسہ کو اٹھاسکیں کیونکہ صاحب نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین اور اپنا نان ونفقہ وقوت ضروری پیدا کرکے کھانے والے ہیں لیکن مسکین ومتمول سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں جواب مدلل بدلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ مطابق مذہب حنفیہ مع صفحات کتب ارقام ہو بیّنوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میّت یا تنخواہ مدرسان علم دین اس سے زکوۃ نہیں ادا ہوسکتی مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین حیلے ہیں ایک یہ کہ متولی مدرسہ کو مال زکوۃ دے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ مال زکوۃ کا ہے اسے خاص مصارف زکوۃ میں صرف کرنا متولی اس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے کتابیں خرید کردے یا اُن کے وظیفہ میں دے جو محض بنظر امداد ہو نہ کسی کام کی اُجرت دوسرے یہ کہ زکوۃ دینے والا کسی فقیر مصرف

زکوۃ کو بہ نیت زکوۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کل یا بعض مدرسہ کی نذر کردے تیسرے یہ کہ مثلاً سو روپے زکوۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوۃ کے ہاتھ سو روپے کو بیچے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمھیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا وہ قبول کرلے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیت زکوۃ اُس کو دے کر قابض کردے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اُس سے لے لے اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے اب یہ روپے مدرسہ میں دے دان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کار مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے والمسئلۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوۃ وصدقہ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں کفایہ میں ہے

قولہ ولاتدفع الی بنی ھاشم وفی شرح الاثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم والحرمۃ فی عھد النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس فلما سقط ذٰلک بموتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلت لھم الصدقۃ وفی النتف یجوز الصرف الی بنی ھاشم فی قولہ خلافا لھما وفی شرح الاثار الصدقۃ المفروضۃ والتطوع محرمۃ علی بنی ھاشم فی قولھما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی روایتان فیھا قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی وبالجواز ناخذ انتھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم لک الحمد اللھم الصواب۔ بنی ہاشم کو زکوۃ وصدقات نفل واجبہ دینا زنہار جائز نہیں نہ انھیں لینا حلال سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں اور علت تحریم اُن کی عزت وکرامت ہے کہ زکوۃ مال کا میل ہے اور مثل سائر صدقات واجبہ غاسل ذنوب تو ان کا حال مثل ماء مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب طہارت کی شان اس سے بہت ارفع واعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں خود احادیث صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتنبغی لمحمد ولالاٰل محمد انما ھی اوساخ الناس الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ انما ھی غسالۃ الایدی مختصر الطحاوی عن علی کرم اللہ تعالٰی عنہ قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستعملک علی الصدقات فسألہ فقال ماکنت لاستعملک علی غسالۃ ذنوب الناس اسی طرح کلمات علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں رہا خمس الخمس اقول وباللہ التوفیق اس کی تقریر تحریم صدقات سے ناشی تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبتنی ہو فان اللہ تعالٰی لما حرم علیھم الصدقات رزقھم خمس الخمس لا ان اللہ تعالٰی لما رزقھم ذٰلک

رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علٰی بنی ہاشم

حرم علیھم الصدقات حتی لولم یعطھم لھم ذٰلک لم یحرم علیھم غسالۃ الناس اھ ت وھذا من دلیل علی ذٰلک بل الدلیل ناطق بخلافہ وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتھد التابعی مجاھد رحمہ اللہ تعالٰی ان تقریر خمس الخمس مبنی علی تحریم الصدقۃ فقد روی ابن ابی شیبۃ الطبرانی عن خصیف عن مجاھد قال کان ال محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل لھم الصدقۃ فجعل لھم خمس الخمس اھ اور ثانیاً عوض کے عود معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن و ھلک المبیع فی ید البائع رجع بالثمن لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہوجائے ورنہ لازم کہ تخلف المعلول عن علتہ وذٰلک کالمریض سقطت عنہ فرضیۃ الوضوء لعلۃ الضرر وعوض عنھا بفرض التیمم فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لا تعود فرضیۃ الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطھا فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا ثم اقول یہ جواب ہی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقریر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محل کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ وتقریر سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں اور لفظ تعویض اول تو کسی حدیث ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقہ عوضھم منھا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ ذائرہ سائرہ ہے کہ ایک شئی جاکر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ ان میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم کما ان من مات لہ ولد ثم ولد اخر احسن منہ یقال لہ نعم البدل وکما ان من طلق امرأۃ یدعو ربہ ان ابدلنی خیرا منھا مع ان الولدین المرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان تو ہمیں ہرگز مسلم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عود[علہ] چاہیں الاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کا ذمتون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلہ محققین اہل شروح وفتاوٰی وارباب تصحیح وفتوٰی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخاں وامام طاہر صاحب خلاصہ وامام نسفی صاحب کافی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بے اشعار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایت ضعیفہ مرجوحہ مخالفہ آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابل التفات سمجھنا تو درکنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایہ سے جدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لاتدفع الی بنی ھاشم ھذا ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان مجمع الانہر میں ہے لاتدفع الی ھاشمی وھو ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ اھ ملخصا شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "عدم جواز دفع زکوۃ بہ بنی ہاشم ظاہر روایت

[علہ] حاصل یہ کہ اولاً معاوضت مصطلحہ مراد ہونا محل کلام ہے اور ثانیاً تسلیم تسلیم ثانیاً عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ منفصلہ حقیقیہ کہ منع خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ست و درر روایت جواز امام ابی حنیفہ جائز ست للدین فان در مختار میں ہے ظاھر المذھب اطلاق المنع ردالمحتار و طحطاوی حاشیہ درمختار و حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے روی عن الامام الاعظم جواز دفع الزکوٰۃ الی الھاشمی فی زمانہ شرح نقایہ برجندی میں فتاوی عتابی سے ہے عن ابی حنیفۃ انہ یجوز
اقول فلا علیک ما فی قول النتف المنقول فی السوال من الایھام و علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز امام خیرالدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ھذا ھو المذھب الذی لایعدل عنہ الی غیرہ وما سواہ روایات خارجۃ عن ظاھر الروایۃ وما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما قررہ فی الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین متساویین من مجتھد المرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علمت ان القول ھو الذی تواردت علیہ المتون فھو المعتمد المعمول بہ الخ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے المجتھد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ یہ ہیں بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا صرح بہ فی التوشیح اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ فرمانا اقول وباللہ التوفیق اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ ان کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں ان کی جلالت شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر ست پھر اطباق احادیث پھر اتفاق متون پھر اطباق جماہیر ائمہ ترجیح و فتیا ایسی شئی نہیں جس کا پلہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گر سکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ فرمانا دیکھا پھر کیا باعث کہ ادھر التفات نہ فرمایا غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایۃً معتمد نہ درایۃً مؤید صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون و سائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہوسکتی یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایت جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظر غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدہ صبح کی طرح ظاہر و عیاں ہو کہ وہ قطعًا ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ فرما رہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سن کر بہت علماء نہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ و شرح نقایہ قہستانی و مراقی الفلاح و غمز العیون و درمنتقی و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاوی و عقود دریہ وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح مگر کیا کیجئے کہ اتباع نظر خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یتلی علیک امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں پہلا باب باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر ان کے مسلک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے ان کا استناد ذکر کرکے اس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا قد جاءت بعد ھذہ الآثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم پھر احادیث امام حسن مجتبٰی و عبداللہ بن عباس و عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث و سلمان فارسی و ابورافع و ہرمز

یکساں ورشید بن مالک وابی لیلٰی وبریدہ اسلمی وانس بن مالک دو حدیث ابی ہریرہ و دو حدیث معویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانید کثیرہ روایت کرکے فرمایا فھذہ الاٰثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لانعلم شیئا نسخھا ولا عارضھا الاما قد ذکرناہ فی ھذا الباب مالیس فیہ دلیل علی خلافھا پھر حدیثاً وفقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقر العینہ حکم اغنیاء رکھتے ہیں جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں انھیں بھی روا نہیں پھر فرمایا ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالٰی اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی ذٰلک فروی انہ قال لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم وذھب فی ذٰلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیھم من اجل ماجعل لھم فی الخمس من سھم ذوی القربٰی فلما انقطع ذٰلک عنھم ورجع الی غیرھم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حل لھم بذٰلک ما قد کان محرما علیھم من اجل ما قد کان احل لھم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذٰلک مثل قول ابی یوسف فبھذا ناخذ پھر فرمایا فان قال قائل افتکرھھا علی موالیھم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھذا الباب وقد قال ذٰلک ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذٰلک پھر فرمایا فان قال قائل افتکرہ للھاشمی ان یعمل علی الصدقۃ قلت لا وقد کان ابو یوسف یکرہ ذٰلک ویجعل العمالۃ منھا وخالفہ ابو یوسف اٰخرون فقالوا لاباس ان یجتعل منھا الھاشمی لانہ انما یجتعل علی عملہ وذٰلک قد یحل للاغنیاء فلما کان ذٰلک لایحرم علی الاغنیاء لم یحرم علی بنی ھاشم الذین یحرم علیھم الصدقۃ وقد روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما تصدق علی بریرۃ انہ اکل منھا ثم اسند الطحاوی فی ذٰلک احادیث عن امہات المومنین عائشۃ وجویریۃ وام سلمۃ وعن ابن عباس وام عطیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم قال فلما کان ما تصدق بہ علی بریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا جائزا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکلہ لانہ انما ملکہ بالھدیۃ جاز ایضا للھاشمی ان یجتعل من الصدقۃ لانہ انما یملک بعملہ لابالصدقۃ فھذا ھو النظر وھو اصح ماذھب الیہ ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی ذٰلک اھ ملخصا اب اس کلام امام کے محاوی ظاہرہ ومطاوی باہرہ پر نظر کیجئے اوّل شروع سخن سے دلائل تحلیل کارد دوم دلائل تحریم کی تکثیر ہیں کہ سوم اُن کا آغاز یوں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں چہارم ختم یوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا معارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں پنجم حدیثاً وفقہاً ثابت فرمایا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی اور یہی مذہب ائمہ ثلٰثہ کا ہے ششم صاف صاف حصر فرمادیا کہ اسباب میں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے اب روایت

خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی حدیثیں بے ناسخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر ہوئے چھ قرینے تو سباق میں تھے اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے **ہفتم** روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کرکے بارادۂ فائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے یا ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا موالی تو اس فرعیت کی بنا پر داخل ہوئے تھے کہ مولی القوم منہم جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھنا رہا **ہشتم** اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور اس کا خلاف نامعلوم سبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں ان کے غلاموں پر حرام جاننا **نہم** پھر حدیث ابورافع تو یوں ہی تھی کہ ان آل محمد لا تحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر اس کی بنا ہے اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافہم ولا تعجل **دہم** جو بنی ہاشم کے لیے جواز ماننے اور موالی پر حرام جانے حدیث ابورافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اس میں موالی قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم مولی بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحق تحریم نہیں تو برتقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے **یازدہم** طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابو یوسف نے موالی پر زکوٰۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں خلاف تو بنا بنایا پیش نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہوئی مولی کے لیے بدرجۂ اولٰی ہوئی تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور ناقابل اعتداد جانتے ہیں جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں **دوازدہم** اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیل زکوٰۃ پر متعین ہوکر اس کی اُجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں، سبحان اللہ جب حقیقۃً زکوٰۃ انھیں جائز کرچکے تو شبہ زکوٰۃ میں کلام کا کیا موقع رہا اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت الفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دختر رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے اب نفس عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم و اکمل و قاطع جدل ہے امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کرکے فرمایا یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یعنی اُن سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو پھر امام سے اختلاف روایات ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح صیغۂ ضعف روایت پر دلیل ہے وہ روایت شاذہ بلاسند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابو یوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ اب دیکھ لیجیے کہ امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابو یوسف کے مطابق پہنچا آخر وہ نہ تھا مگر اطلاق تحریم تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرمارہے ہیں یہ تو یقیناً معلوم کہ ادھر امام ابو یوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم اور یہ بھی نہایت واضح و جلی کہ حاشا

نہیں کرتے مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلاف روایت بتاکر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابوعصمہ ذکر کی پھر وقد حدثنی سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سے مروی ہے رنگ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ سے مذیل کیا اب سارا بیان اول سے آخر تک منتظم و ملتئم ہوگیا اور تمام اعتراضات و استغرابات دفعۃً دفع ہوگئے واخذ الکلام بعضہ بحجز بعض تأمل کیجئے تو کلام امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اُس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً **سیزدہم** آشنائے کلام محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں وھو الاکثر یا قول بیان کرکے سند یوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلك فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ تاکہ اسناد سند سے مرتبط ہو جائے نہ یوں کہ بالکل تغایر و انقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ بمثل قول فلان **چہاردہم** اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قول ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قول ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں **پانزدہم** خود امام طحاوی چند سطر کے بعد فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز **شانزدہم** اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اجرت مال زکوۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت یعنی پہ تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اُسی پر محمول اور وہی بھذا ناخذ سے مذیل **ہفدہم** اوپر سُن چکے کہ روایت جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ و امام ابی لیلے و کلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایت مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو راوی ابویوسف عن ابی حنیفۃ کہا جاتا نہ روی ابوعصمۃ کہ مہر عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہا کا داب کہ امام کی وہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے نہیں نہیں بلکہ بے شک یہ روایت جسے بھذا ناخذ فرمایا انھیں روایات اصول سے ہے جو اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وضوح حقیقۃ الامر میں اصلاً مجال کلام نہیں ان کے سوا بعض دلائل قاہرہ باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سنیے جس سے یہ بھی ثابت ہو کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شد و مد انکار بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفئی وخمس الغنائم میں ایک قول نقل فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیہ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اُس کا عوض دیا پھر اُس کا رد فرماتے ہیں کہ ان قولھم ھذا عندنا فاسد لان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما حرمت الصدقۃ علی بنی ھاشم قد حرمھا علی موالیھم کتحریمہ ایاھا علیھم وتواترت عنہ الاٰثار بذلك پھر احادیث ابن عباس و ابورافع وہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ذکر کرکے فرمایا فلما کانت الصدقۃ المحرمۃ علی بنی ھاشم قد دخل فیھم موالیھم ولم یدخل موالیھم معھم فی سھم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین

ثبت بذلک فساد قول من قال انما جعلت لذوی القربٰی فی اٰیۃ الفیئ وفی اٰیۃ خمس الغنیمۃ بدلا عما حرم علیھم الصدقۃ پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا فدل ذلک ان سھم ذوی القربٰی لم یجعل لمن یجعل لہ خلفا من الصدقۃ التی حرمت علیہ پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اُسے احادیث متعددہ سے ثابت فرماکر ارشاد کیا افلا یری ان الصدقۃ التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ہاشم من جھۃ الفقر لا تحل لبنی ہاشم من حیث تحل لغیرھم فکذلک الفیئ والغنیمۃ لو کان ما یعطون منھا علی جھۃ الفقراء اذا لما حل لھم اب بھی کچھ وضوح حق میں باقی رہا وللہ الحمد ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق رہا یہ کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرماگئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلا اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہا اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار رہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابو یوسف ہیں معہذا مذہب تو مرتب اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی با علٰی ندا منادی کہ وہ ہرگز اُس روایت ضعیفہ کی ترجیح وتصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم کما ھو الراجح عند المحقق علی الاطلاق وبعض اٰخرین من الحذاق غالبًا ابتداءً میں بمقتضائے یابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور بھذا ناخذ کی مشارالیہ وہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل درنقل فرماتے چلے آئے نقدیا مراجعت کا اتفاق نہ ہوا ورنہ حاش للہ اُن کی جلیل شان اس سے بس ارفع ہیں کہ باعادون وتدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابہ فیأتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر فیکثر الناقلون لھا واصلھا لواحد مخطئ الخ مستفل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل وتنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا۔ وللارض من کاس الکرام نصیب ؎ فتبصر وتشکر والحمد للہ الاکبر۔ وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلۃ رامغور من اباحۃ الزکوۃ لحضرات الاشراف اغترارا بتلک الروایۃ وذکر الاختیار وبالعصمۃ الا باللہ العزیز الغفار غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوۃ حرام ہے اور بیشک یہی افتا واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز اور بیشک وہ روایت روایۃً مرجوح اور درایۃً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع اور بیشک اُن کی تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع والی اللہ المرجع والیہ المآب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۱۱: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب ۲ جمادی الاولی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ احوج کو دینا اولٰی ہے خصوصًا جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلاً بنی ہاشم اپنے اقارب محتاجین کو زکوٰۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث یا بنی ھاشم حرم اللہ تعالٰی علیکم غسالۃ الناس واوساخھم الحدیث کے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دوچند اجر کا باعث ہے زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہم دراقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زبانی عرض کرابھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ اُن کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت دوسرا تصدق کا۔ رواہ احمد والشیخان عن زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ مسکین کو دینا اکہرا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوہرا ایک تصدق اور ایک صلہ رحم۔ اخرجہ النسائی والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما والحاکم وقال صحیح الاسناد۔ بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یاامۃ محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفہا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ اے امت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قسم اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ انہیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالٰی روز قیامت اس پر نظر نہ فرمائے گا۔ اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو زکوٰۃ کے لیے شریعت مطہرہ نے مصارف معین فرمادیے ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتادیے اس کے رشتہ داروں میں وہ لوگ جنہیں دینے سے ممانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں رکھتے نہ اُن کے دیے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا یونہی اپنا قریب ہاشمی کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحۃً مستثنٰی فرمالیا ہے اور بیشک نصوص مطلق ہیں۔ الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لاتحل لنا الصدقۃ۔ احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ وابنا خزیمۃ وحبان والطحاوی عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتحل لنا۔ احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا اٰل محمد لاتحل لنا الصدقۃ

احمد عن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی علی ابیہما وعلیہا وسلم عن مہران مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وھو عند الطحاوی عن ام کلثوم ان مولی لنا یقال لہ ھرمز اوکیسان الحدیث الطبرانی عن ابن عباس یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ احمد و ابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ والطحاوی عن بھز بن حکیم عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل لاٰل محمد منہا شیئ الی غیر ذٰلک من العمومات والاطلاقات التی لاتکاد تحصی لکثرتھا تو بے شک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی اور یہی مذہب امام کا ہے اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون تو یہی معتمد ہے فی الدر المختار ظاھر المذھب اطلاق المنع و قول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نھر اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲

از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی شرف علی صاحب برسالہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا کہ علمائے رام پور نے جواز کا فتوٰی دیا مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام و سائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبدالمطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے ذکر خلاف شاذ و عامۂ شروح معتمدہ وفتاوٰی مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پر نور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بہت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہ الامام الطحاوی والحاکم وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابوعبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنہ الطحاوی حدیثا اٰخر والطبرانی حدیثا ثالثا حضرت سیدنا عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عن

ابن حبان والطحاوی والحاکم وابو نعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی حدیثان اخران حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی حدیث اٰخر حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی حدیث اٰخر حضرت ابورافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز یا کیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راھویہ وابویعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابولیلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابوعمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا الطحاوی حضرت ام المومنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور بے شک اس تحریم کی علت اُن حضرات عالیہ کی عزت کرامت ونظافت وطہارت کہ زکوۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضی عند الطحاوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اسی طرح عامہ علماء مثل امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار وامام شمس الائمہ سرخسی محیط وامام صدر شہید شرح جامع صغیر وامام برہان الدین فرغانی ہدایہ وامام حافظ الدین نسفی کافی اور امام فخر الدین زیلعی تبیین اور امام سمعانی خزانۃ المفتین اور علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبی اور محقق غزی منح الغفار اور مدقق علائی درمختار اور فاضل رومی مجمع الانہر اور سید حموی غمز العیون اور اُن کے غیر اور اُن کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائمًا ابدًا بقائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں یہاں تک جمہور علمائے کرام مثل امام ابوالحسن کرخی وامام ابوبکر جصاص وامام حسام الدین عمر صدر شہید وامام علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ وامام طاہر بخاری صاحب خلاصہ وامام سغناقی صاحب نہایہ وامام نسفی صاحب کافی وامام زیلعی شارح کنز وامام حسین بن محمد صاحب خزانہ وامام ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح وعلامہ اتقانی صاحب غایۃ البیان وعلامہ برجندی شارح نقایہ وعلامہ ابن نجیم صاحب اشباہ وبحر وعلامہ عمر بن نجیم صاحب نہر وعلامہ ابراہیم حلبی صاحب ملتقی وعلامہ محمد حصکفی صاحب درمختار ومصنفان اختیار شرح مختار وفتاوی ہندیہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیاکے لیے بھی روا اور من کل الوجوہ زکوۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الاان فیہ شبہۃ بدلیل سقوط الزکوۃ عن ارباب الاموال فلایحل للعامل الھاشمی تنزیھا

لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن شبہۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلاتعتبر الشبہۃ فی حقھم اھ ملخصا محیط و بحر و درر وغیرہا میں ہے زکوۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیا کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولٰی ہے اور یہاں شبہ مثل حقیقت، ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب الھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبہۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا حتی یملک مایدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ شبہۃ وقوع الملک لمولاہ الھاشمی والشبہۃ معتبرۃ لکرامتہ بخلاف الغنی کمامر فی العامل فلذا قید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں، اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں اُن کا منشا غلطا ایک مقدوح و مجروح بجرح و مطروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح ابن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بنی ہاشم کو زکوۃ روا ہے کہ بسبب احرمت مال غنیمت سے خمس خمس ان تعالٰی اب کہ وہ نہیں ملتا زکوۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً ترجیح نہ درایۃً تخریج ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور رہو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ھاشم میں بحمداللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کردی اور اس میں اٹھارہ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جس میں بیشترہ جو کلام امام ممدوح کی شہادت سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے متصل صاف صریح تصریح فرماتے ہیں جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر انھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوائے فقیر کی طرف رجوع کرے۔ اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب جامع ائمہ ثلثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع۔ اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع۔ اور دلیل و درایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب ضائع اور فتاوی امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع۔ تو اس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود جس سے شرع مطہر حزما مانع۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح و ترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو بااینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے درمختار میں ہے قال فی الفتح وعلیہ الفتوٰی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں

مذہب بنتوی ہوں بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها علماء فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ماخالف ظاهر الروایة لیس مذهبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوٰی ہو اور اس جانب کچھ نہیں تو ادھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تحویل ہے یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں لایعدل عن درایة ماوافقتها روایة کما فی الغنیة وردالمحتار وغیرهما اس تنکیر روایت پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھئے جب روایۃ کی موافقت مانع عدول تو ظاہر الروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا یقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن رہے ہیں ایسی میں نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات ہی کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون وشروح وفتاوٰی اپنی تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] وہدایہ[2] ووافی[3] وکنز[4] ووقایہ[5] ونقایہ[6] واصلاح[7] وملتقی[8] وتنویر[9] وہدایہ[10] وکافی[11] وشرح وقایہ[12] والایضاح[13] واشباہ[14] ودرمختار[15] وطریقہ محمدیہ[16] وحدیقہ ندیہ[17] وخانیہ[18] وخلاصہ[19] وخزانۃ المفتین[20] وجواہر اخلاطی[21] وعالمگیری[22] وغیرہا میں اُس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور مطلقاً قطعیۃً منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے کیا وہ اس روایت شاذہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابل التفات نہ سمجھے اور بے شک وہ اسی قابل تھی یہ ۲۲ عبارتیں اور بتائیس حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمدہ اللہ تعالٰی اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام نہ انہیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُن کے دیے زکوٰۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں اور اس کے جواز پر فتوٰی دینا محض غلط وباطل اور حلیہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُرآشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور نذر وہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماویٰ نہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقہ میں انہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں ابن عساکر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اهل بیتی یدا کافأته علیها یوم القیامة جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اُس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعة الی احد من خلف عبدالمطلب فی الدنیا فعلی مکافاته اذا لقینی جو شخص اولاد عبدالمطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روزِ قیامت مجھ

سے ملے گا اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیا کچھ نہال فرمادیں۔ ایک نگاہ لطف اُن کی جملہ مہمات دو جہان کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں سے اعلیٰ واغلیٰ ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا لقیتنی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ روز قیامت وعدہ وصال و دیدار محبوب ذوالجلال کا مژدہ سناتا ہے مسلمانوں اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق۔ اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمد اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوٰۃ سے کچھ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردے پھر اُس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سیّد کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا ذخیرہ وہندیہ میں اذا اراد ان یکفن میتا من زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بھا علی فقیر من اھل المیت ثم ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیت ثواب التکفین وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا **اقول** ویظھر لی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ لکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورھم شیئا فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار حیلۃ التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا اھ قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ ھذا عین مابحثت وللہ الحمد مگر اس میں دقت اتنی ہے کہ اگر اُس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ار والظاھر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسد ان بالشرط الفاسد لہذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوٰۃ سے بیس روپیہ سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپیہ کو بیچیں گے یہ روپیہ تمہیں اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے جب وہ قابض ہوجائے

اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی لوٹا دے گا کہ آخر اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ گرہ سے جاتا سمجھے اسے تو صرف اُس کپڑے یا غلہ کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اُس کا مدیون تھا اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اُس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپیے کر بطور خود تصدق سید یا بنائے مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ اھ اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اُس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اُس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلاتکلف روا ہو اور کپڑے غلہ کی تخصیص اس لیے کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوٰنا بل حققنا فیھا ان لادلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زر زکوٰۃ پر اُس کا قبضہ کراکر اپنے مطالبہ میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجا لائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں متوسط الحال بھی ایسی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طرق پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خورد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ یعلم المفسد من المصلح نسأل اللہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویحصل اٰمالنا والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۲: از شہر بریلی مسئولہ منشی برکت علی صاحب محرر چونگی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا روپیہ کافر مشرک وہابی رافضی قادیانی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ان کو دینا حرام ہے اور ان کو دیے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ للہ وللوجہ اللہ جو چیز دی جائے اُس کا کھانا امیر وغنی کو کیسا ہے۔

الجواب

صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ وصدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض یا سقایہ کا پانی یا مسافر خانے کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہوتا ہے غنی نہ لے نہ غنی کو دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از راندیر ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب مولانا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل سمرنا فنڈ میں صاحب زکوٰۃ سے زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے ان سے قربانی کی قیمت طلب کر رہے ہیں اور اس کے لیے گجراتی بڑے لمبے چوڑے اشتہار چھپے ہیں کیا صاحب زکوٰۃ کی زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے ان کی قربانی سمرنا فنڈ میں دینے سے ہوجائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جن پر قربانی واجب ہے اُنہیں حرام ہے کہ قربانی نہ کریں اور اس کی قیمت کسی فنڈ میں دے دیں اس سے ہرگز قربانی ادا نہ ہوگی واجب کا تارک ہوگا اور عذاب کا مستحق اور ایسے چندوں میں دینے سے کہ لوگ بطور خود کرتے ہیں اور سب کے چندے زکوٰۃ و غیر زکوٰۃ کے بلکہ مرتدین نااہل زکوٰۃ مثل وہابیہ وغیرہم کے سب خلط کرلیتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں اعانت مسلمین کی نیت پر ثواب پائے گا مگر فرض زکوٰۃ سر پر باقی رہے گا وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از نینی تال مرسلہ شیخ عنایت حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ واقعہ کانپور میں مسلمانوں سے دربارہ مسجد پولیس سے فساد ہوگیا پولیس نے انھیں نشانہ بندوق بنایا اب ان کے غریب بچے یتیم ہوگئے اور نادار مسلمان زخمی ہوکر گرفتار کرلیے گئے اب ان کی رہائی اور پرورش حفاظت جان و بچے بچاؤ روپے کی ضرورت ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ صدقہ فطر رمضان المبارک اس کار خیر کے متعلق دے دیا جائے عند الشرع دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کر دینا شرط ہے تو اگر غربا کو دے کر مالک کر دیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دیدیں تو جائز ہے ورنہ مقدمے میں اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا درمختار میں ہے صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف وفی کل حال ردالمحتار میں ہے من اشتراط النیۃ واشتراط التملیک فلا تکفی الاباحۃ کما فی البدائع اھ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۶: از راولپنڈی لال کرتی مرسلہ دین محمد صاحب میوہ فروش ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں صدقہ فطر لینا امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں۔ مردوں کے مال یعنی صدقہ وغیرہ لینا بالاندکو کیسا ہے

ہے یا نہیں۔ حالانکہ امام مسجد صاحب زکوٰۃ و صاحب مال ہو۔ دیگر امام مسجد کو ہر جمعرات کو برائے فیل کے نقد و تیل منگانا اور اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ قربانیوں کی کھالیں وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صاحب نصاب کو اگرچہ امام مسجد ہو کوئی صدقہ واجبہ مثل زکوٰۃ یا صدقات عید الفطر یا کفارات جائز نہیں حرام ہے اور اُس کے دیے وہ زکوٰۃ و صدقہ ادا نہ ہوں گے قربانی کی کھال اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں لے سکتا ہے مانگ کر اصرار کرکے اپنا حق قرار دے کر لینا جائز نہیں اموات کی طرف سے جو نفل صدقہ دیا جاتا ہے اگر دینے والے نے اسے فقیر سمجھ کر دیا اور اس نے اپنا صاحب نصاب ہونا چھپایا تو یہ بھی حرام ہے ورنہ مکروہ و ناپسند تیل وغیرہ کے لیے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں بقولہ تعالٰی عن تراض منکم واللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۱۷۱ از دیوبند ضلع سہارنپور مسجد جامع مرسلہ مولوی اظہر الدین بنگالی ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں چاول کثرت سے پیدا ہوں اور وہاں کے باشندوں کی غذا چاول ہی ہو اور گندم مطلقاً پیدا نہ ہو مگر دوسرے ملکوں سے کچھ آتا ہے لیکن وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتا ہے بلکہ شہر و قصبہ میں ملتا ہے اور اس کو کوئی غذا کھاتا بھی نہیں بلکہ دوائی اتفاقاً استعمال میں لاتے ہیں اور جو بھی بہت قلت طور پر پیدا ہو مثلاً چار پانسو یا ہزار دو ہزار بیگہ میں سے کسی نے ایک آدھ بیگہ میں بو لیا اور اس کو ستو بنا کر برس چھ میں کبھی ناشتہ کے طور پر کھالیتے ہیں اور خرما نہ پیدا ہے اور نہ کہیں ملتا ہے پس ایسے ملک کے باشندوں پر صدقہ فطر نصف صاع چاول مثل گندم کے واجب ہوگا یا نصف صاع گندم کی قیمت میں جس قدر چاول آئے وہ واجب ہوگا یا ایک صاع چاول واجب ہوگا بینوا بالدلیل جزاکم اللہ الجلیل۔

الجواب

شرع مطہر نے یہ صدقہ صرف چار چیزوں سے مقرر فرمایا ہے گیہوں جو خرما زبیب ان کے سوا پانچویں کوئی چیز چاول ہو یا دھان یا کپڑا وہ اُنھیں میں ایک کی قیمت کے اعتبار سے جائز ہے ورنہ نہیں گیہوں سے نیم صاع واجب ہے یعنی ایک سو پینتیس تولے کہ انگریزی روپیہ سے ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہوا۔ اور اسی روپیہ کے سیر سے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور میوان حصہ چھٹانک کا اور جو سے اس کا دونا گیہوں یا جو کا وہاں کم پیدا ہونا یا غذا میں مستعمل نہ ہونا یا دیہات میں نہ ملنا چاول کو بے لحاظ قیمت صرف صاع یا نیم صاع دینے کے قابل نہیں کرسکتا بلکہ واجب ہے کہ اپنے ضلع میں گیہوں نیم صاع یا جو ایک کی جو قیمت ہو اُس قدر دام یا اتنے دام کے چاول یا اور چیز ادا کریں فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے انما یجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اھ بالالتقاط منسک متوسط میں ہے ھذہ اربعۃ انواع لاخامس لھا وما غیرھا من انواع الحبوب فلایجوز الاباعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیرذلک

صدقہ فطر کا بیان

درمختار میں ہے مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸: ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر در خانہ کسے مثلاً دہ کس موجود باشند بعض ازاں غلام وپسر صغیر وبعض زوجہ خود وپسر کبیر پس صدقہ فطر ہفت کس یا ہشت کس ادا کردہ شود وصدقہ دو آدمی یا سہ آدمی از غلام وپسر صغیر باشند یا غیر آں دادہ نہ شود پس صدقہ کسانیکہ ادا کردہ شد شرعاً صحیح ودرست خواہد شد یا نہ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

ہرچہ مؤدی باز اطفال صغار خود ادا کرد ادا شد کہ وجوب ہم بروست نہ بر اطفال وانچہ از زوجہ واولاد کبار عاقلین داد اگر باذن ایشاں بود نیز از ایشاں ادا شد ورنہ فی ردالمحتار عن البحر لو ادی زکوٰۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز لانھا وجدت نفاذا علی المتصدق لانھا ملکہ ولم یصر نائبا عن غیرہ فنفذت علیہ ولو تصدق عنہ بامرہ جاز واللہ تعالٰی سبحنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۹: ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا نصاب برابر ہے یا کچھ فرق ہے بینوا توجروا

الجواب

مقدار نصاب سب کے لیے ایک ہے کچھ فرق نہیں ہاں زکوٰۃ میں مال نامی ہونا شرط ہے کہ سونا چاندی چرائی پر چھوٹے جانور تجارت کا مال ہے وبس اور سال گزرنا شرط ہے صدقۂ فطر وقربانی میں یہ کچھ درکار نہیں کما فی جمیع الکتب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از شہر بریلی محلہ نوکپور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

صدقۂ فطر کی مقدار فی کس کیا ہے۔

الجواب

تین سوا کاون ۳۵۱ روپے بھر جو یا اس کے آدھے گیہوں کہ بریلی کی تول سے پونے دو سیر اور ایک اٹھنی بھر ہوئی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۱: از کریٹ روڈ گودام چھاؤنی لکھنؤ مرسلہ مولوی سید باسط احمد ۲ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہیے نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے۔ ۲ گز شرعی بہ حساب گز نمبری مروجہ لکھنؤ کس قدر ہے۔

الجواب

گیہوں کا صاع دو سو ستر تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوئے نصف صاع کے ایک سو چوالیس روپے بھر گیہوں لکھنؤ کا سیر اسی روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے سیر کا ۱/۵ کم یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر زیادہ لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جو کے صاع سے گیہوں دیئے جائیں جو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر اٹھ آنے بھر ہوا لکھنؤ کا سوا دو سیر اٹھنی بھر کم۔ ۱۲ انگریزی گز کہ تین فٹ کا ہے ہر فٹ بارہ انچ گز شرعی جسے ذراع کرباس کہتے ہیں اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲

ازموضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امور ذیل میں (۱) زید کی بیوی ہندہ جو مالک نصاب نہیں ہے مع اپنے ایک خوردسال بچے کے اپنے باپ بکر کے یہاں یعنی میکے میں عیدالفطر کو قیام رکھتی ہے تو اُس کا اور اس کے لڑکے کا صدقہ کس کو دینا چاہئے آیا زید کو جو ہندہ کا شوہر ہے یا بکر کو جو ہندہ کا باپ ہے (۲) اگر کوئی مہمان یہاں ۲۷ یا ۲۸ رمضان شریف سے مقیم ہے یا قبل طلوع فجر عیدالفطر آیا تو کیا ان مہمانوں کا صدقہ شرعاً میزبان کو ادا کرنا چاہیے یا مہمان اپنا صدقہ خود ادا کریں۔

الجواب

(۱) خوردسال بچے کا صدقہ فطر اُس کے باپ پر ہے اور عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ صاحب نصاب ہوتی ہے تو اس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے (۲) مہمان کا صدقہ میزبان پر نہیں وہ اگر صاحب نصاب ہیں اپنا صدقہ آپ دیں وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

فطرہ رمضان کے نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف صاع چاول دے دے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چاول کی قیمت کے اعتبار سے دیئے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اُتنے دیئے جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴

جلد میں سوال نہیں

الجواب

صاع چار مد ہے اور مد دو رطل اور رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور تولہ بارہ ماشے اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے تو صاع دو سو ستر تولے اور روپیوں سے دو سو اٹھاسی روپے بھر تو اسی روپے کے سیر سے تین سیر نو چھٹانک اور ۳/۵ چھٹانک یا یوں کہیے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور ۱/۱۰ چھٹانک اس حساب میں کوئی شک نہیں اسی تول کے

گیہوں دیے جاتے تھے لما فی الفتح یعتبر نصف صاع من بر من حیث الوزن عند ابی حنیفۃ رمضان مبارک ۱۳۲۷ھ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ جو ہلکا ہو جتنے برتن میں ۲۷۰ تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تول میں زیادہ چڑھیں گے اس میں فقیروں کا نفع زیادہ ہے ردالمحتار میں ہے علی ھذا الاحوط تقدیرہ بالشعیر وظھذا نقل بعض المحشین عن حاشیۃ الزیلعی للسید محمد امین میر غنی ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشائخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر ولعل ذلک لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین ولما فی مبسوط السرخسی من ان الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اھ فاذا قدر بذلک مبیع ثمانیۃ ارطال من العدس ومن الماش و یزید علیھا البتۃ بخلاف العکس فلذا کان تقدیر الصاع بالشعیر احوط اھ اس بنا پر بغرض احتیاط و زیادت نفع فقرا میں نے ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چوالیس روپیہ بھر جو وزن کیے کہ نصف صاع ہوئے اور انہیں ایک پیالے میں بھرا حسن اتفاق کہ تم چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر تو وہ کاسہ نصف صاع شعیری ہوا پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو بریلی کے سیر سے ایک سیر اور ایک چھٹانک بھر ہوئے یعنی ایک سو پچھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر تو یہ وزن گندم ہوا اور اس کا دو چند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن جو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵

از ریاست کشمیر ضلع میرپور ڈاک خانہ و شہرہ موضع پنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار میں صاع ۱۰۴۰ درم کا لکھا ہے اور اکثر کتب میں من ۱۸۰ مثقال کا ہے۔ و بقول معروف کل عشرۃ دراھم سبعۃ مثاقیل ایک من ۱۸۲ مثقال آتا ہے تو صاع میں آٹھ مثقال زیادہ آئے اور ایسے ہی جو شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ و شرح مشکوۃ میں وزن صاع لکھا ہے قاعدہ مذکورہ سے پورا موافق نہیں آتا ہے یہ تحقیق تو ضیح فرما کر جلد عنایت کیجئے۔

الجواب

صاع چار من ہے اور من چالیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور ماشہ آٹھ رتی اور رتی آٹھ چاول اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ تو صاع دو سو ستر تولے ہے اور انگریزی روپیہ رائج سے کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر اور من ایک سو اسی مثقال یعنی سترسٹھ تولے چھ ماشے یعنی بہتر روپیہ بھر یہ وزن محقق ہے جس میں اصلا شبہ نہیں غرر الافکار شرح درر البحار میں ہے الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالاستار اربعون والاستار بالمثاقیل اربعۃ ونصف اھ مختصرا کشف الغطا میں ہے بدانکہ معتبر تر در اعراق ست و آں ہشت رطل ست ہر رطل بست استار و استار چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط ایک جبہ و چہار خمس جبہ و جبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گوید ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی کا بیان اصلاً اس سے مخالف نہیں مثقالوں کا یہی حساب رکھا ہے کہ سات سو بیس مثقال کا صاع اکبری و جہانگیری سیروں سے اُس کا اندازہ بتایا ہے ——— اکبری سیر تیس استار کا تھا اور صاع ایک سو ساٹھ استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵⅓ سیر اکبری ہوا اور سیر جہانگیری چھتیس استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴⁴⁄₉ سیر جہانگیری ہوا۔ شرح صراط مستقیم فصل زکوٰۃ فطر میں فرماتے ہیں صاع عراقی ہشت رطل و صاع حجازی پنج رطل وثلث رطل و واجب نزد شافعی صاع حجازی ست و نزد ما نصف صاع عراقی و آن دو من ست و من چہار استار و استار چہار و نیم مثقال پس من صد و ہشتاد مثقال بود کذا قال الشامی ۱۲ الوقایۃ و از کتب دیگر نیز ہمچنیں معلوم می گردد و چوں ایں حساب را بوزن در بازار بکار فرمائیم نصف صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود دو و نیم سیر می شود و پنج سیر شاہی و بوزن حال جہانگیر شاہی ابداہ اللہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی بود دو سیر و یک پاؤ می شود بیک سیر شاہی کم بایں حساب کہ صاع ہفتصد و بست مثقال ست از آنکہ صاع چہار من ست و من چہل استار و استار چہار و نیم مثقال پس ہر من صد و ہشتاد مثقال بود و چوں سیر شاہی ہم چہار و نیم مثقال ست لازم آید کہ نصف صاع ہشتاد سیر شاہی باشد و ہشتاد سیر شاہی دو و نیم سیر و پنج سیر شاہی شود بوزن قدیم و دو سیر و یک پاؤ یک سیر شاہی کم بوزن حال و اللہ تعالٰی اعلم اھ سیر شاہی اور پیسہ اور استار ایک ہی وزن ہے یعنی ساڑھے چار مثقال کہ سوا بیس ماشے ہوئے اور وزن قدیم سے مراد اکبری اور حال سے جہانگیری۔ صدر باب طہارت میں بھی یہی حساب افادہ فرمایا ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں مد عراقی و مد حجازی دونوں کا ان سیروں سے اندازہ کیا اور بعض جگہ تہائی پیسہ کی کسر کو کہ ڈیڑھ ماشہ ہوئی مسامحۃً ترک فرما دیا ہے حیث قال صاع چہار مد ست و مد بقولے دو رطل ست (یہ قول ہمارے ائمہ کا ہے کہ صاع کو آٹھ رطل لیتے ہیں) و دلالت ظاہر احادیث ہم بریں است چہ در بعض احادیث وضو بمد واقع شدہ و در بعضے بدو رطل و تطبیق دراں است کہ مصدوق ہر دو یکے باشد و بقولے مد رطل وثلث رطل عراقی ست (یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵⅓ رطل ÷ ۴ = ۱⅓ رطل) و رطل بست استار ست و استار چہار و نیم مثقال کہ وزن یک پیسہ است و ایں حساب اہلے دارد ما آنرا بوزن ایں دیار فرود آریم تا واضح گردد بدانکہ مد بقول اول (حنفی) یک من شرعی ست و من شرعی چہل استار و آن بوزن اکبری کہ سیرے سی پیسہ است یک سیر وثلث سیر بوزن جہانگیر شاہی ابداہ اللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش پیسہ است یک سیر و چہار پیسہ پس صاع (یعنی عراقی) کہ چہار مد ست پنج سیر وثلث سیر اکبری باشد و بوزن جہانگیری چہار سیر و نیم سیر دو پیسہ کم و مد بقول ثانی (شافعی) ایک سیر اکبری سہ پیسہ و چیزے کم (یعنی ۳⅓ پیسہ کم ۲۶⅔ پیسہ ہوا) و سہ ربع سیر جہانگیری چیزے کم (یعنی ثلث پیسہ کم کہ جہانگیری تین پاؤ ۲۷ پیسہ ہے) و صاع (یعنی حجازی) بوزن اکبری سہ و نیم سیر و دو پیسہ (یعنی تہائی پیسہ کم کہ ساڑھے تین سیر اکبری اور دو پیسے کے ۱۰۷ پیسے ہوئے اور صاع حجازی ۱۰۶⅔ پیسہ) و بوزن جہانگیری سہ سیر یک پیسہ کم (یا ⅓ پیسہ کم کہ تین سیر جہانگیری ۱۰۸ پیسہ ہے) انتہی مزیدا ما بین الہلالین البتہ اشعۃ اللمعات مطبع مصطفائی محمد حسین خاں باب الغسل میں سیر جہانگیری سے صاع عراقی کا حساب ظاہراً خطائے کاتب سے غلط ہو گیا ہے حیث قال صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود پنج سیر و دہ سیر شاہی می شود (یہ صحیح ہے) اور حساب اول کے مطابق

کہ دس سیر شاہی ثلث اکبری ہے کما لا یخفی) وبوزن حال جہانگیری ابد اللہ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی است چہار سیر ویکپاؤ می شود بیک سیر شاہی کم (یہ غلط ہے کہ صاع ۱۶۰ پیسے ہے اور سوا چار سیر جہانگیری ایک پیسہ کم کے ۱۵۲ ہی پیسے ہوئے آٹھ پیسے کا فرق ہے صحیح وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ساڑھے چار سیر جہانگیری سے دو پیسے کم۔

مسئلہ ۱۱۶

ساز یان پورہ کہرا اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ فی کس ایک سیر ساڑھے گیارہ آنے بھر مبلغ ایک سو پانچ روپیہ بھر کے حساب سے دیا بتایا کیا یہ ٹھیک ہے (۲) صاع کتنی سیر کا سیر کتنے روپیہ بھر روپیہ کتنے ماشے کا اور کون روپیہ شرعاً ہے اس میں کیا حکم ہے (۳) خطبہ علمی میں نصف صاع یعنی دو سیر جس کا وزن بریلی کے سیر سے ایک سیر نو چھٹانک سے کچھ بتایا کیا یہ صحیح ہے۔ رائج الوقت سیر سے فطرہ فی کس کتنا دینا چاہئے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خالد کا یہ قول محض غلط ہے گیہوں صدقۃ الفطر ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہے اور زیادہ احتیاط اٹھنی اوپر ایک سو پچھتر روپے بھر کما بیناہ فی فتاونا ایک سو پانچ روپے ساڑھے گیارہ آنے بھر سے کسی طرح صدقہ ادا نہیں ہو سکتا (۲) سیر مختلف ہوتے ہیں صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا۔ صاع اس انگریزی روپیہ رائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے اور تولوں سے دو سو ستر تولے یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے (۳) گیہوں کا فطرہ انگریزی روپے سے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے جو بریلی کے سیر سے کہ سو روپیہ بھر کا ہے چھٹانک کم ڈیڑھ سیر ہوا سیر کا پانچواں حصہ کم۔ حساب صحیح دمنقح یہ ہے زیادہ احتیاط وہ ہے جو اوپر گزری کہ گیہوں بریلی کے سیر سے پونے دو سیر دیں اٹھنی بھر اوپر اور اسی کے سیر سے تین چھٹانک دو سیر دیں اٹھنی بھر اوپر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷

از مولوی محمد اسمٰعیل محمود آبادی ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

اس ملک میں رواج ہے کہ بعد نماز قبل فاتحہ اخیرہ کے ایک شخص اٹھ کر مسافروں مسکینوں کے واسطے مسجد کے اندر مقتدیوں میں چندہ کرتا ہے بعد ہو جانے کے فاتحہ پڑھی جاتی ہے بعدہ جو کچھ رقم بذریعہ چندہ جمع ہوتی ہے اس کو مسافروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے ہیں آیا یہ امر اس طرح مسجد کے اندر جائز ہے

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ چندہ کرنے والا خود اس میں سے نہ لیتا ہو بلکہ مسجد میں مساکین کے لیے اس طرح چندہ کرنا خود سنت سے ثابت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جو صحیح وسالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے

بھی چھوڑ کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جاکر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں، اور بعض مشائخین کی شکل بنا کر کماتے ہیں، اور بعضے مسافرین کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کرکے سوال کرتے ہیں، اور بسبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاج سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے اس کی تصدیق اور شناخت بھی کم ہوتی ہے۔ علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلہ میں پہنچتے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کرکے جس کسی کو اہل شہر یا محلہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جاکر گھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے تم اپنے محلہ یا شہر سے اتنا جمع کرا دو، بعض لوگ ان کی باتوں میں آکر ان کی طرف سے لوگوں سے مانگ کر ان کے واسطے کچھ فراہم کر دیتے ہیں، ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کرکے کچھ دلا دیوے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفاعلہ کے ثواب پائے گا اور یہ فعل اس کا موجب اجر ہوگا یا بحکم ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہوگا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گنہگار ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کر لیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے، اور جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے مجموعہ فتاوٰی میں ذکر کی، لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کچھ عطا بھیجی انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا: یہ حالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولٰی تعالٰی نے تجھے بھیجا، امیر المومنین نے عرض کی: واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔ رواہ مالک فی الموطا واصل الحدیث عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی الباب عن ام المومنین الصدیقۃ عند احمد والبیہقی وعن واصل بن الخطاب عند ابی یعلٰی وعن خالد بن عدی الجہنی عند احمد وابی یعلٰی والطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہم عند احمد والطبرانی والبیہقی وھذہ کلہا احادیث قویۃ باسانید جیاد۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما المعطی من سعۃ بافضل من الاٰخذ اذا کان محتاجا۔ تونگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وشاہدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹: از پھریا محلہ ننھا حلیم شاہ شریف آباد رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ غریب الرحمن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

زید مالدار ہے چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم و بیش کی زمین رکھتا ہے اور اُس کو پانچ چھ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر شرعاً اس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اُس کا ذریعہ رزق اس زمین کے سوا اور نہیں نہ وہ کسی کسب پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ جُدا کرکے باقی لائق کفایت بچے یا کوئی ایک حصہ لینے پر راضی نہ ہو غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں، تو بحکم ضرورت بقدر ضرورت سوال حلال ورنہ حرام فان الضرورة تبیح المحظورات وماکان لضرورة تقدر بقدرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰: از سرکار مارہرہ مطہرہ از درگاہ سکین پناہ مسودۂ حضرت سید شاہ حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب بغرض ثواب اپنے جائز روپے سے ماہواری یا سالانہ کھانا پکوا کر فاتحہ حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور کھانا مساکین وغیر مساکین کو کھلا دیتے ہیں یا تقسیم کردیتے ہیں ایک طالب علم حنفی قادری سنی سیّد کہ جس کی تعلیم دینی بوجہ نہ استطاعت ہونے کے اُسکے ولی کے غیر مکمل رہی جاتی ہووے اور علوم دینی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُس طالب علم آلِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدعقیدہ ہوجانے کا اندیشہ ہووے اس صورت میں اگر وہ روپیہ کہ جو فاتحہ میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس طالب علم کی تعلیم دینی میں بہ نیت ثواب فاتحہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف کردیا جائے تو بدل اُس فاتحہ سالانہ یا ماہواری کا ہوکر باعث خوشنودی سردار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگا یا نہیں اور ثواب میں کمی تو نہ ہوگی۔

الجواب

یہ اُس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی اُس سے سترگونہ ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں قال اللہ تعالٰی من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا اور طالب علم دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو قال اللہ تعالٰی مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم درمختار میں ہے فی سبیل اللہ ھو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبة العلم خصوصاً جبکہ اُس میں حفظ ہدایت ہو صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک مما طلعت علیہ الشمس واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۱: از رامپور چاہ شور مرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست وتوانا کھاتے پیتے ہیں انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا مقرر کیا ہے اور در بدر شہر بہ شہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت مزدوری نہیں کرتے اگرچہ مالدار آسودہ حال ہیں لہذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ اعانت علی المعصیۃ حرام اور ممنوع ہے یا نہیں جبکہ مسجد میں سوال اور اس عطا کو کتب فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا گیا ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء بینوا بالکتاب وتوجروا بیوم الحساب۔

الجواب

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس مال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ومبتلائے آثام صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتحل الصدقۃ لغنی ولذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لیے نہ کسی قوی تندرست کے لیے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیامۃ ومسألتہ فی وجہہ خموش جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شے ہو جو اُسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئے گا کہ اس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو رواہ الدارمی والاربعۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منہ او لیستکثر جو اپنا مال بڑھانے کو لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے رواہ احمد وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن حبشی بن جنادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تنویر الابصار ودرمختار میں ہے لایحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اھ

وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاوٰنا وقد ذکرنا شیئا منہ فیما علقنا علی ردالمحتار

واللہ تعالٰی یقول جل مجدہ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم۔ سورۃ المائدہ ۲

مسئلہ ۱۲۲: مرسلہ سید مظفر علی ساکن قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ سید باڑہ ۱۹ جمادی الاولٰی

میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کھانا اور شربت محرم کا پینا درست ہے یا نہیں اور ان کا حرام جاننے والا اور مثل زکوٰۃ کے مال کے بجز مساکین اور سب کے واسطے حرام قطعی بتانے والا حنفی مقلد ہے یا نہیں اور ایسا شخص حنفی مقلد اشخاص میں

قابل امامت ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

اشیاء مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوٰۃ ہے نہ صدقۂ واجبہ اُن کا کھانا غنی فقیر سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتلانے والا اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور سخت عذاب شدید کا مستحق ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناؤں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے فتاوی عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے یجوز النفل للھاشمی مطلقا بالاجماع وکذا یجوز النفل للغنی درمختار میں ہے جازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم ذخیرہ پھر ردالمحتار میں ہے ان فی التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر مع ہذا ان اشیاء میں تصدق کی نیت نہیں ہوتی بلکہ عام حاضرین پر ہدیہ تقسیم اور ہدیہ یقیناً مطلقاً سب کے لیے جائز اور زمانۂ رسالت سے علی العموم بلا تخصیص مساکین رائج ہے ایسا شخص کہ صراحۃً اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور حلال خدا کو حرام بتاتا ہے اگر جاہل بے علم ہے اور اپنے قول باطل پر مصر ہے تو دو وجہ سے فاسق ہے اولاً حلال کو حرام کرنا دوسرے بے علم فتوی دینا حلال و حرام میں زبان کھولنا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا بے علم کہ شرعی حکم لگا بیٹھے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا رواہ البخاری واحمد و مسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بغیر علم کے کوئی حکم شرعی بتلائے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے کما فی الحجۃ والغنیۃ والتبیین والطحطاوی علی المراقی وغیرھا وقد حققنا فی النھی الاکید اور اگر ذی علم ہے تو اُس کا حکم سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور اُس کے غیر مقلد ہونے میں شک نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی کہ کسی مذہب میں ہدیہ یا تقسیم اغنیاء پر حرام نہیں ہاں وہ شیطان کا مقلد ہے جس نے صحابہ کرام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مسلمانوں کو مرتکب حرام و اکل حرام بنانے کا ناپاک وسوسہ اُس کے بے باک دل میں ڈالا اور غیر مقلد کے پیچھے نماز حرام بلکہ محض باطل ہے کما حققناہ فی کتابنا المذکور فتح القدیر میں ہے الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ ــــــ از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶ مرسلہ حاجی محمد لعل خاں صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مولائی ومرشدی مدظلہ العالی تمنائے قدمبوسی کے بعد مودبانہ گزارش ہے کہ ایک شخص جو اہل وعیال رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بلا افراط وتفریط اپنے بال بچوں پر خرچ کرکے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اہل وعیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا، دوسرا اپنی آمدنی سے بچوں پر ایک حصہ خرچ کرکے دوسرا حصہ خیرات کرتا اور تیسرا حصہ آئندہ ان کی ضرورتوں میں کام آنے کی غرض سے رکھ چھوڑنے کو اچھا جانتا ہے ان دونوں میں افضل کون ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حسنِ نیت سے دونوں صورتیں محمود ہیں۔ اور باختلافِ احوال ہر ایک افضل کبھی واجب و لہٰذا اس بارہ میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سلفِ صالح کا عمل بھی مختلف رہا، **اقول** وباللہ التوفیق اس میں قول موجز وجامع ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ آدمی دو قسم ہیں منفرد کہ تنہا ہو اور معیل کہ عیال رکھتا ہو سوال اگرچہ معیل سے متعلق ہے مگر ہر معیل اپنے حق نفس میں منفرد اور اس پر اپنے نفس کے لحاظ سے وہی احکام ہیں جو منفرد پر ہیں لہٰذا دونوں کے احکام سے بحث درکار۔ اول وہ اہل انقطاع و تبتل الی اللہ اصحاب تجرید وتفرید جنہوں نے اپنے رب سے کچھ نہ رکھنے کا عہد باندھا اُن پر اپنے عہد کے سبب ترک ادخار لازم ہوتا ہے اگر کچھ بچا رکھیں تو نقض عہد ہے اور بعد عہد پھر جمع کرنا ضرور ضعف یقین سے ناشی یا اُس کا موہم ہوگا ایسے اگر کچھ بھی ذخیرہ کریں مستحق عقاب ہوں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس کچھ خرمے جمع دیکھے فرمایا یہ کیا ہے عرض کی شیئ ادخرتہ لغد میں نے آئندہ کے لیے جمع کر رکھے ہیں اور ایک روایت میں ہے اعد ذلک لاضیافک حضور کے مہمانوں کے خیال سے اُٹھا رکھے ہیں فرمایا اما تخشی ان یکون لک دخان فی نار جہنم انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا کیا ڈرتا نہیں کہ تیرے لیے آتش دوزخ کا دھواں ہو اے بلال خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر رواہ البزار بسند حسن والطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود وابو یعلی والطبرانی فی الکبیر والاوسط بسند حسن والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ الاول لہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک بار انہیں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اے بلال فقیر مرنا اور غنی ہو کر نہ مرنا۔ عرض کی اس کی کیا سبیل ہے فرمایا جو ملے نہ چھپانا اور جو مانگا جائے منع نہ کرنا (ظاہر ہے کہ جب نہ مال چھپانا ہو نہ کسی کا سوال رد کیا جائے تو سائلین کسی وقت بھی کچھ پاس نہ چھوڑیں گے) عرض کی کہ ایسا کیونکر کروں فرمایا ھو ذاک اوالنار یا تو یونہی کرنا ہوگا یا آگ والعیاذ باللہ تعالٰی رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم فی المستدرک عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ **دوم** فقر وتوکل ظاہر کرکے صدقات لینے والا اگر یہ حالت مستمر رکھنا چاہے تو اُن صدقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صدقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا انہیں دونوں باب سے ہیں وہ احادیث جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا اور دو پر دو یعنی ہر اشرفی ایک داغ دیا جائے گا فلاحمد والطبرانی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ توفی رجل من اھل الصفۃ فوجد فی مئزرہ دینار فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیۃ ثم توفی اٰخر فوجد فی مئزرہ دیناران

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیتان ولاحمد وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال توفی رجل من اہل الصفۃ فوجدوا فی شملتہ دینارین فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کیتان ولہما وللبخاری من سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کنت جالسا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بجنازۃ فقال ہل ترک شیئا قالوا نعم ثلثۃ دنانیر فقال باصابعہ ثلث کیات ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کا محل وہ نہیں ہو سکتا جو آیہ کریمہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم ○ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون وحدیث صحیح من اوکی علی ذہب او فضۃ ولم ینفقہ فی سبیل اللہ کان جمرا یوم القیامۃ یکوی بہ رواہ احمد والطبرانی واللفظ لہ کلاہما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ کا محل ہے کہ جب زکوۃ دے دی حقوق واجبۂ شرعیہ ادا کر دیے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاق داغ نہ رہا فللبیہقی فی سننہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما موقوفا ومرفوعا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل مال ادی زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا تحت الارض وکل مال لا تؤدی زکوتہ فہو کنز وان کان ظاہرا ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لما نزلت ہذہ الآیۃ والذین یکنزون الذہب والفضۃ کبر ذلک علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ہذہ الآیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکاۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث تکون لمن بعدکم قال فکبر عمر رضی اللہ عنہ اور یہ اس لیے کہ بیس دینار سے کم پر زکوۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ لاجرم یہاں استحقاق داغ انہیں دو وجہ سے ایک پر ہو قال اللہ تعالٰی واوفوا بالعہد ان العہد کان مسؤلا ○ وفی قوت القلوب والترغیب وغیرہما انما کان کذلک لانہ ادخر مع تلبسہ بالفقر ظاہرا ومشارکتہ الفقراء فیما یاتیہم من الصدقۃ یہ اس تقدیر پر ہے کہ داغ سے مراد عیاذًا باللہ آتش دوزخ میں تپا کر داغ دینا ہو اور اگر اس سے دھبا مراد ہو یعنی اس کے جمال و نورانیت میں وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے چہرہ پہ چیچک وغیرہ کا داغ اور جن موردوں کے بارے میں یہ حدیثیں آئیں وہاں بلاشبہہ یہی معنی دوم انسب و اقرب ہیں تو وہ ان دونوں قسموں سے الگ سے ہیں امام حجۃ الاسلام نے احیاء میں بعد ذکر وجہ اول فرمایا اذا فان لا یکون ذلک عن تلبیس فیکون المعنی بہ النقصان عن درجتہ فی الآخرۃ اذ لا یؤتی احد شیئا من الدنیا الا نقص بقدرہ من الآخرۃ سید زبیدی نے اتحاف السادہ میں فرمایا وہذا الوجہ ہو اللائق بمقام الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کما لا یخفی سوم جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نفس اسے طغیان و عصیان پر حامل ہوتا یا کسی معصیت کے عادت پڑی ہے اس میں خرچ کرتا ہے تو اس پر معصیت

رکھنا فرض ہے اور جب اُس کا یہی طریقہ معین ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اس حالت میں اُس پر حاجت سے زائد سب آمدنی کو مصارفِ خیر میں صرف کردینا لازم ہوگا وذٰلک لان فقد الاٰلۃ احد العصمتین والمتعین طریقا لواجب واجب۔

چہارم جو ایسا بے صبرا ہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تو معاذ اللہ رب عزوجل کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صرف دل میں نہ زبان سے یا طرق ناجائزہ مثل سرقہ یا بھیک وغیرہ کا مرتکب ہو اس پر لازم ہے کہ حاجت کے قدر جمع رکھے اگر پیشہ ور ہے کہ روز کا روز کھاتا ہے تو ایک دن کا اور ملازم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرایہ پر بسر ہے کہ مہینہ پیچھے آتا ہے تو ایک مہینہ کا اور زمیندار ہے کہ فصل یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینہ یا سال بھر کا فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح اور اصل ذریعۂ معاش مثلاً آلات حرفت یا دکان مکان جہات بقدر کفایت کا باقی رکھنا تو مطلقاً اس پر لازم ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من رزق فی شیئ فلیلزمہ، رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مامن عبد یبیع تالدا الا سلط اللہ علیہ تالفا رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا عـہ المال القدیم تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من باع عقر دار من غیر ضرورۃ سلط اللہ علی ثمنھا تالفا یتلفہ رواہ فی الاوسط عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ العقر بالفتح الاصل

پنجم جو عالم دین مفتی شرع یا مدافع بدع ہو اور بیت المال سے رزق نہیں پاتا جیسا یہاں ہے اور وہاں اُس کا غیر ان مناصبِ دینیہ پر قیام نہ کرسکے کہ افتا یا دفع بدعات میں اپنے اوقات کا صرف کرنا اُس پر فرض عین ہو اور وہ مال وجائداد رکھتا ہے جس کے باعث اُسے غنا اور ان فرائض دینیہ کے لیے فارغ البالی ہے کہ اگر خرچ کر ڈالے محتاج کسب ہو اور ان امور میں خلل پڑے اسے بھی اصل ذریعہ کا ابقا اور آمدنی کا بقدر مذکور جمع رکھنا واجب ہے فان مقدمۃ الفریضۃ فریضۃ ایسے عالم کو جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہیں کہ کسب مال میں وقت صرف کرنے کی کیونکر اجازت ہوسکتی ہے تنویر و درمختار میں ہے فقیہ فی بلد لیس فیھا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذٰلک بزازیہ وغیرہا

ششم اگر وہاں اور بھی عالم یہ کام کرسکتے ہوں تو ابقا و جمع مذکور اگرچہ واجب نہیں مگر اہم و مؤکد بیشک ہے کہ علم دین وحمایت دین کے لیے فراغ بال کسب مال میں اشتغال سے لاکھوں درجے افضل ہے نہ ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں ایک کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے اُسے صواب کی طرف پھیر دیں گے ایک کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عذر پیش آئے تو جب اور موجود ہیں کام بند نہ رہے گا لہٰذا تعدد علمائے دین کی طرف ضرور حاجت ہے،

ہفتم عالم نہیں مگر طلب علم دین میں مشغول ہے اور کسب میں اشتغال اُس سے مانع ہوگا تو اس پر بھی اُسی طرح ابقاء و جمع مسطور آکد واہم ہے

ہشتم تین صورتوں میں جمع منع ہوئی دو میں واجب دو میں مؤکد جو ان آٹھ سے خارج ہو وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جمع نہ رکھنے میں اس کا قلب پریشان ہو توجہ بعبادت و ذکر الٰہی میں خلل پڑے تو بمعنی مذکور بقدر حاجت جمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اسی قسم کے ہیں ؏ پراگندہ روزی پراگندہ دل ؎ شب چو عقد نماز بر بندم ؛ چہ خورد بامداد فرزندم ؛ عین العلم میں ہے یترک المضطرب طریق المتوکل بالادخار لان الغرض صلاح القلب احیاء العلوم میں ہے بل لو امسک ضیعۃ یکون

عـہ اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

دخلہا وافیا بقدر کفایتہ وکان لایتضجر قلبہ الا بہ فذلک لہ اولٰی یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو توکل و تجرد کا قصد ہے ورنہ منہمکین فی الدنیا تو کسی وقت بھی متوجہ نہیں ہوتے غنی ہوں تو بھول جائیں محتاج ہوں تو بھول جائیں اللھم انا نعوذبك من غنی یطغی ومن فقر ینسی ہم اگر جمع رکھنے میں اس کا دل متفرق اور مال کے حفظ یا اس کی طرف میلان سے متعلق ہو تو جمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اصل مقصود ذکر الٰہی کے لیے فراغ بال ہے جو اس میں مخل ہو وہی مذموم ہے انہی دونوں مقاموں کی طرف حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس دعا میں اشارہ فرمایا جو اپنی امت کو تعلیم فرمائی کہ اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم وما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ امام حجۃ الاسلام بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں المقصود اصلاح القلب لیتجرد لذکر اللہ ورب شخص یشغلہ وجود المال ورب شخص یشغلہ عدمہ والمحذور ما یشغل عن اللہ عزوجل والا فالدنیا فی عینہا غیر محذورۃ لا وجودہا ولا عدمہا وہ ہم اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں نہ عدم مال سے ان کا دل پریشان نہ وجود مال سے ان کی نظر وہ مختار ہیں حق سبحانہ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرماتا ہے ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب ۝ اور کچھ نہ رکھنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے احیاء کتاب الزکوۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے المال کلہ للہ عزوجل وبذل جمیعہ ھو الاحب عند اللہ سبحٰنہ وانما لم یامر بہ عبدہ لانہ یشق علیہ بسبب بخلہ کما قال عزوجل فیحفکم تبخلوا یا زدہم حاجت سے زیادہ کا مصارف خیر میں صرف کر دینا اور جمع نہ رکھنا صورت سوم میں تو واجب تھا باقی جملہ صور میں محمود مطلوب اور جوڑ کر رکھنا اس کے حق میں ناپسند ومعیوب کہ منفرد کو اس کا جوڑنا طول امل یا حب دنیا ہی سے ناشی ہوگا اور طول امل غرور ہے اور حب دنیا راس الشرور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک فی اصحاب القبور اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہوگی اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی رواہ الترمذی والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو فی صحیح البخاری برفع اولہ ووقف اٰخرہ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یایھا الناس الا تستحیون اے لوگو کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ کس بات سے فرمایا تجمعون مالا تاکلون وتبنون مالا تعمرون وتاملون مالا تدرکون الا تستحیون من ذلک جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزوئیں باندھتے ہو جن تک نہ پہنچو گے اس سے شرماتے نہیں رواہ الطبرانی عن ام الولید بنت عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک حدیث میں ہے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینار کو خریدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا تعجبون من اسامۃ المشتری الی شھر ان اسامۃ لطویل الامل والذی نفسی بیدہ ما طرفت عینای الا ظننت ان شفری لا یلتقیان حتی یقبض اللہ روحی ولا رفعت قدحا الی فی فظننت انی واضعہ حتی اقبض

ولا رفعت لقمۃ الا ظننت انی لا اسیغہا حتی اغص بہا من الموت والذی نفسی بیدہ ان ما توعدون لاٰت و ما انتم بمعجزین کیا اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر خریدی بیشک اسامہ کی امید لمبی ہے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائے گی اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اسے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حلق سے اتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہ سکو گے رواہ ابن ابی الدنیا فی قصر الامل وابو نعیم فی الحلیۃ والاصبہانی فی الترغیب والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیوار پر کہگل اور مٹی درست کرتے دیکھا فرمایا اے عبداللہ کیا ہے، عرض کی اسے درست کرتا ہوں فرمایا الامر اسرع من ذٰلک معاملہ اس سے قریب تر ہے رواہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ وصححہ وابن ماجۃ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گردن مبارک پر دست اقدس رکھ کر فرمایا ہٰذا ابن اٰدم وہٰذا اجلہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے پھر دست مبارک پھیلا کر فرمایا وثم املہ وثم املہ اور وہ اتنی دور اس کی امید ہے اتنی دور اس کی امید ہے رواہ الترمذی وابن حبان ونحوہ النسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا دار من لا دار لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اس کے لیے وہ جمع کرتا ہے جو بے عقل ہے رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین وہٰذا عن ابن مسعود من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کنز دنیا یرید حیاۃ باقیۃ فان الحیاۃ بید اللہ الا وانی لا اکنز دینارا ولا درہما ولا اخبأ رزقا لغد جو دنیا جوڑ کر رکھے کہ بقائے زندگی چاہتا ہو تو زندگی تو اللہ کے ہاتھ ہے سن لو میں نہ اشرفی جوڑ کر رکھتا ہوں نہ روپیہ نہ کل کے لیے کھانا اٹھا کر رکھوں رواہ ابو الشیخ فی الثواب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

یہ سب منفرد کا بیان رہا **عیال دار** ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں منفرد ہے تو خود اپنی ذات کے لیے اسے انہیں احکام کا لحاظ چاہیے اور عیال کی نظر سے اس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں **دوازدہم** عیال کی کفایت شرع نے اس پر فرض کی وہ ان کے توکل و تبتل و صبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کر سکتا اپنی جان کو جتنا چاہے کسے مگر ان کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جس کا قوت اس کے ذمہ ہے اسے ضائع چھوڑے رواہ الامام احمد وابو داؤد والنسائی والحاکم والبیہقی بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما وعزاہ فی المقاصد لمسلم حجۃ الاسلام فرماتے ہیں قدس سرہ لایجوز تکلیف العیال الصبر علی الجوع فلا یمکنہ فی حقہم ولا توکل المکتسب فاما ترک العیال توکلا فی حقہم او القعود عن الاہتمام باوہم توکلا فہو حرام وقد یفضی الی ہلاکہم ویکون ہو ماخوذا بہم حضور پرنور سید المتوکلین صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم اپنے نفس کریم کے لیے کل کا کھانا بچا رکھنا پسند نہ فرماتے ایک بار خادم رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پرند کا گوشت کہ آج تناول نہ فرمایا تھا بچا ہوا دوسرے دن حاضر کیا فرمایا الم انھك ان ترفعی شیئا لغد فان اللہ یاتی برزق غد کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا کل کی روزی اللہ کل دے گا (رواہ ابو یعلٰی بسند صحیح والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور اپنی عیال کریم کے لیے سال بھر کا قوت جمع فرمادیتے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفق منہ ای مما افاء اللہ علی رسولہ من اموال بنی النضیر علی اھلہ رزق سنۃ ثم یجعل ما بقی منہ مجعل مال اللہ عزوجل سیزدہم وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دہرا وجوب ہوگا کہ قدر حاجت جمع رکھے قال اللہ تعالٰی قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ چہاردہم ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اُسے روا ہوگا کہ سب راہ خدا میں خرچ کردے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کا حکم فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار کہ میرے پاس مال بہت ہے اور ان کے پاس کم فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا عرض کی اتنا ہی۔ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام وکمال اپنا سارا مال حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا عرض کی اللہ اور اس کا رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضور اقدس نے فرمایا[عہ۱] اگر صاحب[عہ۲] جائداد ہے اور اُس کی آمدنی خرچ سے زائد ہے تو اُس کی آمدنی سے بقدر خرچ رکھ کر باقی کا تصدق مطلقاً افضل ہے اگر دخل ماہانہ ہے تو ایک مہینہ کا خرچ رکھ کر اور سالانہ تو ایک سال کا اس سے زائد کا جمع رکھنا حرص وحب دنیا سے ناشی ہوتا ہے اور حب دنیا خطا کی جڑ ہے۔ صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا دار من لادار لہ ولھا یجمع من لاعقل لہ دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اُس کے لیے وہی جمع کرے گا جسے عقل نہیں (رواہ احمد والبیہقی فی الشعب عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح) احیاء العلوم شریف میں ہے ما ورا ء السنۃ الی خرلہ الاخرلہ ضعف القلب فھو غیر واثق بغیر اللہ تعالٰی فان اسباب الدخل تتکرر بتکرر السنین۔ اور اگر جائداد نہیں تو عیال کے لیے اتنا پس انداز کرنا کہ اگر یہ مرجائے تو وہ اس بقیہ سے منتفع ہوں اور اغنیاء ہوں کہ مانگنی نہ پڑے افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس

عہ۱: یہاں تک یہ جواب دستیاب ہوا ۱۲

عہ۲: یہاں سے سوال مذکور کا یہ مختصر جواب ہے ۱۲

رواہ الشیخان عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اُس کی مقدار جو ان کے لیے چھوڑنا مناسب ہے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چار ہزار درہم مروی ہے یعنی ہر ایک کو اتنا حصہ پہونچے اور امام ابوبکر فضل سے دس ہزار درہم اور اگر ان کے حصے مختلف ہیں تو لحاظ اس کا کیا جائے گا جس کا حصہ سب سے کم ہے اور اس سے زیادہ بہتر ہوں ہے درمختار میں ہے ندبت ای الوصیۃ باقل منہ ای من الثلث عند غنی ورثتہ او استغناءھم بحصتھم کما ندبت ترکھا بلا غنی واستغناء ردالمحتار میں ہے استغناءھم بحصتھم بان یرث کل منھم اربعۃ الاف درھم علی مارو ی عن الامام او عشرۃ الاف علی ما عن الفضلی قھستانی عن الظھیریۃ واقتصر الاتقانی علی الاول چار ہزار درہم کے انگریزی روپے سے گیارہ سو بیالیس ہوئے اور دس ہزار کے دو ہزار آٹھ سو پچپن اگر عیال خود غنی ہوں تو پس انداز کرنا ہی افضل یوہیں اگر فاسق ہوں کہ مال معصیت میں خرچ کریں گے تو ان کے لیے کچھ نہ چھوڑنا ہی بہتر فتاوٰی خلاصہ ولسان الحکام و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لو کان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۰: از میلاپور ضلع بیلی بھیت مرسلہ محمد حسین احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

مخزن علوم حقانی و ربانی ادام اللہ فیوضہم، تسلیم بعد تعظیم میری اہلیہ عرصہ سے ہر سال حضرت غوث الاعظم کے گیارھویں میں سوا من بریانی پکوا کر نیاز دلاتی ہے اور مساکین کو تقسیم کی جاتی ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ رقم امسال شہداو یتامی عساکر عثمانیہ کی امداد کے لیے بھیجی جائے اور گیارھویں شریف معمولاً قدرے شیرینی یا طعام پر دلادی جائے۔ زیادہ نیاز

الجواب

اگر دونوں باتیں نہ ہوں تو یہی بہتر ہے کہ قدرے نیاز دے کر وہ تمام قیمت امداد مجاہدین میں بھیج دی جائے اور اس کا ثواب بھی نذر روح اقدس حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا جائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲۱: از بلہرا بازار ضلع بلیا مرسلہ شیخ واجد علی محمد سلطان سوداگر چرم ۲۱ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شخص مالدار ہے اور سالانہ زکوٰۃ میں ہزاروں روپیہ نکال کر مستحقین میں تقسیم کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم زکوٰۃ سے زید حقیت زمینداری خرید کر اس کے خالص منافع کو مستقل طور پر مستحقین اور طالب علم دینیات کو دے سکتا ہے کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے چونکہ زید اپنے کاروبار تجارت کو بہ مقابلہ حقیت زمینداری کے مستحکم نہیں خیال کرتا وہ چاہتا ہے کہ اس صورت میں ہمیشہ وہ زکوٰۃ سے مستحقین بیکسان کا نفاذ رکھے۔

الجواب

زکوٰۃ تملیک فقیر ہے نہ جائداد خریدنے سے ادا ہوسکتی ہے نہ جائداد فقرا پر وقف کردینے سے ہاں اگر وہ روپیہ کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو باجازت شرعی دے کر بہ نیت زکوٰۃ مالک کردے تو اس فقیر کی اجازت سے اس کی جائداد خرید کر وقف فقرا کرے

تو یہ صورت بہت مستحسن ہے اور اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً دس ہزار روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ ان کی جائداد خرید کر وقف فقرا کرے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً سو پچاس روپیہ کا مال دس ہزار روپیہ کو بیچے اور وہ قبول کرے تو دس ہزار روپیہ اُس کو بہ نیت زکوٰۃ دے دے اور اس قیمت کے مطالبہ میں واپس لے کر اُن کی جائداد خرید کر وقف فقرا کردے یوں وقف بھی ہوجائے گا اور زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی اور اُس فقیر کو بھی سو پچاس روپیہ کا مال مل جائے گا اور وہ بعد ادائے زکوٰۃ دس ہزار روپیہ واپس دینا نہ چاہے یہ جبراً لے سکتا ہے کہ اس کا اتنا اُس پر آتا ہے درمختار میں ہے ولو امتنع المدیون مدّه واخذها لکونه ظفر بجنس حقه واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶ از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب زید فیضہم
۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

کتاب کنز الحقائق میں یہ حدیث شریف ہے تصدقوا علی اهل الادیان کلها اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے ائمہ کرام کفار حربی سے سلوک کو کیوں منع فرماتے ہیں اُن کے کیا دلائل ہیں اور احادیث کے کیا جواب۔ کتاب البنیاء الانیقہ میں ہے لاتکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیه فلم یقع قربة

الجواب

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی سید آصف صاحب دامت فضائلہم۔

تصدقوا علی اهل الادیان کلها میں امر بتصدق ہے اور تصدق قربت جہاں قربت نہ ہو صدق تصدق محال ہے اور بتصریح ائمہ اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعاً حاصل حدیث یہ ہے کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں ان پر تصدق کرو یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہل ذمہ کو شامل نصرانی ہوں خواہ یہودی خواہ مجوسی خواہ وثنی کسی دین کے ہوں اگر وہ قبول نہیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہوسکتا تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلها میں نہیں آسکتا کہ وہ محل صدقہ ہی نہیں اور کلام تصدق میں ہے یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے ورنہ صریح صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا جو وزغ کو ایک ضرب مارے سو نیکیاں پائے دوسری حدیث میں ہے جس نے سانپ کو قتل کیا اُس نے گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا رواہ الامام احمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تیسری صحیح حدیث میں ہے اقتلوا الحیات کلهن فمن خاف ثارهن فلیس منا سب سانپوں کو قتل کردو جو اُن کے بدلہ لینے سے ڈرے ہمارے گروہ سے نہیں رواہ ابوداؤد والنسائی والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ وعن عثمٰن بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنهم ایک حدیث میں ہے من قتل حیة او عقربا فکانما قتل کافرا جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے فاقتلوهم حیث ثقفتموهم اور فرمایا اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا اور فرمایا واغلظ علیهم اور فرمایا ولیجدوا فیکم غلظة

تو وہ اصلاً محل احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا اُن سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور ان سے منع اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا ورنہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی قال اللہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین، انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظٰلمون عالم شریف وغیرہ میں ہے ثم ذکر الذین نھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ خازن میں ہے ثم ذکر الذین نھی عن صلتھم وبرھم فقال انما ینھٰکم اللہ تو معلوم ہوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی اسی سورہ کریمہ کے آخر میں ہے یاایھا الذین اٰمنوا لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم لاجرم کبیر میں ہے قال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال تو اب کسی کافر حربی سے برّ وصلہ جائز نہ رہا اگرچہ اُس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الصّوم

مسئلہ ۱۲۶

کسی نے حرام کھانا کھا کر روزہ رکھا اور حرام چیز سے افطار کیا فرض صوم اُس پر سے ساقط ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں فرض ساقط ہوگیا فان الصوم انما ھو الامساک عن المفطرات الثلثۃ من الفجر الی اللیل سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہ اُس کی شرائط سے پھر اگر یہ مال حرام سے واقع ہوئی تو اس کا گناہ جدا رہا مگر سقوط فرض میں شبہہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ روزہ فرض برحافظ قرآن بوجہے کہ تراویح می گذارد معاف ست یانہ۔ بینوا توجروا ایھا العلماء

الجواب

ختم قرآن در تراویح سنتے بیش نیست وفرقے کہ از سنت تا فرض ست خود ہویدا است چہ بلا سفاہتے باشد ایں را بہر آں گذاشتن وکار دین را وا ژگونہ داشتن بلکہ ایں بہانہ در وغ خود بلغم در نمی آید زیرا کہ قرأت قرآن مانع روزہ نیست ہزاراں ہزار حافظان قرآن در اقطار عالم واکناف زمین از پیران وبچگان وکم طاقتان ہم بروز روزہ می دارند وہم بہ شب قرآن می خوانند و بدیں معنی ہیچ مضرتے

بچشم ایشاں نمی رسد وچہ گونہ رسد کہ ہم روزہ صحت ست وہم قرآن شفا اما اعتقادے صحیح باید تا ازیں دو دوائے الٰہی نفع ربائید قال
اللہ تعالٰی وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولایزید الظلمین الاخسارا ۱؎ وقال صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط من طریق زہیر بن
محمد عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی المقاصد الحسنۃ ورواتہ ثقات
کما فی ترغیب المنذری واخرجہ الامام احمد ایضا کما قال السخاوی وروی قولہ صوموا تصحوا عن امیر المؤمنین
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخرجہ ابن السنی وابونعیم فی الطب النبوی کما فی الجامع الصغیر للسیوطی
لکن اسنادہ ضعیف کما قال المناوی قلت ولایضر لثبوتہ برجال ثقات مع ان الضعیف معمول بہ فی الفضائل
اجماعا کما افادہ النووی وغیرہ ہیچ باور نمی آید کہ ایں کس را قرآن خواندن از روزہ باز می دارد ولیس نباشد مگر عذر باطل ودون ہمتی
ونفس پروری والعیاذ باللہ اگر بالفرض ہمچناں ست کہ قرآن خواندن اورا بحدے ناتواں می کند کہ طاقت روزہ طاق می گردد دریں
صورت ایں قرآن خواندن درحق وے نہ سنت و باعث ثواب باشد بلکہ حرام وموجب عذاب ودرنگ کسیکہ تلاوت قرآن دراز کرد تاآنکہ
وقت نماز از دست رفت ایں چنیں قرآن خواندن دراں قول نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم داخل ست کہ فرمود رب تال القرآن والقرآن
یلعنہ ای بسا قرآن خواناں کہ قرآن ایشاں را لعنت می کند علماء مطلق فرمودہ اند ہر عملے کہ ضعیف کند واز روزہ باز دارد روا نیست فی الدر
المختار لایجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف واگر مردے را حالتے باشد کہ چوں روزہ دارد قیام در نماز نتواند اورا روا
نیست کہ روزہ رمضان ترک دہد بلکہ روزہ دارد ونماز نشستہ گزارد فی الدر المختار عن البزازیۃ لوصام عجز عن القیام
صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین سبحان اللہ نزد علماء قیام نماز کہ خود فرض است بغرض مراعات روزہ ساقط گردد
اینجا روزۂ رمضان بہر ادائے سنتے حاشا بلکہ بہر تفاخرے بحصول امامتے بلکہ بہر فعلے ناجائزے گناہے حرامے معفو می شود ان ھذا
الاجھل صریح اوعناد قبیح ایں عزیز را گویند کہ حق سبحانہ وتعالٰی صوم رمضان برتو وہمگناں فرض عین فرمودہ است
وقرآن در تراویح ختم کردن نہ فرض ست ونہ سنت عین اگر بسبب تکثیر تلاوت ہنگام دور کہ اکثر حافظاں را ازاں ناگزیر ست ضعف
بتو راہ می یابد ایں خود برگردن تو نہ نہادہ اند بجا فعلے دیگر اقتدا کن وتراویح گزار وروزہ دار ہم فرض بیاب وہم بسنت شتاب
واگر ایں قدر نیز نمی توانی تمام قرآن در تراویح مخواں وشنو ہمیں بست رکعت بہ ہیچکہ قادر باشی بجا آر وروزہ از دست دادہ مستحق
نار جحیم وعذاب الیم مباش اے برادر روزہ فرض عین ست وفرض عین بر فرض کفایہ مقدم وختم قرآن در تراویح سنت کفایہ است
وسنت کفایہ از سنت عین موخر ایں چہ ستم بے خردی باشد کہ سنت کفایہ بر فرض عین مقدم دارند من العلماء من وسع فی ترک
الختم لکسل القوم قائلا ان من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل کما فی الدر المختار عن الزاھدی عن الوبری
والکرمانی وفیہ عن الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لایثقل علیہم قال واقرہ المصنف یعنی الغزی وغیرہ
وعن المجتبٰی عن الامام لو قرأ ثلٰث اٰیات قصار او اٰیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیئ قال الزاھدی فما

ظنك بالتراويح قلت فانظر الى جهل هذا الذی يترك صوم رمضان لشیخ يرخص فی تركه لمثل هذا روزے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سلیمان بن ابی حثمہ را در جماعت صبح نہ دید اورش را چہ سید عرض داد او ہمہ شب نماز گزاردہ است صبحدم خوابش برد حضور جماعت نتوانست امیر المومنین فرمود مرا در جماعت صبح حاضر شدن محبوب تر ست از شب زندہ داشتن مالك فی المؤطا عن ابن شہاب عن ابی بكر بن سليمان بن ابی حثمة عن عمر بن الخطاب فقد سليمان بن ابی حثمة فی صلاة الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسكن سليمن بين السوق والمسجد فمر علی الشفاء ام سليمان فقال لها لم ار سليمان فی صلاة الصبح فقالت انه بات يصلی فغلبته عيناه فقال عمر لان اشهد صلاة الصبح فی الجماعة احب الی ان اقوم ليلة اھ ورواه ابو بكر بن ابی شيبة عن عبد الرحمن عن عمر ولفظه لان اصليهما فی جماعة احب الی من احيی ما بينهما يعنی الصبح والعشاء حضور پُر نور سیدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ در کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف مقالہ در ترتیب عبادات فرمودہ آنجا بہ پیچ جاہلے کہ در حفظ سنت و نفل فرائض را از دست می دہد اقامت قیامت کبرٰی نمود فقیر غفر اللہ تعالٰی برخے از اں سخن کریم مع ترجمہ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نقل کنم باشد کہ جاہلاں را از خواب غفلت بیدار سازد وباللہ الہادی حی فرماید رضی اللہ تعالٰی عنہ ینبغی للمؤمن ان یشتغل اولا بالفرائض می باید و سزد مرمسلماناں را کہ کاربند و کاربند شوند نخست بہ چیز ہائے کہ فرض و واجب گردانیدہ است حق تعالٰی از عبادت کہ بترک آنہا آثم و معاقب می گردد فاذا فرغ منہا اشتغل بالسنن چوں بپردازد از فرائض مشغول گردد بسنتہائے راتبہ کہ معین و مؤکد شدہ است ہمراہ فرائض و ترک آں سبب اساءت و عتاب ست ثم یشتغل بالنوافل والفضائل پس مشغول گردد بعبادت ہائے نافلہ کہ زیادت ست بر آں و فضیلت دارد و فعل آنہا ثواب ست و بترک آں اثم و اساءت نے فما لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق و رعونۃ پس مادام کہ نپردازد از فرائض و تمام نکند آنہا را پس مشغول شدن بسنتہا نشان جہل و بے خودی و سبک عقلی ست چہ ترک آنچہ لازم و ضروری ست و اہتمام بآنچہ نہ ضروری ست از قاعدہ عقل و خرد دور ست چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست و بایں قیاس کردن نوافل با ترک فرائض نیز نامقبول و باطل ست چنانکہ می فرمایند فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض پس اگر مشغول گردد بسنتہا و نفلہا پیش از ادائے فرائض لم تقبل منه واهين در پذیرفتہ نشود ازو بلکہ خوار کردہ شود و گفتہ اند کہ اتیان نوافل با ترک فرائض بداں ماند کہ یکے ہدیہ برد نزد کسے کہ وام وے دارد و وام ندہد ایں ہرگز قبول نیفتد و نیز گفتہ اند کہ ہر کہ نوافل نزد وے اہم از فرائض باشد وے مخدوع و ممکور ست و نیز گفتہ اند ہلاک مردم دو چیز ست اشتغال نافلہ و تضییع فرائض و عمل جوارح بے مواطات قلب فمثله كمثل رجل يدعوه الملك الی خدمته پس حال و قصہ غریب آں کسے کہ ترک می کند فرائض را باتیان سنن و نوافل ہمچو حال مردے ست کہ می خواند او را بادشاہ بخدمت خود کنایت ست از اتیان فرائض کہ پروردگار تعالٰی کہ حاکم و بادشاہ علی الاطلاق

ست بداں خواندہ وامر کردہ ست فلا یاتی الیہ پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاہ دیقعت یخدمۃ الامیر الذی هو غلام الملك وخادمہ و می ایستد در چاکری یکے از امرائے بادشاہ کہ غلام بادشاہ و چاکر اوست وتحت یدہ وولایتہ وزیر دست قدرت وتصرف اوست ایں مثال اتیان سنن ونوافل ست کہ بطریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ بندہ وامیر و وزیر خاص درگاہ اوست وباستحسان واستحباب علماء کہ بندگان وغلامان اویند عمل کردن ست اگرچہ ہمہ بحکم حضرت پروردگار تعالٰی وتشریع اوست ولیکن فرائض را بجہت الزام وایجاب نسبت بجناب ایزدی کنند وسنن ونوافل را کہ نہ دراں مرتبہ اند بحضرت رسول واصحاب اتباع او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین عن علی بن ابی طالب روایت است از امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال قال رسول اللہ گفت گفت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان مثل مصلی النوافل بدرستیکہ قصہ وحال گذارندہ نفلہا وعلیہ فریضۃ وحال آنکہ بر ذمہ او فرضی ست کہ نہ گزاردہ است آں را کمثل حبلی حملت ہمچو قصہ وحال زنے بار داست کہ تمام شدہ است مدت حمل او فلما دنی نفاسہا اسقطت پس ہرگاہ نزدیک شد وقت زائیدن وے افگند بچہ را نا تمام از شکم وجہ تشبیہ رنج دیدن ومشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چوں قبول نیفتاد آں نوافل بجہت عدم ادائے فرائض حاصل شد مر آں مصلے را رنج ومشقت بے فائدہ چنانکہ حاصل شد آں زن حاملہ را کہ مدت مدید گزشت ومشقت کشید وفائدہ کہ حصول ولد ست برآں مرتب نہ گشت فلا ہی ذات حمل پس آں زن نہ خداوند حمل ست باعتبار انتفائے مقصود کہ ولد ست ولاہی ذات ولاد نہ خداوند ولادست بجہت اسقاط حمل وکذلك المصلی لا یقبل اللہ لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ وہمچنیں مصلی مذکور در نمی پذیرد خدائے تعالٰی مر او را نماز نفل را تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد او را ونہ نفل ومثال دیگر مصلی نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر ست کہ سود می خواہد بے سرمایہ چنانچہ می فرمایند ومثل المصلی کمثل التاجر وحال مصلی مذکور حال سوداگر ست کہ لا یخلص لہ ربحہ حاصل نمی شود مر او را سود در سودا حتی یاخذ راس مالہ تا آنکہ بگیرد سرمایہ خود را فکذلك المصلی بالنوافل لا یقبل لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ ہمچنیں حال مشغول شوندہ بہ نوافل پذیرفتہ نمی شود مر او را نفل کہ بمنزلہ سود اوست تا آنکہ ادا کند فرض را کہ بمثابہ سرمایہ است اھ مع اختصار فی کلمات الشارح **بالجملہ** ایں کسے باجماع علماء فاسق و فاجر ومرتکب کبیرہ ومستحق عذاب الیم وخزی عظیم است۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قومے را دید کہ ایشاں را سرنگوں آویختہ اند وکنجہائے دہان ایشاں دریدہ کہ از آنہا خون میریزد فرمود ایناں چہ باشند فرشتہ عرض داشت کسانیکہ قبل از وقت افطار رمضان می کنند اخرجہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اتانی رجلان فاخذا بضبعی فاتیا بی جبلا وعرا وساق الحدیث الی ان قال ثم انطلقا بی فاذا انا بقوم معلقین بعراقیبہم مشققۃ اشداقہم تسیل اشداقہم دما قال قلت من ہؤلاء قال الذین یفطرون قبل تحلۃ صومہم چوں پیش از وقت افطار را ایں عذاب ست

اصلاً روزہ نہ داشتن را خود قیاس کن کہ چنداں باشد والعیاذ باللہ۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید رسن ہائے اسلام و بنیاد ہائے دین سہ چیز ست کہ بر ایشاں بنائے اسلام نہادہ اند ہر کہ از آنہا یکے را ترک دہد کافرست بداں خون او حلال یکے شہادت کلمہ توحید دوم نماز فرض سوم روزہ رمضان ودر روایتے فرماید ہر کہ از انہا یکے بگذارد بہ آں کافرست بخدا ونہ پذیرند از وے ہیچ فرض ونہ نفل وبدرستی کہ روا باشد خون ومال او۔ ابو یعلی باسناد قال المنذری حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حماد بن زید ولا اعلمہ الا قد رفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال عری الاسلام وقواعد الدین ثلثۃ علیھن اسس الاسلام من ترک واحدۃ منھن فھو بھا کافر حلال الدم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والصلوۃ المکتوبۃ وصوم رمضان وفی روایۃ من ترک منھن واحدۃ فھو باللہ کافر ولا یقبل منہ صرف ولا عدل وقد حل دمہ ومالہ وروی ھذہ سعید بن زید عن عمرو بن مالک البکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یشک فی رفعہ۔ دہم منقول باشد از اں حضرت علیہ علیہ الصلاۃ والتحیۃ کہ فرمود حق تعالٰی در دین اسلام چار چیز را فرض کردہ است ہر کہ از انہا سہ بجا آرد واز یکے بکار نیاید تا ہر ہمہ چار را ادا سازد نماز وزکوۃ وروزہ رمضان وحج کبیت الامام احمد عن زیاد بن نعیم الحضرمی مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن اتی بثلاث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ وصوم رمضان وحج البیت ونیز مروی شد از اں سرور علیہ افضل الصلوۃ والسلام کہ فرمود ہر کہ یک روز از رمضان بے رخصت شرع وبے مرض روزہ ندارد اگر ہمہ عمر خودش روزہ خواہد داشت عوض آں یک روزہ نخواہد شد فقد اخرج الترمذی واللفظ لہ وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ والبیھقی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والبخاری تعلیقا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقضہ صوم الدھر کلہ وان صامہ مسلماناں را باید کہ پس ایں کس تراویح نگذارند بدو وجہ اولاً او فاسق ست ونماز پس فاسق مکروہ کما صرحت بہ المتون والشروح والفتاوی قاطبۃ ثانیاً غالب آنست کہ ایں کس بغایت پست ہمت وبد شوق در امور دینیہ است وخواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرض تحصیل امامت وتقدم وتفاخر بروجہ ریا وسمعہ اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن نہ دہند وچوں کسے اقتدا نہ کند لاجرم ایں فعل حرام را گذارد وان شاء اللہ تعالٰی رجوع بروزہ آرد قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایں قرآن خوانی از ان کس گناہ عظیم ست ومقتدیان باقتدائے خود اعانت بر گناہ میکنند پس خود آثم باشند ہر چند سخن قدرے دراز شد اما بحمد اللہ خالی از نفع نیست یکے از جہت تحقیق مسئلہ دوم از روئے ذکر شریف ونقل کلام لطیف حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فان عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ لا سیما ھذا السید راس الاولیاء وتاج الاقطاب وسید الصلحاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم

اجمعین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۷۱ از سیرٹھ کنبوہ دروازہ مکان داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکا کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھتا ہے اگر بوجہ کثرت ضعف و محنت دور روزہ افطار کرے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نابالغ پر تو قلم شرع جاری ہی نہیں وہ اگر بے عذر بھی افطار کرے اُسے گنہگار نہ کہیں گے لقولہ[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثۃ الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن الصبی حتی یحتلم مگر بیان کرنا اس کا ہے کہ بچہ جیسے آٹھویں سال میں قدم رکھے اُس کے ولی پر لازم ہے کہ اُسے نماز روزے کا حکم دے اور جب اُسے گیارہواں سال شروع ہو تو ولی پر واجب ہے کہ صوم وصلاۃ پر مارے بشرطیکہ روزے کی طاقت ہو اور روزہ ضرر نہ کرے حدیث صحیح میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین تنویر الابصار میں ہے وجب ضرب ابن عشر علیھا ردالمحتار میں ہے ظاھر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کالضرب والظاھر ایضا ان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لا بمعنی الافتراض لان الحدیث ظنی فافھم درمختار میں ہے والصوم کالصلاۃ علی الصحیح عالمگیری قال الرازی یؤمر الصبی اذا اطاقہ قہستانی میں ہے ھذا اذا لم یضر الصوم ببدنہ فان اضر لایؤمر بہ اور پر ظاہر کہ یہ احکام حدیث وفقہ میں مطلق وعام تو ولی نابالغ ہفت سالہ یا اس سے بڑے کو اُسی وقت ترک صوم کی اجازت دے سکتا ہے جبکہ فی نفسہ روزہ اُسے ضرر پہنچائے ورنہ بلا عذر شرعی اگر روزہ چھڑائے گا یا چھوڑنے پر سکوت کرے گا گنہگار ہوگا کہ اُس پر امر یا ضرب شرعًا لازم اور تارک واجب بزہ کار وآثم اور دور کلام کی محنت عذر وافطار نہیں اولًا اکثر ہوتا ہے کہ بچے بہت جوان قوی تندرست لوگ ایسے امور میں کم ہمتی کو بے قدرتی سمجھ لیتے حالانکہ کمر ہمت چست باندھیں تو کھل جائے کہ عجز سمجھنا صرف وسوسہ تھا اور واقع میں عجز ہو بھی یعنی روزہ رکھ کر کلام اللہ شریف پڑھنا شاقہ نہیں ہوسکتی تو راہ یہ ہے کہ روزہ رکھوائیں اور قرآن مجید کا جتنا شغل بے کلفت ہوسکے لیں اور جس قدر کی طاقت نہ دیکھیں بعد رمضان دور آئندہ پر ملتوی رکھیں کہ شرعًا صیام کے لیے ایام معین ہیں جن کے فوت سے ادا فوت ہوگی اور دور کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہمیشہ وہر وقت کرسکتے ہیں فرض کیجیے اگر

[1] رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن امیر المومنین عمر وعلی وکالنسائی وابن ماجۃ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

مرد وجوان تندرست مقیم کی یہی حالت ہوتی ہے کہ روزے کے ساتھ محنت دوڑ نہ کرسکتا تو کیا شرع اُسے اجازت دیتی کہ دوڑ کے لیے روزہ ترک کرے حاشا وکلا بلکہ لازم فرماتی کہ روزہ رکھا اور دوڑ دوسرے دن پر موقوف رکھ تو معلوم ہوا کہ اسی بیں خیر ہے اور ابن کے عکس میں شر اور ولی کو چاہیے بچّے کو ہر خیر کا حکم دے اور ہر شر سے باز رکھے محشیان دُر سادات علی طحطاوی و شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مرادہ من ھذین النقلین بیان ان الصبی ینبغی ان یؤمر بجمیع المامورات وینھی عن جمیع المنھیات علامہ طحطاوی نے فرمایا فلاخصوصیۃ للصلاۃ والصوم والخمر کما یرشد الیہ التعلیل اھ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی انہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹ از کمپ معرفت حکیم سید نور الحسن صاحب دہلوی ۲۴ شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلے کے جو کہ بوجہ اختلاف ہونے رویت ہلال کے ۳۰ تاریخ رمضان المبارک کو روزہ افطار کیا گیا اور بعد معلوم ہوجانے خبر تکذیب رویت کے روزہ قائم نہیں کیا گیا اور اکل وشرب برابر رکھا اب اس روزے کے واسطے کفارہ لازم ہے یا قضا ونیز جن صاحبوں نے بعد خبر پانے تکذیب رویت کے پھر اپنے صوم کو کلی غرارہ سے دہن کو پاک کرکے قائم کرلیا ہے اُن کو کیا امر لازم ہے آیا کفارہ یا قضا۔

الجواب

جنھوں نے اکل وشرب قائم رکھا حالانکہ کذب پر مطلع ہوچکے تھے وہ گنہگار ہوئے لیکن کفارہ اُن پر بھی نہیں جنھوں نے فوراً کلی غرارہ کرلیا وہ ثواب پائیں گے اور ایک روزہ اُس کے عوض کا وہ بھی رکھیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از گلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان لسٹوٹ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے خاص کرکے لڑائی کے موقع پر جاتا ہے بینوا توجروا

الجواب

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بری سے جاتا ہو وہ جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرلے مسافر ہے ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کی حالت میں آئے اُس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اُس کی قضا رکھ لینا جائز ہے پھر اگر روزہ اُسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے فی الدرالمختار للمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ الفطر ویندب الصوم ان لم یضرہ فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ ویجب علی مقیم اتمام صوم یوم من رمضان سافر فی ذلک الیوم اھ ملتقطاً یوہیں غازی اگر یقیناً جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا

اندیشہ ہے تو وہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو۔ فی ردالمحتار عن النہر عن الخلاصۃ الغازی اذا کان یعلم یقیناً انہ یقاتل العدو فی رمضان ویخاف الضعف ان لم یفطر افطر۔ مگر یہ اجازت بلاسفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانت دین اسلام میں لڑتا ہو باقی ملکی لڑائیاں یا معاذ اللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا یہ سب گناہ ہیں گناہ پر طاقت کے لیے رُوزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔ فی مستامن فتح القدیر فرع نفیس فی المبسوط لو اغار قوم من اھل الحرب علی اھل الدار التی فیھم المسلم المستامن لایحل لہ قتال ھؤلاء الکفار الا ان خاف علی نفسہ لان القتال لما کان تعریضا لنفسہ علی الھلاک لایحل الا لذلک او لاعلاء کلمۃ اللہ تعالٰی وھو اذا لم یخف علی نفسہ لیس قتالہ لھؤلاء الا اعلاء الکفر۔ ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سقر ہو کما قدمنا عن الدرالمختار والخلاف فیہ معروف بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی عن الجمیع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: عرفان علی صاحب رضوی بیسل پوری ملازم کچہری کلکٹری پیلی بھیت ۱۶ شعبان ۱۳۳۲ھ

ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما میں ہوتا ہے کبھی موسم سرما میں کبھی موسم بہار میں کبھی برسات میں، فرض کیجیے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان گرمیوں میں ہو تو دوسرے سال بھی گرمیوں میں ہونا چاہئے کیونکہ وہی موسم دوبارہ سال بھر بعد آتا ہے شمسی مہینے کے حساب سے کبھی رمضان موسم گرما میں ہوتا ہے اور کبھی موسم سرما میں اس کی وجہ کیا ہے چونکہ حضور علم ہیأت میں ید طولٰی رکھتے ہیں پس سوائے حضور کے کسی اور سے اس کا حل ہونا غیر ممکن۔ بینوا توجروا۔

الجواب

موسموں کی تبدیل خالق عزوجل نے گردش آفتاب پر رکھی ہے مثلاً تحویل برج حمل سے ختم جوزا تک فصل ربیع ہے پھر تحویل سرطان سے ختم سنبلہ تک گرمی پھر تحویل میزان سے ختم قوس تک خریف پھر تحویل جدی سے ختم حوت تک جاڑا، یہ آفتاب کا ایک دورہ ہے کہ تقریباً ۳۶۵ دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہوا پورا ہوتا ہے اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال شرع اور ۳۰ یا ۲۹ دن میں ختم ہوتے ہیں یہ بارہ مہینے یعنی قمری سال ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہے سمجھنے کے لیے کسرات چھوڑ کر شمسی سال ۳۶۵ قمری ۳۵۵ میں رکھے کہ دس دن کا فرق ہوا اب فرض کیجئے کہ کسی سال یکم رمضان شریف یکم جنوری کو ہوئی تو آئندہ سال ۲۲ دسمبر کو یکم رمضان ہوگی کہ قمری ۱۲ مہینے ۳۵۵ میں ختم ہوجائیں گے اور شمسی سال پورا ہونے کو ابھی دس دن اور درکار ہیں پھر تیسرے سال یکم رمضان ۱۲ دسمبر کو ہوگی چوتھے سال یکم دسمبر کو ہوگی تین برس میں ایک مہینہ بدل گیا پہلے یکم جنوری کو تھی اب یکم دسمبر کو ہوئی یو ہیں ہر تین برس میں ایک مہینہ بدلے گا اور رمضان مبارک ہر شمسی مہینہ میں دورہ فرمائے گا بعینہٖ یہی حالت ہندی مہینوں کی ہوگی اگر وہ لوند نہ لیتے انھوں نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری تو ہر برس دس دن گھٹ گھٹ کر تین سال بعد ایک مہینہ گھٹ گیا لہذا ہر تین سال

وہ ایک مہینہ مکرر کر لیتے ہیں تاکہ شمسی سال سے مطابقت رہے ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور پوس گرمیوں میں بلکہ نصاریٰ جنہوں نے سال وماہ سب شمسی لیے اگر یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ کا نہ کرتے تو اُن کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں یوں کہ سال ۳۶۵ دن کا لیا اور آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد پورا ہوگا جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے ہے تو پہلے سال شمسی سال دورہ یافت سے ۶ گھنٹے پہلے ختم ہوا دوسرے سال بارہ گھنٹے پہلے تیسرے سال ۱۸ گھنٹے پہلے چوتھے سال تقریباً ۲۴ گھنٹے اور ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے لہذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورہ آفتاب سے مطابقت رہے لیکن دورہ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے تو چوتھے سال پورے ۲۴ گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً ۲۳ گھنٹے کا اور بڑھا لیا ایک ایک کہ ۲۴ گھنٹے ہے تو یوں ہر سال میں شمسی سال دورۂ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا سو برس بعد تقریباً ایک دن لہذا صدی پر ایک دن گھٹا کر پھر فروری ۲۸ دن کا کر دیا اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از رائے پوری پی محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشن محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

شعبان کی ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو علاوہ قاضی ومفتی کے عوام کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس نیت سے۔

الجواب

اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر وغبار ہو تو مفتی کو چاہیے کہ عوام کو ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پئیں نہ روزے کی نیت کریں بلانیت روزہ مثل روزہ رہیں اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کر لیں روزہ رمضان ہو جائے گا اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو اور اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کر سکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل تو گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے کہ بروز پیر روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں کیونکہ اگر ابر رہا تو چاند کا ثبوت ہونا غیر ممکن ہے اور اگر مطلع صاف ہوا تو دیکھ کر چاند روزہ ہوگا اس غرض سے دریافت کیا گیا

گیا ہے بغیر چاند دیکھنے کے روزہ ناجائز ہوگا حضور تحریر فرمادیجئے تاکہ دیہات میں خبر کردی جائے جیسا بھی تحریر ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

الجواب

اگر چاند ہوجائے یا شرعی شہادت گزر جائے تو کل کا روزہ ہے ورنہ دوپہر تک کچھ کھائیں پئیں نہیں اس خیال سے کہ شاید چاند ثابت ہوجائے پھر اگر ثابت ہوجائے تو روزہ کی نیت کرلیں ورنہ کھانا کھالیں اور جب تک رویت یا ثبوت رویت نہ ہوجائے رمضان کی نیت سے کل کا روزہ رکھنا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگریا سادات

ان پانچ روزوں میں جو روزہ رکھنا منع ہے یعنی ایک خاص عید الفطر اور عید الضحٰی کے تو اس کی کیا وجہ ہے بینوا توجروا

الجواب

یہ دن اللہ عزوجل کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵:

ماہ رمضان المبارک اور غیر رمضان المبارک میں قرآن خوانی یا اور کوئی ختم مثلاً تسبیح تہلیل کے کوئی شخص پڑھے یا پڑھائے تو دونوں میں ثواب برابر ہے یا کم وبیش ہے تو کیا وجہ ہے بینوا توجروا

الجواب

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر واوفر ہے رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اُس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کی برابر ہے اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع واکبر ہے سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ الحدیث رواہ ابن خزیمۃ والبیہقی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۶: از مونگیر ملک بہار مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب ولایتی مقیم مونگیر مسجد ٹوٹی ۵ شوال ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مونگیر میں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آیا مگر کلکتہ سے بذریعہ تار برقی خبر آئی کہ یہاں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ چاند دیکھا گیا بعد اس کے یہاں کے ایک رئیس نے کلکتہ کے امام جامع مسجد سے بذریعہ تار برقی دریافت کیا امام صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ کلکتہ میں بتاریخ ۲۹ رمضان چاند دیکھا گیا اس پر اس رئیس نے مع اور چند آدمیوں کے روزے توڑ ڈالے مگر کسی ذی علم نے ان کی موافقت نہ کی ان اشخاص مفطرین کی نسبت در صورت صحت خبر مذکور کیا حکم ہے اور در صورت عدم صحت صرف اس روزے کی قضا ان اشخاص پر لازم ہوگی یا کفارہ اور تعزیر بھی کس قسم کی بینوا توجروا

الجواب

تار کی خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ فی فتوٰی مفصلۃ بما لامزید علیہ اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع ہوا، اور اشخاص مذکورین بیشک مرتکب گناہ ہوئے اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی کہ جب تک انہوں نے روزے توڑے اصلاً ثبوت شرعی نہ تھا اور انہوں نے بے اذن شرع افطار پر اقدام کیا اور یہ قطعاً گناہ ہے شرع مطہر نے صوم وافطار کو رویت پر معلق فرمایا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والحدیث مشھور انہوں نے بے ثبوت رویت عید کرلی اور حکم احکم حاکم اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مخالفت کی ہم نے فتوائے مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین وفساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین ۔ انہوں نے صرف اسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ۔ انہوں نے اہل علم سے بے پوچھے کارروائی کی قرآن عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علماء سے رجوع کرو وہ حقیقت کار تک پہنچ جائیں گے قال اللہ تعالٰی واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم انہوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی فرقان حکیم نے حکم فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم ۔ انہوں نے بے ثبوت شرعی جسارت کی رمضان شریف بالیقین ثابت تھا اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے بحکم فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ روزے پر جمع فرمایا تھا واجب تھا کہ جب شرع اذن دیتی کہ اب وہ کام ختم ہوا اس وقت روزہ چھوڑتے قال اللہ تعالٰی انما المؤمنون الذین یؤمنون باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ۔ انہوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اس امر جامع سے جدائی کی مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر ہو مگر اس وقت تک ان کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا انہوں نے قطعاً امر دین میں ناواقفانہ جسارت اور احکام شرع سے جاہلانہ مخالفت کی تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطادار ہوئے کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قال فی القراٰن برأیہ فاصاب فقد اخطأ اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ اور یہیں سے ثابت کہ وہ بہر تقدیر اپنی بےباکی وجرأت واستقلال بالرائے ومخالفت اہل علم واختراع حکم کے باعث مستحق تعزیر ہوئے کہ یہ سب گناہ ہیں اور ہر گناہ جس میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے فی الاشباہ کل مرتکب معصیۃ لاحد فیھا فیھا التعزیر اور اس کی تعیین قسم حاکم شرع ایدہ اللہ تعالٰی کی رائے پر ہے ضرب، حبس، گوشمال، سخت کلام، تیز نگاہ وغیرہا جس طریقے سے مصلحت جانے زجر فرمائے

اور ضرب اختیار کرے تو اُنتالیس کوڑے سے زیادہ نہ ہو فی شرح التنویر التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رأی القاضی وعلیہ مشائخنا زیلعی لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اسی میں ہے اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا ولو بالضرب اور جہاں والی شرع نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں یہ لوگ تعزیر سے محفوظی پر خوش نہ ہوں کہ یہ خوشی اُن کے گناہ کو ہزار چند کردے گی بلکہ اُس رب سے ڈریں جس کی حکومت ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہر بات پر قادر ہے اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے فوراً صدق دل سے تائب ہوں اور جیسے یہ معصیت علانیہ کی تو بہ بھی بالاعلان کریں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اخرجہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن آئندہ کے لیے عہد واثق ہو کہ کبھی امور دین میں بیباکی وجرأت نہ کریں گے اور بے ارشاد علما اپنی رائے سے قدم نہ دھریں گے ویتوب اللہ علی من تاب ویھدی الیہ من اناب پھر اگر طرق مقبولہ شرع سے ثابت ہو جائے کہ وہ خبر سچی اور عید واقعی تھی تو اُن پر اس روزے کی قضا نہیں کہ تحقیق ہوا وہ دن روزے کا نہ تھا ولا قضاء الا عن وجوب وافساد النفل بعد الشروع وان اوجب القضاء لکن ھذا فی غیر صوم الایام الخمسۃ کما فی التنویر وشرح للعلائی علی ان محلہ فی الشروع قصدا الا تری ان من شرع فی صلاۃ ظانا انہ لم یصلھا ثم تذکر فقطع لا قضاء علیہ نظیر اس کی یہ ہے کہ ابھی غروب شمس محقق نہ ہوا اور کسی شخص نے جزافاً روزہ کھول لیا یہ امر اُسے روا نہ تھا کما فی السراج الوھاج والبحر الرائق وغیرھما لکن درر ی لیکن اگر بعد کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس وقت آفتاب ڈوب چکا تھا تو روزے کی قضا نہیں کما نص علیہ الامام الزیلعی ثم الطحطاوی ثم الشامی کہ ظاہر ہوا کہ وقوع افطار اپنے محل میں تھا اور اگر منکشف ہو کہ خبر غلط تھی اور وہ دن رمضان کا تھا یا کچھ تحقیق نہ ہو تو بے شک اس روزے کی قضا لازم ہے تقدیر اول پر تو وجہ واضح اور بر تقدیر ثانی رمضان کا آنا یقینی تھا اور اس کا جانا شرعاً ثابت نہ ہوا والیقین لا یزول بالشک تو وہ دن عند الشرع رمضان ہی کا تھا کہ شرع نے عدم رویت میں تیس دن پورے کا مہینہ رکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما نظیر اس کی یہ ہے کہ بے تحقیق غروب افطار کر لیا پھر ثابت ہوا کہ آفتاب باقی تھا یا کچھ نہ کھلا دونوں حالت میں قضا ہے کما صرح بہ الزیلعی ومن بعدہ بایں ہمہ ما نحن فیہ میں کفارہ کسی تقدیر پر نہیں کہ آخر انھوں نے اپنے نزدیک عید ہی جان کر روزے توڑے اور وہ خبریں اگرچہ شرعاً نامقبول ہیں مگر ان عامیوں کے لیے مورث ظن بلکہ اُن کے گمان میں موجب یقین ہو چکی تھیں تو اُن کی طرف سے جنایت کاملہ نہ پائی گئی وانما تبتنی الکفارۃ علیھا نظیر اس کی وہ شخص ہے جس کے ایک دوست نے اُس سے بیان کیا میں نے عید کا چاند دیکھا اُس نے اُسے معتمد سمجھ کر روزہ توڑ ڈالا اگرچہ گناہ گار ہوا کہ ایک کی خبر ہلال عید میں محض نامعتبر اور اسی وجہ سے قضا بھی آئی مگر کفارہ نہیں علامہ حسن شرنبلالی نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں ان افطر من راٰھا الھلال وحدہ کالفی شوال قضی ولا کفارۃ

علیہ ولا علی صدیق للرائی ان شھد عندہ بھلال الفطر وصدقہ فافطر لانہ یوم عید عندہ فیکون شبھۃ اسی طرح فتح القدیر وہندیہ وغیرہا میں ہے بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر گاؤں والوں نے تیسویں رمضان کو شہر سے نقارے کی آواز سنی اور وہ سمجھے کہ یہ نقارہ عید کا ہے روزے توڑ دیے حالانکہ وہ نقارہ کسی اور بات کا تھا کفارہ لازم نہیں فتاوٰی سمیہ پھر شرح نقایہ پھر مجمع الانہر پھر ردالمحتار میں ہے لوافطر اھل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلثین ظانین انہ یوم العید وھو لغیرہ لم یکفروا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال

۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دربارۂ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور اگر کچھ لوگ یہ انتظام مقرر کریں کہ درباب رویت ہلال رمضان وشوال وذی الحجہ ومحرم کے پیشتر سے مراسلات مقام دیگر کو جہاں جہاں مناسب خیال کیا جائے اس مضمون سے بھیجے جائیں کہ اگر ان مقاموں میں ۲۹ کی رویت ہو تو خبر رویت کی بذریعہ تار کے پہنچ جائے اور بعد پہنچنے خبر شہادت کافی کے مشتہر کر دیا جائے تو یہ طریقہ شرعاً مقبول یا محض باطل اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمانوں کو اس پر عمل جائز یا حرام اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی یشکرہ بصیر ھلال النعمۃ بدرا والصلوۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ما اتی البرق بخبر الودق فصدق مرۃ وکذب اخری اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل وبے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام مہلک طریقے میں جو غلطیاں اور احکام شرعیہ سے سخت بیگانگیاں ہیں ان کی تفصیل کو دفتر درکار لہذا یہاں بقدر ضرورت وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں نظر کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں جن کے بغیر ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں اور پر ظاہر

کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و درمختار و حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے واللفظ للدر یلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی درمختار میں فرماتے ہیں بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اہل بلدۃ کذا راؤہ لانہ حکایۃ جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے تنبیہ دوم تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرز عبارت شناخت میں آتا ہے واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے اشباہ میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر فتح القدیر میں ہے الخط لا ینطق وھو متشابہ درمختار میں ہے لا یعمل بالخط فتاوی قاضیخاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کافی شرح وافی میں ہے الخط یشبہ الخط قد یزور و یفتعل مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامۃ البیری پھر رد المحتار میں ہے لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور و یفتعل عینی شرح کنز میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل التزویر مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے الشہادۃ والقضاء لا یحل الا عن علم ولا علم ھھنا لان الخط یشبہ الخط فتاوی عالمگیری میں ملتقط سے ہے الکتاب قد یفتعل و یزور الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم غمز العیون میں فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی سے ہے العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور و یفتعل ای من شانہ ذلک وکون من شانہ ذلک یقتضی عدم العمل بہ و عدم الاعتماد علیہ وان لم یکن مزورا فی نفس الامر کما ھو ظاہر دیکھئے کس قدر روشن و واضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو نہ اس کی بنا پر حکم و گواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو۔ پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیونکہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام

قابل نہ ہوگی۔ سبحان اللہ! ائمۂ دین کی وہ احتیاط کہ مُہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُہر بنالینا اور خط میں خط ملادینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کرسکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں! علاوہ بریں تار والوں کے وجوب صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نخواہی واجب القبول ہوگی اور اُس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلّت علم وقلّت علماء پر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **تنبیہ سوم** قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت واخبار محض ہے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامۂ اعتبار تار میں آکر بکھیر تار تار کہ وہ بیان ہم تک صادق نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہوکر آیا صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی۔ اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ ان قدر وسائط تو لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جاکر تار دیں اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا ہے وہ جدا واسطہ اس پر فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت اُدھر تار کا بابو اُردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت بایں ہمہ فصل زائد ہوا اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفار ان خدمات پر معین غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔ **تنبیہ چہارم** علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حَکم کا خط مقبول نہیں درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقطا۔ فتح میں ہے ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصح الا من القاضی غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے رہے قاضی ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اُس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی اُنھیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو اور ہر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا اور دوسری جگہ اس کا اجراء محض باطل وفاحش خطا ہے۔

حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچا کیونکر روا۔ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارہ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی و خود بیان قاضی اُس سے جدا ہے، امام علامہ محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ وقدمنا انہ لو ذکر ما فی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک الا انہ اُجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ سبحان اللہ پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اُسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعًا بے اثر وہاں اُس کے سرنامے احکام دھریں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا اور جب شرعًا قاضی کا تاریوں بے اعتبار تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار ناچیز تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔ **تنبیہ:** قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اُسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا میں یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اُسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں اگرچہ ہم اُس قاضی کا خط بھی پہچانتے ہوں اور اُس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔ ہدایہ میں ہے لا یقبل الکتاب الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلابد من الحجۃ فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے ہے ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجۃ شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم ولکن جعلنہ حجۃ بالاجماع ولکن انما یقبلہ القاضی المکتوب الیہ عند وجود شرائطہ ومن جملۃ الشرائط البینۃ حتی ان القاضی المکتوب الیہ لا یقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینۃ انہ کتاب القاضی عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ قاری الہدایہ سے ہے اذا شھدوا انہ خطہ من غیر ان یشاھدوا کتابتہ فلا یحکم بذلک سبحان اللہ یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ نا واقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے نسال اللہ توفیق الصواب وبہ نستعین فی کل باب اے عزیزان زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے خصوصًا ان مسائل میں جنھیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے تصریحًا تلویحًا تفریعًا تاصیلًا سب کچھ فرمادیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل معضل کی تحصیل صعب کی تذلیل مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں بحرے

صدف صدف سے گہر بذر سے درخت درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالٰی قادر ہوں لاخلا الکون عن افضا لھم وکثراللہ فی بلادنا من امثالھم امین امین امین بحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علی خاتم النبیین سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۱۳۸: از رامپور بوساطت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی اصلا قابل لحاظ نہیں ہوسکتی تار کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتوٰی مفصلہ طبع ہوچکا ہے اُسکی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بھی بہت گری ہوئی ہے کہ اُس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا تو ضروری ہے اور علمائے تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط تو شرعًا تار پر عمل کیونکر ممکن یوہیں ٹیلیفون کہ اُس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سُنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لوسمع من وراء الحجاب لایسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیرہ اذا لنغمۃ تشبہ النغمۃ الخ وصورۃ الثنیا التی ذکر لاتحقق لھا فیما نحن فیہ کمالا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ منظور علی علوی کاکوروی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پہاڑ میں ایسی ہے جہاں بغیر بہت دقت کے اونچی چوٹیوں پر گئے چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں جاکر بھی اکثر بسبب ابر غبار کے چاند نہیں دکھائی دیتا ہے ایسی جگہ میں مسلمانوں کو شوال کی رویت ہلال کی اطلاع بذریعہ تار کے پاکے روزہ افطار کردینا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں تار اگر ایک ہو دو ہوں یا دس بارہ ہوں کسی صورت میں ان پر اعتبار جائز ہے یا نہیں اگر خبر بذریعہ تار کے نہ مانی جائے تو پہاڑوں میں (مثلاً نینی تال میں) کبھی رمضان کا مہینہ اُنتیس کو نہیں ختم ہوسکتا ہے اس لیے کہ دس بارہ برس کا مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ ابر غبار کی وجہ سے شوال کا چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور فرماتے ہیں ان اللہ امدہ لرؤیتہ اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے تار اگرچہ دس بیس ہوں اصلاً شرعاً امور دینیہ میں قابل التفات نہیں کہ اس کی حالت خط سے بھی بدتر ہے اپنے شناسا کا خط پہچانا جاتا ہے طرزِ عبارت سے پتا چلتا ہے تار میں یہ کچھ بھی نہیں پھر ہمارے تمام ائمہ نے عام کتب مذہب مثل ہدایہ و درمختار و اشباہ وغیرہ و عقود الدریہ و فتاوی قاضی خاں و فتاوی عالمگیری وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ خط کا اعتبار نہیں بلکہ صاف فرمایا کہ مہر کا بھی ان معاملات میں اعتبار نہیں پھر تار کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت درکنار اسلام کا بھی علم نہیں بلکہ اکثر ہنود وغیرہ ہوتے ہیں دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق یا مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کردے گا نہ یہاں حدِ تواتر تک پہنچنا معقول کہ دس نہیں ہزار جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں اپنے دنیوی معاملات کو دیکھیے دو روپے کا دعوٰی ہو اور گواہ بیس دفعہ تار پر اپنی گواہی بھیجے کیا کچہریوں میں قبول ہو جائے گی پھر عید کرلینا کیسے حلال ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ اس صورت میں کہ اونتیس کا چاند ہی وہاں نہ ہوگا شعبان سے ذی الحجہ تک پانچ ہلالوں کا بغور دیکھنا تلاش کرنا ہر جگہ کے مسلمانوں پر واجب ہے اونچی چوٹیوں پر جانے کی وقت اگر صرف بوجہ تکلیف یا کاہلی ہو تو یہ عذر ہرگز نہ سنا جائے گا اور اوپر جاکر دیکھنا واجب ہوگا اگر کوئی نہ جائے گا سب گنہ گار رہیں گے اور اگر واقعی ناقابل برداشت تکلیف ہے تو معاف ہے عـه فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے ۲۹، ۳۰ سے کیا کام اور اگر یہ خیال ہے کہ ۲۹ کے رمضان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے یہ کیونکر ہوگی تو یہ محض بے معنی خیال ہے اور غور کریں تو اس کی کسر اُدھر شعبان میں نکل جائے گی کہ وہ بھی کبھی ۲۹ کا نہ ہوگا تو رمضان کہ ۳۰ کا چاند وہاں ۲۹ کو نظر آئے گا اہتمام کریں تو ۲۹ تاریخ نزدیک کی آبادیوں میں دو چار معتبر مسلمان بھیج کر پہاڑ سے باہر بھی رویت کرا سکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ محمود میاں ابن قاضی عبدالغنی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

اس ریاست میں ٹیلیفون ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹیلی فون رویت ہلال رمضان یا عید دو دیدہ و آمنے سامنے دونوں مسلمان ہوں اور ایک جگہ کا مسلمان دوسرے کو خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور دوسری جگہ والا بھی مسلمان ہو اور اس کی آواز پہچانتا ہو کہ فلاں شخص یہ خبر دے رہا ہے تو اس کا آواز پہچان کر اُن کے قول پر عمل کیا جائے گا یا نہیں یا ٹیلی فون دینے والا اور لینے والا دونوں ملازم مسلمان ہیں ایک نے دوسرے کو بذریعہ ٹیلیفون خبر دی رویت ہلال کی اس نے دوسرے سے کہا فلاں جگہ سے مجھ کو فلاں نے کہا کہ وہاں پر رویت ہلال ہوئی تو ایسی خبر پر اعتماد چاہیے یا نہیں۔

الجواب

ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت

عـه اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

نہیں ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اُس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور ٹیلیفون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اگرچہ متصل آنکھ ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ شہادت اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے تبیین الحقائق پھر فتاوی عالمگیری میں ہے ولو سمع من وراء الحجاب لایسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاهد انه لیس فیه غیرہ ثم جلس علی المسلك ولیس له مسلك غیرہ فسمع اقرار الداخل ولایراہ لانه یحصل به العلم وینبغی للقاضی ان فسر له ان لایقبله ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے کان الفقیه ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأۃ من وراء الحجاب وشهد عندہ اثنان انها فلانة لایجوز لمن سمع اقرارها ان یشهد علی اقرارها الا اذا رأی شخصها یعنی حال ما اقرت فحینئذ یجوز له ان یشهد علی اقرارها بشرط رؤیة شخصها لا رؤیة وجهها درمختار میں ہے شهدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال فی لیلة کذا وقضی القاضی به ووجد استجماع شرائط الدعوی جاز لهذا القاضی ان یحکم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لالو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة اھ وتمام تحقیقه فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱: از دفتر صحیفہ حیدرآباد دکن مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

تار اور ٹیلیفون زمانہ حال کی ایجاد ہے یعنی فقہائے ماسبق کے زمانہ میں یہ چیزیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اس لیے قدیم کتب فقہ اس تذکرے سے خالی ہیں کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبریں آتی ہیں وہ قابل تسلیم ہیں یا نہیں اس مسئلہ کی نسبت علماء کے ایک عام اجماع واتفاق کی ضرورت ہے پس براہ کرم بیان فرمایا جائے کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبر آئے وہ ازروئے احکام شریعت قابل تسلیم ہے یا نہیں اور ایسی خبر کی بنا پر احکام شرعیہ مثلاً ترک واختیار صوم اور تقرر یوم حج وغیرہ کا تصفیہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

تار محض بے اعتبار ہے یوں ہی ٹیلیفون اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو تفصیل فقیر کے فتاوی مرسلہ سے معلوم ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: مسئولہ عبدالعزیز تاجر چرم قصبہ بکاری محلہ تاگنج ضلع گیا ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مفصل ذیل میں بحوالہ کتب فقہ وفتاوی بینوا توجروا

سوال اول۔ نماز عید کہ جس کی ادائگی رویت ہلال پر موقوف ہے اگر اس کی رویت کی خبر ایسی بستی میں جہاں ابر وباد کی

وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا ہو اور معتبر شخص کی زبانی کہ اُس شخص کو بھی خبر غیر شہر میں بذریعہ تار کے ملی ہو اور وہ شخص اپنے مکان پر نماز عید کی پڑھ کر آیا ہو اُس شخص معتبر کے بیان پر روزہ افطار کرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعد پڑھنے نماز عید کے جو لوگ کہ سفر میں عید کے روز کلکتہ وغیرہ میں ہیں وہ لوگ یہاں آئے اور بیان کیا کہ ہم نے اور جماعت کثیرہ نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھ کر نماز عید بروز جمعہ کو پڑھی ہے ایسی صورت میں روز جمعہ کو افطار کرنا اور نماز عید جمعہ کو پڑھنا جائز ہوا یا نہیں اور اطراف و جوانب میں بلحاظ رویت ہلال عید بروز جمعہ کو ہوئی اس کے لیے شہادت کثیر ہے۔

سوال دوم ایک بستی کے بعض افراد نے شخص معتبر کے بیان پر کہ جس کو خبر بذریعہ تار کے دوسرے شہر میں ملی ہو اُس شخص کے بیان پر جہاں بوجہ ابر و باد رویت نہ ہوئی وہاں کے بعض افراد نے روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی اور بعض افراد نے وہ ہیں کہ جن کو اشتباہ ماہ رمضان کی رویت میں تیس کا تھا اور اُن کے حساب سے اُنتیس رمضان پڑتا تھا اور خبر اُن لوگوں کو بھی قبل باقی رہنے پورے وقت نماز کے ملی مگر شخص معتبر کے قول و خبر و تار پر اعتبار نہ کرکے روز جمعہ کو نہ روزہ افطار کیا اور نہ نماز عید پڑھی بلکہ سنیچر کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی جمعہ کا روزہ جائز ہو یا ناجائز۔

سوال سوم ایک مسجد میں دو روز نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جواب سوال اول دربارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار اور دربارۂ ہلال عید ایک عادل ثقہ کی خود اپنی رویت کی گواہی بھی مقبول نہیں جب تک پورا نصاب شہادت نہ ہو درمختار میں ہے شرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد تو ایک معتبر شخص کی خبر محض اور وہ بھی اپنی رویت کی نہیں دوسرے کی اور وہ بھی تار کی معلوم ہوئی چار وجہ سے مردود تھی اور اُس کی بنا پر عید کرنا حرام جن لوگوں نے اس بنا پر روزہ توڑا سخت گناہ شدید کے مرتکب ہوئے اور اُس دن کی نماز عید بھی گناہ و مکروہ تحریمی و ناجائز ہوئی اور دوسرے دن نماز عید نہ پڑھنے سے بھی ترک واجب کے گنہگار ہوئے اور بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں اون کے ان گناہوں کو رفع نہیں کرسکتا کہ جس وقت تک انھوں نے یہ افعال کیے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں واللہ تعالٰی اعلم **جواب سوال دوم** جن لوگوں نے اُس خبر پر عمل نہ کیا اور روزہ قائم رکھا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی انھوں نے مطابق حکم شرع کیا ایسا ہی کرنے کا شرعًا حکم تھا اگرچہ جمعہ ضرور روز عید تھا مگر وہاں نہ رویت نہ ثبوت شرعی گزرا تو اُن پر جمعہ کا روزہ ہی فرض تھا اور سنیچر کی عید واجب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ **جواب سوال سوم** یہ صورت دو روز نماز عید کی نہ تھی کہ وہاں جمعہ کو عید ناجائز تھی جنھوں نے پڑھی وہ ایک ناجائز نفل تھا کہ جماعت سے ادا کیا اور گنہگار ہوئے درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح ردالمحتار میں ہے ھو نفل مکروہ لاداۂ بالجماعۃ نماز عید وہی ہوئی جو دوسرے گروہ نے روز شنبہ پڑھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴ از ضلع بتیا ڈاکخانہ ومقام رتسر رحیم اللہ وعبدالرحمٰن ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مسلمان باشندگوں میں سے ایک شخص حاجی مصدی صاحب ہیں جو کہ احاطہ بنگلہ خطہ آسام ضلع تیزپور رہتے ہیں اور وہیں تجارت کرتے ہیں لہذا انھوں نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگوں نے چاند ماہ رمضان المبارک کا روز سہ شنبہ یعنی منگل کے ہوا قریب قریب پچاس آدمیوں نے دیکھا اور دو تین آدمی خاص ہمارے آدمیوں میں سے جو کہ کاروبار دوکان کے کرتے ہیں دیکھا مگر جناب حاجی مصدی صاحب انکار کرتے ہیں کہ ہم نے بچشم خود نہیں دیکھا اور جتنے اُن اطراف کے ملک آسام میں رہتے ہیں کسی نے چاند نہیں دیکھا جس وقت یہ خط آیا اُس وقت جناب مولانا مولوی عبدالغفار صاحب ساکن موضع اعظم گڈھی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلسلہ مدرسہ دیوبند تشریف لائے تھے اُنھوں نے خط دیکھ کر فرمایا کہ دوبارہ خط سے دریافت کرو کہ اگر واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا تو تم لوگ بھی جمعہ کی عید کرلینا پنجشنبہ کو چاہے چاند ہو یا نہ ہو اور ایک روزہ قضا کا رکھ لینا تو پھر جب دوبارہ لکھا گیا تو اسی مضمون کا جواب آیا کہ چاند کا دیکھنا سچ ہے ۵۰ آدمیوں نے باشندہ ملک آسام کے دیکھا لہذا محض ملک آسامیوں کا دیکھنا اور بموجب فتوی دینے مولوی عبدالغفار صاحب یہ قابل سند ہو سکتا ہے کہ نہیں اور جمعہ کو ہم لوگ عید کرسکتے ہیں کہ نہیں بر تقدیر نہ چاند ہونے پنجشنبہ کے عید جمعہ کو کرسکتے ہیں یا نہیں اور واقعی ایسا ہوا کہ پنجشنبہ کو عید کا چاند نہیں نظر پڑا ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اور نہ کہیں چاند دیکھنے کی خبر آئی جو لوگ کہ معتقد تھے جناب مولوی عبدالغفار صاحب کے انھوں نے ہٹ کی کہ ہم لوگ جمعہ کو عید کریں گے چاہے پنجشنبہ کو چاند ہو یا نہ ہو لہذا ہم لوگ جو کہ معتقد مولوی عبدالغفار صاحب کے نہیں تھے جبکہ دیکھا یہ لوگ نہیں مانیں گے تو محض رفع نزاع کے لیے اُنھیں لوگوں کے ساتھ عید جمعہ کو کرلی بغیر چاند دیکھے تفریق جماعت اور دو فریق ہوجانے کے خیال سے لہذا از روئے شرع کے تفصیل مسئلہ بالا کی تحقیق۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دربارہ ہلال **خط اور تار محض بے اعتبار** قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ہدایہ واشباہ ودرمختار وغیرہ عام کتب میں ہے الخط لایعمل بہ دیوبندی کا فتوی محض باطل تھا اور بغیر رویت یا ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلینا حرام تھا اور تفریق جماعت سے بچنے کا خیال خام تھا اگر کچھ لوگ بے ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلیتے تو نہ وہ عید عید تھی نہ وہ نماز نماز نہ وہ جماعت جماعت تفریق کاہے کی ہوئی اب صورت تفریق تو نہ ہوئی مگر حقیقۃً ابطال ہوگیا نماز بھی گئی سب گنہ گار ہوئے اگرچہ واقع میں عید جمعہ کی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست چھتاری ضلع بلند شہر مسئولہ عبدالغفور خاں صاحب محلہ کٹرہ ۱۵ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہمارے قصبہ میں ہلال رمضان شب پنجشنبہ میں دیکھا گیا اور پنجشنبہ کا روزہ ہوا ۱۰ روز بعد مولوی ناظر حسن دیوبندی کا ایک خط بنام رئیس پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ دیوبند میں کچھ آدمی بہرائچ کے آئے اور اُن سے تحقیق ہوا کہ رویت ہلال شب چہارشنبہ میں ہوئی اور روزہ چہارشنبہ کا ہوا لہذا علمائے دیوبند نے حکم دیا

کہ روزہ چہارشنبہ سے رکھا جائے جن لوگوں نے جمعرات سے رکھا ہے وہ ایک روزہ قضا رکھیں اسی بنا پر ۲۲ رمضان کے جمعہ کو اعلان کیا گیا کہ لوگ ایک روزہ قضا رکھیں اور ہر حال میں عید جمعہ سے متجاوز نہ ہوگی جمعرات کو ۲۹ رمضان تھی باوجود صاف ہونے مطلع کے اور کمال کوشش کے چاند نہیں دکھائی دیا حاکم قصبہ نے مولوی صاحب کے خط پر استدلال کرکے جمعہ کو عید کا حکم دے دیا آیا مولوی صاحب کا خط شرعاً قابل پابندی ہے اور اس کی بنا پر باوجود عدم رویت حکم فطر کا صحیح یا غلط ہے اور ہم لوگوں کو اب کیا کرنا چاہئے بینوا رحمکم اللہ تعالٰی بالکتاب جواب تفصیلاً مع عبارات کتب مرحمت ہو اور حمایت فرمائی جائے۔

الجواب

دربارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ہدایہ واشباہ و درمختار وغیرہا عامہ کتب میں ہے الخط لا یعمل بہ دیوبند والوں کے پاس بہرائچ کے آدمی نے اگر یہ بیان کیا کہ وہاں چاند ہوا یا یہی کہا کہ بہت لوگوں نے دیکھا اور اپنی رویت کی شہادت نہ دی یا دی اور ان میں کوئی شخص قابل قبول شرع نہ تھا جب تو دیوبندیوں کا وہ حکم ہی سرے سے باطل تھا اور ایسا نہ بھی ہو تو اس قصبہ والوں کو اس کے خط پر عمل حرام تھا کہ اول تو خط دربارۂ ہلال خود ہی مردود، دوسرے وہ بھی ایک ایسے فرقہ کا جس کا پیشہ توہین خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بہرحال گناہ ہوا اور توبہ لازم، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶: از بلند شہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئولہ محمد محفوظ الحق قادری ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

حضرت مولٰنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتوٰی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دیے اُن میں سے کوئی لے گیا ہوگا بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از راجپوتانہ چتوڑ گڑھ مرسلہ عبدالکریم ۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان عبارات کی بنا پر قال فی العیون والفتوٰی علی

قولھما اذا تیقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء او الروایۃ والشہادۃ علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاھد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجہ فاذا تیقن جاز الاعتماد علیہ توسعۃ علی الناس اھ واما خط البیاع والصراف والسمسار فھو حجۃ وان لم یکن مصدرا معنونا یعرف ظاھرا بین الناس وکذلک ما یکتب الناس فیما بینھم یجب ان یکون حجۃ للعرف فتوی دیا جاسکتا ہے کہ رویت ہلال کی شہادت کے لیے کسی عزیز کا خط جو اُس کی طرز عبارت اور روزانہ کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرور اُسی کا خط ہے معتبر ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) اگر کسی دینی معاملہ میں خط معتبر نہ ہوگا جو علما دور دراز سے فتوی تحریر کرتے ہیں اُس پر کیسے اعتماد ہو (۳) بالخصوص رمضان شریف کے چاند کے لیے بجائے شہادت کے صرف خبر ہی کافی ہے اس کے لیے بھی خط معتبر ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لیے (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمام کتب میں تصریح ہے الخط لایعمل بہ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم بیاع وصراف ومفتی کے خطوط بالاجماع مستثنٰی ہیں علی خلاف القیاس لضرورۃ الناس وما کان خلاف القیاس لایجوز القیاس علیہ مکاتبات ناس فیما بینھم دوسری چیز ہیں امر ہلال فیما بینھم وبین ربھم متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب معتمدہ مذہب دیکھ لیے جائیں جہاں یہ گنتی کے استثنا وہ بھی بہت مباحث کے ساتھ کرتے ہیں کہیں بھی ہلال کا استثنا ہے تو اپنی طرف سے زیادت فی الشرع کیونکر جائز ہوگی قاضی الشرق والغرب نے شاہد کے اپنے خط کا استثنا فرمایا جس کے ساتھ سو وجوہ مذکور ہوسکتی ہیں اور اپنے خط اشتباہ بغایت بعید ہے انھوں نے بھی کہیں ہلال میں خط کا اعتبار فرمایا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدہ للرؤیۃ اور فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہو اور ان طرق موجبہ کی تفصیل فرماتے ہیں کہ شہادت ہو یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی الحکم یا استفاضہ مع التحقیق مجرد حکایت اگرچہ متعدد ثقات عدول کریں بالتصریح ہے کہ مقبول نہیں حتی کہ ہلال رمضان میں لفظ اشھد کی حاجت نہیں پھر خط کہ حکایت مجردہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اکثر اوقات اُس کے برابر بھی نہیں ہوتا جیسے ڈاک کا خط کہ وسائل بے اصل بلکہ اکثر بذریعہ کفار آتا ہے کیونکر کوئی چیز ہوسکتا ہے والتفصیل فی رسائلنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳: از رائے پور سی پی محلہ بیجا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشن محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

(۱) رویت ہلال کے بارے میں تار اور خط کی خبریں معتبر ہیں یا نہیں (۲) جہاں چاند ۲۹ کو نظر نہ آئے وہاں چاند کی رویت امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کن کن ذرائع سے ثابت ہوسکتی ہے (۳) اخباروں کے اندر جو فقط تاریخ ماہ لکھی ہوتی ہے مثلاً ۴ شعبان یا ۱۵ رمضان یا ۱۴ ذی الحجہ اور رویت ہلال کا ذکر نہیں ہوتا تو فقط تاریخ لکھ دینے سے وہاں جہاں ۲۹ کو رویت نہ ہوئی اُس ملک

ہلال کی رویت ثابت ہوسکتی ہے (۴) یہ جو فقہا نے فرمایا کہ ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کرنا چاہئے تو رمضان
اور عید الفطر کے ساتھ خاص یا سب ماہ کے لیے ہے۔ (۵) جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا یا عید کرنا یا کسی دیگر ماہ کی تاریخ مقرر کرنا
درست ہے یا نہیں۔ (۶) شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے اور افواہ ہو کہ چاند ہوگیا لیکن شہادت دینے والا نہ ملے تو شب کو تراویح
مع جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور صبح کو روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں (۷) یہ جو مشہور ہے کہ رجب کی چوتھی جس دن کی ہوتی
ہے اُسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے اور جو شوال کی پہلی ہوتی ہے اُسی روز عاشورہ ہوتا ہے یہ معتبر ہے یا نہیں (۸) اگر کسی جگہ سے
ایک یا دو آدمی آکر فقط اتنا کہیں کہ ہمارے شہر فلاں دن عید ہے اور چاند کی رویت کا ذکر نہ کریں نہ اپنا نہ دوسروں کا تو ان کی
اس خبر پر اس شہر والے عید کرسکتے ہیں یا نہیں (۹) اگر متواتر یا تین ماہ میں رویت کے دن ابر ہو جائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ کا
اور ایک ماہ تیس ۳۰ کا لے کر عید لوگ اپنی رائے سے مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں اور اگر یوں ہی مقرر کرکے عید کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں اور اگر اکثر شہر کے
لوگوں نے یوں ہی عید کی اور سو پچاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی تو حق پر کون ہے کثیر یا قلیل۔

الجواب

(۱) رویت ہلال میں تار اور خط اصلاً معتبر نہیں تار کی حالت تو خط سے بھی نہایت ردی ہے کہ وہ نہ مرسل کے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے نہ
اُس پر اُس کے دستخط ہوتے ہیں نہ اُس کی مہر ہوسکتی ہے اور ذرائع وصول مجاہیل بلکہ اکثر کفار ہوتے ہیں اور خط ان سب وجوہ سے اُس پر
فائق ہوسکتا ہے بااینہمہ تمام کتب مذہب میں تصریح ہے کہ خط کا اعتبار نہیں نہ اُس پر عمل، ہوسکے کہ خط خط کے مثل ہوتا ہے اور مہر مہر کی
مثل بن سکتی ہے اشباہ میں ہے لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر عالمگیریہ میں ہے الکتاب
قد یزور و یفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہمارے رسالہ ازکی الاھلال بابطال
ما احدث الناس فی امر الھلال میں ہے (۲) ثبوت ہلال کے لیے ضرور ہے کہ یا تو رویت پر عینی شہادت ہو یا عینی شاہدوں نے
جن شاہدوں کو حسب شرائط شرعیہ اپنی شہادت کا حامل کیا ہو اُن کی شہادت شہادت پر ہو یا حاکم شرعی کے حکم شرعی پر شہادت بروجہ
شرعی ہو یا شرائط معتبرہ فقہیہ کے ساتھ کتاب القاضی الی القاضی ہو یا جس شہر میں قاضی شرع ہو اور اس کے حکم سے وہاں روزہ و عید
ہوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکم شرع کا حکم بیان کریں۔ اور ان میں سے کچھ نہ ہو تو اخیر درجہ
تیس ۳۰ کی گنتی پوری کرنا ہے یعنی جب اگلے مہینہ کی رویت ہولی تی ثبوت شرعی سے ثابت ہوئی اور اس مہینے میں ۲۹ کو رویت
نہ ہوئی تو تیس ۳۰ دن پورے ہوکر ہلال خواہی نخواہی ہوگا کہ شرعی مہینہ تیس ۳۰ سے زائد نہیں ہوسکتا ان طریقوں اور ان کی شرائط کا
مفصل و مدلل بیان ہمارے رسالہ طرق اثبات ہلال میں ہے۔ (۳) اخباروں کا صرف تاریخ لکھنا تو کوئی چیز نہیں اخباروں میں
اگر رویت کی خبر چھپے تو وہ بھی محض نامعتبر ہے کہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے نہ شہادت علی الشہادت نہ شہادت علی الحکم پھر اخبار
نہیں مگر ایک خط اور اوپر گزرا کہ ان امور میں خط اصلاً معتبر نہیں خصوصاً اخباری دنیا کہ بے سروپا اڑانے میں ضرب المثل
ہے۔ (۴) یہ حکم بارہ مہینے کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار دسوں انگشتان مبارک تین دفعہ اٹھا کر فرمایا

الشھر ھکذا وھکذا وھکذا مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی تیس دن کا اور ایک بار دسوں انگشت مبارک تین دفعہ اٹھائیں مگر اخیر میں ایک انگشت مبارک بند فرمالی کر فرمایا الشھر ھکذا وھکذا وھکذا مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی ۲۹ دن کا تو کوئی قمری عربی مہینہ کہ یہی شریعت مطہرہ میں معتبر ہیں نہ ۲۹ دن سے کم ہوسکتا ہے نہ ۳۰ سے زائد جس مہینے کی رؤیت کافی ثبوت شرعی سے ثابت ہو اور اس کی ۲۹ کو رؤیت نہ ہو تو ۳۰ پورے کرکے خواہی نخواہی دوسرے مہینے کا ہلال ہے۔ (۵) شریعت مطہرہ میں جنتری کا حساب اصلاً معتبر نہیں درمختار میں ہے قول اولی التوقیت لیس بموجب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب یہ اُن کے بارے میں ہے جو واقعی ہیئت داں تھے نہ کہ آجکل کے جنتری والے جنھیں ہیئت کی ہوا بھی نہیں لگی بڑے بڑے نامی جنتری والوں کی نہایت واضح تقاویم شمسیہ میں وہ اغلاط فاحشہ دیکھے ہیں کہ مدہوش کے سوا دوسرے سے متوقع نہیں تا بحساب ہلال چہ رسد حساب ہلال وہ دشوار چیز ہے جہاں اہل ہیئت کے مسلم امام بطلیموس نے گھٹنے ٹیک دیے مجسطی میں ظہور وخفائے کواکب وثوابت تک کے لیے باب وضع کیا اور ظہور ہلال کو ہاتھ نہ لگایا۔ (۶) ایسی صورت میں نہ شب کو تراویح پڑھنی جائز نہ صبح کو روزۂ رمضان رکھنا حلال اما الثانی فللحدیث واما الاول فلانہ اعنی فی النفل بلکہ اگر جماعت نہ کریں اکیلے ہی اکیلے بیس رکعتیں پڑھیں اور تراویح کی نیت کریں جب بھی شرع مطہر پر زیادت کرنے والے ہوں گے کہ تراویح شرع مطہر نے شبہائے رمضان میں رکھی ہیں اور یہ رات اُن کے لیے شب رمضان نہیں۔ (۷) یہ محض بے اصل ہے اور تجربہ بھی اس کے خلاف پر شاہد اور اس پر اعتماد شرعاً ہرگز جائز نہیں والمسئلۃ فی البزازیۃ وخزانۃ المفتین وغیرھا تمام قیاسات وحسابات وقرائن کہ عوام میں مشہور ہیں شرعاً باطل ومہجور ہیں صرف انھیں طریقوں پر اعتماد جائز ہے جو جواب سوال دوم میں گزرے اور ہمارے رسالہ اثبات ہلال میں مفصل مذکور ہیں وبس واللہ تعالٰی اعلم (۸) فقط اتنی خبر پر عید کرنا حرام ہے فتح القدیر وبحرالرائق وعالمگیریہ میں ہے لوشھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم واللہ تعالٰی اعلم (۹) جب تک رؤیت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو ہر مہینا تیس ۳۰ کا لیا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ یہ قاعدہ کہ ایک مہینا ۳۰ اور ایک ۲۹ کا محض باطل ہے جس کے بطلان پر مشاہدہ شاہد عادل ہے کبھی کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ کے ہو جاتے ہیں اور کبھی کئی کئی ۲۹ کے اور علم ہیئت کی رو سے ۴ مہینے پے در پے ۳۰ کے ہوسکتے ہیں اور تین ۲۹ کے کما ھو مصرح بہ فی الزیجات القدیمۃ والجدیدۃ وشرحوھا واحالوہ علی التجربۃ والاستقراء ومنھم من تکلف بیانہ بالاستدلال ولم یتم شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں ثبوت شرعی سے اگر ۴ مہینے لگاتار ۲۹ کے ثابت ہوں تو مانے جائیں گے اور مثلاً چھ مہینے متواتر روز ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشک جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا لے کر عید کرلی اُن کی وہ عید اور نماز سب باطل ہوئی اور اُن پر چار گناہ ہوئے اول گناہ عظیم روزۂ رمضان کا عمداً ترک کہ وہ دن اُن کے لیے رمضان تھا دوم نفل کا بجماعت کثیرہ پڑھنا کہ وہ نماز عید کہ انھوں نے پڑھی نماز عید نہ تھی نافلہ محضہ ہوئی اور نفل کا جماعت کثیر کرکے پڑھنا گناہ سوم واجب نماز عید کا

ترک کہ دوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی چہارم شریعت میں دل سے نیا حکم گڑھنے کا وبال شدید ہے علاوہ اگر پھر بعد کو تحقیق ہو جائے کہ جس دن اُنھوں نے نماز پڑھی واقعی اُسی دن عید تھی اگرچہ وہ سارا شہر ہو اور جنھوں نے ۳۰-۳۰ کی گنتی پوری کرکے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہوئی اور ان سب گناہوں سے بچے اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے تھی اگرچہ صرف یہ دلو ہی شخص ہوں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از کثرہ مرسلہ حافظ جھنو خاں ۲۹ شعبان ۱۳۰۰ھ

بعد سلام مسنون کے گذارش یہ ہے تراویح اور روزہ کے بارہ میں کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے کیفیت یہ ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گرد و نواح بنارس کے حساب سے آج تاریخ ۳۰ ہے مولوی صاحب تشریف بنارس سے لائے ہیں مولوی محمد احسان کریم صاحب کا یہ بیان ہے کہ بچشم خود چاند شعبان کا دیکھا اُس کے حساب سے آج تیس ہے۔ حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان ہے دو شخصوں معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا اُس کے حساب سے بھی آج ۳۰ شعبان ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ چند صاحبان معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا دیکھنا اُس کے حساب سے آج ۳۰ شعبان ہے اور ایں بنارس میں ہوچکا

الجواب

بعد ازما ہو المسنون۔ مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گرد و نواح بنارس کے حساب سے آج تیس ہے مجرد حکایت ہے کہ شرعاً مقبول نہیں فی الدر المختار لا لو شہد وا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں اور ہلال شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں فی رد المحتار وبقیۃ الاشھر التسعۃ فلا یقبل منہا الا شھادۃ رجلین اورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص فی رد المحتار لا تقبل مالم یشھد علی شہادۃ کل رجلان اورجل وامرأتان بالجملہ ان بیانوں میں ایک بھی قابل اعتبار شرعی نہیں اور حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہو سکتا نہ مجرد خیالات پر مطلع شعبان کا نہایت صاف تھا اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے کسی کو نظر نہ آیا اب اگرچہ عند اللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ شام کو مطلع بالکل صاف تھا سب لوگوں نے چاند پر غور کیا رویت نہ ہوئی مگر ایک پیر صاحب نے پیشین گوئی کی تھی کہ جمعہ کو یکم رمضان ہوگی اُن کے معتقدین نے بلا رویت جمعہ سے روزہ رکھ لیا اب ایک صاحب کہ شاید بغداد شریف کے ہیں یہاں آئے اُن پیر صاحب نے اُنھیں پیش کیا اپنی پیشین گوئی کی تصدیق کے لیے اُنھوں نے اپنی رویت نہر سویز میں شام پنجشنبہ کی بیان کی پھر اُسی جلسہ میں دوسرا شخص کھڑا ہوا کہ میں نے اور بہت آدمیوں نے امرتسر میں شام پنجشنبہ کو دیکھا یوہیں تیسرے شخص نے کہ وہ بھی کہیں سے آیا ہے اُس جلسے میں جدا اپنی رویت بیان کی مگر یہ سب

اور گر اُن پیر صاحب کے موافقین ہیں اس صورت میں رمضان شریف کی پہلی بروز جمعہ قرار پائے گی اور روزِ جمعہ کا کلکتہ والوں اور دوسرے ہندوستان پر فرض ہوگا یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ پیشین گوئی اور بلا رویت اُس پر عمل کرنے والے سب گنہگار ہوئے اگرچہ اب کیسے ہی قطعی ثبوت سے یکم جمعہ کی ثابت ہو جائے کہ جس وقت اُنھوں نے حکم دیا اور عمل کیا تھا اُس وقت تو ثبوت شرعی نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ دوسری حدیث میں ہے لا تقدموا الشھر حتی تروا الھلال وتکملوا العدۃ الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی عجب صوم شک کے لیے ہے قد عصی ابا القاسم محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس نے محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو باوصف صفائی مطلع رویت نہ ہونے پر رمضان بنا لینا کیسی سخت بے باکی و نافرمانی تھی رہا ان گواہیوں کا حال مذہب مشہور و مختار متون و مصحح کبار ائمہ پر تو یہ شہادت محض مہمل و نامسموع ہیں کہ بحالت صفائی مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا جمع عظیم چاہیے اور جبکہ مسلمین نے تلاش ہلال میں تقصیر و تکاسل کو راہ نہ دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی اب یہاں شاہد ہے تو ایسی جگہ اُس روایت پر عمل کی بھی ضرورت متحقق نہیں کہ دو کافی ہیں فی الدرالمختار قیل بلا علۃ جمع عظیم لیقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر اھ ملخصا فی ردالمحتار قولہ وھو مفوض قال فی السراج الصحیح انہ مفوض الی رأی الامام ان وقع فی قلبہ صحۃ ما شھدوا بہ وکثرۃ الشھود امر بالصوم اھ وکذا صححہ فی المواھب وتبعہ الشرنبلالی وفی البحر عن الفتح والحق ان العبرۃ لمجیئ الخبر وتواترہ من کل جانب اھ وفی النھر انہ موافق لما صححہ فی السراج تامل قولہ واختارہ فی البحر حیث قال وینبغی العمل علی ھذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاھلۃ فانتفی قولھم مع توجھھم طالبین لما توجہ ھو الیہ فکان التفرد ظاھرا فی الغلط الخ اھ ملخصا مگر راجح یہ ہے کہ جب شاہد میں کوئی خصوصیت خاصہ ایسی ہو جس سے اُس کا دیکھنا اور اوروں کو نظر نہ آنا مستبعد نہ ہو مثلاً عام لوگ شہر میں تھے اس نے جنگل میں دیکھا یا وہ زمین پر تھے اس نے بلندی پر دیکھا تو دربارہ ہلال رمضان المبارک ایسے ایک کی بھی گواہی مقبول ہوگی جبکہ وہ شرعاً قابل قبول شہادت ہو فی الدرالمختار وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظھیرالدین صورتِ مستفسرہ میں شاہد بغدادی میں خصوصیت مذکورہ تو بیشک ہے کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایک تو آبادی سے دور دوسرے دریا کہ اُس کی ہوا گرد و غبار و دخان سے صاف تر ہوتی ہے پھر کلکتہ کا طول بلد نہر سویس سے اتنا زائد کہ کلکتہ میں پہر بھر رات سے زائد گزر لیتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے اس مدت میں چاند آفتاب سے اور زیادہ ہٹ آئے گا اور رویت آسان تر ہوگی بلکہ یہ وجہ گواہ امرتسری میں بھی ہے کہ اقل درجہ بہتر تکمیل کے تفاوت طول پر ایسا فرق ممکن ہے کما علیہ التاج التبریزی شامی عن شرح المنھاج للرملی لکن یہ دیکھنا رہا کہ یہ

گواہ خود بھی مقبول الشہادۃ ہیں یا نہیں اگر خصوصیت مذکورہ کے ساتھ ایک گواہ بھی مستور الحال تک ہے یعنی اُس کے وضع لباس حرفت معیشت کلام وغیرہ سے اُس کا مرتکب کبیرہ یا مصر صغیرہ یا خفیف الحرکات ہونا ظاہر نہیں نہ کسی دوسرے طریقے سے اس میں ایسے امور معلوم تو ازانجا کہ ہلال رمضان مبارک میں مستور کی گواہی بھی مقبول ہے کما نص علیہ الامام ابو عبداللہ الحاکم الشہید الکافی اُس کی شہادت مان کر روزہ جمعہ کی قضا کی جائے گی مگر جبکہ گواہ کی حالت اور پیر مسطور سے اُس کی شدت عقیدت پر نظر کرنے سے وہ اُس کی بات سچی بنانے پر متہم ٹھہرتا ہو جیسا کہ آج کل بہت لااُبالی لوگوں کا اپنے ساختہ مشائخ کے ساتھ حال ہے تو البتہ اُس کی گواہی نہ سنی جائے گی کہ تہمت بھی اسباب رد شہادت سے ہے فی الدر المختار امیر کبیر ادعی فشھد لہ عمالہ و نوابہ ورعایاھم لا تقبل اھ قال العلامۃ الرملی یؤخذ منہ ان شہادۃ خدامہ الملازمین لہ کملازمۃ العبد لمولاہ کذلک لا تقبل وھو ظاھر لاسیما فی زماننا اھ وفیہ ایضا اعنی الدر لا تقبل شہادۃ الاجیر الخاص او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ درر اھ ملتقطا وانت تعلم ان حال کثیر من عوام الزمان مع من یشیخونہ علیھم ربما یبلغ اشد واکثر من حال النواب والامیر والمستاجر الاجیر فحیث وجد التھمۃ عدم القبول والحکم یدور مع علتہ یوہیں اگر سب گواہ ظاہر الفسق ہیں مثلاً وہ لوگ کہ جماعت کے پابند نہیں یا ناجائز تماشا دیکھا کرتے یا حرام نوکری یا پیشہ رکھتے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھواتے یا ریشمیں کپڑے یا سونے چاندی کے ناجائز لباس یا زیور پہنا کرتے یا ضروریات دین سے غافل بے علم جاہل ہیں کہ نماز، روزہ، وضو، غسل کے فرائض و شرائط و مفسدات سے آگاہ نہیں یا تجارت کرتے ہیں اور بیع و شرا کے ضروری احکام نہ سیکھے وعلی ہذا القیاس جن مسائل کی ضرورت پڑے اُن کی تعلیم سے باز رہنے والے کہ یہ سب فساق مردود الشہادۃ ہیں تو ایسوں کی گواہی تو شرع مطہر میں اصلاً معتبر نہیں فی الدر المختار لا تقبل شہادۃ الجاھل لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعا او مجازف فی کلامہ او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرھم لانہ معصیۃ کبیرۃ کترک جماعۃ وخروج لفرجۃ قدوم امیر ولبس حریر اھ بالتقاط وفیہ سئل القاضی عما یجب علیہ من الفرائض فان لم یعرفھا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ اھ پھر جس صورت میں کہ وہ گواہی مقبول ہوگی اُس کا اثر کلکتہ پر ہوگا نہ دیگر بلاد ہند پر جب تک وہاں بھی یہ شہادت و ثبوت بروجہ شرعی نہ پہنچے خالی خط و حکایت سے کچھ نہیں ہوتا فی الدر المختار یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب وفی رد المحتار بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کرلینا جائز ہے یا

نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسری پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اس وقت کھولو قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی اللیل ــــ درمختار میں ہے لاعبرۃ برؤیۃ الھلال نھارا مطلقا علی مذھب الامام الصحیح المعتمد واما علی قول الثانی من انہ ان رئی قبل الزوال فللماضیۃ فلیس للافطار بمعنی انکار الصوم بل لثبوت العید عندہ بذالک ولیس ھذا معنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ والا لوجب الصوم بمجرد رؤیۃ الھلال بعد المغرب وھذا واضح جدا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت رویت ہلال ماہ رمضان المبارک ہندوستان میں اختلاف ہے بذریعہ اخبار ودیگر تحریر معلوم ہوا کہ کلکتہ ودیگر جا میں رویت بروز دوشنبہ اور روزہ بروز سہ شنبہ ہوا ودیگر بلاد وامصار میں رویت بروز سہ شنبہ اور روزہ بروز چہارشنبہ اور بعض جا روز پنجشنبہ ہوا پس اب فتوٰی علماء کا کیا ہے آیا بحالت عدم رویت ہلال شوال کے روزہ رمضان چہارشنبہ آئندہ کو ختم کرکے پنجشنبہ کو عید کی جائے یا بروز چہارشنبہ عید ہو بینوا توجروا

الجواب

واللہ الموفق المصدق والصواب شارع علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے صوم وفطر کو منوط برویت فرمایا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کما فی الصحاح پس ہر شہر اور اس کی رویت اور اسی پر ابتنائے عدت مجرد اخبارات وخطوط اصلاً لائق تعویل واعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور ان کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابل اعتبار ہاں اگر کسی شہر سے جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے فلاں روز وہاں رویت ہوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتأخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ فی الدر المختار شرح تنویر الابصار نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبی وغیرہ اھ منتقی وفیہ ایضا ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال الاخذ بظاھر الروایۃ احوط انتھی قلت وقد ذکروا ان الفتوی اکد من الاشبہ و

ان الفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایۃ کما فی البحر والدرر وغیرھما وفی حاشیۃ ردالمحتار للفاضل السید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ عن الشیخ مصطفی الرحمتی الانصاری رحمہ اللہ ان معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعدد دون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالھا فمثل ھذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قال الشامی **قلت** وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع انتہی پس ہر شہر میں اپنی رویت خواہ غیر شہر کی شرعا معتبر خبر پر جو پہلی رمضان کی قرار پائے اُسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہوجانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی یکم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کرکے عید کرلیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائی مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہوگیا اور یہی مذہب ومرجح ھذا ما تحرر لنا من اقوال متشتتۃ وکلمات متشوشۃ ولنذکر طرفا من کلام الشامی فی ھذا المقام لیستبین لک ماخصتہ عن المرام قال العلامۃ الشارح رحمہ اللہ فی الدر وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل حیث یحل ~~لم~~ یحل الفطر الا علی المذھب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا انتہی مختصرا قال الفاضل المحشی قولہ حل الفطر ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ما صححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصحح العلامۃ فی مجموع النوازل والسید الامام الاجل ناصر الدین کما فی الامداد ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانی ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیہ من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر الخ ثم قال قولہ لکن الخ استدراک علی ما ذکرہ المصنف من ان خلاف محمد فیما اذا غم ھلال الفطر بان المصرح بہ فی الذخیرۃ وکذا فی المعراج عن المجتبی ان حل الفطر ھھنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الھلال فعندھما لا یحل الفطر وعند محمد یحل کما قال لہ شمس الائمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد وھو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعا الخ ثم قال قولہ وفی الزیلعی الخ نقلہ لبیان فائدۃ لم یعلم من کلام الذخیرۃ وھی ترجیح عدم الفطر ان لم یغم شوال لظھور غلط الشاھد لان الاشبہ من الفاظ الترجیح لکنہ مخالف لما علمتہ من تصحیح غایۃ البیان لقول محمد باطل نعم حمل فی الامداد ما فی غایۃ البیان علی قول محمد باطل اذا غم شوال بناء علی تحقق

الخلاف الذی نقلہ المصنف وقد علمت عدمہ وح فما فی غایۃ البیان فی غیر محلہ لانہ ترجیح لما ھو متفق علیہ تامل انتھی ملتقطا فعلیك بتلطیف القریحۃ فی ھذا الباب کیلا تغفل فیستزلك الاضطراب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔

مسئلہ ۱۵۳: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ مولوی سید شجاعت علی صاحب از شہر کہنہ بریلی

ما قولھم رضی اللہ عنھم اجمعین اس مسئلہ میں کہ غیر معتبر ہونا اختلاف المطالع کا جو اس عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب عام ہے شامل ہے حج واضحیہ کو یا خاص صوم یا بہ فطر ہے اور نیز یلزم کی ضمیر کا مرجع ثبوت ہلال عام ہے شامل ہر حج واضحیہ کو یا صوم یا فطر خاص ہے عام سمجھنا اس کو صواب ہے یا خطا ایک شہر میں عید الضحی سہ شنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال وہاں کی اور دوسرے شہر میں چہارشنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال یہاں کی اب قربانی کرنا دوسرے شہر والوں کو جمعہ کے آخر تک کہ وہ یوم رابع ہے باعتبار رویت اول کے اور یوم ثالث قربانی کا ہے باعتبار ثانی کے جائز ہے یا نہیں بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب فقط

الجواب

علامہ سید حلبی وعلامہ سید طحطاوی وعلامہ سید شامی محشیان درمختار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے ضمیر یلزم کا مرجع ہلال صوم وفطر کو قرار دیا وھذہ عبارۃ الشامی قولہ فیلزم فاعلہ ضمیر یعود الی ثبوت الھلال ای ھلال الصوم او الفطر اس قدر چنداں قابل انکار نہیں نہ حج واضحیہ سے نفی لزوم میں نص ہاں علامہ شامی نے تصریح فرمائی کہ کلمات ائمہ کرام سے حج میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مفہوم اور استظہار کیا کہ اضحیہ میں بھی معتبر ہونا چاہئے اس تقدیر پر اہل عید چارشنبہ کو جمعہ تک قربانی جائز ہوگی اگرچہ منگل والوں کے نزدیک وہ روز چارم ہو جبکہ مطالع بلدین کا مختلف ہونا وہاں کی رویت کو یہاں لازم نہ کرے ردالمحتار میں ہے تنبیہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذلك فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث وان کان علی رؤیا غیرھم ھو الرابع اُن کے خیال کا منشایہ ہے کہ طلاق صلاۃ زکوۃ صوم حج نکاح عتق ایمان سیر بیع اجارہ شفعہ میراث وغیرہا تمام ابواب فقہ میں اختلاف مطالع بلاشبہ معتبر ہے ہلال صوم وفطر میں اصح التصحیحین پر اس کا نہ ماننا بربنائے ورود نص ہے کہ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ مگر یہ علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اپنا خیال ہے جس پر انھوں نے کوئی نقل معتمد پیش نہ کی نہ کلمات علماء اُس کی مساعدت کریں مسئلہ حج کی بنا دفع حرج شدید پر ہے نہ کہ اختلاف مطالع پر اور یہاں عدم ورود نص ماننا بھی صحیح نہیں خاص دربارۂ ذی الحجہ بھی حدیث صریح صحیح سے رویت پر تعلیق ثابت ہے اور ظاہر سیاق کلام ماتن وشارح رحمہما اللہ تعالٰی رجوع ضمیر مطلق ثبوت ہلال کی طرف جس میں ذی الحجہ بھی

داخل ہے نظم عبارت یہ ہے وہلال الاضحیٰ وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی واختلاف المطالع ورؤیتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اہل المشرق الخ وہ یہاں احکام عامہ کے بیان میں ہیں علی المذہب اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان وفطر کے تو عند التحقیق اگر دوسری جگہ کی رویت بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو اسی پر عمل واجب ہوگا والعبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف یرید ان یأتی بھذا التحقیق الجلیل الشریف ان شاء اللہ تعالیٰ فی تحریر منفصل نفیس ورنہ بے تحقیق باتوں پر اس نظر وبحث کی اصلا گنجائش نہیں خبر یا نہ ہرگز خط پر عمل نہ پرچہ اخبار کوئی چیز نہ ایسے مہمل دو ایک تحریروں سے استفاضہ شرعی حاصل ہوسکے ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا وناواقفی اور ایسے بیہودہ ثبوتوں پر عید کرلینا مسلمانوں کی نماز وقربانی خراب کردینا روز عرفہ کے روزے تڑوانا سخت جرأت وبے باکی ہے درمختار میں ہے یلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولٰئک بطریق موجب کما مر ایسی حالت میں ہم پر باتفاق علما اپنی رویت پر عمل واجب ہے اور اُن بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل [illegible] واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۴

از شاہجہان پور محمد خلیل غربی ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

اولاً مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی قعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہجہاں پور پر عید الضحی ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں مع حوالہ کتب فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

ثانیاً مرسلہ مولوی محمد ریاست علی خاں صاحب بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں گو مسافت اُس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی درباب رویت ہلال عید الضحی معتبر ہوگی یا نہیں اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شیئ لوظہر انہ رُئی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم الخ کیا مطلب ہے اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ کے ہے اور اگر ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائے گی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے گو عید الضحی کا ہو اور نیز فتوی مولوی عبدالحی صاحب کا کہ جو مؤید بحدیث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحی اپنے مجموعہ فتاوی میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی درباب رویت ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

جواب اول: ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اس کا خلاف ناجائز اور شاہجہانپور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثابت ہوکر اس کے حساب سے چہارشنبہ کو عید اضحی کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی یعنی روز جمعہ اسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وہ قربانی نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلا اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایہ ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایہ سے خارج ہے وہ اصلا مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصًا جب وہی مذیل بالفتوی ہو کما توکسی طرح اس سے عدول روا نہیں خلاصہ و بحر الرائق وتنویر الابصار و درمختار میں ہے واللفظ لھذین لمتقط ہلال الاضحی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب علیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فتاوی خیریہ میں ہے صرحوا بان ما خرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ بحر الرائق میں ہے ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ ردالمحتار میں ہے ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ردالمحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جواب دوم: صورت مستفسرہ میں جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحی ہو اگرچہ ان میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اس سے عدول باطل و ناروا علامہ شامی نور قبرہ السامی نے یہاں ظاہر الروایہ و قول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہ بشریت ایک خطائے فکری سے اسے مختص بہ ہلال صوم و فطر سمجھا فقط ہلال اضحی کو ان نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاقات بلکہ تنصیصات کتب معتمدہ مذہب کے مقابل اس کی طرف التفات بھی ناممکن چہ جائے اعتماد علامہ ممدوح کا یفھم من کلامھم فرمانا اسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وہ ہرگز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں ان کے کلمات عالیات صاف اس مزعوم سے ابا فرمارہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحی بلکہ صوم و فطر سب میں اختلاف مطالع معتبر ٹھہرایا اور صریح ظاہر الروایہ اور مفتی بہ کا بالقصد معارضہ کیا اور خود اپنی تصریحات کی رو سے بوجوہ کثیرہ فاحش خطاؤں و باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتوٰی نہیں بتاتے اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتوٰی جس پر وہ جزم و اعتماد کررہے ہیں علم فقہ و علم حدیث و علم ہیئت تینوں علوم کی رو سے صریح باطل محض ناقابل اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض و مناقض و مقابل ہیں احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد و قوی ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر و اعتبار نقاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزۂ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والایمان من الثریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ ارشادات عالیہ کو محک نقد ونقض در پرکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور حق یوں ہے ابوحنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدث احادیث وآثار کے محیط وحاوی فخر بخاری ورشک طحاوی احادیث واضحہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا مزدر محل عجب ہے فتوائے مولوی صاحب ہرگز مؤید بحدیث نہیں بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی خدمات بھی کچھ نہیں بڑے بڑوں پر بھی گنداکی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھے تھے وقد درمن قال ۔ وکم من عائب قولا صحیحا ۔ وآفتہ من الفھم السقیم ۔ اور مبارک فقہ کی مخالفت کا زیادہ حصہ تو انھیں فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں اتنی مخالفات باوصف کثرت قصدیہ ہیں اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہوئی جس پر انھوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت ہیں نہ مرتکب مخالفت طرفہ یہ کہ خود اپنی تصریحات سے تعارض وتناقض ہیں گا انھیں ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلہ بھاری ہے اور علم ہیئت سے کیسر بیگانگی کا الزام تو صرف انھیں پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو مرد اں میداں ہیں یہ سب اجمالی بیان ہو بعونہ تعالیٰ دربارۂ اہلہ فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہوئی تو فقیر بعون القدیر تفصیل کے لیے جدا رسالہ لکھے

مسئلہ ۱۵۵ : از گیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام مصطفےٰ صاحب

مظہر انوار شریعت حضرت مولٰنا دامت برکاتکم وفیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب و دستار سال فرماکر سرفراز وممتاز فرماکر عنداللہ ماجور ہوں بصورت فرصت ومہلت حدیث ماخذ وحوالہ کتاب بھی ارشاد فرما دیجئے گا فقط زیادہ آفتاب ہدایت تاباں ودرخشاں باد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس تاریخ تھی اسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور انھوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی سامان نماز کا ہو رہا تھا آپ لوگ بھی پڑھیئے مختار صاحب کو کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امور خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا تحقق ہوگا صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں از روئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کو اعتبار کرکے نماز عید کے واسطے فتوی دینا صحیح ہوتا یا نہیں ارشاد فرماکر عنداللہ ماجور وداخل حسنات ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں۔

الجواب

دربارۂ ہلال خط وتار محض بے اعتبار اشباہ والنظائر میں ہے لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وہ بھی محض حکایت واخبار کہ دوشاہد عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلاً معتبر نہ تھی درمختار میں ہے

شهدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال وقضی به ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة

صورت مذکورہ میں اہل قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہوجائے کہ انھوں نے قبل ثبوت کی اور ارشاد حدیث صحیح صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کے مخالف ہو جس نے بربنائے مذکور **ہذیان تار وحکایت ناختار** عید کا فتوی دیا سخت حرام ہوا فتوے پر کبھی عمل نہ کریں حدیث میں ہے اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعة واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر سوئلہ شیخ نے میاں کلاہ فروش داراں سنڈی ۲۶ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کرکے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کیے بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے وہاں کے لوگ ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کریں گے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے اب سوجت کی ۲۹ اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کریں گے تو انھوں نے ضد اور نفسانیت کرکے روزہ نہیں رکھا اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا بہکا کر افطار کرادیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پورے کرکے عید کریں گے کیونکہ ہم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتوی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ کی خبر سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریب رضی اللہ تعالی عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند ان کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا انھوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا تھا

انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتے کی رات کو چاند دیکھا سو اسی حساب روزہ رکھیں گے پھر حضرت کریب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ اور ان کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کریں گے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے ملک کی رویت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دوسروں کے

روزے قریب آٹھ بجے کے توڑوا دیے بغیر چاند دیکھے تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضا رکھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین روزہ اور افطار دونوں کی بنا حضور نے رویت پر رکھی تو خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت شرعی اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ شرق و مغرب کا ہو یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے درمختار وغیرہ میں ہے یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت ذلک عندھم بوجب شرعی اس کے ثبوت کے سات طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاوی میں مفصل بیان کیے یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا نہ رویت ہے نہ شہادت ہے نہ شہادت علی الشہادت نہ شہادت علی الحکم غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے اور وہ دربارہ ہلال اصلا معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار اور ان کے روزے تڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور ان پر قضا لازم اور ان کو دہلی میں اگر کوئی ثبوت شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو ان کا جرم اور اشد ہے اور ان پر بھی قضا لازم یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی شرعی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہوگیا لہذا قضا کی حاجت نہیں البتہ بلا ثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرأت کی اس سے توبہ کی حاجت ہے مگر جنکہ شعبان ۳۰ کا سمجھ کر روزے رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸

از بروڈہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سید معین الدین حسن خاں بہادر ۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے بحوالہ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا والصلوۃ والسلام علی من صار الدین بطلوع ھلالہ بدرا منیرا وعلی اٰلہ وصحبہ الکاملین نورا والمکملین تنویرا۔ ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں **طریق اول** خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلس

فضا میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیر ذلک یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پرواہ نہیں بے پرواہی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے **باقی گیارہ ہلالوں** کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں قاضی شرع کے حضور بلفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائمقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے اسی طرح جہاں ورکسی چاند مثلاً **ہلال محرم** کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہرا جماعت عظیم ہی چاہیئے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے درمختار میں ہے قبل[1] بلا دعوی و بلا لفظ اشهد و حکم و مجلس قضاء للصوم مع علة کغیم و غبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولو قنا او انثی بین کیفیة الرویة او لا علی المذهب وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب

---

[1] ترجمہ: ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رویت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے دعوی یا لفظ اشهد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشهد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر و غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں اور جب ابر و غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔

الشہادۃ ولفظ اشہد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ وقبل بلاعلۃ جمع عظیم یقع غلبۃ الظن بخبرھم وعن الامام یکتفی بشاہدین اختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین وھلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذھب اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے شرط[1] القبول عند عدم علۃ فی السماء لھلال الصوم او الفطر اخبار جمع عظیم لان التفرد من بین الجم الغفیر بالرؤیۃ مع توجھھم طالبین لما توجہ ھو الیہ مع فرض عدم المانع ظاہر فی غلطہ بحر ولایشترط فیھم العدالۃ امداد ولا الحریۃ قہستانی **قولہ** واختارہ فی البحر حیث قال ینبغی العمل علی ھذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن تراءی الاھلۃ فانتفی قولھم مع توجھھم طالبین وظاہر الولوالجیۃ والظہیریۃ یدل علی ان ظاہر الروایۃ ھو اشتراط العدد والعدد یصدق باثنین اھ وفی زماننا نشاھد تکاسل الناس فلیس فی شہادۃ الاثنین تفرد من بین الجم الغفیر حتی یظہر غلط الشاہد فانتفت علۃ ظاہر الروایۃ فتعین الافتاء بالروایۃ الاخری وفی الکافی الحاکم الذی ھو جمع کلام محمد فی کتبہ ظاہر الروایۃ تقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان اوغیر عدل بعد ان یشہد انہ رأی خارج المصر او انہ رأہ فی المصر مع علۃ تمنع العامۃ من التساوی فی رؤیتہ اھ ولامنافاۃ بینھما لان اشتراط الجمع العظیم اذا کان الشاہد من المصر فی غیر مکان مرتفع فالثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الاولی بدلیل ان الاولی علل فیہا رد الشہادۃ بان التفرد ظاہر فی الغلط وعلی مافی الثانیۃ لم توجد علۃ الرد وھذا قال فی المحیط فلا یکون تفردہ بالرؤیۃ خلاف الظاہر **قولہ** وبقیۃ الاشہر

---

[1] ترجمہ: جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ وعید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر ضرور ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو یا ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے ایسا ہی بحرالرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے اور بحرالرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اُس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انھیں دو کو نظر آنا بعید از قیاس ہے اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہوگیا انتہی اور ہمارے زمانہ میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جمہور کے خلاف انھیں کو کیسے نظر آگیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتوی دینا لازم ہوا اور کافی حاکم میں جس میں امام محمد کا تمام کلام کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرمادیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو

لا یقبل فیہا الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی والظاہر انہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین ویؤیدہ قولہ کما فی سائر الاحکام اھ ملتقطا حدیقہ ندیہ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینہم۔ **طریق دوم** شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا۔ پھر اصل شہادت رؤیت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ مرعی ہے مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا نہ بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مرد ان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد دو مرد عادل کو گواہ کردیا کہ یہاں اگر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو گواہ ہوں یونہی یہ بھی جائز ہے اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انھیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے درمختار میں ہے الشہادۃ علی الشہادۃ مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہما بالشبہۃ وتعذر حضور الاصل بمرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان

نظر نہ آیا انتہی اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو پچھلی روایت اس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی تھی کہ تنہا اس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اس پچھلی صورت یعنی جبکہ وہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رد کی وجہ نہ پائی گئی تو لیے محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عادل آزاد کی جن پر حد قذف نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح بحرالرائق میں امام اسبیجابی کی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان نو چاندوں میں صفا و عدم صفائی مطلع کا کچھ فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہوگی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی

یبیت باھلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوٰی واقرہ المصنف او کون المرأۃ مخدرۃ لاتخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل وشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل ولو امرأۃ لاتغایر فرعی ھذا وذاک وکیفیتھا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشھد علی شہادتی انی اشھد بکذا ویقول الفرع اشھد ان فلانا اشھدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشھد علی شہادتی بذلک اھ مختصرا (اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے وتقبل[2] شہادۃ واحد علی اٰخر کعبد وانثی ولو علی مثلہ، ردالمحتار میں ہے لو شھد[3] اصلی شہادۃ رجل واحد ھما یشھد بنفسہ ایضا لم یجز کذا فی محیط السرخسی فتاوی الھندیۃ ولو شھد واحد علی شہادۃ نفسہ واٰخران علی شہادۃ غیرہ یصح صرح بہ فی البزازیۃ اھ مختصرا (فتاوٰی عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے ینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاھد الاصل واسم ابیہ وجدہ حتی لو ترک ذلک فالقاضی لایقبل شہادتھما (شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک گواہانِ اصل بھی اہلیت شہادت پر باقی رہیں اشہاد شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہانِ فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہانِ اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا یا کہا کہ میں نے تو ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہوجائے گی درمختار میں ہے تبطل شہادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اھلیتھا کخرس وعمی وبانکار اصلہ الشہادۃ کقولھم مالنا شہادۃ اولم نشھدھم او اشھدناھم وغلطنا اھ

باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجب نہیں کہ ان نو مہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں

———— اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسبیجابی کا وہ فرمانا کہ ان میں وہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں ۳

ترجمہ: جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کرسکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ [2] ترجمہ: گواہی پر گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہانِ اصل نے زید وعمرو کو گواہ بنایا اُنھوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادۃ پر بکر وخالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادۃ علی الشہادت پر سعید وحمید کو شاہد بنالیا وعلٰی ہذا القیاس اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود وقصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زن پردہ نشین ہونے کے باعث متعذر ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا اور قہستانی وسراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے مصنف نے اسے مسلم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت

مقصد ۱ **طریق سوم** شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا دو شاہدان عادل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضا تھے اُنھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گذریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں ثبوت کا حکم دیا فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے لو شھدوا ان قاضی بلدۃ کذا شھد عندہ اثنان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی بشھادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ اسی طرح فتاوٰی قاضیخاں وفتاوٰی خلاصہ وغیرہما میں ہے (**قلت** وقیدہ فی التنویر تبعًا الذخیرۃ عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوی ووجھہ العلامۃ الشامی بتوجیھین لنا فی کل منھما کلام حققناہ فیما علیہ علقناہ فراجعہ ثم فانہ من الفوائد المھمۃ) **طریق چہارم** کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اُس کے سامنے شرعی گواہی گزری اُس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کرکے اُن کے سامنے سر بمہر کردے اور اولٰی یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان

کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے ایسا ہی قنیہ میں ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ اصل گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادت یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جداگانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرع سے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کرکے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ ۲ے ترجمہ:۔ ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ ایسی ہی جیسے پر ہلال رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع ۳ے ترجمہ:۔ اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور ان میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں ایسا ہی فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲۔ ۴ے گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اگر اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی قبول نہ کرے گا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی

شہود کو دے کر اُسے یاد کرتے رہیں یہ آکر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کرکے گواہ کرے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور اس کے محکمۂ قضا کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اُسے پڑھ لے اُس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مرگیا یا برخاست ہوگیا تو اس پر عمل نہ ہوگا اور بعد زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کرلے اس وقت تک کاتب عہدۂ قضا کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنون یا مرتد یا اندھا ہوگیا تو بھی خط بیکار ہوجائے گا درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی بعد اعلامہم بعلم کتاب الاستشہاد لیحکم المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بما فیہ وختم عندہم وسلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی (ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل القراءۃ وبجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ لخروجہ عن الاھلیۃ وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ من الاھلیۃ الا اذا عمم) ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام (درر) وغرر میں ہے لا یقبلہ ایضا الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب قد یزور اذ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ۔ **طریق پنجم** استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ وعیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اُڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں۔ پوچھیے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ انتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ اُنھوں نے بیان کیا اور رفتہ رفتہ شائع ہوگئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی یا شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بغلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت ورسوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی کا دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہوجائے گی اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ایک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شرع نہ مفتی اسلام یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آج کل کے بہت مدعیان خام بالخصوص وہابیہ خصوصاً نامقلدین وغیرہم فجار یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم ناتجربہ کار یا اعنی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر اُس کے منتظر احکام نہیں پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے

لیتے ہیں ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابلِ قبول نہیں کہ اس سے کسی حجتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: شهدوا انه
شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال وقضی به القاضی بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة
وشهدوا به لا لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح
من المذهب مجتبی وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے: هذه الاستفاضة لیس فیها شهادة علی قضاء قاض ولا علی شهادة
لکن لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها لان
البلدة لاتخلو عن حاکم شرعی عادة فلابد من ان یکون صومهم مبنیا علی حکم حاکمهم الشرعی فکانت تلك
الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور۔ الخ۔ اسی میں ہے: قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة
جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم
بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها کما ورد ان فی اٰخر
الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة ویتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لاندری من قالها فمثل
هذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اھ قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة
اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع۔ تنبیه الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان میں ہے: لما کانت
الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة
فیها حاکم شرعی الخ۔ دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم و عید بربنائے
حکم حاکم شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہو، ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان
کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا، ظاہراً اس تقدیر
پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رویت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیته
وافطروا لرؤیته جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے اُن کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی
حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوٰی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے
اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے: ان وجد کلهم غیر ثقات یعتمد علی ذلك بتواتر
الاخبار۔ درمختار میں ہے: شهادة النفی المتواتر مقبولة۔ ردالمحتار میں ہے: فی النوادر عن الثانی شهد علیه بقول او فعل یلزم علیه بذلك اجارة او بیع
او کتابة او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان او زمان او صفات فبرهن المشهود علیه انه
لم یکن ثمه یومئذ لاتقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم
کونه فی ذلك المکان والزمان لاتسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمة لانه یلزم تکذیب الثابت بالضرورة
عقود الدریہ میں فتاوٰی صغرٰی سے ہے: البینة اذا قامت علی خلاف المشهور المتواتر لاتقبل وهو ان یشتهر ویسمع

من قوم کثیر لایتصور اجتماعھم علی الکذب کلام علما مثلاً قول مذکور درمختار کے لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری اور قول ذخیرہ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ وغیر ذلک بلاشبہہ اس صورت کو بھی شامل واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ **طریق ششم** اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس۳۰ دن کامل ہوجائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہوجائے گا اگرچہ اس کے لیے رویت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اگر اُنتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگرچہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گزشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہولیا ہو ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلال رمضان مان لیا اور اُس حساب سے تیس دن آج پورے ہوگئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمال عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجت تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس۳۰ کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اُس گواہ نے غلطی کی اور جبکہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہان عادل سے ثابت تھا تو آج باوصف مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدار خاص اُسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامہ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اُس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف معتاد ہے ہاں اگر آج ابر وغبار ہے تو مطلقاً تیس۳۰ پورے کرکے عید کرلیں گے اگرچہ ہلال رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اُس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی تنویر میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل لا درمختار میں ہے نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا الخ وتمام تحقیقہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ **طریق ہفتم** علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے اُنتیس کی شام کو توپوں کے فیر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہال بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بدمذہبوں کے حوالے ہیں جنھیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ اُن کے اتباع کی پرواہ اپنی رائے ناقص میں جو آیا اُس پر حکم لگا دیا توپیں چل گئیں تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں کما لایخفی پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں اُن پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اُس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈورا وغیرہ **اقول** یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اُس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا عالمگیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او

فاسقا کذا فی جواہر الاخلاطی۔ ردالمحتار میں ہے: قلت والظاھر انہ یلزم اھل القری الصوم بسماع المدافع او رؤیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لایفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک الا لثبوت رمضان۔ منحۃ الخالق میں ہے: ینبغی ان یکون عندنا العمل بالامارات الظاھرۃ الدالۃ علی ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علی من سمعھا ممن کان غائبا عن المصر کاھل القری ونحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود وقد ذکر ھذا الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالامارۃ الظاھرۃ الدالۃ التی لاتتخلف عادۃ کرؤیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنابر قال ومخالفۃ جمع فی ذلک غیر صحیحۃ اھ **تنبیہ دربارہ ہلال غیر رمضان و شوال** جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں اُن کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کی رائے یہ ہے کہ اگروہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رویت ہلال میں اختلاف پڑسکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان و شوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی اگروہ شہر اس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علماء نے یہ رکھی ہے کہ بہتّر میل یا زیادہ اُس کا طول شرقی اُس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رؤیت ہلال ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اُس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اُس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگرچہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے اور نہ ملا تو تیس کی گنتی پوری کریں گے، ردالمحتار میں فرمایا: یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرھم ھو الرابع عشر۔ **اقول** مگر صحیح اس کے خلاف ہے کلام علماء صاف مطلق وعام اور اس تخصیص میں بوجوہ کلام فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب بانا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب کما رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وغیرھم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وھذہ العلۃ تعم الاھلۃ وھذا وان کان خلاف القیاس فلا یمتنع الالحاق بہ دلالۃ وان امتنع قیاسا کما قد نص علیہ العلماء ومنھم العلامۃ الشامی فی نفس ھذا الکتاب ولا شک ان ذا الحجۃ کالفطر سواء بسواء وقد قال رسول اللہ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس اخرجہ الترمذی بسند صحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فطرکم یوم یفطرون واضحاکم یوم تضحون رواہ ابوداؤد والبیہقی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** ھذا کلہ کلام

مصرحی تسلیم ان النوط بالرؤیۃ انما ورد فی الصوم والفطر ولیس کذالك بل قد ثبت کذالك فی الاضحیۃ فقد اخرج ابوداؤد والدارقطنی عن امیر مکۃ الحارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسك للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما قال الدارقطنی ھذا اسناد متصل صحیح فانقطع مبنی البحث من راسہ وا ستبان الحق وللہ الحمد اما المتمسك بہ من مسئلۃ الحج فاقول لا تجدیہ فیما فانہا فیما اری لدفع الحرج العظیم ولظیرہ ما فی التنویر والدر تبین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلاۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی کما لو شھدوا انہ یوم العید فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأتھم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ھذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمع المسلمین زیلعی اھ ملخصا مصححا ثم رأیت بحمد اللہ التصریح بہ فی اللباب وشرحہ بل فی نفس الشرح المتعلق بہ ردالمحتار حیث قال شھدوا بعد الوقوف بوقوفھم بعد وقتہ لا تقبل شہادتھم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشھود للحرج الشدید الخ فقد ظھر الحق والحمد للہ رب العالمین غرض ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کیے محض باطل ومخذول وناقابل قبول ہیں خیالات عوام کا حصر کیا ہو مگر آجکل جہال میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات ہیں یکم حکایت رویت یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں سے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادت رؤیت ہے کہ انھوں نے خود نہ دیکھا نہ شہادت علی الشہادۃ کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انھیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسب قواعد شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلا اعتبار نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے کیسا ہی آئے کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سب سے اس سے واقف ہی نہ ہو ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کرلیتے ہیں فتح القدیر وبحرالرائق وعلمگیریہ وغیرہا میں ہے لوشھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لا یباح فطرغد ولا ترك التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم دوم افواہ۔ شہر میں خبر اڑجاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا جاہل اسے تواتر واستفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھیے سنی ہوئی کہتا ہے ٹھیک پتہ کوئی نہیں دیتا یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے اس کی صورتیں وہ ہیں جو ہم نے طریق پنجم میں ذکر کیں منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے اعلم ان المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی بلدۃ التی لم یثبت بھا لا مجرد الاستفاضۃ لانھا قد تکون مبنیۃ علی اخبار رجل واحد مثلا فیشیع الخبر عنہ ولا شك ان ھذا لا یکفی بدلیل قولھم اذا استفاض الخبر

وتحقیق فان التحقیق لا یکون الا بما ذکرنا فقیر کو بارہا تجربہ ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے وہاں عام لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام بھی لیا گیا وہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے فقیر نے اُن کے پاس ایک معتمد کو بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں بالکل غلط تھا نہ میں نے دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا پھر خبر اُڑی کہ شاہجہانپور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا انھوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں اُن کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرے عید کب ہے کہا جمعہ کی کہا کیا چاند دیکھا کہا کہ دیکھا تو نہیں کہا پھر کیوں اس کا جواب کچھ نہ تھا شہر بھر سے یہی جواب ملا صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع اُن معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے اُن سے دریافت کیا کہا وہ غلط کہتا تھا اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اُن گواہ صاحب کے پاس آئے اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا معلوم ہوا وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا بارے اتنا معلوم ہوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں ان علماء نے ان دو شاہدوں کو بلاکر ان دو ثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انھیں لکھوا دیے تھے وہ ان سے کہلوا کر ان کو تحمیل شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دونوں شہود اصل کا تزکیہ کیا اب ان دونوں فرع نے یہاں آکر شہادت علی الشہادت حسب قاعدہ شرعیہ دی اُس وقت فقیر نے عید جمعہ کا فتوی دیا دیکھئے افواہ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سوم خطوط واخبار۔ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کرچکے کہ حاکم شرع کا خاص مہری دستخطی خط جس پر خود اُس کی اور محکمہ دار القضا کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے ہرگز بغیر دو شاہدان عادل کے جنھیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بناکر خط سپرد کیا اور یہاں انھوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو مقبول نہیں پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابل التفات ہوسکتے ہیں اور اخباری گپیں تو اصلاً نام لینے کی بھی قابل نہیں درمختار میں ہے لا یعمل بالخط ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر

چہارم تار یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے یہاں اس قدر بھی نہیں تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مس نہیں فقیر نے اس کے رد میں ایک مفصل فتوی لکھا اور بحمد اللہ تعالی اُس پر ہندوستان کے بکثرت علما نے مہریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ گنگوہی ملا نے اپنے ایک فتوی میں تار کی خبر اس باب میں معتبر ٹھہرائی اور اُسے تحریر خط پر قیاس کیا تھا کہ "تار کی خبر مثل تحریر خط کے خبر کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہوجاتا ہے خواہ بحرکت قلم پیدا ہوویں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الی قولہ) بہر حال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے" یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس تک لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونا چاہئے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس تو اعتبار بھی اسی نسبت پر بڑھنا چاہئے شلہ بہ مقدار قلم قیاس تو اچھا دوڑا تھا مگر افسوس کہ شرعاً محض مردود وناکا

رہا دولا خط و تار میں جو فرق ہیں ہم نے اپنے فتوی مفصلہ میں ذکر کیے جو اس قیاس کو از بیخ برکندہ کرتے ہیں اور ان سے قطع نظر بھی کیجئے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام پھر اس بانس کے قیاس کا کیا کام حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاطل ہے مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوی میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجۂ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط استفاضہ کے معنی جو علما نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اولاً وہ ان وجوہ ناجوازی سے جنھیں ہم نے اس فتوی میں مفصلاً ذکر کیا ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے ڈاک کے منشی تار کے بابو چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً جاہل یا فساق فجار ہوتے ہیں اور بالفرض باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں بہرحال یہ خط یا تار ہم کو تو معدودے شخصوں کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہوا کیا اگر زید آکر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض کہلائے گی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **پنجم جنتریوں کا بیان** کہ فلاں دن پہلی ہے۔ اول بعض علمائے شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب ان کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر و عدم لحاظ کی تصریح فرما چکے پھر اس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آجکل کی جنتریاں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی تو وہ بھی انھیں ہنود والی جنتریوں کی پیروی سے کیا قابل التفات ہو سکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں اول مصرانی ہیئت ہی ناقص و مختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں تقویمات کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جنھیں کوئی سمجھ وال بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا اور ان کی دوج اور پروا کی کسے پروا **ششم قیاسات و قرائن** مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرہویں ہے اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے پھر ان پر عمل محض جہل و زلل حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ہلال پھولے ہوئے نکلیں گے

یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا ویقال ھو لیلتین علامات قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائے گا کہ دو رات کا ہے رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سعید بن فیروز سے ہے قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال ترأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین ———— قال فلقینا ابن عباس فقلنا انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ ہم عمرے کو چلے جب بطن نخلہ میں اُترے ہلال دیکھا کوئی بولا تین رات کا ہے کسی نے کہا دو رات کا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ملے اُن سے عرض کی کہ ہم نے ہلال دیکھا کوئی کہتا ہے تین شب کا ہے کوئی دو شب کا فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے کہا فلاں شب۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مدار رویت پر رکھا ہے تو وہ اُسی رات کا ہے جس رات نظر آیا ہفتم کچھ استقرائی کچھ اختراعی قاعدے مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں ہوگی اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی چار مہینے برابر تیس تیس کے ہوچکے ہیں یہ ضرور راوٌنتیس کا ہوگا تین پے درپے اونتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا ان کا جواب اسی قدر میں ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اتاری درمختار کر دری میں ہے شھر رمضان جاء یوم الخمیس لایضحی ایضا فی یوم الخمیس مالم یتحقق انہ یوم النحر وما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ وکذا ما ھو الرابع من رجب لایلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق خزانۃ المفتین میں فتاوی کبرٰی سے ہے ما یروی ان یوم نحر کم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابد لان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلاثۃ اشھر فلا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من الثلثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تتاخر عنہ واذا انقصت الشھور الثلثۃ او شھران تقدم علیہ فلم یصح الاعتماد علی ھذا یہ کلام اجمالی بقدر کفایت ہے اور ان احکام کی تفصیل تام رسائل ومسائل فقیر میں ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از بیلی بھیت مسئولہ عبدالجلیل سوداگر ۲۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا صاحب مکرم دام اکرامکم بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام کے گزارش یہ ہے کہ اس مرتبہ رمضان المبارک کے چاند میں اختلاف ہوکر عیدالفطر میں اکثر جگہ نفاق ہوگیا ہے چنانچہ بریلی میں بھی جمعہ کی عید ہوئی سُنا گیا ہے کہ آپ نے پنجشنبہ کی شام کو بعد مغرب ارشاد فرمایا تھا کہ ہم کو بھی آج ۳۰ رمضان المبارک کا ہے اس وجہ سے ہم تراویح نہیں پڑھیں گے اور کل سے بروز جمعہ

روزہ نہیں رکھیں گے لیکن دوسروں کو حکم نہیں دیتے ہیں بعد کو شہادتوں سے چاند رمضان کا منگل کے دن ثابت ہو کر پنجشنبہ کو ۳۰ رمضان قرار پائی اور جمعہ کو عید ہوئی کارڈ ثانی پر جلد تحریر فرمائیے کہ آپ کا یقین مردوں کی باتوں پر تھا یا ذریعہ اعلان کوئی اور تھا اور شہادتیں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی ہیں یا ہندوستان سے کسی مقام سے تحقیق ہوا اس لیے تصدیق کیا جاتا ہے کہ آئندہ کو کام آئے بینوا توجروا

الجواب

یہاں نہ منگل کو ہلال رمضان دکھائی دیا نہ پنجشنبہ کو ہلال عید ابر تھا اور بہت گہرا شب جمعہ میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت تھی کہ دفعۃً میرٹھ سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سنی جنھوں نے وہاں ہلال رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا وہ بلائے گئے اور انھوں نے شہادتیں دیں اور پوری تنقیح کی گئی اور رات کے ایک بجے بعد صبح عید کا حکم دیا گیا اور اسی وقت سے شہر و شہر کہنہ واطراف شہر میں اعلان کیا گیا یوں یہاں جمعہ کی عید ہوئی ورنہ افواہیں تو پہلے سے سنی جاتی تھیں جن پر حکم نہیں ہوسکتا تھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۰

از منڈی افریقہ مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

منڈی شہر میں سب آدمی مذہب شافعی ہیں اور حنفی مذہب والے ہم چند آدمی ہیں اب یہاں پر روزے ۲۹ ہوئے ۳۰ کی رات کو ابر بہت ہونے کے سبب سے چاند دیکھنے میں نہیں آیا لیکن بعد نماز مغرب کے تین شہر سے ٹیلی گراف آئے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے شوال کا اور کل عید ہے لیکن یہاں کے قاضی صاحب نے ٹیلیگراف کی خبر کو قبول نہ کیا اور تراویح کی نماز پڑھی اور پڑھائی اور روزہ بھی سب نے رکھا لیکن جب سورج طلوع ہوا بعد دو ساعت کے منڈی شہر کے آس پاس کے گاؤں سے آدمی آئے اُنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا تب قاضی صاحب نے شاہدوں سے گواہی لے کر روزہ کھولنے کا حکم دیا تب تمام آدمیوں نے روزہ توڑ دیا اور خود بھی قاضی صاحب نے روزہ توڑ دیا اُس دن بہت دیر ہونے کے سبب عید کی نماز نہیں پڑھی گئی دوسرے دن عید کی نماز ہوئی اب ہم کو دوسرے آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو ایک روزہ قضا کرنا چاہئے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کو قضا کرنا پڑے گا۔

الجواب

تاربرقیوں پر کہ قاضی نے اعتبار نہ کیا بہت صواب کیا ایسا ہی چاہیے تھا دربارہ ہلال خط یا تار کا کچھ اعتبار نہیں صبح کو جو چند شہادتیں گزریں وہ لوگ اگر ثقہ اور ہلال عید میں قابل قبول شہادت تھے اور اتنے فاصلہ پر تھے کہ رات کو آکر گواہی نہ دے سکتے تھے تو اُن کی گواہی مان کر روزہ کھولنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ثبوت شرعی سے ثابت ہوگیا کہ وہ روز عید تھا نہ روزہ رمضان کا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہرت واستفاضہ جو دربارہ ہلال شرعاً معتبر ہے اُس کے کیا معنی ہیں اور مجرد شیوع واشتہار خبر کافی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ مدار کار حقیقۃً ثبوت رویت پر ہے ولہٰذا قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا
لرؤیتہ اخرجہ الشیخان وغیرھما والحدیث مشہور مستفیض اور رویت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ
کاسمھا مبینۃ اور شہادت کی حلت رویت سے مربوط اذ لاشہادۃ الا عن شہود شہادۃ علی الشہادۃ و شہادۃ علی القضاء قبول ہوتی
ہیں اُن کی وجہ قبول یہی ہے کہ وہ مثبت شہادت معاینہ ہیں اما الاولٰی فظاھر واما الاخرٰی فلانہ لاحکم الا عن شہادۃ
ومثبت المثبت مثبت تو ہر وہ گواہی کہ ان امور سے خالی ہو زنہار قابل قبول نہیں مثلاً ایک جماعت ثقات عدول یوں
گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہرگز نہ مانیں گے
یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گنہگار ہوگا کہ یہ نہ شہادت رویت ہے نہ شہادت علی الشہادۃ نہ شہادت علی القضا بلکہ
مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں فتح القدیر وفتاوٰی عالمگیری میں ہے انما یلزم الصوم متأخری الرؤیۃ اذا ثبت
عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب حتی لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا
وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم
لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم ہاں اگر رویت شہر دیگر کی خبر اُس حد شہرت
واستفاضہ کو پہنچے جو باعث ثبوت رویت یقینی ومحقق ہوجائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں گے ردالمحتار میں ہے
فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما
بین اھل البلدۃ الاخرٰی یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ اھ ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی مگر حاشا مجرد شیوع و
شہرت کافی نہیں کہ صدہا خبریں خصوصاً آج کل ایسی اڑتی ہیں جن کا تمام شہر میں چرچا ہوتا ہے پھر تجربہ گواہ ہے کہ بعد تنقیح محض بے
اصل نکلتی ہیں انھیں افواہ کہتے ہیں نہ استفاضہ شرعیہ ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا چرچا محض نامعتبر جب تک ثبوت شرعی
نہ ہو امام اختیار شرح مختار میں یوم الشک کی نسبت لکھا ھو ان یتحدث الناس بالرؤیۃ ولا تثبت واقعی ایسی خبروں کی
ظاہری شوکت عام لوگوں کو دھوکا دیتی ہے مگر تفتیش کے بعد کھلتا ہے کہ حقیقت امر کیا ہے یا اُن کی ٹھیک سند منتہی تک ملتی ہی
نہیں جس سے پوچھیے سنا کہے گا بعض اپنے مخبر کا نام بھی بتائیں اُن مخبر سے پوچھیے وہ سنا کہہ کر چُپ رہیں گے یا بہزار کاوش وعرق ریزی
اصل نکلی تو اتنی کہ فلاں کا خط آیا فلاں نے تار دیا چند مسافر معقول صورت ملے کہتے تھے فلاں شہر میں لوگوں نے دیکھا ہمارا فلاں قریب
اُس شہر بعید سے آیا بیان کیا وہاں ہزاروں نے دیکھا ہزاروں کا لفظ تو بے شک ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ منقول عنہم میں ہے یا ناقل میں غرض ایسی
افواہ وحکایات شرعاً قابل التفات بھی نہیں نہ ان کی بنا پر کوئی حکم ثابت ہو ولہٰذا امام شمس الائمہ وذخیرہ ومغنی وامداد کا ارشاد
سن چکے کہ ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اُس کے ساتھ تحقیق ہوجانے کی قید زیادہ فرمائی علامہ عبد
الغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں اما خبر التواتر من الناس بعضھم لبعض بذلک فھو ممنوع لاسناد الکل
فیہ الی الظن والوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لوسألت کل واحد منھم عن

روایۃ ذلک ومعاینتہ نقال لہ اعاینتہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتبرء ہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ ورُبما اذا تأملت وتصفحت وجدت خبر ذلک التواتر الذی تزعم کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین الی اخرما افادو اجاد رحمہ اللہ تعالٰی اور یہ زعم کہ ہم کو تیقّن ہوگیا صحیح نہیں یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا سائقوں یا تار وخطوط کی اوہام وضبوط سے کیا کم مگر انصاف کیجئے تو بدرجہا زائد تھے پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی کما مر نقلہ عن الھندیۃ والفتح ونحوہ فی البحر الرائق والدر المختار ومجمع الانھر وغیرھا من الاسفار بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر اُس کے معنی یہ ہیں کہ اُس شہر سے گروہ گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ اُن کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو، ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ (قلت) وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع اُسی میں ہے الشھادۃ بان اھل تلک البلدۃ راٰوا الھلال وصاموا لا تفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شھادۃ غیرھم لتکون شھادۃ معتبرۃ والا فھی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانھا تفید الیقین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۲: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۹ رمضان مبارک ۱۳۳۳ھ

رمضان شریف کا چاند غبار یا ابر ہونے کی حالت میں صرف ایک شخص نے دیکھا اور قاضی نے اُس پر فتوی چاند ثابت ہونے کا دے دیا اب کیا غرہ شوال اُس سے تیس دن پورے ہوجانے پر ثابت ہوجائے گا گو چاند بوجہ غبار یا ابر کے اُس رات کو نظر نہ آئے یا ایسا ایک سے زائد عادل گواہ ہونے پر کیا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ہلال ماہ مبارک بوجہ غبار ایک کی شہادت سے مان کر ۳۰ روزے پورے کیے اور ہلال شوال بوجہ ابر نظر نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق اس صورت میں عید کرلی جائے ہاں اگر ۳۰ روزوں کے بعد مطلع صاف ہوا اور عید کا چاند نظر نہ آئے اور رمضان کا چاند شاہد واحد کے قول پر مانا تھا تو راجح یہ ہے کہ عید نہ کریں گے اور دو عادلوں کی گواہی سے روزے رکھے تھے تو قول ارجح پر ۳۰ کے بعد عید کرلیں گے اگرچہ مطلع صاف ہو اور ہلال نظر نہ آئے درمختار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر

(اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو کان مصحیۃ علی ما صححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر اھ شامی) ولو صاموا بقول عدل لایصح کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والالا اھ وتنقیحہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از افضل گڑھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ چاند شعبان کا اکثر جگہ دیکھا اور بہت سے آدمیوں نے نہیں دیکھا مثلاً قصبہ افضل گڑھ میں تخمیناً پندرہ بیس آدمی اقراری چاند دیکھنے یکشنبہ کے ہیں باقی تمام قصبہ خلاف ہے یعنی باقی نے نہیں دیکھا۔ اب رمضان شریف میں ابر محیط رہا اسی بنا پر ۳۰ یوم پورے کرکے روزہ ہر دو فریق نے رکھا تھوڑے فریق نے ایک یوم پیشتر اور زیادہ فریق نے ایک روز بعد رکھا اب عید قریب آگئی اگر ابر محیط ہوا تو عید فریق اول و دوم کو ایک ساتھ کرنا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ پورے روزے کرکے کرنا چاہیے حالانکہ ہر فریق اپنے روزے پورے ۳۰ کرے گا اگر دونوں اتفاق سے عید کرتے ہیں تو ایک فریق کے روزے ۳۰ ہوتے ہیں دوسرے کے ۳۱ ہوتے ہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس کم فریق میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں جو نہ کسی کبیرہ کے مرتکب ہیں نہ صغیرہ پر مصر نہ خفیف الحرکات اور انھوں نے ہلال شعبان شام یکشنبہ کو دیکھ کر وہاں اگر کوئی عالم فقیہ سنی المذہب دین دار ہے اس کے حضور بلفظ اشھد یعنی گواہی دیتا ہوں کہہ کر گواہی دی یا وہاں ایسا کوئی عالم نہ تھا تو مسلمانوں کو اپنی رویت کی خبر دی اور وہاں شام یکشنبہ یا تو مطلع صاف نہ تھا یا اور لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش نہ کی یا کی تو بے وقت کی یا ان دیکھنے والوں نے جہاں سے دیکھا وہ جگہ بلندی پر یا آبادی سے باہر تھی تو ان صورتوں میں ان شرطوں سے یکم شعبان روز دوشنبہ کی ثابت ہوگئی اور اس کی بنا پر بضرورت چہارشنبہ کا پہلا روزہ ہوا جنھوں نے نہ رکھا اس کی قضا رکھیں پھر پنجشنبہ آئندہ کو رمضان مبارک کے ۳۰ ہوکر بضرورت جمعہ کی عید ہوگی دونوں فریق بالاتفاق جمعہ کی عید کریں گے ایک کے ۳۰ روزے ایک کے ۲۹ ہوں گے ۲۹ والے ایک قضا رکھیں گے اور اگر اس فریق میں دو گواہ بھی عادل نہیں یا انھوں نے اس صفت والے عالم کے سامنے لفظ اشھد بمعنی مذکور شہادت نہ دی یا مطلع صاف تھا اور عام لوگوں نے وقت پر چاند دیکھنے کی کافی کوشش کی اور نظر نہ آیا اور ان لوگوں میں کوئی خصوصیت مثل بلندی مقام یا بیرون آبادی کی نہ تھی تو ان صورتوں میں دوشنبہ کی یکم شعبان ثابت نہ ہوئی اور یہ بعض کہ دیکھنا بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ان کو دھوکا ہوا اور نظر واقع بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس دن حال ہلال عادۃً قابل رویت نہ تھا) لہذا شعبان کی ۳۰ چہارشنبہ کو ہوئی اور یکم ماہ مبارک پنجشنبہ سے ہوکر پنجشنبہ ۲۹ کو اگر ابر رہے جمعہ کی ۳۰ ہوگی اور اس کم فریق کو بھی جائز نہ ہوگا کہ اپنے زعم کی بنا پر جمعہ کی عید کرلے بلکہ ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا عام کے ۳۰ ہوں گے اور ان کے بھی ۳۰ ہی ہوں گے پہلا روزہ چہارشنبہ کا رمضان میں

محسوب نہ ہوگا اگرچہ ان پر اپنی رویت عین کے سبب اُس دن بھی روزہ کا حکم تھا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غرہ رمضان چہار شنبہ کا کسی اور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہوجائے ورنہ آپ ہی جمعہ کی عید ہے ردالمحتار میں ہے بحیۃ الاشہر التسعۃ ای ماعدا رمضان والعیدین) لایقبل فیہا الاشہادۃ رجلین اورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح الامام الاسبیجابی درمختار میں ہے شرط للفطر مع العلۃ العدد والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین للضرورۃ ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے وذکر فی الامداد ان کانت فی الصحو کرمضان والفطر ای فلابد من الجمع العظیم وامانی غیرہ فلاحد لکن قال الخیر الرملی الظاہر انہ فی الاہلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین فلو شہدا فی الصحو بہلال شعبان وثبت بشروط الثبوت الشرعی ثبت رمضان بعد ثلثین یوما من شعبان وان کان رمضان فی الصحو لایثبت بخبرہما لان ثبوتہ حینئذ ضمنی اھ مافی الشامی **اقول** فاذا ثبت توجہ الکل طالبین تحقق المانع فلایقبل تفرد البعض المتیقظ بمایقرب الرؤیۃ لھم دون عامۃ الناس فکانت شہادتھم مردودۃ فلا یعملوا بہا حتی فی انفسہم کما فی الدر رأی مکلف ہلال رمضان اوالفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مکلفا وجوبا وفی ردالمحتار وافاد الخیر الرملی انہ لوکانوا جماعۃ وردت شہادتہم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیہم کذلک تنبیہ لو صام رائی ہلال واکمل العدۃ لم یفطر الامع الامام لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون رواہ الترمذی وغیرہ والناس لم یفطروا فی ھذا الیوم فوجب ان لایفطر ھ اھ ھذا ما اخذتہ تفقہا من کلامہم والنزاع واضح کما تری بتوفیق اللہ والعلم بالحق عند ربی وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: از سہسرام عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اول ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

عید یہاں پنجشنبہ کو ہوئی مگر پھلواری میں سات آدمیوں کی رویت کے مطابق حسب الحکم شاہ بدر الدین صاحب چہار شنبہ کی عید ہوئی اس کے بارے میں انھوں نے مجھے خط لکھا پھر جب میں بانکی پور گیا تو بطریق استفاضہ خبر مجھے پھلواری میں سات آدمیوں کا چاند دیکھنا اور شاہ صاحب کا حکم دینا معلوم ہوا تو جب عید چہارشنبہ کی ہوئی تو ذی قعدہ و ذی الحجہ دونوں مہینوں کے چاند تیس ہی کے مانے جائیں جب بھی سہ شنبہ کو ذی الحجہ ہوتی ہے مگر اُس طریقہ پر ثبوت یہاں سوائے میرے کسی کو نہیں تو آیا میرے فتوی دینے سے یہاں کے لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہوگا یا خود اسی شہر میں وہ خبر بطریق استفاضہ آنے کی ضرورت ہے۔ یوم صومکم یوم نحرکم یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا تھا۔ یہاں بالاتفاق روز سہ شنبہ کو عید ہوئی مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا چاند دیکھا نہ ذی قعدہ کا صرف میرے فتوی و حکم

کے مطابق ایسا ہوا۔ میں نے اپنی تسلی کے لیے یہ سوالات کیے ہیں شامی قاضی خاں سراجیہ بحرالرائق عالمگیری فتح القدیر کافی میں ثبوت نہیں ملا اس لیے حضور کو تکلیف دی۔ ۲؎ آج کل کے علماء قاضی کے حکم میں ہوں گے یا نہیں اور اس کے لیے کیا کیا شرط ہے یا تمام عالم جس نے درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور درس یا وعظ میں مشغول ہو۔ ۳؎ نماز عید الضحٰی کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہونا بایں معنی ضرور ہے کہ جب تک نہ ہوگا ان لوگوں پر نماز واجب نہ ہوگی؟ باوجود رویت عامہ بلاد اگر کسی جگہ کے لوگ بوجہ ابر خود نہ دیکھ سکے نہ دس دن کے اندر کہیں سے کچھ معلومات یقینی بہم پہنچا سکے حالانکہ جس وقت لوگ اس غفلت سے بیدار ہوئے تو اس کا موقع تھا کہ طریق موجب کے ذریعہ ثبوت حاصل کر سکتے تھے مگر ایسا نہ کیا اور باوجود ان سب باتوں کے بغیر نماز عید الضحٰی اس دن جو ہر جگہ ۱۰ ذی الحجہ تھی اور ان کے حساب سے ۹ تھی یہ نماز ہوگی یا نہیں اور قربانی جو کی گئی وہ ٹھیک ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادۃ علی الرؤیۃ نہ شہادۃ علی الشہادۃ۔ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: لو شہد جماعۃ ان اہل بلدۃ کذا رأوا ہلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وہذا الیوم ثلثون بحسابہم ولم یر ہؤلاء الہلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ہذہ اللیلۃ لانہم لم یشہدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم وانما حکوا رؤیۃ غیرہم۔ استفاضہ کے بعد تحقیق خبر ہے خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادۃ علی الحکم ہوگی۔ تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے: لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اہل تلک البلدۃ صاموا لزم العمل بہا لان المراد بہا بلدۃ فیہا حاکم شرعی۔ ردالمحتار میں ہے: فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور۔ حاکم شرعی سلطان اسلام یا قاضی ہوتی من قبلہ ہے یا اور فقیہ فقیہ بصیر افقہ بلد نہ آج کل کے عام مولوی یہی جواب سوال ۲ ہے۔ آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسان کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں خصوصاً جبکہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو۔ والمسئلۃ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی۔

۳؎ مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا کرم اللہ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں فقہا نے ذکر کیا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ اسی عام کو تھا نہ عام کو یعنی اسی سال کے لیے تھا اور سالوں کے لیے نہیں۔ فتاوی کبری و خزانۃ المفتین میں ہے: مایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابد۔ وجیز کردری میں ہے: ما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ہذہ السنۃ۔

۴؎ تحقیق میں تقصیر سے الزام نہ ہوا مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی اگرچہ واقع میں دہم ہی ہو کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے یونہی اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی نماز فاسد ہوئی اگرچہ وقت

حقیقۃً ہوگیا ہو یوہیں نماز عید بھی کہ ہر صفت جمعہ عیدین میں بھی ہے امداد الفتاح ومراقی الفلاح وردالمحتار میں ہے یشترط اعتقاد دخولہ لتکون عبادتہ بنیۃ جازمۃ لان الشاك لیس بجازم حتی لوصلی وعندہ ان الوقت لم یدخل فظھر انہ کان قد دخل لاتجزئہ۔ ردالمحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں وکذا یشترط اعتقاد دخولہ فلوشك لم تصح صلاتہ وان ظھر انہ قد دخل۔ بدائع امام ملك العلماء میں ہے کل مایفسد سائر الصلوات ومایفسد الجمعۃ یفسد صلاۃ العیدین اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاۃ شرط صحت اضحیہ ہے ولا فھو لحم قدمہ لاھلہ کما نص علیہ حدیثا وفقھا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از بریلی مسئولہ ابن سید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنجشنبہ کو ابر محیط تھا رویت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگرچہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رویت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دوشنبہ کی ہونا چاہیے یا اتوار کی اگر عید وقربانی اتوار کو کرلیں تو درست ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر میں رویت کا اعتبار ہے کہ خود یہیں دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رویت پر شرعی شہادتیں گزریں، حدیث میں فرمایا ان اللہ امدہ لرؤیتہ خط یا تار یا عقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن کی عید ہے یا وہاں رویت ہوئی اس پر اصلاً لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں درمختار میں ہے لالو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک ومہمل ہے اگر وہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذھب چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ ناجائز ہے حدیث میں فرمایا من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں ہے من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قرب قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال پھولا ہوا نکلے لوگ کہیں کل کا ہے پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی باطل اور خلاف شرع ہے عید کوئی دنیوی تقریب نہیں حکم الٰہی ہے جب مطابق شرع نہ ہو محض بیکار بلکہ گناہ ہے بالفرض اگر چاند پنجشنبہ ہی کو ہوگیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز وقربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز وقربانی محض باطل تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ محمد امین خاں تاجر سبزی منڈی شاہجہانپور ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہلال رمضان مبارک یا عیدین اگر دس یا پانچ آدمیوں مسلمانوں نے شاہدہ کیا اور کل ناقصان شرعی ہیں کوئی تحلیق لحیہ ہے کوئی قصر لحیہ کوئی ستر کشادہ رہتا ہے کسی کی عورت بلا حجاب پیش اجانب جاتی ہے کوئی سود لیتا ہے کوئی کذب وغیبت میں مبتلا رہتا ہے کوئی اور منہیات میں لیکن وہ سب معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص یعنی شہادت مسلمان میں یہ لوگ کاذب نہیں اور کوئی مفتی اس شہادت میں ان کا شریک نہیں اور متقی پرہیزگار شہر میں بہت کمیاب ہیں یا دیہات میں ایسا اتفاق ہو کہ وہاں ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور متقی پرہیزگار شاذ و نادر اس صورت میں روزہ رمضان شریف کا فرض ہوگا یا نہیں اور نماز عید درست ہوگی یا نہیں اور مفتی کو ایسے لوگوں کی شہادت باوجود یقین اہل شہر پر فرضیت صوم کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں اگر روزہ نہ رکھے تو اثم ہے یا نہیں اور اگر رکھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہل شہادت ہے مگر اس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے سوا اس حالت کے کہ اس کے بارے میں حاکم کو تحری صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے کما قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین جب مفتی اہل فتوی کو ان کے بارہ میں تحری صدق ہو تو اس کا حکم حجت شرعیہ ہے رمضان وفطر واجب ہو جائیں گے اور اس کے حکم کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: مسئولہ منشی سید محمد علی نور مین از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور ۲۱ رمضان مبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضور فیض گنجور اعلٰی حضرت تاج العلوم الشرعیہ اس معاملہ میں کہ اخبار دبدبہ سکندری سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رویت ہلال سہ شنبہ کو ہو کر چہار شنبہ کو پہلا روزہ ہوا یہاں پنجاب اور عموماً اکثر حصہ ملک ہندوستان و مارواڑ میں چہار شنبہ کو رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہوا اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے کیا ہم پر اس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رویت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے اگر ۲۹ رمضان المبارک کو جو رویت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہو جائے گی چاند نہ دیکھے یا گرد و غبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے تو یہاں پورے تیس روزے کیے جائیں یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کرلی جائے یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رویت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا مطلع کھلا ہوا تھا چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا۔ اس حکم سے جلد اطلاع فرمائیے کہ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے۔

الجواب

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارہ ہلال رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں مشرق کی رویت مغرب

والوں پر حجت ہے وبالعکس ہاں دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے خط یا تار یا تحریر یا اخبار یا افواہ بازار یا حکایات امصار محض بے اعتبار بلکہ شہادت شرعیہ یا استفاضہ شرعیہ درکار، درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر ردالمحتار میں ہے قولہ بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ ح ای مرّ قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تأتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ الخ پس صورۃ مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز نہ خبر حیدرآباد پر جب تک ثبوت شہادت شرعی نہ ہو پنجشنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آیندہ پنجشنبہ کو خدانخواستہ ابر یا غبار ہوا اور رویت نہ ہو تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰ مان کر جمعہ کی عید کرلیں بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جبکہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی تو جس نے چہارشنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا اس پر بھی اس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم پنجشنبہ کو تھی واللہ تعالٰی اعلم

اَلْبُدُوْرُ الْاَجِلَّۃِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَھِلَّۃِ

مع شرح

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّۃِ عَنْ نُوْرِ الْاَدِلَّۃِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

فصل اول: رویت ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل و فوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال ۱: ۲۹ شعبان کو غروب آفتاب کے بعد ہلال رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے۔

ــــِٕ٢ ـ یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔

ــــِٕ٣ ـ ۲۹ ذی قعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔

ــــِٕ٤ ۲۹ رجب کو ہلال شعبان۔ ۲۹ شوال کو ہلال ذی قعدہ کی بھی تلاش کریں۔

ــــِٕ١ فرض کفایہ یعنی سب ترک کریں تو سب گنا ہگار اور بعض بقدر کفایت کریں تو سب پر سے اتر جائے اور وجہ اس کی ظاہر ہے۔ کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے۔ تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا۔ تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں۔ تو کل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا (مراقی الفلاح)۔ الظاہر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض (ط ط) (حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیہا)

ــــِٕ٥ ہلال دیکھنے والے پر مطلقاً اور مستور پر رمضان میں۔ اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا۔ واجب ہے کہ رمضان وعید الفطر میں اسی شب۔ اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہو کر رویت پر گواہی دے؛

ہلال ــــِٕ٦ ـ یہاں تک کہ زن پردہ نشین نکلے۔ اگرچہ شوہر اذن نہ دے۔ اگرچہ کنیز اجازت مولیٰ نہ پائے۔ اگر سمجھیں کہ ثبوت رویت ہم پر موقوف ہے۔ ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

---

٢ ــــِٕ ـ اگر چاند ہو گیا۔ اور نہ دیکھا۔ تو نادانستہ عید کے دن روزۂ حرام میں مبتلا ہوں گے۔ کذا یجب التماس ھلال شوال۔

(۳) فی غیوب التاسع والعشرین من رمضان (طم)

ــــِٕ اقول۔ یہ یوں ضروری ہوا۔ کہ حج ونماز عید وقربانی وتکبیرات تشریق کے وقت جاننے اسی پر موقوف ہیں۔ تو

لہ حاشیہ مانع العلۃ عن نور الادلہ قلتُ بقدر کفایت۔ فقیر نے یہ لفظ اس لیے زاید کردیا۔ کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو۔ تو اُس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہوا۔ اور مقصود شرع کہ اُس کے ایجاب سے تھا یعنی ثبوت ہلال۔ وہ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے خیال کیا یا ہلال عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی وعلیٰ ہذا القیاس انما زدتہ تفقہاً فلیحرر۔

اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہیئے۔ اور اہل موسم پر فرض کفایہ۔ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہوگیا اور رکھا ۳۰ کا تو وقوف عرفہ کہ حج کا فرض اعظم و رُکن اکبر ہے۔ اپنے وقت سے باہر یوم النحر واقع ہوگا۔ اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں۔ پر واجبات میں وقت آئے گی مثلاً کسی ضرورت سے نماز عید کی تاخیر بارہویں تک چاہی تو جسے بارہویں سمجھے ہیں۔ وہ تیرہویں ہے۔ اور ایام نماز کہ ایام نحر تھے گذر چکے۔ نماز بے وقت ہوئی۔ بہت لوگ بارہویں کو قربانی کرتے ہیں۔ اُن کی قربان بے محل ہوں گی عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہو جاتی ہے واقع میں جو عرفہ ہے۔ یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔ وکما اَنَّ مَا یَتَوَصَّلُ بِہٖ اِلَی الفرض فرض فکذا انما یتوصل بہ الی الواجب واجب فسعی الافتراض علی اہل الموسم والوجوب علی غیرھم ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھا وارجوان یکون صوابا اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ۔

ؔ ہلال شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث[1] میں ہے حکمت اس میں یہ ہے۔ کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر

ؔ جہاں ریاست اسلامی ہیں۔ اُن بلاد میں جو عالم دین سنی المذہب سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو۔ وہ بحکم شرع سردار مسلمانان ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں۔ اور اُس کے فتووں پر عمل کریں۔ تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے۔ کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہو کر ادائے شہادت کرے ؛

نظر نہیں آتا۔ تو حکم ہے۔ کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کرلیں جب شعبان کا چاند بتحقیق نہ معلوم ہوگا۔ تو اس کی گنتی پر کیا یقین ہوسکے گا یوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے۔ تو ذی قعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے۔ اور وہی بات یہاں پیش آئے گی کذا ینبغی ان یلتمسوا ھلال شعبان ایضا فی حق اتمام العدد رع) (فتاوی عالمگیریہ) عن السراج الوھاج۔ قلت وزدت[2] علیہ ھلال ذی قعدۃ تفقھا

تنبیہ۔ لوگ تین قسم ہیں۔ (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق عادل وہ جو مرتکب کبیرہ[3]۔ یا خفیف[4] الحرکات نہ ہو۔ اور مستور پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقط شہادت معلوم نہیں اور فاسق جو ظاہر بدافعال ہے۔ عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے۔ اور مستور کی ہلال رمضان میں۔ اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں۔ کہ رمضان میں

[1] قلت خود حدیث میں ہے۔ اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان ۱۲ [2] قلت وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقھا ھذا والذی قبلہ فی ھلال ذی الحجۃ لیس ما یتفکر فان امثال ذلک تلتحق علی وجہ دلالۃ النص وھو مما یشترک فیہ الفقھاء والعوام کما نص علیہ العلامۃ ط وغیرہ ۱۲ [3] قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ ص۵۷۱ پر)

فاسق کی شہادت بھی سن لیں۔ ممکن ہے کہ اس شہر کا حاکم شرع یہی خیال رکھتا ہو۔ اگرچہ محققین نے اسے رد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے۔ اس پہ بے شک گواہی دینی واجب ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے۔ تو اس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل جب وہ دائم القبول ہے۔ تو اس پر وجوب بھی مطلقاً ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید اضحی یلزم العدل ان یشھد عند الحاکم فی لیلۃ رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرین وھی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی ویقبل قولہ یجب علیہ۔ واما المستور ففیہ شبہ الروایتین اھ (ش عن الحلوانی) اقول واذ قد تقرر قبول المستور کما سیأتی فارتفع النزاع وقد افاد بمفھوم الشرح ان الفاسق لایجب علیہ ان لم یعلم ذٰلک وھوالذی افاد (در) عن البزازی نبہ علیہ (ش) پھر وجوب کا سبب یہ ہے کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے۔ اور ہلال فطر میں روزہ دار اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔ فان تاخیر الحسبۃ عن وقت الحاجۃ اثم۔ وقد قال تعالٰی وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ ط وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ۔ اقول۔ مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہو جانا چاہیے کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں۔ فان اخرالی ھذا فلا

ہلال ش۔ جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثل مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔

ہلال ف جو بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے گا۔ پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا۔ اس کی گواہی مردود ہوگی۔

یؤخر عن وقت الحاجۃ ط انما کان الاثم بہ فلیکن انا خیرالی ھنا سابقا ھٰذا ماقلتہ تفقھا فلیحرر

ف یجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتھا

(د) (درمختار) ای لیلۃ الرؤیۃ (ش) (شامی) بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الحافظیۃ (رد) وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اذن زوجھا وکذا غیرالمخدرۃ والمزوجۃ بالاولی محلہ اذا تعینت للشھادۃ والاحرم علیھا (طھ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب خاص انھیں لوگوں پر گواہی متعین ہو۔ ورنہ پردہ نشین کو جانا یا عورت کو بے اذن شوہر یا غلام و کنیز کو بے اجازت مولی نکلنا روا نہیں۔ قال ط (الطحاوی) والظاھر ان محل ذٰلک عند توقف اثبات الرؤیۃ والافلا (ش) ت علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں وفی التاتار

اقول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اما قول العطار ہو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر کما افادہ والایضاح الاتم کما لایخفی۔ ۱۲ قلت خفیف الحرکات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم۔ اسی میں ہے (المتیع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔

تنبیہ:۔ آجکل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں۔ تو عالم دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقت اختلاف فتوائے عالم پر ہی عمل واجب ہے۔ حکایت: امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہ وقت کے یہاں ۲۹ رمضان کے ہلال پر گواہیاں گزریں۔ بحکم سلطان اعلان ہوا۔ کہ کل عید ہے۔ یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی۔ گواہیاں قابل قبول نہ تھیں امام کے حکم سے معًا دوسرا اعلان ہوا۔ کہ بحکم امام ابوالمعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی۔ کہ اگر امام چاہیں۔ تو سلطنت چھین لیں۔ ملاحظہ ہو۔ کہ انھیں کا حکم مانا گیا۔ اور حکم سلطان کی کچھ پروا نہ ہوئی۔ بادشاہ نے برافروختہ ہوکر چوبدار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں۔ امام ایک جبّہ پہنے تھے۔ ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے۔ اشتعال شاہی دوبالا ہوا۔ کہ لباس دربار کا نہ تھا۔ سوال کیا۔ فرمایا اطاعت اولوالامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں۔ آئیں میں یوں ہی بیٹھا تھا۔ چلا آیا۔ کہا اعلان خلاف پر کیا باعث تھا؟ فرمایا۔ انتظام دنیا تمھارے سپرد ہے۔ اور انتظام دین ہمارے متعلق۔ بادشاہ پر ہیبت حق طاری ہوئی۔ باعزاز تمام رخصت کیا اور بدگویوں کو سزا دی۔

تنبیہ:۔ علم دین فقہ وحدیث ہے۔ منطق وفلسفہ کے جاننے والے علما نہیں۔ یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے۔ اگرچہ دوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو۔ پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار ہے جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر خصوصًا غیر مقلدین کہ فقہ وفتوی میں اُن پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا۔ ش عذر کی صورت یہ کہ مثلاً شہر میں نہ تھا۔ دیہات میں دیکھا۔ وہاں سے اب آیا ہے۔ تو اُس کی گواہی سُن لیں گے۔ اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد پھر نہ اٹھا رکھے۔ کہ ہلال رمضان وعید الفطر میں پہلی ہی شب ہے شھدوا فی اٰخر رمضان[۱] برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم ان کانوا فی المصر ردّت لترکھم الحسبۃ وان جاؤا من خارج قبلت من الفتح (ش)

ٹ۔ جب چاند پر نظر پڑے۔ اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو۔ فورًا جہاں تک بن پڑے۔ ایسے مسلمانوں کو دکھا دیں۔ جن کی گواہی کافی ہو۔ اور ویسے بھی دکھا دینا چاہئے۔ کہ کثرت بہرحال بہتر ہے۔

ف وان لم یوجد حاکم یشھد فی المسجد (رجا) جامع الرموز قلت انما خص المسجد لہ بمحل الاجتماع

[۱] قولہ فی اٰخر رمضان اقول من احاط بالدلیل علم ان الاٰخر.. لیس بقید بل لو شھدوا من غد بعد ما اصبح الناس مفطرین انا رأینا الھلال البارحۃ وکانوا فی المصر ولا عذر فسقوا وردت شھادتھم لترکھم الحسبۃ وقد علمت ذالک من نص العلماء ان الشھادۃ من فروض العین انما تجب فی بلدنا الھندیۃ حتی تخرج الھندیۃ والمنکوحۃ بدون اذن زوجھا ومولاھا ۱۲

وانما المقصود الاعلان لیحصل حیثما وجد وا مجتمعین کما لا یخفی ۔ ؎ اقول اگر مطلع صاف نہیں ۔ دفعتاً ابر ہٹا ۔ اور اُسے چاند نظر پڑا ۔ اب یہ اس قابل نہیں ۔ کہ اس کی گواہی مسموع ہو ۔ خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں ۔ اور ہلال ہلال عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا ۔ اور عجب نہیں ۔ کہ ابر پھر آجائے ۔ لہذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھاوے جن کی گواہیاں کفایت کرجائیں ۔ قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البرّ والتقوٰی ۔ اِس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہیے ، اور اگر ایسا نہیں ۔ بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے ۔ تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے ۔ کہ کثرتِ شہود بہرحال بہتر ہے عجب کیا ۔ کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں ۔ اور حاکمِ شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے ۔ ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھا وارجوا ان یکون حسنا ان شاء اللہ تعالٰی ؛

؎ اصطلاح یوں ٹھیری ہوئی ہے ۔ کہ جہاں اسلامی ریاست ہے ۔ بعد تحقیق ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں ۔ اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں ۔ اب اگر ثبوتِ شرعی ہوگیا ۔ اور حاکمِ شرع نے بھی حکم دے دیا ۔ جب تو یہ فعل مستحسن ہے ۔ کہ ایک نیتِ صالحہ سے کیا جاتا ہے ۔ اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعتِ مال تھا ۔ یہاں جاری نہیں ۔ کہ بعد غرضِ محمود کے اضاعت کہاں ۔ ورنہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اعلانِ ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں ۔ مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہوا ۔ بندوقیں سرکیں ۔ یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا ۔ ہوائیاں ۔ ناٹریاں ۔ تو مڑیاں چھوڑیں ۔ یہ ممنوع ہے ۔ کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا ۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکم حاکم وفتوائے عالم اپنے نزدیک رویت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کردی ۔ یہ اور بھی زیادہ ناجائز وحرام ہے ۔ کہ منصبِ رفیع شرع پر جرأت ہے ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ۔ وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار ۔ ھذا کلہ ایضا تفقہ ولا اظن احدا یخالف فیہ واللہ الھادی للصواب ؛

؎۱۲ کہ افعالِ جاہلیت سے ہے تکرہ الاشارۃ الی الھلال عند رویتہ لانہ فعل اھل الجاھلیۃ (فتح القدیر)

؎۱۳ اقول حدیث میں ہے ۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ عنہ حضور سید عالم جب نیا چاند دیکھتے ۔ اپنا منہ (مبارک) اُس کی طرف سے پھیر لیتے ۔ رواہ ابوداؤد عن قتادۃ مرسلا ولا شواھد وسندہ ثقات شاید اس کی وجہ یہ ہو ۔ کہ شرکی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر اقول ۔ یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی ۔ اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دعا کرنی آئی ۔ تو پسندیدہ ہوا ۔ کہ منہ پھیر کر کی جائے ۔ تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؎۱۴ حدیث میں رویتِ ہلال کی بہت سی ؎ دعائیں آئیں ۔ بعض حسن جیسی ہیں

؎ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ جہاں تک اس وقت تک اپنی نظر میں ہیں ۔ تمام ادعیہ حدیث کو مع اشارہ رموز مخرجین جمع کرتا ہے و باللہ التوفیق (رمی) اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اللھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر واعوذ بک من شر القدر ومن شر یوم المحشر (طب) عن عبادۃ بن الصامت ھلال

رفع العلۃ عن نور الادلۃ

خیر و رشد امنت بالذی خلقك (د) عن قتادۃ بلاغا اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا (۳) اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا الشھر وخیر القدر واعوذ بك من شرہ (۳) (طب) عن رافع بن خدیج باسناد حسن اللّٰھم اھلّہ علینا بالیمن والایمان والسلامۃ والاسلام (ا ق ت ك حب) عن طلحۃ بن عبید اللہ باسناد حسن والتوفیق لما تحب وترضی حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر والسکینۃ والعافیۃ والرزق الحسن سن عن حدیر السلمی مرسلا ربی وربك اللہ (ا می ت ك حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر) الحمدللہ الذی ذھب بشھر کذا وعن قتادۃ بلاغا سن عن عبد اللہ بن مطرف اسئلك من خیر ھذا الشھر ونورہ وبرکتہ وھداہ وطھورہ ومعافاتہ سن مثلہ اللّٰھم ارزقنا خیرہ ونصرہ وبرکتہ وفتحہ ونورہ ونعوذبك من شرہ وشر مابعدہ مومص عن علی موقوفا

نور الادلۃ

مذکور ہیں ۱۵؎ ترمذی نسائی حاکم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا۔ یا عائشۃ استعیذی باللہ من شرہ

بدور الاجلۃ

ہلال ۱۱؎ جس شام احتمال ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوائے عالم دین نہ ہو۔ ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آتشبازی اپنے دُنیوی کاموں کے لیے بھر سر نہ کریں۔

ہلال ۱۲؎ ہلال دیکھ کر اُس کی طرف اشارہ نہ کریں۔

ہلال ۱۳؎ ہلال دیکھ کر منہ نہ پھیرے۔ ہلال ۱۴؎۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے۔ کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے۔ فلاں آئینے پر یہ سب جہالت وحماقت ہے۔ بلکہ حدیث میں جو دُعائیں فرمائیں۔ وہ پڑھنی کافی ہیں۔ ہلال ۱۵؎۔ چاند پر جب کبھی نظر پڑے۔ تو اُس کے شر سے پناہ مانگے۔

نور الادلۃ للبدور الاجلۃ

ھذا فانّ ھذا ھو الغاسقُ اِذا وَقَبَ۔ اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے۔ یا گہنائے۔ یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا۔ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ۔ اور اُس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا۔ اُس سے یہی چاند مراد ہے۔ ۱۶؎ اہلِ ہیئت وہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں۔ وہ اپنے حساب ۱؎ سے بتاتے ہیں۔ کہ فلاں دن رویتِ ہلال ہوگی فلاں مہینہ انتیس ۲۹ کا ہوگا۔ فلاں تیس ۳۰ کا۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب ہے

حاشیہ رفع العلۃ

۱؎ اہل تنجیم میں قرار پایا ہے۔ کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دُور نہیں ہوتا۔ ہرگز نظر نہیں آتا۔ صرح بہ الفاضل الرّومی اور جب ۱۲ درجے جُدا ہوتا ہے ضرور نظر آتا ہے۔ نص علیہ علامۃ الشریف۔ پھر وہ ۲۹ تاریخ وقت مغرب کی تقویم

ٹھیک بھی پڑتی ہے۔ پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں۔ اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں۔ آج ضرور رویت ہوگی۔ کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہوگیا۔ رویت کی خبر معتبر نہ آئی۔ ہم ہرگز رمضان قرار نہ دیں گے۔ بلکہ وہی یوم الشک ٹھیرے گا۔ یا وہ کہیں۔ آج رویت نہیں ہوسکتی۔ کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے۔ پھر آج ہی رویت پر معتبر گواہی گزری۔ فوراً قبول کرلیں گے۔ اور کچھ خیال نہ کریں گے۔ کہ بربنائے ہیئت تو آج رویت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی۔ یا غلط کہا۔ دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قمرہ تک آئیں گے۔ یہ ہے۔ کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وفطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا صحیحین وغیرہما میں بطرق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو۔ تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔ پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے۔ باقی رہا حساب اسے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کردیا صاف ارشاد فرماتے ہیں انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا والشھر ھکذا وھکذا۔ ہم اُمی اُمت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ دونوں انگلیاں تین بار اُٹھاکر فرمایا مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرمالیا یعنی انتیس۔ اور مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے۔ ہر بار سب اُنگلیاں کھلی رکھیں یعنی تیس۔ رواہ الشیخان[1] وابوداؤد ونسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم بحمد اللہ ولہ المنۃ اپنے نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمی اُمت ہیں ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام جب تک رویت ثابت نہ ہوگی۔ نہ کسی کا حساب سنیں۔ نہ تحریریں نہ قرائن دیکھیں منذ انتم

یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس وقمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا۔ حکم لگادیا۔ کہ آج رویت ہرگز نہ ہوگی اور بارہ یا بارہ سے زائد دیکھا۔ تو جزم کردیا۔ کہ ضرور ہوگی اور اس کے مابین معلوم ہوا۔ تو رویت ہلال مشکوک رکھتے ہیں پھر منجمان ہند کی ادا کچھ نرالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ انتیس کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے۔ پھر بھی اُنھوں نے کل کی رویت رکھی۔ خیر یہاں یہ کہنا ہے۔ کہ حکمائے یونان اُن کے قواعد وضع کرچکے۔ خود بھی اُن پر مطمئن نہیں۔ تصریح کرتے ہیں۔ کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہوا۔ پھر ایسے شاک وشاک فی انہ شاک کی بات کا کیا اعتبار سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۵ اقول وبھذا یرد ما اعتمدہ الامام السبکی من الشافعیۃ وصوبہ الزرکشی منھم وجنح الیہ بعض منا من جواز الاعتماد علی قولھم بناءً علی ان الحساب قطعی والشھادۃ ظنی قلنا ھذا الحساب ایضا لیس من القطع فی شیئ کما علمت واحتمال الغلط لیس باقل من احتمالہ فی خبر العدل والشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد الغی الحساب ونزل الشھادۃ بمنزلۃ الیقین وبالجملۃ فالمذھب عدم جواز الاعتماد علیھم اصلا ۱۲ سلمہ قدررواہ البخاری

جائیں. لا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب وبل في المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفي النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه اى الهلال يكون فى السماء ليلة كذا وان كانوا عدولا فى الصحيح كما فى الايضاح اھ وفى القنية عن ابن مقاتل انه كان يسألهم ويعتمد على قولهم اذا اتفق عليه جماعة منهم ثم نقل عن شمس السرخسى انه بعيد وعن مجد الائمة انه اتفق اصحاب ابى حنيفة الا النادر والشافعى انه لا اعتماد على قولهم اھ ملخصاً

تنبیہ۔ اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو بات وہ بطور ہیأت کہیں مقبول نہیں۔ ورنہ اگر شہادت رویت ادا کریں۔ تو مثل اور لوگوں کے ہیں۔ جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے۔ اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی۔ پھر اُن کا قابلِ شہادت ہونا بھی ہے کہ ہیأت و نجوم کے خلافِ شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں ستاروں کی چالوں طلوع و غروب رجوع و استقامت بطوء و سرعت قران تسدیس تربیع تثلیث مقابلہ اجتماع وغیرہ سے بحث کرتے ہوں۔ ورنہ مثلاً امورِ غیب پر احکام لگانا سعد و نحس کے خوشنے اُٹھانا زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا اوتاد اربعہ طالع رابع عاشر سابع پر نظر رکھنا ناظرہ مالکہ جانچنا پرکھنا شرعاً حجر ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو۔ تو قطعاً کفر والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رویت واجب ہے۔ فلاں دن محال۔ اگر وجوب و استحالہ عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنتہ

فصلِ دوم۔ اُن امور میں جن کا دربارۂ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں۔ بیس قمر پر مشتمل۔

قمر ١۔ اہلِ ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں۔ نہیں خود اس کا پر عمل جائز۔ ١٦

قمر ٢۔ خیر مہینے میں دو ایک رات ضرور چھپتا ہے۔ ١٧ پر شریعت میں اس پر مدارِ حکم نہیں۔

قمر ٣۔ انتیس ٢٩ رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا۔ شرع اسے بھی نہیں سنتی۔ ١٨

قمر ٤۔ دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے۔ کہ شب گذشتہ ہلال ہو چکا ہو۔ پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔ ١٩

نور الادلہ

اللہ کے لیے تبدیل نہیں۔ ورنہ حقیقی و عقلی کا قصد معاذ اللہ کھلا ہوا کلمہ کفر ہے۔ اعاذنا باللہ بمنة العظيم آمين

١٧ مہینہ انتیس کا ہوتا ہے۔ تو ایک رات چھپتا ہے۔ تیس کا تو دو رات۔ پھر آج صبح کو طلوعِ شمس سے پہلے چاند جانب شرق نظر آیا تھا۔ اور آج شام کی نسبت شہادت شرعی رویت پر گذری۔ بلا شبہ قبول کی جائے گی۔ اور یہ لحاظ نہ ہوگا۔ کہ آج صبح

ماشیہ بر شرح النظر عن نور الادلہ

فى كتاب الصوم وعقد له باب قول النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب فقصر الفاضل المرحوم عبد الحى اللكنوى فى القول المنشور عزوه على مسلم تقصير ١٢ له اقول الاولى تاخير الاستثناء بعد الشافعى لان من اصحابه ايضاً من اعتمد عليهم كما سمعت ١٢

تک تو چاند موجود تھا۔ بن ڈوبے کیونکر ہلال [۱] ہوگیا۔ رؤی یوم التاسع والعشرین قبل الشمس ثم رؤی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب وشھدت بینۃ شرعیۃ بذلک فان الحاکم یحکم برویتہ لیلا کما ھو نص الحدیث ولا یلتفت الی قول المنجمین انہ لایمکن رویتہ صباحا ثم مساء فی یوم واحد کیف وقد صرحت ائمۃ المذاھب الاربعۃ بان الصحیح انہ لاعبرۃ بقول المنجمین ش ملخصا۔ ۱۸ یہ دعوٰے دعوٰے اول سے اخص ہے۔ وہاں دو ایک رات بیٹھنا تھا۔ عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو۔ یہاں خاص دعوٰی ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے۔ شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں۔ مثلاً ۲۹ شعبان روز یکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا۔ گواہان شرعی نے رویت بیان کی صبح کو رمضان ٹھہرا۔ اب جو گنتی ہوتی آئی تو ۲۹ رمضان روز دوشنبہ کو طلوع شمس سے پیشتر چاند موجود تھا۔ اس پر کوئی خیال کرے کہ دوشنبہ کی پہلی ہوئی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آنا ضرور ہے۔ کہ گواہوں نے غلطی کی شعبان ۳۰ کا ہوا۔ آج ۲۸ ہے۔ ابر ہوا۔ تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پورے ہوجائیں گے تو یہ خیال محض غلط ہوگا۔ بلکہ وہی دوشنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی۔ اور اسی پر بنائے احکام رہے گی والدلیل علی ذلک مع السند قد انطوی فیما قدمنا۔ ۱۹ یعنی مثلاً یکشنبہ ۲۹ شعبان، ۹ رمضان کو ابر تھا رویت نہ ہوئی جمعہ کے دوپہر سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا کہ شب گزشتہ ہلال ۲ کے شروع تھا نظر نہ آیا مگر پھر بھی جانا ہے کچھ خیال نہ چاہیے۔ قمر ۹ نہ اس ۲۱ کے اونچے ہونے پر نظر۔ قمر ۷ نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔ قمر ۸ آج کا ہلال ۲۲ شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد۔ یہ بھی معتبر نہیں۔ قمر ۹ تیسری رات ۲۳ عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا پر یہ بھی قابل لحاظ نہیں۔ قمر ۱۰ چودھویں کا چاند سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے۔ قمر ۱۱ پندرھویں کا بیٹھ کر یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں۔ قمر ۱۲ غلط ہے کہ ہمیشہ رجب ۲۵ کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو۔ قمر ۱۳ رمضان کی پہلی ۲۶ ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی

---

[۱] چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے۔ اور حرکت یومیہ جس کے سبب طلوع وغروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو۔ تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئے گا۔ کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانب مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانب مشرق بڑھا ہو۔ تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیر زمین اترا ہوگا۔ نظر کیونکر آئے۔ اور جب پیچھے ہے۔ تو افق شرقی پر سورج سے پہلے چمک آئے گا آفتاب ہنوز زیر زمین ہوگا۔ تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ آٹھ درجے سے کم نہ ہو۔ ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اُسے چھپالیں گی۔ نظر کام نہ کرسکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے ہو۔ یعنی جانب شرق بڑھا ہو کہ اگر جانب مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا۔ اور جب آگے ہے تو افق غربی پر بعد غروب آفتاب باقی رہے گا تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجہ سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لیے تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے۔ پھر شام کو ہلال بھی ہو۔ تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا۔ شام کو لااقل آٹھ درجے آگے ہوگیا۔ چار پہر میں سولہ درجے طے کرگیا۔ حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا۔ اس وجہ سے ہیات والے اجتماع رؤیت صبح وشام کو ناممکن کہتے ہیں۔ مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا۔ انّ اللہ علٰی کلّ شیئ قدیرٌ[۱]

نوع آخر دلائل البدور الاجلہ

البدور الاجلہ

بدایۃ العلۃ من نوع آخر دلائل

ضروری نہیں ــــــــــ

جمعہ میں ہلال ہوگیا۔ ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور آج تیس ہی ٹھیرے گی۔ ذویته بالنھار للیلة الاٰتیة مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی ای سواء روی قبل الزوال او بعدہ علی المذھب الذی ھو قول ابی حنیفة ومحمد (ش) اوجب الحدیث ای قوله علیه الصلوۃ والسلام صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته۔ فوجب سبق الرؤیة علی الصوم والفطر والمفھوم المتبادر منه الرؤیة عند اٰخر کل شھر عند الصحابة والتابعین ومن بعدھم بخلاف ما قبل الزوال من الثلثین والمختار قولھما (فت) (فتح القدیر) وکذا صرح باختیارہ فی ع وخز (خزانة المفتین) و ص (خلاصة) وق (قاضی خان) وم وب (بزازیه) وجو (جواھر الاخلاطی) و مج (مجمع الانھر) وب (بحر الرائق) والاختیار وجامع المضمرات والغیاثیة والتاترخانیة والتجنیس وغیرھا

ف۲ بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے۔ یا آج ۲۹ ر نہ تھی۔ ۳۰ ر تھی کہ ۲۹ ر کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ شرعی معاملے تو اوپر ہوچکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں۔ اور بطور علم ہیئات ہی چلیے تو انشاء اللہ تعالٰی فقیر ثابت کرسکتا ہے کہ ۲۹ ر کا چاند بعض ۳۰ ر کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔ اقول اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة قرب قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔ اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من اقتراب الساعة ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین الحدیث قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا۔ دیکھنے والا کہے۔ کہ دو رات کا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سے

ل۱ دوپہر سے پہلے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر بعد زوال نظر آیا۔ تو عامہ کتب پر کسی کے نزدیک گذشتہ رات کا نہ ٹھیرے گا کہ تیس کا چاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے۔ مگر دوپہر ڈھلنے کے بعد ھکذا فی عامة الکتب کالبدائع والایضاح والمنظومة والخانیة وطم وش والبزازیة والعتابیة والذخیرۃ والتاترخانیة وجامع الرموز وجواھر الاخلاطی والاختیار والبحر والتبیین والمجتبٰی والقنیة ومجمع البحرین وشرحه لابن ملک وشرح الکنز لملا مسکین وغیرھا ووقع فی مجمع الانھر تبعا لما فی الفتح من التحفة انه عند ابی یوسف اذا رؤی قبل الزوال او بعدہ الی وقت العصر فللماضیة وبعدہ للمستقبلة ۱۲

مروی ہے۔ کہ ہم عمرے کو نکلے۔ بطن نخلہ میں ہلال دیکھا۔ کسی نے کہا تین رات کا ہے کسی نے کہا دو رات کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حال عرض کیا۔ فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے کہا۔ فلاں رات کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ تعالٰی مدّہ للرؤیۃ۔ فھو للیلۃ رأیتموہ اللہ تعالٰی نے اُسے رویت پر موقوف فرمایا ہے۔ تو جس رات تم نے دیکھا اُسی رات کا ہے۔ ۲۱ بہت لوگ چاند اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی انگلیں دوڑاتے ہیں بعض کہتے ہیں۔ اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں خصوصًا یہ باتیں تو از روئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہوسکتیں، میں ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کرسکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ کا ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیرپا ہوتا ہے۔

۲۲ شفق سے مراد شفق احمر ہے۔ یعنی وہ سُرخی جو غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب رہتی ہے۔ عادت یوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہوا۔ وہ اس سرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے اور جو کل ظاہر ہوا تھا۔ اُس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے۔ صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں۔ فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فھو للماضیۃ وان غاب قبل الشفق فھو للمستقبلۃ اھ وھکذا ذکرہ مضعفا مقابلا للمذھب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلۃ مطلقا فی مج وفت وقا وبزو غیرھا من اسفار کثیرۃ۔

۲۳ عادت اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا۔ جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نمازِ عشاء کی نسبت ہے۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلیھا لسقوط القمر لثالثۃ۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا ہے۔ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر معاملہ ہلال میں شرعًا اس پر بھی التفات نہیں مثلاً گواہی گذری کہ آج چاند ہوا۔ کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شب یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی۔ اس میں دیکھا۔ تو چاند مغرب ہی کے وقت عشاء کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا۔ جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔

تنبیہ۔ اقول وباللّٰہ التوفیق۔ بے شک اس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ عین حکم حدیث پر چلنا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقت عشاء دیکھ کر نماز شروع فرماتے۔ وہ اس اکثری امر کے سبب غالبًا اس وقت سے موافق پڑتی۔ یا یوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اس غروب قمر پر وقت نماز کی

۱؎ ای جعل وقت الصوم ممتدا الی زمان رؤیۃ الھلال ۱۲ ۲؎ وقع ھٰھنا فی القول المنثور للفاضل اللکھنوی لرؤیۃ رأیتموہ وھو تصحیف ۱۲ ۳؎ اونچا ہونا اور دیر تک رہنا غالبًا زیادت فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کرچکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دور تر ہوتا ہے تو غالبًا اتنا ہی اونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائق ہیأت پر نظر کیجیے تو باوجود استوائے فصل ایک حالت میں بلند تر و دیرپا تر ہونا ممکن و ذلک یبتنی علی مقدمات طویلۃ لو تکلمنا علیھا لخرجنا عما نحن بصددہ ۱۲

قرینہ ١٤۔ اکثری سہی کہ اگلے رمضان کی ٢٧ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے۔ پر شرع میں ایس پر اعتماد نہیں۔

قرینہ ١٥۔ برابر چار مہینے سے زیادہ ٢٩ کے نہیں ہوتے پر اس پر بھی مدار نہیں۔

قرینہ ١٦۔ ان امور میں خط کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے۔ اگرچہ مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف۔

قرینہ ١٧۔ تار محض ٣٠ مہمل اور ناقابل التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو۔ قرینہ ١٨۔ ٣١ بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔ قرینہ ١٩ ٣٢۔ مجرد حکایت محض نامسموع۔ قرینہ ٢٠ ٣٣ یقین عرفی کچھ بکار آمد نہیں۔ وفقنی اللہ

مجموعۂ الاوہام

بنا رکھی ہو کہ اُسے ابدی غیر ممکن الخلعۃ جانتے نہ کہ اس کے سبب امر مذکور میں شہادت شرعیہ جسے شرع نے مثل رویت عین قرار دیا رد کی جائے۔ سئل فیما اذا ثبت الہلال باللیلۃ الثالثۃ قبل دخول وقت العشاء ھل یعمل بالشھادۃ ام لا فاجاب المعمول بہ ما ثبت بالبینۃ لان الشھادۃ نزلھا الشارع منزلۃ الیقین ولیس فی العمل بالبینۃ مخالفۃ لصلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ١ھ عن فتاوی العلامۃ الشھاب الرملی الکبیر الشافعی ملخصا ھذا واضح جدا وللہ الحمد ١٢

٢٤ حاکم شرع یا عالم دین نے شہادت شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ٢٩ کا ٹھہرایا اور کل پنجشنبہ روز جمعہ رمضان کا حکم دیا۔ اب اس حساب سے شب جمعہ ٥ اگر چاند غروب سے پہلے ڈوبا۔ تو بہت جاہل اعتراض کریں گے کہ وہ حکم غلط تھا۔ بلکہ ٣٠ کا چاند ہوا۔ اور ہفتہ کی پہلی جب تو آج چاند بیٹھ کر نکلتا۔ یا حاکم و عالم نے گواہی ناکافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ٣٠ پوری کی یکشنبہ سے یکم رمضان رکھی شب جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا۔ جاہل کہیں گے۔ کیوں صاحب ہفتہ کی پہلی ہے تو آج شب بدر ہوتی ہے۔ یہ چاند بیٹھ کر کیوں کر نکلا۔ جمعرات اور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھواں یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدار احکام نہیں۔ نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرماتی ہے۔ کہ عنداللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہو جائیں کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ بلکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو ثابت ہوا اس پر عمل کرو۔ عام ازیں کہ عنداللہ کچھ ہو خود حضور اقدس عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ من حق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ من نار۔ تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو۔ اور شاید تم پر ایک دوسرے سے زیادہ

(رسالہ طرق اثبات ہلال)

لہ اقول وبتقریرنا ھذا ظھر بحمد اللہ انہ لاحاجۃ الی ما تجشمہ الفاضل عبد الحی اللکنوی فی القول المنشور مجیبا عن ھذا الاشکال انہ لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یکون ھکذا ولا تغتر بقولہ کان فانہ لا یدل علی الاستمرار کما بسطہ النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتشکر انتھی فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلا ولو کان للدوام دواما علی ان ھذہ المسئلۃ کثیرۃ الخلاف وقد عقدنا لبیانھا رسالتنا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فبناء التفصی علی امر مختلف فیہ مع عدم الحاجۃ الیہ مما لا معول علیہ ١٢ ١٢

(حاشیہ رفع العلۃ عن وقت الاولیٰ)

اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو۔ تو میں جو سنوں اُس پر حکم فرمادوں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں رواہ احمد والستۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروب شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثری ہے۔ اور اسی لیے اُسے بدر کہتے ہیں مگر بحساب ہیئات بھی اس کا خلاف ممکن کما لا یخفی علی من یعلمہ واللہ تعالٰی اعلم **ت ۲۵** عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل ہے۔ اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر تجربہ بھی خلاف پر شاہد بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہوئی ہے ما ھو الرابع من رجب لا یلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یسبق (ت) **اقول** فرض کیجئے مثلاً رجب کی چوتھی پنجشنبہ کو ہوئی۔ اور مہینہ ۲۹ کا۔ تو شعبان کی پہلی سہ شنبہ کی ہوگی اب یہ بھی ۲۹ کا ہوا۔ تو رمضان کی پہلی چارشنبہ کو ہوگی۔ یا دونوں تیس کے ہوئے تو یکم رمضان جمعہ کی۔ ہاں ایک ۲۹ کا اور ایک ۳۰ کا ہو تو مطابقت بنے گی۔ پر اس پر نہ شرع حاکم نہ بحکم ہیئات لازم نہ تجربہ سے دائم۔ **ت ۲۶** کہیں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمھارے روزہ کا دن وہی تمھاری قربانی کا دن ہے۔ یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا۔ نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکم شرعی ہو۔ بارہا یکم رمضان و دہم ذی الحجہ مختلف پڑتی ہیں مثلاً یکم رمضان جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذی قعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحٰی چہارشنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے۔ تو پنجشنبہ کی۔ اور تینوں ۳۰ کے۔ تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے اور ایک ۲۹ کا۔ تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے۔ شھر رمضان اذا جاء یوم الخمیس ویوم عرفۃ جاء یوم الخمیس ایضا کان ذلک یوم عرفۃ لا یوم الاضحی حتی لا یجوز التضحیۃ فی ھذا الیوم وما یروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابدان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلثۃ اشھر ولا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من ثلاثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تأخر عنہ واذا نقصت الشھور الثلاثۃ او شھران تقدم علیہ فلا یصح الاعتماد علی ھذا اخذ عن الفتاوی الکبری۔ **ت ۲۷** سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ خامس رمضان الماضی اول رمضان الاتی گزشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہوا۔ ٹھیک اُترا۔ بعض معاصرین نے لکھا۔ ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا۔ اور درست پاتا ہوں **اقول** مگر فقیر نے ۱۲۹۷ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا چند ہی سال میں صاف فرق پڑگیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا۔ اور اس قاعدے کے مطابق رمضان ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ آئی۔ مگر ۱۳۰۲ھ میں بحساب تقویم یکم اسی دن ظنون تھی۔ مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل۔ صاف مطلع۔ ابر۔ غبار۔ دخان کسی علت کا نام نہ نشان۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہر چند غور کرتے رہے رویت نہ ہوئی۔ شب جمعہ کی خبر بھی نہ آئی۔ شنبہ کی عید قرار پائی اب ۱۳۰۲ھ کا حساب تقویم اگر غلط بھی مانئے۔ کہ مطلع صاف نہ تھا۔ اور بحکم ہیئات یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی۔ تو تصحیح قاعدہ کو اسی دن یکم رکھئے۔ تو پنجم پنجشنبہ کی ٹھہرے گی۔ سنہ ۱۳۰۳ھ میں یکم بھی جمعرات کی ہونی چاہئے۔ حالانکہ وہ بشہادت عینی بھی۔ اور بحکم

رمیات بھی نا ممکن، لاجرم ماننا پڑے گا کہ ۱۳۲۰ھ میں ٹوٹ گیا۔ بااین ہمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے۔ نہ حکم شرعی جس پر احکام شرعیہ کی بنا ہو سکے ۲۵۔ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قد یقع النقص متوالیا فی شہرین او ثلثۃ ولا یقع اکثر من اربعۃ اشھر۔ اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے۔ لکن مصدرا بلفظۃ قالوا پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے۔ یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں۔ مثلاً ربیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ کے ہوتے آئے۔ اب شعبان کی ۲۹ کو شہادت رویت گذری۔ بلاشبہ مقبول ہوگی۔ اور یہ خیال نہ کریں گے کہ برابر ۲۹ کے ہوتے جاتے ہیں۔ ۲۹ جاہل لوگوں بلکہ بعض اہل علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں۔ اعتماد خط کا عجیب جوش ہے۔۔۔ اپنے کسی معتمد کا خط آگیا۔ اور شہادت شرعی میں کچھ باقی نہ رہا گویا خط کا ہے کو ہے۔ خاص فلک قمر سے ان پر تفسیر الیقین نازل ہوئی۔ پھر کورے جہال کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہاں خط سے گذر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں نہ اس پر عمل ہو کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر مہر کے مثل ہو سکتی ہے۔ المقرر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات الیہ خ رخیریہ الخط لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ خ۔ لیس الموجود فیہ سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرع فی شیئ خ[1]۔ مجرد الخط علامۃ لاتبنی علیھا الاحکام خ۔ صرح علماؤنا بعدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل بہ خ۔ ملخصا العبرۃ لما تقوم البینۃ الشرعیۃ علیہ لا لما یوجد من الخطوط والکواغذ خ۔ انما ھو کاغذ بہ وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا خ۔ مجرد خط لا یعتمد علیہ ولا یعمل لہ شرعا خ[2]۔ لیس الورق والخط من حجج الشرع خ۔ من کتاب البیوع لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ولا شک ان الخط اعم من ان یکون بالقلم او بالطابع الذی ھو الختم خ ملخصا۔ ان کے سوا بے اعتباری خط میں پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتوی تار مندرجہ رسالہ ازکی الاہلال میں ذکر کیں وباللہ التوفیق۔ تنبیہ: خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے۔ کتاب القاضی الی القاضی۔ یعنی حاکم شرع کا حاکم شرع کو خط لکھے وبشرائطہ الکثیرۃ حجت ملزمہ ہے۔

۳۰۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتوی لکھا اور علماء بدایوں ورامپور وحیدرآباد ودہلی نے اس پر مہریں کیں۔ وہ فتوی آخر رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہوا۔ اور ہم ان شاء اللہ بحث استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ کا ویسا ہی دس بیس مقام کا سب نامعتبر ہیں یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرت تار کو شرعی تواتر واشتہار سے اصلاً علاقہ نہیں۔

۳۱۔ اکثر دیکھا ہے کہ خبر رویت کا شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہو گیا۔ پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تواتر وشہرت کو قبول فرماتی ہے۔ وہ اور چیز ہے۔

---

[1] الثلثۃ من کتاب الدعوی کالاخیرۃ ۱۲
[2] الی ھٰھنا من الوقف

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؛

۳۲۔ گواہوں کا مجرّد یہ بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہوا۔ یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا۔ یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرّد حکایت ہے جس پر اصلاً التفات نہیں۔ بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو۔ یا شہادت پر شہادت۔ یا قضا پر شہادت یا شرعی شہرت یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیان علم۔ بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے واللہ الھادی ھذا الجماعۃ لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم فلا یلتفت الی قولھم خز وقد نص علی المسئلۃ فی د ط ط م ش فت ع ب وغیرھا کما ذکرنا بعض نصوصھا فی ازکی الاھلال ؛

۳۳۔ اقول۔ یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے تنبیہ کی یقین دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شرعی کہ طریقہ شرعیہ سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات ومسلمات یا تجربیات ومشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی وشرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی ووافی ودلیل شرعی گمان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح خطا ہے۔ مثلاً جہاں شرع مطہر شہادت میں عدد شرط کیا دو مرد۔ یا ایک مرد دو عورتیں ہوں۔ وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جسے افضل اولیا ر عالم جانیں۔ اور وہ واقع میں بھی غوث زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہوا۔ اور میں نے بچشم خود دیکھا۔ ہمیں جو اعتبار اس کے فرمانے پر آئے گا۔ ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی۔ اور معاملہ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے باَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فرمایا اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محل شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجہ کے لحاظ سے چاند ہونے پر اطمینان کامل رکھتا ہے۔ مگر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔ ہرگز حکم رویت نہیں کرتا۔ یوں ہی جب ثبوت میزان شرع پر ٹھیک اترے گا۔ مجبوراً حکم رویت کرے گا۔ اگرچہ بنظر امور دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے۔ ایسی ہی جگہ عالم وجاہل کا فرق کھلتا ہے جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں حکم عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا۔ وہی رائے صائب تھی۔ اور بہرحال مدرک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف کچھ اشارہ زیر یاز دہم بھی گزرا اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاھلال میں مذکور ہوئی وباللہ التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(فائدہ) صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ شھران لا ینقصان شھرا عید رمضان وذوالحجۃ۔ دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔ دونوں عید کے یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔ رواہ الامام احمد والستۃ عن ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے

قال محمد لا یجتمعان کلاھما ناقص۔ امام سرا نے فرمایا لا ینقصان جمیعا فی سنۃ واحدۃ۔ امام جبل رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا ان نقص رمضان تم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ تم رمضان۔ رمضان ۲۹ کا ہوگا تو ذوالحجہ ۳۰ کا اور ذوالحجہ انتیس کا ہوگا۔ رمضان تیس کا۔ اور اس معنی کی مؤید وہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ شھرا عید لا یکونان ثمانیۃ وخمسین یوما۔ عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔

بااینہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری غلبی حکم مراد ہے نہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں قد وجدناھما ینقصان معًا فی اعوام۔ ہم نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔ اقول معنٰی حدیث اول کے تو عمدہ معانی علماء نے بیان فرمائے۔ اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا۔ اگرچہ گنتی میں پورے نہ ہوں۔ اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں۔ اگر صحیح ہو۔ تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بنا پر نقل بالمعنی محتمل واللہ تعالٰی اعلم بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربیات کا دائمی ہونا ضرور نہیں۔ اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرع کا ان پر مدار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ الھادی وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مفسدات صوم

مسئلہ ۱۶۸ از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) رمضان میں عورت کوئی دوا خشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں۔ (۲) عورت ہی کسی دوا کی یا انگلی سے دوا اپنے جسم میں داخل کرے یا مرد انگلی کرے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں (۳) عورت کو بیٹھا یا یا خیال باندھا کچھ دیر کے بعد جس وقت کہ خواہش بالکل نہ رہی بوندیں خارج ہو چکی ہیں پیشاب کو جاتے وقت بعد پیشاب کے کچھ گاڑھا پانی سفید نکلے جس کی شکل منی کی سی ہو تو اس کو منی کہا جائے گا یا نہیں اور روزہ اس سے ٹوٹے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کر دی تو روزہ جاتا رہا اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی ... حصہ کپڑے سے چھن کر فرج داخل کے اندر نہ پہنچے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ

جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہوجائے ان تینوں صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا تنویر الابصار و فی الدر المختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ وطرفہ خارج) وان غیبہ فسد وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شیئ ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا (لم یفطر) اھ ملتقطا وفی ردالمختار ما دخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وہو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج او کان متصلا بشیئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بتی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں مفصلاً گزرا اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا ایک یہ کہ اونگلی کرنے سے اُسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مس کر رہی ہے عورت کو انزال ہوجائے لوجود معنی الفطر وھو الامناء عن مباشرۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کے مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگے تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہوگئی کہ اب اس کی چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے بعدہ انگلی باہر کرکے ایسی ہی تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کردی گئی کہ سرا باہر نہ رہا یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی اونگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو۔ درمختار میں ہے ادخل اصبعہ الیابسۃ فی دبرہ او فرجہا لم یفطر ولو مبتلۃ فسد اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے **قولہ** ولو مبتلۃ فسد لبقاء شیئ من البلۃ فی الداخل حاشیہ طحطاوی میں ہے ظاہر کلامہ یقتضی ان الذی ادخل فی فرجہا الرجل والحکم واحد فتح القدیر میں ہے لو ادخل اصبعہ فی دبرہ او فرجہا الداخل لایفسد الصوم الا ان تکون مبلولۃ بماء او دھن علی المختار وقیل یجب علیہ القضاء والغسل **تنبیہ** فتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا عامۂ کتب میں جو اونگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل وتصویر ہے نہ تخصیص وتقیید کہ اگر دودھ یا گھی یا لعاب دہن میں تر ہو جب بھی بداہۃً حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جاکر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمختار ولہذا درمختار میں مطلق مبتلۃ فرمایا اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب اونگلی میں لگ کر باہر آئی اب وہ بھی رطوبت خارجہ ہوگئی اب دوبارہ جو باہر سے جاکر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فساد صوم لائے گی جس طرح لعاب دہن کہ اگر قبل خروج اُسے نگل جائے روزے میں خلل نہیں اور اگر دہن سے جدا کردینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کما فی ردالمختار عن البدائع ومثلہ فی کثیر من الکتب۔ علما کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا بزازیہ و نور الایضاح و درمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للوجیز اجمعوا انہ لو حک اذنہ بعود فاخرج العود وعلی راسہ درن ثم ادخل ثانیا وثالثا کذالک انہ لایفسد، وہ اس مسئلہ سے

جدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں کی جاتی تو میل جوف میں داخل نہ ہوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے مراقی الفلاح میں ہے حاشٔ اذنہ بعود فخرج علیہ درن مما فی الصماخ ثم ادخلہ مرارا الی اذنہ لایفسد صومہ بالاجماع کما فی البزازیۃ لعدم وصول المفطر الی الدماغ واللہ تعالٰی اعلم (۳) منی اپنی رنگت اور بو اور قوام وغیرہا کے باعث اور پانیوں سے ممتاز ہوجاتی ہے بہرحال صورت مستفسرہ میں جو کچھ نکلا اگرچہ منی ہی ہو جبکہ بالکل شہوت ساکن ہوجانے کے بعد بلاشہوت بعد پیشاب کے نکلا تو اس سے نہ غسل واجب ہو نہ روزے میں کچھ خلل آیا اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلا نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہوجائے ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہوکر قضا لازم آئے گی اور اگر ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اتری اور بشہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال ان افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور سے ہوا فی الدرالمختار انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونہ ناسیا فی الحال عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام لم یفطر اھ ملتقطا وبہ یعلم ماذکرنا بالاولٰی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱: ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

(۱) ایک شخص پان کھاکے اول شب میں سویا صبح کو اٹھ کر نیت روزہ کی کرتا ہے روزہ درست ہوگا یا نہیں (۲) حالت روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور ریاح کا اخراج ہو اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول ہے تو روزہ رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر پان کھایا تھا مونھ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہوجائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا اُگال کثیر مونھ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا (۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا لعدم المفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: مسئولہ عبدالرحمٰن صاحب چھچھ پوری از گوالڑہ ضلع راولپنڈی ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار مونھ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ، مدلل بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پان جب مونھ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر مونھ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی جائے گی ضرور

دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یوہیں برآئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اُس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا ان میں صلاح بدن و قضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت تصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقض نہیں مگر ممنوع ضرور ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یقع فیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از کلکتہ جیت پور ز ڈیک اسپتال ای۔بی۔ایس۔آر یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پچھلے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اُسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا خرابی واقع ہوئی دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا۔

الجواب

کھٹی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا روزہ تین باتوں سے جاتا ہے جماع اگرچہ انزال نہ ہو اور مس جبکہ انزال ہو اور باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اُس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈورا باہر ہے تو اگر اُسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈورا باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اُس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جاتا رہا کل ذٰلک منصوص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: مرسلہ قاری عبدالنبی طالب علم ۲ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار کو فصد کھلوانا اور سوراخ میں پچکاری لگوانا جائز ہے یا نہیں اور اگر فصد یا پچکاری لگوایا تو روزہ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

فصد سے روزہ نہ جائے گا ہاں ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب اور پچکاری سے مرد کا روزہ نہ جائے گا عورت کا جاتا رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

الاعلام بحال البخور فی الصیام

۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۷۵: از جونا گڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کامل عارف باللہ کے مقبرہ میں بارہ ماہ چند حضرات بل کو بعد چار بجے دن کے فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بوقت فاتحہ ہمیشہ مزار شریف سے کچھ فاصلہ پر لوبان بھی جلایا جاتا ہے اور حاضرین مزار شریف کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں مگر حضار میں سے کسی شخص کا ارادہ خوشبو یا دھواں لینے کا ہرگز نہیں ہوتا اگر بغیر قصد و ارادے کے دھواں ناک وحلق وغیرہ میں چلا جائے تو کیا روزہ فاسد ہوجائے گا ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص نے بیان کیا کہ اس خفیف دھوئیں سے روزہ جاتا رہا اور کفارہ لازم آیا۔ اور جہاں لوبان جلتا ہے روزہ دار وہاں سے علیحدہ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ مکان ایک ہے بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی فرض علینا الصیام طھرا وجعل ھذا الدین یسرا والصلاۃ والسلام علی اطیب ریحان الرحمٰن طیبا ونشرا وعلی الہ وصحبہ الذین من اقتفاھم لایصل الیہ دخان الضلال ورادا ولا صدرا۔ متون وشروح وفتاوی عامہ کتب مذہب میں جن پر مدار مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی وتنویر وغیرہا میں ہے واللفظ للاصلاح دخل غبار او دخان او ذباب حلقہ لم یفطر غرر ودرر میں ہے دخل حلقہ غبار او دخان او ذباب ولو ذاکرا لم یفسد بدایہ وہدایہ ووافی وکافی میں ہے واللفظ للکافی لو دخل حلقہ ذباب وھو ذاکر لصومہ یفسد قیاسا لوصول المفطر الی جوفہ وکونہ مما لا یتغذی لا ینافی الفساد کالتراب وفی الاستحسان لا یفسد لانہ لا یمکن التحرز عنہ فان الصائم لا یجد بدا من ان یفتح فمہ لیتکلم فصار کالغبار والدخان فتح القدیر میں ہے قولہ فاشبہ الدخان والغبار اذا دخلا فی الحلق فانہ لا یستطاع الاحتراز عن دخولھما للدخولھما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ نور الایضاح متن مراقی الفلاح میں ہے لا یفسد الصوم لو دخل حلقہ دخان بلا صنعہ او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویۃ فیہ وھو ذاکر لصومہ خانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے واللفظ للخانیۃ اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقہ لا یفسد صومہ سراج الوہاج وہندیہ میں ہے لو دخل حلقہ غبار الطاحونۃ او طعم الادویۃ او غبار الھرس واشباھہ او الدخان او ما سطع من غبار التراب بالریح او بحوافر الدواب واشباہ ذلک لم یفطر کذا وجیزہ والفردی وواقعات المفتین میں ہے دخل الذباب او الدخان او الغبار حلقہ او بقی بلل بعد المضمضۃ فابتلعہ مع البزاق لم یفطر ہاں اگر صائم اپنے قصد وارادہ سے

اگر یا لوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً بے حالت نسیان صوم داخل کرے مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کرکے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔ درمختار میں ہے مفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی علامہ شرنبلالی نے غنیہ[22] ذوی الاحکام وامداد الفتاح[23] ومراقی الفلاح[24] تینوں کتابوں میں فرمایا و ھذا لفظ المراقی وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ من ادخل بصنعہ دخانا حلقہ بای صورۃ کان الادخال فسد صومہ سواء کان دخان عنبر او عود او غیرھما حتی من تبخر ببخور فآواہ الی نفسہ واشتم دخانہ ذاکرا لصومہ افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفہ ودماغہ وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ ولا یتوھم انہ کشم الورد والمسک لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسک وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الی جوفہ بفعلہ اسی طرح ردالمحتار[25] میں امداد الفتاح اور طحطاویہ[26] میں غنیہ سے نقل فرماکر مقرر رکھا مجمع الانہر[27] شرح ملتقی الابحر میں ہے علی ھذا لو ادخل حلقہ فسد صومہ حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانہ فادخلہ حلقہ ذاکرا لصومہ افطر لانھم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدۃ لان الادخال عملہ والتحرز ممکن ویؤیدہ قول صاحب النھایۃ اذا دخل الذباب جوفہ لا یفسد صومہ لانہ لم یوجد ماھو ضد الصوم وھو ادخال الشیئ من الخارج الی الباطن وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ۔ حاشیۃ الکنز[28] للعلامۃ السید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے واللفظ للاصل قولہ او دخل حلقہ غبار التقیید بالدخول للاحتراز عن الادخال ولھذا صرحوا بان الاحتواء علی المجمرۃ مفسد بجلہ مسئلہ غبار ودخان میں دخول بلاقصد وادخال بالقصد پر مدار کار ہے اول اصلا مفسد صوم نہیں اور ثانی ضرور مفطر اور بداہۃً واضح کہ صورت مذکورہ سوال صورت دخول ہے نہ شکل ادخال تو اس میں انتقاض صوم کا حکم محض بے سند وبے اصل خیال اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق تحقیق مقام وتنقیح مرام بتوفیق الملک العلام یہ ہے کہ حقیقت صوم امساک عن المفطرات الشرعیہ میں محصور اور تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور اور انتفائے حقیقت کو انتفائے شیئ قطعاً لازم وضرور جس میں ضرورت وعدم ضرورت کا تفرقہ عقلاً ونقلاً باطل ومہجور مثلاً حقیقت نکاح ایجاب وقبول ہے اگرچہ جانب ثانی سے اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں نہ کوئی ولی نہ حاکم اسلام اور بوجہ شدت احتیاج زن حالت تا بجنون حقیقی پہنچے کہ اہلیت تصرف سے خارج ہوجائے تو اس ضرورت شدیدہ کے لحاظ سے ہرگز روا نہ ہوگا کہ کوئی عورت بمجرد ایجاب بے قبول اس کی زوجہ بن جائے یا حقیقت زکوٰۃ کہ تملیک فقیر ہے اگر کہیں ایسا ہو کہ مصرف کوئی نہ ملے جیسا کہ زبان برکت نشان سیدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں ہونے والا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ براہ ضرورت زکوٰۃ اپنی حقیقت سے منسلخ ہوکر کسی غنی کو دینا

زکوٰۃ قرار پائے ارکان ساقطہ بضرورت حقیقۃً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ ارکان اصل حقیقت ورنہ تحقق شے بے حقیقت شے محال عقلی ہے تو منافیات سنخ ذات میں ضرورت وبے ضرورت سے تفرقہ نہیں کرسکتے اب ہم ان اشیاء کو جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انحائے مختلفہ کے پاتے ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں جیسے ہوا بعض وہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور اور ان سے تحرز کلی نامقدور جیسے دخول غبار و دخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حد ذات میں ممکن الاحتراز نہیں آدمی کو کلام سے چارہ نہیں اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیونکر گزرے اور ہوا کا ان کی حامل ہوتی ہے تمام فضا میں بھری اور متحرک رہتی ہے جابجا لیے پھرتی ہے آدمی منہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہوسکتے ہیں اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کرسکتا ہے اگرچہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں جیسے طعام و شراب اور انھیں دخان و غبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں شرع مطہر نے کہ حکیم و رحیم ہے جس طرح قسم اول کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اُسے ملحوظ رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیف روزہ تکلیف بالمحال ٹھہرے اسی طرح قسم ثانی کو مطلقاً شمار مفطرات میں نہ رکھا کہ اگر مفطر مانیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالایطاق ہوتی ہے یا وقت ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقائے شے مع انتفائے حقیقت یا اجتماع ذات و منافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارۂ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہٰذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظر ضرورت حکم افطار ساقط فرمایا ہو مثلاً کتب فقہیہ پر نظر ڈالیے **اولاً** بیمار قریب مرگ ہوگیا مجبوراً دوا پی ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کردیا۔ مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہوا **ثانیاً** ظالم تلوار سر پر لیے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کردے گا کیسی سخت ضرورت ہے حکم ہوگا کھالے مگر یہ نہ ہوگا کہ روزہ نہ جائے **ثالثاً** مخمصہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے جس کے لیے مردار سے مردار حرام سے حرام میں اثم زائل اور بقدر حفظ رمق تناول فرض ہوا مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔ **رابعاً** سوتا مرا برابر ہوتا ہے (النوم اخو الموت) سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ احتراز کا کیا چارہ مگر یہ ناممکن الاحترازی بقائے صوم کا حکم نہ لائی سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے گا تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت و عدم ضرورت کا فرق نہیں فرماتی بلحاظ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز بلکہ کبھی فرض ہوجائے مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن تو ثابت ہوا کہ اس اصل اجماعی عقل و نقل و قاعدہ شرعیہ آیہ لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی راسًا عداد مفطرات سے مہجور اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر منیر سے روشن ہوا کہ مفطر نہ ہونے کے لیے جس طرح قسم سوم کی ضرورت نادرہ کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مضطر و مکرہ و نائم و مریض کی مجبوری کافی نہیں ہوسکتی یونہی قسم اول کے ضرورت دائمہ لازمہ غیر منفکہ بھی درکار نہیں بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بناء پر وہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل و تفریق اوقات و حالات ضرورت نہیں کرسکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً و نقلاً باطل کرچکے بس خوں

دخان وغبار بے قصد واختیار کبھی کہیں کسی طرح پایا جائے اصلا مفسد صوم نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کہنے کی گنجائش کہ فلاں جگہ اتفاق دخول وہاں جانے سے ہوا نہ جاتا نہ ہوتا اور جانا قصداً تھا تو ممکن الاحتراز ہوا امام کردری وجیز میں فرماتے ہیں اذا بقی بعد المضمضۃ ماء فابتلعہ بالبزاق لم یفطر لتعذر الاحتراز فتح سے اسی مسئلہ میں گزرا صار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ تبیین میں امام زیلعی سے ہے اذا دخل حلقہ غبار او ذباب وھو ذاکر لصومہ لایفطر لانہ لایقدر علی الامتناع عنہ فصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ شرح الملتقی للعلامۃ عبدالرحمٰن الرومی میں ہے انہ لایقدر علی الامتناع عنہ فانہ اذا اطبق الفم لایستطاع الاحتراز عن الدخول من الانف فصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ دیکھو کلی کے بعد جو تری منہ میں باقی رہتی ہے اُسے بھی شرع نے اسی تعذر تحرز کی بنا پر مفطر نہ ٹھہرایا حالانکہ یہ لحاظ ہرگز نہیں کہ یہ کلی خود بھی ممکن الاحتراز تھی یا نہیں اگر محض بے ضرورت کلی کی جب بھی وہ تری ناقض صوم نہ ہوگی حالانکہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ یہ اُس کا دخول اس کلی کرنے سے ہوا نہ کرتا نہ ہوتا اور کلی بے ضرورت تھی تو ممکن الاحتراز ہوا بزازیہ میں ہے یکرہ ادخال الماء فی الفم بلاضرورۃ و فی ظاہر الروایۃ لاباس لان المقصود التطہیر فکان کالمضمضۃ حدیہ کہ بے ضرورت کلی کرنی ظاہر الروایۃ میں مکروہ بھی نہیں حالانکہ عنقریب آتا ہے کہ بے ضرورت نمک دیکھنے کے لیے شوربا چکھنا مکروہ و ناجائز ہے تو وجہ وہی کہ شرع مطہر اسے شمار مفطرات سے خارج فرماچکی تو اب ضرورت و عدم ضرورت پر نظر نہ ہوگی نہ اس میں کسی مفطر کا احتمال پیدا ہوگا کہ کراہت آئے ثم اقول وباللہ التوفیق اس پر تو عرش تحقیق مستقر ہوا کہ دخول بلاصنعہ کفیما کان اصلا اصلا صالح افطار نہیں ولہذا علمائے کرام نے مدار فرق صرف دخول و ادخال رکھا دخول کا کوئی فرد مفطر میں داخل نہ کیا کما سمعت من نصوصھم مگر یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے سبب شیئ مفضی الی الشیئ دو قسم ہے ایک مفضی کلیۃً یا غالباً جس کے بعد وقوع مسبب عادۃً متیقن یا مظنون بظن غالب ہو کہ فقہیات میں وہ بھی ملتحق بالیقین دوسرا مفضی نادراً جس کے بعد مسبب کبھی واقع ہوجاتا ہے قسم اول کے قصد کو قصد مسبب کہنا مستبعد نہیں کہ جب صاحب قصد کو معلوم کہ اس کے بعد مسبب ضرور یا اکثر واقع ہی ہوتا ہے اور اس نے سبب کا ارتکاب بالقصد کیا تو گویا وقوع سبب کا التزام کرچکا ایسی معنی خیال کرسکتے ہیں کہ ایسا دخول داخل شق ادخال ہوگا مگر قسم دوم ہرگز اس قابل نہیں پُر ظاہر کہ یہ سبب سبب کافی نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد وقوع مسبب حالت شک و احتمال ہی میں آئے گا تو اس کے قصد کو مجازاً بھی قصد مسبب نہیں کہہ سکتے وھذا لایذھب عن عقل عاقل نبیہ فضلا عن فضل فاضل فقیہ تحت سائعہ لیجیے کان میں بالقصد پانی کا ادخال اصح الاقوال پر مفسد صوم ہے مگر یہی ائمہ کرام جو بحالت قصد ادخال افساد و ابطال کی تصحیح فرماتے ہیں نہانے یا دریا کے اندر جانے میں اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہ جانے کی تصریح فرماتے ہیں ائمہ نے اصلا اس کا اعتبار نہ فرمایا کہ اس دخول آب کا سبب نہانا یا غوطہ لگانا ہوا اور یہ افعال اس نے بالقصد کیے تو گویا بالقصد پانی کان میں پہنچایا وجہ وہی ہے کہ یہ افعال غالباً دخول آب کے موجب نہیں ہوتے اگرچہ کبھی واقع ہوتا بھی ہے تو اُن کا قصد اُس کا قصد نہیں ہوسکتا۔ خانیہ میں ہے لوخاض الماء فدخل الماء فی اذنہ لایفسد صومہ وان صب الماء فی اذنہ اختلفوا فیہ والصحیح ھو الفساد لانہ وصل الی الجوف بفعلہ فلا یعتبر فیہ صلاح البدن

فتاوٰی[۳۳] امام بزازی میں ہے خاض الماء فدخل اذنہ لایفسد بخلاف دخول الدھن وان صب الماء فی اذنہ افسدہ فی الصحیح لوجود الفعل فلا یعتبر صلاح البدن جواہر الاخلاطی[۳۴] میں ہے لو اغتسل او خاض فی الماء فدخل الماء اذنہ لایفسد صومہ بلاخلاف ولو ادخل الماء فی اذنہ ففیہ الاختلاف والاصح ھو الفساد لوصولہ الی الراس ووصول ما فیہ صلاح البدن غیر معتبر کما لو ادخل خشبۃ فی دبرہ وغیبھا فتح القدیر میں ہے الفساد اذا ادخل الماء اذنہ لا اذا دخل بغیر صنعہ کما اذا خاض نہر ا دیکھو کیسی صریح تصریحیں ہیں کہ ایسے سبب کا قصد قصد سبب نہیں یہاں تک کہ اس صورت میں باوصف فعل سبب وقوع مسبب کو بغیر صنعہ فرماتے ہیں۔ اب ہم اپنے مسئلہ دائرہ کو دیکھیں تو کسی مکان میں جہاں بخور سلگتا ہو موضع بخور سے جدا و دور جا کھڑا ہونا کہ دھواں لینے کا قصد در کنار دھوئیں کے پاس تک نہ ہو ہرگز کسی عاقل کے نزدیک دخول دخان کا سبب غالب نہیں ہوسکتا ورنہ واجب تھا کہ رمضان مبارک میں دن کو آگ روشن ہونا شام کے لیے کچھ کھانا پکانا حرام وباعث افطار صیام ہوتا اس میں تو شاید خود یہ معترضین بھی شامل ہوں اور امکان احتراز ہی کی ہوس ہو اگرچہ عند التحقیق مفطرات میں اس کو دخل نہیں کما بیناہ بابین وجہ لایحوم حوم حماہ شبھۃ تو وہ بھی بداہۃً حاصل کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ پکانا ہو سحری تک پکا رکھیں یا شام کے وقت بازاری اشیاء پر قناعت کریں خصوصاً اہل عرب کہ ویسے بھی کھجوروں پر قناعت کے عادی تھے ہاں سحر کا پکا سرد ہوجاتا یا بازاری اشیاء میں مزہ نہ آتا یہ عدم امکان احتراز نہ ہوا زبان کا مزا ٹھہرا کیا اس کے لیے روز روزے رکھ کر باطل کردینا حلال ہوجاتا جس گھر میں دھواں ہو وہاں موجود ہونا درکنار نصوص علماء شاہد عدل کہ خود کھانا پکانا صبح سے شام تک روٹی لگانا بھی دخول دخان کا سبب غالب نہیں اولاً قنیہ[۳۵] وتاتارخانیہ[۳۶] وبحرالرائق[۳۷] ودرمختار[۳۸] وردالمحتار وغیرہا میں ہے واللفظ للدر لایجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النھار ویستریح الباقی فان قال لایکفینی کذب باقصر ایام الشتاء دیکھو نان پز کو فرماتے ہیں اگر گرمی کے دنوں میں سارے دن روٹی لگانے سے وہ ضعف پیدا ہو کہ ادائے صیام میں خلل انداز ہو تو آدھے دن پکائے کہ چھوٹے دنوں میں دن بھر پکاتا تھا نمازوں وغیرہا کے وقت نکال کر گرمیوں کا نصف دن اسی کے قریب قریب ہوجائے گا یہ نہیں فرماتے کہ ضعف تو جب آئے گا آئے گا آدھا اور چوتھائی دن درکنار روٹی پکانے سے دھواں جو حلق ودماغ میں جاکر روزہ ہی کھو دے گا ثانیاً سراجیہ[۳۹] وغیرہا میں ہے امۃ افطرت فی رمضان متعمدۃ لضعف اصابھا من عمل السید من طبخ وغیرہ کان واسعا وقضت للملوک ان یمتنع عما یعجزہ عن اداء الفرائض یہ فرمایا کہ کنیز کو پکانے وغیرہ کی محنت سے ضعف ایسا لاحق ہوا کہ مجبورانہ روزہ توڑنا پڑا جائز ہے اور قضا رکھے یہ کیوں نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی سبب افطار ہے اور کنیز کو جائز نہیں کہ اس میں مولٰی کی اطاعت کرے ظہیریہ[۴۰] وولوالجیہ[۴۱] وبحرالرائق وغیرہا میں ہے للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولٰی اذا کان ذلک یعجزھا عن اقامۃ الفرائض لانھا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی حق الفرائض ثالثاً نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے کرہ للصائم ذوق شیئ لما فیہ من تعریض الصوم للفساد وکرہ مضغہ بلاعذر کالمرءۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیھا کمفطرۃ بحیض اما اذا لم تجد بدا منہ

فلاباس بمضغها لصيانة الولد وللمرأة ذوق الطعام اذا كان زوجها سيئ الخلق لتعلم ملوحته وان كان حسن الخلق فلا يحل لها وكذا الامة قلت كذا الاجير حاشیہ طحطاویہ میں ہے قوله كذا الاجير اى بطعم كنز وبحر ونہر وہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للاولين كره ذوق شيئ ومضغه بلاعذر لما فيه من تعريض الصوم للفساد ولا يفسد صومه لعدم الفطر صورة ومعنى قيد بقوله بلاعذر لان الذوق بعذر لا يكره كما قال فى الخانية فيمن كان زوجها سيئ الخلق اوسيدها لاباس بان تذوق بلسانها والمضغ بعذر بان لم تجد المرأة من يمضغ لصبيها الطعام من حائض اونفساء اوغيرهما ممن لا يصوم ولم تجد طبيخا ولا لبنا حليبا لاباس به للضرورة الاترى انه يجوز لها الافطار اذا خافت على الولد فالمضغ اولى فتح القدیر میں ہے الذوق ليس بافطار بل يحتمل ان يصير اياه اذ قد يسبق شيئ منه الى الحلق فان من حام حول الحمى يوشك ان يقع فيه انتهت مختصرات دیکھو کنیز مولی یا عورت شوہر کے لیے یا نان پز مزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولی وشوہر ومستاجر خوش خلق وحلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق وبدمزاج ہوں تو روا رکھتے ہیں اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے۔ نہ بچہ کو دودھ وغیرہ اشیاء جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے لہذا بے ضرورت ناجائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام وکنیز ایسے احکام میں اطاعت مولی نہ کریں پھر زن واجیر تو دوسرے درجے میں ہیں اور پُر ظاہر کہ نمک ہرگز حلق میں چلے جانے کا سبب کلی یا اغلبی کیا سبب مساوی بھی نہیں ہاں احتمال قریب ہے ولہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا اب پکانے کی ان اجازتوں کا منشا دو حال سے خالی نہیں یا تو امر وہی ہے کہ دخول دخان جبکہ شرعًا دائرۂ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصد ادخال پر رہا بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب تعریض میں کراہت کیوں ہو یا اگر قصد سبب اغلب قصد سبب ٹھہراؤ تو واجب کہ دخول دخان کے لیے طبخ وغیرہ کی سببیت اس سے بھی اضعف ونادرتر ہو جو دخول شوربا کے لیے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ دھواں جب حلق میں جاتا ہے اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فورًا دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ ونادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز تو دھوئیں سے دور وجدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذتر ہوگا اس کے قصد کو قصد سبب کہنا کیونکر ممکن لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریحًا فرمایا کہ ہرگز مفسد صوم نہیں بالجملہ اصول وفروع شرعیہ پر نظر ظاہرًا اسی طرف منجر کہ اب علی الاطلاق ساقط النظر ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں نہانا۔ دریا میں جانا حرام نہ ہوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ دن کو کھانا پکانا اور کافوروں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہوا۔ مسلمان نانبائیوں۔ حلوائیوں۔ لوہاروں۔ سناروں وغیرہم کی دکانیں قطعًا معطل کر دینا واجب نہ ہوا حالانکہ ان میں دھوئیں سے ملابست ہے جزاروں قصابوں، شکر سازوں، حلوا فروشوں کا بازار ہڑتال کر دینا لازم نہ ہوا کہ

کثرتِ مگس کا موجب ہے دن کو بھی پیٹنا[12]۔ غلہ پھٹکنا۔ باہر نکلنا[12] گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں یونہیں دن[12] کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑو دینا خصوصاً صدرِ اول میں کہ فرش کچے ہوتے تھے۔ عطاروں[12] کا دوائیں کوٹنا۔ مزارعوں[12] کا غلہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔ معماروں[12] کا مٹی کی دیوار گرانا۔ مسافروں[12] کا خوب چلتی ہوئی راہ ریگستان میں سفر کرنا۔ فوج[12] مسلمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخولِ غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کلی کا جواز تو صراحۃً منصوص بہرحال اس قدر تو قطعی یقینی کہ اسباب غیر غالبہ کلیۃً نامحفوظ و لہذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فسادِ صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگردان پر محتوی ہو جائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شرنبلالیہ و امداد و مراقی و طحطاوی و شامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ ادخلہ الی نفسہ بخوردان کو اپنے بدن سے متصل کرلیا بلکہ صراحۃً اُس پر زیادت کی و اشتم دخانہ قریب کرکے اس کا دھواں اوپر کو سونگھا یہ خاص قصد ادخال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورتِ سوال پر حکمِ افطار باطل خیال ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للّٰہ رب العالمین اور اس پر ایجاب کفارہ تو صریح بہتان۔ کفارہ کے لیے جنایت کاملہ چاہئے اور بے قصد و ارادہ کون سی جنایت کاملہ ہو سکتی ہے اگر بفرض غلط اس صورت میں روزہ جاتا بھی ٹھہرا لیتے تو کیا شرع سے کوئی اس کی نظیر بتا سکتا ہے کہ بلا قصد جو افطار واقع ہوا اس میں حکم کفارہ دیا گیا ہو بھلا یہ تو بلا ارادہ حلق یا دماغ میں دھواں جاتا ہے بالقصد جماع بھی تو موجب کفارہ نہیں جو اکبر و اشنع مفطرات ہے تنویر الابصار میں ہے ان جامع او اکل او شرب فی رمضان اداء عمدا قضی و کفر درمختار میں ہے عمدا راجع للکل ردالمحتار میں ہے المراد تعمد الافطار والناسی وان تعمد استعمال المفطر لم یتعمد الافطار یہ مسئلہ بدیہیات فقہیہ سے ہے حاجتِ ایضاح سے غنی **قلت** وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام حرصا علی احکام الاحکام وارغام الاوھام احتراسا ان لا یغتر واثر حین یعثر علی بحث للعلامۃ الشرنبلالی فی ھذا المرام حیث قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی غنیۃ ذوی الاحکام **قولہ** او دخل حلقہ غبار او اثر طعم الادویۃ فیہ لانہ لا یمکن الاحتراز عنھا اھ لدخولہ من الانف اذا اطبق الفم کما فی الفتح **قلت** فھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی ما یدخل غبارہ فی حلقہ افسد لو فعل اھ وقال السید الطحطاوی فی حاشیۃ علی المراقی وعلی الدر واللفظ للاول **قولہ** او دخل حلقہ غبار الخ بہ عرف حکم من صناعتہ الغربلۃ او الاشیاء التی یلزمھا الغبار وھو عدم الصوم وفی سکب الانہر عن المؤلف ولو وجد بدا من تعاطی ما یدخل الخ ویدل علیہ التعلیل بعدم امکان التحرز اھ وقال السید الشامی فی ردالمحتار **قولہ** لعدم امکان التحرز عنہ ھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی الخ شرنبلالیہ اھ فیظن ان ما نحن فیہ من باب تعاطی سبب ممکن التحرز عنہ وحقیقۃ الامر ان العلامۃ الباحث رحمہ اللّٰہ تعالٰی لا ینکر ان مدار الاحکام ھھنا علی التفرقۃ بین الدخول والادخال فحسب اما سمعت الی مار

من قوله فی متنه لایفسد الصوم ولودخل حلقه دخان بلا صنعه وفی شرحیه له وحاشیته علی الدرر من قوله فیما ذکرنا اشارة الی انه من ادخل بصنعه فسد صومه وقوله لامکان التحرز عن ادخال المفطر ولذا لما اتی العلامة المدقق العلائی فی الدر علی تلخیص کلام الشرنبلالی لم یلخص الاحرفا واحدا وهو التفرقة بالدخول والادخال کما اسمعناك نصه وانما مطمح نظر العلامة نصره رحمه الله تعالی ما القینا علیك ان السبب اذا کان مفضیا ولابد کان قصده قصد المسبب فکان من باب الادخال بصنعه وانما یستقیم ان استقام فیما یفضی قطعا او ظنا غالبا ومن الدلیل علیه نوطه فی الکتب الثلثة حکم الفساد بمجرد تعاطی تلك الاسباب حیث قال افسد لو فعل ولم یقل لو فعل ودخل فانما ینظر الی ان فعله یوجب الدخول فاجتزأ بذکره عنه والا فلا یتوهم عاقل فضلا عن فاضل فضلا عن مثل هذا الفاضل ان مجرد تعاطی تلك الافعال یفسد الصوم وان لم یدخل شیئ ثم هو رحمه الله تعالی دار یقینا ان الکینونة فی بیت فیه بخور لیس سببا غالبا للدخول الدخان ولذا علق الفساد فی کتبه الثلثة بایوائه الی نفسه بل ولم یقنع به حتی زاد واشتم دخانه فقد وضح وضوح الشمس فی رابعة النهار ان لامساس بمسألتنا لما بحث العلامة الفاضل هنا ثم **اقول** وبه ظهر ولله الحمد انه لایرد علی بحثه ما قدمنا من مسائل الطبخ والذوق والاغتسال وخوض الماء والطحن والسف ودخول الطرقات وامثالها فهذا غایة ما وصل الیه ذهنی القاصر فی تصحیح بحثه لکن یرد علیه من المنصوصات مسألة المضمضة وردا لا مرد له فانها سبب اغلبی بل کلی لدخول البلل ولم یکن تعاطیها ولو بلاضرورة بل بلاحاجة لیفسد الصوم بالاجماع وان قیل فی النوادر بکراهتها ولعل مجیبا یجیب بان لیس الحامل فیه علی الحکم بعدم الفطر مجرد امتناع التحرز بل وشیئ اخر وهو کونه قلیلا تابعا للریق کما قالوا فی لحم بین اسنانه قال فی الهدایة لو اکل لحما بین اسنانه فان کان قلیلا لم یفطر لان القلیل تابع لاسنانه بمنزلة ریقه بخلاف الکثیر لانه لایبقی فیما بین الاسنان والفاصل مقدار الحمصة وما دونها قلیل اھ **اقول** ولایجدی فان عدم الافطار ههنا ایضا انما هو معلل بعدم امکان التحرز فرجع الامر الی ما وقع قال فی الفتح وانما اعتبر تابعا لانه لایمکن الامتناع عن بقاء اثر ما من الماکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محله الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینه فتعلق بالکثیر وهو ما یفسد الصلوٰة لانه اعتبر کثیرا فی فصل الصلاة ومن المشائخ من جعل الفاصل کون ذلك مما یحتاج فی ابتلاعه الی الاستعانة بالریق او لا الاول قلیل والثانی کثیر وهو حسن لان المانع من الحکم بالافطار بعد تحقق الوصول کونه لایسهل الاحتراز عنه وذلك فیما یجری بنفسه مع الریق الی الجوف لافیما یتعمد فی ادخاله لانه غیر مضطر فیه اھ وقد نقل کلامه العلامة الشرنبلالی

نفسہ فی المراقی تصریحا فی الغنیۃ تلویحا مقرا علیہ وھذا ایضا بحمد اللہ تعالٰی مشید ارکان ما نحونا الیہ من ان المناط ھو الفرق بالدخول والادخال لاغیر وان لانظر فی الدخول الی کون سببہ مما یسھل التحرز عنہ الا تری ان الانسان غیر مضطر الی اکل ما یبقی شیئ منہ فی اسنانہ کاللحم وامثالہ بل یمکن الاجتزاء بمثل اللبن ثم ان سلم لہ ان تعاطی الاسباب الغالبۃ من باب الادخال المفطر لوجب ان یکون مفطرا مطلقا وان احتاج الیھا کما قدمنا بحقیقتہ فلیس من لم یکن عندہ ما یغنیہ یومہ ولم یقدر علی الاکتساب الا بحرفۃ غربلۃ وھرس وخبز وطبخ ونحوھا مما یدخل فیہ الغبار والدخان باجل ضرورۃ واقل حیلۃ من مریض ادنا ثم او کمرۃ او ذی مخمصۃ فاذا لم یستحق اوثاث اسقاط حکم الفطر فانی یستحقہ من ھو دونھم وقد جری ھو بنفسہ فی متن علی تعمیم الغبار غبار الطاحونۃ فالاوفق الارفق الالصق الاحق بالاصول الاحق بالقبول عندی ھو الاطلاق الذی جرت علیہ المتون والشروح والفتاوی قاطبۃ الی اواسط القرن الحادی عشر حتی جاء العلامۃ الشرنبلالی فنظر ما نظر ولقد احسن واجاد فی کتبہ الثلثۃ اذ علق الفساد بالبخور علی اشتمام الدخان و العلم بالحق عند الملک المنان الحمد للہ یہ جواب عجاب کاشف صواب رافع حجاب اوائل ذی القعدۃ الحرام کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ الاعلام بحال البخور فی الصیام نام ہوا وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ مسئولہ امانت علی شاہ ساکن قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

اس سے پہلے میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہئے یا نہیں اور سرمہ لگانا چاہئے یا نہیں تو ایک شخص کہتا ہے کہ غوطہ لگانا کیا بلکہ ناف کے اوپر پانی پہنچ جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ بعد عصر کے لگانا چاہئے اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ سرمہ لگا کر سونا نہ چاہئے اور روزہ دار کو خوشبو سونگھنا چاہئے یا نہیں اور سر میں تیل ڈالنا چاہئے یا نہیں اور بدن پر روغن ملنا چاہئے یا نہیں اور لاس سونگھنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کرنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کی لکڑی چبانا چاہئے یا نہیں اور دانتوں میں خلال کرنا چاہئے یا نہیں اور منجن ملنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

وہ شخص غلط کہتا ہے پانی بدن کے اوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے وضو سے بھی جائے ہاں جوف کے اندر مسام کے سوا منافذ سے پہنچے تو روزہ جاسے گا مگر غوطے میں ایسا نہیں غوطہ لگا کر کھلے ہوئے منفذ نتھنوں کو دیکھئے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچتا اور سرمہ بھی ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے اور سونے سے کھکھار میں سرمہ کی رنگت آجائے تو کچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچا اور آنکھوں میں معاذ اللہ کان یا ناک کے سے سوراخ نہیں کہ ان میں داخل ہونا روزہ کو مضر ہو۔ روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے سونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ میں نہ چڑھیں بخلاف اگر یا لوبان کے دھوئیں کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار سر میں روغن ڈال سکتا ہے کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کر سکتا ہے ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا

اگر ڈلے گا روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار کو ناس لینا حرام ہے اُس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ مسواک کرنا سنت ہے ہر وقت کر سکتا ہے اگرچہ تیسرے پہر یا عصر کو۔ چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہیے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہئے جسے دن کو خلال سے نکالے ہاں سحری کھا کر فارغ ہوا تھا کہ صبح ہوگئی تو اب آپ ہی خلال کرے گا اس کا حرج نہیں۔ روزہ میں منجن ملنا نہ چاہئے۔

باب القضاء والکفارۃ

مسئلہ ۱۷۶: از بنگالہ ضلع کمرلا پرگنہ سرائل ڈاک خانہ ہرن بیڑ موضع بھوپن مرسلہ عاصم علی صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے نماز و روزہ وغیرہ کے کفارے کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں مع دلائل قویہ و حوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمایا جاوے کیونکہ اس ملک بنگالہ میں اکثر علما حیلہ مذکورہ کو جائز رکھتے ہیں اور جو ناجائز کہتا ہے اُس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلیل بیان کرو اس لیے حضور پُرنور کو تکلیف دیا جاتا ہے بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب

یہ حیلہ دو طور پر ہے اول یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمۂ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی مصحف مبارک ہی کو اُن فرائض کا معاوضہ و کفارہ بنایا جائے یہاں جہال اسی طرح کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ قرآن عظیم بے بہا چیز ہے اُس کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہو جائیں گے ولہذا اونھیں میت کی عمر اور اُس کی قضا نماز و روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو اور جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز دی جا رہی ہے وہاں حساب کس لیے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل و مہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جو یا اُن کی قیمت۔ اور اُس سے مقصود شرع ادھر نفع رسانی مساکین ہے اُدھر اپنی رحمت کاملہ سے ترک فرائض پر مال جرمانہ لے کر ان شاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا ولہذا ہر نماز و روزہ پر ایک مقدار مال معین فرمائی کہ جرم کم و زائد میں امتیاز رہے جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہو جائے جس نے زیادہ چھوڑے اُس پر اسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں ایک کاغذ و سیاہی و جلد کا اعتبار اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اور اسی لحاظ سے اُس کی بیع و شرا ہوتی ہے بایں معنی اُس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو روپیہ دو روپے یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جا سکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اُسی قدر مال دینا ٹھہرے گا اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اُتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان

داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس صاع گیہوں دیئے گئے کہ صرف بیس۲۰ نمازوں یا بیس۲۰ روزوں کا عوض ہوئے دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نماز روزوں کا کفارہ کیونکر ادا ہوسکتا ہے دوسرا لحاظ اُس کلام کریم کا اعتبار ہے جو اُس میں لکھا ہے وہ اصلاً مال نہیں بلکہ وہ اس احد صمد جل وعلا کی صفت قدیمہ کریمہ اُس کی ذات پاک سے قائم اور اُس کے کرم سے ہمارے ورقوں ہمارے سینوں ہماری زبانوں ہماری آنکھوں ہمارے کانوں ہمارے دلوں پر کتابت وحفظ وتلاوت ونظر وسماعت وفہم میں متجلی ہے فلوجہہ الکریم الحمد کما ینبغی لجلالہ وعظم جودہ وافضالہ عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اُس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنی ہے کہ تقویم ومالیت سے پاک ووراء ہے ابن معنی وہ کفارہ نہیں ہوسکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں ہدایہ میں ہے لاقطع فی سرقۃ المصحف لانہ لامالیۃ لہ علی اعتبار المکتوب واحرازہ لاجلہ لا للجلد والاوراق فتح القدیر میں ہے لافی سرقۃ المصحف وقال الشافعی یقطع وھو روایۃ عن ابی یوسف لانہ مال محرز یباع ویشتری ولان ورقہ مال وبماکتب فیہ ازدادبہ ولم ینتقص وجہ الظاھر ان المالیۃ للتبع وھی الاوراق لا للمتبوع وھو المکتوب اسی طرح کافی شرح وافی وتبیین الحقائق وبحرالرائق ورد المحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے بالجملہ مصحف میں جو چیز بے بہا ہے یعنی قرآن وہ مال نہیں کہ کفارہ بن سکے اور جو مال ہے یعنی کاغذ وجلد وہ بے بہا نہیں کہ عمر بھر کی نماز روزوں کا بدلہ ہوسکے کاغذ کے اعتبار سے مال ٹھہرانا اور مکتوب کے لحاظ سے بے حد قیمت سمجھ کر میت کی تمام عمر بلکہ ہفت پشت کا کفارہ کرنا ایسا ہے جیسے زید پر کسی کے لاکھ روپے آتے ہوں وہ اُس کے بدلے ایک روپے کا مصحف شریف بلکہ ایک آنے کا کوئی پارہ دے کر ادا ہوجانا چاہے کہ یہ لاکھوں کروڑوں روپے کا ہے بے بہا ہے یوں تو ایک آیت بلکہ ناخن برابر کاغذ پر ایک اسم اللہ لکھ کر دے دیجے اور کروروں روپے کا قرضہ اوتار دیجے کہ دنیا ومافیہا ایک اسم جلالت کی قیمت نہیں ہوسکتی جیسے بندوں کے دین میں یہ حیلہ پیش نہیں جاتا ویسے ہی رب العزت عزجلالہ کے دین میں۔ حدیث میں ارشاد ہوا فدین اللہ احق ان یقضی دوسرا طریقہ یہ کہ میت پر جس قدر نماز روزے وغیرہا قضا ہوں سب کا حساب لگائیں اور اُس کا کفارہ معین کریں کہ مثلاً ہزار من گندم ہوئے مصحف شریف اُتنے گیہوں یا اُن کی قیمت کے عوض مسکین کے ہاتھ بیع کریں وہ قبول کرے مصحف تو اُس نے پایا اور اس پر ہزار من گندم یا مثلاً تین ہزار روپے ثمن مصحف کے دین ہوگئے اب اُس سے کہیں کہ اتنے گیہوں یا روپے جو ہمارے تجھ پر واجب الادا ہیں وہ ہم نے فلاں میت کے کفارے میں تجھے دیے فقیر کہے میں نے قبول کیے یہ حیلہ قرآن عظیم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب یا کپڑے یا برتن وامثالہا سے ہوسکتا ہے دہلی کے بعض متاخرین علما نے یہ حیلہ لکھا اگر نظر فقہی میں یہ بھی صحیح نہیں آتا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس کی تحقیق منیر اپنے فتاوی میں ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ کفارے میں مال دینا چاہیے اور دین کہ ساقط کردیا مال نہیں تبیین الحقائق میں ہے لوکان لہ دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذلک البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی ولونوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلا یجوز الساقط عنہ بلکہ ضرور ہے کہ وہ دین اُس سے وصول کرکے قبضہ میں لاکر پھر کفارے میں

دیں در مختار میں ہے اوصی لصلواته وثلث ماله دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم تجز ولابد من القبض ثم التصدق علیھم اھ وتمام الکلام علی ان الذالاوھام فی فتاونا فلیراجعھا من یتخالج فی صدرہ شیئ ولا یعجل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی جلد جلد ہم لوگوں نے کھانا یعنی سحری کھا کر حقہ پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہوگئی فوراً کلی کرکے اور کاموں میں مصروف ہوگئے صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انھوں نے اس قسم سے کلمات کہے جس سے ابطال صیام معلوم ہوا نہایت تشویش ہوئی جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی ۱۲ بجے اسی ماہ کھانا کھالیا اور یہ امر تخمیناً دس گیارہ آدمیوں سے واقع ہوا یعنی روزہ کھول لینا بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو ان لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا کھانا مناسب نہ تھا استطاعت کفارہ نہیں حتی کہ دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل کہ آفتاب اوائل برج حمل میں ہے بریلی بلگرام کے قریب قریب عرض کے شہروں میں سحری چار بجے تک کھانی چاہئے ساڑھے چار بجے کب کی صبح ہوچکتی ہے اُس وقت کچھ کھانے پینے کے معنی ہی نہ تھے وہ روزہ یقیناً نہ ہوا اس کی قضا فرض ہے مگر غیر مریض و مسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہ ادب حرمت ماہ مبارک دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا دن کو پھر جو قصداً کھانا کھایا حرام تھا گناہ ہوا توبہ کی جائے مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو لہذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از خورجہ ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رمضان شریف میں روزے سے تھے اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وہ روزہ سے تھے ان کے درد صدر میں ہوا اور دست آئے اور استفراغ کئی بار ہوا درد کی بہت سخت تکلیف تھی بالآخر ۹ بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالت صوم میں پلادی گئی روزہ توڑوا دیا گیا ایسی حالت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین کھلائے جائیں یا کچھ نہ کیا جائے درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے باقی تھے وہ بوجہ ضعف و ناطاقتی کے نہیں رکھے گئے تا عید الفطر۔ اب ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین غرض کفارہ نہیں صرف اس روزہ کی جو توڑا اور ان روزوں کی جو نہ رکھے قضا ہے ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ ولبس فی الدر المختار من مبیحات الفطر خوف ھلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ شامی میں ہے فلہ شرب دواء ینفعہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ رماہ مبارک ۱۳۲۲ھ

اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندوستان سے دُور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہوا اور مثلاً بہرائچ میں اُس تاریخ کو چاند نہیں نظر آیا بلکہ ۳۰ شعبان کو چاند ہوا کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے دور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں عمرو کا قول اُس کے برخلاف ہے یعنی وہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارہ ہلال رمضان و عید اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں اگر مشرق میں رویت ہو مغرب پر حجت ہے اور مغرب میں تو مشرق پر مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہیے خط یا تار یا تحریر یا اخبار یا افواہ بازاریا حکایت امصار محض بے اعتبار کما فصلناہ فی فتاوینا بمالا مزید علیہ درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از موضع درو ضلع نینی تال مسئولہ عبدالجلیل خاں ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھایا باہر صحن مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذان صبح بھی ہوگئی ہو لیکن تین روزے ہو چکے تھے روزہ رکھ لیا گیا دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا یا ساٹھ دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہوگئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا جبکہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلاشبہ ہوا ہی نہیں کہ توڑنا صادق آئے قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ سے روزہ نہ ہو تو غیر معذور شرعی کو دن بھر روزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام ایک بجے کھانا کھالیا یہ دوسرا گناہ ہوا تو یہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شے سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا تو اُس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اُس کی قضا صرف ایک روزہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن محمد اسمٰعیل ۱۴ رجب ۱۳۳۴ھ

ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص قبل صبح صادق سحری کا کھانا کھا کر روزے کی نیت کرکے کھانا پینا بند کیا بعد اس کے اپنی منکوحہ سے

خوش طبعی کرتے ہوئے بلاجماع منزل ہوا اور یہ انزال قبل صبح صادق یا بعد صبح صادق واقع ہوا اب اُس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے اور عورت کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کے لیے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں اور اگر انزال قبل صبح صادق ہوا تو قضا بھی نہیں اور بعد صبح صادق ہوا اور فوراً اُس وقت مس وغیرہ نہیں کر رہا تھا اُس کے بعد مجرد بقائے تصور سے واقع ہوا جب بھی قضا نہیں ورنہ اس روزہ کو پورا کرے اور ایک روزہ اُس کے عوض رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی توڑوادیں اُن کے لیے کیا حکم ہے اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور اُن کے لیے کیا حکم ہے دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے روزہ توڑا جائے تو ہر دو صاحبان کے لیے کیا حکم ہوگا۔

الجواب

بلاضرورت ومجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی تڑوانے والا شیطان مجسم مستحق نار جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زبر کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسب شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور مسئولہ گلاب خلیفہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب عالی خاندان دام اقبالکم بعد ادائے آداب کے عرض کمترین کی یہ ہے کہ جو شخص اس ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پورا روزہ رکھے جس طرح حکم رسول ہو...... تحریر فرمائیں کیونکہ اس ماہ میں طاقت نہیں ہے رکھنے کی کمزوری ناطاقتی بدن میں ہے جناب کو اس وجہ کر تکلیف دیتا ہوں صاحب تحریر فرمائیں۔ اور ایک شخص روزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو روزہ رکھاتا ہے آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو غیر عورت مسکین کو روزہ رکھاتا ہے فقط

الجواب

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہو کا مرض بڑھے گا یا دن کھنچیں گے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کر سکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے جتنے روزے چھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل وبے معنی ہے بدنی عبادت ایک کے کیے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

بَابُ الْفِدْیَة

مسئلہ ۱۸۳: مسئولہ قاضی عبدالحمید صاحب پیش امام از قصبہ کیکڑی ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے بہ ارادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلادیتا ہو مگر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے جواب دو۔

الجواب

بعض جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لیے جائز ہے جبکہ روزے میں اُسے کچھ تکلیف ہو ایسا ہرگز نہیں فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا گیا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو اُس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہوجائے امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جیسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تاحصول صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا اس صورت میں وہ امامت کرسکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللہ تعالٰی اعلم۔

تفاسیرُ الاحکام لفدیۃ الصّلاۃ والصّیام

۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

اللہ ربّ محمّد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۸۴: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں نمبر(۱) موتٰی کے روزہ کا فدیہ جو کتابوں میں فقہ کی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو لکھا ہے اُس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کی برابر کی گئی ہے کتب فقہ میں جو فی روزہ دوسیر گیہوں یا چار سیر جَو لکھا ہے وہ بیس گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس ۱۹ گنڈے کے۔ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا۔ نمبر(۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جَو میں یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ ثار یا مثل جَو کے ۴ ثار دیا جاوے گا اور اگر چاول دیا جاسکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں

ہیں یا باسمتی۔ سیلہا۔ جو شاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جَو کے ہے۔ نمبر(۳) دھان مثل جَو کے فی روزہ ۴ ثار دے سکتے ہیں یا نہیں۔ نمبر(۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جزو جزو کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ رُوزہ کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ثار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ کرکے ادا کر دینے کا مجاز ہے کہ نہیں۔ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی ہے تو وہ اس دوسیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر(۵) متعدد روزہ کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہیے مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزہ کا فدیہ چاہیے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک دن بیک وقت بیک دفعہ دیا یا ایک ہی آدمی کو دس روز بہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمی کو دیدے یا دس لاکر کے دو دو سیر دس کو دے اس کی صورت۔ یہ چار شکلیں ہوئیں شکل اول ایک ہی دن ایک شخص کو کل دس روزوں کا بیک وقت بیک دفعہ دیا جائے شکل دوم۔ ایک ہی آدمی کو دس روز دس دن تک برابر دیا جائے شکل سوم ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے شکل چہارم دس دن کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے۔ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں نمبر(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں یہ کن کو دے سکتے ہیں یا نہیں اقربا میں جو کہ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیا اور شاہی مسکین کھاتے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں نمبر(۷) غلہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اس زمانہ میں نرخ بازار ہو۔ کون زیادہ مناسب ہے اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلہ کا ہے یا فرق ہے۔ نمبر(۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلہ یا نقد فلاں کے رُوزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات کافی ہے۔ نمبر(۱۰) شیخ فانی اور موتے کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر فرق ہے تو وہ کون سا فرق ہے۔ نمبر(۱۱) اگر اپنی زندگی ہی میں روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دیدے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ رُوزہ اُس سے ساقط ہوگا یا نہیں۔ نمبر(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ قرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اُس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(ج ملہ) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہٰذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اُس سے تطبیق دے سکے ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقۂ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جَو سے ایک صاع ہے صاع دو سو ستّر تولے ہے نیم صاع ایک سو پینتیس تولے۔ تولہ بارہ ماشہ۔ ماشہ آٹھ رتی۔ رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکۂ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل مائۃ وثلثون درھما ایک مد دو رطل کا اور ہر رطل نصف من والمن بالدراھم مائتان وستون وبالاستار اربعون والاستار بکسر الھمزۃ بالمثاقیل اربعۃ ونصف کذا فی شرح درر البحار اھ ملخصا جب صاع چار من ہے اور ہر من چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال تو ہر من ایک سو اسّی مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے و لہٰذا درہم شرعی کہ مثقال کا ۷/۱۰ سات عشر ہے فی الدر المختار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا یعنی ۳ ماشہ ۱/۵ ۱ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ

کشف الغطار میں ہے بدانکہ معتبر نزد ما صاع عراقی ست وآن ہشت رطل ست و رطل بیست استار و استار چہار ونیم مثقال و مثقال بیست قیراط و قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصۂ ماشہ است پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد اسی حساب سے دوسو درم نصاب فضہ کے ساڑھے باون تولہ اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سو دس ماشے یعنی ساڑھے سرسٹھ تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نو ماشے کا ہو جیسے بریلی وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے پانچ رتی اور انگریزی سیر کہ اسی روپے بھر یعنی پورے ستر تولے کا ہے اور دہلی و لکھنؤ میں یہی رائج ہے ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا اور ریاست رامپور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلی ہذا القیاس فی سائر البقاع (ج س ۳ دم ۲) گندم وجو کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اُس کی قیمت کے قدر ہے تو کافی ہے ورنہ ناکافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے۔ اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے۔ درمختار میں ہے مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ ہندیۃ میں ہے انما تجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اھ ملتقط لباب میں ہے ہذہ اربعۃ انواع لاخامس لھا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا یجوز الا باعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیر ذلک (ج س ۴ دہ) فدیہ نماز وروزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے سراجیہ ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابو اللیث ہے فی السراجیۃ لایجوز ان یؤدی عن صلاۃ لفقیرین اھ وفی الدر لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اھ و فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ عن الولوالجیۃ لو دفع عن خمس صلوات تسع امناء لفقیر واحد ومنا لفقیر واحد اختار الفقیہ انہ یجوز عن اربع صلوات ولا یجوز عن الصلاۃ الخامسۃ اھ وفی البحر قال ابوبکر الاسکاف یجوز ذلک کلہ وقال ابو القاسم وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسۃ لانہ متفرق ولا یجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذلک ہذا فالحاصل ان کفارۃ الصلاۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انہ لایشترط فیھا العدد ووافقھا من حیث انہ لوادی اقل من نصف صاع الی فقیر واحد لایجوز اھ وفی ظہار التنویر جاز لو اطعم واحدا ستین یوما اھ قلت فاذا جاز ہذا فیما یشترط فیہ التعدد فما لایشترط فیہ اولی بالجواز (ج س ۵) مصرف اس کا مثل مصرف صدقہ فطر وکفارہ یمین وسائر کفارات وصدقات واجبہ ہے سید بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے

نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے، کافر کو نہیں دے سکتے، جو صاحبِ فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی، یا صاحبِ فدیہ جس کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی انھیں نہیں دے سکتے، اور اقربا مثلاً بہن بھائی چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں، یونہی نوکروں کو جبکہ اُجرت میں محسوب نہ کریں، فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القھستانی اقول وھو متمش علی تصحیح ما عن ابی یوسف من عدم جواز شیئ من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدر لا تدفع (ای الزکوٰۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اھ وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفۃ ان کان بحیث یعمل لہ ولو لم یعطہ صح والا لا اھ وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوٰۃ صدقات واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے اقول فدیۂ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجۂ فقیرہ کو بعد عدّت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے ولہٰذا اسے مس جائز نہیں فی درالمختار لا تصرف الی من بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ قال الشامی ای فی العدۃ ولو بثلٰث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفی ردالمحتار عن بدائع الامام ملک العلماء المرأۃ تغسل زوجھا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ما اذا ماتت فلا یغسلھا لانتھاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا واللہ تعالٰی اعلم (ج س) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر فی الدرالمختار دفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ جوھرۃ وبحر عن الظھیریۃ وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل اقی احکام نقد و غلہ یکساں ہیں مگر وہ تفاوت جو خاص گندم و جَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر شرعی اسقاط لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ یا ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا کتاب چاول۔ باجرا وغیرہا ملحا قیمت جو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہوگی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہوچکا ہے یعنی گندم، جَو، خرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں جتنا وزن شرعاً واجب ہے اُسی قدر دینا ہوگا فی محیط الامام السرخسی ثم الھندیۃ لو ادی ربع صاع من حنطۃ جیدۃ تبلغ قیمتہ قیمۃ نصف صاع من شعیر لا یجوز عن الکل بل یقع عن نفسہ وعلیہ تکمیل الباقی وکذا لا یجوز ربع صاع من حنطۃ من صاع من شعیر اھ فی البدائع لان القیمۃ انما تعتبر فی غیر المنصوص علیہ قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کررہے ہیں بلکہ روز وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے

دینا لازم اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور دیں ایک آنہ کافی فی الدر المختار جاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ و
عشر و خراج و فطر و نذر و کفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء اھ (ج س ش)
یہاں صورتیں متعدد ہیں فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اس کے بعد وارث بلا وصیت بطور خود دیتا
ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور درصورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی
چیز غصب کرکے صرف کر ڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین لازم آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں صورت اخیرہ
میں عدم صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ یہ میرے مال سے ادا
کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا قال قبیل باب الوصی اوصی
لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم تجز ولابد من القبض ثم
التصدق علیھم ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثھا مثلا واستھلکہ فترکہ صدقۃ
علیہ وھو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اھ فی ردالمحتار
قولہ اوصی لصلواتہ اوصیاماتہ منح قولہ لم تجز وقیل تجزیہ قال فی القنیۃ قال استاذنا والاول
احب الی حتی توجد الروایۃ قولہ بخلاف الدین ای فی المسألۃ السابقۃ فانہ مقبوض قبل الموت
بقی لو اوصی بکفارۃ صلواتہ والمسألۃ بحالھا ھل یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت اولا یراجع اھ اراد
بقولہ والمسألۃ بحالھا مسألۃ الغصب ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ **اقول** وباللہ التوفیق ولہ الحمد
تبتنی عندی مسألتا الفدیۃ والغصب علی ان الوصیۃ بالمال لاتتناول الدین ما کان دینا فاذا صار
عینا بالقبض تناولتہ کما صرح بہ فی الظھیریۃ حیث قال اذا کان لہ دراھم عین ودراھم علی اجنبی
دین فاوصی لرجل بثلث مالہ فانہ یاخذ ثلث العین دون الدین الا تری ان حلف ان لا مال لہ ولہ دیون
علی الناس لم یحنث ثم ما خرج من الدین اخذ منہ ثلثہ حتی یخرج الدین کلہ لانہ لما تعین الخارج مالا التحق
بما کان عینا فی الابتداء ولا یقال لما لم یثبت حقہ فی الدین قبل ان یتعین کیف یثبت حقہ فیہ اذا تعین
لانا نقول مثل ھذا غیر ممتنع الا تری ان الموصی لہ بثلث المال لا یثبت حقہ فی القصاص ومتی انقلب مالا
لا یثبت حقہ فیہ اھ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیۃ لاتدخل الدیون ای فی الوصیۃ بالمال وفی الوھبانیۃ
ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحۃ الخالق فراجعھما من شتی القضاء ففی مسألۃ الفدیۃ لما کان الدین
سابقا علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطہ قبل القبض فیکون انفاذ الوصیۃ فیما لم تتناولہ فلا یجوز مالم
یقبض فیتصدق وفی مسألۃ الغصب لما کان المال عینا عند الوفاۃ وانما حصل قبض الغاصب استھلاکا
وصیرورتہ دینا بعد الموت فقد تناولتہ الوصیۃ فجاز ھذا ما ظھر لی وبہ یظھر الجواب عما توقف فیہ

العلامۃ المحشی بقولہ یراجع فانہ لاغبار علیہ من ھذہ الجھۃ الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترک الدین لایجوز اصلاوفیہ وقفۃ فلیراجع ولیحرر اھ ما کتبت علیہ۔ اقی صورت کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے۔

اقول۔ وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدۂ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے نہ کامل بناقص و لہذا اوقات ثلٰثہ میں کوئی نماز ادا و قضا جائز نہیں مگر آج کی عصر یا اُس جنازے کی نماز جو انھیں اوقات میں لایا گیا لتادیھما حینئذٍ کما وجبتا والمسائل بتعلیلاتھا مذکورۃ متونا وشروحا، روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دَین ہو جبتک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مُردہ مال ہے و لہذا حاصل ملک مال کہ تمول غنا نہیں یہاں تک کہ اگر لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جبتک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر فقیر علی المختار بلکہ عزیز بڑے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظھیریۃ ومثلہ فی البحر والتنویر وغیرھما و لہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ دَین بہ نیت زکوٰۃ معاف کردینے سے ادا نہیں ہوسکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہوسکتا بلکہ جو دَین آئندہ ملنے کا ہے اُس کی زکوٰۃ بھی معافیِ دین سے ادا نہ ہوگی کہ دَین باقی دین ساقط سے بہتر ہے دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہوسکتا اور دَین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہو کر مال ہوجائے ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کردے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی کہ ناقص ناقص سے ادا ہوسکتا ہے فی الدرالمختار ولو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز اھ فی تبیین الحقائق لوکان لہ دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ نوی بہ عن الزکوۃ اولا لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذلک البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی لاتسقط ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلایجزئ الساقط عنہ اھ یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضا کرتی ہے کہ دَین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہو جب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دیں اس تقدیر پر وہ حیلہ کہ ہندیوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطا میں ذکر کیا کہ متعارف چنان ست کہ حساب کنند سالہائے میت را وادنی مدت بلوغ کہ در مرد دوازدہ سال و در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند یعنی وتر را ہم نماز کامل شمارند و برائے ہر روز نیم صاع مقابل ہر روزہ اعتبار کنند تا فدیہ نماز ہائے یک سال کہ سہ صد و شصت روز ست یکہزار و ہشتاد صاع حاصل آید و پانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یکہزار و نود و پنج صاع شود ہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند و حاصل آنرا موافق قیمت مبلغ مشخص نمایند و بنا بر ضرورت عسرت مصحفے را بمثل آنقدر زر بدست فقیرے فروشند و تسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش دین شود پس بگویند کہ این قدر از زر را کہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز و روزہ ہائے فلاں میت کہ بایں قدر میرسد ترا دادیم و بگوید فقیر کہ قبول کردیم و اگر مبلغ حساب نکنند و قرآن را بمثل آنقدر جنس ہدیہ کنند تا ہمیں جنس بر ذمہ اش دین شود آنرا عوض فدیہ بوے بخشد داد

قبول نماید نیز کفایت می کند ظاہراً محض ناتمام و ناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامہ کتب معتمدہ مذہب میں ضرور تمتہ کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب و رہبت طول طویل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا و مشہور و منقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود مثلاً فدیہ بایں نام بفقیر دہند و او قبول کند پس از وے طلب نمایند و بستانند باز بوئے بہماں نام دہند و ہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز و روزہ در فدیہ باتمام ادا شود و ایں حیلہ خالی از تکلف نیست

۲ قول اسی حیلہ جمیلہ کی تصریح فرمائی در مختار و بزازیہ و خلاصہ و عالمگیریہ و بحر الرائق و غنیہ و صغیری شروح منیہ و فتح اللہ المعین حاشیہ کنز و منحۃ الخالق و طحطاوی علی الدر المختار و رد المحتار میں ناشدین علٰی ما فی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوائت و جامع الرموز و برجندی شروح نقایہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدایہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشی درر و غرر انھوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق اسی پر امام اجل ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایۃ لعبد العلی اسی طرح علامہ مدقق علائی نے در منتقی شرح ملتقی اور علامہ شریف ابو السعود ازہری نے شرح نور الایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسید احمد المصری یہی تبیین المحارم علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل و بل الغلیل للعلامۃ الشامی یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع و اصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر حیث قال اعلم ان المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا و اصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع عنہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالوا ولو لم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاٰخر وھکذا حتی یتم اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اسے متون و شروح و حواشی کی طرف نسبت کیا حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا و شروحا و حواشی ان الذی یتولی ذلک انما ھو الولی وان المراد بالولی من لہ ولایۃ التصرف فی مالہ بوصایتہ او وراثتہ وان المیت لو لم یملک شیئا یفعل لہ ذلک الوارث من مالہ ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر او یستقرض لیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اسی طریقہ دور کے طریقہ دین کا اصلاً پتہ نہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں وجزاہم کہ دوری میں ہے ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع و یعطیہ المسکین ثم یتصدق بہ المسکین علی الوارث ثم الوارث الی المسکین ثم و ثم حتی یتم لکل صلاۃ نصف صاع کما ذکرنا بعینہ اسی طرح نیم صاع بحر الرائق و خلاصہ و ہندیہ و طحطاوی علی نور الایضاح و ابی السعود علی مسکین و ملتقط و برجندی و در مختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی بارہ برس نکال کر ساٹھ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ نہ رکھئے جس طرح

کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن دن سے زائد نہیں ہوتا ھذا العرفی الماخوذ بالاھلۃ اما الحقیقی فیکون اقل منھا بساعات کما فصل فی محلہ اقول وکذا لاحاجۃ بنا الی اخذ السنۃ شمسیۃ ثلثمائۃ وخمسۃ وستین یوما کما فعل فی احکام الجنائز قائلا ینبغی ان تحسب فدیۃ الصلوۃ بالسنۃ الشمسیۃ اخذا بالاحتیاط من غیر اعتبار ربع الیوم اھ فان سنی العمر اذا حسبت بالقمریات علمنا قطعا ان الایام لاتزید علی ماتحسب والمقطوع بہ لایحتاج الی الاحتیاط فان قیل لعلھم اخذوا الزائد لیقع عما لم یؤد عنہ من الصلوات التی عسی ان یکون المیت فرط فیھا قلت قالوا بعد ذلک ثم یحسب سن المیت فیطرح منہ اثنتا عشرۃ سنۃ لمدۃ بلوغہ ان کان المیت ذکرا وتسع سنین ان کانت انثی الخ کما فی احکام الجنائز ایضا فاذا القوا علی جمیع العمر فماذا عسی ان یکون شاذا یحتاط لہ تو یہی تین سو پچپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوئے۔ اور تیس فدیے ۳۰ فدیے رمضان مبارک کے ملاکر دو ہزار ایک سو ساٹھ (۲۱۶۰) ہوئے انھیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو ہوتے ہیں اتنی بار وارث وفقیر میں تصدق وہبہ کی الٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو یہ صرف صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزار روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں۔ (۴) قربانیاں اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ قربانیوں کے لیے چار سو اسّی دور ہوں (۵) قسموں کے کفارے ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدہ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا کرنا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح کما فی التاتارخانیۃ (۷) صدقات فطر اپنے اور اپنے عیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ علی ماذکر بعضھا فی ردالمحتار وذکر کثیرا فی شفاء العلیل و فصل جلھا فی منۃ الجلیل فراجعھا ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطۃ کلیۃ ان کل ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطر والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اھ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوۃ کالصوم ویؤدی عن کل وتر نصف صاع وسائر حقوقہ تعالٰی کذلک مالیا کان او بدنیا عبادۃ محضۃ او فیہ معنی المؤنۃ کصدقۃ الفطر او عکسہ کالعشر او مؤنۃ محضۃ کالنفقات او فیہ معنی العقوبۃ کالکفارات اھ ان کے لیے کوئی حد معیّن نہیں کرسکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ برأت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اس کے اور اس کی سات پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے کفارے مطالبے مواخذے دو حرف کہنے میں معاً ادا ہوسکتے ہیں تو اول تا آخر

تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دَین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دَین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اُسے فدیہ میں دیدے دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں شے کرکے پھر واپس کرلے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے حیث قال وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر کانہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا اب اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتہ کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی **فائدہ** علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک شخص کامل کی نماز ادا ہو، احکام الجنائز میں چار ہزار بہتّر درہم سے دور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو ردالمحتار میں دور یک سالہ ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو وشیمل کل ذلک وماسواہ مافی منۃ الجلیل ومما تعارفہ الناس ونص علیہ اھل المذھب ان الواجب اذا کثر ادار صرۃ مشتملۃ نقودا وغیرھا کجواھر اوحلی اوساعۃ وبنوا الامر علی اعتبار القیمۃ اھ یہ سب اصطلاحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی القدور تخفیف دور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دور کی حاجت ہی نہ رہے گی کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ پھر وہ اموال قرض گرفتہ فدیہ میں دے کر شخص مبیع کی ثمن میں لے لے اور حسب مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول اُن کے ذکر سے عنان کشی ہوئی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ج س ۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں کما صرحوا بہ فی الزکاۃ وقال العلامۃ السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرۃ لنیۃ الدافع لا لعلم المدفوع الیہ اھ وفی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیۃ اھ وقد فصلناہ فی زکاۃ فتاوٰنا مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتلاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میّت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی نمازوں کے فدیہ میں دیا وہ کہے میں نے قبول کیا شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ انی ادفعک مالی کذا لفدیۃ صوم کذا لفلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ منحۃ الخالق شرح ہدیہ واحکام الجنائز میں ہے یقول لواحد من الفقراء ھکذا فلان بن فلان ویذکر اسمہ واسم ابیہ فاتتہ صلوات سنۃ ھذہ فدیتھا من مالہ ملکتک ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکا لہ ثم یقول الفقیر ھکذا وانا قبلتھا وتملکتھا منک ؎

ظاہر کہ یہ سب ولایتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں کما علمت، فلا نظر لما یوھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال ویدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام ما یوجبہ دما او صدقۃ نصف صاع او دون ذلک فلابد من التعرض لاخراجہا بان یقال خذ ھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام اھ وانما الواجب التعرض فی النیۃ فالقول یعم النفسی فافھم واللّٰہ تعالٰی اعلم (ر ج منہ) متعدد فرق ہیں (۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اُس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دمِ واپسیں کھڑے ہو کر نہ ہو سکے بیٹھ کر پڑھے بیٹھ کر نہ ہو سکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے (۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے (۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا کہ اس میں صراحۃً نص وارد ہوئی ہے اگر فدیہ روزہ کی وصیت کرے اور فدیہ روزہ بے وصیت اور فدیہ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل (۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی فی تنویر الابصار والدر المختار لو مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ کالفطرۃ وکذا الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو فدی عن صلاتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم وفی رد المحتار اذا اوصی بفدیۃ الصوم یحکم بالجواز قطعا واذا لم یوص وتطوع الوارث فقال محمد فی الزیادات یجزیہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی وکذا علقہ بالمشیۃ فیما اذا اوصی بفدیۃ الصلاۃ فاذا لم یوص فالشبھۃ اقوی وفی التنویر والدر فدی لزوما عن المیت ولیہ بوصیتہ وان تبرع ولیہ جاز ان شاء اللّٰہ تعالٰی والشیخ الفانی یفدی وجوبا لو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اھ الکل بالالتقاط وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیۃ لانہ لو لم یامر لا یلزم الورثۃ شیئ کالزکاۃ ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعہ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام تو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے اُن میں فدیہ حیات وممات یکساں ہے واللّٰہ تعالٰی اعلم (ر ج منہ) نہ کنز میں ہے الشیخ الفانی ہو یفدی فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب کما رد المحتار وغیرہ من الاسفار واللّٰہ تعالٰی اعلم (ر ج س ۱۲) نہ۔ فی البحر الرائق الولی لایصوم عنہ ولا یصلی لحدیث النسائی[1] لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۰ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اُس کو کیا کرنا چاہئے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

[1] ای فی سننہ الکبری عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما

الجواب

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے گا اور کریں گے تو مرجائیں گے بیمار پڑجائیں گے پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالٰی ادا کرا دیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا، ۷۵ برس کی عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں ہاں ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ ستر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے ایک بات تو یہ ہوئی دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہوجائیں جاڑوں میں رکھ لیں چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انہیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں اگر قبل شفا موت آجائے تو اُس وقت کفارہ کی وصیت کردیں غرض یہ ہے کہ کفارہ اُس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں نہ لگاتار نہ متفرق اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے یا ساڑھے تین سیر جو ایک روپیہ بھر اوپر دے اسے اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۱۸۶

از مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی اشرف علی صاحب طالب العلم

ایک شخص نے انتقال کیا اور اُس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی اب اُس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہئے ہیں تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے۔ بیّنوا باللہ لا مکّل فتوجروا۔

الجواب

اُس کے وہی مستحق ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہوں نہ اُس کی اولاد نہ یہ اُن کی اولاد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۱ھ

مسئلہ ۱۸۷

از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اُس کی مقدار بحساب انگریزی اسّی تولہ کے سیر سے کیا ہے اُس سے مطلع فرمایا جاؤں فتوٰی رضویہ میں فتوٰی بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۹ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لگ گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گذشتہ کے اشتہار افطار وسحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوا دو سیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی بہر اس فتاوٰی کے مقدار صاع سے جو دو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہرحال مختلف رہتے ہیں

صرف بجائے اسی تو ذ سیر کے مقدار صدقہ فطر و فدیہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط

الجواب

صاع ہی دو سو ستر تولے ہے جس کا سکہ رائجہ ہند سے دو سو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے مگر احسن و احوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ ایک سو چوالیس روپے بھر جو آئیں اُس بھر گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے جو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اُس میں گیہوں بلاتکویم و تقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکادن روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسّی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: از گونڈہ محلہ بنی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئولہ حافظ محمد اسحٰق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں احکام شرعیہ مثل نماز روزہ وضو و غسل کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اُس کی حالت پر ہے اگر سَو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستّر برس میں بوجہ ضعف بنیہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہوجائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کردیا ہو اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اُس کے زوال کی امید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مکروہاتِ صوم

مسئلہ ۱۸۹: از بلگرام شریف محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام و کوئلہ و سپاری و گل وغیرہ کا بنتا ہے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور در بارہ مسواک کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز و حرام نہیں جبکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے درمختار میں ہے کرہ ذوق شیئ الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ بینوا توجروا۔ (۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جبکہ خواہش غالب ہو اور مذی نکلے تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا۔ (۲) عورت کی شرمگاہ دیکھنا روزے کو توڑے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو اور نرا پاس لیٹنا جس میں بدن چھونا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو مکروہ بھی نہیں، رہا لپٹانا یا بوسہ لینا یا بدن چھونا ان میں اگر بسبب غلبہ شہوت فساد صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کرسکے گا اور معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہوجائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہوجائے گا تو یہ سب فعل مکروہ و ممنوع ہیں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں مگر مباشرت فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکر فرج کو مس کرے روزے میں مطلقاً مکروہ ہے اسی طرح سراج وہاج میں بوسہ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا، بوسہ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چبانا اور زبان چوسنا بدرجہ اولٰی مکروہ جبکہ عورت کا لعاب دہن جو اس کی زبان چوسنے سے اُس کے مونھ میں آئے تھوک دے اور اگر حلق میں اُتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا اور اگر قصداً بحالت لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا فی الدر المختار کرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ان لم یامن المفسد وان امن لاباس وفی رد المحتار جزم فی السراج بان القبلۃ الفاحشۃ بان یمضغ شفتیھا تکرہ علی الاطلاق ای سواء امن اولا قال فی النھر والمعانقۃ علی التفصیل فی المشھور وکذا المباشرۃ الفاحشۃ وکرھھا مطلقا وھو روایۃ الحسن قیل وھو الصحیح اھ واختار الکراھۃ فی الفتح وجزم بھا فی الولوالجیۃ بلا ذکر خلاف وھی ان یعانقھا وھما متجردان ویمس فرجہ فرجھا بل قال فی الذخیرۃ ان ھذا مکروہ بلا خلاف لانہ یفضی الی الجماع غالبا اھ وبہ علم ان روایۃ محمد بیان لما فی ظاھر الروایۃ وما مر عن النھر لیس مما ینبغی ثم رأیت فی التتارخانیۃ عن المحیط التصریح بما ذکرتہ من التوفیق بین الروایتین وانہ لافرق بینھما وللّٰہ الحمد اھ باختصار وفی الدر الظاھر انہ یفطر بوصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (۲) نہ۔ اگرچہ بار بار بتکرار دیکھے یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہوجائے ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے فی الدر المختار انزل بنظر ولو الی فرجھا مرارا لم یفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص ہے اُس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اُس نے رکھا مگر قصداً بوقت ظہر کے

اُس نے غسل نہ کیا وقت نماز ظہر کے غسل کیا کیا رُوزہ اُس کا رہا یا گیا۔

الجواب

روزہ ہوجائے گا اگرچہ شام تک نہ نہائے ہاں ترک نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از بانکی پور پٹنہ محلہ مرادپور مرسلہ علی حسن صاحب تاجر ۲۳ محرم شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ رُوزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں اور رُوزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو۔

الجواب

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذاب جہنم کا مستوجب ہوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں رب عزوجل فرماتا ہے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الٰی نسائکم آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع وتلبس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغۂ امر ارشادی ارشاد ہوا فالٰئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل اور اُسے بحال جنابت صبح کرنا اور تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے رُوزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرما دیا۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل ویصوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہوجاتی جب تک نہ نہاتے اُس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے صحیح مسلم و مؤطا مالک و سنن ابی داؤد و نسائی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو واقف علی الباب وانا اسمع یارسول اللہ انی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یارسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انی ارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت رُوزے کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا

برابری حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور فرمایا بے شک میں اُمید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔ اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے رُوزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں نہ یہ اُس میں داخل جس سے بچنا چاہئے اور پُر ظاہر کہ رُوزہ غیر متجزی ہے جو چیز اُس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے دن میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انھیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی رُوزہ کو کچھ مضر نہیں مراقی الفلاح میں ہے او اصبح جنبا ولو استمر علی حالتہ یوما او ایاما لقولہ تعالٰی فالئٰن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر الغسل بعدہ ضرورۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام واغتسل واصوم بحرالرائق میں ہے لو اصبح جنبا لا یضرہ کذا فی المحیط عالمگیریہ میں ہے ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اُس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحال جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی یہاں تک کہ اگر نماز بحال جنابت ہوسکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلماً مارنے سے مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفس صوم میں کوئی نقص آگیا گناہ کے سبب رُوزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہب فاسد ہے اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اُس کے ثواب میں کمی ہاں ظلمت گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا درمختار میں ہے قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبہ یثاب علی قرأتہ لمن یصلی ویعصی الطحطاوی اور ردالمحتار میں ہے یثاب علی قرأتہ وان کان یأثم بترک العمل فالثواب من جہۃ والاثم من اخری بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا عالم کو بنگاہ تعظیم دیکھنا ماں باپ کو بنظر محبت دیکھنا عالم سے مصافحہ کرنا یہ سب عبادات بدنیہ ہیں اور سب بحال جنابت بھی روا ہیں حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس من العبادۃ قلۃ الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارقطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبۃ والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی

درجہ العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا ابا ھریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ یا ابا ھریرۃ ان المومن لا ینجس اور افضل واعلٰی تمام عبادات بدنیہ ہیں جن کے لیے طہارت صغرٰی نہ کبرٰی کچھ شرط نہیں ذکر الٰہی ہے اور دعا کہ اس کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصل جملہ عبادات ہے قال تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا مغز عبادت ہے رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ جنب کو بہ نیت دعا وثنا الحمد وآیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشھورۃ وفی الکتب مزبورۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴ ۲۶ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا دوسرے نے اُس سے کہا جمعہ عید المومنین ہے روزہ رکھنا اس دن میں مکروہ ہے اور باصرار بعد دوپہر کے روزہ تڑوا دیا اور کتاب سر القلوب میں مکروہ ہونا لکھا ہے دکھلا دیا ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں اور تڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ بالتخصیص چاہیے مکروہ ہے مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہو اور اگر خاص بہ نیت تخصیص نہ تھی تو اصلاً کراہت بھی نہیں اُس دوسرے شخص کو اگر نیت مکروہہ پر اطلاع نہ تھی جب تو اعتراض ہی سرے سے حماقت ہوا اور روزہ تڑوا دینا شرع پر سخت جرأت اور اگر اطلاع بھی ہوئی جب بھی مسئلہ بتادینا کافی تھا نہ کہ روزہ تڑوانا اور وہ بھی بعد دوپہر کے جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے توڑنے والے پر قضا لازم ہے کفارہ اصلاً نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

سحر و افطار کا بیان

مسئلہ ۱۹۵: از پنڈ رارو ڈ ضلع بلاسپور ملک متوسط مرسلہ منشی عتیق احمد صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) الئٰن باشروھن ۔ کلوا واشربوا حتی ۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل ۔ و لاتباشروھن وانتم ۔ ان چاروں اوامر شروط ونہی ظاہر آیہ آخر سے آیہ کریمہ تلک حدود اللّٰہ فلاتقربوھا متعلق ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو جمع کا صیغہ کیوں فرمایا گیا اگر صرف نہی آخر سے متعلق ہے تو حدود اللّٰہ کس طرح ایک پر عائد ہو (۲) آیا جیسے کہ الخیط الابیض من الخیط الاسود میں بعض صحابہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم نے تاگے حقیقی کو سمجھا تو من الفجر نازل ہوا تلک حدود اللّٰہ کا نزول بھی کیا اسی طرح ہوا ہے جبکہ بعض نے سفیدہ صبح تک کھایا ہو جس سے اندیشہ روزے میں خلل ہونے کے باعث ان احکام اربعہ کے بعد تلک حدود اللّٰہ نازل ہوئی ہو یا یہ آیت نازل ہونے پر بھی صبح ظاہر ہونے تک کھانے کا معمول برابر جاری رہا عموماً ہر ایک سحری کھاتا رہا (۳) حضور سرور عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اس حالت میں کہ آخر وقت ہی اس کو ملا ہو تب ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے معالم میں ہے تلک حدود اللّٰہ یعنی تلک الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف بیضاوی میں ہے ای الاحکام التی ذکرت واللّٰہ تعالٰی اعلم (۲) اس آیت کا نزول من الفجر کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب ومسنون ہے احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعجیل افطار وتاخیر سحور کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی مگر تعجیل افطار کے معنی یہ ہیں کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہوجائے فوراً افطار کرلے وہم ووسوسہ کو دخل نہ دے نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام ومفسد صوم ہے اور تاخیر سحری کے یہ ہیں کہ اس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالت شک روزہ جاتا رہتا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا رات میں طلوع فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوع شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو ولہذا ارشاد فرمایا حتی یتبین لکم الخیط الابیض یہاں تک کہ سفید ڈورا تمہارے لیے خوب ظاہر ہوجائے اور افطار میں غروب شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالت شک میں بھی وہی یقین حاصل اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اس وقت روزہ کھونا دن میں کھونا ٹھہرے گا زمانہ صحابہ کرام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم سے اب تک انہیں قواعد پر عمل رہا ہے (۳) تاخیر سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب ومسنون ہے صرف اسی حالت کی خصوصیت نہیں کہ اخیری وقت آنکھ کھلی ہو عادت مستمرہ حضور سرور عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی تاخیر تھی ہاں حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہوسکتا حضور صاحب وحی صاحب علمہ علم الاولین والاخرین

وصاحب علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ہیں اوقات حقیقیہ جن میں حد مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے اُن کا اختیار حقیقی طاقت بشری سے خارج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس پر مطلع تھے وہذا احیانا ایسی تاخیر واقع ہوتی کہ دوسرا اُس پر قادر نہیں ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیت پڑھ لے نمازِ صبح شروع فرمادی ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں ہمارے لیے وہی حکم ہے جو جواب سوال ثانی میں مذکور ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: از شہر کہنہ بریلی ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کیے جائیں جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کرے آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ قاعدہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں آٹھواں نواں یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریبًا رہتا ہے اُس وقت صبح ہوتی ہے ہم رؤس بروج کے لیے بریلی اور اُس کے موافق العرض شہروں میں ایک تقریبی نقشہ دیتے ہیں جس سے اس اجمال کی تفصیل ظاہر ہوگی۔ افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اُسی کے انطباق مرکز جانب شرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کنارہ آخرین شمس جانب غرب سے اُسی افق سے ارتفاع کنارۂ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کیے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور سے تجاوز کنارۂ آخریں شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کہ دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنٰی ہیں۔ یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اُسے تفصیل بھی بتائی جاسکتی ہے و باللہ التوفیق وللہ الحمد والمنۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

تاریخ شمسی	برج	نصف شب نجومی		نصف شب عرفی		نصف صبح		نصف شب شرعی		مجموع شب	منٹ صبح	نسبت صبح بشب	تخمینہ نسبت
		گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ				
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۰	۱۱	۵۴	۱	۲۰	۱۰	۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصہ
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۱۱	۵۴	۱	۲۴	۹	۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۱۰	۶	۱	۳۶	۸	۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۱۰	۱۱	۵۲	۱	۲۳	۹	۳۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ

۲۳ ستمبر	میزان	۱۲ ۰	۱۱ ۵۲	۱ ۱۹	۱۰ ۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۲	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	اُنیس حصوں سے دو حصے
۲۲ نومبر	قوس	۱۳ ۳۲	۱۲ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳ ۴۸	۱۳ ۴۰	۱ ۲۵	۱۲ ۱۵	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصہ
۲۲ جنوری	دلو	۱۳ ۳۲	۱۳ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۱ فروری	حوت	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۲	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	اُنیس حصوں سے دو حصے

عہ: [illegible]

ان بیانوں سے واضح ہوا کہ راس السرطان کی صبح جس طرح تمام سال میں سب صبحوں سے باعتبار نسبت بڑی ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا بڑا حصہ نہیں ہوتی یونہی وہ مقدار میں بھی جمیع صبحوں سے زائد ہے کہ اتنی مدت کوئی صبح نہیں پاتی مگر اس کے خلاف راس الجدی کی صبح باآنکہ نسبت میں تمام صبحوں سے کم ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا چھوٹا حصہ نہیں ہوتی لیکن وہ مقدار میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب سے زائد مقدار کی فجر ہے سال میں سب سے چھوٹی فجر فجر اعتدالین ہے مگر وہ نسبت میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب نسبتوں سے زائد ہے نیز روشن ہوا کہ صبح کا اپنی مقدار چھوٹی بڑی ہونے میں مطلقاً تابع روز ہونا کہ جتنا دن گھٹے صبح چھوٹی ہوتی جائے اور جتنا بڑھے ترقی پائے یا مطلقاً تابع شب ہونا

مختصر جدول یہ ہے۔

تاریخ	برج	نسبت صبح وشب عرفی	برج	تاریخ
۲۲ جون	سرطان	چھٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲ جون
۲۳ جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲ مئی
۲۴ اگست	سنبلہ	آٹھواں حصہ	ثور	۲۱ اپریل
۲۴ ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰ مارچ
۲۴ اکتوبر	عقرب	نواں حصہ قدرے کم	حوت	۲۰ فروری
۲۳ نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱ جنوری
۲۲ دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس سے بھی کچھ کم	جدی	۲۲ دسمبر

کہ ہمیشہ اُس کی کمی فزونی رات کی کاہش و بیشی پر ہے جیسا کہ آجکل کے ناواقف محاسبوں میں کسی نے اُسے نہار کسی نے لیل کا ٹکڑا سمجھ کر گمان کیا ہے محض غلط ہے بلکہ صبح اپنی کمی بیشی میں میل شمسی کی تابع ہے اعتدالین پر کہ میل منتفی ہوتا ہے صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلابین پر اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے پھر جس قدر میل گھٹتا ہے صبح چھوٹی ہوتی جاتی ہے حتی کہ اعتدالین پر پھر اپنی انقص مقادیر پر آتی ہے اور انقلاب قطب ظاہر کے اعظم مقادیر انقلاب قطب خفی کے اعظم مقادیر سے بھی اعظم ہوتی ہے یا عام فہمی کے لیے یوں کہیے کہ صبح ہر دو نصف شمالی و جنوبی میں بڑے کی تابع

ہے نصف شمالی میں دن رات سے بڑا ہوتا ہے صبح اُس کی زیادت وقلت کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے اور نصف جنوبی میں رات دن سے بڑی ہوتی ہے صبح افزائش وکاہش میں اُس کے ساتھ چلتی ہے راس اکمل پر اپنی اقل مقدار تک پہنچ کر دن کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی جب انقلاب صیفی میں دن اپنی نہایت زیادت پر آیا صبح بھی غایت ازدیاد پر پہنچی پھر دن گھٹنا شروع ہوا صبح بھی اُنھیں قدموں برجعت قہقری کرتی ہوئی گھٹتی چلی یہاں تک کہ اعتدال خریفی پر پھر اُسی اقل مقادیر پر آگئی اب رات کے ساتھ فزونی کرنے لگی جب انقلاب شتوی نے شب یلدا دکھائی صبح بھی اس نصف میں اپنی اعظم مقادیر پر آئی آگے رات کم ہوتی چلی صبح بھی بدستور اُلٹے پاؤں کمی پر پلٹی حتی کہ اعتدال ربیعی پر پھر انقص مقدار ہوئی وھکذا الی ماشاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — از شاہجہانپور محلہ جگدیل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مرسلہ محمد فضل اللہ خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

ہدایۃ الجنان باحکام رمضان ۱۳۲۴ھ

بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار وسحری رمضان المبارک ودیگر چند مسائل روزے کے جواور پرنقشہ اور پشت پرنقشہ لکھے ہیں شائع کرکے تقسیم کرائے ہیں جو کہ شاہجہانپور میں سال گزشتہ میں بابت چاند عید اضحی نزاع ہوچکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا بابت افطار وسحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خاں صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ سے اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری کے اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جو کہ اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہورہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چار بج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اُس پر اُس نے روزہ توڑ ڈالا جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک کے اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہوں اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اُس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب رقام فرمادیجئے اگر نقشہ غلط ہو تو بالفعل اسی کا حکم فرمادیجئے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم ومکرم مولوی ریاست علی خاں صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیجو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کرادیا جائے فقط

الجواب

بعد مراسم سنت ملتمس بعد سوال جواب واجب در وقت جواب اظہار صواب لازم اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اُس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ ساز مولوی مسیح الدین خاں کاکوروی وغیرہ بناگئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے یوہیں مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیج بہادر خانی کی جداول تعدیل

النہار سے کام لیا سحری کو تو اُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں پھر جسے وہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جداول کی کیا حاجت۔ فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسیہ پر نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الٰہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالٰی براہین وعیان کو مطابق کردیا میرا نقشہ بفضلہ تعالٰی جزاف نہیں ہوتا جو ہیأت وہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وہ اُسے مشاہدہ سے موافق پائے گا میرے نقشوں میں بریلی کی سحری وافطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم بیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اُتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو، دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ بنے ہوں تو صرف اس قدر فرق کرسکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد یا ایک منٹ کی تحتانی کسروں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مسالمت سے کام لیا وبس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے شاہجہانپور بریلی بدایوں پیلی بھیت دہلی رامپور لکھنؤ مرادآباد کے وقت یہاں اور شاہجہاں پور والے دونوں نقشوں میں دیے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں ۲۰ - ۲۲ منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا اگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہوئی کہ ابتدا میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلا نشان نہ رہا کنارے ہی پر آ لگا بلکہ تدقیق کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہانپور کے وقت بطور خود تجویز کرکے باقی شہروں کے لیے صرف اُن کا تفاوت طول جو اُن کے خیال میں تھا گھٹا بڑھا لیا حالانکہ تبدل اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلا نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع وغروب صبح وعشا میں گھنٹوں کا فرق پڑجاتا ہے شاہجہاں پور وپیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۱۲ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں اُن سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اُس کا تھوڑا بھی بہت ہے مثلاً شاہجہاں پور میں احتیاطی منٹ گھٹتے گھٹتے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا ہے خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے شاہجہاں پور میں جس نے ۴ بج کر ۴۰ منٹ تک سحری کھائی اُس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا وہ عورت روزہ توڑنے سے سخت گنہگار ہوئی اُس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد، دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ جسے بے علم فتوٰی دیا گیا اُس کا وبال فتوٰی دینے والے پر اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو! یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا کیسا کچھ پر دین ہے قواعد وبراہین ہیأت وہندسہ بالائے طاق سہی وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے افسوس کہ ہزاروں آدمی حتی کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق وکاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتاسکتے اور اس پر کتب ہیأت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انھیں

اور دھوکے میں ملا لاہے سچ فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتدا میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الٰہی دونوں صبحیں حسب نگاہ میں سچ جاتی ہیں کہ بہ نگاہ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کردینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں **فاقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً** صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر یعنی پھیلی ہوئی فرمایا ہے ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈوڑے کی شکل باریک سفیدی ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہوئی اور صبح صادق ہوگئی یہ محض غلط وہم ہے رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈورا کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً تو سپیدی پھیلی ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملاکر ہاتھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً اُفق میں پھیلنے والی سپیدی صبح صادق ہے **ثانیاً** بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے تو یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے کہ صبح ہوگئی مگر افق اُس کی تکذیب کرتی ہے لہٰذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں اس کے معنی بعض علما[1] زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جاکر اُس کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروب آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اُس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اُس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اُس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے **ثالثاً** بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے اُس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی ۱۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریباً ۱۸ درجے کے رہ جاتا ہے اُس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس ۳۳ درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا **رابعاً** عوام صبح کا طلوع ہونا سنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے کہ شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بنا پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہوچکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی اُن کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت دیکھی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت غبار ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی اور اس کے نیچے تمام کنارۂ آسمان تاریک ہوگا اسی کو تو یعقبہ ظلمۃ کہا گیا اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں کہیں کہ نظر کو واقع ضرور ہے

[1] یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری ۱۲

کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارہ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوئی نہ ہو افق میں بخارات کا اثر دحام اور خطوط نظر کا صدہا میل بخار وغیرہ کثافات کو طے کرکے افق تک جانا آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کرکے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آسکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر ہی چمکے گی جہاں نظر سے قرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے **خامسًا** بعض کتب میں واقع ہوا کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے اسے لوگ ہر موسم میں وہر مقام کے لیے عام سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقینًا صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاوی میں لکھی ہے اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے اب ہم بتوفیق اللہ تعالٰی صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالٰی بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے (۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب شرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اُس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح میں کرہ بخار رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر



یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے (۲) جوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے پہلے افق سے بہت اونچی چمکی تھی اور نیچے دور تک اندھیرا تھا اب وہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اُس میں ملتی جاتی ہے یہاں تک کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اُسی کی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر





(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دور تک ایک خفیف بھوراپن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معًا نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر



اب یہ وہ وقت ہے کہ صبح صادق اپنے رخ روشن سے نقاب اُٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لیے تبیّن شرط ہے اور یہ متبیّن نہیں قال اللہ تعالٰی حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نماز عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے (۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہوجاتے ہیں اگرچہ اُن کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوبًا شمالًا اُس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے بعض نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے اور بعض نے



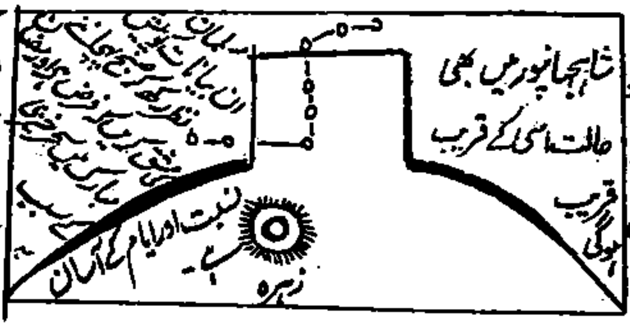
بلحاظ شرط استطارہ وانتشار اُسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے (۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آنًا فانًا جنوبًا شمالًا پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے




اس طور پر  یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ کچی سپیدی جیسی جیسی جنوب شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب وہ اُس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی اِن صورتوں پر



(۶) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھتی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب (۷) اب آفتاب اور زیادہ قریب افق آتا ہے یہ سپیدی سُرخی لاتی ہے پھر سنہرا پن پھر چکدار سپیدی اُس کے متصل طلوع آفتاب ہے۔ پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اُسے جانے دیجئے تو چوتھی شکل بھی اس رمضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد رمضانوں میں بریلی و شاہجہانپور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پارسال تک حال کی گھڑیوں سے نو منٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہوئی اور اخیر تاریخوں میں جو چاہے آزما کر دیکھے سوا پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چار بج کر ۴۵ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کروں آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنی ہے اس وضع پر ... یہ کاف آج کل پچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر



اوقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار اُن میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں مثلاً **اوّل** ہلال رمضان میں بحال ابر وغبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اُس مذہب معتمد و ظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلۂ ائمہ مثل امام شمس الائمہ حلوانی و امام برہان الدین فرغانی و امام بزازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اُس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اُس کا ظاہر حال صلاح ہے محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلال رمضان میں ثقہ و غیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی مجہول ہے آج کل ثقہ کی کیا بنی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل ہے۔ کافی امام حاکم شہید میں ہے تقبل شھادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان الشاھد او غیر عدل۔ درمختار میں ہے صححہ البزازی۔ فتح القدیر میں ہے وبہ اخذ الحلوانی۔ ردالمحتار میں ہے وکذا صححہ فی المعراج والتجنیس ومشی علیہ فی نور الایضاح وانہ ظاھر الروایۃ ایضا فالحاکم الشہید فی الکافی جمع کلام محمد فی کتبہ التی ھی ظاھر الروایۃ والمراد بغیر العدل المستور۔ **دوم** قبول شہادت کے لیے مطلقاً قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلاف مذہب

معتمد ہے رویت ہلال میں جب قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہوسکتا اوتنی تو قواعد شرعیہ میں آگئی اُس سے زائد جو قواعد اہل ہیئت نے دربارۂ ہلال اپنے ظنون وتخمینات سے گڑھے ہیں شرع نے اصلاً اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحۃً ارشاد فرمادیا انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر ھکذا وھکذا (الحدیث) درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول الموقتین ولوعدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ **اقول** یہ شرع مطہر عالم ماکان ومایکون کے ارشادات ہیں عالم امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیّرین ضرور اُس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۰ اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالاں کہ انھیں پر نازل ہوا کہ الشمس والقمر بحسبان ۰ بااین ہمہ اُس عالم حقائق عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رویت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص ونامنضبط متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں ولہذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور واختفا کے لیے فصل جداگانہ وضع کی رویت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اُس کے انضباط پر قادر نہ ہوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف وشرح زیج سلطانی وغیرہما سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتاسکے ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۰ کے مصداق رہے ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑتی ہے ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلااشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشۂ سحری وافطار میں ۲۹ دن کا ہمیشہ شائع ہوا بفضلہ تعالٰی ایسی صاف عام رویت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا کہ آج رویت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر بھیجوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی یہاں نقشوں میں تصریح کردی جاتی ہے کہ بربنائے قواعد علم ہیأت ہے شرع مطہر میں رویت پر [illegible] اگر رویت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا بالجملہ ایسے قواعد عقلیہ کیا قابل لحاظ ہوسکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ رد کی جائے وبہ ظھر الجواب عماذکر ھھنا الامام السبکی الشافعی ان الشہادۃ ظنیۃ والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالٰی ظن انہ کسائر حسابات الھیئۃ من الطلوع والغروب والتحویل والتقویم والخسوف ولیس کذٰلک بل ھو مثل حساب وقت الکسوف بدایۃ ونھایۃ بل ادون کما تبین فانہ یتم بعد تکرار الاعمال الطوال مرۃ بعد اخری بخلاف ھذا ومن جرب تجربتی عرف معرفتی لاجرم رد کل من جاء بعدہ من محققی الشافعیۃ ایضا وحققوا ان العبرۃ بالشھادۃ الشرعیۃ وان خالفت تلک القواعد العقلیۃ کما فصلہ فی ردالمحتار سوم رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رد کردینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اُس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کا رویت سے تفرد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہل شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر یا لوگوں نے تلاش ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی

شہادت ظاہر الروایہ مصحح معتمدہ منقحہ پر مقبول ہے درمختار میں ہے صحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین ردالمحتار میں ہے واعتمدہ فی الفتاوی الصغری ایضا وھو قول الطحاوی واشار الیہ الامام محمد فی کتاب الاستحسان قال فی النھایۃ اذا جاء من خارج المصر اوکان فی موضع مرتفع فانہ یقبل عندنا اھ فقولہ عندنا یدل علی انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد جزم بہ فی المحیط وعبر عن مقابلہ بقیل وفیہ التصریح بانہ ظاہر الروایۃ وھو کذلک ویظھرلی ان لامنافاۃ بینھما لان روایۃ اشتراط الجمع العظیم محمولۃ علی ما اذا کان الشاھد من المصر فی غیر مکان مرتفع فتکون الروایۃ الثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الروایۃ الاولی الخ اھ باختصار یہاں تین روایتیں ہیں اور تینوں مصححہ اور تینوں ظاہر الروایہ ہیں اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں اور فقہ میں بڑا کام یہی قول منقح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق **چہارم** جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علماء کو اختلاف شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مذہب مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشارہ کیا یعنی عید کرلی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلا قابل لحاظ نہ رہا تنویر الابصار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر ردالمحتار میں ہے ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ما صحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ اسی میں ہے ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیھا من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح ومعتمد کو ضعیف بتانا اور اس کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا الحکم بالمرجوح درمختار و تصحیح القدوری وغیرہما جہل وخرق اجماع ہے **پنجم** ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یوم شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیت رمضان اس کا روزہ رکھنا ممنوع۔ اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں معراج الدرایہ شرح ہدایہ ومجتبٰی شرح قدوری وجامع الرموزی شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلا یوم الشک نہیں اور درمختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بربنائے عدم اعتبار اختلاف مطالع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رویت ہوئی ہو ردالمحتار میں ہے القھستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیۃ ولم یرہ احد فلیس بیوم شک اھ ومثلہ فی المعراج عن المجتبی درمختار میں ہے ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ ای علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری شرح المجمع للعینی عن الزاھدی **اقول** تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض سے

سالم رہا اور اسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر و ازہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت میں ہے یہیں بحرالرائق میں ہے ھو استواء طرفی الادراك من النفی والاثبات اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رویت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے فان مجرد الرؤیۃ فی بلدۃ اخری لایلزمنا مالم تثبت بطریق شرعی وھو احتمال لاعن دلیل فلا یعارض الظن الحاصل من استقراء الحس الصحیح. فی المرأی الصریح فافھم **ششم** یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہیے سخت عجیب اور دونوں قول سے مخالف وغیر مصیب ہے ۳۰ شعبان کو جب رویت نہ ہو تو اُس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے اختلاف علت حکم میں ہے جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا اما علی مقابلہ فلیس بشك ولا یصام اصلا ردالمحتار میں ہے ولا یجوز صومہ ابتداء لا فرضا ولا نفلا اُسی میں ہے لانہ لا احتیاط فی صومہ للخواص بخلاف یوم الشك اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمختار میں ہے لایصام یوم الشك ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ الانفراد ویکرہ غیرہ **ہفتم** اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل کیونکہ بالضرور دنیا میں اُس روز چاند ہوا ہوگا اس بالضرور پر کیا دلیل خود ہی اشتہار میں درمختار و شرح مجمع عینی سے اتنا نقل کیا کہ لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری نہ کہ لوجوب وقوع الرؤیۃ فی مکان من الدنیا **ہشتم** اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلاف مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماع اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے **نہم** جب بالضرورۃ کہیں نہ کہیں رویت ہونی معلوم تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوت شرعی مثل شہادت و استفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رویت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کما نص علیہ فی الدرالمختار وسائر الاسفار محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوع رویت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہیے کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علمانے طریق موجب شرعی سے تقیید کیا اشتہاری فتوٰی دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **دہم** اب یہ تعلیل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی جب بالضرورۃ رویت معلوم تو جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے نزدیک یہ دن یوم الشک کدھر سے آیا بلکہ بالیقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی بلکہ فرض ہونا چاہیے کہ یقیناً رمضان ہے بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ضروری و لازم مان لینا معاذاللہ ائمہ کرام کو مخالف اجماع مسلمین و مخالف نصوص قاطعہ و مجانین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بددین یا مجنون ہاں احتمال کہیے پھر اگر ہوا تو یوم الشک ہوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں پھر جواز کدھر سے آیا **یازدہم** رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ

ومحدثین مذہب مجتہدین روایات فقہیہ قرار دینا محض غلط وتہمت ہے بلکہ اس کا عدم اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام ومجتہدین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور اسی پر جمہور اور یہی احوط واقوی من حیث الدلیل تو بوجوہ کثیرہ اسی پر عمل واجب اور اس سے عدول ہرگز جائز نہیں تنویر الابصار ودرمختار وبحرالرائق وفتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی رد المحتار میں ہے ھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ فتح القدیر میں ہے الاخذ بظاھر الروایۃ احوط بحرالرائق میں ہے الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین عقود الدریہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر فتاوٰی خیریہ میں ہے صرحوا بان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا قولا لہ بحر میں ہے ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ شامی میں ہے ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا اسی میں ہے العمل بما علیہ الفتوی تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول خلاف کو اشبہ کہہ دینا کیا شبہ ڈال سکتا یا کیا قابل التفات ہوسکتا ہے درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ **دوازدہم اقول** وباللہ التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جب پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے ارکان کسی کے متزلزل کیے متزلزل ہوجائیں رویت ہلال میں اختلاف مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا **اولاً** اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گنے کا فرق جواہر ولباب وغیرہما میں اسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے از آنجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا ⅝ ہے ۱۹٫۲ میل مسافت یکروزہ ہوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶ میل جس کے ۱۹۲ فرسخ ہوئے جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا غدوھا شھر ورواحھا شھر قال فانہ قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم الی اقلیم وبین کل منھما مسیرۃ شھر یہ دلیل جیسی ہے روشن ہے حالش مپرس وہذا ایقاظ الوسنان میں اسے نقل کرکے کہا فی دلالۃ القصۃ علی ذلک نظر رد المحتار میں فرمایا لایخفی ما فی ھذا الاستدلال تاج تبریزی نے کہا بہتّر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتوٰی بتایا ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولٰی کہا حیث قال فالاولی ای ما ذکرہ التاج من ان اختلاف المطالع لایمکن فی اقل من اربعۃ وعشرین فرسخا اولی لان الظاھر من قولہ لایمکن الخ انہ قدرہ بالقواعد الفلکیۃ ولا مانع من اعتبارھا ھھنا کاعتبارھا فی اوقات الصلٰوۃ تو کہاں چوبیس کہاں ایک سو بانوے پورے آٹھ گنے کا فرق ہے اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نور علم اس کے ساتھ نہیں ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا[۱] **ثانیاً** سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت جانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور ان کے امثال کثیرہ مثل خطہ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے

یا اُس سے بہت متفاوت نہیں یہ اختلاف معتبر ہو تو یوں ہیں کہ غربی شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل یزین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ یزین کو بلد غربی کی افق مغربی پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہوگیا مگر غربی میں شرقی کی رویت مطلقاً کیوں نامعتبر ہو خصوصاً جبکہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو، پر ظاہر کہ جب شرق میں بعد قابل رویت ہو چکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل وظہور ہو جائے گا اور جنوب و شمال میں ۲۴۰ فرسخ درکنار ۲۱۹ کا فصل بھی فاصل ہونا ضرور نہیں فرض کیجئے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خط استوا سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینے کی راہ سے کم فاصلہ ہوا اور دوسرا استرد درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہوا اس لیے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہولیا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم ۱/۳ گز اور میل ۱۷۶۰ گز تو ایک درجہ ارضیہ ۶۹۱۱۲۹ میل ہوا ازاں کہ ماہہ ۴۷۶ ۵ کو اس پر تقسیم کیے سے ۷۷،۳۰۳۰۸۲ ہوتے ہیں یعنی ۴۸ ۱۰ ۱۸ ۱۸ ۳۸ ۵۰ اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں اب فرض کیجئے کہ صورت مذکورہ میں خط استوا میں رویت ہلال ہوئی تو شہر البعد درکنار شہر وسطانی میں بھی رویت ضرور نہیں حالانکہ یک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے اس لیے کہ خط استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہو کر رویت کا معین ہوگا اُدھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دور ہو کر نور شفق کہ عائق رویت ہوتا جلد کم ہو جائے گا اُدھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے افق رہے گا اور یہ بھی موید رویت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں، وہی صورت میں فرض کیجئے کہ شہر البعد میں رویت ہوئی تو شہر وسطانی درکنار خط استوا میں بھی بدرجہ اولیٰ رویت ہوگی کہ مویدات رویت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو معلوم ہوا کہ جنوباً شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رویت لاتا ہے اور کبھی دو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اُس میں نص ہیں نہ تفاوت عرض معتبر ہو نہ تفاوت طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے یک ماہہ راہ یعنی آٹھ درجے اٹھارہ دقیقے ہو وہاں کی رویت یہاں کے لیے معتبر نہ ہوگی اور جس کا طول غربی اس سے کم تفاوت رکھتا ہے وہاں کی رویت معتبر ہو مگر یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلاف رویت لاتا ہے جیسا کہ بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اُس کا نظر سے اسقاط ناممکن تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیر زمین جا چکا ہو رویت و عدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہی غرض کوئی بھی ٹھیک نہیں آتی اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کر سکیں گے **ثالثاً** اس سب سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد آیا دو شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب ایک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رویت ہمیشہ ناممکن ہو یہ وہ اختلاف مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف

عہ اقول اور تدقیق ادق ہے ۹۰۴۴۶۴۰ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۳۹۶۳،۲۹۶ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۳۹۴۹،۷۷۹ پس نیم قطر معدل ۳۹۵۶،۵۴۲ پھر کمال تدقیق ادق سے قطر: محیط: ۲۶۵۹:۳،۱۴۱۵۹ لوغارثم ۰،۴۹۷۱۴۹۹ ولوغارثم معدل ۳،۵۹۷۳۱۵۰۹ مجموعہ ۴،۰۹۴۴۶۵۸ پھر نسبت القسائی نسبتاً ضعافی تو ۱۸۰ کے لوگارثم ۲،۲۵۵۲۷۲۵ کو اس سے تفریق کیا بلکہ ۱،۸۳۹۶۷۷۰ جمع کیا حاصل بقیہ

ایسا فصل کہ ایک میں رؤیت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رؤیت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے بالجملہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدم امکان چاہیے یا امکان عدم، اول تو یقیناً باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رؤیت، کو صرف نظر بفصل مسافت سے بلحاظ خصوص حال ہلال حال، دوسری جگہ محال کرتا ہو اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حد یک یہ راہ بتائی اور انھیں بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ہزار ہا بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھیے بدرجہ اولٰی ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورۃ ثانی ہی مقصود اور اب بالیقین راہ تحدید مسدود مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے ۲۴ فرسخ کا فاصلہ جس پر تاج تبریزی نے ادعا کیا کہ اس سے کم میں اختلاف ممکن نہیں اور علامہ شامی نے براہ تخمین ظن فرمایا کہ اُن کا یہ دعوٰی قواعد فلکیہ ہی پر مبنی ہوگا **اقول** ہرگز قواعد فلکیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتر مگر ایک درجے بلکہ اُس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رؤیت ممکن۔ دربارۂ ہلال کہ کب صالح رؤیت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولو کان من عند غیر اللّٰہ ہے مگر متاخرین اہل ہیئت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا وہ یہ ہے کہ نیرین میں بعد سوا ۱۰ درجے سے زائد ہو اور بعد معدل اس سے کم نہ ہو زیج سلطانی میں ہے اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ باشد و بعد سوا از دہ بیش تر باشد ہلال بتواں دید باریک" علامہ عبدالعلی برجندی شرح میں فرماتے ہیں تاہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود دمتعارف دریں زماں این است" اب فرض کیجیے کہ یہاں وقت غروب بعد سواء لحظ یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل رؤیت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رؤیت پر آیا بعد دس درجے سے زائد ہو گیا اور رؤیت ہو گئی اسی طرح ارتفاع قمر وغیرہ اختلاف کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم میں بھی اختلاف ممکن ہے اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے کہ حد اصلاً نہ باندھیے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال حال و محال استہلال پر نظر کیجیے یا مطلقاً کہہ دیجیے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو ثانی تو بالاجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم و اطلاق کے ہرگز قائل نہیں اور اول کی طرف راہ نہیں مگر انھیں حسابات دقیقہ طویلہ تقویم مرئی و عرض مرئی و انکسار افقی اختلاف منظر افقی و تعدیل الغروب و بعد معدل وغیرہا کے **ذرائع** سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سوا ظن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے مگر یہ وہی محاسبات ہیں جن کو شریعت مطہرہ دربارۂ ہلال یک لخت ساقط و باطل فرما چکی تو بحمد اللہ تعالٰی نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ برافگن

(بقیہ حاشیہ ۶۳۰) ۲۳ ۱۹ ۳۹ ۸ ۱۲ عدد ش ۶۹٫۰۵۴۷ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہوئے اور گز ۳۶ ۱۲۱۵ تو قدم ۳۶۴۰۹ ۳۶ بالفرض اول بھی وہی مطلب ثابت ہے کما لایخفی اب حاصل قسمت ۲۱۵۸ ۱۴۳ ۸ ہوگا یعنی ۸ درجے بیس دقیقے اٹھائیس ثانیے تئیس ثالثے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

کی طرح آشکار ہوا کہ اختلافِ مطالع معتبر ماننا ہی خلافِ تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤید بحدیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دور و سحیق تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان و شوال بلکہ کسی مہینے میں شرع مطہر اُس کی طرف اصلاً دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلٰی درجہ تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اُس کی ہوا بھی نہیں آتی ھکذا ینبغی التحقیق و ﷲ تعالٰی ولی التوفیق کیا انھیں نہ معلوم تھا اختلافِ مطالع ہوتا ہے ضرور معلوم تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کر لے جائے گا جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رد فرماچکے ہیں لاجرم صاف فرمادیا کہ اختلافِ مطالع اصلاً معتبر نہیں ان اللہ امدہ للرؤیتہ حق سبحانہ نے مدار رویت پر رکھا ہے اگر رویت ثبوت شرعی سے ثابت ہے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قرب ہو اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ دربارہ صلوات اختلافِ مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حساب طلوع و غروب و صبح و شفق و مثل اول و ثانی واضحات جلیلہ و منضبطات کلیہ ہیں بخلاف حسابات رویت ہلال کہ قدمائے اہل ہیئت نے اپنے بوتے کا روگ نہ پاکر سرے سے اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب و اختلاف کے بعد آخر علامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ بالجملہ ضبط آں بسبیل تحقیق معسر ست بلکہ متعذر اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یک ماہہ راہ پر اختلافِ مطالع کو بحسب قواعد مبرہنہ علم ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے اپنے فتاوٰی جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا محض قلت تدبر سے ناشی تھا نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلافِ مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رویت ہوسکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انھیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا محض باطل ہے یہاں ہرگز امکان و امتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع و امکان عدم کا کما اوضحنا سابقاً خود مولوی صاحب مذکور نے اُسی فتوے کے آخر میں ص ۳۱۱ پر حق کی طرف رجوع کرکے اختلافِ مطالع کے معنی یوں لکھے یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں یہ عبارت پھر بھی محتمل ہے جلد دوم ص ۱۴۷ پر صاف تر لکھا اگر دو شہروں میں اس قدر بعد مسافت ہے کہ اختلافِ مطالع ہوتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو اور ایک امام زیلعی کے اشبہ لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے محض دعوٰے ہے زیلعی صاحب نے سب نہیں نہ محدثین حنفیہ اُن میں منحصر ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلافِ مطالع ہے اور محدثی اگر محدثین و متاخرین ہی سے خاص ہے تو بالغ مرتبہ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں جو فرما چکے کہ ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے رہی حدیث کریب کہ اُنھوں نے ملک شام میں رمضان مبارک کا چاند شب جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آکر بیان کیا اُنھوں نے فرمایا ہم نے شب شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رویت و حکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس سے امام زیلعی نے استناد کیا اور اُس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافق حدیث بتایا

اقول حدیث مذکور واقعۃ عین لاعموم لھا بحال صفائے مطلع بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسی بنا پر تنہا نہ مانی ہو اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا تو زیا

ہے شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا الخ ردالمحتار میں ہے قولہ شہد وامن اطلاق الجمع علی ما فوق الواحد وفی بعض النسخ شہدا بضمیر التثنیۃ وھو اولی درمختار میں ہے یلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کمامرّ ردالمحتار میں ہے کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے لا فرمایا بلکہ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا فرماتے ہیں قد یقال ان الاشارۃ فی قولہ ھٰکذا الی نحو ما جری بینہ وبین ام الفضل وحینئذ لادلیل فیہ لان مثل ما وقع من کلامہ لو وقع لنا لم نحکم بہ لانہ لم یشہد علی شہادۃ غیرہ ولا علی حکم الحاکم فان قیل اخبارہ عن صوم معویۃ یتضمنہ لانہ الامام یجاب بانہ لم یات بلفظ الشہادۃ ولو سلم فہو واحد لایثبت بشہادتہ وجوب القضاء علی القاضی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم والاخذ بظاہر الروایۃ احوط اھ **اقول** لکن فی الحدیث قال انت رأیتہ قلت نعم والاخبار فی رمضان کاف فما ذکر الفقیر اولی مع ہذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق و مدینہ طیبہ میں کیما ہے راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود اُن کے بھی مخالف ہوگی کما لایخفی یہاں ایک امر یہ بھی قابل تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاوی میں تین جگہ عبارت تاتارخانیہ اھل بلدۃ اذا رأوا الہلال ھل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلف فیہ فبعضہم قالوا لایلزمہ فانما المعتبر فی حق اھل بلدۃ رؤیتہم وفی الخانیۃ لاعبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لاتختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا نقل کی اور ظاہر اخیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذہب اصحابنا فرمارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذہب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قدمنا نقولہ فیما سبق اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف ص ۱۹۲ ج ۲ پر لکھا نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست ص ۱۴۷ ج ۲ پر کہا جب کسی شہر میں ثابت ہوجائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان پر بھی موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بعد مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے لاجرم پھر غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا قال الامام الحلوانی الصحیح من مذہب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض فی بلدۃ اخری وتحقق یلزمہم حکم تلک البلدۃ مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرمایا اذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فی ظاہر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وبہ کان یفتی الفقیہ ابو اللیث وشمس الائمۃ الحلوانی وھو مختار صاحب التجرید والکافی وغیرہم من المشائخ خلاصہ وعالمگیریہ وغیرہما معتمدات میں فرمایا علیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوانی قال لو رأی اھل مغرب ھلال رمضان یجب الصوم

علی اھل المشرق دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتوی اسی پر ہے کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نامعتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وہی معتمد جمہور و قول کثیر ہے اُس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمدللہ مولوی لکھنوی صاحب نے اپنے فتاوی کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی ص۲۲ پر کہتے ہیں **سوال** رویت یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبر ست **جواب** اختلاف مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود اگر خبر رویت ہلال شتہر شود و انتشار پذیرد و درمختار می آرد و اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ در جامع رموزی آرد الصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری یہ وہی صحیح من مذہب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقاً مقام بعید کی شہادت مقبول مانی ص۴۲ و ۴۳ **سوال** گواہان بروز بست و نہم از رمضان گواہی دادند کہ ماہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشان مقبول خواہد شد یا نہ **جواب** اگر گواہان ہمانجا بودند و از اول رمضان ساکت ماندہ بست و نہم رمضان گواہی دادند مقبول نخواہد شد و اگر از سفر از مقام بعید می آیند شہادت مقبول خواہد شد کذا فی الخلاصۃ یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی ہے اُن کے فتاوی دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابر اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے الحمدللہ کہ آج اُس کا وقت آیا وللہ الحمد فی الاولی والاخری وصلی اللہ تعالی علی بدر تجلی من البطحاء وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی **سیزدہم** نیم صاع کہ گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس[۱۳۵] تولہ ہے انگریزی سیر سے کہ اسی[۸۰] روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤ کم دو سیر نہ ہوا بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی جلد ثانی کتاب الصوم میں مشرحاً بیان کیا ہے اور یہ فتوی تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پونے اڈیڑھ سیر فاحفظ ولا تزل **چہاردہم** جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا اُسے وقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتی الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہیے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقاً وجوب محتاج دلیل ہے **پانزدہم** کا غذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا نہ مرغوب طبع اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا یوہیں روزہ توڑنا عمداً حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ مابعد کو بھی شامل مگر اُس میں کفارہ نہیں نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے جبکہ نہ یہ صاحب عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہوجائے نہ توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو درمختار میں ہے ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض ردالمحتار میں ہے قولہ مسقط ای سماوی لا صنع لہ فیہ ولا فی سببہ رحمتی تو یہ اختیاری مطلق

احکام سب غلط ہیں **شانزدہم** کفارے میں شرعًا ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اُس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے یہ بھی نہ ہوسکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالٰی علیہ فی اٰیۃ الظہار غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب رکھنا صحیح نہیں یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے **ہفدہم** حلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اُس سے انزال نہ ہو درمختار میں ہے استمنی بہ ولم ینزل لم یفطر تو یہ اطلاق بھی غلط ہے **ہیجدہم** قصدًا قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں مونھ بھر کر ہو ردالمحتار میں ہے لافطر فی الکل علی الاصح الا فی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملاء مع التذکر شرح الملتقی **نوزدہم** مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقًا دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو درمختار میں ہے کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع ذٰلک منہ مرۃ بعد اخرٰی لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرًا لہ اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظہار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کر دیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کرکے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم اُنھیں بھی نہیں اتنا ہی فرمایا ہے ظاہرہ انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب الکفارۃ ولو حصل الفاصل بایام اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے اگر یہ مراد ہوتی تو مرۃ اخرٰی کہنا کافی تھا مرۃ بعد اخرٰی ظاہرًا بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم **بستم** حاملہ کو بھی مثل مرضعہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اُسی حالت میں ہے کہ اپنے یا بچے کے ضرر کا صحیح اندیشہ غلبہ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقًا جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا **بست و یکم** جب رکعات تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس پڑھیں یا اٹھارہ، تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تاصیل اور ان کے احکام کی تحقیق و تفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالًا اتنا گزارش کہ نہ مطلقًا اختلاف امام و قوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو رکعت پڑھنے کا حکم نہ مطلقًا تنہا تنہا پڑھنے کا حکم نہ یہ حکم مطلقًا امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص مثلًا مقتدیوں کو یقین ہے کہ بیس ہوگئیں اور امام کو شک یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلًا دو رکعت نہ پڑھیں گے نہ جماعت سے نہ تنہا کہ جب انھیں تراویح کامل ہوجانے کا یقین ہے تو اب اُنھیں امام کے شک یا یقین سے زیادت کا کیونکر حکم ہوسکتا ہے اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہوسکتا نہ کہ شک ردالمحتار میں ہے تیقن الامام بالنقص لزمہم الاعادۃ الا من تیقن منہم بالتمام فتح القدیر میں ہے لان یقینہ لایبطل بیقین غیرہ اور اگر مقتدیوں کو ۱۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس کا شک تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور بیقین مقتدیان کی اقتدا کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی درمختار میں ہے لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم فتح القدیر میں ہے فان اعاد الامام واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتداؤہم **بست و دوم** حافظ کہ ایک بار ختم کرچکا اب دوسری تاریخوں میں یا دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سنا ہے تو مذہب صحیح و معتمد پر اس کے عدم جواز کی اصلا کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض

تو ضرور تراویح کا امام ہوسکتا ہے اور جب امام تراویح ہوسکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے اور جب اس سے ممنوع
نہیں تو بلاشبہہ جو کچھ قرآن عظیم اس میں پڑھے گا وہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا پھر ثواب نہ ملنا یعنی چہ اور اس کی یہ تعلیل کہ وہ اب نفل
سناتا ہے اور مقتدی کا واجب سننا چاہتے ہیں اس سے زیادہ فاسد وعلیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنت ہی ہے اور
دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنت مؤکدہ نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنت در کنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض
ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانه فرد ماتیسر من القرآن
ولہذا اگر سورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع
کرے حالانکہ ضم سورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولی بھول کر جو سیدھا کھڑا ہوجائے
اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض
ہوا ولہذا اگر کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کرچکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہوجائے گی کہ فرض
کے لیے جو فرض چھوڑا گیا وہ جاتا رہا تو اس پر فرض تھا کہ دوبارہ رکوع کرتا ردالمحتار میں ہے فی الملتقی لوسھا عن السورۃ فرکع یرفض
الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحر انه اذا عاد وقرأ السورۃ صارت فرضا فقد عاد من فرض الی فرض
لان کل فرض طوله یقع فرضا اھ ملتقطا ایک بار ختم کرکے دوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف
امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ
نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہوگا روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتدا
بلاکراہت جائز مانتے ہیں صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیت امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں خانیہ میں فرمایا لوصلی
العشاء والتراویح والوتر فی منزله ثم ام قوما اخرین فی التراویح ونوی الامامة کرہ ولایکرہ للقوم ولو لم ینو الامامة و
شرع فی الرکوع واقتدی به الناس فی التراویح لم یکرہ لواحد منھما اور روایت مختارہ امام شمس الائمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز
ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی لان التراویح سنة مستقلة شرعت بوجه مخصوص فلا تتادی الابه اور یہی اصح ہے
اور اسی پر فتوی ہے عالمگیریہ میں محیط سے ہے الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز اسی میں جامع
المضمرات شرح قدوری سے ہے الفتوی علی ذلك جوہرہ نیرہ میں ہے لوصلی امام التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی
الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابونصر یجوز لاھل المسجدین واختار ابواللیث قول الاسکاف
وھو الصحیح نیز ہندیہ میں محیط سے ہے لوصلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبة او وترا او نافلة الاصح انه
لایصح الاقتداء به لانه مکروہ مخالف لعمل السلف مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی تراویح ادا نہ ہوں اداء
سنت ہے اور نماز نہ ہوتا اور بات ہے الاتری انه انما علل بالکراھة ومخالفة الماثور وھما لاینفیان الاقتداء و
لایفسدان الصلاۃ تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح ونفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے

اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انھیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں اور صورت اولیٰ میں تو اس کی طرف بھی اصلا راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ الروایات سے ناقل ہیں قال السغناقی اذا ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیر ھذا القوم لایخرج ھذا القوم الثانی عن السنۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار لہ نفلا فید رکون ثواب صلاۃ النفل لایدرکون ثواب صلوۃ التراویح ظاہر ہے کہ اس کا مبنی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہوجائے تو تراویح سنت نہیں رہتیں کما یفصح عنہ قولہ یدرکون ثواب صلاۃ النفل وقولہ لایدرکون ثواب صلاۃ التراویح اور یہ قول ضعیف ونامأخوذ ہے اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہوجائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہیں اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا عالمگیریہ میں ہے لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشر اوالحادی والعشرین لایترک التراویح فی بقیۃ الشھر لانھا سنۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ الاصح انہ یکرہ لہ الترک کذا فی السراج الوھاج تو اب اس سے عدول کا اختیار نہ رہا فتاوٰی خیریہ جلد اول میں فرمایا انت علی علم بانہ بعد التنصیص علی اصحیتہ لایعدل عنہ الی غیرہ اسی کی جلد ثانی میں فرمایا حیث ثبتت الاصح لایعدل عنہ خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا مفتی بہ ومختار محققین آنست کہ تراویح سنت علیحدہ است وختم سنت علیحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگرنیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود باوصف اس جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہرگز روانہ تھا اور اس سے بچنے کے لیے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ قول مفتی بہ پر اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیان ساقط خواہد شد چہ در سنت تراویح امام ومقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب اقتدا ضعف نماز امام را اگرچہ بیک رکن باشد مانع اقتدای نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکور است اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لابعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لواقتدی فی الاولیین اوالقرأۃ لواقتدی فی الاخریین انتہی دریں صورت باوجود یکہ امام ومقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ضعف یک جزو از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتدا دادہ شد پس بنا بر علیہ در صورت سوال ہم حکم بعد سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد وہمیں امر از عبارت سغناقی مفہوم می شود ہرگاہ در باب سقوط ختم وعدم سقوط آں اختلاف واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی را مع تراویح بر خود نذر کردہ گیرد وگوید ﷲ ان اختم القرآن فی صلاۃ التراویح تا ختم او واجب شود واقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانۃ الروایہ تفصیل آں مذکور است واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحئی عفا عنہ الصمد فاشطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر نہیں اولا سنن ونوافل میں اضعفیت مانع صحت بنا نہیں ہوسکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہوسکتی یونہیں کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز نہ ہوسکے کہ وہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے ثانیا یہاں کرکہ مقتدیوں کے ذمہ سے تراویح ساقط ہوجائیں گی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم تاکہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح

تناقض ہے **ثالثاً** عبارت سغناقی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بنا پر کہ امام ایکبار ختم کرچکا ہے مقتدیوں کے ذمہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنی صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہوچکا تراویح بھی ختم ہوگئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں ولہٰذا التصریح کی کہ ثواب نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے یہ مفاد اُس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد در البعا شرعیہ سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں ورنہ تراویح باجماعت وارد ہوئیں تو وجہ متوارث ماثور پر مقتصر ہوں گی اور وہ یونہی ہے کہ امام و مقتدی سب بہ نیت تراویح کرتے یہاں ضعف اقوی کو دخل نہیں ولہٰذا اوپر تصحیح گذری کہ تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی یونہی مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے کہ امام کا ایکبار ختم کیے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ متنفل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اس پر فتوائے فحول اور ایکبار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگراں سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں **خامساً** بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاوی سے منقول رجل امر قوما فی التراویح وختم فیہا ثم امر قوما اٰخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ھذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ مسلم نہیں صاحب کنز الفتاوی امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاوی وخزانۃ الفتاوی ہیں کشف الظنون میں انہیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا حیث قال کنز الفتاوی للشیخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوی الحنفی **سادساً** ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی سے قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا فرمانے والے ہیں مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید ولکن اللہ یفعل ما یرید والحمد للہ علی اراءۃ السبیل السدید واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم **بست وسوم** اگر وہ مسئلہ وتعلیل قبول کرلیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح مع جماعت و ختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار برآری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصل سے اضعف ہے تو اضعف پر اقوی کی بنا صحیح نہیں فتح اللہ المعین پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا کانت القوۃ ذاتیۃ فلو عرضت بالنذر کما ھنا فلا ومن ھنا قال فی شرح المنیۃ المنذور کالنفل اور ضعیف نہ بھی مانیے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بنا صحیح نہ ہوئی جیسے ناذر ناذر کی اقتدا نہیں کرسکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتدا نہیں کرسکتا حالانکہ فرض اقوی ہے تو سبب ہی کہ سبب جدا ہے درمختار میں ہے لا یصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان کلا منہما کمفترض فرضا اٰخر الا اذا نذر احدھما عین منذور الاٰخر للاتحاد اھ مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب عادت خود قاضی جگن ہندی کا والحق احق ان یتبع **بست وچہارم** تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت

سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا وقد حققناہ فی فتاوٰنا بما یکفی ویشفی درمختار میں ہے لو لم یصل التراویح بالامام یصلی الوتر معہ جامع الرموز میں ہے لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر ردالمحتار میں ہے اما لو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی اپنی خاص رائے مخالف بتائی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں در قنیہ از عین الائمہ و در تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی مرقوم کہ ہر کہ فرض باجماعت ادا نہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد و ہمچنیں در غنیہ وغیرہا مذکور ست لیکن کدامی وجہ قوی مستند بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود انتہی امام عین الائمہ کرابیسی و امام علی بن احمد و قنیہ و غنیہ و جامع الرموز و ردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی معلوم نمی شود پر عمل کی کوئی وجہ نہیں کما لایخفی **بست و پنجم** بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح و مختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو امامت بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ بہ ظہور آثار مثل احتلام و انزال خواہ بتمامی پانزدہ سال درمختار میں ہے لایصح اقتداء رجل بصبی مطلقا ولا فی نفل علی الاصح **بست و ششم** آیت سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فورًا واجب ہے اگر تین آیت کی تاخیر کی گنہگار ہوگا پھر اگر عمدًا سجدہ نہ کیا نہ معًا رکوع کردیا کہ سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہوجاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی کہ وہ سجدہ سہو ہے نہ سجدہ عمد اور اگر سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدہ سہو نہیں ہوسکتا کہ حرمت سے خروج جیسا مانع سجدہ تلاوت ہے یونہیں مانع سجدہ سہو۔ ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں کرے اور سجدہ سہو صرف اسی صورت سے خاص نہیں بلکہ اگر سجدہ تلاوت نماز میں کیا مگر سہوًا بتاخیر مثلًا دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدہ تلاوت چاہیے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدہ تلاوت نماز میں ادا ہوگیا درمختار میں ہے ھی علی التراخی ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منھا ویأثم بتاخیرھا ویقضیھا ما دام فی حرمۃ الصلاۃ ولو بعد السلام فتح ردالمحتار میں ہے قولہ ولو بعد السلام ای ناسیا ما دام فی المسجد اسی میں ہے لو اخر التلاوتیۃ عن موضعھا فان علیہ سجود السھو کما فی الخلاصۃ جازما بانہ لا اعتماد علی ما یخالفہ وصححہ فی الولوالجیۃ ایضا درمختار میں ہے سجود السھو یجب بترک واجب سہوا فلا سجود فی العمد قیل الا فی اربع ردالمحتار میں ہے اشار الی ضعفہ تبعا للنھر لایضاح مخالفۃ المشھور وقد ردہ العلامۃ قاسم بانہ لا یعلم لہ اصل فی الروایۃ ولا وجہ فی الدرایۃ **بست و ہفتم** دربارہ ہلال تار کی گواہی شرعًا محض باطل و نامعتبر وحققناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ نامعتبر شرعی کا درجہ اعتبار کو پہنچا کیونکر یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے باآنکہ جا بجا خود بے اعتباری تار کی تصریح کی جلد اول ص۲۳۵ اس باب (یعنی رویت ہلال) میں صرف خبر تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی کی تحریر نہ پہنچے قاعدہ الخط یشبہ الخط کا مشہور ہے ایضا ص۲۴۰ بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ

در باب حکم صوم و افطار معتبر نہیں صـ۱۱ پر یہ لکھا واقعی در باب رویت ہلال شہرت اخبار معتبر ست اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آن جا رویت شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت اُس کی شہرت ہو جانے سے یہ تو مراد ہو نہیں ہوسکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہوگئی کہ فلاں جگہ سے تار آیا ہے تو اب وہی تار جس کی خبر شرعًا ناکافی اور بحسب ضوابط فقہیہ نامعتبر تھی معتبر ہوجائے گا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق فاجر شراب خوار زناکار کی خبر شہر میں اُڑجائے کہ وہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہیے کہ معتبر ہوجائے حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار کہ فاسق اہل شہادت ہے ولہذا اگر حاکم شرع اُس کی شہادت قبول کرلے حکم صحیح ہوجائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو نص علیہ فی الفتح والبحر والدر وغیرھا من الاسفار الغر اور تار تو اصلا اہلیت شہادت نہیں رکھتا ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ و شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے دربارہ رویت معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مخترعہ اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سر بازار پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا و کلا اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافر یا فاسق یا مجہول آکر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں مسلمان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تا حد استفاضہ پہنچے گی استغفر اللہ تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اُس سے کچھ حروف مصطلحہ سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے حزمی کے ساتھ ایک کاغذ پرلے کر چپراسی کے حوالے کیے حرکت دینے والے بھی خود رویت ہلال والے نہ تھے وہ وہاں کے بنگالی بابو یا ہندو یا نصاری وغیرہم تھے اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے ایک پرچے پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کرا کر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اُس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جھوٹ اُس کی طرف سے تار دلوایا ہے ایسے لغفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرلے تو قیامت ہے یہ تو تار کے مہملات ہیں زبانوں کی کہی ہوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی اڑائی ہوئی ہزار افواہ بازار ہرگز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایہ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سوا اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہوگئے اور کیا نتیجہ۔ یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اُس کے معنی معلوم کیجئے ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعدد دون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعۃ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع دیکھیے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعات آئیں اور سب یک زبان خبر دیں کہ وہاں

روٴیت ہوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہوں کان رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتیں نہ کہ اُن سے کسی حکم شرعی کا اثبات۔ انصاف کیجئے تو تار کی یہی حالت ہے شہر والے ہرگز یہ بھی نہیں بتاسکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی تار کے فارم کس نے لکھے تار بابو کو فارم دینے کون گیا وہاں کا تار بابو کون تھا یہاں کون ہے چپراسی کہ دے گیا کون تھا تو وہی رہا کہ لا یعلم من اشاعھا اور استفاضہ لغوی کے ساتھ دو تحقیق متحقق نہ ہوا کہ استفاضہ شرعی ہوتا اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانۂ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد و اتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آمد نہیں انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقرر میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اُس میں فرق نہ آئے گا کتب الیہ ملا تو اُسے پہنچا دیا جائے گا آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدت تک واپس دیا جائے گا۔ یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اُس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط سلط اُس کے نام سے دیتا ہے نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کرسکا یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا نہ اس کا انتظام ہے کہ تار دینے لینے پہنچانے والے عادل ثقہ متقی ہونا درکنار مسلمان ہی ہوں پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا باقی تفصیل فتاوائے فقیر میں ملاحظہ ہو اور ان تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عامۂ بلاد میں سرے سے وہ مبنی ہی مفقود ہے مبنی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادۃً حاکم شرع سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ و عید حکم حاکم اسلام ہی سے ہوا کرتے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا کہ اُس شہر میں حاکم شرع نے حکم دیا اور اُس کا حکم حجت شرعیہ ہے لہذا مقبول ہوگا جیسے دو گواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکم شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اُس نے حکم دیا۔ ردالمحتار میں ہے الاستفاضۃ لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا لان البلدۃ لاتخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلابد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور یہاں عامۂ بلاد میں نہ حاکم شرعی نہ لوگ پابند احکام شرعی پھر استفاضہ ہوا بھی تو کیا۔ وحسبنا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ **بست و ششم** مسئلہ اختلاف مطالع کی تحقیق اعلٰی وجہ انیق پر بحمد اللہ تعالٰی بیان ہوچکی جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں معتبر ہونے کے قابل نہیں مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ارشاد انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر ھکذا وھکذا الحدیث مطلقاً اُس کے ابطال و اہمال کو کافی و وافی کہ اس کی بنا پر ہر مہینے میں انھیں حسابات غیر منضبط پر ہے جن کو شرع مطہر یکسر ساقط النظر فرما چکی مگر دربارۂ ہلال اضحی علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو براہ بشریت ایک اشتباہ واقع ہوا اور انھیں گمان گزرا کہ یہاں اُس کا اعتبار چاہیے وہ خود بھی اسے مسئلہ مذہب نہیں بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی بنا دو بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شبہہ رہتا کہ شاید یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر الحمد للہ کہ اُن کے بیان نے امر واضح کردیا اُن دونوں امر میں علامہ شامی کی رائے سامی سے لغزش ہوئی ہے تو اُن کے اتباع کی طرف ہرگز سبیل نہیں امر اول یہ فرمایا کہ اختلاف مطالع صوم میں تو اس لیے نامعتبر ہوا تھا کہ حدیث نے اُسے مطلق رویت سے متعلق فرمایا تھا جب کہیں چاند

دیکھا گیا روئیت ہوگئی بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا تعلق وارد نہیں دوم یہ کہ کلام علماء سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے کہ دربارۂ حج اختلاف مطالع معتبر ہے تو اگر بعد وقوف گواہ گزریں کہ آج دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی ردالمحتار میں فرمایا لایعتبر اختلاف فیھا بل یجب العمل بالاسبق رؤیۃ وھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ تنبیہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخرٰی قبلھم بیوم وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم **اقول** دونوں صحیح نہیں الحمدللہ دربارۂ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم وافطار میں نبی شرع نے اُسے بھی مطلق روئیت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیسا اُن دونوں کو سنن ابی داؤد شریف میں امیر مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ روئیت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں روئیت نہ ہو اور دو گواہ عادل گواہی دیں تو اُن کی گواہی سے قربانی کرلیں امام دارقطنی نے فرمایا ھذا اسناد متصل صحیح اور حج میں ردِ شہادت نہ بربنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے کم فاصلہ کی روئیت گواہ بیان کریں تو مقبول ہو حالانکہ علماء مطلقاً رد فرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیسا کہ لباب وشرح لباب میں تصریح ہے یعنی ہزارہا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار واطراف زمین سے لاکھوں بندۂ خدا حج کے لیے حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقوف عرفہ کیا تھا حج نہ ہوا کتنا بڑا حرج عظیم ہے لاکھوں بندوں کے کروڑوں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں اب یا تو سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انھیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جاکر ویسے ہی کروڑوں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے اُن دونوں گواہوں کی تغلیط آسان تر ہے وقد قال اللہ تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج ولہذا وہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدارک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اختلاف مطالع کدھر رہا درمختار میں شھدوا بعد الوقوف بوقوفھم بعد وقتہ لا تقبل شھادتھم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشھود للحرج الشدید وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرھم والا لا نحو اسی ردالمحتار میں ہے لو شھدوا بعد الوقوف بوقوفھم قبل وقتہ قبلت شھادتھم بخلاف الشھادۃ بانھم وقفوا بعد یومہ فان التدارک غیر ممکن اصلا فلذا لم تقبل ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شان بشریت ہے کذلک یبین اللہ ایتہ فی الافاق وفی انفسکم لعلکم تذکرون ۔ **بست و نہم** چالیس روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں صحیح چھپن روپے

ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے فتاوی میں اُسے مفصل ذکر کیا **سیم** تاریخ ۲۱ و ۲۳ و ۲۵ و ۲۹ کو شب قدر بالاختلاف اور ۲۷ رمضان کو شب قدر بالاتفاق۔ فرمانے میں شاید اتفاق سے مراد قول جمہور ہو اگرچہ بالاختلاف سے اُس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دُو دُو شب قدر ہوں ایک دن کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲۷ کو قول متفق علیہ کے موافق۔ یوہیں اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر بعد ایام مبارک اگر انصاف و ہدایت مطلوب ہو تنبیہ کر دی جائیں گی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

درء القبح عن درک وقت الصبح

۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ

از بازار لال کُرتی کیمپ میرٹھ مرسلہ شیخ محمد احسان الحق حنفی قادری ۱۴ رمضان ۱۳۲۶ھ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ شریعت میں صبح صادق کا کوئی کلیہ قاعدہ ہے جس کے ذریعہ سے معلوم ہو جایا کرے کہ صبح صادق فلاں وقت ہوتی ہے اور آنکھوں سے دیکھنے کی کچھ ضرورت نہ رہے یا کوئی حساب اور کلّیہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے ہی پر منحصر ہے۔ اگر قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو مفتاح الصلاۃ میں جو بحوالہ خزانۃ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شریعت مطہرہ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوۃ و عدت وفات و طلاق و مدت حمل وایلاء و تاجیل عنین و منتہائے حیض و نفاس وغیرہ ذلک امور کے لیے یہ اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوع صبح و شمس و غروب شمس و شفق ونصف النہار و مثلین و بروز قمر و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رؤیت و مشاہدہ پر رکھا یعنی کوئی ایسا نہیں جو نفس مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا ہے اہل رؤیت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لیے اتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق حساب ہیأت و زیج کی تکلیف نہیں دی جاسکتی انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لیے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لیے حکیم رحیم عزجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرما دیں چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کرکے خواص و عوام سب اوقات مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کر سکیں کما قال تعالٰی وجعلنا اللیل والنہار اٰیتین فمحونا اٰیۃ اللیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئ فصلنٰہ تفصیلا

وقال تعالٰی یسئلونك عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج وقال تعالٰی کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پھران میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت ہی پر رہا وہ ہلال ہے کہ ان اللہ امدّ لرؤیتہ اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لیے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لیے باب وضع کیے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگرچہ بلحاظ درجات ارتفاع یا بعد سوا یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود اُن میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے اسی لیے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں اور سالانہ المناک میں ہر روز کے لیے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے وقول اولی التوقیت لیس بموجب اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے اُن کے بارہ میں ضوابط کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہوکر وقت کو قوانین علم ہیأت وزیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگاسکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے منٹ سکنڈ پر واقع ہوگا۔ واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدار کار شمس وقمر کی چال پر ہے اور اُن کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے قال تعالٰی الشمس والقمر بحسبان ۵ وقال تعالٰی ذٰلك تقدیر العزیز العلیم تو حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اُسے راہ نہ تھی وہ مکرر رؤیت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا مثلاً طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا اُفق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ اُن کے جاننے کے لیے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی شہر کا عرض اور جزء شمس کا میل معلوم ہونا ہی اُن کا وقت بتانے کے لیے کافی ووافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لیے بمد اول تعدیل النہار تیار کرلیتے ہیں مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو دقت نہ تھی مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزء دمرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کرسکتے تھے جس کی جدول المناک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات وہوار غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ہوار غلیظ پھر اُس کے بعد ہوار صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق

افق حقیقی پر آتے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب جب تک افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے
یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال وقتیں کو پیچ وتاب میں رکھا اور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی
وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو
عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار
اوسطاً ۳۳ دقیقہ فلکیہ ہے اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۳۳ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹ ثانیہ منہا کرکے باقی پر نصف
قطر شمس زائد کریں یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب اُفق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا جب قدر
انحطاط معلوم ہولی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیأت وزیج میں دیے ہوئے
ہیں راہ پائی اور یہیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکنڈ پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب
معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از
وقوع نہیں ہوسکتا مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی
حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد ومیل شمس سے اُس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کرکے
اُس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لیے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لیے وقت معلوم کرلیتے مگر یہاں بھی اُسی انکسار کا قدم درمیان
ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور حساب
سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسہ میں دی ہے اُس کے ملاحظہ سے پھر انھیں قوانین نے راہ
پائی۔ اور ہر روز کے لیے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت
آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب اُفق سے
کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے
تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجہ نیچے ہوتا ہے یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیأت دانوں پر مخفی رہا رجماً
بالغیب باتیں اُڑایا کیے صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے کسی نے سترہ درجہ کہا کسی نے اٹھارہ کسی نے اُنیس بتائے
اور مشہور ۱۸ ہے اور اسی پر شرح چغمینی نے مشی کی اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں اسے علامہ برجندی نے حاشیہ
چغمینی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ
بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں
اُس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیر اور ہم اوپر کہہ
آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رویت پر ہے اور رویت شاہد عدل ہے کہ
صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا اُنیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہوتا اور صادق وکاذب میں صرف تین

درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے بلکہ ۱۸ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہوجاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ بحسابات علم ہیأت سے آفتاب ہنوز ۳۳ درجے اُفق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی۔ صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اُس کی ابتدا کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸ ہی درجہ زیر اُفق پایا ہے اور صبح کاذب چونکہ جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اُس میں اور صبح صادق میں ۱۵ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجہ۔ الاجرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے البیاض لایذھب الا قریبا من ثلث اللیل یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل علیہ الحصر۔ اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات ۱۴ گھنٹے اور اُس بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ اِدھر جتنے حصّہ شب تک یہ سپیدی رہے گی اُدھر اتنا ہی حصّہ شب کا باقی رہے طلوع کرائے گی تو اس بیان پر بیاضی مشتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے۔ مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا یروی عن الخلیل انہ قال رأیت البیاض بمکۃ شرفہا اللہ تعالٰی لیلۃ فما ذھب الا بعد نصف اللیل ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض درانہ اور مکہ معظمہ میں اس کی صبح و شفق مستطیر ڈیڑھ گھنٹا بھی نہیں تو خلیل بن احمد عروضی کی رویت و روایت اگر صحیح ہے تو اُس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجے کا قول فاسد و مہجور ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا کما وقع عن الطرابلسی فی البرھان فعدل عن اتباع المحقق ابن الھمام مع شدۃ تابعیہ یہ محض خطا ہے امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے جو صبح صادق کی نظیر ہے وہ تو ان بلاد میں تہائی کیا چھٹائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیر پا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اُسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط والی بعض ھذا ونحو منہ اوما الی التبیین ثم اقول صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اُس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و درمختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کرآئی امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا اُن پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ اُن راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے اب اگر انحطاط صبح صادق ۱۵ درجے ہوتا تو سال کی سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی اُن کو وقت عشا ملتا ایک رات کبھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں۔ اُس پر دلیل سنیے

بلغار کا عرض شمالی ساڑھے اونچاس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالغ بیگی اور میل کل یعنی راس السرطان کا میل اُس زمانے میں ساڑھے تیئیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اُس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانسو برس ہوئے[1] کح ل مرتھی یعنی ساڑھے ۲۳ درجے سے، اثانیہ زیادہ تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو برس گزرے[2] اور بھی زائد ہوگا اور طوسی کا رصد مراغہ لیجیے تو وہ اپنی ہی زمانہ میں کح لہ کا رہا ہے یعنی ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے خیر اس کی نہ سنیے اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے تو بلحاظ تناسب کہ اب الحجہ الربیعی ۲۳ ° ۲۶ مع کسر خفیف ہے اُس وقت کا میل الحجہ بالربع رکھیے یعنی ۲۳ ° ۳۳ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل ۱۷ درجے ۵ دقیقے تھی یا تقریباً ۱۷ درجے کہیے اور انحطاط صبح ۱۵ درجے ہے تو قطعاً یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک اُفق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جبکہ انحطاط اس سے ترقی کرکے آدھی رات کو سترہ درجے تک پہنچا پھر آدھی رات ڈھلے اُس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵ درجے رہا اُس وقت صبح ہوئی اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا یقیناً اجماعاً وقت عشا تھا تو فوت عشا کیا معنے۔ اور اگر مقدار وقت جاننا چاہو تو عرض شمالی ۴۹ ° ۳۰ میل شمالی ۲۳ ° ۳۳ = ۲۵ ° ۵۷ + بعد سمتی مفروض ۱۰۵ = ۱۳۰ ° ۵۷ نصفہ ۶۵ ° ۲۸ ° ۳۰ جیبہ

۹٫۹۵۸۹۳۶۵ جیب اوّل ۱۰۵ - نصف مذکور ۳۹ ° ۳۱ ° ۳۰ جیبہ

۹٫۸۰۳۷۴۰۳ جیب دوم

۰٫۱۸۷۴۵۵۶ قاطع عرض پس ۴ ° ۴۳ ° ۱۰ شروع وقت عشا

۰٫۰۳۷۷۶۷۶ قاطع میل ۲۰ ۱۶ ۱۳ شروع وقت صبح

۹٫۹۸۷۸۹۹۶

یعنی رات کے دس بجکر ۴۳ منٹ چالیس سکنڈ پر مغرب ختم ہوگیا اور ایک بج کر سولہ منٹ بیس سکنڈ پر صبح شروع ہوئی تو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ وقت عشا رہا اور جب اس رات میں جس کا غایۃ الانحطاط خود غایۃ انحطاط یعنی نہایت قلت میں ہے اتنا طویل وقت ملا تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہوجائے گا ہاں جب صبح و شفق کا انحطاط ۱۸ درجے لیجیے تو ۴۹ ° ۳۰ + ۱۸ = ۶۷ ° ۳۰ باقی ۲۲ ° ۳۰ یا تمام العرض ۴۰ ° ۳۰ - غایت مفروضہ ۱۸ = ۲۲ ° ۳۰ یعنی جس جز کا میل شمالی ساڑھے بائیس درجے یا اُس سے زائد ہوگا اُس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط ۱۸ درجے یا اس سے بھی کم ہوگا جو ظہور بیاض کے لیے کافی ہے تو تمام رات میں ایک آن کو بھی اُفق مظلم ہوکر وقت عشا نہ آئے گا اور اب یہ فقط

---

[1] سید زیج سنہ ضمار لکھا ہے یعنی آٹھ سو اکتالیس ہجری [2] وفات امام ممدوح ۴۴۸ ہجری میں ہے یعنی ۴۴۸ یا ۵۲ یا ۵۶ میں ۱۲ منہ

[3] یعنی دائرہ نصف النہار جانب سمت القدم ۱۲ منہ

راس السرطان ہی پر نہیں بلکہ ۱۴ درجہ جوزا سے ۱۶ درجہ سرطان تک یہی حال رہے گا جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن بلکہ زائد ہوئی هکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن و مبین (۱) اصل مدار رویت ہے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ وحساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صحیح بتاسکتی تھی (۲) ہاں رویت نے وہ تجارب صحیحہ دیے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا۔ (۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رویت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع و عقل دونوں ساکت ہیں تو لاجرم جو قاعدہ رویت یا اس کے دیے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اُس پر مبنی تھا جب مبنی باطل یہ خود باطل یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انھیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت و قوانین عطیہ رویت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹: از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

طعام سحری کا جب وقت نہیں رہتا ہے تو در مسجد پر نقارہ بجایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے بعض ناجائز ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سحری کا نقارہ اجازت یا ممانعت جس اصطلاح معروف پر مقرر کیا جائے اجازت ہے کہیں ممانعت نہیں درمنتقی شرح الملتقی میں ہے ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبۃ ردالمحتار میں ہے ینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام تامل واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰: از کوہ الموڑہ رانی دھارہ مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

سحر و افطار کے نقشے عطاہوں صاحبزادہ نواب دولھا صاحب مانگتے ہیں ایک دو منٹ کا تفاوت دیکھ لیا جائے گا۔

الجواب

نقشے بھیجتا ہوں الموڑے اور بریلی میں ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی ۵ ہے یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت ۱/۲ ۱ ہے یعنی وقت بریلی سے سوا منٹ بعد لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا اور وہ فرق بتفاوت بلندی متفاوت ہوگا اگر وہ ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریبًا چار منٹ بعد ہوگا اور طلوع اُسی قدر پہلے لہذا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں ہوسکتا اگر کسی دن کے طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اُس سے حساب کرلوں کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ سید فردوس علی صاحب ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

بعد آداب تمنائے قدمبوسی گزارش ہے کہ رمضان شریف یوم شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر کو افطار روزہ ایک مسجد میں ریلوے ٹائم سے ساڑھے چھ بجے کیا گیا اور اسی ریلوے ٹائم سے پونے سات بجے روزہ افطار کیا جاتا تھا آپ مطلع فرمائیے کہ اس روز ریلوے ٹائم سے وقت پورا ہوگیا یا نہیں اور طلوع غروب سے اور ریلوے ٹائم سے کس قدر فرق ہے زیادہ حد ادب فقط

الجواب

سہاور میں جس کا عرض شمالی اگر کح ۲۸° مہ ۴۵ ' اور طول شرقی عح ۷۸° نج ۵۳ ' ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۱ء کو غروب آفتاب ریلوے کے صحیح وقت سے چھ بجکر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وہ گھڑی جس کے ساڑھے چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہوگیا کہ غروب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے اور اس سے پہلے جو پونے سات پر افطار کرتے تھے خلاف سنت تھا افطار میں اتنی تاخیر مکروہ ہے ریلوے وقت سہاور کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سکنڈ تیز ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲: از الہ آباد صدر بازار محمد حشمت اللہ صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور سب لوگ روزہ اس کی اذان سے افطار کرتے ہیں اور وہ دیر سے افطار کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آزمایا گیا ہے کہ تارا نکل آیا بلکہ اس کو تارا دکھا بھی دیا گیا تس پر بھی اس نے کہا کہ ابھی دو منٹ کی دیر ہے تو اس حالت میں کچھ روزہ میں نقص تو واقع نہیں ہوتا ہے اگر کوئی نقص واقع ہوتا ہے تو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

جب آفتاب تمام وکمال ڈوبنے پر یقین ہوجائے فوراً روزہ کی افطار سنت ہے حدیث میں فرمایا لا تزال امتی بخیر ما عجلوا الفطر واخروا السحور ہمیشہ میری امت خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب میں شک ہو وہ افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑجائے اور تارے کی سند نہیں بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں ہاں سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلاد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کر دیتا اور دو منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور بہت محرومی وبے برکتی ہے اُسے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہوجائے افطار کریں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳: از کوہ الموڑہ راتی دھارا مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب ۱۳۲۲ھ ماہ مبارک

بعد اظہار لئے سلام سنت الاسلام ولوازم آداب تسلیمات فدویانہ معروض خدمت فیض درجت آنکہ والانامہ گرامی بشرف صدور لایا مفخر وممتاز فرمایا کل اس کوٹھی کی بلندی دریافت کی گئی بلندی دریافت کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو سطح سمندر سے جس قدر بلند ہو وہ بتاتا ہے ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو کہ چھوٹی سی ڈبیہ کی طرح ہوتا ہے مثل گھڑی کے گول اس میں سوئی ہوتی ہے جو کہ بلندی کے نمبروں پر گشت کرتی ہے غرض وہ کل دیکھا گیا اس کے ذریعہ سے ذیل کی بلندی دریافت ہوئی پانچہزار پانچسو پچاس فٹ سطح آب سے بلندی ہے اس لیے صاحبزادہ نواب دولہا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اب لکھ بھیجو کہ اس حساب سے کیا وقت نکلتا ہے لیکن یہ بلندی اس وقت ٹھیک وقت بتا سکتی ہے جبکہ یہ

جگہ ہموار ہو یہاں شرقاً و غرباً پہاڑ ہے جس باعث سے طلوع مؤخر اور غروب مقدم ہوتا ہے اور یہ ٹیکری پہاڑ جو کہ غربی جانب ہے ہم سے تین سو یا چار سو فٹ بلند ہے اور شرقی جانب کا پہاڑ غالباً چھ سو فٹ ہوگا اور شمالی جانب پندرہ روز کے راستہ پر برف کا پہاڑ نظر آتا ہے جس پر شعاع آفتاب کی بہت پہلے پڑتی ہے اور مطلع صاف ہو تو اس کی چمک یہاں پر بخوبی نظر آتی ہے اور قریب کے پہاڑوں پر کہیں شعاع نہیں پڑتی اور لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور شرق و غرب جو پہاڑ ہے اس پر بھی المورڑہ ہی کی آبادی ہے سب طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس کوٹھی سے اور خاص شہر یعنی بازار سے چنداں تفاوت نہیں۔ اب اگر ایک ہزار فٹ پر دو منٹ بڑھا جائیں تو گیارہ منٹ اور سوا منٹ طول یا عرض بلد کا کل سوا بارہ منٹ جمع کرنا پڑیں گے جس حساب سے آج کا افطار ۲۳ منٹ پر ہونا چاہیے (۱۱ + ۱۲ = ۲۳) لیکن میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پیشتر ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہوجاتی ہے لیکن مغربی بادلوں میں خوب سرخی اور چاروں طرف کسی قدر بادلوں پر سرخی پائی جاتی ہے چونکہ صاحب زادہ صاحب موصوف کو تحقیق مطلوب ہے اس لیے خاکسار نے یہاں کی مجموعی کیفیت گزارش کردی امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمایا جائے رام پور سے جو نقشے آئے ہیں ان میں اس نقشے کے حساب سے تین چار منٹ کا بل ہے یعنی غروب چار منٹ مؤخر ہے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شرقی غربی پہاڑیوں کے سبب تاخر طلوع و تقدم غروب معتبر نہیں وہ دیوارہائے مکان کی مثل ہیں نہ وہ شعاعیں کہ کوہ برف پر پڑکر روشنی دیتی ہیں کچھ قابل لحاظ نہیں جبکہ وہ پہاڑ اس سے بلند تر ہو وہ شب کی چاندنی کے مثل ہیں کہ چاند پر شعاع شمس ہی پڑکر روشنی پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے ہر بلندی پر جو تفاوت ہے اس سے دوچند پر دوچند سے کم ہوگا مثلاً سو فٹ بلندی پر افق ۱۰ دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۳۲ دقیقے نہ کہ ۱۰ کا دس گنا۔ اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے نہ کہ ۳۲ کا چوگنا کہ دو درجے چودہ دقیقے یعنی اس سے دوچند ہوتا کہ ۱۰ دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات درجے ہوتا وقس علٰی ھذا ۵۵۰۰ فٹ بلندی پر میں نے حساب کیا افق ایک درجہ ۱۹ دقیقے ۱۰ ثانیے گرا جس کے سبب شروع ماہ مبارک میں کہ تقویم سرطانی کے بیس درجے پر تھی طلوع و غروب المورڑہ میں ہموار زمین کے اعتبار سے چھ منٹ ۴۸ سکنڈ تفاوت تھا یعنی طلوع شمسی اس قدر پہلے اور غروب اس قدر بعد اور آخر ماہ مبارک میں کہ تقویم اسد کے اٹھارہ پر ہوگی تفاوت چھ منٹ چھبیس سکنڈ ہوگا یہ ۲۲ سکنڈ کا فرق تفاوت میل شمسی کے باعث ہے غرض اوائل و اواخر رمضان حال میں ساڑھے چھ منٹ تو یہ فرق سمجھیے اور سوا منٹ بلحاظ عرض و طول مجموع پونے آٹھ منٹ وقت افطار بریلی پر بڑھیں گے جس میں احتیاطی منٹ بھی شامل ہیں۔ ۱۳ ماہ مبارک مطابق ۷ جولائی کی نسبت جو تم نے ۱۲ منٹ بڑھالئے ہیں۔ بڑھاؤ (۱۱ + ۸ = ۱۹) وہی بات آگئی جو تم نے لکھی کہ میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پہلے ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہوجاتی ہے۔ ایک امور کیا میں ہندوستان بھر کے نقشوں کی بابت کچھ قدر کرنا بے جا نہیں جانتا کہ وہ بیچارے اپنے گمان میں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں اگرچہ یہ فتوٰی ہے اور بے علم فتوٰی سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از اروہ نگلہ ڈاکخانہ چھنیرہ ضلع آگرہ محمد صادق علی انصار رمضان ۱۳۲۰ھ

(۱) روزہ افطار کس چیز سے مسنون ہے (۲) رمضان مبارک میں روزہ افطار کرکے بعد مغرب نماز پڑھ کر بہت سے آدمی جمع ہو کر حقہ پیتے ہیں جس سے بیہوش ہوتے ہیں کچھ خبر نہیں رہتی ہاتھ پیروں میں رعشہ ہوجاتا ہے آیا یہ حالت شرعاً سکر میں ہے یا نہیں ایسا حقہ پینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خرمائے تر اور نہ ہو تو خشک اور نہ ہو تو پانی سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء واللہ تعالٰی اعلم (۲) ایسا حقہ پینا کبھی ہو حرام ہے اور یہ حالت سکر نہیں بلکہ تفتیر ہے اور سکر و تفتیر دونوں حرام ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر اور تفصیل مسئلہ ہمارے رسالہ حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵: از بنارس محلہ کندی گر ٹولہ متصل شفاخانہ مرسلہ حکیم عبدالغفور صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دعا افطار اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت قبل افطار پڑھنی چاہیے یا بعد افطار مظاہر حق نواب قطب الدین حسن و اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق میں ترجمہ افطرت کا بصیغہ ماضی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد افطار کے پڑھتے تھے ....

.... چنانچہ ابن ملک نے بھی اس کو لکھا ہے قول ابن ملک کو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعا مذکور بعد افطار کے پڑھتے تھے نواب قطب الدین حسن دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے لیکن بعض کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دعا مذکورہ اول قبل افطار پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے ابو داؤد عن معاذ بن زھرۃ انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت تحمل افطر علی معنی اراد الافطار صرف عن الحقیقۃ من دون حاجۃ الیہ وہ لایجوز وھکذا فی افطرت مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں (کان اذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار

۱۳۱۲ ۱۳۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی چشتی فریدی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

ہمارے علمائے رحمہم الغفار والباقیم الی یوم القرار اس میں کیا فرماتے ہیں کہ دعائے افطار روزہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت کو بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ قبل افطار کہے چنانچہ رسالہ تنبیہ الانام فی آداب الصیام میں ہے اور قبل افطار کے یہ پڑھنا اللھم لک صمت الخ سنت ہے انتہی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وقت افطار کہے چنانچہ رسالہ مفتاح الجنۃ مؤلفہ مولانا مولوی کرامت علی جون پوری مرحوم میں ہے اور افطار کے وقت سنت ہے کہنا اللھم لک صمت الخ انتہی اور کتاب جواہر الاحکام تصنیف مولوی عبداللہ معروف بستان شاہ میسوری میں نقلا عن الکفایہ ہے مسئلہ سنت یہی ہے کہ وقت افطار یہ دعا کہے اللھم لک صمت الخ انتہی اور رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام مؤلفہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم مرحوم لکھنوی میں ہے وقت افطار سنت آنست کہ بگوید اللھم لک صمت الخ انتہی اور نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ مؤلفہ مولوی وحید الزماں میں ہے اور جس وقت افطار کرے کہے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت یعنی اے اللہ تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہی اور رسائل ارکان اربعہ مؤلفہ مولانا ومقتدانا جناب مولوی عبدالعلی بحر العلوم میں کے رسالہ صوم میں ہے وینبغی ان یقول عند الافطار اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت لما عن معاذ بن زہرۃ انہ بلغہ ان رسول اللہ کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت رواہ ابوداؤد انتہی اور رسالہ تعلیم الصیام میں ہے معاذ بن زہرہ نے کہا حضرت وقت افطار کے یوں کہتے تھے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت روایت ابوداؤد مرسلا انتہی اور شیخ عبدالحق قدس سرہ کے مدارج النبوۃ میں ہے ودر وقت افطار فرمودے اللھم لک صمت الخ انتہی اور انھیں کے اشعۃ اللمعات میں حدیث معاذ بن زہرہ کے ترجمہ میں ہے بود آنحضرت چوں افطار می کرد می گفت اللھم لک صمت خداوندا برائے رضائے تو روزہ داشتم وعلی رزقک افطرت وبر روزی تو کہ رسانیدی کشادم روزہ را انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس دعا کو بعد افطار کہے چنانچہ مظاہر الحق ترجمہ اردو مشکوٰۃ مؤلفہ جناب مولوی قطب الدین مرحوم دہلوی میں ہے ابن ملک نے کہا ہے کہ حضرت ان کلمات (یعنی اللھم لک صمت الخ) کو بعد افطار کہتے تھے انتہی تو ان قولوں میں صحیح قول کون سا ہے اور نیز اس میں کہ وقت افطار سے مراد قبل از

افطار ہے اور پہلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے یا بعد افطار اور پچھلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے اور نیز اس میں کہ لفظ افطرت کا ترجمہ افطار کرتا ہوں ہے جیسا کہ مؤلف نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ نے کیا ہے یہ صحیح ہے یا افطار کیا میں نے جیسا کہ شیخ قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں کیا ہے یہ صحیح ہے اور نیز اس میں کہ برتقدیر صحت ترجمہ ثانی کے اس دعا کا بعد افطار ہونا ثابت ہوگا یا نہیں اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ حدیث کے لفظ اذا افطر قال اللھم لك صمت الخ میں اذا حرف شرط ہے افطر جملہ فعلیہ شرط ہے قال اپنے فاعل ضمیر مستتر ہو اور اللھم لك الخ مقولہ کے ساتھ جزا ہے اور عمرو کہتا ہے اذا حرف شرط افطر شرط اور فقد قال جزا بس یہ کلام تو تمام ہوچکا اب اللھم لك صمت برأسہ اور نیز ایک دوسرا کلام ہے قال سے اس کو کچھ تعلق نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ اللھم لك صمت الخ دعا ہے اور عمرو کہتا ہے نہیں کیونکہ دعا تو وہ کلام ہوتا ہے جو کہ متضمن مضمون طلب ہو اور یہ ایسا نہیں تو دعا بھی نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور نیز اس میں کہ لفظ عند ظرف ہے یا نہیں اگر ہے تو ظرف زمان بمعنی وقت ہے یا ظرف مکان بمعنی نزدیک اور پاس کے اور نیز اس میں کہ مولانا بحر العلوم مرحوم کے قول وینبغی ان یقول عند الافطار کا ترجمہ اور لائق ہے یہ کہ کہے وقت افطار کے کرنا چاہئے یا اور لائق ہے یہ کہ کہے نزدیک افطار کے) کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دعا روزہ افطار کرکے پڑھے اولاً حدیث مذکور ابی داؤد کہ ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یوں روایت کی عن معاذ بن زھرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت اور نیز ابن السنی نے کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دارقطنی نے سنن میں موصولاً یوں تخریج کی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال اللھم لك صمنا وعلی رزقك افطرنا فتقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ و نیز حدیث ابی داؤد ونسائی ودارقطنی وحاکم وغیرہم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ تعالٰی ان سب کا مفاد صریح یہی ہے افطر شرط اور قال کذا اس کی جزا مجرد قول کہ مقولے سے جدا کرلیا جائے صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا ترتب کہ لازم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا۔ اللھم الخ کو کلام مستانف قرار دینا ایک ایسی بات ہے کہ شرح مأتہ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا اور جزا الشرط سے مقدم نہیں ہوتی بل یعقبہ ویترتب علیہ کما لایخفی علی کل من لہ ادنی مسکۃ اور مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں کہ عین وقت افطار بالاکل والشرب یعنی جس وقت کوئی مطعوم حلق سے اتارا جائے عادۃً خاص اُس حالت میں قرأت نامتیسر لاجرم تعقیب مراد وھو المقصود ہاں افطار بالجماع میں اقتران حقیقی متصور مگر وہ یہاں قطعاً مراد

نہیں کما لایخفی یہیں سے واضح ہوا کہ قول ثانی وثالث کا مآل ایک ہی ہے اور نکتہ تعبیر اشعار بعدیت متصلہ ہے کہ لفظ بعد بعدیت منفصلہ کو بھی شامل اور وہ خلاف مقصود ہے لہذا بلفظ وقت تعبیر کی کہ نافی انفصال ہو بہنگام استحالۂ مقارنہ اگرچہ معاقبہ تقدم وتاخر دونوں کو متناول مگر حالت مجازات مانع تقدم ہے و لہذا اجماع خارج سے تقدم معلوم شرط میں تاویل ارادہ وغیرہ معمول کما فی قولہ عزوجل اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وفی حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ھھنا فحمل افطر علی الارادۃ عدول عن الحقیقۃ من دون حاجۃ تحمل علیہ ولا صارف یدعو الیہ فلا یفعل ولا یقبل ثانیاً ان ادعیہ میں افطرت افطرنا ذھب الظمأ ابتلت العروق سب صیغے ماضی ہیں اور افطار باللفظ متصور نہیں کہ مثل عقود وانشا مقصود ہو لاجرم اخبار متعین تو تقدیم علی الافطار میں یہ سب بھی ارتکاب تجوز کے محتاج ہوں گے کہ خلاف اصل ہے والنصوص یجب حملھا علی ظواھرھا مالم تمس حاجۃ واین حاجۃ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ترجمۂ حضرت شیخ محقق نوراللہ مرقدہ الشریف ہی صحیح ہے اور افطار کرتا ہوں بلاوجہ حقیقت سے عدول قبیح طرفہ یہ کہ اب بھی حاجت تجوز باقی۔ لما قدمنا من امتناع المقارنۃ فلابد من تاویل الحال بالاستقبال او الافطار بالارادۃ **ثالثاً** ارسل ابن السنی وبیہقی میں لفظ الحمدللہ اور مؤید تاخیر کہ حمد بعد اکل معہود ہے جس طرح قبل اکل تسمیہ **رابعاً** یہ تو ظاہر ہے اور شاید مدعی تقدیم کو بھی مسلّم ہو کہ یہ دعائیں دن میں پڑھ لینے کی نہیں کہ ہنوز وقت افطار بھی نہ آیا اب اگر عمرو بعد غروب شمس یہ دعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فوراً افطار کرکے پڑھے تو دیکھنا چاہئے کہ ان میں کس کا فعل اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے حدیث شاہد عدل ہے کہ فعل زید زیادہ پسند حضرت جل وعلا ہے کہ رب العزت تبارک وتعالٰی فرماتا ہے ان احب عبادی الیّ اعجلھم فطراً مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو اُن میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے رواہ الامام احمد والترمذی وحسنہ وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحیھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ تعالٰی وتقدس شک نہیں کہ صورت مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہوا تو یہی طریقہ زیادہ پسند ومرضی رب اکبر ہوا جل جلالہٗ وعم نوالہٗ۔ یہ دوسرا مؤید ہے اس کا کہ وقت الافطار و بعد الافطار کا مآل واحد ہے کہ جب افطار غروب شمس ہوتی ہے احب وافضل اور مقارنت افطار ودعا متعذر اور پیش از غروب وقت افطار معدوم تو وہی صورت بعدیت متصلہ ہی مقصود ومفہوم **خامساً** فعل اقدس حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتانے والے بھی اسی کا انکار کرتے ہیں عادت کریمہ تھی کہ قریب غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکر آفتاب کو دیکھتا ہو وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی خبر کے منتظر ہوتے اُدھر اُس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا ادھر حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خرما وغیرہ تناول فرمایا الحاکم وصححہ عن سھل بن سعد والطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھما وھذا حدیث سھل قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان صائما

امر رجلا فاوفی علی شیئ فاذا قال غابت الشمس افطر ولفظ حدیث ابی الدرداء امر رجلا یقوم علی نشز من الارض فاذا قال وجبت الشمس افطر وفی کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ للامام العارف سیدی عبد الوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی کانت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا تقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو صائم یترصد غروب الشمس بتمرۃ فلما توارت القاھا فی فیہ یہ تینوں حدیثیں بھی اُس تقدیم افطار کا پتہ دیتی ہیں کہ اخبار وافطار میں اصلا فصل نہ تھا کما لایخفی لاجرم تصریح فرمائی کہ یہ دُعا افطار کے بعد واقع ہوئی مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث مذکور ابی داؤد فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار الخ اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللھم لک صمت الخ دعا ہے دعا کے معنی پکارنا اور اللھم سے بہتر کون سا پکارنا ہوگا بلکہ اسی مرقاۃ میں تصریح فرمائی کہ کل ذکر دعاء وکل دعاء ذکر صحیح بخاری شریف میں باب وضع کیا. باب الدعاء بعد الصلاۃ اور اسی میں حدیث لائے تسبحون فی دبر کل صلاۃ عشرا وتحمدون عشرا وتکبرون عشرا یونہی باب الدعاء اذا ھبط وادیا میں حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اشارہ کیا کنا اذا صعدنا کبرنا واذا نزلنا سبحنا یونہی باب الدعاء اذا اراد سفرا او رجع میں حدیث یکبر علی کل شرف الخ لائے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں ذکر کو دُعا فرمایا صحیحین میں ہے عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولاغائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا. جامع ترمذی میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الدعاء دعاء عرفۃ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر قال الترمذی حدیث حسن غریب قال المناوی خیر ما قلت ای مادعوت ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن حبان حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ حسنہ الترمذی وصححہ الحاکم ھذا کنایہ تصریح سے ابلغ ہے اللھم لک صمت کہنے والا اخلاص عبادت بوجہ اللہ عرض کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اللہ لایضیع اجر المحسنین اور فرماتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ پھر علی رزقک افطرت کہہ کر شکر نعمت بجالاتا ہے اور رب جل وعلا فرماتا ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اگر دو شخص بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوں ایک عرض کرے اے بادشاہ مجھے یہ یہ دے. دوسرا عرض کرے اے بادشاہ میں تیرا فرمان سر آنکھوں سے بجالاتا ہوں اور تیرا ہی دیا کھاتا ہوں انصاف کیجئے حسن طلب کس کا حصہ ہے ۵

ااذکر حاجتی ام قد کفانی   حیاؤک ان شیمتک الحیاء
اذا اثنی علیک المرء یوما   کفاہ من تعرضک الثناء
کریم لایغیرہ صباح   عن الخلق الکریم ولامساء

بالجملہ قابل قبول ومؤید بالمعقول والمنقول وہی قول ثانی وثالث ہے اور وقت الافطار وعند الافطار وبعد الافطار وہنگام افطار ونزدیک افطار وپس افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے نزدیک ترجمہ عند ہے اور عند خواہ ظرف مکان ہو کما افادہ فی الاتقان السیوطی خواہ ظرف زمان ومکان دونوں کما نص علیہ فی القاموس اور اختیار کجسب مدخول علیہ کما بینہ فی تاج العروس مگر شک نہیں کہ زمان وزمانی پر داخل ہو کر افادہ قرب زمان ہی کرے گا کوئی عاقل نہ کہے گا کہ عند الصبح کا حاصل قرب مکان صبح ہے اصل یہ کہ وضع عند قرب مطلق کے لیے ہے حسی ہو یا معنوی کما صرح بہ فی مسلم الثبوت وشرح الکافیۃ الرضی وغیرہما من المعتبرات مکانیات سے قرب مکانی ہوگا زمانیات سے قرب زمانی متعالی عن المکان والزمان سے قرب مکانت کما فی قولہ تعالٰی عند ملیک مقتدر، تو نظر باصل معنی کہ عند لغت میں بمعنی جانب وناحیہ تھا کما فی القاموس اور اتحاد جہت مستلزم قرب اور وہ ہنگام حقیقت قرب مکانی کہ جہت حقیقیہ مختص بمکانیات ہے اُسے ظرف مکان کہیں صحیح اور نظر بحال کہ یہ قرب حسی ومعنوی سب کو شامل ہو کر زمانیات کو بھی متناول ہوگیا ظرف زمان ومکان دونوں کہیں بھی صحیح ھذا ما لخص لی ولہ استعمالات اُخر منسلخ فیہا عن معنی الظرفیۃ کالحکم والاعتقاد کقولک ھذا عند ابی حنیفۃ والفضل والاحسان کقولہ تعالٰی فان اتممت عشرا فمن عندک وغیر ذلک کما ذکرہ الحریری فی درۃ الغواص لیس ھذا مقام تفصیلہا معانی از قبیل ثانی ہیں اور افطار منجملہ معانی تو اُس سے مراد وہی قرب زمانی ہر ذی عقل جانتا ہے کہ عند الافطار کے معنی حین الافطار ہیں نہ فی مکان الافطار ای مکان کان فیہ المفطر حین افطر والا فالافطار لیس مما یحل فی المکان کیا آج اگر کسی شخص نے ایک جگہ روزہ افطار کیا اور چھ مہینے بعد آکر اس جگہ آکر دعاء مذکور پڑھ لے یا چار پہر تک وہیں بیٹھا رہا صبح کو دعا پڑھے تو یقول عند الافطار کا حکم ادا ہوگیا کہ آخر مکان تو وہی ہے لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہاں عند سے اتحاد زمان ہی مفاد اور اتحاد سے وہی تعقیب متصل مراد یہ سب واضحات جلیہ ہیں جن کی ایضاحت گویا وقت کی اضاعت مگر کیا کیجیے کہ بعد وہم واہم وورود سوال حاجت ازاحت۔ ان تقریرات سے بحمد اللہ تعالٰی تمام سوالوں کا جواب ہوگیا اور روشن طور پر منجلی ہوا کہ مقتضائے سنت یہی ہے کہ بعد غروب جو خرمے یا پانی وغیرہ پر قبل نماز افطار معجل کرتے ہیں اسی میں اور علم بغروب شمس میں اصلا فصل نہ چاہیے یہ دعائیں اس کے بعد ہوں ہاں کبھی افطار مقابل سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے ابن خزیمۃ فی صحیحہ ومن طریقہ البیہقی وابو الشیخ بن حبان فی الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی فضائل شہر رمضان قال من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ

مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ قالوا یارسول اللہ لیس کلنا یجد ما یفطر الصائم ثم الحدیث وفی روایۃ ابی الشیخ فقلت یارسول اللہ افرأیت من لم یکن عندہ قال فقبضۃ من طعام قلت افرأیت ان لم یکن عندہ لقمۃ خبز قال فمذقۃ من لبن قال افرأیت ان لم یکن عندہ قال فشربۃ من ماء وفی حدیث ابی داؤد وغیرہ بسند صحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جاء الی سعد بن عبادۃ فجاء بخبز وزیت فاکل ثم قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ وفی لفظ افطرنا مرۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقربوا الیہ زبیبا فاکل واکلنا حتی فرغ قال اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ وافطر عندکم الصائمون اسی طعام شام سے پہلے ایک دعا وارد ہوئی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔ دارقطنی فی الافراد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قرب الی احدکم طعامہ وھو صائم فلیقل بسم اللہ والحمد للہ اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحانک وبحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم حدیث طبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال بسم اللہ اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت میں کہ ظاہر تسمیہ مشعر تقدیم ہے اگر افطار سے یہی طعام شام بمعنی مذکور مراد ہے تو امر واضح ہے ورنہ بسبب شدت ضعف قابل احتجاج نہیں اس کی سند میں داؤد بن الزبرقان متروک ہے۔ قال فی التقریب متروک وکذبہ الازدی اھ قلت وکذا الجوزجانی کما فی المیزان یہ اس مسئلہ میں آخر کلام ہے امید کرتا ہوں کہ یہ تحقیق وتفصیل اس تحریر کے غیر میں نہ ملے وللہ الحمد وبہ التوفیق وایاہ نسأل ھدایۃ الطریق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

صوم نفل

مسئلہ ۲۶۰: از بنارس محلہ مانپور متصل کول چونرہ اونچی سیڑھی مرسلہ عبدالستار ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲۷ تاریخ ماہ رجب کی روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیہقی وشعب الایمان اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کی فی رجب یوم ولیلۃ من صام ذلک الیوم وقام تلک اللیلۃ کان کمن صام الدھر مائۃ سنۃ وھو لثلث بقین من رجب

وفیہ بعث اللہ تعالٰی محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور وہ رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کی شب بیداری کے برابر ہو اور وہ ۲۷ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا قال البیہقی منکر نیز اسی میں بطریق ابان بن عیاش حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعا مروی فی رجب لیلۃ یکتب للعامل فیہا حسنات مائۃ سنۃ وذلک لثلث بقین من رجب فمن صلی فیہ اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ من القراٰن ویتشہد فی کل رکعتین ویسلم فی اٰخرھن ثم یقول سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مائۃ مرۃ ویستغفر مائۃ مرۃ ویصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مائۃ مرۃ ویدعو لنفسہ بما شاء من دنیاہ واٰخرتہ ویصبح صائما فان اللہ یستجیب دعاءہ کلہ الا ان یدعو فی معصیۃ رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سو بار استغفار سو بار درود سو بار اور اپنی دنیا و آخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالٰی اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لیے ہو قال البیہقی ھو اضعف من الذی قبلہ قال ابن حجر فیہ متہمان فوائد ہناد میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعا مروی بعثت نبیا فی السابع والعشرین من رجب فمن صام ذلک الیوم ودعا عند افطارہ کانت کفارۃ عشر سنین ۲۷ رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو اسنادہ منکر جزء ابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفا مروی من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شہرا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبریل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالرسالۃ جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالٰی اس کے لیے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھے اور وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے پیغمبری لے کر نازل ہوئے۔ تنزیہ الشریعہ سے ماثبت بالسنۃ میں ہے وھذا امثل ما ورد فی ھذا المعنی یہ ان سب حدیثوں سے بہتر ہے جو اس باب میں آئیں بالجملہ اس کے لیے اصل ہے اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف باجماع ائمہ مقبول ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ رکھنا ماہ مبارک رجب المرجب کی ۲۷ تاریخ کو سوا رمضان کے بہ نسبت اور روزوں کے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں اور اگر رکھتا ہے تو کیا وجہ ہے اور ما سوا اس روزے کے درمیان سال بھر کے اور کون کون روزہ ایسا ہے جس کو حضرت رسولخدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد واسطے روزہ رکھنے کے فرمایا ہے اور اگر کوئی شخص روزہ ۲۷ رجب المرجب کو رکھے تو کس قدر مستحق ثواب کا ہوگا اور نیز دوسرے روزوں میں اور اگر کوئی منع کرے اوروں کو اور منکر ہو خود تو وہ کون ہے گنہگار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صوم وغیرہ اعمالِ صالحہ کے لیے بعد رمضان مبارک سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ تعالٰی من ھذہ الایام قالوا یا رسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجلا خرج بنفسہ ومالہ ثم لم یرجع من ذٰلک بشیئ ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اور نہ راہِ خدا میں جہاد۔ فرمایا اور نہ راہ خدا میں جہاد مگر وہ کہ اپنی جان ومال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے رواہ البخاری والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر بسند جید والبیھقی کلھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما والطبرانی فیہ بسند صحیح عن ابن مسعود والبزار فی مسندہ بسند حسن وابو یعلٰی بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من ایام احب الی اللہ تعالٰی ان تعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر اللہ عزوجل کو عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ کسی دن کی عبادت پسندیدہ نہیں اُن کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قیام شبِ قدر کے برابر ہے رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیھقی خصوصاً روزِ عرفہ کہ افضل ایامِ سال ہے اس کا روزہ بحکم حدیث صحیح ہزاروں روزوں کے برابر ہے اور دو سال کامل کے گناہوں کی معافی ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ الائمۃ الستۃ الا البخاری عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن صوم یوم عرفۃ قال یکفر السنۃ الماضیۃ والباقیۃ ولابی یعلٰی بسند صحیح عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صام یوم عرفۃ غفر لہ ذنب سنتین متتابعین وللطبرانی بسند حسن والبیھقی واللفظ لہ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صیام یوم عرفۃ کصیام الف یوم پھر سب دنوں سے افضل روزِ عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گذشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صام یوم عرفۃ غفر لہ سنۃ امامہ وسنۃ خلفہ ومن صام عاشوراء غفر لہ سنۃ رواہ الطبرانی بسند حسن فی معجمہ الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینے کے روزوں کی برابر ہے الطبرانی فی الکبیر والصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند لاباس بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوما من المحرم فلہ بکل یوم ثلٰثون حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظیم رمضان رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے رواہ الترمذی واستغربہ والبیھقی فی الشعب وفیہ صدقۃ بن موسٰی

تو ۲۷ رجب کے روزے کو بعد رمضان سب روزوں سے افضل کہنا صحیح نہیں۔ ہاں بعض احادیث اس کی فضیلت میں مروی ہوئیں کہ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں ان سب میں بہتر حدیث موقوف ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ تعالٰی لہ صیام ستین شہرا (جو ۲۷ رجب کا روزہ رکھے اللہ تعالٰی اس کے لیے پانچ برس کے روزوں کا ثواب لکھے) ایسی جگہ حدیث موقوف مثل مرفوع ہے کہ تعیین مقادیر کی طرف رائے کو اصلا راہ نہیں اور حدیث ضعیف فضائل اعمال میں باجماع ائمہ مقبول ہے کما فصلناہ بما لامزید علیہ فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف احادیث صحاح وحسان وصوالح میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں جیسے شش عید وایام بیض کہ دونوں میں ہر ایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اور روزہ دوشنبہ وروزہ پنجشنبہ وروزہ چہارشنبہ وپنجشنبہ کہ دوزخ سے آزادی ہیں وروزہ چہارشنبہ وپنجشنبہ وجمعہ کہ جنت میں گوہر ویاقوت وزبرجد کا گھر بناتے ہیں بلکہ روزہ جمعہ یعنی جبکہ اس کے ساتھ پنجشنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے رواہ البیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا روزہ سے منع کرنا خیر سے منع کرنا اور مناع للخیر کے وبال میں داخل ہونا ہے جب تک ذاتاً یا عارضاً ممانعت شرعیہ نہ ثابت ہو، ۲۷ کے علاوہ بھی روزہ ہائے رجب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جن میں بعض خود اور بعض بتعدد مرتبہ صالح رکھتی ہیں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے ماثبت بالسنۃ میں ان کی تفصیل فرمائی وما یروی عن الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فلان رجب کانت تعظمہ الجاہلیۃ ایضا وقد کان العہد قریبا والاحکام لم تتبین عند کثیر من الاعراب فتخشی الزیادۃ ولکل وجہۃ ہو مولیہا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب ۱۳۳۱ھ

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں کیسا ہے۔

الجواب

روزہ خاص اللہ عزوجل کے لیے ہے اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولٰی علی کی نذر کریں تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں شام افطار نہیں کرتیں آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں یہ شیطانی رسم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹: از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اعتکاف آخر عشرہ رمضان شریف کا پورے دس روز میں ادا ہوتا ہے یا تین چار روز آخر میں بھی جائز ہے ایک شخص کا بیان ہے کہ مقصود مشروعیت اعتکاف کے واسطے شرف ادراک لیلۃ القدر کی ہے یہ کامل دس دن میں حاصل ہوگا دوسرے شخص کا بیان ہے تین چار روز میں بھی جائز ہے ایسا دیکھا گیا ہے۔

الجواب

اعتکاف عشرہ اخیرہ کہ سنت مؤکدہ علی وجہ الکفایہ ہے جس پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مواظبت مداومت فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے ایک دن بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی ہاں اعتکاف نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے اگرچہ بے روزہ ہو ولہٰذا ہمیشہ چاہیے کہ جب آدمی مسجد میں آئے نیت اعتکاف کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہوجائے گی درمختار میں ہے سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان ای سنۃ کفایۃ کما فی البرھان وغیرہ اسی میں ہے واقلہ نفلا ساعۃ من لیل اونھار عند محمد وھو ظاھر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ وبہ یفتی والساعۃ فی عرف الفقھاء جزء من الزمان لاجزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون کذا فی غرر الاذکار وغیرہ فتح القدیر میں ہے الاعتکاف ینقسم الی واجب وھو المنذور تنجیزا او تعلیقا والی سنۃ مؤکدۃ وھو اعتکاف العشر الاواخر من رمضان والی مستحب وھو ما سواھما ردالمحتار میں ہے المسنون ھو اعتکاف بتمامہ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الحج

مسئلہ ۲۱۰: مسئولہ واحدیار خاں صاحب از بریلی ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے سفر کو جانا حرام ہے اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم کے جائے گی تو گنہگار ہوگی ہاں جب فرض ادا ہوجائے تو بار بار سفر کرنا عورت کو مناسب نہیں کہ جتنا قدر پردہ کے اندر ہے اسی قدر بہتر ہے حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کراکر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہوگیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱: از اٹاوہ ۸ رمضان مبارک مرسلہ محمد اسحاق نائب مدرس تحصیلی اسکول

جناب مولانا صاحب عرض حال ذیل کو ملاحظہ فرماکر جواب ضرور ضرور لکھ دیجئے گا (۱) زید خرچ زادراہ آمدورفت کا اپنی ذات خاص سے رکھتا ہے اگر والدین اجازت حج مکہ معظمہ کی نہ دیں تو حج نامبرورہ کا ہوسکتا ہے یا کیا (۲) والدین پر قرضہ قلیل و زرتقیہ زمینداری،

اُس سے کہیں زیادہ قیمت کی ہے (۳) زید مذکور کی اہلیہ نیز عیال اطفال سے کوئی نہیں ہے۔

الجواب

جبکہ زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اُس پر فرض ہے اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں والدین پر قرضہ ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۱۲

از شہر کہنہ مسئولہ سید محمد نور اللہ صاحب اشرفی جیلانی محرر دارالافتاء اہلسنت بریلی ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو بوجہ ہونے امکان حج کے جب کبھی حج کی ترغیب دی تو کہتا ہے کہ ہم نے حاجیوں کی اکثر مدد کی ہے پس ہم پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور کسی عالم کا قول نہیں مانتا پس کیا اس سے حج شرعاً ساقط ہے۔

الجواب

یہ کلمہ کفر ہے حاجیوں کی مدد کرنے سے حج ساقط نہیں ہوسکتا اس شخص پر توبہ وتجدید اسلام فرض ہے تجدید نکاح وتجدید اسلام کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳

از بدایوں مولوی محلہ مکان عطا احمد صاحب از طرف اہلیہ شاہ ابوالحسین صاحب مرحوم ومغفور ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

حضرت جناب مولانا صاحب بعد سلام سنت واضح ہو مجھ کو سخت ضرورت واستفسار برائے دریافت ایک امر واقع ہوگیا وہ یہ ہے کہ میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں تو بارادۂ حج بدل اپنے پیرومرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جاتی ہوں مارہرہ آکر ایک امر جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج تک اب تک بے خبر محض تھی وہ امر یہ کہ جناب مرحوم مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں وہاں جاکر ان کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ بمقام منٰی پہنچ کر انتقال ہوگیا اور حج نہیں ہوا تو مجھ پر اب حج والدہ مغفورہ لازمی ہوگیا چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہ محرمیت برادرزادہ کو لیے جاتی ہوں جن کی عمر ۱۸ سال کی ہے اور اول مرتبہ یہ برادرزادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ میں اس بچّہ سے حج والدہ مغفورہ کرادوں اور خود حج نفل پیرومرشد کروں دریں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کرکے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج عرصہ اٹھارہ سال ہوا کہ ہوچکا تھا اگر برادرزادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہوسکتا ہو تو میں خود قیام کرکے ایک سال تک دونوں حج مرشد ووالدہ ادا کروں ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا پر اُسی سال حج فرض ہوا تھا اُس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو اُن کا حج بفضلہ تعالٰی ادا ہوگیا بلکہ ایسا ادا ہوا کہ ان شاء اللہ تعالٰی قیامت تک ہر سال حج کرتی رہیں گی اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہوچکا تھا تو البتہ حج فرض اُن پر باقی رہا حضرت اُن کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرادیں تو اجر عظیم ہے اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک اُن پر فرض نہ ہوا اگر ان پر اصلاً فرض نہ ہوا تو حضرت اُن کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرادیں اور خود حضور پرنور پیرو مرشد برحق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے کریں اور اگر خود اُن پر حج فرض ہو لیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گنہگار ہوں گے مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہوجائے گا ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے زیادہ حدِ ادب۔

مسئلہ ۷۱۵: از نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کی کیا کیا شرائط ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حج بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاطِ فرض کرے ان شروط سے مشروط ہے (۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج فرض ہو اگر فقیر نے حج کرادیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا (۲) محجوج عنہ حج بدل یعنی نائب کے وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو اگر بحالِ قدرت حج کرایا پھر عاجز ہوگیا ازسرِنو احجاج لازم ہوگا (۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس و مرض تو شرط ہے کہ تادمِ مرگ دائم رہے اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اُس عجز کے کہ قابلِ زوال نہیں جیسے نابینائی اگر بطور خرقِ عادت بعد احجاج زائل بھی ہوجائے اعادہ ضرور نہیں (۴) حج بدل کرنے والا تنہا ایک محجوج عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللّٰھم لبیک عن فلان اگر اُس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اُس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اُس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے تو کافی نہ ہوگا (۵) یہ حج بامر محجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافۃ (۶) مصارفِ آمد و رفت و سائر نفقہ حج کل یا اکثر مالِ محجوج عنہ سے ہوں (۷) حج اگر بحیاتِ محجوج عنہ ہو تو جسے اُس نے امر کیا وہی حج کرے وہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفاتِ محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کرسکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے ہاں اگر صراحۃً اُس نے نہی کردی تھی کہ وہی کرے نہ دوسرا تو اب دوسرا کافی نہیں (۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر قطع کرے اگر باوصف گنجائشِ نفقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے گا اور حج اُس کی طرف سے نہ ہوگا (۹) محجوج عنہ جب اہلِ آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اُس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اُس نے حج کو بھیجا اُس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ موسم میں مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی ہاں

اگر قریب یا حج میقات کی طرف نکل کر احرام حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی (۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تمہارا حج کرنے کے لیے امر کیا تھا اُس نے قران یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا (۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اُس دفعہ میں ادا کرے نہ ادا تا ہے بچہ یا مجنوں کا حج کافی نہیں ہاں مراہق کا کافی ہے یوہیں اگر وہ حج فاسد کردیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے بیس شرطیں منسک متقسط میں ہیں انھیں گیارہ میں آگئیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: از مارہرہ مطہرہ درگاہ مقدس حضرت سید حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۷ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ پچپن برس کی عمر ہے دو بار پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کراچکی ہے، اُس سے بعض صاحبوں نے کہا کہ وہ حج نہ ہوئے خود حج کو جا اُس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا مگر ضعیفہ مریضہ ہے اس صورت میں آیا اُس کے دو حج بدل ادا ہوگئے یا اب خود اُس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اُس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذات خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہوگئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا اب اُس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو ازسرِنو حج بدل کرانا ضرور ہے ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اُس نے حج بدل کرالیا اور اُس کے بعد محض قدرتِ الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر ناقابل الزوال زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حج بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اُسے آنکھیں دیں تو اُس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا ایسا زوال عذر بکرامت خرقِ عادت ہوتا ہے یہیں مسائل شرعیہ تو یہ ہے، اور صورت سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وہ حقیقۃً ایسی مجبور نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض و ضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبور تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہوگئی کہ اُس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن یہ ہے کہ اُس کا نکاح کرنا ہے ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی بہرحال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہوگئے صرف ثوابِ نفل رہا فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷: از بہیہ بھوڑ باکی پور از محمد عصمت اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خوش عقیدہ حال شخص اپنی متوفی بیوی کی طرف سے (جو دولتمند تھیں اور شوق حج کا مصمم ارادہ رکھتی تھیں) حج بدل کرانا چاہتے ہیں، لہذا اُن کو امور ذیل میں حکم شرع شریف ناطق فرمایا جاوے (۱) مستطیع شخص جو اپنا فرض ادا کرچکا ہو کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں (۲) غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے

واسطے مقرر ہوسکتا ہے یا نہیں (۳) بہرکیف حج بدل کرنے والے کو خاص مکہ معظمہ میں وہاں کا زمانہ حج کا خرچ دے کر مقرر کرلینا کافی ہے یا نہیں (۴) یا حج بدل کرنے والا شخص مبدل منہ کے مقام قیام کے قریب بانٹ لیا جائے اور آمد و رفت کا تمام خرچ اُس کو دیا جائے تو افضل ہوگا یا صرف بمبئی یا خاص مکہ معظمہ میں حج تک مقرر کرلیا جائے۔ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند اللہ الوہاب۔

الجواب

(۱) ایسا کرسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) اس قسم کے حج بدل جو کرائے جاتے ہیں اُن سے فرض تو اُتر سکتا نہیں حج عبادت بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہے جس پر حج فرض تھا اور معاذ اللہ بے کیے مرگیا ظاہر ہے کہ بدنی حصہ سے تو عاجز ہوگیا رب عزوجل کی رحمت ہے کہ صرف مالی حصہ سے اُس کی طرف سے حج بدل قبول فرماتا ہے جبکہ وہ وصیت کرجائے اور رحمت پر رحمت یہ کہ وارث کا حج کرانا بھی قبول فرمایا جاتا ہے اگرچہ میت نے وصیت نہ کی۔ حج بدل والے کو اُسی شہر سے جانا چاہیے جو شہر میت کا تھا تاکہ مالی صرف پورا ہو مکہ معظمہ سے حج کرا دینا اُس میں داخل نہیں۔ رہا ثواب اُس کی امید بھی بخیر ہے حج کرنے والے صاحب اُس پر اُجرت لیتے ہیں اور جب اُجرت لی تو ثواب کہاں اور جب اُنھیں کو ثواب نہ ملا میت کو کیا پہنچائیں گے خصوصاً بعض مشہور یہ ظلم کرتے ہیں کہ چار چار شخصوں سے حج بدل کے روپے لے لیتے ہیں اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت فرمائے واللہ تعالٰی اعلم (۴) اس کا جواب اوپر آچکا اور خرچ آمد و رفت دونوں دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: از میرٹھ ڈاک خانہ بہادر گڑھ مسئولہ محمد صادق صاحب ۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے عظام و کرام اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی شخص حج بدل کو گیا اور حج کرنے والے نے چالیس روپے اُس کے بال بچوں کے خرچ کے واسطے چار ماہ کے لیے دیے اور پچاس روپے اُس کو خرچ کے واسطے مکہ معظمہ تک دیے اور کہا کہ باقی خرچ مکہ معظمہ جا کر دے دوں گا اور ٹکٹ جہاز کا حج کرنے والے کی طرف سے اُس نے لے لیا خداوند تعالٰی کے حکم سے جہاز چھ سو میل جا کر بوجہ آگ لگنے کے واپس آگیا اب حج کرانے والے نے کہا کہ ٹکٹ جہاز کا مجھے واپس کردو تو اُس نے فوراً واپس کردیا اور اس حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ آپ ٹکٹ واپس کیوں لیتے ہیں اب میں دوسرے جہاز میں چلا جاؤں گا چاہے آپ جائیں یا نہ جائیں باقی اور خرچ مجھے دیجئے حج کرانے والے نے کہا کہ میں تو جاتا ہی نہیں ہوں اب میں باپ کی طرف سے نہیں کراتا ہوں تو حج بدل کرنے والے نے فوراً ٹکٹ واپس کردیا اور ڈیڑھ ماہ حج بدل کرنے والے نے پچاس روپے میں سے کھایا اور کرایہ ریل کا بمبئی سے مرادآباد تک انھیں پچاس روپے میں سے خرچ ہوا ایک طرف کا اب حج بدل کرانے والے یہ کہتے ہیں کہ حساب کرکے جو روپیہ تمھارے پاس بچا ہے وہ ہم کو دیدو حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ میرے پاس سب خرچ ہوگیا اب حج بدل کرنے والے کے ذمہ روپیہ دینا آتا ہے یا نہیں اور حج بدل کرنے والے کا حرج دو ماہ کا ہوا اور حج بدل کرنے والے کی آمدنی ماہوار تیس روپے کی تھی۔

الجواب

اگر وہ روپے شخص مذکور نے اسی کام میں اٹھائے تو ان کا تاوان اس پر نہیں اور اگر اس سے جدا کسی اپنے ذاتی کام میں اٹھائے تو تاوان لازم ہے اور اس بات میں کہ اسی کام میں وہ روپے صرف ہوئے شخص مذکور کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور حرج پانے کا اُسے استحقاق نہیں اگرچہ اُس کی ماہوار آمدنی ہزار روپے ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹

از عظیم آباد مرسلہ محمد عمر صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۲۱ھ

ایک شخص عازم بیت اللہ شریف ہے اور اُس کو ایک عارضہ یہ ہے کہ بعد اجابت قطرات سرخ زائد از یک گھنٹہ برابر آیا کرتے ہیں کہ بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا ہے بعد ایک گھنٹے کے جب قطرات موقوف ہوں تب استنجا کرکے کپڑا پہنتا ہے تو ایسا شخص جو بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا احرام کیونکر باندھے کیونکہ ننگے احرام تو وہ روزانا پاک ہوا کرے گا اور بسبب پیری اور بیماریوں کے غسل سے بھی مجبور ہے تو صرف تیمم بعوض غسل کرلے یا کیا ہے ۲ سرما میں سوا چادر احرام کے کوئی کمل وغیرہ اوپر سے اوڑھ سکتا ہے یا کیا اور نہیں تو صدمہ سرما سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

احرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سلا نہ ہو کہ ممانعت لبس مخیط بروجہ معتاد سے ہے یا سر اور مونھ کے چھپانے سے اور نادوختہ لنگوٹ میں دونوں باتیں نہیں فی الدر المختار بعد الاحرام یتقی ستر الوجہ والراس بخلاف بقیۃ البدن ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر البدن او بعضہ وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز عندنا الا ان یزرہ او یخللہ ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور ایسی ضرورت شدید کی حالت میں تو اگر لنگوٹ ناجائز بھی ہوتا اجازت دی جاتی لان الضرورات تبیح المحظورات ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سفر حج میں اپنے حاملان محمل کریم کو ایک ضرورت خاصہ کے سبب تہبند کے نیچے تبان یعنی جانگیا پہننے کا حکم دیا کما فی صحیح البخاری کمل یا بانات یا اونی چادر وغیرہا بے سلے کپڑے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے بلکہ سوتے وقت اوپر سے روئی کا انگرکھا جبہ لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھا لینا بھی ممنوع نہیں بلکہ بیداری میں بھی انھیں کندھوں پر ڈال سکتا ہے جبکہ آستین میں ہاتھ نہ ڈالے نہ بند باندھے نہ کسی اور ذریعہ سے بندش کرے کما قدمناہ عن الدر وذلک لانہ لیس من اللبس المعتاد باایں ہمہ ضعیف کمزور کو دو تدبیریں اور ملحوظ رہیں تو انسب اولا تمتع کرے کہ تنہا حج کرنے سے افضل بھی ہے اور احرام کی مدت بھی کم ہوگی یعنی محاذات یلملم سے کہ سمندر میں عدن سے آگے آئے گی صرف عمرے کا احرام باندھے مکہ معظمہ پہنچتے ہی طواف وسعی سے عمرہ بجالا کر احرام کھول دے اب بلا تکلف ہشتم ذی الحجہ تک بلا احرام مکہ معظمہ میں قیام کرسکتا ہے جو چاہے پہنے اوڑھے سر سے عمامہ باندھے جو چاہے کرے یہ احرام صرف پانچ روز رکھنا ہوگا بعدہ آٹھویں کو پھر احرام حج کا باندھے منٰی کو جائے عرفات ومزدلفہ سے پلٹ کر دسویں تاریخ جب پھر منٰی میں آئے گا اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی جو اس پر بوجہ تمتع واجب تھی بجالائے گا اس کے بعد سر منڈائے یا بال کتروائے احرام کھل گیا سوا عورتوں کے (کہ بعد طواف زیارت حلال ہوں گی) جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا تو یہ احرام پورے

تین دن بھی نہ رہا۔ **ثانیاً** یہاں یا مِنٰی سے دالان کی شکل کی ایک تیز کھمچیوں کی بنوالے جس کی تین دیواریں ہوں ہر ایک آدھ گز یا قدرے زائد کی اور اوپر چھت پٹی ہو اور دروازہ اور زمین بالکل خالی ہو۔ تینوں دیواروں اور چھت کو روئی وغیرہ جس سے جائیں منڈھ لیں سوتے وقت سرہانے اس مکان کو رکھ کر سر اس کے دروازہ سے داخل کریں کہ چہرہ اس کے سائے میں رہے باقی بدن پر کپڑا ڈال لیں اب اس مکان کی وجہ سے سر ہوائے سرد سے محفوظ بھی ہوگیا اور رُو و سر کا چھپانا بھی لازم نہ آیا فی الدر المختار من فصل الاحرام لا یتقی (ای المحرم) الاستحمام والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسہ او وجہہ فلو اصاب احدھما کرہ اھ وفیہ ایضا قالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ جنابت سے طہارت کے لیے تو ایسی تیمم کرے گا جبکہ نہانے پر قادر نہ ہو اور احرام کے وقت جو غسل مسنون ہے اُس پر قدرت نہ ہو تو اس کے عوض تیمم مشروع نہیں کہ وہ غسل نظافت کے لیے ہے نہ طہارت کے لیے کہ طہارت تو حاصل ہے اور تیمم سے طہارت ہوتی نہ نظافت بلکہ بدن پر غبار لگنا خلاف نظافت ہے تو ایسا شخص اُس غسل کے عوض کچھ نہ کرے صرف وضو کافی ہے فی الدر المختار من شاء الاحرام توضأ وغسلہ احب وھو للنظافۃ لا للطھارۃ فالتیمم لہ عند العجز من الماء لیس بمشروع لانہ تلوث اھ ای فی بعض الصور حیث یصیب الغبار والا فمن تیمم علی رخام مغسول جاز ولم یکن تلوثا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰: از بمبئی محلہ قصاباں متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب

مسئولہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب دام ظلہم ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

معظمی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حجاج قطعی معلم وبدویان کے قبضہ میں ہوتے ہیں اکثر ۸ ذی الحجہ کو روانہ ہوکر منٰی میں قیام کرتے ہیں اور شب ۹ کو منٰی شریف سے روانہ ہوکر صبح عرفات پہنچتے ہیں اور مزدلفہ سے بھی پچھلی شب میں روانہ ہوجاتے ہیں آپ حضرات بدویان کی سختی مزاج سے خوب واقف ہیں وہ کسی کا کہا نہیں سنتے کیا کیا جائے بجز اس کے کہ آپ دعا فرمادیں کہ بدویان انھیں اوقات میں روانہ ہوں جن کی بابت حکم ہے فقیر کوشش بلیغ کرے گا بشرطیکہ دیگر حجاج نے میرے کلام کی تائید کی اگر فقیر تنہا ہوتا تو کچھ قافلے کی ہمراہی کی پروانہ کرتا اور پورے طور پر حسب تحریر رسالہ اوقات معینہ کی پابندی کرتا اور اب بھی انشاء اللہ تعالٰی حتی المقدور پابندی کرے گا، اللہ تعالٰی میری امداد فرمائے آمین ثم آمین۔ دوم یہ کہ عورت معذور اور غیر معذور کی جانب سے وکالۃً ہر سہ یوم رمی جائز ہے یا نہیں کیونکہ علاوہ مجمع کے بارہویں تاریخ قبل دوپہر قافلہ روانہ ہوتا ہے میں تنہا رہ جاؤں گا بعد زوال رمی کرکے قافلہ سے آملوں گا والسلام۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ادائے آداب معروض۔ مطوفوں کو اگر اہل قافلہ مل کر یا ایک ہی شخص جو اُن کے نزدیک ذی وجاہت ہو مجبور کریں تو ان کو ماننا پڑتا ہے فقیر کو اس کا تجربہ ہے اور اگر نہ مانیں اور مجبوری ہو تو نویں رات منٰی میں صبح تک ٹھہرنا اور آفتاب

چمکنے پر عرفات کو چلنا سنت ہے مجبوراً نہ اس کے ترک سے حج میں کوئی نقص نہ آئے گا مزدلفہ کی حدود کے اندر دسویں تاریخ کے طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کسی طرح موجود ہونا اگرچہ ایک لحظہ ہو ادائے واجب کے لیے کافی ہے تو اگر حدودِ مزدلفہ سے نکل جانے سے پہلے صبح صادق ہوگئی تو واجب ادا ہوگیا اگرچہ سنت ترک ہوگئی ہاں اگر اتنی رات سے چل دیا کہ صبح صادق نہ ہونے پائی اور مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو بے شک واجب ترک ہوا قربانی دینی آئے گی مگر بدوی ایسا نہیں کرتے اور عورتوں اور نہایت کمزور مردوں اور بیماروں کو بخوفِ ہجوم خود شرع ہی نے رات سے چل دینے کی اجازت فرمائی ہے انھیں کوئی جرمانہ دینا نہ ہوگا بارھویں تاریخ قبل زوال چل دینے کی ضرور اب وہاں عادت نکالی ہے اور یہ ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے فقیر نے تو جمالوں کو مجبور کیا اور بحمد اللہ ان کو رکنا پڑا کہ میں اور میرے ساتھ کے سب مرد و عورت بعد زوال رمی کرکے روانہ ہوئے جہاں وہ ہرگز نہ مانیں اور پیچھے رہ جانے میں اندیشہ صحیح ہو تو یہ صورت مجبوری کی ہے ضعیف روایت پر عمل کرکے قبل زوال رمی کرکے جاسکتا ہے عورت ہونا رمی میں نیابت کے لیے عذر نہیں ہاں ایسا بیمار ہو کہ رمی کو نہ جاسکے تو اس سے اجازت لے کر دوسرا اس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے یا جو غشی میں ہو تو اس کی بلا اجازت اس کی طرف سے رمی ہوسکتی ہے لباب و شرح لباب منسک میں ہے: الخروج من مکۃ الی عرفۃ یوم الترویۃ والبیتوتۃ بمنی لیلۃ عرفۃ الا لحادث من الضرورات والدفع منہ الی عرفۃ بعد طلوع الشمس (اسی کی فصل الرواح الی منی میں ہے) وان بات بغیر منی تلک اللیلۃ جاز واساء (اسی کی فصل وقوف بالمزدلفہ میں ہے) الوقوف بھا واجب واول وقتہ طلوع الفجر الثانی من یوم النحر واٰخرہ طلوع الشمس منہ فمن وقف بھا قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لایعتد بہ وقدر الواجب منہ لحظۃ ورکنہ کینونتہ بمزدلفۃ بفعل نفسہ او غیرہ نواہ اولم ینوہ علم بھا اولم یعلم ولو ترک الوقوف بھا فدفع لیلا فعلیہ دم الا اذا کان لمرض اوضعف بنیۃ من کبر اوصغر اویکون امرأۃ تخاف الزحام فلا شیئ علیہ (اسی کی فصل وقت الرمی فی الیومین میں ہے) وقت رمی الجمار الثلث فی الیوم الثانی والثالث من ایام النحر بعد الزوال فلایجوز قبلہ فی المشہور ای عند الجمہور وقیل یجوز وھو خلاف ظاہر الروایۃ وفی المسألۃ روایۃ اخری مختصۃ بالیوم الثانی من ایام التشریق لما فی المرغینانی لو اراد ان ینفر فی ھذا الیوم لہ ان یرمی قبل الزوال وبعدہ افضل وانما لایجوز قبل الزوال لمن لایرید النفر کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ (اسی کی فصل شرائط الرمی میں ہے) الخامس ان یرمی بنفسہ فلاتجوز النیابۃ عند القدرۃ وتجوز عند العذر فلو رمی عن مریض لایستطیع الرمی بامرہ اومغمی علیہ ولو بغیر امرہ اوصبی غیر ممیز اومجنون جاز والافضل ان توضع الحصی فی اکفھم فیرمونھا الی رفقاؤھم وفی الحاوی عن المنتقی عن محمد اذا کان المریض بحیث یصلی جالسا رمی عنہ ولاشیئ علیہ اھ ولعل وجہہ انہ اذا کان یصلی قائما فلہ القدرۃ علی حضور الرمی راکبا او محمولا فلایجوز النیابۃ عنہ اھ ملخصات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از شہر بریلی مسئولہ حضرت ستّنا بی بی صاحبہ مدظلہا

حج میں ایک اونٹ میں آٹھ آدمیوں نے شریک ہو کر قربانی کی تو حج ہوا یا نہیں اور قربانی دوبارہ کرے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حج ہوگیا پھر اگر احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت باندھی تھی تو قربانی اصلاً ضرور نہ تھی نہ اب اس کے بدلے کسی چیز کی حاجت ہے ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی یا احرام میں فقط عمرہ کی نیت کرکے عمرہ ادا کرکے پھر حج کا احرام مکہ معظمہ میں باندھا تھا تو البتہ قربانی واجب تھی اور ایک اونٹ میں سات سے زیادہ شریک نہ ہوسکتے تھے تو وہ قربانی نہ ہوئی اس صورت میں البتہ دو قربانیاں لازم ہیں ایک اصل اور ایک جرمانہ کی ان کی قیمت بھیج کر حرم شریف میں کرائی جائیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲:

(۱) ایک حاجی نے دمِ شکریہ کے عوض اُس کی قیمت خیرات کی اب یہ دمِ شکریہ اُس کی جانب سے ادا ہوا یا نہیں دوسرے صاحب نے دمِ تقصیر کی قیمت خیرات کی اُس کے ذمّہ سے دم ادا ہوا یا نہیں (۲) اگر وہ صاحب جنھوں نے دمِ شکریہ اور دمِ تقصیر منٰی میں نہ ذبح کیا ہو یہاں آکر ایک گائے خرید کر مثل قربانی کے شریک ہوکر اور اُس کو ذبح کرکے خیرات یہاں کردیں تو وہ فعل ہند میں درست ہوگا یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) نہ۔ کہ یہاں خود ذبح مقصود ہے اور اللہ عزوجل کے لیے جان دینا تو قیمت اُس کے بدلے کافی نہیں لباب میں ہے لاتجوز القیمۃ فی ھدی النذر کما لاتجوز فی غیرہ من الھدایا واللہ تعالٰی اعلم (۲) اگر ہندوستان میں ہزار گائیں یا اونٹ کردیں ادا نہ ہوگا کہ اُس کے لیے حرم شرط ہے درمختار میں ہے یتعین الحرم لاالحل اھ ای دم شکر وجبر قال الشامی لما تقدم انہ اسم لما یھدی من النعم الی الحرم الخ قلت وقد قال تعالٰی ھدیا بالغ الکعبۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از پیلی بھیت مرسلہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۲۵ھ

جو شخص دور دراز سفر کرکے حج نفل کرے اور زیارت سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوات نہ کرے تو وہ مصداق اس حدیث کا ہوسکتا ہے کہ جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا جو لوگ کہ ساکن مکہ معظمہ کے ہیں اور نفل حج کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت نہ کریں تو اس حدیث کے مصداق ہیں یا نہیں۔

الجواب

من حج یقیناً عام ہے مکی وآفاقی سب کو شامل اور تکرر بسبب تکرر حکم کو مستلزم اور نہ یزرنی کے صدق کو ترک کلی کی طرف مشیر اننا خلاف اصل عتبادر اور نظر بیانی میں بلاشبہہ ہر بار زیارت لازم اور اسی پر مسلمین کا عمل لاجرم علامہ عبدالقادر فاکہی مکی متوفی ۹۸۲ھ

کتاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں المامور بہ اذا کان مرتبا علی سبب یمکن طلبہ من المکلف بتکرر السبب ومن ذلک اجابۃ المؤذن فتطلب الاجابۃ علی ما قالہ جمع کلما وجد الاذان ویتکرر ومنہ فیما یظھر الزیارۃ للمستطیع کلما حج بناء علی مقتضی ھذا الخبر ونحوہ فیتاکد علی نحو المکی اکثر من تاکدہ علی غیرہ ان لا یفوت الزیارۃ بعد حجہ لاسیما فی عام حجہ فان قرب الدار یصیر القریب کالجار والجار التارک للمزار قد جار سیما اذا کان یرتکب المدیون فی تحصیل شھوتہ وعدم قطع عادتہ ولا یرتکبھا فیما ھو اشرف عباداتہ اھ قلت وانما جعل التاکد علی المکی اکثر لان عذرہ اقل کما اشار الیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: حافظ محمد ایاز صاحب از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں بموجب حکم شرع شریف ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجر عظیم عطا فرمائے ۱؎ اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مکہ معظمہ پہنچ جائے اور رمضان شریف میں وہاں قیام کرے اور نہایت اطمینان سے طواف وسنگ اسود شریف کا بوسہ وغیرہ وغیرہ ادا کرے تو جیسا ثواب ایام حج میں ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا یا اس میں یا ویسا ہی میں کچھ فرق ہوگا اور وہی ثواب ایک نماز کا ملے گا جیسا کہ ایک لاکھ کا اور صدقات وغیرہ میں بھی اُسی کے مثل ہوگا یا نہیں حالانکہ شخص مذکور ایام حج میں بھی ارکان حج ضرور ادا کرے گا ۲؎ اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مدینہ پہنچ جائے اور وہاں رمضان المبارک میں قیام کرے اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا رہے اور ہمراہ قافلہ مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرے یا ماہ شوال میں اول مدینہ منورہ جائے اور وہاں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اطمینان کے ساتھ فراغت پاکر مکہ معظمہ جائے اور وہاں حج کے ارکان ادا کرکے اپنے مکان کو چلا آئے تو ان صورتوں میں شخص مذکور کو ثواب اسی درجہ کا ملے گا جیسا کہ حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ملتا ہے یا کچھ کم ہوگا حاصل کلام یہ کہ اول مدینہ منورہ جانا اور وہاں سے قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف آنا اور ارکان حج ادا کرکے مکان کو واپس آجانا درست ہے یا نہیں اور اس کا ثواب مثل بعد میں مدینہ شریف جانے کے ہے یا نہیں عنداللہ جواب سے مشرف فرمائیے اس کے اوپر یہاں بہت جھگڑا ہورہا ہے اللہ تعالٰی ثواب دارین عطا فرمائے۔

الجواب

۱؎ حرم محترم کے اعمال کا ثواب اُس زمین پاک کے اعتبار سے ہے نہ زمان حج کی خصوصیت سے ایک نیکی پر لاکھ کا ثواب جیسے زمانہ حج میں ہووے گا ویسے ہی دیگر اوقات میں اور طواف کعبہ معظمہ جو حج میں کیا جائے گا اگر وہ طواف فرض ہے جب تو ظاہر ہے کہ فرض کے ثواب کو دوسری چیز نہیں پہنچ سکتی اور اگر وہ طواف عمرہ ہے تو رمضان مبارک میں اس کا طواف ذی الحجہ سے بہت زیادہ لاختلاف العلماء فی نفس جواز العمرۃ فی اشھر الحج حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی رمضان مبارک میں ایک عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

ہاں علمائے کرام نے دونوں صورتیں لکھی ہیں چاہے پہلے سرکار اعظم میں حاضر ہو اس کے بعد حج کرے یہ ایسا ہوگا جیسے صبح کے فرضوں سے سنتیں مقدم ہیں اور حاضری بارگاہ مقدس اس کے لیے قبولِ حج کا سامان فرمادے گی ان شاء اللہ الکریم ثم رسولہ الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ اکرم الصلٰوۃ والتسلیم اور چاہے تو حج کے بعد حاضر ہو یہ ایسا ہوگا جیسے مغرب کے فرضوں کے بعد سنتیں)۔ حج اگر مبرور ہے اُسے گناہوں سے پاک کرکے اس قابل کردے گا کہ زیارت قبر انور کرے ؎ پاک شو اول وپس دیدہ برآں پاک انداز۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مکہ معظمہ کو جاتے میں مدینہ طیبہ راستہ میں نہ پڑے اور اگر ایسا ہے جیسا شام سے آنے والوں کے لیے تو پہلے حاضری دربار انور ضرور ہے خلاف ادب ہے کہ بے حاضر ہوئے حج کو چلا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: پیش کردہ منشی محمد عتیق احمد صاحب ساکن پیلی بھیت بتاریخ ۱۰ رجب ۱۳۲۱ھ

بحضرت اعلم العلماء وافضل الفضلاء واکمل الکملاء آفتاب آسمان شریعت ماہتاب درخشان طریقت نوربخش قلوب مومنین رونق فزائے دین ودنیا حاکم محکمۂ ایمان ماتحت حبیب الرحمٰن سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حامی دین متین اہل سنت ماحی ضلالت وکفر وبدعت صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ آیۃ من آیات اللہ فضیلت پناہ حقیقت آگاہ امام العلماء والفضلاء حاج الحرمین الشریفین مولانا ومقتدانا عالی جناب مولوی محمد **احمد رضا** خانصاحب فاضل بریلوی دامت برکاتہم وافاضاتہم اس بارہ میں کیا ارشاد ہے کہ حجاز ریلوے جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کے سفر وزیارت وغیرہ کو مسلمانوں پر آسان کردے گی اور وہاں کے ساکنین خصوصاً حرم محترم مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ہر شئی بہ آسانی میسر آنے کا ذریعہ ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی قابل امداد واعانت اہل اسلام ہے یا نہیں جبکہ حضور سلطان المعظم اس کو خاص مسلمانوں کے روپے سے تعمیر واجرا کرانے میں بہت سعی وکوشش فرمارہے ہیں اور اس اعانت کا اجر چندہ دہندگان کو ملے گا یا نہیں۔ کیونکہ بعض کو گمان ہوتا ہے کہ ریل کا بننا ہی غلط بیانی ہے بعض تردد کرتے ہیں کہ روپیہ وہاں تک پہنچتا ہی نہیں حالانکہ یہ امر قابل اطمینان پایا گیا ہے قسطنطنیہ سے رسیدات مہری ڈاک خانہ وغیرہ بسند کافی آتی ہیں بعض مقاموں خاص کر پیلی بھیت میں مسلمانوں نے یہ معلوم کرکے کہ حضور والا چندہ دینے کو منع فرمایا ہے اس سبب سے سب مسلمان کہ مطیع حکم حضور کے رہتے ہیں جو دراصل صحیح حکم خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے چندہ دینے لینے سے باز رہے لہٰذا اس بارے میں ارشاد حضور کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حجاز ریلوے مسلمانوں کے نفع وآرام کی چیز ہے نیت صالحہ سے اس میں شرکت ان شاء اللہ تعالٰی باعث اجر وبرکت ہے۔ بعض حاجیوں کو یہ خیال کہ ریل بننا ہی غلط ہے بلکہ بیچ کے لوگوں نے یہ شعبدہ اٹھا رکھا ہے روپیہ جو جاتا ہے تغلب خانستان میں آتا ہے اس میں پہلا فقرہ محض غلط وسوئے ظن ہے وہ بھی صریح یقین کے مقابل۔ اور پچھلا فقرہ اگرچہ بعض مواضع پر صحیح ہونا ممکن اور تجربہ شاہد ہے کہ ضرور کہیں صحیح ہوگا ایسے معاملات میں بہت کاذب وخائن کھڑے ہوجاتے ہیں مگر نہ سب یکساں ہیں نہ بعد حصول ذرائع اطمینان اجازت

سورگنان ہے اور بالفرض ہو بھی تو مسلمان جس نے لوجہ اللہ تعالٰی دیا اپنی نیت پر اجر پائے گا فقد وقع اجرہ علی اللہ فقیر نے اس امر میں اعانت پر کبھی انکار نہ کیا البتہ بعض جاہلان علم ادعا نے یہ کہہ دیا تھا کہ اُس کی اعانت فرض ہے کہ بے امنی بادیہ کے باعث فرضیتِ حج میں خلل ہے ریل کا بننا اُس خلل کا ازالہ کرے گا اور مقدمہ فرض فرض ہوتا ہے اس کا میں نے رد کیا تھا کہ یہ محض جہالت ہے اول بحمداللہ تعالٰی ہرگز راہ میں بے امنی نہیں جسے حق سبحانہ نے وہ سفر کریم بخشا اور اُس کے ساتھ ایمان کی آنکھ اور عقل مستقیم عطا کی ہے اُس نے موازنہ کیا اور معلوم کرلیا ہے کہ وہاں باآنکہ بارہ منزل کے اندر صرف دو ایک چوکیاں ہیں بحمدہ تعالٰی وہ امن وامان رہتی ہے کہ یہاں قدم قدم پر چوکی پہرے کی حالت میں ہو جس قافلہ میں یہ فقیر ۱۲۹۵ھ میں اپنے رب کے دربار سے اُس کے حبیب کی سرکار میں حاضر ہوتا تھا جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قافلہ بعد زوال ظہر وعصر پڑھ کر رواں ہوتا اور وقت مغرب خفیف قیام کرتا کہ لوگ مغرب وعشا کے فرض و وتر پڑھ لیتے شافعیہ اپنے مذہب پر ایسا کرتے اور حنفیہ بضرورت تقلید غیر پر عامل ہوتے کہ بحال ضرورت اُن شرائط پر کہ فقہ میں مفصل ہیں ایسا روا ہے مگر یہ فقیر بحمداللہ اپنے امام رحمہ اللہ تعالٰی کے مطابق مذہب ہر نماز خاص اُس کے وقت مقرر ہی میں پڑھتا جن کی تعیین اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادی ہے مجھے عصر وعشا کے لیے اُترنا پڑتا قافلہ دور نکل جاتا میں جلدی کرکے مل جاتا قضائے حاجت کے لیے بھی لوگ اس خیال سے کہ قافلہ بعید نہ ہوجائے نزدیک ہی بیٹھ جاتے ہیں مجھے یہ پسند نہ آتا اور دُور کسی پیڑ یا پہاڑ کی آڑ میں جاتا اس میں بھی قافلہ دُور نکل جاتا دن کی تنہائیوں اور رات کی اندھیریوں میں بارہا بدوی ملے وہ مسلح تھے اور میں نہتا مگر کبھی سوا السلام علیکم وعلیکم السلام مساکم اللّٰہ بالخیر والسعادۃ صبحکم اللّٰہ بالرضاء والنعیم کے اصلاً کسی نے کوئی تعرض نہ کیا وللہ الحمد اتفاقاً کبھی کوئی واقعہ ہوجانا بدامنی نہیں کہلاتا یہاں شہر سے اسٹیشن کو جاتے ہوئے شب میں متعدد وارداتیں ہوچکیں اور رات کو آنولے سے بدایوں جانے میں تو کتنے ہی وقائع ہوئے کوئی عاقل ایسے اتفاقیات پر شہر یا راہ میں بدامنی نہ مانے گا پھر وہاں اس حال پر کہ بارہ منزل تک بیچ میں صرف ایک قلعہ رابغ ملتا ہے جگہ جگہ چوکی پہرے کا نشان نہیں اگر اتفاقی وارداتیں ہوجائیں تو اُس کے باعث بدامنی ماننا فرضیت حج میں خلل جاننا ضعف ایمان نہیں تو کیا ہے لئیم الطبع لوگ جو قافلوں میں بدویوں سے دناءت وخست کا برتاؤ کرتے ہیں اور اُس کے سبب سے وہ ان کی خدمتگزاری کہ اُن پر شرعاً عرفاً کسی طرح لازم نہیں پوری نہیں کرتے (حالانکہ مشاہدہ وتجربہ ہے کہ وہ کریم الطبع بندے قلیل کثیر پر راضی ہوجاتے اور ادنٰی خدمت گار سے بڑھ کر کام دیتے ہیں ہاں خسیس دنی الطبع کو ضرور مکروہ رکھتے ہیں) اس باعث سے اگر کوئی تکلیف ان سفہاء کو پہنچ جاتی ہے تو انھیں کی لؤم وخست کا نتیجہ ہے اُسے طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ یہاں آکر بیان کرتے اور محض بے اصل نئی پُرانی افواہ اپنے حواشی بڑھا کر مسلمانوں کو سُناتے اور انھیں حاضری بارگاہ خدا ورسول سے بددل کرتے ہیں یہ اُن کی ایمانی حالت کا نشانہ ہے ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اور اگر معاذاللہ بدامنی اس حد کی فرض کی جائے کہ مانع فرضیت حج ہو تو اب یہ ریل اگر موجب امن مان بھی لی جائے تو مقدمہ فرض نہ ہوگی کہ بسبب بے امنی حج فرض ہی نہیں ہاں مقدمہ فرضیت ہوگی کہ یہ ہوجائے تو حج فرض ہو اور مقدمہ فرضیت فرض درکنار مستحب بھی نہیں ہوتا مثلاً اتنا مال جمع کرنا کہ حوائج اصلیہ سے بچ کر قدر نصاب رہے اور اُس پر سال گزرے مقدمہ فرضیت زکوۃ ہے کہ ایسا ہو تو زکوۃ فرض ہو مگر وہ اصلاً مستحب بھی نہیں۔

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ اسباب ادائے واجب کا مہیا کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ اسباب وجوب کا۔ درمختار میں ہے لو وھب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لایجب تحصیلھا۔ یہ اُن جاہلان عالم نما کی جہالت کا رد تھا اور نفس زیارت و اعانت چندہ پر فقیر نے کبھی اعتراض نہ کیا مسلمانوں کو اتنا ضرور ہے کہ امر خیر میں ہمت کریں تو ذرائع اطمینان حاصل کرلیں اور اپنے شہر کے معتمد تریں صلحاء مثل جناب مولٰنا الاسد الاسد الاشد الارشد مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی یا مولانا مولوی حکیم محمد خلیل الرحمٰن خاں صاحب یا مولانا قاضی حافظ خلیل الدین حسن صاحب یا مکرمنا منشی محمد عتیق احمد صاحب سلمہم کو متوسط کریں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از گورکھپور محلہ گھوسی پورہ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ سؤلہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی رجل مکلف لہ ابوان وبنتان صغیرتان لایفتقرون الیہ فی المعاش ولہ زاد وراحلۃ یرید ان یہاجر وحدہ الی الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما ذلک لانہ لایجد مالا یسع زادھم جمیعا ویظن انہ لو استصحبھم فی الھجرۃ لایجیزوہ اصلا فہل تجوز لہ الھجرۃ بحکم الشرع ام لا بینوا بالسند الکتاب والعبارۃ توجروا یوم الحساب بالبشارۃ۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب الحمدللہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلٰی الہ وصحبہ المکرمین عندہ بر الوالدین من اعظم الواجبات واھم القربات حتی قرن المولی سبحانہ وتعالٰی شکرھما بشکرہ اذ امر عزمن امر ان اشکرلی ولوالدیک وقد فضلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجہاد فی سبیل اللہ (اخرج) احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلٰوۃ علی وقتہا قلت ثم ای قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجہاد فی سبیل اللہ قلت ولیس البران لاتعصیھما اذا امراک بشیئ وتمالئھما فی ماسوی ذلک ولکن البران لاتأتی مایکرھان وان لم یخاطباک فیہ لشیئ فان الطاعۃ والارضاء کلاھما واجبان والمعصیۃ والاسخاط جمیعا محرمان وھذان اعنی السخط والرضا لایختصان بالتقدم فیہ بصریح البیان کما لایخفی وحسبک ما (اخرج) الترمذی وابن حبان والحاکم وصححہ والطبرانی عن عبداللہ بن عمرو والبزار عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد ولفظ البزار الوالدین فی الموضعین وقد اشار النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اراد الجہاد والھجرۃ الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یج

فیضمّ الوجیہ ولیس فی الحدیث انھما کانا مفتقرین الیہ (اخرج) احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن عبداللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما ومسلم وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال جاء رجل
الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجھاد فقال احی والداک قال نعم قال ففیھما فجاھد
قلت ولا اقول ان مجرد عدم الذکر ذکر العدم حتی ترجح تقول واقعۃ حال فلا شمول فما یدریک لعلھما
کانا مفتقرین الیہ وانما اقول ان السائل لم یبین والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یستبن فترک
السؤال دلیل الارسال (واخرج) مسلم فی روایۃ لہ عن ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما قال اقبل رجل
الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ابایعک علی الھجرۃ والجھاد ابتغی الاجر من اللہ تعالٰی
قال فھل من والدیک احد حی قال نعم بل کلاھما حی قال فتبتغی الاجر من اللہ تعالٰی قال نعم قال
فارجع الی والدیک فاحسن صحبتھما (واخرج) ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ جاء رجل الی
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جئت ابایعک علی الھجرۃ وترکت ابوی یبکیان قال ارجع
الیھما فاضحکھما کما ابکیتھما (واخرج) ایضا عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من
اھل الیمن ھاجر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ھل لک احد بالیمن قال ابوای قال اذنا لک
قال لا قال فارجع الیھما فاستاذنھما فان اذنا لک فجاھد والا فبرھما (واخرج) النسائی وابن ماجۃ و
الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم والطبرانی باسناد جید عن معاویۃ بن جاھمۃ ان جاھمۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہ جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اردت ان اغزو وقد جئتک استشیرک
فقال ھل لک من ام قال نعم قال فالزمھا فان الجنۃ عند رجلیھا ولفظ الطبرانی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم استشیرہ فی الجھاد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ الک والدان قلت نعم قال الزمھما فان
الجنۃ تحت ارجلھما (واخرج) ھذا اعنی الطبرانی عن طلحۃ بن معویۃ السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال
اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی ارید الجھاد فی سبیل اللہ قال امک حیۃ
قلت نعم قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزم رجلیھا فثم الجنۃ فھذہ فتوی النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فی الھجرۃ الی المدینۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین اظھرھم فکیف بجوار احد
الحرمین بعد وفاۃ سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانظر کیف امرھم ان یرجعوا ویلزموا ارجل
اباءھم وامھاتھم وانظر کیف امر من لم یستاذن ان یرجع فلیستاذن وانظر کیف ھدی من اتی وترکھما
یبکیان ان یضحکھما کما ابکاھما وانت اذا علمت انھما لا یاذنان ان استاذنت فقد علمت انھما لا یتحزنا
ووجدا بک ان فارقت وما اذنت فایاک ثم ایاک ان تترکھما وھما یبکیان وھذا خیر اتباعین بشھادۃ

سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المرویۃ من طریق عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عند مسلم فی صحیحہ ومن حدیث علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عند الحاکم بسند صحیح اعنی علی اللہ سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ منعتہ خدمۃ امہ والبر بہا ان یاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتشرف بذلک الشرف الاہم الاعظم عـہ بنبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما ظنک بہذا الذی یسمیہ الناس ہجرۃ وما ہو بہجرۃ وانما الہجرۃ ہجران الذنوب نسأل توفیقہ من رب القلوب اخرج البخاری وابوداؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عـہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ تعالٰی عنہ وما احسن ما قال اخو العجم ؎ گر در یمنی وبا منی پیش منی * ور پیش منی وبے منی در یمنی * وہو معنی ما قال اٰخر ؎ وکم من بعید الدار نال مرادہ * وکم من قریب الدار مات کئیبا * وکان سیدی العارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالٰی یقول کم من ہو معنا ولیس ہو معنا وکم من ہو بعید عنا وہو معنا اھ ومن اخفی وساوس الشیطان تلبیس الشر بالخیر علی الانسان فیذہب بہ الی السیئات من باب الحسنات ولا یعرف ذلک الا العلماء العاملون ولذا ورد ذم المتعبد بغیر فقہ وضرب لہ مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا اشرما اخرج الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ عـہ وسلم قال فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد فھذا الذی یرید الہجرۃ لو علم ما فی احزان الوالدین وادخال الغم علیہما لما ارادھا کما ورد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لو کان جریج الراہب فقیہا عالما لعلم ان اجابۃ دعاء امہ اولی من عبادۃ ربہ اخرج الحسن بن سفین فی مسندہ والحکیم الترمذی فی نوادرہ وابن قانع فی معجمہ والبیہقی فی شعب الایمان عن شہر بن حوشب عن حوشب بن یزید عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھذا الحدیث وان بغیت الفقہ فقد نقل العلامۃ البحر فی البحر الرائق تفصیلا برخصتہ ومنعہ فی مسئلۃ حج الولد بلا اذن الوالد ثم قال ھذا کلہ فی حج الفرض اما حج النفل فطاعۃ الوالدین اولی مطلقا کما صرح بہ فی الملتقط اھ نقلہ العلامۃ ابن عابدین فی رد المحتار قلت فاذا کان ھذا حکمہم فی الحج وانت عازم ان لا ترجع وقد وضع فی الہندیۃ ضابطا حسنا فی امثال مسائل حیث قال الابن البالغ یعمل عملا لا ضرر فیہ دینا ولا دنیا بوالدیہ وہما یکرہانہ فلا بد من الاستیذان فیہ اذا کان لہ بد منہ اھ فقد حکما ان لا محید من الاستیذان

عـہ اصل میں بیاض ہے۔ عـہ اصل میں بیاض ہے۔

وان لم يكن بحاضر زرها فيا اراد فهذا حكم المسئلة كما ترى ولكن مالى الكلام فى هذا او ذاك ولا اقول ان المجاورة لاتحل من اصلها وان اذن الابوان فكيف اذا كرها وحزنا بها هذا هو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء كما فى الشامى عن الاحياء وبه جزم فى المجمع وغيره قلت وهو الاقوى دليلا والاحسن تاويلا والاصلح تعويلا والاقوم قيلا وليس لحنفى ان يجتاز من قوله ويختار قول غيره كساحبيه مثلا الا لضعف بين فى دليله اوضرورة تدعو الى مخالفته قيلة حتى صرح الفاضلان العلامتان مولانا زين بن نجيم المصرى والشيخ خير الدين الرملى انه لا يعمل ولا يفتى الا بقوله رضى الله تعالى عنه ولا يعدل عن قوله الى قولهما او قول احدهما الا لضرورة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما كما فى صلاة البحر وشهادات الخيرية وهذا امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضى الله تعالى عنه كان اذا فرغ من حجه يدور فى الناس ويقول يا اهل اليمن يمنكم ويا اهل العراق عراقكم ويا اهل الشام شامكم فانه اهيب لبيت ربكم فى اعينكم اوكما يقول رضى الله تعالى عنه قلت وكان هذا والناس انما هم صحابة اوتابعون وهم ماهم من غاية الادب ونهاية الاجلال فما بال اهل الزمان اهل كيت وذيت والله المستعان لاصلاح الاحوال وقد سئل امام دار الهجرة عالم المدينة مالك بن انس رحمه الله تعالى ايما احب اليك المجاورة او القفول فاجاب ان السنة الحج ثم القفول كما نقله العلامة محمد العبدرى فى مدخله قلت وانما ارادمنه الصحابة ماعدا المهاجرين اما المهاجرون فقد كانوا عن الاقامة محجورين فلا يدل قفولهم على استنانه كما لا يخفى ثم ان العبدرى نقل عن بعض اكابر الاولياء قدست اسرارهم ان جاور بمكة اربعين سنة ولم يبل فى الحرم ولم يضطجع قال فمثل هذا تستحب له المجاورة او يومر بها والموضع موضع ربح لاموضع خسارة فيحرم نفسه الربح لقلة الادب الذى يصدر منه وقلة الاحترام قال وقد حكى لى السيد الجليل ابو عبد الله القاسى رحمة الله تعالى عليه انه احتاج الى قضاء حاجة الانسان وهو فى المدينة فخرج الى موضع من تلك المواضع وعزم ان يقضى حاجته فيه فسمع هاتفا يهتف به عن ذلك فقال الحجاج يعلو هذا فاجابه الهاتف بان قال واين الحجاج واين الحجاج ثلث مرات فخرج من البلد حتى قضى حاجته ثم رجع اھ وقد اطال الكلام فيه الى ان قال ثم لو فرض ان المجاور لايباشر شيئا مما تقدم ذكره حينئذ تكون المجاورة مستحبة فى حقه ما لم يخل بعبادة اخرى هى اكبر منها كبر الوالدين والقيام بما وجب عليه من صلة الرحم لمن يحب ذلك بالحضور معه دون ارسال السلام بالكتابة وغيرها قال والمقصود ان يقدم امتثال الشرع الشريف فيقدم ما قدمه ويؤخر ما اخره فالمجاورة مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم باتباع اوامره واجتناب نواهيه فى اى موضع كان هذا هى المجاورة

قال ومن کتاب القوت (ای للسیدی ابی طالب المکی رحمہ اللہ تعالٰی) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الی ھذا البیت ممن یطوف بہ وکان بعضھم یقول لان تکون ببلدک وقلبک مشتاق متعلق بھذا البیت خیر لک من ان تکون فیہ وانت متبرم بمقامک وقلبک متعلق الی بلد غیرہ اھ ملتقطا وانی لوشئت لطولت الکلام بتوفیق العلام فی تحقیق المرام ولکن حسبی فی ھذا المقام کلام الامام ابن الھمام اذلاعطر بعد عروس قال قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم ونفعنا فی الدارین بفضلہ العظیم فی فتح القدیر شرح الھدایۃ اختلف العلماء فی کراھۃ المجاورۃ بمکۃ وعدمھا فذکر بعض الشافعیۃ ان المختار استحبابھا الا ان یغلب علی ظنہ الوقوع فی المحذور وھذا قول ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی وذھب ابوحنیفۃ ومالک رحمھما اللہ تعالٰی الی کراھتھا (قلت والمراد کراھۃ التحریم اذھو المحمل عند الاطلاق وبدلیل قول المحقق فیما سیاتی لایذکرحالھم فی جواز الجوار اھ قال) وکان ابوحنیفۃ یقول انھا لیست بدار ھجرۃ وقال مالک وقد سئل عن ذلک ما کان الناس الا علی الحج والرجوع وھو اعجب وھذا احوط لما فی خلافہ من تعریض النفس علی الخطر اذ طبع الانسان التبرم والملل من توارد ما یخالف ھواہ فی المعیشۃ وزیادۃ الانبساط المخل بما یجب من الاحترام لما یکثر تکررہ علیہ ومداومۃ نظرہ الیہ وایضا الانسان محل الخطاء کما قال علیہ السلام کل ابن ادم خطاء (قلت اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل بنی ادم خطاء وخیر الخطائین التوابون اھ قال) والمعاصی تضاعف علی ماروی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان صح والا فلاشک ان فی حرم اللہ افحش واغلظ فتنتھض سببا لغلظ الموجب وھو العقاب (وساق الکلام الی ان قال) وکل من ھذہ الامور سبب لمقت اللہ تعالٰی واذاکان ھذا سجیۃ البشر فالسبیل الخروج عن ساحتہ وقل من یطمئن الی نفسہ فی دعوٰھا البراءۃ من ھذہ الامور الا وھو فی ذلک مغرور الاتری الی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المختبرین الیہ المدعولہ کیف اتخذ الطائف دارا وقال لان اذنب خمسین ذنبا برکبۃ وھو موضع بقرب الطائف احب الی من ان اذنب ذنبا واحدا بمکۃ (قلت یشیر بالدعاء الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم فقھہ فی الدین وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم علمہ الکتاب اخرجھما الشیخان وانما الفقیہ کما قالہ الامام الحسن البصری رحمہ اللہ تعالٰی الزاھد فی الدنیا الراغب فی الاخرۃ البصیر بعیوب نفسہ ومثل ھذا ایتاھل للجوار لاشک وقد واللہ کان ابن عباس من اعاظم اھلہ ولکن الاکابر انفسھم یستصغرون فانظر الی الفرق من

لا یسئم ویخشی السأمة ومن لا یسلم بید عی السلامة قال) وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مامن بلد یؤاخذ العبد فیہا بالھمة قبل العمل الامکة وتلاھذہ الاٰیة ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم وقال سعید بن المسیب للذی جاء من اھل المدینة یطلب العلم ارجع الی المدینة فانا نسمع ان ساکن مکة لایموت حتی یکون الحرم عندہ بمنزلة الحل لما یستحل من حرمہا وعن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خطیئة اصیبہا بمکة اعز علی من سبعین خطیئة بغیرہا نعم افراد من عباد اللہ استخلصہم وخلصہم من مقتضیات الطباع فاولئک ھم اھل الجوار الفائزون بفضیلتہ من تضاعف الحسنات والصلوات من غیر ما یحبطہا من السیئات (فسرد احادیث فی ذلک ثم قال) لکن الفائز بھذا مع السلامة من احباطہ اقل القلیل فلا یبنی الفقہ باعتبارہم ولا یذکر حالھم قیدا فی جواز الجوار لان شان النفوس الدعوی الکاذبة والمبادرة الی دعوی الملکة والقدرة علی ما یشترط فیما تتوجہ الیہ وتطلبہ وانہا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت واللہ تعالٰی اعلم وعلی ھذا فیجب کون الجوار فی المدینة المشرفة کذلک فان تضاعف السیئات او تعاظمہا وان فقد فیہا (قلت وذلک لان الرحمة فی المدینة اکثر واللطف اوفر والکرم اوسع والعفو اسرع کماھو شاھد مجرب والحمد للہ رب العالمین ومع ذلک) فمخافة السأمة وقلة الادب المفضی الی الاخلال بواجب التوقیر والاجلال قائم وھو ایضا مانع الا للافراد ذوی الملکات فان مقامھم وموتھم فیہا السعادة الکاملة اھ مختصرا وموضحا وھو کما تری من الحسن بمکان فقد افاد واجاد اثابہ الجواد تبارک وتعالٰی وابان ان الامر وان کان فی الواقع علی جواز الجوار بشرط التوثق وھو التوفق عند المحقق کما نص علیہ وصححہ فی شرح اللباب وجزم بہ فی الدر المختار الا ان اھل التوثق لما کانوا اقل قلیل واحکام الفقہ انما تبتنی علی الغالب الکثیر دون النادر الیسیر فالوجہ ھو اطلاق المنع کما ھو مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ولذا اخذ الفاضلون المحشون العلامة الحلبی ثم الطحطاوی ثم الشامی کلھم فی حواشی الدر فی اشتراطہ التوثق حیث نقلوا کلام الفتح ثم قالوا وھو وجیہ فکان ینبغی للشارح ان ینص علی الکراھة ویترک التقیید بالتوثق اھ زاد ابن عابدین ای اعتبارا للغالب من حال الناس لاسیما اھل ھذا الزمان واللہ المستعان اھ ولقد اعجبنی قول العلامة علی القاری فی مسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط مع تصحیحہ ما علمت حیث یقول لو کانت الائمة فی زماننا وتحقق لھم شاننا لصرحوا بالحرمة الخ قلت ونظیرہ ما قال فی الدر المختار فی مسئلة دخول المرأة الحمام ان فی زماننا لاشک فی الکراھة لتحقق کشف العورة اھ وقد سبقہ الی ذلک المحقق علی الاطلاق فی الفتح ونحوہ ما ذکرہ العلائی ایضا فی الدر المنتقی شرح الملتقی فی وجوب نفقة طالب العلم ان ھذا اذا کان بہ رشد

کما فی الخلاصۃ ولذا قال صاحب المنیۃ والقنیۃ انا افتی بعدم وجوبہا فان قلیلا منہم من یحسن السیر ویشتغل بعلم الدین واکثرھم رکذا وکذا او ذکر من مساویہم ثم قال اعنی الحصکفی) واما من کان بخلافہم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد الخ قلت ومن ھذا القبیل حکمہم بتحریم السماع المجرد عن المزامیر فانہ یہیج مکامن القلوب واکثر الناس اساری الشھوات فالوجہ المنع سد الباب الفتنۃ وان کان نفع شیئ فی حق رجال تحلوا بالفضائل وتخلوا عن الرذائل وماتت شہواتہم بل قتلت ذواتہم فبقی السماع محض الانتفاع وبہ الانقطاع لطویل النزاع فمن فعلہ من الاولیاء فقد اصاب خیرا ومن منعہ من الفقہاء فقد ازال ضیرا فلہم الاجر بما نصحوا وللقوم الاذن لما صلحوا وکل ثواب وبشری الصواب والحمد للہ رب الارباب و **بالجملۃ** فالحکم عدم جواز الجواز اصلا فی زماننا والعاقل لا یسعہ الا الاحتیاط لنفسہ والاحتراز عن سلوک مسالک تفضی غالبا الی المہالک ومن صدق نفسہ فقد صدق کذبا وسایری ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واذا کان الامر کما وصف ھنالک سقط منشؤ السؤال راسا اذ تبین ان لیس ما یظنہ خیرا خیرا واللہ المسئول ان یرزق الخیر ویقی الضیر وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم

شرائطِ حج

مسئلہ ۲۲۷: از پٹنہ عظیم آباد بخشی محلہ مسئولہ منشی علی حسین صاحب ۲ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر قریب ہفتاد سال مریض رعشہ کہ تنہا سفر کے قابل نہیں کبھی اپنے زمانہ صحت و شباب میں اتنے مال کا مالک نہ ہوا کہ اُس پر حج فرض ہوتا اب کہ حالت یہ ہے اُس نے اپنا مال وغیرہ بیچا اور پانچسو روپے اُس کے پاس ہو گئے کہ یہی کل سرمایہ اُس کا ہے بوجہ ضعف و امراض دوسرے شہر میں جہاں اُس کے اعزہ ہیں سکونت کرنا اور وہاں مکان خریدنا چاہتا ہے اس صورت میں اُس پر خود حج کو جانا یا روپیہ دے کر حج بدل کرانا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید پر حج اصلاً واجب نہیں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے کہ بغیر اُس کے حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا نہ خود جانا نہ دوسرے کو بھیجنا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرط وجوب نہیں شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اُس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا اور مکان حاجات اصلیہ سے ہے اُس کی خریداری یا بنانے کے بعد اس زمانے میں کہ اب مصارف حج بہت قریب گزرے ہوئے زمانے سے تقریباً دوچند ہو گئے اتنا بچنا کہ اس سے حج کے جانے آنے لینے کے بھی تمام مصارف ہوں اور زید کے لیے اس حالت میں کہ نہ اور مال نہ کسب پر قدرت کچھ ذریعۂ معاش بچ بھی رہے معقول نہیں لہذا بالاتفاق و حکم علی التنزل صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب صحیح مرجح پر تو بلاشبہہ زید پر حج کرانا بھی واجب نہیں اور خود حج کو جانا تو بالاجماع اصلاً صورت وجوب نہیں رکھتا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے الحج فرض علی مسلم حر مکلف صحیح البدن (ای سالم عن الآفات المانعۃ عن القیام بما لابد منہ فی السفر فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر لایثبت علی الراحلۃ بنفسہ واعمی وان وجد قائدا لابانفسہم ولا بالنیابۃ فی ظاہر المذہب عن الامام وھو روایۃ عنہما وظاہر الروایۃ عنہما وجوب الاحجاج علیہم وظاہر التحفۃ اختیار قولہما وکذا الاسبیجابی وقواہ فی الفتح وحکی فی اللباب اختلاف التصحیح وفی شرحہ انہ مشی علی الاول فی النہایۃ وقال فی البحر العمیق انہ المذہب الصحیح وان الثانی صححہ قاضیخان فی شرح الجامع واختارہ کثیر من المشائخ اھ ش) بصیر ذی زاد وراحلۃ فضلا عما لابد منہ ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کان عندہ ما لو اشتری بہ مسکنا وخادما لایبقی بعدہ مایکفی للحج

لایلزمہ خلاصہ وجوہ فی الاشباہ انہ یشترط بقاء راس مال لحرفتہ ان احتاجت لذلک والا لا ورأس المال یختلف باختلاف الناس بحر والمراد ما یمکنہ الاکتساب بہ قدر کفایتہ وکفایۃ عیالہ اھ ملتقطات واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محارم اس کے بوجہ موانع نہیں جاسکتے ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بیباک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے ہوتی دیندار و ہوشیار ہے جاتے ہیں ان کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی فرض رہ جائے گا اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہیے یا نہیں اور جائے تو کس کے ساتھ جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں اور محرم فاسق بیکار ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کرلیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا اس فعل ناجائز کی معصیت جدا لیکن جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہوگیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کرلیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے تو چاہیے تھا چند روز کے لیے اور پابند ہوگئی عمر بھر کی یا سرے سے اُسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو صرف اس ضرورت کی دفع تک نکاح چاہیے تو **اقول** اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہوجائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لوں یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جدا ہوجائے درمختار میں ہے مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لا مع امرأۃ ولو عجوزا وھل یلزمہا التزوج قولان ونفقتہ بلا محرم مع الکراھۃ ردالمحتار میں ہے قولہ قولان ھما مبنیان علی ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط وجوب الاداء والذی اختارہ فی الفتح انہ مع الصحۃ وامن الطریق شرط وجوب الاداء فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق او لم یوجد زوج ولا محرم ویجب علیہا التزوج عند فقد المحرم وعلی الاول لایجب شیئ من ذلک کما فی البحر وفی النہر وصحح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النہایۃ تبعا لقاضی خاں واختارہ فی الفتح اھ قلت لکن جزم فی اللباب بانہ لایجب علیہا التزوج مع انہ مشی علی

جعل المحرم اوالزوج شرطا اداء ورجح ھذا فی الجوھرۃ وابن امیرحاج فی المناسك كما قاله المصنف فی منح قال ووجهه انه لايحصل غرضها بالتزوج لان الزوج له ان يطلق من الخروج معها بعد ان يملكها ولا تقدر علی الخلاص منه وربما لا يوافقها فتضرر منه بخلاف المحرم فانه ان وافقها انفقت عليه وان امتنع امسكت نفقتها وتركت الحج اھ فافهم اھ ما فی ش اقول نعم المخلص من ھذا كلها ماذكرت من ان تتزوج بشرط ان تملك طلقة بائنة تطلق بها نفسها متی شاءت فان لم يخرج معها اولم يوافقها اولم تردہ تخلص نفسها ولا حرج عليها واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰: از پیلی بھیت محلہ پشیرخاں مرسلہ محمد عبداللطیف خاں نقیب ۳ شوال ۱۳۳۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھاوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھاوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ اُن کے کوئی شخص محرم نہیں ہے جو شخص کہ اُن کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دُور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھاوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے یہاں کے علماء نامحرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں اور بھاوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپسی میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائیے کہ بھاوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لايحل لامرأۃ تؤمن باللہ واليوم الاٰخر ان تسافر مسيرۃ يوم وليلة الا مع ذی رحم محرم يقوم عليها حلال نہیں اُس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اُس کی حفاظت کرے یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اُس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اُس سے حفاظت نہ ہوسکے گی یا ناحفاظتی کا اندیشہ ہو گا حج کا جانا ثواب کے لیے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا ہم خاص اس موقع کے لیے نہیں کہتا بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کرکے اُسے ساتھ لے جائے پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہو جائے گی تو اُس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی کو (فلاں) کفو کے ساتھ اپنے نکاح کرنے کا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو وکیل کرے یہ وکیل یوں نکاح کرے یعنی اُس سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنی موکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے مکان میں داخل ہوتے ہی اُس پر ایک طلاق بائن ہو شوہر کہے میں نے اُسے اس شرط پر قبول کیا اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اُس کے نکاح سے نکل جائے گی جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا اور جسے کہ معظمہ سے واپسی میں محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرے

کہ مکہ معظمہ پہنچتے ہی مجھ پر ایک طلاق بائن ہو کہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن ہو جائے گی مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہو جب تو انقضائے ایام عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اُس کے لیے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح اُس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو یا اگر ایسا شخص ہو تو ولی اُس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دیدے ورنہ نکاح نہ ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲

عبدالجبار خاں صاحب از محلہ جسولی بریلی ۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ کے کہ ایک بیوہ عورت مالدار جس کو مقدور حج بیت اللہ شریف کے جانے کا ہو جس کی عمر تخمیناً چالیس یا پینتالیس سال کی ہے اور اُس کو بیوہ ہوئے عرصہ ۲۳ یا ۲۴ سال کا ہوا اور اُس کے مونھ میں دو ایک دانت دائمہ باقی ہیں اور سر کچھ کھچڑی ہے وہ بیوہ سفر حج بیت اللہ شریف بوساطت یا ہمراہی اپنے رشتہ کے ماموں جن کے سامنے روز پیدائش سے اس وقت تک بے پردہ مثل اپنے والد کے آتی ہے اور نیز اُس کی اور ہمشیرگان ووالدہ وغیرہ اُن کے سامنے بے پردہ آتی ہوں اور ماموں کی عمر تخمیناً ۷۰ یا ۸۰ برس کی ہے اور وہ ماموں مع اپنی بی بی اور بچہ اور نیز ایک غلام خانہ زاد و دیگر عورات ملازمہ کے حج بیت اللہ شریف جاتے ہیں اگر وہ بیوہ مذکورہ اپنے ایسے ماموں رشتہ دار جن کی تعریف اوپر ہو چکی ہے جس کو حقیقی ماموں سے کم خیال نہیں کیا جاسکتا ہے اُن کے ہمراہ اپنے خرچ سے سفر بیت اللہ شریف کو جائے تو یہ جانا اُس کا جائز ہے یا ناجائز اور حلال ہے یا حرام اگر حرام ہے تو کس حد تک۔ گو وہ بیوہ ایسی حالت میں حج بیت اللہ شریف کو جائے اور حج وزیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو واپس آجائے تو اس کی صورت دیکھنا اور اُس سے ملنا اُس کے رشتہ داروں کو حرام ہے یا حلال یا جائز ہے یا ناجائز یا ثواب پائے گی یا عذاب یا کچھ نہیں۔

الجواب

لاتبدیل لحکم اللہ۔ اللہ کے حکم کا کوئی بدلنے والا نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخران تسافر ثلثۃ ایام وفی روایۃ یوما ولیلۃ الا ومعہا زوجہا او ذورحم محرم منہا اولفظا ھذا معناہ حلال نہیں کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ ایک منزل بھی سفر کو جائے جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام ہے جانا چاہے تو اُس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے نکاح کرلے اگرچہ ۷۰۔ ۸۰ برس کی عمر والے سے جو اس کے ساتھ جائے آئے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ بے محرم یا شوہر کے جانا صادق نہ ہو مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ بعد واپسی طلاق نہ دے تو نکاح یوں کیا جائے کہ عورت کہے میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو یا اگر تو اس سال اس قافلہ کے ساتھ حج کو میرے ہمراہ نہ جائے تو مجھ پر طلاق

بائن ہو مرد کہے میں نے قبول کیا اسی شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (الٰی آخرہ) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہوجائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہوجائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گی گناہ میں لکھا جائے گا ان گناہان کثیرہ کے باعث اگر رشتہ دار اس سے نہ ملیں تو بے جا نہیں، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: مسئولہ حافظ محمد عبداللطیف صاحب علیگڑھی ۷ محرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستر سالہ یا نوجوان عفیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصد حج حرمین کا سفر کیا جب بہت کچھ مسافت طے کرچکی تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرالیا یا وہ خانہ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکان حج بتمامہ مع سنن و واجبات و فرائض ادا کیے تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اور سفر کی تنہائی مانع وصف حج ہوگی یا نہیں؟ اور اس کا راستہ سے لوٹانا مناسب ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنۃ وتوجروا ببیان احکام القرآن والشریعۃ۔

الجواب

عورت اگرچہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے، یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں، اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفر حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لیے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے، بالجملہ اگر چلی جائے گی گنہگار ہوگی ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا مگر حج ہوجائے گا کہ معیت محرم شرط صحت حج نہیں۔ رہی واپسی، اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جاسکتا ہے تو یہی مناسب ہے، اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں، اور اگر زوج یا محرم کوئی نہیں یا ہے مگر حج کو نہیں جاسکتا تو اگر ابھی مدت سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے، اور اگر مدت سفر تک قطع کرچکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالہ گناہ ہے اور ازالہ گناہ فرض ہے۔ قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ[2]، اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ ایسی میں سفر بلامحرم ہے اور وہ حرام ہے، وکانت کمن ابانھا زوجھا او مات عنھا وھی فی مصر ولیس بینھا وبین مصرھا مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرھا مدۃ وبقی لمقصدھا اقل مضت۔ پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے، بلامحرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے، یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا، اس کے لیے چارہ کار نہیں مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جاکر اسے لائے یوں کہ اس سال وہ جانا نہ چاہتا تھا اس سال گیا یا یوں کہ اس سال تک اس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہوا اور لاسکتا ہے، اور یہ بھی نہ ہو تو چارہ کار نکاح ہے، نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے واپس آئے یا وہیں مقیم رہے، اور اگر دونوں طرف مدت سفر ہے تو بلاسخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہوسکتا مگر بصورت محرم یا بتحصیل شوہر، شوہر کے قبضہ میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہے تو اس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں، اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں پوری مضطرہ ہے، اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر عمل کرکے ان کے ساتھ واپس آئے اور جائے

کے لیے ملیں تو اُن کے ساتھ جائے اُنھیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلیدِ غیر عند الضرورۃ بلاشبہہ جائز ہے کما فی الدرالمختار وغیرہ اس لیے ارشاد ہوا کہ اختلاف اصحابی رحمۃ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں موافق حکم شرع شریف بموجب قرآن و حدیث عقائد اہلسنت ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطا فرمائے (۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ و رشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اُس سے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو تو اُس شخص پر حج بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں اگر فرض ہے تو اس روپے سے حج ادا ہوگا یا نہیں اگر نہیں ادا ہوگا تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہیے کہ جس شکل سے حج بھی ادا ہوجائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو۔ (۲) جس شخص کے پاس روپیہ واسطے خرچ حج بیت اللہ شریف موجود ہے لیکن وہ شخص بوجہ پوری تندرستی نہ ہونے کے خود جانے سے معذور ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ کس صورت سے ادا ہوسکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبکدوش ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر اُس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کرسکے اگرچہ رشوت کے ہزارہا روپے ہوئے تو اُس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مالِ رشوت مثل مال مغصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں اور اگر مال حلال اس قدر اُس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اُس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابلِ قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے لا لبیک ولا سعدیک وحجک مردود علیک حتی ترد ما فی یدیک نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھوں میں ہے واپس نہ دے اُس کے لیے چارہ کار یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے (۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے جیسے آنکھیں نہیں یا پاؤں نہیں اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں تو اپنی طرف سے حج بدل کرادے اور اگر عذر مانع سفر نہیں تو خود جائے اور اگر مانع سفر ہے مگر زوال کی امید ہے جیسے تپ یا درد وغیرہ تو حج بدل نہیں کراسکتا بلکہ زوال کا انتظار کرے جب شفا ہوجائے خود جائے اور اگر قبل شفا وقت آجائے تو حج بدل کی وصیت کرجائے اگر اپنی طرف سے کوئی تقصیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا عذر مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جاسکتا تھا اور رہ گیا تو گنہگار ہوا استغفار واجب ہے اور حج بدل کرانا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور ۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں حضور نے پہلے استفتا میں بابت حج بیت اللہ شریف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس مال رشوت وغیرہ کا شامل ہے اُس کو چاہیے قرض لے کر حج ادا کرے انتہی۔ اب آئندہ یہ ارشاد فرمائیے

کہ وہ قرضہ کہاں سے ادا کرے بعض کہتا ہے کہ اول تو جب رشوت وغیرہ کا روپیہ اس کی ملک نہیں ہے تو اس کے پاس کچھ نہیں اور قرض لے کر حج ادا کرنے کی ممانعت ہے اور بالفرض اگر قرض لے کر حج کے واسطے رکھا اور اپنے روپے سے جو رشوت وغیرہ کا اس کے پاس ہے اس سے قرض ادا کر دیا تو وہ کیا ہوا اسی اپنے روپے کی وجہ سے تو اس نے قرض لیا تھا لہٰذا یہ روپیہ بھی بعینہٖ اپنے ہی روپے کی مثل ہوا تو اس کے واسطے دلیل وثبوت کافی ارشاد ہو کہ تسکین ہو جائے یہ شخص حج کے واسطے جانے کا بہت ہی مشتاق ہے۔

الجواب

روپیہ کہ قرض لیا گیا اک مال حلال ہے کہ عقد صحیح شرعی سے حاصل کیا تو اس میں خبث کی کوئی وجہ نہیں عالمگیری وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ جس کا مال حرام ہے وہ اگر زید کی دعوت کرے یا اسے کچھ دے اور کہے وراثتہً اور استقراضاً یہ مال مجھے ترکہ میں ملا ہے یا میں نے قرض لیا ہے تو اس کا لینا اور دعوت کھانا حلال ہے اور جب حج اس پر فرض ہو چکا تھا اور اب اس کے پاس مال حلال نہ رہا صرف مال حرام ہے اور مال حرام سے حج مردود ہے تو چارہ کار سوا اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعہ حلال سے مال حاصل کرکے حج کو جائے اور قرض ادا کرے قرض بھی ذریعہ حلال ہے یہ فرض تو ادا ہو گیا ہاں ادائے قرض میں اس پر وقت ہے کہ مال حرام کو اپنے کسی مصرف میں صرف کرنا اسے جائز نہیں مگر یہ مسئلہ جداگانہ ہے حج سے اسے تعلق نہیں اپنی نجات چاہے تو مال حرام اس کے مالک کو یا وارثوں کو پہنچائے اور نہ ملیں تو تصدق کرے اور وجہ حلال سے مال پیدا کرکے قرض ادا کرے اگر ادا ہو گیا فبہا ورنہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر پیروی نفس کی اور مال حلال کی طرف توجہ نہ کی اسی حرام سے قرض ادا کیا اور اپنے مصارف میں صرف کرتا رہا تو یہ ایک گناہ ہے اور حج فرض ادا نہ کرتا تو دو گناہ تھے ایک گناہ سے بچ گیا یہ کیا کم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۵

مولوی ابوالمحاسن محمد سجاد بہاری صاحب مدرس اول ومہتمم مدرسہ انوار العلوم شہر گیا ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ

مولانا! صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ باعث تحریر عریضہ ہذا یہ ہے کہ اس سال نظر بحالات موجودہ حج کے متعلق عامہ مسلمین کو کیا حکم دیا جائے جناب عالی کی رائے صائب ہو گی کیا خبر احوال شریف کہ موجودہ جنگ کے واقعات مسقط وجوب ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر بالفرض اس قسم کا احتمال سقط وجوب ہو بھی تو ایسے موقع پر فتوی کیا دینا چاہیے امید کہ جواب بالصواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب

افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ من استطاع الیہ سبیلا صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لیے ہے جس پر اسی سال وجوب حج ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہو لیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا ان سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوب ادا نہ ہوگا جب باذنہ تعالیٰ امن ہو جائے واجب الادا

ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۲: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین صاحب قادری رزاقی کرانی ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

حضور سرور کائنات (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں۔

الجواب

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے صرح بہ ابن عقیل الحنبلی وتلقاہ العلماء بالقبول۔ باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدینۃ افضل من مکۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب الجنایات فی الحج

مسئلہ ۳۶۳: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۴ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص احرام میں ذرا دیر سر پر بھولے سے کپڑا ڈال لے تو حکم ہے کہ من بھر گیہوں دے اور جو مکہ میں نہ دے تو یہاں دے کیا حکم ہے حج میں تو خلل نہیں کہ یہ مستحب ہے اور اگر کسی عذر کے سبب سر چھپانا پڑے تو کیا حکم ہے۔

الجواب

جو مرد اپنا سارا یا چوتھائی سر بحالت احرام چھپائے جسے عادۃً سر چھپانا کہیں جیسے ٹوپی پہننا عمامہ باندھنا سر سے چادر اوڑھنا دھوپ کے باعث سر پر کپڑا ڈال لینا درد کے سبب سر کنا زخم کی وجہ سے پٹی باندھنا نہ گٹھری یا صندوق یا خوان وغیرہ کا سر پر اٹھانا کہ یہ سر چھپانے میں داخل نہیں اس پر مطلقاً جرمانہ واجب ہے اگرچہ بھولے سے اگرچہ سوتے میں اگرچہ بے ہوشی میں اگرچہ عذر سے مگر صحت حج میں خلل نہیں ہاں ایک طرح کا قصور ہے جس کی تلافی کو جرمانہ مقرر ہوا جیسے نماز میں سہواً ترک واجب سے سجدہ عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے کہ اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص حرم میں ایک

قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے، دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہے کہ حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے تین صاع گیہوں یا مثلاً چھ صاع جو چھ مسکینوں کو دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگرچہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو تو بے عذری کی صورت میں صدقہ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے ایک صاع دو سو ستر تولے کا ہوتا ہے اور انگریزی چہرہ دار روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہو یہاں سو روپے بھر کا سیر ہے جیسے ہمارے شہر بریلی میں وہاں کی تول سے صاع پانچ ماشے پانچ رتی اوپر آدھ پاؤ پونے تین سیر کا ہوا اور نصف صاع دو ماشے ساڑھے چھ رتی اوپر تین چھٹانک سوا سیر کا یعنی کچھ کم ڈیڑھ سیر اس نصف صاع کے آدھے کو عربی میں مُد اور مَنّ کہتے ہیں تو ذرا دیر کپڑا سر پر ڈالنے میں من بھر گیہوں کا حکم نہیں بلکہ معتمد روایت میں دو من کا ہے فی الدر المختار ورد المحتار الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیا او جاھلا او مکرھا فیجب علی نائم غطی راسہ ان ستر راسہ (ای کلہ (او ربعہ) بمعتاد اما بحمل اجانۃ او عدل فلا شیئ علیہ یوما کاملا ولیلۃ کاملۃ وفی الاقل (شمل الاقل الساعۃ الواحدۃ (وما دونھا) تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ لا رافاد ان التقیید بنصف الصاع من البر اتفاقی فیجوز اخراج الصاع من التمر او الشعیر عن القھستانی) وان بعذر (ومن الاعذار الحمی والبرد والجرح والقرح والصداع والشقیقۃ والقمل واما الخطاء والنسیان والاغماء والاکراہ والنوم وعدم القدرۃ علی الکفارۃ فلیست باعذار) خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع طعام علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ ھذا فیما یجب فیہ الدم اما ما یجب فیہ الصدقۃ ان شاء تصدق بما وجب علیہ من نصف صاع او اقل علی مسکین او صام یوما کما فی اللباب) اھ ملتقطین وفی الشامیۃ ایضا وکذا الصوم لا یتقید بالحرم فیصوم این شاء اھ وفیھا ایضا الکفارات کلھا واجبۃ علی التراخی فیکون مؤدیا فی ای وقت اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸: از حافظ عبدالحمید قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

محرم کو احرام میں جوڑا لگانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سلی ہوئی چیز سے بچنا چاہیے اور حالت ضرورت مستثنٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹: از بمبئی محلہ قصابان متصل کرافٹ مارکٹ مکان گودے بابو صاحب مسئولہ

حضرت سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دام ظلہم ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ۔

معظمی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چند امور دریافت طلب ہیں یہ گوارائے تکلیف بواپسی ڈاک مطلع فرمائیے بعید از شفقت بزرگانہ نہ ہوگا اول یہ کہ مستورات مونھ پر پنکھا کھجور کا لگا لیتی ہیں یقیناً وہ پنکھا کنپٹی اور ناک اور مونھ سے لگتا ہے اور چہرہ پوشیدہ بھی رہتا ہے احرام کی حالت میں کیا کرنا چاہئے نماز پڑھتے وقت جبکہ پردہ کی جگہ نہ ہو پنکھا اونچا اٹھا ہوا مشکل سے رُکے گا علاوہ ازیں چہرہ نامحرمان کی نظر سے مخفی رکھنا دشوار ہے اس کے متعلق صاف الفاظ میں تحریر فرمائیے جو سمجھ میں آسکے دوم یہ کہ فقیر تنباکو پان کے ساتھ کھانے کا عادی ہے اگرچہ لعاب ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا تنباکو نہ کھانے کے سبب سخت تکلیف ہوگی اس تنباکو میں قدرے قلیل مشک و زعفران کا ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے آپ کے ملاحظہ کے واسطے قدرے تنباکو مرسل ہے۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ادائے آداب معروض پنکھا سر پر مضبوط باندھیں کہ اٹھا رہے اور بڑا ہو کہ اٹھا رہنے کی حالت میں چہرہ اجانب سے چھپا رہے پھر بھی اگر احیاناً چہرہ پر ڈھلک آئے یا کنپٹی یا ناک یا مونھ سے لگے اگر مونھ کی ٹکلی کے چہارم تک نہ پہنچے تو کفارہ کچھ نہیں نہ قربانی نہ صدقہ کہ نہ چہارم مونھ چھپا یا نہ چار پہر تک اُسے دوام رہا۔ اس صورت میں کراہت و معصیت ہوتی مگر جبکہ وہ بلاقصد ہے اور اُسے قائم نہ رکھا گیا تو مواخذہ نہیں ہاں اگر چہارم مونھ کی ٹکلی چھپ جائے گی تو ضرور صدقہ دینا آئے گا۔ احکام جو شرع مطہر نے ارشاد فرمائے صدق دل سے اُن کا اہتمام ہو تو وہی جس کے احکام ہیں مدد فرماتا اور آسان کر دیتا ہے تنباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی جب تو اُس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبو دیتی ہو ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اُسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافع تنباکو کی طرف تو کچھ حرج نہیں اور اگر بے پکائے خوشبو مشک وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو جب بھی کفارہ کچھ نہیں البتہ کراہت ضرور ہے یہ کراہت پیک نگلنے پر موقوف نہیں کہ خوشبو کا آنچل میں باندھنا بھی ناجائز ہے ہاں اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اڑ گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں۔ لباب و شرح لباب میں ہے الطیب اذا خلطہ بطعام قد طبخ فلا شیئ علیہ اتفاقا سواء یوجد ریحہ اولا لانہ بالخلط والطبخ یصیر مستہلکا فلا یعتبر وجودہ اصلا وان خلطہ بما یؤکل بلا طبخ کالزعفران بالملح فالعبرۃ بالغلبۃ فان کان الغالب الملح ای اجزاءہ لا طعمہ ولونہ فلا شیئ علیہ من الجزاء غیر انہ اذا کان رائحتہ موجودۃ کرہ اکلہ لکونہ مغلوبا غیر مطبوخ وان کان الغالب الطیب ففیہ الدم فانہ حینئذ کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظہر رائحتہ اھ ملخصاً مع مزج۔ اسی کے محرمات احرام میں ہے التطیب وشدہ بطرف ثوبہ ای ربط طیب یفوح

نا یجہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱: مسئولہ شفقت علی از محلہ ذخیرہ بریلی شہر ۲ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اُس کے باپ بھائی خاوند کا دیا ہوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کرسکتی ہے سماۃ مذکورہ کا ارادہ اسی سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود منت وسماجت کے اُس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا اُس کے حقیقی بھائی بھی اسی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں یہ موقع بھی سماۃ مذکورہ نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جاکر حج ادا کرسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہرگز حاجت نہیں فان الاصح ان افتراض الحج فوری وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ عورت کے لیے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ہے اس وقت تو اُس کا بھائی جارہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کو نہ ملے تو حج سے محروم رہے نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی کے ساتھ چلی جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

اَنْوَارُ الْبِشَارَۃ
فی
مَسَائِلِ الحج وَالزِّیَارَۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد۔ یہ چند حرف ہدایت حجاج کے لیے ہیں۔ ان میں اکثر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف تصنیف لطیف اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا ومولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ الشریف سے التقاط کیے[1] ہیں ۲ شوال ۱۳۲۹ھ کو والا جناب حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی نے فقیر احمد رضا قادری غفرلہ سے فرمایا کہ ارشاد

[1] اور صدہا مسائل اپنے رسائل اور منسک متوسط وغیرہ سے اضافہ کیے ۱۲ منہ

کو سیر ارادۂ حج ہے۔ بہت لوگ جاتے ہیں حج کا طریقہ اور آداب لکھ کر چھاپ دے بحضرت سید صاحب کے حکم سے بکمال استعجال یہ چند سطور تحریر ہوئیں امید کہ بہ برکت سادات کرام اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے آمین

فصل اوّل آداب سفر و مقدمات حج میں

(۱) جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو ادا کر دے جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرالے پتہ نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

(۲) نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو۔

(۳) جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے۔ جیسے ماں، باپ۔ شوہر اُسے رضامند کرے جس کا اُس پر قرض آتا ہے اُس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رُک نہیں سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

(۴) اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

(۵) عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے۔ سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

(۶) توشہ مال حلال سے ہو ورنہ قبول حج کی اُمید نہیں اگرچہ فرض اتر جائے گا۔

(۷) حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔

(۸) عالم کتب فقہ بقدر کفایت ساتھ لے ورنہ کسی عالم کے ساتھ جائے۔ یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

(۹) آئینہ، سرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سنت ہے۔

(۱۰) اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دیندار ہو کہ بد دین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

(۱۱) حدیث میں ہے جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے سردار اسے بنائیں جو خوش خلق عاقل، دین دار ہو۔ سردار کو چاہیئے رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

(۱۲) چلتے وقت اپنے دوستوں، عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اب ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کردیں حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے کہ قبول کرے ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

(۱۳) وقت رخصت سب سے دعا لے کہ برکت پائے گا۔

(۱۴) ان سب کو دین، جان، اولاد، مال، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے۔

(۱۵) لباس سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی

نگہبانی کریں گی۔

(۱۶) جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہے اور اہل جمعہ کو روز جمعہ قبل جمعہ سفر اچھا نہیں۔

(۱۷) دروازے سے باہر نکلتے ہی کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ[۱] اور درود شریف کی کثرت کرے۔

(۱۸) سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو وقت کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

(۱۹) چلتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ۔ واپسی تک مال اور اہل وعیال محفوظ رہیں گے۔

(۲۰) اسی وقت تَبَّتْ کے سوا قُلْ یٰۤاَیُّھَا سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے راستے بھر آرام سے رہے گا۔

(۲۱) نیز اس وقت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ[۲] ایک بار پھر پڑھ لے بالخیر واپس آئے گا۔

(۲۲) ریل وغیرہ جس پر سوار ہو بِسْمِ اللّٰہِ کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایکبار پھر کہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ اس کے شر سے بچے۔

(۲۳) ہر بلندی پر چڑھتے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ڈھال میں اترتے سُبْحٰنَ اللّٰہِ۔

(۲۴) جس منزل میں اُترے اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہے ہر نقصان سے بچے گا۔

(۲۵) جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

ترجمہ۔ اللہ کے نام اور اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ کی توفیق سے۔ الٰہی ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم ہو، یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے
[۱] الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بدحالی اور مال یا اولاد میں کوئی بری حالت نظر آنے سے ۱۲ [۲] ترجمہ: بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ضرور تجھے پھرنے کی جگہ واپس لائے گا [۳] پاکی ہے اسے جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا اور ہم میں اس کی طاقت نہ تھی بیشک ہم ضرور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ترجمہ [۴] میں اللہ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اس سب مخلوق کی شر سے [۵] الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی برائی سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کی برائی سے۔

(۲۶) جس شہر میں جائے وہاں کے سنّی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے فضول سیر تماشے میں وقت نہ کھوئے۔

(۲۷) جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے باہر آنے کا انتظار کرے اس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے اس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلاف شرع ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے مگر یہ سنّی عالم کے لیے ہے بدمذہب کے سائے سے بھاگے۔

(۲۸) ذکر خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا نہ کہ شعر ولغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا، رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

(۲۹) منزل میں راستے سے بچ کر اُترے کہ وہاں سانپ وغیرہ موذیوں کا گذر ہوتا ہے۔

(۳۰) راستے پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

(۳۱) منزل میں متفرق ہو کر نہ اتریں ایک جگہ اتریں۔

(۳۲) ہر سفر خصوصاً سفر حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے لیے دُعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دُعا قبول ہے

(۳۳) جب دریا میں سوار ہو کہے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۰ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۰ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

جب کسی مشکل میں مدد کی حاجت ہو تین بار کہے۔ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو۔ غیب سے مدد ہوگی۔ یہ حکم حدیث میں ہے۔

(۳۴) یَا صَمَدُ ۱۳۴ بار روزانہ پڑھے بھوک پیاس سے بچے گا۔

(۳۵) اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو لِاِیْلٰفِ پڑھے ہر بلا سے امان رہے۔

(۳۶) سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان رہے۔

(۳۷) اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کہے یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ضَالَّتِیْ ۰ ان شاء اللہ تعالٰی مل جائے گی۔

---

[1] ترجمہ: اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ کافروں نے خدا ہی کی قدر جیسی چاہیے تھی نہ پہچانی حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن بس ایک مٹھی کی طرح اس کے قبضہ میں ہے اور سب آسمان اس کی قدرت سے لپیٹے جائیں گے وہ پاک بلند ہے ان کی شرکت سے [12] ترجمہ: [2] اے بے نیاز۔ ترجمہ [3] اے یقینی دن کے لیے سب لوگوں کے جمع فرمانے والے بیشک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا مجھے میری گمی چیز ملا دے [12]

(۳۸) کرایہ کے اونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرنا ہو اُس کے مالک کو دکھالے اور اس سے زیادہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

(۳۹) جانور کے ساتھ نرمی کرے طاقت سے زیادہ کام نہ لے۔ بے سبب مارے نہ کبھی مونھ پر مارے حتی القدور اس پر نہ سوئے کہ سوتے کا بوجھ زیادہ ہوجاتا ہے۔ کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اتر لے اگر ممکن ہو۔

(۴۰) صبح و شام اُتر کر کچھ دیر پیادہ چل لینے میں دینی دنیوی بہت فائدے ہیں۔

(۴۱) بدوؤں اور سب عربوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے خصوصاً اہل حرمین خصوصاً اہل مدینہ۔ اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے۔ نہ دل میں کدورت لائے اس میں دونوں جہان کی سعادت ہے۔

(۴۲) جمّال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے بخل نہ کرے کہ وہ ایسوں سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہوجاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

(۴۳) سفر مدینہ طیبہ میں قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بہ مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے۔ یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں۔ اسی طرح مغرب کے ساتھ عشاء بھی انھیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہوا کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا۔

(۴۴) واپسی میں بھی وہی طریقہ ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہوا۔

(۴۵) مکان پر اپنے آنے کی تاریخ و وقت کی اطلاع پہلے سے دیدے بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصاً رات میں۔

(۴۶) سب سے پہلے اپنی مسجد سے دو رکعت نفل کے ساتھ ملے۔

(۴۷) دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکشادہ پیشانی ملے

(۴۸) دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکات حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دوسرا تحفہ دعا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے کہ قبول ہے۔

فصل دوم احرام اور اُس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکّہ مکرّمہ و مسجد الحرام

(۱) ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہ یلملم کی محاذات ہے یہ جگہ کامران سے نکل کر

سمندر میں آتی ہے جب جدّہ دو تین میل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دیدیتے ہیں پہلے سے احرام کا سامان تیار کر رکھیں۔

(۲) جب وہ جگہ قریب آئے خوب مَل کر نہائیں وضو کریں اور نہ نہا سکیں تو صرف وضو کرلیں۔

(۳) چاہیں تو سر دُھولیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھی کرکے خوشبودار تیل ڈالیں

(۴) ناخن کتریں خط بنوائیں موئے بغل و زیرِ ناف دُور کریں۔

(۵) خوشبو لگائیں کہ سنّت ہے۔

(۶) مرد سلے کپڑے اتاریں ایک چادر نئی یا دُھلی اُوڑھیں اور ایسا ہی ایک تہبند باندھیں یہ کپڑے سفید بہتر ہیں

(۷) جب وہ جگہ آجائے دُو رکعت بہ نیتِ احرام پڑھیں پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ۔

(۸) اب حج تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ نرا حج کرے اُسے افراد کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی۔ دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے۔ مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی تیسرا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اِسے قران کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک آواز بلند کہے۔ لبیک یہ ہے:۔ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ؛

(۹) یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہوگئے۔

عورت سے صحبت[1]۔ بوسہ۔ مساس۔ گلے لگانا۔ اس کی اندام نہانی پر نگاہ۔ جبکہ یہ چاروں باتیں بہ شہوت ہوں عورتوں کے سامنے اس کا نام لینا۔ فحش[2] گناہ۔ ہمیشہ[3] حرام تھے اب اور سخت حرام ہوگئے کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔ جنگل کا شکار۔ اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا۔ بندوق یا بارود یا اس کے ذبح کے لیے چھری دینا اس کے انڈے توڑنا۔ پر اکھیڑنا۔ پاؤں یا بازو توڑنا۔ اس کا دودھ دوہنا۔ اس کا گوشت یا انڈے پکانا۔ بھوننا

ترجمہ [1] الٰہی میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے میرے لیے آسان کردے اور مجھ سے قبول فرما میں نے خاص اللہ تعالٰی کے لیے حج کی نیت کی۔

بیچنا۔ خریدنا۔ کھانا۔ ناخن کترنا۔ سرسے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال جدا کرنا۔ منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ بستہ یا کپڑے کی بقچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔ عمامہ باندھنا۔ برقع دستانے پہننا۔ موزے یا جرابیں وغیرہ جو وسط پا اور قدم کے جوڑ کو چھپائے پہننا، سلا کپڑا پہننا۔ خوشبو بالوں یا بدن یا کپڑوں میں لگانا۔ لاگیری یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔ خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل، وغیرہ کھانا ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مشک، عنبر، زعفران، سر یا داڑھی خطمی یا کسی خوشبو دار یا ایسی چیز سے دھونا، جس سے جوئیں مرجائیں۔ وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔ گوند وغیرہ سے بال جمانا، زیتون یا تل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو۔ بدن یا بالوں میں لگانا کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو۔ جوں مارنا پھینکنا کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا کپڑا اس کے مارنے کو دھونا یا دھوپ میں ڈالنا۔ بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مرنے کو لگانا۔ غرض جوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔

(۱۰) احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ بدن کا میل چھڑانا۔ بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔ کنگھی کرنا اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرے۔ انگرکھا کرتا یا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔ خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا۔ اوڑھنا۔ قصداً خوشبو سونگھنا، اگرچہ خوشبو دار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ، سر پر پٹی باندھنا، غلاف کعبہ مکہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا منہ سے لگے ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا۔ یا کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ زائل ہوگئی ہو۔ بے سلا کپڑا رفو کیا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔ تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھا لیٹنا۔ مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا۔ سنگار کرنا۔ چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا، تہبند باندھ کر کمر بند سے کسنا۔

(۱۱) یہ باتیں احرام میں جائز ہیں۔ انگرکھا۔ کرتہ۔ چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا۔ ہمیانی یا پٹی باندھنا۔ بے میل چھڑائے حمام کرنا۔ کسی چیز کے سائے میں بیٹھنا چھتری لگانا۔ انگوٹھی پہننا بے خوشبو کا سرمہ لگانا۔ فصد بغیر بال مونڈے۔ پچھنے لینا۔ آنکھ میں جو بال نکلے اُسے جدا کرنا۔ سر یا بدن اس طرح کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے جوں نہ گرے۔ احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا۔ پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دُہنا، انڈے توڑنا، بھوننا، کھانا، کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا، کسی دریائی جانور کا مارنا دوا یا غذا کے لیے نہ ہو نری تفریح

لہ لو حمل علی راسہ شیئا یلبسہ الناس یکون لابسا وان کان لا یلبسہ الناس کالاجانۃ ونحوہا فلا اھ ش عن الظہیریۃ والخانیۃ ۱۲ منہ لہ یکرہ تعصیب راسہ ولو عقبہ یوما او لیلۃ فعلیہ صدقۃ ولا شیئ علیہ لو عصب غیرہ من بدنہ لعلۃ اولغیر علۃ لکنہ یکرہ بلا علۃ اھ فتح القدیر ۱۲ منہ

منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا ہو یا جنگل خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام منہ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا، سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔ کان کپڑے سے چھپانا۔ ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔ سر پر سینی اور بوری اُٹھانا۔ جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا، گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کاہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا۔ خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو۔ مگر کسم کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔ دین کے لیے لڑنا جھگڑنا بلکہ حسبِ حاجت فرض و واجب ہے جوتا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا۔ آئینہ دیکھنا۔ ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل یا اس کا آنچل میں باندھنا نکاح کرنا۔

(۱۲) ان مسائل میں مرد عورت برابر ہیں۔ مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں۔ سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقچہ اُٹھانا بدرجہ اولی . . . . گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا، اگرچہ سی کر۔ غلاف کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پر ہے منہ پر نہ آئے۔ دستانے موزے سلے کپڑے پہننا عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

تنبیہ:۔ احرام میں منہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے۔ نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔

(۱۳) جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔

(۱۴) وقت احرام سے رمی جمرہ تک جس کا ذکر آئے گا اکثر اوقات لبیک کی بیشمار کثرت رکھے خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اترتے دو قافلوں کے ملتے صبح شام پچھلی رات پانچوں نمازوں کے بعد مرد بآواز کہیں مگر اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

(۱۵) جب حرم کے متصل پہنچے سر جھکائے آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع خضوع سے داخل ہو، اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن کو داخل ہو نہا کر۔

(۱۶) مکہ مکرمہ کے گرد اگرد کئی کوس کا جنگل ہے ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھیڑنا خودرو پیڑ کا کاٹنا، وہاں[1] کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر کوئی وحشی جانور بیرونِ حرم کا اس کے ہاتھ

---

[1] چیل، کوّا، چوہا، چھپکلی، سانپ، بچھو، کھٹمل، مچھر، پسو وغیرہ خبیث[2] و موذی جانوروں کا قتل حرم میں بھی جائز ہے اور احرام میں بھی۔

میں تھا اسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہوگیا۔ اب وہ جانور حرم کا ہوگیا فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں خبردار ہرگز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے۔ بعض ادھر اُدھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے ان کی ریس نہ کرے۔ مگر بُرا انھیں بھی نہ کہے جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا۔

(۱۷) جب رب العالمین جل جلالہ کا شہر نظر پڑے ٹھہر کر دعا مانگے اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا دھو کر داخل ہو اور مدفونینِ جنت المعلٰی کے لیے فاتحہ پڑھے۔

(۱۸) جب مدعٰی میں پہنچے جہاں سے کعبہ معظمہ نظر آئے اللہ اکبر یہ عظیم قبول و اجابت کا وقت ہے صدقِ دل سے اپنے اور تمام عزیزوں دوستوں مسلمانوں کے لیے مغفرت و عافیت مانگے اور فقیر ایک دعائے جامع عرض کرتا ہے درود شریف کی کثرت کریں اور اسے کم از کم تین بار پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلِعَبْدِکَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا[1] پھر درود شریف پڑھیں۔

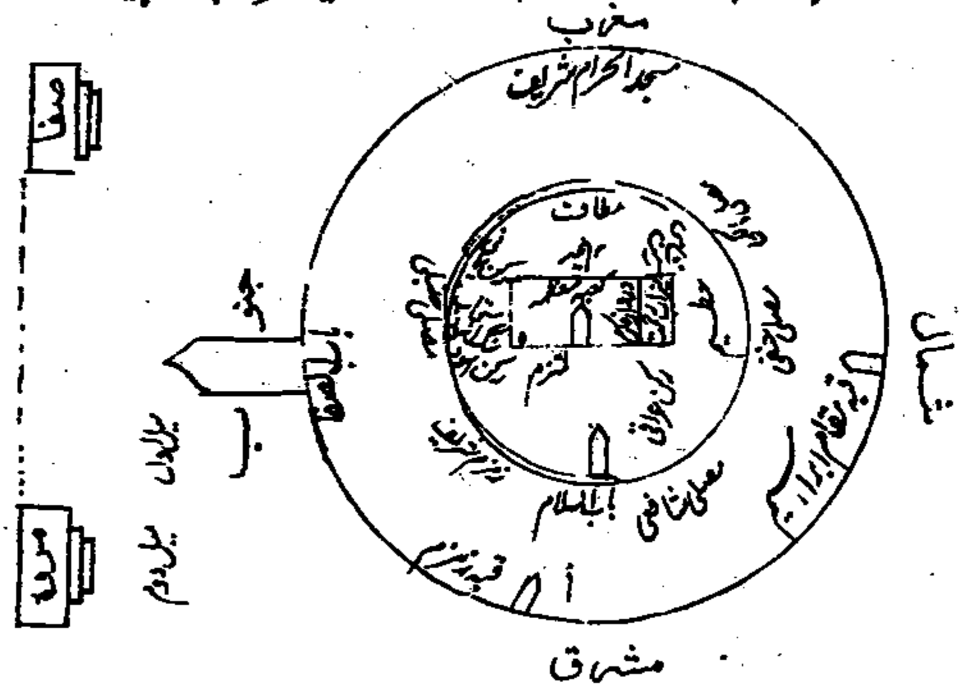
(۱۹) یونہی ذکرِ خدا و رسول اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاحِ دارین کرتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دے کر دایاں پاؤں پہلے رکھ کر داخل ہو اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

(۲۰) یہ دعا خوب یاد رکھئے جب کبھی مسجد الحرام شریف خواہ کسی مسجد میں داخل ہو اسی طرح جائے اور یہ دُعا پڑھے اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہی دُعا پڑھے مگر اخیر میں رحمتک کی جگہ فضلک کہے اور یہ لفظ اور بڑھائے وَسَھِّلْ لِیْ اَبْوَابَ رِزْقِکَ۔ اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

[1] الٰہی یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ۔ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں گناہوں کی معافی اور دین و دنیا و آخرت میں ہر بلا سے محفوظی اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور سب مردوں عورتوں اور تیرے حقیر بندے احمد رضا ابن علی نقی کے لیے الٰہی اس کی زبردست امداد فرما۔ آمین۔ (اور اب جبکہ اعلٰحضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز وصال فرماچکے یوں دعا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ مَغْفِرَۃً وَّاسِعَۃً الرضوی عفی عنہ) اللہ کے نام سے اور سب خوبیاں خدا کو اور رسول اللہ پر سلام الٰہی درود بھیج ہمارے آقا محمد اور ان کی آل اور ان کی بیبیوں پر الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

فصل سوم طواف و سعی صفا و مروہ کا بیان

اب کہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنت مؤکدہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کیسے قربان ہوتا ہے یوں تو بھی اس شمع پر



قربان ہونے کے لیے مستعد ہو جا پہلے اس مقام کریم کا نقشہ دیکھئے کہ جو بات کہی جائے خوب ذہن میں آجائے۔

مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہے اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد الحرام اسی قدر تھی۔ اس کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔ رکن مکان کا گوشہ جہاں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہیں۔ اس طرح ا ـــــ ح، ا ح ـ ح ب دونوں دیواریں مقام ح پر ملی ہیں یہ رکن زاویہ ہے۔ کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔ رکن اسود جنوب مشرق کے گوشہ میں۔ اسی میں زمین سے اونچا سنگ اسود شریف نصب ہے۔ رکن عراقی مشرق و شمال کے گوشہ میں دروازہ کعبہ انھیں دونوں رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے ملتزم اسی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ معظمہ تک ہے۔ رکن شامی۔ شمال مغرب کے گوشہ میں۔ میزاب رحمت۔ سونے کا پرنالہ رکن شامی و عراقی کے بیچ کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔ حطیم بھی اسی شمالی دیوار کی طرف ہے۔ یہ زمین[1] کعبہ معظمہ تھی

---

[1] الجنوب شمالاً چھ ہاتھ کعبہ کی زمین ہے اور بعض کہتے ہیں سات ہاتھ اور بعض کا خیال ہے کہ سارا حطیم ہے۔

کی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ از سر نو بنایا کمیِ خرچ کے باعث اتنی زمین کعبہ معظمہ سے باہر چھوڑ دی۔ اس کے گرداگرد ایک قوسی انداز کی چھوٹی سی دیوار کھینچ دی اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے اور مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے اس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے جو بحمداللہ تعالٰی بے تکلف نصیب ہوتا ہے۔ رکن یمانی غرب و جنوب کے گوشہ میں مستجاب رکن عراقی و یمانی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔ مستجاب۔ رکن یمانی و رکن اسود کے بیچ میں جو دیوار جنوبی ہے یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں۔ فقیر نے اس کا نام مستجاب رکھا۔ مقام ابراھیم دروازہ کعبہ معظمہ کے سامنے ایک قبّہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا اُن کے قدم پاک کا اس پر نشان ہوگیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالٰی نے اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ اللہ تعالٰی کی کھلی نشانیاں فرمایا۔ زمزم شریف کا قبہ اس سے جنوب کو مسجد شریف میں واقع ہے۔

باب الصفا مسجد شریف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہ صفا ہے۔ صفا کعبہ معظمہ سے جنوب کو ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے اب وہاں قبلہ رخ ایک دالان بنادیا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں مروہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی یہاں بھی قبلہ رُخ دالان بنادیا ہے اور سیڑھیاں۔ صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے صفا سے چلتے ہوئے دہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔ میلین اخضرین اس فاصلہ کے وسط میں دیوار حرم شریف میں دو سبز میل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے مسعیٰ وہ فاصلہ کہ ان دونوں میلوں کے بیچ میں ہے یہ سب صورتیں رسالہ میں بار بار دیکھ کر خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ وہاں پہنچ کر پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وہ انکھیارا ہے۔ اب اپنے رب عزوجل کا نام پاک لے کر طواف کیجئے

(۱) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی چادر کی سیدھی جانب دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ سیدھا شانہ کھلا رہے اور دونوں آنچل بائیں کندھے پر ڈال لے۔

(۲) اب رو بہ کعبہ حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اسود اقدس کے قریب یوں کھڑے ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے۔ پھر طواف کی نیت کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

(۳) اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کیے اپنی داہنی سمت چلو جب سنگ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنٰی حرکت میں حاصل ہوجائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

(۴) میسر ہوسکے تو حجر اسود مطہر پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو تین بار ایسا ہی کرو۔ یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے یقیناً تمہارے محبوب و مولٰی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور روئے اقدس اس پر رکھا ہے زہے خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہوسکے تو نہ اوروں کو ایذا دو اور نہ آپ دبو

کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے سنگِ اسود مبارک چھو کر اسے چوم لو یہ بھی نہ بن پڑے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کرکے اُسے بوسہ دے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں یہی کیا کم ہے۔

(۵) اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1] کہتے ہوئے درِ کعبہ تک بڑھو جب حجرِ مبارک کے سامنے سے گزر جائے سیدھے ہو لو خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۶) مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں نہ کودتا نہ دوڑتا جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رمل میں اپنی یا غیر کی ایذا ہو اتنی دیر رمل ترک کرو۔

(۷) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے مگر نہ اتنے کہ پشتہ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں کثرتِ ہجوم کے سبب رمل نہ ہو سکے تو دوری بہتر ہے۔

(۸) جب ملتزم، پھر رکنِ عراقی، پھر میزاب الرحمۃ، پھر رکن شامی کے سامنے آؤ تو یہ سب دعا کے مواقع ہیں ان کے لیے خاص خاص دعائیں کہ جو جواہر البیان شریف میں مذکور ہیں سب کا یاد کرنا دشوار ہے اس سے وہ اختیار کرو جو محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے وعدے سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذًا یَکْفِیْ ھَمَّکَ وَیُغْفَرُ ذَنْبُکَ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔

(۹) طواف میں دعا درود کے لیے رکو نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔

(۱۰) دعا و درود چلّا چلا کر نہ پڑھو جس طرح مطوّف پڑھاتے ہیں بلکہ آہستہ اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۱) جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اُسے دونوں ہاتھ یا دہنے سے تبرک کا چھوؤ نہ صرف بائیں ہاتھ سے اور چاہو تو اسے بوسہ بھی دو اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کرکے ہاتھ چومنا نہیں۔

(۱۲) جب اس سے بڑھو تو یہ مستجاب ہے جہاں "ستر" ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے۔ وہی دعائے جامع پڑھے یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر و ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف کافی ہے۔

(۱۳) اب جو دوبارہ حجر تک آئے یہ ایک پھیرا ہوا۔ یوں ہی سات پھیرے کرو مگر باقی پھیروں میں وہ نیت کرنا نہیں کہ نیت تو ابتداء میں ہو چکی اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے اور باقی چار میں آہستہ بے جنبش شانہ معمولی چال سے چلو۔

---

[1] الٰہی تجھ پر ایمان لاکر اور تیرے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کو یہ طواف کرتا ہوں ۱۲ منہ

(۱۴) جب ساتوں پھیرے ہوجائیں آخر میں پھر حجر کو بوسہ دو یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتو۔

(۱۵) بعد طواف مقام ابراہیم میں آکر آیہ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی[۱] پڑھ کر دو رکعت طواف کہ واجب ہیں قُلْ یا اور قُلْ ھُوَ اللہ سے پڑھو اگر وقت کراہت مثلاً طلوع صبح سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد غروب تک ہو تو وقت نکل جانے پر پڑھو یہ رکعتیں پڑھ کر دعا مانگو جیسا حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی جسکے فائدوں کی عظمت اس کہنا ہی چاہتی ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرَضِّنِیْ مِنَ الْمَعِیْشَۃِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ[۲] حدیث میں ہے اللہ جل وعلا فرماتا ہے جو یہ دعا کرے گا اس کی خطا بخش دوں گا۔ غم دور کروں گا محتاجی اس سے نکال لوں گا۔ ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار ومجبور اُس کے پاس آئے گی۔ گو وہ اُسے نہ چاہے۔

(۱۶) پھر ملتزم پر جاؤ اور قریب حجر اس سے لپٹو اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی دہنا رخسارہ کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھو اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کرکے دیوار پر پھیلاؤ یا دہنا ہاتھ دروازے اور بایاں رکن اسود کی طرف اور یہاں کی دُعا یہ ہے یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَۃً اَنْعَمْتَھَا عَلَیَّ[۳] حدیث میں فرمایا میں جب چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دُعا کر رہے ہیں۔

(۱۷) پھر زمزم پر آؤ اور ہوسکے تو خود ایک ڈول کھینچو ورنہ بھرنے والوں سے لو اور کعبہ کو منہ کرکے تین سانسوں میں پیٹ بھر کے جتنا پیا جائے پیو ہر بار بِسْمِ اللہِ سے شروع اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر ختم باقی بدن پر ڈال لو اور پیتے وقت دعا کرو کہ قبول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں زمزم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے یہاں وہی دعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک پیا تو بارہا نصیب ہوگا۔ قیامت کی پیاس سے بچنے کے لیے پیو کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بڑھنے کو کبھی وسعت رزق کبھی شفائے امراض، کبھی حصولِ علم وغیرہا خاص خاص مرادوں کے لیے پیو۔

(۱۸) وہاں جب پیو خوب پیٹ بھر کر پیو۔ حدیث میں ہے ہم میں اور منافقوں میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کوکھ بھر کر نہیں پیتے

(۱۹) چاہ زمزم کے اندر بھی نظر کرو کہ بحکم حدیث دافع نفاق ہے۔

---

[۱] اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۱۲ منہ [۲] الٰہی تو میرا چھپا اور ظاہر سب جانتا ہے تو میرا عذر قبول فرما اور میری حاجت تجھے معلوم ہے تو میری مراد دے اور جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے تو میرے گناہ بخش دے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ ایمان جو میرے دل میں پیوست ہوجائے اور سچا یقین کہ میں جانوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور اس معاش پر راضی ہونا جو تو نے مجھے نصیب کیا ہے۔ اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ۱۲ منہ

[۳] ترجمہ اے قدرت والے اے عزت والے مجھ سے زائل نہ کر جو نعمت تو نے مجھے بخشی ہے ۱۲ منہ

(۲۰) اب اگر کوئی عذر مثل تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام لے کر صفا مروہ میں سعی کے لیے پھر حجر اسود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو اور نہ ہوسکے تو اس کی طرف منہ کرکے فوراً باب صفا سے جانب صفا روانہ ہو۔ دروازے سے پہلے بایاں پاؤں نکالو اور دہنا پہلے جوتے میں ڈالو اور یہ ادب ہر مسجد سے باہر آتے ہمیشہ ملحوظ رکھو۔

(۲۱) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھو کہ کعبہ معظمہ نظر آئے (اور یہ بات یہاں پہلی ہی سیڑھی سے حاصل ہے) پھر رخ بہ کعبہ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلائے شانوں تک اٹھاؤ اور دیر تک تسبیح و تہلیل و درود و دعا کرو کہ محل اجابت ہے یہاں بھی دعا جامع پڑھو پھر اتر کر ذکر و درود میں مشغول مروہ کو چلو۔

(۲۲) جب پہلا میل آئے مرد دوڑنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دوسرے میل سے نکل جائیں اس درمیان میں سب عامہ کوشش تمام کرو یہاں کی دعا یہ ہے: رَبِّ[۱] اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

(۲۳) دوسرے میل سے نکل کر پھر آہستہ ہو لو یہاں تک کہ مروہ پر پہنچو۔ یہاں پہلی سیڑھی پر چڑھنے بلکہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے مروہ پر صعود مل جاتا ہے یہاں اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر رُو بہ کعبہ ہو کر جیسا صفا پر کیا تھا کرو یہ ایک پھیرا ہوا۔

(۲۴) پھر صفا کو جاؤ پھر آؤ یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو ہر پھیرے میں اسی طرح کریں اس کا نام سعی ہے۔ واضح ہو کہ عمرہ صرف انھیں افعال طواف و سعی کا نام ہے قران و تمتع والے کے لیے بھی یہی عمرہ ہوگیا اور افراد والے کے لیے یہ طواف قدوم ہوا یعنی حاضری دربار کا مجرا۔

(۲۵) قارن یعنی جس نے قران کیا ہے اس کے بعد طواف قدوم کی نیت سے ایک طواف و سعی اور بجالائے۔

(۲۶) قارن اور مفرد جس نے افراد کیا تھا لبیک کہتے ہوئے احرام کے ساتھ مکہ میں ٹھہریں ان کی لبیک دسویں تاریخ رمی جمرہ کے وقت ختم ہوگی جبھی احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آتا ہے مگر متمتع جس نے تمتع کیا تھا وہ اور معتمر یعنی نرا عمرہ کرنے والا شروع طواف کعبہ معظمہ سے سنگ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی مرد سارا سر منڈا دیں یا تقصیر یعنی مرد و عورت بال کتروائیں اور احرام سے[۲] باہر آئیں پھر متمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے۔ اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں یہ قیدیں نہ نبھیں گی۔

---

[۱] اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما تو ہی ہے سب سے زیادہ عزت والا سب سے بڑھ کر کرم والا۔ ۱۲

[۲] کبھی احرام کے ساتھ ہی منیٰ میں قربانی کے لیے جانور ہمراہ لیتے ہیں اسے سوق ہدی کہتے ہیں اگر کسی متمتع نے ایسا احرام باندھا تو اب اُسے عمرہ کے بعد احرام کھولنا جائز نہ ہوگا بلکہ قارن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہا کرے یہاں تک کہ دسویں کو رمی کے ساتھ لبیک چھوڑے پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کرکے احرام سے باہر آئے۔ ۱۲ منہ

تنبیہ: طواف قدوم میں اضطباع و رمل اور اس کے بعد صفا و مروہ میں سعی ضرور نہیں مگر اب نہ کرے گا تو طواف الزیارۃ میں کہ حج کا طواف فرض ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آتا ہے۔ یہ سب کام کرنے ہوں گے اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے عجب نہیں کہ طواف میں رمل اور سعی میں دوڑنا نہ ہو سکے اور اس وقت ہو چکا تو اس طواف میں ان کی حاجت نہ ہوگی لہذا ہم نے ان کو مطلقاً داخل ترکیب کردیا۔

(۲۸) مفرد و قارن تو حج کے رمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہو لیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وہ عمرہ کے تھے حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کرکے فراغت پالے۔ لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہیے تو جب حج کا احرام باندھے گا اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرکے اب اسے طواف الزیارۃ میں ان کی حاجت نہ ہوگی۔

(۲۹) اب یہ سب حجاج (قارن متمتع مفرد کوئی ہو) کہ منٰی جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم میں دو رکعت پڑھیں

(۳۰) اب خواہ منٰی سے واپسی پر جب کبھی رات میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تین بار کہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجیں دعا کریں کہ وقت قبول ہے۔

(۳۱) طواف اگرچہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں: بے وضو طواف کرنا۔ کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان۔ بے مجبوری سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا۔ بلا عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا۔ کعبہ کو داہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا۔ طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا۔ سات پھیروں سے کم کرنا۔ یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں۔ فضول بات کرنا۔ بیچنا۔ خریدنا۔ حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا۔ ذکر یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔ ناپاک کپڑے میں طواف کرنا۔ رمل یا اضطباع یا بوسہ سنگ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔ طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا یعنی کچھ پھیرے کرلیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور کسی کام میں لگ گئے۔ باقی پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہا تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے نماز ابھی نہ پڑھی ہو تو شریک ہو جائے بلکہ جنازہ کی میں بھی طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے۔ باقی جہاں سے چھوڑا تھا آکر پورا کرے۔ یوں ہی پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کرکے باقی پورا کرے۔ ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کردینا مگر کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوع آفتاب یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے۔ خطبہ امام کے وقت طواف کرنا۔ ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے گزر سکتا ہے کہ طواف بھی مثل نماز ہی ہے

طواف میں کچھ کھانا۔ پیشاب پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔

(۳۳) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں۔ سلام کرنا۔ جواب دینا۔ پانی پینا۔ حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا اور سعی میں کھانا کھا سکتا ہے۔ حاجت کے لیے کلام کرنا۔ فتوٰی پوچھنا۔ فتوٰی دینا۔

(۳۴) طواف کی طرح سعی بھی بلا ضرورت سوار ہو کر یا بیٹھ کر ناجائز و گناہ ہے

(۳۵) سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں: بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے۔ یوہیں شرکت جنازہ، یا قضائے حاجت، یا تجدید وضو کو اگرچہ سعی میں ضرور نہیں۔ خرید و فروخت۔ فضول کلام۔ صفا یا مروہ پر نہ چڑھنا مرد کا سعی میں بلا عذر نہ دوڑنا۔ طواف کے بعد بہت تاخیر کرکے سعی کرنا۔ ستر عورت نہ ہونا۔ پریشان نظری یعنی ادھر اُدھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔ مسئلہ بے وضو بھی سعی میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں باوضو مستحب ہے۔

(۳۶) طواف وسعی کے سب مسائل مذکورہ میں عورتیں بھی شریک ہیں۔ مگر اضطباع، رمل، سعی میں دوڑنا ان کے لیے نہیں۔ مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگ اسود یا مس رکن یمانی یا قرب کعبہ یا زمزم کے اندر نظر یا خود پانی بھرنے کی کوشش نہ کریں یہ باتیں یوں مل سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر ورنہ الگ تھلگ رہنا اس کے لیے سب سے بہتر ہے۔

فصلِ چہارم منٰی کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

(۱) ساتویں تاریخ مسجد حرام میں بعد نماز ظہر امام خطبہ پڑھے گا اسے سنو (۲) یوم الترویہ کہ آٹھ تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل وسعی جیسا کہ اوپر گزرا۔ (۳) جب آفتاب نکل آئے منٰی کو چلو اور ہوسکے تو پیادہ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ سو ہزار کا لاکھ، سو لاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب سو ارب کا کھرب، یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس امت پر بیشمار ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمدللہ رب العالمین۔

(۴) راستے بھر لبیک و دعا و درود و ثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منٰی نظر آئے کہو اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ۔[۱]

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں پڑھو۔ آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منٰی میں نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں ان کی نہ مانے اور اس سنت عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے قافلے کے اصرار سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔

(۷) شب عرفہ منٰی میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو۔ سونے کے بہت دن پڑے ہیں اور نہ ہو تو کم از کم عشاء و صبح تو جماعت

[۱] الٰہی یہ منٰی ہے تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کیے ۱۲

اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا اور باوضو سوؤ کہ روح عرش تک بلند ہوگی۔

(۸) صبح مستحب وقت نماز پڑھ کر لبیک و ذکر و درود میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہِ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلو۔ دل کو خیالِ غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کا حج قبول کریں گے اور کچھ ان کے صدقے میں بخش دیں گے۔ محروم وہ جو آج محروم رہا وسوسے آئیں تو ان سے لڑائی نہ باندھو کہ یوں بھی دشمن کا مطلب حاصل ہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جب بھی تو اور خیال میں پڑے بلکہ ان کی طرف دھیان ہی نہ کرو یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لارہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے یوں ان شاء اللہ وہ مردود ناکام واپس جائے گا۔

(۹) راستے بھر ذکر و درود میں بسر کرو بے ضرورت کچھ بات نہ کرو۔ لبیک کی بار بار کثرت کرتے چلو۔

(۱۰) جب نگاہ جبل رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وقت قبول ہے۔

(۱۱) عرفات میں اس کوہِ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اترو۔

(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی ہزاروں ڈیرے خیمے ہوتے ہیں اپنے ڈیرے سے جاکر واپسی میں اس کا ملنا دشوار ہوتا ہے اس لیے پہچان کا نشان قائم کرلو کہ دور سے نظر آئے۔

(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو ان کے برقعہ پر بھی کوئی خاص کپڑا علامت چمکتے رنگ کا لگادو کہ دور سے دیکھ کر تمیز کرسکو اور دل میں تشویش نہ رہے۔

(۱۴) دوپہر تک زیادہ وقت اللہ کے حضور زاری اور باخلاص نیت حسب استطاعت تصدق و خیرات و ذکر و ذکر و لبیک و درود و دعا و استغفار و کلمۂ توحید میں مشغول رہو۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1]

(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے و غیرہا ضروریات سے فارغ ہولو کہ دل کسی طرف لگا نہ رہے۔ آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دعا میں ضعف ہوگا۔ یوہیں پیٹ بھر کر کھانا سخت زہر اور غفلت و کسل کا باعث ہے۔ تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی کبھی پیٹ بھر نہ کھائی حالانکہ اللہ کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے اور اگر انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر رہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہرگز نہ کھاؤ مانوگے تو اس کا فائدہ نہ مانوگے تو اس کا نقصان آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ہفتہ بھر اس پر عمل کرکے تو دیکھو اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جبھی کہنا حاجی بچے تو کھانے پینے کے

[1] ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ ایک اکیلا اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب خوبیاں وہی جلائے وہی مارے اور وہ زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا سب بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ۱۲

بہشت دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو گے پھر اتنی دوبارہ کیا بھرے گا

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنت مؤکدہ ہے اور نہ ہوسکے تو صرف وضو

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ جاؤ سنتیں پڑھ کر خطبہ سُن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنی سنتیں بھی نہ پڑھو اور بعد عصر بھی نفل نہیں۔ یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان خود پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اُسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا حلال نہ ہوگا اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف[1] کو گیا اور وہ کھانے پینے حقے چائے اڑانے میں مصروف ہیں خبردار ایسا نہ کرو امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف کو روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو اونٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی

(۱۹) بعض مطوف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے ڈراتے ہیں ان کی نہ سنو کہ وہ خاص نزولِ رحمت عام کی جگہ ہے۔ ہاں عورات اور کمزور مرد وہیں کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطن[2] عرنہ کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی تصور یہی کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا بلکہ الیاس و خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ موجود ہیں یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں اُن پر اُتر رہے ہیں ان کا صدقہ ہم ابکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہوسکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رو بقبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہوسکے وقوف[3] کرو امام کی دہنی جانب اور بائیں دیرو سے افضل ہے یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے۔

(۲۱) بعض جاہل یہ حرکت کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی بُرا خیال نہ کرو۔ یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

---

[1] وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دُعا کا حکم ہے۔ [2] بطن عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب یعنی مکہ معظمہ کی طرف وہاں موقف ممنوع ناجائز ہے۔

[3] وہاں ذکر و دُعا کے لیے کھڑا ہونا۔

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کرو۔ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے دست دُعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ، تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ۔ کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی، اثنائے دُعا وذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ آج کے دن کی دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ اوپر گذری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود، ذکر تلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعدہ حدیث دُعا والوں سے زیادہ پاؤگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرکے بید کی طرح لرزو۔ اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اُسی کے پاس پناہ ہے اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لہٰذا ان شفیعوں کا دامن لیے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہوا جاتا ہے اور یونہی تضرع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آجائے اس سے پہلے کوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر ظہر سے ملا کر پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمت الٰہی کس وقت توجہ فرمائے۔ اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتری تو معاذ اللہ کیا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدود عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے اور جرمانے میں قربانی دینی آئے گی۔ بعض مطوف یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے اور جب قافلہ کا قافلہ ٹھہرے گا تو ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے سچے وعدوں پر بھروسہ کرکے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالٰی نے محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نماز ظہر وعصر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔ کوئی دنیوی بات کرنا۔ غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں تاخیر کرنا مغرب یا عشا عرفات میں پڑھنا۔

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی القدور بچو۔ ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔

تنبیہ ضروری ضروری۔ اشد ضروری!

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے۔ نہ کہ احرام میں نہ کہ موقف میں یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ کے سامنے نہ کہ طواف بیت الحرام میں یہ تمھارے بہت امتحان کا موقعہ ہے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو بلا تشبیہ شیر کا بچّہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے۔ حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی خیر کی توفیق دے۔ آمین۔

فصل پنجم منٰی و مزدلفہ و باقی افعالِ حج

(۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہوجائے فوراً مزدلفہ کو چلو اور امام کا ساتھ افضل ہے مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔

(۲) راستے بھر ذکر و درود و دعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یا دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو اتنی دیر اتنی دُور تیز چلو پیادہ ہو خواہ سوار

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیادہ ہولینا بہتر ہے اور نہا کر داخل ہونا افضل ہے۔

(۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبل قزح کے پاس راستے سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی مغرب کا وقت نکل جائے گا، اونٹ کھولنے اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشاء پڑھو اور اگر وقت باقی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نماز مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے۔ اگر پڑھ لوگے عشاء کے وقت پھر پڑھنی ہوگی غرض یہاں پہنچ کر مغرب وقت عشاء میں بہ نیت ادا نہ بہ نیت قضا حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو اس کا سلام ہوتے ہی معاً عشاء کی جماعت ہوگی عشاء کے فرض پڑھو اس کے بعد مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھو اگر امام کے ساتھ نماز نہ مل سکے تو اپنی جماعت کرلو اور نہ ہوسکے تو تنہا پڑھو۔

(۷) باقی رات ذکر و لبیک و درود و دعا میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ ہے اور بہت افضل رات ہے زندگی ہو تو اور سونے کو بہت سی راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہوسکے تو بہ طہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا

بہتر اور اتنے پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات وطہارت سے فارغ ہولو۔ آج نماز صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء و صبح جماعت سے پڑھنے والا پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربار اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اس کے دامن میں اور نہ ہو سکے تو وادی محسر کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو۔

(۹) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں از خرما کے برابر پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھو لو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ۔

(۱۰) راستے بھر بدستور ذکر و دعا و درود و بکثرت لبیک میں مشغول رہو۔

(۱۱) جب وادی محسر[1] پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا کرتے جاؤ اَللّٰھُمَّ[2] لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔

(۱۲) جب منیٰ نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

(۱۳) جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ[3] کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلے نالے کے وسط میں سواری پر جمرے سے پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں کو اور جمرہ کی طرف منہ ہو سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدی بغل ظاہر ہو ایک ایک پر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر مارو بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ پر گریں اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک موقوف کرو۔

(۱۴) جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آؤ۔

(۱۵) اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے۔ اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو جانور کی

---

[1] یہ منیٰ و مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے۔ یہاں اصحاب الفیل آکر ٹھہرے تھے اور ان پر عذاب ابابیل اترا تھا اس سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ

[2] ترجمہ: الٰہی اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے ۱۲ منہ [3] منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں۔ پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرۂ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرۂ وسطیٰ اور اخیر کا کہ مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبیٰ ۱۲ منہ [4] رسالہ مختار محض حج کی

ص ۳۰۵

عمر و اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

(۱۶) ذبح کرنا آتا ہو تو آپ ذبح کرو کہ سنت ہے ورنہ وقت ذبح حاضر رہو۔

(۱۷) رُو بقبلہ لٹا کر خود بھی رو بقبلہ ہو اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد اتنی پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ وقت ذبح قربانی والے جانور کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ لو۔ ذبح کرکے کھول دو۔

(۱۹) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کرکے سینہ میں گلے کے انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا۔ اور گلے پر ایک ہی جگہ اسے ذبح کرے جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۲۰) کسی ذبیحہ کو جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچو، اعضاء نہ کاٹو کہ ایذا ہے۔

(۲۱) یہ قربانی کرکے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا کرو۔

(۲۲) بعد قربانی رو بقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کترائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو حلق حرام ہے۔ ایک پور برابر بال کتروادیں۔

(۲۳) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتدا کرو اور اس وقت اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط بعد فراغت بھی کہو سب مسلمانوں کی بخشش مانگو۔

(۲۴) بال دفن کردو اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جدا ہو دفن کرو۔

(۲۵) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کترواؤ خط نہ بنواؤ۔

(۲۶) اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت سے ہاتھ لگانے گلے لگانے۔ بوسہ لینے دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا۔

(۲۷) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف الزیارۃ کہتے ہیں مکہ معظمہ جاؤ بدستور مذکور پیادہ باطہارت و ستر عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

(۲۸) قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل و سعی دونوں خواہ صرف

(بقیہ از صفحہ ۷۱۰) ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کرلے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷، ۸، اور ۹ کو ہوں اور باقی سات تیرھویں کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

سعی کرچکے ہوں تو اس طواف میں رمل وسعی کچھ نہ کریں اور اگر اس سے پہلے رمل وسعی کچھ نہ کیا ہو یا صرف رمل کیا ہو یا جس طواف میں کیے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن ومتمتع کا پہلا طواف یا وہ طواف بے طہارت کیا تھا تو ان چاروں صورتوں میں رمل وسعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۹) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارھویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے گنتی کے بیس پچیس آدمی ہوتے ہیں۔ عورتوں کو بھی اطمینان تمام ہر پھیرے میں سنگِ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۳۰) جو گیارھویں کو نہ جائے بارھویں کو کرلے۔ اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو وہ ان کے ختم کے بعد کرے۔

(۳۱) بہرحال بعد طواف دو رکعت ضرور پڑھیں اس طواف سے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی۔ حج پورا ہوگیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۳۲) دسویں، گیارھویں، بارھویں راتیں منٰی ہی میں بسر کرنا سنّت ہے نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں تو جو دسویں یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منٰی ہی میں گزاریں۔

(۳۳) گیارھویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رمی کو چلو ان ایام میں رمی جمرہ اولٰی سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب مزدلفہ کی طرف ہے اس کی رمی کو راہ مکّہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے۔ یہاں رُو بہ کعبہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دُعا میں ہاتھ یوں اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں حضور قلب سے حمد و درود و دُعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول ہو ورنہ پون پارہ یا سورۂ بقر پڑھنے کی مقدار تک۔

(۳۴) پھر جمرۂ وسطٰی پر جاکر ایسا ہی کرو۔

(۳۵) پھر جمرۂ عقبٰی پر مگر یہاں رمی کرکے نہ ٹھہرو معًا پلٹ آؤ پلٹنے میں دعا کرو۔

(۳۶) بعینہٖ اسی طرح بارھویں تاریخ تینوں جمرے بعد زوال رمی کرو۔ بعض لوگ آج دوپہر سے پہلے رمی کرکے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔

(۳۷) بارھویں کی رمی کرکے غروبِ آفتاب سے پہلے اختیار ہے کہ مکّہ معظمہ روانہ ہوجاؤ۔ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب ہے۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرھویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رمی کرکے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے مگر عام لوگ بارھویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں قیام میں قلیل جماعت کو وقت ہے۔

(۳۸) حلق رمی سے پہلے جائز نہیں۔

(۳۹) گیارہویں بارہویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

(۴۰) رمی میں یہ امور مکروہ ہیں۔ دسویں کی رمی دوپہر بعد کرنا۔ تیرہویں کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا۔ رمی میں بڑا پتھر مارنا۔ توڑ کر بڑے پتھر کی کنکریاں مارنا۔ جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اُٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں قیامت کے دن نیکیوں کے پلّے میں رکھنے کو اُٹھا لی جاتی ہیں ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ جمع ہو جاتے۔ ناپاک کنکریاں مارنا۔ سات سے زیادہ مارنا۔ رمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کا خلاف کرنا۔ جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا۔ زیادہ کا مضائقہ نہیں۔ جمروں میں خلاف ترتیب کرنا۔ مارنے کے بدلے کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا۔

(۴۱) اخیر دن یعنی بارہویں خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو تو وادی محصب[1] میں کہ جنت المعلیٰ کے قریب ہے سواری سے اتر لو یا بے اُترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغولِ دعا ہو اور افضل تو یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو ایک نیند لے کر داخل مکہ معظمہ ہو۔

(۴۲) اب تیرہویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے پیر استاد ماں باپ خصوصاً حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وعترت اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو۔ تنعیم کو مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل فاصلے پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف وسعی حسبِ دستور کر کے حلق یا تقصیر کر لو عمرہ ہو گیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اسی دن دوسرا عمرہ کیا وہ سر پر اُسترا پھروالے کافی ہے۔ یونہی وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۴۳) مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

(۴۴) جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۴۵) مکانِ ولادتِ اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت سے مشرف ہو۔

(۴۶) حضرت عبدالمطلب کی زیارت کریں اور ابوطالب کی قبر پر نہ جاؤ یونہی جدّہ میں جو لوگوں نے حضرت حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جاؤ کہ بے اصل ہے۔

(۴۷) علماء کی خدمت سے مشرف ہو خصوصاً اکابر جیسے آج کل حضرت مولانا عبدالحق صاحب[2] مہاجر الٰہ آبادی کہ حمیدیہ محل کے قریب تشریف فرما اور مسلمانانِ ہند کے لیے رحمت مجسم ہیں اور حضرت شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور حضرت شیخ الائمہ

[1] جنۃ المعلیٰ کہ مکہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور وہ دوسرے پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے دہنے ہاتھ پر نالے پیٹ سے جدا ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی محصب ہے۔ جنت المعلیٰ محصب میں داخل نہیں۔

[2] یہ سب حضرات رخصت ہو چکے ہیں۔

مولانا احمد ابوالخیر مرداد قریب صفا اور حضرت عماد السنۃ مولانا شیخ صالح کمال قریب باب السلام اور حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی حافظ کتب الحرم حرم شریف کے کتب خانے میں وغیرہم حفظہم اللہ تعالٰی۔

(۴۸) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو۔ موسم عام میں داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشاکش کمزور مرد کا کام ہی نہیں نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دے کر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں نہ یوں حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہوگیا۔ ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم شریف کی حاضری غنیمت جانے اوپر گزرا کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض میں کچھ نہ دیں گے۔ اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دیدو تو کمال آداب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچے کیے گردن جھکائے گناہوں پر شرماتے جلال رب البیت سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھو کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھو کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مصلّٰی ہے پھر دیوار پر رخسارہ اور منہ رکھ کر حمد و درود اور دعا میں کوشش کرو۔ یوہیں نگاہیں نیچے کیے چاروں گوشوں پر جاؤ اور دعا کرو اور ستونوں سے چمٹو اور پھر اس دولت کا ملنا اور حج و زیارت کا قبول مانگو۔ اور یوہیں آنکھیں نیچے کیے واپس آؤ اوپر یا ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھو اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے۔ والحمد للہ۔

(۴۹) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہرگز نہ لو بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کرکے باقی اٹھالو۔

(۵۰) جب عزم رخصت ہو طواف وداع بے رمل و سعی و اضطباع بجالاؤ کہ باہر والوں پر واجب ہے ہاں وقت رخصت عورت حیض و نفاس میں ہو اس پر نہیں پھر دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھو۔

(۵۱) پھر زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیو بدن پر ڈالو۔

(۵۲) پھر دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دو اور قبول و بار بار حاضری کی دعا مانگو اور وہی دعائے جامع پڑھو۔

(۵۳) پھر ملتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر اسی طرح چمٹو، ذکر کرو درود اور دعا کی کثرت کرو۔

(۵۴) پھر حجر اسود کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ۔

(۵۵) پھر الٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے اس کی جدائی پر روتے یا رونے کا منہ بناتے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور اس کے لیے بہتر باب الحزورہ ہے۔

(۵۶) حیض و نفاس والی دروازے پر کھڑی ہو کر کعبہ کو بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔

(۵۷) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کرکے متوجہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ ہو۔ وباللہ التوفیق۔

فصل ششم جرم اور اُن کے کفارے

ان کی تفصیل موجب تطویل اور رسالہ مختصر اور وقت قلیل اور جو طریقے بتادیئے ان پر عمل کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ جرمانے سے بچنے کا کفیل، لہذا یہاں صرف اجمالاً معدود مسائل کا بیان ہوتا ہے۔ تنبیہ:۔ اس فصل میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہوگی۔ اور بدنہ اونٹ یا گائے۔ یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔ اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر کہ سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر ہوئے۔ (۱) گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو یا ان کے دونے جو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ: جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی، یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کے ایذا کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا تین روزے رکھ لے اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بمجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ اب احکام سنئے۔

(۱) سلا کپڑا یا خوشبو کا رنگا چار پہر[1] کامل یا لگاتار زیادہ دنوں پہنا تو دم واجب ہے اور چار پہر سے کم اگرچہ ایک لحظہ[2] تو صدقہ (۲) اگر دن کو پہنا اور رات کو گرمی کے باعث اتار ڈالا۔ یا رات کو سردی کے سبب پہنا دن کو اتار دیا اور باز آنے کی نیت سے اتار دوسرے دن پھر پہنا تو دوسرا جرمانہ ہوگا۔ اسی طرح جتنی بار کرے (۳) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک جرم ہے اور اگر بیماری یقیناً جاتی رہی اس کے بعد نہ اتارا تو یہ دوسرا اختیاری جرم ہوگا اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی دوسری بیماری شروع ہوگئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم ہوگا مگر غیر اختیاری (۴) بیماری وغیرہ سے اگر سر سے[3] پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور اگر مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی تھی اور اس نے کرتا بھی پہنا تو دو جرم ہیں عمامہ کا غیر اختیاری اور کرتہ کا اختیاری (۵) مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں (۶) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے ٹکڑے پر یا کوئی بڑا عضو جیسے سر یا منہ یا ران یا پنڈلی پورا سان دیا اگرچہ تھوڑی ہی خوشبو سے جب تو اس پر دم ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو تھوڑے

---

[1] چار پہر سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دوپہر تک ۱۲ منہ

[2] یعنی لمحہ بھر پہنا اور پھر اتار ڈالا جب بھی صدقہ ہے ۱۲ منہ

[3] مسئلہ:۔ یونہی پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائے تو دم ہے عورت

حصّہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ مسئلہ سنگِ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے وہ اگر بوسہ لینے میں بحالت احرام منہ کو بہت سی لگ گئی تو دم دینا ہوگا اور تھوڑی سے صدقہ۔ (۷) سر پر پتلی مہندی کا خضاب کیا کہ بال نہ چھپائے تو ایک دم ہے اور اگر گاڑھی تھوپی اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دم ہیں اور چار پہر سے کم تو ایک صدقہ اور ایک دم اور عورت پر بہرحال ایک دم۔

(۸) ایک جلسہ میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم اور مختلف جلسوں میں ہر بار نیا جرم۔

(۹) تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں پر لگائی اگر جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کامل کی مقدار ہو جائے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۰) خوشبودار سرمہ تین یا زیادہ بار لگایا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۱) اگر خالص خوشبو کی چیز اتنی کھائی کہ اکثر منہ میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۲) کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہو گئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزا زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور اگر کھانے کا حصّہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفارہ کچھ نہیں۔ ہاں خوشبو آئی تو کراہت ہے۔

(۱۳) پینے کی چیز میں خوشبو ملائی اگر خوشبو کا حصّہ غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ مسئلہ خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر مگر منع یا کفارہ نہیں۔

(۱۴) اگر چہارم سر یا داڑھی کے بال یا زیادہ کسی طرح دور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۱۵) اگر چندلا ہے یا داڑھی بہت ہلکی چھدری تو یہ دیکھیں گے کہ اتنے بال اس جگہ کی چہارم مقدار تک پہنچتے ہیں یا نہیں۔

(۱۶) یوہیں چند جگہ سے دور کیے تو ملا کر چہارم کی مقدار دیکھیں گے۔

(۱۷) اگر سارے بدن کے بال ایک جلسہ میں دور کیے تو ایک ہی جرم ہے اور مختلف جلسے تو ہر بار نیا جرم۔

(بقیہ از صفحہ ۳۹) ہو یا مرد او رچار دن میں ایک ہی جلسہ میں لگائی تو ایک ہی دم ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم اور ہاتھ یا پاؤں کے کسی حصّہ پر لگائی تو صدقہ ۱۲ منہ

ایک سارے عضو پر خوشبو کا دوسرا چار پہر سر چھپانے کا ۱۲ منہ خوشبو پر دم اور چار پہر سے کم سر چھپانے پر صدقہ ۱۲ منہ صرف خوشبو کا دم ہے اس لیے کہ سر چھپانا تو اسے روا ہے۔ ۱۲ منہ

فیدت بہ لان الطیب الکثیر لا یتقید بکمال العضو فتنبہ ۱۲ منہ

اقول لم یقل نفیہ الدم کما قال کثیرون لانہ لم یلتزق باکثر فمہ لایلزم الدم بالخالص فکیف بالمخلوط ووقع ھٰھنا فی شرح اللباب فی النقل عن الحلبی تحریف او سقط فاجتنبہ کما بیناہ علی ھامشہ ۱۲ منہ

کما حققناہ فیما علی ردالمحتار ۱۲ منہ

(۱۸) مونچھیں اگرچہ پوری ہوں صرف صدقہ ہے۔

(۱۹) گردن یا ایک بغل پوری ہو تو دم ہے اور کم میں اگرچہ نصف یا زائد ہو صدقہ۔ یوہیں مونے زیر ناف چہارم کو سب کے برابر ٹھہرانا صرف سر اور داڑھی میں ہے۔

(۲۰) دونوں بغلیں پوری مونڈائے جب بھی ایک ہی دم ہے۔

(۲۱) سر اور داڑھی اور زیر ناف اور بغل کے سوا باقی اعضاء کے مونڈنے میں صرف صدقہ ہے۔

(۲۲) مونڈنا کترنا، موچنے سے لینا، نورہ لگانا سب کا ایک حکم ہے۔

(۲۳) عورت اگر ساری یا چہارم سر کے بال ایک پورہ برابر کترے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۲۴) وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی اناج یا ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک چھوارا۔[1]

(۲۵) بال آپ گر جائے بے اس کا ہاتھ لگائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔

(۲۶) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے اور اگر کسی ہاتھ پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ۔ یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔

(۲۷) اگر ایک جلسہ میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے کترے دوسرے میں دوسرے کے تو دو دم دے یوہیں چار جلسے میں چاروں کے تو چار دم۔

(۲۸) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب اُگنے کے قابل نہ رہا اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

(۲۹) شہوت کے ساتھ بوس وکنار و مساس میں دم ہے[2] اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔

(۳۰) اندام نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے مکروہ ضرور ہے۔

(۳۱) جلق سے انزال ہو جائے تو دم ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(۳۲) طواف فرض کل یا اکثر جنابت میں یا حیض ونفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو تو دم ہے اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ واجب دوسری میں مستحب۔

(۳۳) نصف سے کم پھیرے بے طہارت کے کئے تو ہر پھیرے کے لیے ایک صدقہ۔

---

[1] یہاں بھی جلسہ کا اعتبار چاہیے ایک جلسہ میں ایک بال یا کل ٹوٹیں تو ایک صدقہ اور متعدد جلسوں میں تو متعدد ۱۲ منہ

[2] مسئلہ مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو بھی دم ہے ۱۲ منہ

(۳۴) طواف فرض کل یا اکثر بلا عذر اپنے پاؤں چل کر نہ کیا بلکہ سواری یا گود میں یا بیٹھے بیٹھے۔

(۳۵) یا بے ستر عورت کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے۔

(۳۶) یا کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کے الٹا کیا

(۳۷) یا اس میں حطیم کے اندر ہو کر گزرا۔

(۳۸) یا بارہویں کے بعد کیا تو ان پانچوں صورتوں میں دم دے۔

(۳۹) اس کے چار سے کم پھیرے بالکل نہ کیے تو دم دے اور بارہویں کے بعد کیے تو ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۰) طواف فرض کے سوا اور کوئی طواف ناپاکی میں کیا تو دم اور بے وضو تو صدقہ۔

(۴۱) فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہوا جب کامل اعادہ کر لیا کفارہ اتر گیا۔ مگر بارہویں کے بعد ہونے سے جو نقصان طواف فرض کے سوا کسی پھیرے میں آیا اس کا اعادہ ناممکن، بارہویں تو گزر گئی۔

(۴۲) نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔

(۴۳) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر اصلاً نہ کیے۔ یا سواری پر کیے تو دم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۴) طواف سے پہلے سعی کر لی پھر کرلے نہ کرے گا تو دم لازم۔

(۴۵) دسویں کی صبح بلا عذر مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوفِ زحمت ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔

(۴۶) حلق حرم میں نہ کیا حدودِ حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا تو دم دے۔

(۴۷) رمی سے پہلے حلق کر لیا دم دے۔

(۴۸) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دم دیں۔

(۴۹) اگر رمی کسی دن اصلاً نہ کی۔

(۵۰) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریوں تک ماریں یا گیارہویں کو دس کنکریوں تک۔

(۵۱) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر اس کے بعد دوسرے دن کی تو ان صورتوں میں دم دے اور اگر کسی دن کی رمی اس کے بعد آنے والی رات میں کر لی تو کفارہ نہیں۔

(۵۲) اگر کسی دن کے نصف سے کم رمی مثلاً دسویں کی تین کنکریاں اور دن کی دس بالکل چھوڑ دیں یا دوسرے دن کیں تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے ان صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے۔

(۵۳) احرام والے نے کسی دوسرے کے بال مونڈے یا ناخن کترے اگر وہ بھی احرام میں ہے تو یہ صدقہ دے اور وہ حسبِ تفصیل یا دم اسی تفصیل پر کہ اوپر گزری اور اگر وہ احرام میں نہیں تو کچھ خیرات کر دے اگرچہ ایک مٹھی اور وہ کچھ نہیں۔

(۵۴) اور اگر اس کو سلے کپڑے پہنائے یا خوشبو اس طرح لگائی کہ اپنے نہ لگی تو اس پر کفارہ نہیں۔ ہاں گناہ ہوگا اگر وہ بھی احرام میں تھا اور وہ حسبِ تفصیل مذکور دم یا صدقہ دے گا۔

(۵۵) وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج نہ ہوا اسے حج ہی کی طرح پورا کر کے دم دے اور پھر فوراً ہی سال آئندہ اس کی قضا کر لے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور مناسب ہے کہ حج کے احرام سے ختم تک دونوں اس طرح جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے اگر خوف ہو کہ پھر اس بلا میں پڑ جائیں گے اور وقوف کے بعد صحبت کرنے سے حج تو نہ جائے گا مگر اگر حلق و طواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور دونوں کے بیچ میں کیا تو دم اور بہتر اب[1] بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کچھ نہیں۔

(۵۶) عمرہ میں طواف کے چار پھیرے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ جاتا رہا دم دے اور عمرہ پھر کرے اور چار کے بعد تو دم دے عمرہ صحیح ہے۔

(۵۷) اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا دے اور دو ہوں تو مٹھی بھر اناج اور زیادہ میں صدقہ دے۔

(۵۸) جوئیں مارنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا جب بھی یہی کفارے ہیں جو خود قتل میں تھے۔

(۵۹) یونہی دوسرے نے اس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جوں کو مارا جب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ وہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔

(۶۰) زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔

مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔

مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی مگر شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے۔ غنی کو کھلائے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

نصیحت: کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چوک سے یا سوتے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دے دیں گے دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکمِ الٰہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ

[1] ذکرتہ خروجاً عن خلاف قوی ۱۲ منہ

باللہ تعالیٰ حق سبحانہ توفیق طاعت عطا فرما کر مدینہ کی زیارت کرائے۔ آمین۔

وصل ہفتم حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے۔ وہاں بیماری ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ (۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو۔ روتے سر جھکائے آنکھیں نیچی کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پامی نہی ۞ پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(۵) جب قبۂ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو۔ اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلاۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین فرماتے ہیں لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ بِہٖ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں اِنَّہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِکَ وَقِیَامِکَ وَسَلَامِکَ اَیْ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِکَ وَاَفْعَالِکَ وَارْتِحَالِکَ وَمَقَامِکَ۔

ترجمہ:- بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اسی میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا" اور "قل" سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے لرزتے

---

۱ دیکھو مدخل جلد اول مطبع مصر ص۲۵۹ ۱۲ منہ

۲ دیکھو شرح مواہب علامہ زرقانی مطبع ازہری مصری جلد ۸ ص۳۴۸ ۱۲ منہ

کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عفو وکرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو۔ کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے والحمدللہ۔

(۱۶) اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار وفتاوائے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصلٰوۃ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے اور لباب میں فرمایا واضِعًا یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمدللہ۔

(۱۸) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب ووقار کے ساتھ بآواز حزیں وصورت دردآگیں ودل شرمناک وجگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہوجاتے ہیں) نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)

مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاخَیْرَخَلْقِ اللہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ وَاُمَّتِکَ اَجْمَعِیْنَ ط

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال وکسل نہ ہو صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرو، حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں، اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو بار بار عرض کرو اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللہِ۔

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعًا اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں اللہ ان کو دونوں جہان میں جزا بخشے۔ آمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَذَوِیْکَ فِیْ کُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَۃٍ عَدَدَ کُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ مِّنْ عُبَیْدِکَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیٍّ یَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللہِ فِی الْغَارِ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق وفاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللہِ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَسْئَلُکُمَا الشَّفَاعَۃَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْکُمَا وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

(۲۴) یہ سب حاضریاں محلِ اجابت ہیں دعا میں کوشش کرو، دعائے جامع کرو، درود پر قناعت بہتر۔

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضۂ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر وحجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقتِ مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محلِ برکات ہیں خصوصًا بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینۂ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جائے، ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو، نماز وتلاوت ودرود میں وقت گزارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کرلو یہاں تمہاری یاد دہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ۔

(۳۰) مدینۂ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصًا گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو۔ کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبۂ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبۂ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود وسلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح وشام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کرکے صلوۃ وسلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام وگناہ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ ونفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضۂ انور کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع واحد وقبا کی زیارت سنّت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ع

سراین جا سجدہ این جا بندگی اینجا قرار این جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور تمام آداب کہ کعبۂ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان وسنّت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقنا اٰمین اٰمین یا ارحم الرّاحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمّت